دارُالاشاعت کراچی

تصحیح و اصلاح اور مکمل نظر ثانی شدہ ایڈیشن

اردو ترجمہ

البداية والنهاية

جلد سوم

حصہ پنجم و ششم

آغاز سن ۹ ہجری، غزوہ تبوک، اسلامی وفود کی جوق در جوق آمد، سن ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع، سانحۂ عظیم وفات نبوی ﷺ، خلیفۂ رسول اور عاملین رسول کا تذکرہ۔

---

۱۰ ہجری۔ حضور اکرم ﷺ کے متبرکات کا بیان، شمائل و خصائل نبوی ﷺ، معجزات نبوی ﷺ، دیگر انبیاء کے معجزات اور آپ ﷺ کے معجزات کا تقابل، حضور ﷺ کی پیشن گوئیوں کا وقوع پذیر ہونا۔

حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ

ترجمہ و تحقیق

مولانا ابو طلحہ محمد اصغر مغل فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : نومبر ۲۰۰۸ء علمی گرافکس
ضخامت : 630 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

……… ملنے کے پتے ………

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

امریکہ میں ملنے کے پتے

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET
BUFFALO, NY 14212, U

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

البدایہ والنہایہ معروف بہ

تاریخ ابن کثیر

حصہ پنجم و ششم

تاریخ ابن کثیر......(حصہ پنجم)

غزوہ تبوک کا بیان

اے ایمان والو! مشرک تو ناپاک ہیں سو اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آنے پائیں اور اگر تم تنگ دستی سے ڈرتے ہو تو آئندہ اللہ اگر چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے مالا مال کر دے وہ بڑا حکمت والا ہے۔ (۹/۲۸) ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں۔ وہ سچا دین قبول نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، قتادہ اور ضحاک وغیرہ متعدد مفسرین سے مروی ہے کہ جب حج وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام اور کعبہ کے نزدیک آنے سے منع فرما دیا تو قریش نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ موسم حج میں منڈیاں اور بازار برباد ہو جائیں گے ہمارے منافع اور معیشت پر زد پڑے گی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس منافع اور مفاد کے بدلے میں اہل کتاب سے جنگ و جدال کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ وہ دین اسلام قبول کر لیں یا ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے روم سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ وہ سب لوگوں سے آپ کے قریب تر آباد تھے اور اسلامی دعوت کے بھی سب سے زیادہ اہل تھے، اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ قرب کے باعث اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ''اے ایمان والو! اپنے نزدیک کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے''۔ (۹/۱۲۳)

رجب ۹ھ میں روم کی جانب پیش قدمی......رسول اللہ ﷺ نے روم کے خلاف، رجب ۹ھ نومبر ۶۳۵ء میں جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت شدید گرمی اور تنگ دستی کا زمانہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو صحیح صورت حال سے مطلع کیا اور اطراف کے اعراب قبائل کو بھی جنگ میں ساتھ چلنے کے لئے بلایا چنانچہ آپ کے ساتھ تقریباً تیس ہزار افراد جمع ہو گئے۔ (جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا) اور کچھ لوگ پیچھے رہ گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بلاوجہ پیچھے رہنے والے منافقوں اور کوتاہی کرنے والوں پر عتاب کیا، سخت مذمت کی، زجر و توبیخ کی اور سخت ڈانٹ پلائی اور ان کو بری طرح ذلیل رسوا کیا اور ان کے بارے میں قرآن اتارا۔ (جس کی دن رات تلاوت ہوتی ہے) اور سورہ توبہ میں ان کی حقیقت حال کو واضح بیان کیا۔ (جیسا کہ ہم نے یہ تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے)

ہر حال میں جنگ میں شامل ہونے کا فرمان الٰہی......اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر حال میں جنگ میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ (۹/۴۱) تم ہلکے ہو یا بوجھل (ہر حال میں) نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔ اگر مال نزدیک ہوتا اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ ضرور تیرے ساتھ ہوتے لیکن انہیں فاصلہ لمبا نظر آیا اور اب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم تمہارے ساتھ ضرور چلتے، اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا ''اور ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ مسلمان سب کے سب کوچ کریں۔ سو کیوں نہ نکلا، ہر فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف آئیں تو ان کو ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔'' (۹/۱۲۲)

آیت کے بارے میں اختلاف ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت (۱۲۲/۹) کی ناسخ ہے اور بعض اس کے قائل نہیں (بلکہ تخصیص پر حمل کرتے ہیں) واللہ اعلم۔ ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ذوالحج ۸ھ اور رجب ۹ھ کا درمیانی حصہ میں تقریباً سات مہینے قیام فرمایا۔ پھر لوگوں کو روم کے خلاف جنگ کرنے کی تیاری اور بندوبست کا حکم فرمایا۔ امام زہری یزید بن رومان، عبداللہ بن ابی بکر، عاصم بن عمر اور قتادہ وغیرہ ہمارے اہل علم میں سے ہر ایک نے غزوہ تبوک کے بارے میں وہ بیان کیا ہے جو اس کو معلوم ہوا اور بعض وہ واقعات بیان کرتے ہیں جن کو دوسرے نہیں بیان کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو غزوہ روم کی تیاری کا حکم فرمایا، یہ تنگ دستی کا دور تھا، شدید گرمی کا موسم تھا اور قحط سالی کا زمانہ تھا اور کھجور کا پھل بھی پک چکا تھا۔ لوگ پھلوں اور سایہ میں ٹھہرنا پسند کرتے تھے، اور ان حالات میں جنگ میں جانا ناپسند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی جنگ کے لئے جاتے تو توریہ اور کنایہ سے کام لیتے مگر غزوہ تبوک میں، آپ نے لوگوں کو علی الاعلان اور برملا بتا دیا طویل فاصلے شدید حرارت اور دشمن کی بکثرت کی وجہ سے تاکہ لوگ جہاد کے لئے اپنی پوری تیاری کر لیں۔ آپ نے سب کو جہاد کا ارشاد فرمایا اور ان کو بتایا کہ روم کے خلاف جنگ کا ارادہ ہے۔

جدّ کا بہانہ ..... رسول اللہ ﷺ سفر کے سامان کی تیاری میں معروف تھے، ایک روز آپ نے جد بن قیس یکے از بنی سلمہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے جد! کیا اس سال روم سے جنگ کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھے عدم شرکت سے رخصت کی اجازت دیتے ہیں اور فتنہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ واللہ میری سب برادری جانتی ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں پر کوئی فریفتہ نہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھ لیا تو اپنے پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر کر فرمایا (قد اذنت لک) میں تجھے جنگ میں نہ جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا راز فاش کرتے ہوئے فرمایا (۴۹/۹) اور ان سے بعض کہتے ہیں کہ مجھے تو اجازت ہی دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے، خبردار وہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ کافروں پر احاطہ کرنے والی ہے۔

منافقوں کی عادت ..... اور منافق ایک دوسرے کو جہاد سے نفرت، اسلام میں شک و شبہات اور آپ ﷺ کے بارے میں افواہیں اڑاتے ہوئے کہتے تھے، گرمی کے موسم میں جنگ کیلئے نہ جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا (۸۱/۹) اور کہا گرمی میں مت نکلو کہہ دو کہ دوزخ کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش یہ سمجھ سکتے، سو وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ ان اعمال کے بدلہ جو کرتے رہے ہیں۔

سویلم کا گھر راکھ کا ڈھیر ..... ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ (ثقہ راوی، محمد بن طلحہ بن عبدالرحمان، اسحاق بن ابراہیم بن عبداللہ بن حارثہ، ابیہ، جدہ سے) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ چند منافق ''سویلم یہودی'' کے مکان پر جو جاسوم کے پاس واقع ہے اجتماع کرتے ہیں اور غزوہ تبوک میں لوگوں کو شامل ہونے سے روکتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ کو چند صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ان کی جانب بھیجا اور حکم دیا کہ سویلم کی رہائش گاہ کو رہائشیوں سمیت جلادیں چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کام انجام دیا اور ضحاک بن خلیفہ گھر کی پشت سے کود پڑا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھی بھی کود کر بھاگ گئے (اور ضحاک بن خلیفہ اس غلطی کے بعد تائب ہو گیا اور اس کی حالت سنبھل گئی۔ (ملاحظہ ہو الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج۔۲ص۔۲۶۶) ضحاک نے کہا:

کادت وبيت اللّٰه نار محمد
يشيط بها الضحاک وابن ابيرق
وظلت وقد طبقت كبس سويلم
انوء على رجلى كسيرا ومرفق
سلام عليكم لا اعود لمثلها
احاف ومن تشمل به النار يحرق

"رب کعبہ کی قسم! قریب تھا کہ آتش محمد میں ضحاک اور ابن بیرق جل کر خاکستر ہو جاتا۔ اور اس نے سویلم کے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا میں اپنے شکستہ پاؤں اور کہنی کے بل اُٹھتا تھا۔ تم پر سلامتی ہو، میں دوبارہ ایسی غلطی نہ کروں گا اور میں خدا سے خائف ہوں اور جس پر آگ محیط ہو جائے وہ جل جاتا ہے"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت..... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سفر کی تیاری میں پوری کوشش کی اور لوگوں کو بھی پوری تیاری اور مستعدی کا حکم دیا اور سرمایہ داروں کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے اور سواریاں دینے پر ابھارا اور رضامند کیا۔ چنانچہ سرمایہ داروں نے سواریاں پیش کیں اور راہ خدا میں خوب چندہ دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے اس قدر مال دیا کہ کسی نے ایسا نہیں دیا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ ایک ثقہ راوی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "جیش عسرۃ" میں، غزوہ تبوک کے سلسلہ میں ایک ہزار دینار دیئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللھم ارض عن عثمان فانی عنه راض

یا اللہ! عثمان رضی اللہ عنہ پر راضی ہو، میں بھی اس پر راضی ہوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہارون بن معروف، ضمرہ، عبداللہ بن شوذب، عبداللہ بن قاسم) کثیر مولیٰ عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جیش عسرہ کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے میں ہزار دینار لائے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی گود میں ڈال دیا۔۔۔ رسول اللہ ﷺ ان کو ہاتھ سے الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے "ماضر ابن عفان ماعمل بعد الیوم" آج کے بعد، ابن عفان کوئی عمل کرے اس کو نقصان وہ نہیں۔ اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن اسماعیل، حسن بن واقع) ضمرہ سے نقل کر کے "حسن غریب" کہا ہے۔

چندہ کی ترغیب۔ مسند احمد میں (عبداللہ بن احمد سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ عنزی، فرقد ابی طلحہ) عبدالرحمان بن حباب سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور جیش عسرہ کی اعانت ونصرت پر لوگوں کو تیار کیا اور ابھارا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے کہا میرے ذمہ سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے ہے۔ پھر آپ نے منبر سے اتر کر، ترغیب دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے ذمہ ایک سو اور اونٹ ہے۔ مع ان کے جھولوں اور پالانوں کے، سلمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اس طرح ہاتھ کو حرکت دے رہے تھے (عبدالصمد راوی نے اپنا ہاتھ اس انداز میں ہلا کر دکھایا) اور فرمایا (ماعلی عثمان ماعمل بعد ھذا) بعد ازیں عثمان جو عمل کرے اسے نقصان وہ نہیں۔ اس روایت کو اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن یسار، ابوداؤد طیالسی) سکن بن مغیرہ ابی محمد مولیٰ آل عثمان سے نقل کرتے ہیں، بقول ترمذی یہ اس سند سے "غریب" ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عمرو بن مرزوق) سکن بن مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے تین بار کہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع ان کے جھولوں اور پالانوں کے اپنے ذمہ لے لئے۔ عبدالرحمان سلمی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ برسر منبر فرما رہے تھے:

ماضر عثمان بعدھا.. اوقال بعد الیوم ابو داؤد طیالسی (بحوالہ حصین بن عبدالرحمان، عمرو بن جاوان)

احنف بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص، علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے خدا کے لئے مجھے بتاؤ! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جیش عسرہ میں ساز و سامان دے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ میں نے فوج کو ان کے مہار اور عقال (زانو بند) کے ساتھ سامان دیا اس روایت کو امام نسائی نے حصین بن عبدالرحمان سے نقل کیا ہے۔

منافقین کی عیش پسندی۔ ...اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو، تو ان میں دولت مند بھی تجھ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دے کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔ وہ خوش ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں

کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے سو وہ نہیں سمجھتے۔

ایمان والوں کی چیز .. لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

بہانے بازوں کا انجام ....اور بہانے کرنے والے گنوار آئے تا کہ انہیں رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا جو ان میں سے کافر ہیں۔ جلد ہی انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔

معذورین کا حکم .. ضعیفوں پر اور مریضوں پر اور ان لوگوں پر جو نہیں پاتے کہ خرچ کریں کوئی گناہ نہیں ہے، جب اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہی کریں۔ نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جب وہ تیرے پاس آئیں کہ تو انہیں سواری دے تو تو نے کہا، میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمہیں اس پر سوار کر دوں تو وہ واپس چلے گئے اور اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہ تھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، الزام ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اس بات سے وہ خوش ہیں کہ پیچھے رہنے والیوں کے ساتھ رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے پس وہ نہیں سمجھتے (۸۶تا۹۳/۹) ہم (ابن کثیر) نے ان آیات کی تفسیر و توضیح پر تفسیر ابن کثیر میں خوب بحث کی ہے جو کافی ووافی ہے، واللہ اعلم، وللّٰه الحمد و المنه ۔ ان رونے والوں کا یہاں ذکر مقصود ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے کہ آپ ﷺ ان کو سواری دے دیں، لیکن سواری نہ ہونے کی وجہ سے وہ واپس چلے آئے اس بات پر افسوس کرتے ہوئے کہ وہ فی سبیل اللہ جہاد، اور اس میں خرچ کرنے سے محروم رہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ انصار وغیرہ میں سے سات افراد تھے۔ سالم بن عمیر یکے از بنی عمرو بن عوف، علبہ بن زید برادر بنی حارثہ، ابو لیلیٰ عبدالرحمان بن کعب از بنی مازن بن نجار، عمرو بن حمام بن جموع برادر بنی سلمہ، عبداللہ بن مغفل مزنی، بقول بعض عبداللہ بن عمرو مزنی، ہرمی بن عبداللہ برادر بنی واقف، عرباض بن ساریہ فزاری۔

ابو لیلیٰ اور ابن مغفل کا رونا .. ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل دونوں رو رہے تھے۔ ان سے ابن یامین بن عمیر بن کعب نضری نے پوچھا کیوں رو رہے ہو، تو انہوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ سواری عطا فرمادیں لیکن ہم آپ کے ہاں سے سواری نہ پا سکے اور ہمارے پاس اتنی استطاعت نہیں کہ ہم ان کے ساتھ جانے کا اہتمام کر سکیں چنانچہ ابن یامین نے اپنی سواری دے دی اور وہ اس پر سوار ہو کر گئے اور ان کو کچھ کھجوریں بھی دے دیں اور وہ دونوں نبی علیہ السلام کے ساتھ چلے گئے۔

انوکھا انداز . یونس بن بکیر نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مزید بیان کیا ہے کہ حضرت علبہ رضی اللہ عنہ بن زید رات کو گھر سے باہر گئے۔ عادت کے مطابق نماز پڑھی اور رو کر عرض کیا، یا اللہ! تو نے جہاد کا حکم فرمایا ہے۔ اور اس میں ترغیب دلائی ہے اور تو نے اتنا مال و دولت نہیں دیا کہ جس سے جہاد کے قابل ہو سکوں اور نہ ہی تو نے اپنے رسول کو سواری دی ہے جو وہ مجھے عطا کر سکیں۔ خدایا جو میرے مال و جان اور عزت و آبرو میں کسی مسلمان نے بے جا تصرف اور ظلم وستم کیا ہے، وہ میں اسے معاف کرتا ہوں اور صدقہ وخیرات کرتا ہوں۔ دعا کے بعد وہ لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، آج شب صدقہ کرنے والا کہاں ہے تو حاضرین میں سے کوئی نہ اٹھا، آپ نے دوبارہ فرمایا صدقہ کرنے والا کہاں ہے، وہ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے صورت حال سے مطلع کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مبارک ہو! اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیرا نام مقبول شدہ زکوٰۃ والوں میں لکھا گیا ہے۔ (اس مقام پر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور روایت بیان کی ہے)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ.. حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبداللہ الحافظ، ابو العباس محمد بن یعقوب، احمد بن عبدالحمید

مازنی، ابواسامہ، برید، ابوبردہ) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ چند احباب نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری طلب کرنے کے لئے بھیجا، وہ غزوہ تبوک کے ''جیش عسرۃ'' میں آپ کے ساتھ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے میرے ساتھیوں نے آپ کی خدمت میں سواریوں کی خاطر بھیجا ہے تو آپ نے فرمایا، واللہ! میں تمہیں کوئی سواری نہ دوں گا۔ میں نے یہ سوال آپ سے غصہ کی حالت میں کیا اور مجھے اس کا علم نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے نہ دینے اور اس ڈر سے کہ آپ ﷺ مجھ پر غصہ ہیں میں غمناک واپس چلا آیا اور احباب کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے مطلع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے بلال رضی اللہ عنہ کی منادی سنی، عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ میں نے اس کو اپنی موجودگی کی اطلاع دی تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کی بات سنیں! وہ آپ کو بلا رہے ہیں جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین بار فرمایا ''ان دو مشکیزوں کو پکڑلو'' ان چھ اونٹوں کے بارے میں فرمایا جو آپ نے اس وقت سعد رضی اللہ عنہ سے خریدے تھے۔ اور کہا کہ ان کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جا۔ اور ان کو بتا کہ اللہ کے رسول نے تمہیں سواری کے لئے دیئے ہیں۔ میں نے یہ اونٹ ان کے حوالے کر کے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ تمہاری سواری کے لئے عطا فرمائے ہیں، لیکن بخدا میں تمہیں سوار نہ ہونے دوں گا یہاں تک کہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلے جس نے رسول اللہ ﷺ کا جواب سنا تھا جب میں نے سوال کیا تھا اور آپ نے پہلی دفعہ منع فرما کر دوسری دفعہ مجھے یہ سواریاں عطا کی تھیں۔ تاکہ میرے بارے میں یہ بدگمانی نہ کرو کہ میں نے وہ بات بتائی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے نہ فرمائی ہو تو انہوں نے کہا واللہ! آپ ہمارے نزدیک قابل اعتماد ہیں ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ان کو اپنے ساتھ لے کر ان لوگوں کے پاس لے کر چلے آئے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بات سنی تھی کہ آپ نے پہلے نہ دیا اور دوبارہ بلا کر دیا۔ چنانچہ ان سامعین نے ان کو بالکل اسی طرح بتایا جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوکریب از ابواسامہ بیان کیا ہے اور ایک متفق علیہ روایت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اشعری لوگوں کے ساتھ سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا واللہ! نہ میرے پاس سواری ہے اور نہ ہی میں آپ کو دے سکتا ہوں پھر آپ علیہ السلام کے پاس غنیمت کے اونٹ لائے گئے اور آپ ﷺ نے چھ اونٹ بغیر پالان کے دیئے اور ہم نے ان کو لے لیا پھر ہم نے آپس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور یہ ہمارے لئے بابرکت نہ ہوگا چنانچہ ہم نے واپس جا کر'' آپ کو بتایا'' تو آپ نے فرمایا واللہ! میں نے تم کو سواری نہیں دی بلکہ اللہ نے دی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، میں انشاء اللہ کسی بات کا حلف اٹھاؤں اور اس سے بہتر دوسری بات کو پاؤں تو وہی کرتا ہوں جو بہتر ہو، اور قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں۔

پیچھے رہ جانے والا گروہ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ دیر تک رسول اللہ ﷺ سے غائب رہا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بغیر کسی شک وشبہ کے پیچھے رہ گیا (اور جنگ میں شامل نہ ہو سکا) اس گروہ میں سے:

۱ کعب بن مالک بن ابی کعب برادر بنی سلمہ۔

۲ مرارہ بن ربیع برادر بنی عمرو بن عوف۔

۳ ہلال بن امیہ برادر بنی واقف۔

۴ ابوخیثمہ برادر بنی سالم بن عوف۔

یہ لوگ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ ان میں سے پہلے تین کا قصہ مفصل بیان ہوگا جس کے بارے میں سورہ توبہ میں (۹/۱۱۸) آیت نازل ہوئی۔ باقی رہا ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ تو وہ واپس آیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچنے کا عزم کر لیا۔ (کما سیاتی)

تبوک کا سفر یونس بن بکیر، ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر کی تیاری کر لی اور سفر کا عزم کر لیا تو جمعرات کو روانہ ہوئے اور ''ثنیۃ الوداع'' میں ٹھہرے آپ کے ہمراہ تیس ہزار سے زائد فوج تھی۔ (اور عدو اللہ، عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے لشکر کا پڑاؤ آپ سے نیچے ڈالا اور بزعم مورخین یہ دونوں لشکروں میں سے زیادہ کم نہ تھا) جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی دیگر منافقوں اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا اور ساتھ شامل نہ ہوا۔

امیر مدینہ .. ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محمد بن سلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر نامزد کیا اور بقول دراوردی، آپ نے سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے سال مدینہ کا امیر اور جانشین مقرر فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہارون علیہ السلام . ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت پر محافظ مقرر کیا اور منافقین نے یہ افواہ اڑائی کہ آپ ﷺ ان کو گراں اور بوجھ سمجھ کر ان سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ جب یہ افواہ پھیل گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر جرف میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور آپ کو افواہ سے آگاہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں، میں نے تو تمہیں اہل وعیال پر محافظ مقرر کیا ہے۔ بنابریں واپس جاؤ، میرے اور اپنے اہل وعیال کا خیال رکھو۔ اے علی! کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جرف سے واپس آ گئے اور رسول اللہ ﷺ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد رضی اللہ عنہ بن طلحہ بن یزید بن رکانہ نے ابراہیم بن سعد بن رضی اللہ عنہ ابی وقاص کی معرفت سعد رضی اللہ عنہ سے بتایا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا آپ ﷺ علی رضی اللہ عنہ کو کہہ رہے تھے۔ امام بخاری اور مسلم نے یہ حدیث (شعبہ از سعد بن ابراہیم از ابراہیم بن سعد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے روایت کی ہے۔ ابو داؤد طیالسی اپنی سند میں (شعبہ، حکم، منصب بن سعد) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت پر محافظ مقرر کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھ کو خواتین اور بچوں میں جانشین بنا کر چھوڑ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تمہیں میری طرف سے وہ مقام ومرتبہ حاصل ہوا جو ہارون کا موسیٰ سے تھا بجز اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس روایت کو مسلم اور ترمذی نے قتیبہ سے بیان کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں قتیبہ کے علاوہ محمد رحمۃ اللہ علیہ بن عباد سے بھی بیان کیا ہے اور یہ دونوں حاتم بن اسماعیل سے بیان کرتے ہیں اور بقول ترمذی یہ حدیث حسن صحیح اور اس سند سے غریب ہے۔

ابوخیثمہ مالک بن قیس . ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے روانہ ہونے کے چند دن بعد، شدید گرمی کے روز، ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی بیویوں کو باغ کے چھپر میں پایا کہ انہوں نے چھپر میں چھڑکاؤ کیا ہوا ہے ٹھنڈا پانی ہے اور اس کے لئے انہوں نے کھانا تیار کر رکھا ہے۔ جب وہ باغ کے اندر آیا چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے اپنی بیویوں اور ان کے عیش وعشرت کا جائزہ لیا تو اس نے کہا، رسول اللہ ﷺ تو دھوپ، آندھی اور گرمی میں سفر پر ہوں اور ابوخیثمہ، ٹھنڈے سائے، تیار کھانے اور خوبرو بیوی کے ساتھ اپنے مال ومتاع میں مقیم ہو۔ یہ قرین انصاف نہیں۔ واللہ! میں کسی ایک کے بھی چھپر میں نہ داخل ہوں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملوں۔ اس نے کہا زاد راہ تیار کرو۔ سامان سفر تیار کر لایا تو وہ اپنی آبپاشی والی سواری پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی تلاش وجستجو میں روانہ ہو گیا یہاں تک کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جا پایا اس وقت آپ علیہ السلام تبوک میں فروکش تھے۔ راستہ میں عمیر بن وہب جمحی سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلا ہوا تھا، راستہ میں دونوں ایک ساتھ چلتے رہے۔ جب وہ تبوک کے قریب پہنچے تو ابوخیثمہ نے ابن وہب جمحی سے درخواست کی کہ میں خطاوار ہوں۔ میری خواہش ہے کہ تم ذرا یہاں ٹھہرو اور میں تنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں، تو اس نے یہ درخواست قبول کر لی جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پڑاؤ کے قریب ہوا تو لوگوں نے کہا یہ کوئی راستہ پر سوار چلا آ رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کن اباخیثمہ'' ابوخیثمہ ہو، چنانچہ سب نے کہا واللہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ ابوخیثمہ ہے۔ قریب پہنچ کر اس نے سلام عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ابوخیثمہ! افسوس! پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو سارا ماجرا سنایا تو آپ نے اس کے لئے خیر وبرکت کی دعا کی۔ عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر اور موسیٰ رضی اللہ عنہ بن عقبہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ابوخیثمہ کا قصہ نقل کیا ہے اور اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کیلئے خزاں کے موسم میں گئے تھے۔

ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کے اشعار: ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوخیثمہ مالک بن قیس نے یہ اشعار کہے:

لما رأیت الناس فی الدین نافقوا

أتیت التی کانت اعف واکرما

وبـايـعـت بـالـيـمـنـى يـدى لـمـحـمـد
فـلـم اكتسب الـمـا ولـم اغـش مـحـرمـا
تـركـت خـضـيـا فـى الـعـريـش و صـرمة
صـفـايـا كـرامـا بـسـرهـا قـد تـحـمـمـا
كـت اذا شك الـمـنـافـق اسـمـحـت
الـى الـديـن نـفـسـى شـطـره حيـث يـمـمـا

''جب میں نے دیکھا کہ لوگ دین میں منافقت کرر ہے ہیں تو میں نے وہ طریقہ اختیار کیا جو پاک اور عمدہ تھا۔ میں نے دائیں ہاتھ سے محمد ﷺ کی بیعت کی اور میں نے گناہ اور حرام کا ارتکاب نہیں کیا۔ میں نے چھپر میں مہندی والی عورت اور عمدہ نخلستان جس کی گدری کھجور سیاہ ہو چکی چھوڑی منافق شک وریب میں مبتلا ہوتو میرا دل دین کی طرف مائل ہوتا ہے جہاں بھی ہو۔''

یونس رحمۃ اللہ علیہ بن بکیر (محمد بن اسحاق، بریدہ، سفیان، محمد بن کعب قرظی) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب روانہ ہوئے تو ایک آدمی پیچھے رہنے لگا تو لوگ کہتے یارسول اللہ ﷺ فلاں شخص پیچھے رہ گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے، اس کی بات چھوڑو، اگر اس میں خیر ورشد ہوئی تو اللہ پاک اس کو تمہارے ساتھ ملادے گا۔ اگر کوئی اور بات ہوئی تو اللہ تعالیٰ تم کو اس سے خوشی بخشے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ...... یہاں تک کہ کسی نے کہا یارسول اللہ ﷺ ابوذر رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گیا ہے اور اس کا اونٹ سست رفتار ہو گیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دعوه ان يك فيه خير فسيلحقه الله بكم وان يك غير ذلك فقدارا حكم الله منه
(ترجمہ گزر چکا ہے)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کے تیز چلنے کا انتظار کیا جب تیز نہ ہوا تو انہوں نے اپنا زادراہ اٹھا کر پیٹھ پر رکھ لیا اور پیدل چلنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اس دوران منزل میں فروکش ہو چکے تھے۔ کسی مسلمان نے دیکھ کر کہا یارسول اللہ ﷺ یہ کوئی راستے پر آرہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوذر رضی اللہ عنہ ہوگا! جب لوگوں نے ذرا غور سے دیکھا تو وہ کہنے لگے واللہ! یارسول اللہ ﷺ وہ ابوذر رضی اللہ عنہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے وہ تنہا چل رہا ہے۔ تنہا ہی مرے گا اور تنہا ہی زندہ اٹھایا جائے گا۔

پیشن گوئی کا سچ ہونا...... انقلاب برپا ہوا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ''ربذہ'' میں منتقل کر دیا گیا جب نزع کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی بیوی اور غلام کو وصیت کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے رات کو غسل اور کفن دے کر راستے کے وسط میں رکھ دینا۔ جو پہلا قافلہ تمہارے پاس سے گزرے، اس کو بتانا یہ ابوذر رضی اللہ عنہ ہے۔ حسب وصیت انہوں نے اسی طرح کیا۔ چنانچہ ایک قافلہ آیا اور اس کو معلوم نہ تھا وہ چلتا رہا قریب تھا کہ وہ آپ کی نعش کو کچل ڈالتا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے ایک قافلہ میں ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور بتایا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر خدا رحمت کرے، وہ تنہا چلے گا، تنہا فوت ہوگا اور تنہا ہی اس کا حشر ہوگا۔ چنانچہ وہ قافلہ اترا اور ان کو خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دفن کیا۔ سند حسن ہے لیکن اصحاب ستہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔

''ساعۃ عسرۃ'' کی تفسیر...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل سے "الذين اتبعوه فى ساعة العسرة" (۹/۱۱۷) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں دو اور تین مجاہد ایک اونٹ پر سوار تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا، ایک روز پیاس نے ستایا تو وہ اونٹوں کو ذبح کر کے

اوجھ کا پانی پینے لگے۔'' اس کو پانی کی قلت کہتے ہیں'' اسی طرح اخراجات اور سواریوں میں بھی قلت تھی۔

عبداللہ بن وھب، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت ہوا کہ'' ساعۃ العسرۃ'' (۹/۱۱۷) کے بارے میں کچھ فرمایئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوہ تبوک کی جانب ہم سخت گرمی کے موسم پر روانہ ہوئے۔ ہم ایک ''منزل'' میں فروکش ہوئے تو پیاس نے ستایا یہاں تک کہ ہمارا خیال تھا کہ ہماری گردنیں منقطع ہو جائیں گی (اور حالات اس قدر نازک ہو گئے) کہ ہم میں سے کوئی کجاوے کی تلاش میں جاتا تو بھی کمزوری کے باعث اس کو موت کا خطرہ لاحق رہتا تھا حتی کہ ایک آدمی اپنا اونٹ ذبح کرتا اور اس کی اوجھ نچوڑ کر پی لیتا اور بقیہ کو اپنے جگر پر رکھ لیتا۔

حضور ﷺ کی دعا کی برکت ..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا میں بھلائی رکھی ہے پس اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر! کیا تجھ کو یہ پسند ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاں کہا تو رسول اللہ ﷺ نے اوپر کو ہاتھ بلند کئے اور دعا کی۔ دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آسمان پر بادل چھا گئے ہلکی بارش کے بعد اتنی تیز بارش برسی کہ ہم نے اپنے سب برتن پانی سے بھر لئے۔

بارش کہاں تک ہوئی ..... پھر ہم نے بارش کے اثرات دیکھے تو وہ ہمارے پڑاؤ تک محدود تھی، اس سے باہر اور دور تک نہ ہوئی تھی۔ یہ سند جید ہے اور اس کو اصحاب ستہ نے بیان نہیں کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ عاصم بن عمر قتادہ کی معرفت ابنائے قوم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ حجر میں قیام کے دوران پیش آیا تھا اور اپنے ایک ہم سفر، منافق کو کہا، افسوس! اسکے بعد بھی نبوت میں کوئی شک کی گنجائش ہے تو اس نے کہا (اس میں کیا اعجاز ہے) بادل آیا اور برس گیا۔

زید بن لصیت منافق ...... مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی غائب ہوگئی۔ لوگ اس کی تلاش وجستجو میں مصروف تھے۔ اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے عمارہ بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کو جو آپ کے پاس تھا کہا، کہ ایک آدمی نے یہ بات کہی ہے کہ یہ محمد ﷺ جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور آسمان کی باتیں بتاتا ہے، اور اس کو اپنی اونٹنی کا علم تک نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! میں وہی جانتا ہوں جو مجھے اللہ بتاتا ہے اور اونٹنی کے بارے میں اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ یہ فلاں وادی میں ہے۔ اس کی مہار ایک درخت میں الجھ گئی ہے، جاؤ اس کو لے آؤ۔ پھر عمارہ انصاری اپنے ڈیرے پر گیا تو اس نے ان کو وہ بات بتائی جو رسول اللہ ﷺ نے اس اعتراض کے بارے میں بتائی تھی۔ ڈیرے پر موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا یہ بات تو زید بن لصیت نے کہی تھی اور یہ زبیر بھی وہاں موجود تھا تو عمارہ رضی اللہ عنہ اس کی گردن پر لات مار کر کہہ رہا تھا کہ میرے ڈیرے پر آفت کا پرکالہ ہے اور مجھے معلوم تک نہیں اے دشمن خدا چلا جا ہمارے ساتھ نہ بیٹھ۔ بعض کا خیال ہے کہ زید نے توبہ کر لی تھی اور بقول بعض وہ نفاق کی حالت میں مرا۔

کھانے میں معجزانہ برکت ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اونٹنی کے قصہ کے مشابہ ایک قصہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (اعمش، ابوصالح، ابوہریرہ) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں (یہ شک اعمش کو لاحق ہوا ہے) کہ غزوہ تبوک میں لوگ بھوک سے دوچار تھے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ سواریاں ذبح کرنے کی اجازت عنایت فرما دیں تو ہم ذبح کر کے کھا لیں اور چربی کو استعمال کر لیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت فرما دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر سواریاں ذبح کر دی گئیں تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ عرض ہے کہ آپ ان کا باقی ماندہ زاد سفر منگوا لیں اور اللہ تعالیٰ سے اس میں خیر و برکت کی دعا کریں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمادے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دے کر چرمی دستر خوان منگوایا اور اس کو بچھا کر لوگوں کو باقی ماندہ'' زادراہ'' لانے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ ایک آدمی مٹھی بھر مکئی لاتا، دوسرا مٹھی بھر کھجوریں لاتا اور اسی طرح تیسرا روٹی کا ٹکڑا لاتا، آہستہ آہستہ دستر خوان پر کچھ طعام جمع ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے برکت و افزائش کی دعا فرما کر اعلان کیا: اپنے برتن لے آؤ، چنانچہ وہ اپنے برتن لے آئے، لشکر میں موجود ہر برتن کو لبریز کر لیا اور پیٹ بھر کر کھا لیا، پھر بھی

کچھ باقی بچا رہا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں شاہد ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو شخص رسالت پر کامل یقین رکھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ابو کریب از ابو معاویہ از اعمش) بیان کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (سہیل از ابیہ از ابو ہریرہ) بیان کیا ہے اور انہوں نے غزوہ تبوک کا نام نہیں لیا بلکہ مطلق غزوہ کا ذکر کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کا سفر تبوک میں ''حجر'' میں ثمود کے مکانات سے گزر ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ''حجر'' کے پاس سے گزرے تو وہاں اترے۔ اور لوگوں نے اس کے کنوئیں سے پانی بھرا اور جب روانہ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ثمود کے کنوؤں کا پانی مت پیو اور نہ ہی نماز کے لئے وضو کرو اور جو تم نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دو، اور خود بالکل نہ کھاؤ۔ یہ قصہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بلا سند بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعمر بن بشر، عبداللہ بن مبارک، معمر، زہری، سالم بن عبداللہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ''حجر'' کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان ہلاک شدہ لوگوں کے مکانات میں، جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا مت جاؤ مگر روتے ہوئے۔ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب پہنچے جوان کو پہنچ چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری پر اپنا سر ڈھانپ لیا۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (عبداللہ بن مبارک اور عبدالرزاق از معمر) بیان کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن دینار کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے فرمایا کہ تم ان ہلاک شدہ لوگوں کے مکانات میں نہ جاؤ مگر یہ کہ تم روتے ہو، اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو ان کے مکانات میں مت جاؤ مبادا تم بھی ان کی طرح عذاب میں مبتلا ہو جاؤ۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بن بلال کی معرفت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن دینار سے روایت کیا ہے۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے عبداللہ بن دینار سے نقل کیا ہے۔

اونٹنی والا کنواں ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، صخر بن جویریہ، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سال رسول اللہ ﷺ ''حجر'' میں ثمود کے مکانات کے پاس فروکش ہوئے۔ لوگوں نے ان کنوؤں میں سے پانی لیا جن سے ثمودی پانی پیتے تھے۔ آٹا گوندھا، ہانڈیوں میں ڈالا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہانڈیاں الٹ دیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں۔ پھر وہاں سے چل کر اس کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا جس سے اونٹنی پانی پیتی تھی اور ان کو ہلاک شدہ قوم کے علاقہ میں جانے سے منع فرما دیا۔ '' مجھے خطرہ ہے کہ تم بھی ثمود کی طرح عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ لہٰذا ان کے مکانوں میں نہ جاؤ۔''

اس حدیث کی سند شرط صحیحین پر ہے اور اصحاب ستہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو (انس بن عیاض، ابو ضمرہ، عبیداللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے۔ بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسامہ نے عبیداللہ بن عمر کی متابعت کی ہے۔ نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو (شعیب بن اسحاق از عبیداللہ از نافع) بیان کیا ہے۔

ابو رغال ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، عبداللہ بن عثمان، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب ''حجر'' کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا، معجزات کا سوال نہ کرو، صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزے کا سوال کیا تھا، اونٹنی اس راستہ سے آتی اور اس سے واپس چلی جاتی۔ انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور ناقہ کو ہلاک کر ڈالا وہ ایک روز سارا پانی پی جاتی اس روز ثمودی اس کا دودھ پیتے چنانچہ انہوں نے اس کو ہلاک کر دیا سو ان پر چیخ کا عذاب مسلط ہو گیا۔ صرف ایک مرد کے علاوہ جو حرم میں تھا سب کے سب نیست و نابود ہو گئے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے۔ فرمایا وہ ابو رغال ہے۔ جب وہ حدود حرم سے باہر نکلا تو وہ اپنی قوم والے عذاب کا شکار ہو گیا۔ اس کی سند صحیح ہے اور صحاح ستہ میں موجود نہیں۔

ایک پیشن گوئی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن ہارون، مسعودی اسماعیل بن واسط، محمد بن ابی کبشہ انماری) ابو کبشہ انماری سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے لوگ اہل حجر کے کھنڈرات میں جلدی جلدی داخل ہونے لگے جب رسول اللہ ﷺ کو اس امر کی خبر ہوئی تو آپ نے اعلان فرمایا "الصلوٰۃ جامعۃ" راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ سواری کی مہار تھامے فرما رہے تھے کہ تم مغضوب قوم کے علاقہ میں کیوں داخل ہوتے ہو۔ تو ایک شخص نے عرض کیا حیرت واستعجاب کی خاطر۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں آپ کو اس سے زیادہ تعجب خیز بات بتاتا ہوں۔ تم ہی میں سے ایک آدمی، تم کو گزشتہ روز کے واقعات بتاتا ہے اور مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہے۔ استقامت اختیار کرو اور سیدھے رہو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرنے کی پروانہیں کرتا۔ اور آئندہ ایسی اقوام پیدا ہوں گی جو اپنا دفاع نہ کرسکیں گی۔ اس کی سند حسن ہے اور صحاح ستہ میں نہیں ہے)۔

آندھی کی پیش گوئی اور دو آدمیوں کی خلاف ورزی . . . یونس بن بکیر (ابن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، عباس) سہل بن سعد ساعدی یا عباس بن سعد۔ (یہ شک میری جانب سے روایت کرتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ جب مقام "حجر" کے پاس سے گزرے اور وہاں اترے تو لوگوں نے ان کے کنوئیں سے پانی لیا جب وہاں سے روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو فرمایا کہ ان کنوؤں سے نہ پانی پیو اور نہ نماز کے لئے وضو کرو آج رات کوئی اپنے ڈیرے سے باہر جائے تو اس کے ساتھ اس کا ساتھی ہو، سب نے آپ کے حکم کی تعمیل کی، سوائے بنی ساعدہ کے دو آدمیوں کے، ایک ان میں سے رفع حاجت کے لئے باہر نکلا اور دوسرا اونٹ کی تلاش میں، جو حاجت کے لئے باہر نکلا تھا۔ اس کا رفع حاجت پر ہی گلا گھٹ گیا اور دوسرے کو آندھی نے اٹھا کر جبل طی میں پھینک دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تم کو ساتھی کے بغیر باہر نکلنے سے منع نہیں فرمایا تھا۔ پھر آپ نے گلا گھٹنے ہوئے کے لئے دعا فرمائی تو وہ صحت یاب ہو گیا باقی دوسرا تو وہ تبوک سے آپ کے پاس پہنچا (اور زیادا ز ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے) کہ جب آپ ﷺ مدینہ واپس آئے تو اس کو طی قبیلہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچایا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ عباس بن سہل نے ان دونوں آدمیوں کا نام مجھے بتایا تھا لیکن اس نے مجھے ان کے نام صیغہ راز میں رکھنے کا کہا کہ ان کے نام نہ بتائے۔

باغ کا تخمینہ ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، وھیب بن خالد، عمرو بن یحییٰ، عباس بن سہل بن سعد ساعدی) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے "وادی القریٰ" میں پہنچے تو ایک خاتون اپنے نخلستان میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے کہا، اس کے پھل کا تخمینہ لگاؤ سب نے اندازہ لگایا اور رسول اللہ ﷺ نے "دس وسق" کا تخمینہ لگایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون کو کہا، باغ کی پیداوار کو ماپ لینا یہاں تک کہ ہم انشاء اللہ واپس آئیں گے۔ آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہو کر تبوک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات سخت آندھی چلے گی۔ اس میں کوئی آدمی کھڑا نہ ہو جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کا عقال اور "زانو بند" مضبوطی سے باندھ لے۔ ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ ہم نے حسب فرمان اونٹوں کو باندھ لیا۔ رات کو سخت آندھی چلی تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اس کو آندھی نے کوہ طی میں پھینک دیا۔

ایلہ کے بادشاہ کا حضور ﷺ کی خدمت میں آنا اور امن کا پروانہ حاصل کرنا

پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس "ایلہ" کا حکمران آیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفید خچر پیش کیا، اور آپ نے اس کو ردائے مبارک اور ایک چادر عطا فرمائی اور اس کو امن کا پروانہ بھی لکھ کر دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس روانہ ہوئے ہم بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ تھے چلتے چلتے وادی القریٰ میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا تیرے باغ کی کتنی پیداوار ہوئی؟ تو اس نے (رسول اللہ ﷺ کے تخمینہ کے مطابق) دس وسق کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں عجلت سے واپس جا رہا ہوں، جو شخص جلدی جانا چاہے وہ تیاری کر لے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا "ہذہ طابہ" یہ طابہ ہے اور جبل احد کو دیکھ کر

فرمایا، یہ جبل احد ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ کیا میں انصار کے گھرانوں کے بارے میں بتاؤں؟ عرض کیا فرمایئے یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر بنی نجار ہیں پھر بنی عبدالاشہل کا خاندان اور تیسرے نمبر پر بنی ساعدہ۔ مزید سنو! انصار کے ہر خاندان میں خیر و برکت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسناد سے عمرو بن یحییٰ سے نقل کیا ہے۔

دو نمازوں کا اجتماع .. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (ابوالزبیر، ابوالطفیل عامر بن واثلہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے۔ آپ ظہر اور عصر جمع فرماتے، نیز مغرب اور عشاء جمع فرماتے۔ ایک روز نماز ظہر کو مؤخر کیا، پھر آپ روانہ ہوئے، بعد ازاں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔ پھر آپ نے پڑاؤ کیا، پھر سفر پر روانہ ہوئے، مغرب اور عشاء دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔

معجزہ . پھر آپ نے خوش خبری سنائی کہ کل انشاء اللہ تم تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے۔ مزید سنو! کافی دن چڑھے وہاں پہنچو گے، جو شخص اس چشمہ کے پاس آئے وہ اس کے پانی کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگائے جب تک کہ میں نہ آ جاؤں۔ ساعدی کہتے ہیں کہ ہم وہاں پہنچے تو دو آدمی ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے اور چشمہ کا پانی تھوڑا تھوڑا تسمہ کی طرح بہہ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اس کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے۔ انہوں نے ہاں کہا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو برا بھلا کہا اور جو اللہ کو منظور تھا پھر صحابہ نے چشمہ سے معمولی معمولی چلو بھر کر پانی نکالا، یہاں تک کہ ایک برتن میں کچھ پانی جمع ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے پھر اس پانی کو چشمہ میں ڈال دیا تو چشمہ سے بہت زیادہ پانی بہہ پڑا اور لوگوں نے پیا۔

باغات کی بشارت .... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ! اگر تیری عمر دراز ہوئی تو، تو عنقریب ان مقامات میں گلزار اور باغات دیکھے گا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

بہترین اور بدترین آدمی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنضر ہاشم بن قاسم، یونس بن محمد مؤدب اور حجاج بن محمد، لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب، الخیر، ابوالخطاب) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ کیا میں آپ کو بہتر اور بدتر آدمیوں کے بارے میں بتاؤں؟" تو آپ نے فرمایا" بہتر آدمی وہ ہے جس نے اپنے گھوڑے کی پشت پر یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل اللہ کے راستہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ اس کو موت نے آلیا اور بدترین فاسق و فاجر اور گمراہ وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی بات پر توجہ نہیں دیتا۔ امام نسائی نے اس کو (قتیبہ از لیث) نقل کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ میں ابوالخطاب کو نہیں جانتا۔

فجر کا قضاء ہونا .... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن محمد زہری، عبدالعزیز بن عمران، مصعب بن عبداللہ، منظور بن جمیل بن سنان یا یسار (تیمور یہ مخطوطہ کے مطابق) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک رات سو گئے اور سورج نکلے بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو کہا، کیا میں نے کہا نہ تھا کہ فجر کا خیال رکھنا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نیند کی وجہ سے میرا خیال نہ رہا، جیسا کہ آپ کا۔ پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے تھوڑی دور منتقل ہوئے اور نماز ادا کی۔ پھر باقی ماندہ دن و رات سفر کیا اور صبح دن چڑھے تبوک پہنچ گئے وہاں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضور ﷺ کا خطبہ ..... حمد و ثناء کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! سب سے زیادہ سچی بات "کتاب اللہ" ہے۔ اور سب سے مضبوط سہارا، تقویٰ اور پرہیزگاری کی بات ہے سب سے بہترین، ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام گفتار سے بہتر اللہ کا ذکر ہے اور سب قصوں اور کہانیوں سے بہتر یہ قرآن ہے اور سب سے بہتر امور فرائض و واجبات ہیں اور سب سے بدترین کام ایجاد بندہ اور بدعات ہیں اور سب سے اچھی راہنمائی انبیاء علیہ السلام کی راہنمائی ہے اور سب سے افضل موت جام شہادت کی موت ہے۔ اور سب سے زیادہ اندھا پن رشد

وہدایت کے بعد گمراہی وضلالت ہے۔ بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے اور بہتر ہدایت وہ ہے جس پر عمل ہو۔ بدترین اندھا پن دل کا اندھا ہونا ہے۔ اونچا ہاتھ یعنی دینے والا، نیچے والے اور لینے والے سے بہتر ہوتا ہے۔ کم بقدر کفایت، زیادہ مال اور غافل کرنے والے سے بہتر ہوتا ہے۔ بدترین معذرت موت کے وقت ہے۔ بدترین شرمندگی وہ ہے جو قیامت کے دن ہو۔ بعض لوگ جمعہ میں دیر سے آتے ہیں بعض لوگوں کے دل خدا کی یاد میں اور اس کے ذکر میں نہیں لگتے۔ سب سے بڑا جرم جھوٹی زبان ہے۔ بہترین تونگری، دل کی غنی اور تونگری ہے۔ بہترین اور کارآمد توشہ زاد راہ تقویٰ ہے۔ اصل دانائی اللہ کا خوف ہے۔ دل کی تمام باتوں میں سے بہتر یقین وایمان ہے۔ دینی باتوں میں شک وشبہ کفر ہے نوحہ اور میت پر چیخنا اور چلانا جاہلیت اور کفر کی عادتوں میں سے ہے۔ خیانت جہنم کا ٹکڑا ہے۔ براشعر، ابلیس کا القاء ہے۔ شراب گناہ کی جڑ ہے۔ عورتیں شیطان کے جال ہیں، جوانی دیوانی اور جنون کا ایک حصہ ہے۔ سب سے بدترین کمائی سود کی ہے، سب سے بدترین کھانا، یتیم کا مال ہڑپ کرنا ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔ بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برالکھ دیا گیا۔ تم میں سے ہر کوئی چار ہاتھ کی تنگ وتاریک قبر میں جانے والا ہے اور معاملہ آخرت پر موقوف ہے۔ اعمال کا انجام اور انحصار آخرت پر موقوف ہے۔ بدترین راوی وہ ہیں جو جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں اور ہر آنے والی چیز قریب ہے۔ مسلمان کو گالی دینا فسق وفجور ہے۔ مسلمان سے قتال اور لڑائی کفر ہے۔ اور اس کی غیبت اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور مسلمان کا مال ومتاع، اس کے قتل وخون کی طرح قابل حرمت ہے اور جو شخص اللہ پر قسم کھائے گا کہ اللہ ضرور ایسا کرے گا مثلاً اس کو جنت دے گا اور فلاں کو دوزخ، تو اللہ پاک اس کو جھوٹا کردے گا۔ جو شخص اللہ سے بخشش مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے گا۔ جو شخص درگزر کرے گا اللہ اس سے درگزر کرے گا جو شخص غصہ پی جائے، تو اس کو صلہ وثواب ملے گا۔ جو شخص مصیبت پر صبر کرے گا اللہ عزوجل اسے اس کا بدلہ دے گا اور جو شخص دکھاوے اور ریا ونمود اور شہرت کا طالب ہوگا اللہ پاک بھی اس کو سب کے سامنے جتا جتا کر عذاب دے گا اور جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا اجر دے گا اور شخص گناہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا۔ الٰہی! مجھے اور میری امت کو بخش۔ (یہ جملہ تین بار کہا) پھر فرمایا میں اپنے اور تمہارے لئے مغفرت کا طالب ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس میں نکارت ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کی سزا ...امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن سعید ہمدانی اور سلیمان بن داؤد، ابن وھب، معاویہ سعید بن غزوان) غزوان سے روایت کرتے ہیں کہ میں حج کو جاتے ہوئے تبوک میں ٹھہرا تو ایک معذور شخص نظر آیا میں نے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں۔ میری زندگی میں وہ کسی کو نہ بتانا وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں ایک کھجور کے پاس فروکش ہوئے اور فرمایا اس طرف ہمارا قبلہ ہے پھر آپ نے اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ معذور نے کہا، میں آیا اور میں اس وقت دوڑتا پھرتا لڑکا تھا اور چلتا چلتا رسول اللہ ﷺ اور اس کھجور کے درمیان سے گزر گیا۔ تو آپ نے بددعا کی کہ جس نے ہماری نماز کو قطع کردیا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نقش پا کو مٹادے۔ اس کا بیان ہے میں اپنے قدموں پر آج تک نہیں کھڑا ہوسکا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (سعید، عبدالعزیز تنوخی، یزید بن نمران کا غلام) یزید بن نمران سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حج میں ایک معذور کو دیکھا، پوچھا تو اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ میں گدھے پر سوار ان کے سامنے سے گزر گیا تو آپ نے بددعا کی خدایا! اس کا نقش پا قطع کردے چنانچہ اس کے بعد میں چل نہیں سکا اور ایک روایت میں ہے۔

قطع صلاتنا قطع اللّٰہ اثرہ

معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی معاویہ کی غائبانہ نماز جنازہ......اصابہ میں ہے معاویہ بن معاویہ ممکن ہے ان کے والد کی کنیت ابومعاویہ ہو۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن ہارون، علاء ابومحمد ثقفی) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہم تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ سورج خوب روشن طلوع ہوا۔ میں نے اس کی ایسی شعاع اور روشنی کبھی نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، جناب جبرائیل! کیا بات ہے کہ آج سورج خوب آب وتاب سے طلوع ہوا ہے، میں نے اس کی ایسی روشنی اور شعاعیں کبھی نہیں دیکھیں۔ تو بتایا کہ یہ کیفیت اس وجہ سے ہے کہ آج مدینہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابومعاویہ مزنی فوت ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے ان کی نماز جنازہ کے لئے بھیجے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کس وجہ سے؟ کثرت سے سورۂ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے۔

اگر میں زمین سمیٹ دوں تو کیا یا رسول اللہ! آپ اسکی نماز جنازہ پڑھیں گے تو آپ علیہ السلام نے "ہاں" فرمایا۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور واپس آ گئے۔ اس حدیث میں شدید غرابت اور نکارت ہے۔ محدثین اس غرابت اور نکارت کو علاء بن زید کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس میں انہوں نے جرح کی ہے۔

(سورۂ اخلاص) کی فضیلت اور منکر روایت .....امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، ہاشم بن علی، عثمان بن ہیثم، محبوب بن حلال، عطا بن ابی میمونہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ اے محمد! کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابو معاویہ مزنی فوت ہو چکا ہے کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے "ہاں" فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے پر مارا تو روئے زمین کا ہر درخت اور ٹیلہ لرز گیا پھر آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا اے جبرائیل! اللہ کے ہاں اس کو یہ مقام و مرتبہ کیوں کر حاصل ہوا تو بتایا کہ "قل ھو اللہ احد" الخ، کے ساتھ محبت و عقیدت کی وجہ سے، وہ اس سورت کو اٹھتا بیٹھتا، آتا جاتا ہر حال میں پڑھتا تھا۔

عثمان بن ہیثم کہتے ہیں کہ میں نے والد سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کہاں تھے تو انہوں نے بتایا تبوک علاقہ شام میں اور معاویہ لیثی مدینہ میں فوت ہوا۔ اس کی چارپائی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کر دی گئی یہاں تک کہ آپ نے اس کو دیکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی (یہ حدیث بھی اس سند سے منکر ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس قیصر کے قاصد کی آمد.....امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن عیسیٰ، یحییٰ بن سلیم، عبداللہ بن عثمان بن خثیم) سعید بن ابی راشد سے روایت کرتے ہیں کہ میری ملاقات حمص میں ... یا مصر میں حلبیہ مخطوطہ کے مطابق ہرقل کے قاصد تنوخی سے ہوئی، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آیا تھا۔ وہ میرا ہمسایہ تھا، جو نوے سال کے لگ بھگ تھا۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ مجھے مکتوب ہرقل بنام رسول اللہ ﷺ اور مکتوب رسول اللہ ﷺ بنام ہرقل کے بارے میں بتائیں گے تو اس نے کہا کیوں نہیں! سنئے، رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لائے اور آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مکتوب دے کر ہرقل کے پاس روانہ کیا جب اس کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی موصول ہوا تو اس نے روم کے علماء اور اہل کاروں کا اجلاس طلب کیا اور جلسہ گاہ کے تمام دروازے بند کر دیئے اور خطاب میں کہا، محمد ﷺ اسی مقام پر ٹھہرا ہوا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔ اس نے مجھے پیغام بھیجا ہے اور تین تجاوز کی راہنمائی کی ہے۔

(۱) میں اس کے دین کا تابع اور پیروکار بن جاؤں۔
(۲) کہ ہم اس کو جزیہ پیش کریں اور علاقہ ہمارا ہو گا۔
(۳) یا اس سے جنگ کریں۔

ہرقل کی رائے ... واللہ! تم خوب جانتے ہو اور اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو۔ تمہارا مواخذہ ہو گا، آؤ! ہم اس کے دین کے تابع ہو جائیں یا اس کو جزیہ پیش کر دیں۔ یہ سن کر جلسہ گاہ میں یکا یک اشتعال پیدا ہو گیا اور سامعین آپے سے باہر ہو کر نعرہ لگانے لگے، کیا تو ہمیں عیسائیت کے ترک کرنے اور مرتد ہونے کی دعوت دے رہا ہے، یا یہ کہ ہم ایک برادری کے غلام بن جائیں۔

بغاوت کا ڈر.....جب ہرقل نے معلوم کر لیا کہ اگر وہ یہاں سے چلے گئے تو روم میں اس کے خلاف بغاوت برپا کر دیں گے تو اس نے اس کو مطمئن کیا اور قریب تھا کہ اطمینان و سکون پیدا نہ ہوتا کہ اس نے کہا، میں نے تو یہ بات تمہاری دینی صلاحیت اور غیرت معلوم کرنے کیلئے کہی تھی۔ پھر اس نے ایک عرب کو بلایا جو عرب کے عیسائیوں کا سربراہ تھا اور اس کو حکم دیا کہ ایسا عالم تلاش کر، جس کا حافظہ تیز ہو اور وہ عربی زبان کا ماہر ہو، کہ میں اس کو محمد ﷺ کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجوں ان کے خط کے جواب کے سلسلہ میں۔

ہرقل کی اپنے قاصد کو وصیت ۔ چنانچہ وہ مجھے لے آیا اور ہرقل نے مجھے مکتوب دے کر کہا کہ محمد ﷺ کے پاس میرا مکتوب لے جا اور ان کی باتوں میں سے، میرے لئے تین باتیں نوٹ کرنا۔

(۱) دیکھنا کہ وہ اپنے مکتوب میں سے جو اس نے مجھے بھیجا ہے کس بات کا ذکر کرتا ہے۔

(۲) یاد رہے کہ جب وہ میرا مکتوب پڑھے تو کیا رات کا ذکر کرتا ہے۔

(۳) محمد ﷺ کی پیٹھ دیکھو، کیا ان کی پیٹھ پر کوئی انوکھی سی چیز ہے۔

تنوخی کہتا ہے کہ میں ہرقل کا خط لے کر تبوک آ گیا۔ دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کے مابین چشمہ کے پاس گوٹ مارے تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا تمہارا صاحب اور رئیس کہاں ہے؟ بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ ہیں۔ میں چلتا، چلتا ان کے سامنے جا بیٹھا اور خط ان کے حوالے کر دیا۔ آپ نے اس خط کو گود میں رکھ کر پوچھا، کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ عرض کیا میں تنوخی ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا اپنے باپ ابراہیم کے دین حنیف اور اسلام کی طرف کچھ میلان ہے۔ میں نے عرض کیا، میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور ان کے دین کا پیرو ہوں۔ میں اس دین سے نہ ہٹوں گا یہاں تک کہ میں ان کے پاس واپس پہنچ جاؤں۔

ہدایت دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۔ ...تو رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا:

''بے شک تو ہدایت نہیں کر سکتا جسے تو چاہے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔'' (۲۸/۵۶)

اے تنوخی! میں نے ایک مکتوب کسریٰ کو لکھا تھا اللہ اسے ہلاک کرنے والا ہے اور اس کے ملک کو۔ نیز میں نے نجاشی کو ایک خط تحریر کیا تھا، اس نے اس کو پھاڑ دیا اللہ اس کو اور اس کے ملک کو تباہ کرنے والا ہے اور میں نے ایک مکتوب تیرے بادشاہ کو تحریر کیا تھا اس نے اس کو محفوظ کر لیا۔ جب تک زندگی میں خیریت اور بھلائی ہے لوگ اس سے طاقت کو محسوس کرتے رہیں گے۔ میں نے کہا، یہ ان تین باتوں میں سے ایک ہے۔ جس کی مجھے میرے بادشاہ نے وصیت کی تھی پھر میں نے ترکش سے تیر نکالا اور اس بات کو تلوار کے پہلو پر لکھ لیا۔

پھر محمد ﷺ نے اس خط کو دائیں جانب بیٹھے ہوئے شخص کے حوالے کر دیا، میں نے پوچھا اس خط کو کون پڑھ کر سنائے گا؟ انہوں نے کہا معاویہ۔ میں سنتا ہوں کہ میرے بادشاہ کے خط میں تحریر ہے۔ ''تم مجھے اس جنت کی طرف دعوت دیتے ہو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ تو فرمائیے جہنم کہاں ہے؟'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، واہ کیسی تعجب خیز بات ہے جب دن نمودار ہو جاتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے۔ پھر میں نے ترکش سے تیر لیا اور اپنی تلوار کے پہلو پر لکھ لیا۔

قاصد کا حق ۔ ... جب آپ علیہ السلام میرے خط سے فارغ ہوئے تو فرمایا بے شک تیرا حق ہے اور تو قاصد ہے کاش! تو ہمارے پاس سے تحفہ پاتا جس کی ہم تجھ پر نوازش کرتے ہم لوگ مسافر اور خالی ہاتھ ہیں۔

یہ سن کر لوگوں میں سے کسی نے بلند آواز سے کہا جناب! میں اس کو تحفہ پیش کرتا ہوں چنانچہ اس نے کجاوہ کھولا تو وہ زرد رنگ کا حلہ لئے آ رہا ہے۔ اور اس کو میری گود میں رکھ دیا میں نے پوچھا عطیہ لانے والا کون ہے؟ تو معلوم ہوا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس قاصد کی کون میزبانی کرے گا تو ایک انصاری نے عرض کیا جی میں! چنانچہ انصاری مجلس سے کھڑا ہو گیا اور میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا جب ہم لوگوں کے اجتماع سے باہر نکلے تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے تنوخی! ادھر آؤ، تو میں تیز تیز چلتا ہوا اسی مجلس میں آ گیا جس میں پہلے تھا۔ پھر آپ نے اپنی پیٹھ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا، ادھر آ، تو اس کا مامور ہے۔ چنانچہ میں آپ کی پیٹھ مبارک کی طرف آیا تو کیا دیکھتا ہوں! کہ پشت پر مہر نبوت ہے۔ کندھے کی نرم ہڈی کے مقام پر بڑے کوئلے کی مانند۔ یہ حدیث غریب ہے، اس کی سند پر اعتراض نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس میں منفرد ہیں۔

مکتوب نبوی برائے یحنہ بن رؤبہ اہلیان ایلہ ...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک پہنچے تو ''یحنہ بن رؤبہ، شاہ ایلہ'' آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جزیہ پر صلح کر لی۔ اسی طرح جرباء اور اذرح کے باشندگان نے بھی آپ کی خدمت میں جزیہ

پیش کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو مکتوب دیا جو ان کے پاس موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ پروانہ امن ہے اللہ تعالیٰ محمد نبی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے، برائے یحنہ بن رؤبہ اور باشندگان ایلہ، ان کی کشتیوں اور قافلوں کے لئے بحر و بر میں، نیز ان کے ساتھ اہل شام، اہل یمن اور سمندری لوگوں کے لئے۔ پس جو شخص ان میں سے معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا، اس کا مال اس کی جان کے بغیر جو پکڑے گا وہ اس کے لئے پاک وطاہر ہوگا اور اہل ایلہ کے لئے جائز نہیں کہ وہ آنے جانے والوں کو پانی سے منع کریں نیز بری اور بحری راستوں سے بھی روکنا جائز نہیں۔ (یونس بن بکیر نے از ابن اسحاق یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے) یہ تحریر رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے جہیم بن صلت اور شرحبیل بن حسنہ نے قلم بند کی۔

مکتوب نبوی برائے اہل جرباء و اذرح ... بہ روایت یونس از ابن اسحاق، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ مکتوب محمد ﷺ نبی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہے جرباء اور اذرح کے باشندگان کے لئے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی امان اور پناہ میں ہیں۔ ہر ماہ رجب میں ان پر سو دینار اور سو اوقیہ عمدہ "چاندی" واجب الاداء ہے۔ مسلمانوں (اور جو مسلمان ان کے پاس پناہ گزین) کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کرنا، اللہ ان کا کفیل اور ضامن ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ان کو پروانہ امن کے ساتھ اپنی چادر بھی بطور امان عطا کی۔ اس کے بعد اس چادر کو ابو العباس عبداللہ بن محمد نے تین سو دینار کے عوض خرید لیا۔

نبی علیہ السلام کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو اکیدر دومہ کی طرف روانہ کرنا

بقول ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو اکیدر دومہ بن عبدالملک کندی کی طرف روانہ فرمایا۔ وہ دومہ کا حکمران تھا اور عیسائی تھا، رسول اللہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ تو اسے نیل گائے کا شکار کرتا ہوا پائے گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور چلتے چلتے قلعہ سے اتنا قریب پہنچ گئے کہ قلعہ نظر آ رہا تھا، موسم گرما کی چاندنی رات تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعہ کی چھت پر تھا اور گائے محل کے پھاٹک کو سینگ مار رہی تھی تو اس کی بیوی نے کہا، ایسا منظر بھی کبھی دیکھا ہے! تو اکیدر نے جواب دیا واللہ! کبھی نہیں دیکھا تو بیوی نے کہا اس کا شکار کون نظر انداز کرے؟! تو اکیدر نے کہا کوئی بھی نہیں۔

اکیدر دومہ کی گرفتاری ... چنانچہ اس نے قلعہ سے اتر کر گھوڑے پر زین ڈلوائی، اس کے ساتھ اس کے بھائی حسان کے علاوہ خاندان کے دیگر لوگ بھی تھے۔ یہ سب شکار کا سامان لئے قلعہ سے باہر نکلے تو رسول اللہ ﷺ کے لشکر سے دوچار ہو گئے چنانچہ اکیدر کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا گیا وہ "سونے" سے آراستہ ریشمی قبا پہنے ہوئے تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو اتار کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی آمد سے پہلے ہی بھیج دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ، عاصم رضی اللہ عنہ بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ کی معرفت، حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ریشمی قبا پیش کی گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہ اس کو چھو کر حیرت واستعجاب کا اظہار کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس کی خوبی اور ملامت سے حیرت زدہ ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جنت میں سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے رومال اس سے خوب تر اور ملائم ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اکیدر سے جزیہ پر صلح کر لی۔ آپ نے اس کو گھر واپس جانے کی اجازت مرحمت فرما دی اور وہ اپنے محل میں واپس چلا آیا۔ بجیر بن بجرۃ طائی نے اس بارے میں کہا

تبارک سائق البقرات انی ... رأیت اللہ یہدی کل ھاد

فـــــــمـــــــن يک حـــــــائـــــــدا عـــــــن ذی تبـــــــوک
فـــــــانـــــــا قـــــــد امـــــــرنـــــــا بـــــــا جهـــــــاد

''اللہ تعالیٰ نیل گائیوں کولانے والا بابرکت ہے میں نے دیکھا ہے کہ اللہ پاک ہر ہدایت دا۔ لے کو ہدایت بخشا ہے۔ جو شخص تبوک والے نبی سے منحرف ہوتو ہو، پس ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے''۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شاعر کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا ''اللہ تیرے منہ کے دانت سلامت رکھے'' چنانچہ ستر برس کی عمر میں بھی اس کی داڑھیں اور دانت صحیح سلامت تھے۔

پچھلی روایت پر اضافہ .....ابن لهیعہ، ابوالاسود کی معرفت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کیساتھ روانہ کیا تھا۔ اس نے مذکور بالا روایت کے مطابق بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو حکمت عملی اور تدبیر سے قلعہ سے اتارا اور اکیدر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں، ۸۰۰ سو قیدی، ہزار اشتر، چار سو زرہ اور چار سو نیزے پیش کئے تھے۔

ایلہ کے حکمران یحنہ بن روبہ نے اکیدر دومہ کا قصہ سنا تو وہ بھی صلح کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تبوک میں وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، واللہ اعلم۔

یونس بن بکیر، سعد بن اوس کی معرفت بلال بن یحییٰ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غزوہ ''دومۃ الجندل'' میں مہاجرین کے امیر تھے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اعراب کے سپہ سالار تھے، واللہ اعلم۔

وادی مشقق میں پانی کا معجزہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں تقریباً تین ہفتے کے قیام کے بعد واپس مدینہ چلے آئے، راستہ پر ''وادی مشقق'' میں ایک معمولی سا چشمہ تھا، جس سے معمولی پانی بہہ رہا تھا، جو دو تین آدمیوں کو سیراب کر سکتا تھا اس کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اس چشمہ پر ہم سے پہلے پہنچ جائے، وہ ہماری آمد تک اس سے نہ پیئے'' چنانچہ چند منافق وہاں پہلے پہنچ گئے اور سارا پانی پی گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے، تو اس میں کچھ پانی نہ تھا تو پوچھا اس پر کون پہلے آیا ہے تو آپ کو بتایا گیا فلاں فلاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے ان کو روکا نہ تھا کہ میری آمد تک پانی نہ پئیں، پھر آپ نے ان کو برا بھلا کہا اور بددعا کی۔ پھر آپ نے سواری سے اتر کر دست مبارک چشمہ کے نیچے رکھا، پھر مشیت ایزدی کے موافق ہاتھ میں پانی ڈالنے لگے، پھر آپ نے اس کو چھڑکا اور ہاتھ پھیرا اور مشیت ایزدی کے موافق دعا کی تو اس چشمہ سے پانی پھوٹ پڑا (جیسا کہ پانی کی آواز سننے والے کا بیان ہے) کہ اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح تھی، لوگوں نے پیا اور اپنی ضرورت کے موافق بھر لیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تم زندہ رہے یا تم میں سے کوئی زندہ رہے تو وہ اس وادی کے بارے میں سنے گا کہ وہ آس پاس کی تمام وادیوں سے زیادہ سرسبز ہے۔

عبداللہ ذوالبجادین متوفی ۹ ھ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بتایا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود بیان کیا کرتے تھے کہ میں غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں ایک رات بیدار ہوا اور لشکر کے ایک کونہ میں روشنی نظر آئی۔ میں اس کو دیکھنے کے لئے، اس کی جانب روانہ ہوا تو وہاں رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو موجود پایا کہ عبداللہ ذوالبجادین فوت ہو چکا ہے۔ اس کی قبر تیار ہو چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ قبر کے اندر کھڑے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی نعش آپ علیہ السلام کو پکڑا رہے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں ''ادنیا الی اخاکما'' اسے میرے قریب کرو انہوں نے آپ کے قریب کر دیا اور آپ ﷺ نے قبر میں لٹا دیا تو فرمایا اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمنا کیا کرتے تھے کاش! میں اس قبر میں مدفون ہوتا۔ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''ذوالبجادین'' اس

وجہ سے کہتے تھے کہ وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا مگر اس کی قوم مانع تھی۔ قوم نے اس قدر تنگ کیا کہ وہ ان میں سے سکونت ترک کر کے چلا آیا اور اس کے پاس صرف ایک موٹا کمبل تھا۔ اس نے کمبل پھاڑ کر دو ٹکڑے کر لئے، ایک کا تہ بند بنا لیا اور دوسرا اوپر اوڑھ لیا پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کا نام ''ذوالبجادین'' رکھ دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا اظہار افسوس...... ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (زہری، ابن اکیمہ لیثی، ابورھم غفاری کا بھتیجا) ابورھم کلثوم بن حصین جو بیعت رضوان میں شامل تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ''اخضر'' مقام میں ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کر رہا تھا، مجھے اونگھ ستا رہی تھی اور میں جاگنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میری سواری رسول اللہ ﷺ کی سواری کے قریب ہو گئی اور میں سواری کے قرب سے پریشان تھا، مبادا رکاب سے میں آپ کے پاؤں کو تکلیف پہنچاؤں، چنانچہ میں، اپنی سواری کو آپ علیہ السلام سے دور رکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ چلتے چلتے راستہ میں مجھے نیند آ گئی اور میری سواری، آپ کی سواری سے مزاحم ہو گئی اور آپ کے پاؤں سے میرا پاؤں ٹکرا گیا۔ میں آپ کے کلمہ ''حس'' سے بیدار ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے استغفار فرمائیے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''سر'' یعنی خوش ہو جا۔

پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے بنی غفار کے جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں دریافت فرمانے لگے۔ میں آپ کو بتانے لگا تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا، گل فام، دراز قامت، کھوسا اور طبعی بے ریش لوگوں کا کیا حال ہے؟ میں نے بتایا وہ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے۔ پھر آپ نے پوچھا سیہ فام، گھنگریالے بال والے چھوٹے قد کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ عرض کیا واللہ ان صفات کے حامل لوگوں کو میں اپنے قبیلہ میں سے نہیں جانتا تو آپ ﷺ نے فرمایا ارے کیوں نہیں، ان کے ''شبکہ شدخ'' چشمہ پر اونٹ اور مویشی ہیں۔ میں نے بنی غفار میں ان کے بارے میں خوب غور وخوض کیا، یہاں تک کہ مجھے یاد آیا کہ وہ ''اسلم''۔

قبیلہ کے لوگ ہیں اور ہمارے حیلف ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ ''اسلم'' قبیلہ کے لوگ ہیں اور ہمارے حیلف ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب وہ خود غزوہ میں شامل نہ ہو سکا تھا تو اسے کیا امر مانع تھا کہ وہ کسی چوکس آدمی کو جہاد میں اونٹ دے کر بھیج دیتا، مجھے مہاجر انصار، غفار اسلم قبیلہ کا غزوہ سے پیچھے رہ جانا نہایت شاق گراں اور ناگوار گزر رہا ہے۔

آپ ﷺ کی ہلاکت کی ناکام سازش ...... ابن لھیعہ، عروہ رضی اللہ عنہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے مدینہ واپس آ رہے تھے تو منافقوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کو غفلت اور لاشعوری میں ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا کہ آپ کو راستہ میں گھاٹی کی چوٹی سے گرادیں۔

چنانچہ آپ کو اس سازش کے بارے میں بتا دیا گیا تو آپ نے لوگوں کو وادی کے اندر چلنے کا ارشاد فرمایا اور خود گھاٹی پر چڑھ گئے اور وہ منافق بھی نقاب باندھ کر آپ کے ساتھ چلنے لگے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کو اپنے ساتھ چلنے کا حکم فرمایا تھا۔ عمار رضی اللہ عنہ مہار پکڑے ہوئے تھے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ آپ ان کے ساتھ گھاٹی پر چل رہے تھے انہوں نے منافقوں کی آواز سنی کہ منافقوں نے ان کو گھیر لیا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ غضبناک ہوئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی غضبناکی کو بھانپ لیا تو ان کی طرف لاٹھی لے کر لپکے اور لاٹھی ان کی سواریوں کے منہ پر ماری۔

منافقوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا تو سمجھ گئے کہ ان کی سازش کا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو علم ہو چکا ہے اور وہ فوراً لوگوں میں مل جل گئے۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو پا لیا ور تیز رفتاری کا اشارہ دیا حتی کہ آپ گھاٹی کو عبور کر گئے اور لوگوں کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہو گئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم نے ان لوگوں کو پہچان لیا تھا تو انہوں نے عرض کیا، رات کی تاریکی کی وجہ سے میں صرف ان کی سواریوں کی شناخت کر سکا ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے عمار رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس قافلے کے عزائم کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو؟ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے منصوبہ کے بارے میں ان کو بتایا، نیز ان کے نام بتائے اور ان کے نام صیغہ راز میں رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ان کے قتل اور سر قلم کرنے کا حکم نہیں فرماتے تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا میں ناگوار سمجھتا ہوں کہ لوگ آپس میں باتیں کریں کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔

صرف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ناموں کا علم تھا ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ قصہ بیان کیا ہے۔ مگر اس نے یہ بیان کیا ہے کہ صرف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان منافقین کے ناموں سے مطلع کیا تھا اور یہی قرین قیاس ہے۔ واللہ اعلم۔ اور اس کی تائید ابو درداء کے اس کلام سے ہوتی ہے جو اس نے علقمہ تلمیذ بن ابن مسعود سے کہی تھی کہ اے اہل کوفہ! کیا تم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ صاحب سواد اور وساد نہیں ہیں۔ (یعنی چپکے چپکے باتیں سننے کے مجاز اور صاحب تکیہ) اور کیا تم میں آپ کے خاص راز دان نہیں ہیں یعنی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جس کو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی شیطان سے بچایا ہے۔ یعنی عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں تم سے حلفاً پوچھتا ہوں کیا میرا شمار ان منافقوں میں ہے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جی نہیں۔ سنیئے! آپ کے بعد میں کسی کا نام لے کر نفاق سے مستثنیٰ نہ کروں گا، یعنی میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر نہ کروں گا۔

منافقوں کی تعداد چودہ (۱۴) تھی امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منافق چودہ افراد تھے اور بعض بارہ بیان کرتے ہیں۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان منافقین کے پاس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہوں نے ان سب کو جمع کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس قبیح سازش اور منصوبے سے آگاہ کیا۔ پھر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام گنوائے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

وهموا بمالم ينالوا (۹/۷۵)

امام بیہقی (محمد مسلمہ، ابو اسحاق اعمش، عمرو بن مرہ، ابوالبختری) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے آگے آگے جا رہا تھا اور عمار پیچھے سے ہانک رہا تھا یا اس کے برعکس ہم چلتے چلتے ایک گھاٹی تک پہنچ گئے تو بارہ اشخاص راستہ میں آپ کے قریب آئے تو میں نے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے ان کو للکارا تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے پوچھا کیا تم نے ان لوگوں کو پہچان لیا تھا؟ عرض کیا جی نہیں، یا رسول اللہ ﷺ وہ ڈھاٹھے باندھے ہوئے تھے لیکن ہم نے ان کی سواریوں کی پہچان لیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ قیامت تک نفاق پر گامزن رہیں گے۔ نیز ان سے پوچھا کہ ان کے ارادے کا علم ہے؟ عرض کیا جی نہیں، تو آپ نے فرمایا وہ گھاٹی میں اژدحام اور ہجوم کر کے رسول اللہ ﷺ کو نیچے گرانا چاہتے تھے۔

عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ان کے قبائل میں پیغام نہ بھیجیں گے کہ ہر قوم اپنے منافق کا سر کاٹ کر آپ کے پاس بھیج دے۔ آپ نے فرمایا بالکل نہیں۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ عرب آپس میں باتیں کریں کہ محمد ﷺ اپنی قوم کا قاتل ہے۔ (وہ ان کے ذریعے لڑائی کرتا رہا) یہاں تک کہ اللہ نے اس کو دولت سے کو غالب کر دیا تو ان کے قتل کے درپے ہو گیا ہے پھر آپ نے بددعا کی، خدایا! ان پر "دبیلہ" بھیج" عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دبیلہ کیا امر ہے۔ فرمایا کہ یہ آگ کا شعلہ ہے جو ان کے دل کی رگ پر پڑے گا اور ہلاک کر دے گا۔

صحیح مسلم میں (شعبہ، قتادہ، ابونضرہ) حضرت قیس بن عبادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا، بتاؤ یہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تم نے کارنامہ انجام دیا کیا یہ تمہاری اپنی رائے تھی یا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں نصیحت کی تھی؟ تو عمار نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کوئی خاص بات نہیں بتائی جو باقی لوگوں کو نہ بتائی ہو۔ مگر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھے رسول اللہ کی ایک بات بتائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں بارہ منافق ہیں ان میں آٹھ وہ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے (۷/۴۰) ایک روایت میں ... سے قتادہ سے مروی ہے کہ میری امت میں بارہ منافق ہیں جو جنت میں نہ داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے ... ان کی موت "دبیلہ" سے واقع ہوگی۔ دبیلہ ایک آتشیں شعلہ ہے جو ان کے کندھوں کے درمیان رونما ہوگا یہاں تک کہ وہ ان کے سینے سے ... پھوٹ نکلے گا۔

حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ منافق چودہ یا پندرہ تھے اور حلفاً کہتا ہوں کہ بارہ ان میں سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف اور محارب ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ان میں سے تین نے معذرت کی کہ نہ ہم نے اعلان کرنے والے کو سنا اور نہ ہم نے اس کے مقصد کو سمجھا۔

حدیث......اس حدیث کو مسند میں امام احمد (یزید بن ہارون، ولید بن عبداللہ بن جمیع) ابوالطفیل سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے تو منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردے کہ رسول اللہ ﷺ گھاٹی پر سے گزریں گے کوئی اور اس راستے پر نہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ کی سواری کے آگے حذیفہ چل رہے تھے اور عمار پیچھے سے ہانک رہے تھے یکا یک چند لوگ اونٹوں پر سوار ڈھاٹے باندھے ہوئے آئے اور انہوں نے عمار کو گھیر لیا جو رسول اللہ ﷺ کی سواری ہانک رہا تھا پس وہ ان کی سواریوں کو مارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو (جو سواری کی مہار تھامے آگے چل رہے تھے) فرمایا بس بس یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ گھاٹی سے نیچے اتر آئے اور عمار سواریوں کو بھگا کر واپس چلے آئے تو آپ نے پوچھا اے عمار! کیا ان لوگوں کو پہچان لیا ہے۔ اس نے عرض کیا میں نے اکثر سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ مگر سوار ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے پھر آپ نے پوچھا؟ کیا تجھے انکے عزائم کا علم ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ان کا ارادہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کو بدکا دیں اور آپ کو نیچے گرا دیں، پھر عمار نے کسی صحابی سے سرگوشی کی تو اس نے کہا، خدارا بتاؤ گھاٹی والے کتنے افراد تھے تو اس نے بتایا چودہ تھے۔ اس نے کہا اگر میں بھی اس میں شمار ہو جاؤں تو وہ پندرہ ہو گئے پھر عمار رضی اللہ عنہ نے کہا ان میں سے تین افراد کی رسول اللہ ﷺ نے معذرت قبول کر لی ان کا اعتراف تھا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کی آواز نہ سنی اور نہ ہی ہمیں ان کے عزم وارادہ کا علم تھا۔ چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شاہد ہوں کہ بقیہ بارہ اشخاص دنیا اور آخرت میں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف اور برسر پیکار محارب ہیں۔

مسجد ضرار...... سورہ توبہ میں ہے ''اور جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے مسجد بنائی ہے اور وہ سطے گھات لگانے ان لوگوں کے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی لڑ چکے ہیں اور البتہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں، تو اس میں کبھی کھڑا نہ ہو، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ اس میں کھڑا ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے' بھلا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے والی ہے پھر وہ اس دوزخ کی آگ میں لے گری، اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا جو عمارت انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی۔ مگر جب ان کے دل کے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (۹/۱۱۰) ہم نے اپنی تفسیر ابن کثیر میں آیات کریمہ کے بارے میں خوب بحث وتمحیص کی ہے جو کافی ووافی ہے۔ وللہ الحمد۔

مسجد ضرار کی تعمیر...... ابن اسحاق نے اس مسجد کی تعمیر کی کیفیت جس کے بانی ظالم تھے بیان کی ہے اور نبی علیہ السلام کے حکم کی ماہیت مسجد کے تباہ وبرباد کرنے کے بارے میں غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت مدینہ میں آنے سے قبل ذکر کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت نے مسجد قبا کے قریب مسجد کی شکل وصورت کی تعمیر کی اور ان کا ارادہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس میں نماز پڑھیں تاکہ جس فساد وعناد اور کفر کے پھیلانے کا انہوں نے ارادہ کیا ہے۔ وہ لوگوں میں رائج ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس میں نماز پڑھنے سے محفوظ رکھا۔

اور وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب پابہ رکاب تھے، جب وہاں سے واپس لوٹے تو مدینہ سے ایک ساعت کی مسافت پر ''ذی اوان'' میں ٹھہرے تو اس مسجد کے بارے میں وحی (والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً) نازل ہوئی۔

ضرار...... اس بنا پر کہ انہوں نے ''مسجد قبا'' کی مشابہت کا ارادہ کیا تھا۔

کفر.....اس وجہ سے کہ اللہ کے ساتھ کفر اور جمود کی خاطر تعمیر کی تھی۔

تفریق.....اس کے باعث کہ مسجد قبا کی جماعت میں علیحدگی وانتشار پھیلانے کی غرض سے بنائی تھی۔

ارصاد.....اس سبب کے جو شخص قبل ازیں اللہ اور اس کے رسول سے برسر پیکار رہا وہ اس کی کمین گاہ ہے وہ ہے ابو عامر راہب فاسق (قبحہ اللہ)۔ابو عامر کو رسول اللہ ﷺ نے جب دعوت اسلام پیش کی تو اس نے اسے رد کر دیا اور مکہ چلا آیا اور ان کو جنگ پر آمادہ کیا اور غزوہ احد برپا کیا (اور اس کا انجام ہم بیان کر چکے ہیں) جب اس کی ''تحریک'' کامیاب نہ ہوئی تو وہ شام روم قیصر کے پاس چلا آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف تعاون حاصل کرے۔ یہ ابو عامر، ہرقل کے دین پر قائم تھا اور عرب کے عیسائیوں میں سے تھا۔ اور اپنی منافق برادری کے ساتھ خط و کتابت سے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا تھا اس کی مراسلت اور خط و کتابت نیز قاصدوں کی آمد و رفت بھی ہر وقت جاری رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ظاہری شکل و صورت میں اس کو مسجد قرار دیا لیکن درحقیقت یہ جنگ و جدال کا اڈا، ابو عامر راہب ''فاسق'' کے پاس آنے والوں کا ٹھکانا، اور اس کے ہم نوا منافقوں کا مرکز تھا۔

مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا حکم..... بنابریں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ کمین گاہ ہے ان کی جو اللہ اور اس کے رسول سے، پہلے سے برسر پیکار رہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے بانی قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھا۔ اللہ نے ان کی تکذیب کی، کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اس میں کبھی نہ کھڑے ہوں۔ اس میں ''قیام'' اور نماز پڑھنے سے اس وجہ سے منع فرمایا تا کہ اس کی سازش دم توڑ جائے اور آپ کو مسجد قباء میں قیام پر آمادہ کیا جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ اور طہارت پر قائم ہے ''لمسجد اسس علی التقوی'' (۹/۱۰۸) سے مراد مسجد قبا ہے۔ قرآن کا ظاہری سیاق و سباق اس پر دلالت کرتا ہے اور متعدد حدیث میں اس کے نمازیوں کی طہارت و پاکیزگی کی تعریف و ستائش بیان ہوئی ہے۔

مسجد قبا یا مسجد نبوی..... مسلم شریف میں جو بیان ہوا ہے کہ اس سے مراد ''مسجد نبوی'' وہ بھی اس کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ جب ''مسجد قبا'' کی بنیاد ''اول یوم'' سے ''تقویٰ'' اور خلوص پر رکھی گئی ہے تو مسجد نبوی کی بنیاد بالاولیٰ تقویٰ و خلوص پر ہو گی اور فضیلت و خوبی میں اس سے زیادہ لائق اور فائق ہوگی۔ تفسیر میں ہم نے اس پر مکمل طور سے بحث کی ہے، وللہ الحمد۔ غرضیکہ رسول اللہ ﷺ جب ''ذی اوان'' میں ٹھہرے ہوئے تو مالک بن دخشم اور معن بن عدی یا اس کے بھائی عاصم کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ مسجد ضرار (جس کے بانی ظالم ہیں) میں جائیں اور اس کو جلا کر راکھ کر دیں۔ چنانچہ وہ حسب ارشاد گئے اور مسجد ضرار کو جلا دیا اور اس کے بانی تتر بتر ہو گئے۔

مسجد ضرار کے بانی..... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مسجد ضرار کے بانی بارہ اشخاص تھے۔

(۱) خذام بن خالد، اس کے گھر کے پہلو میں یہ مسجد ضرار تعمیر تھی۔ (۲) ثعلبہ بن حاطب۔
(۳) معتب بن قشیر۔ (۴) ابو حبیبہ بن ازعر۔ (۵) عباد بن برادر سہل بن حنیف۔
(۶) جاریہ بن عامر۔ (۷) مجمع بن جاریہ۔ (۸) زید بن جاریہ۔
(۹) نبتل بن حارث۔ (۱۰) بحرج جو بنو ضبیعہ کی طرف منسوب ہے۔
(۱۱) بجاد بن عثمان یہ بھی ضبیعہ میں سے ہے۔ (۱۲) ودیعہ ثابت جو ''بنی امیہ'' کی طرف منسوب تھا۔

حضور ﷺ کا نماز میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنا..... امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی، آپ ﷺ دوسری رکعت میں آ کر شامل ہوئے اور یہ اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ وضو کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ بھی تھے۔ واپس آنے میں ذرا دیر ہو گئی تو تکبیر کے بعد حضرت

عبدالرحمن کھڑے ہو گئے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو نمازیوں نے اس بات کو ایک سانحہ اور المیہ تصور کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا اور درست کیا۔ یہ بخاری کی مرویات میں سے ہے۔

معذورین کا خیال...... امام بخاری (احمد بن محمد، عبداللہ بن مبارک، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپسی میں، مدینہ کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا مدینہ میں بعض لوگ ایسے موجود ہیں کہ تم نے جو سفر کیا اور جو بھی میدان طے کیا وہ تمہارے ساتھ تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ مدینہ میں قیام کے باوجود اس کے مستحق ہیں؟ فرمایا وہ مدینہ میں تھے اور عذر کی بنا پر شریک نہ ہو سکے، امام بخاری اس سند میں منفرد ہیں۔

جبل احد...... امام بخاری (خالد بن مخلد، سلیمان، عمرو یحییٰ، عباس بن سہل بن سعد) حضرت ابو حمید سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ تبوک سے واپس آئے اور مدینہ کے قریب ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ شہر "طابہ" ہے۔ اور یہ جبل احد ہے جو ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے پیار و محبت کرتے ہیں اور امام مسلم نے اس روایت کو سلیمان بن بلال سے روایت کیا ہے۔

طلوع بدر...... امام بخاری (عبداللہ بن محمد، سفیان، زہری) حضرت سائب رضی اللہ عنہ بن یزید سے بیان کرتے ہیں مجھے یاد ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت میں بھی بچوں کے ہمراہ "ثنیتہ الوداع" تک رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لئے گیا، اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح قرار دیا ہے حافظ بیہقی (ابو نصر بن قتادہ، ابو عمرو بن مطر، ابو خلیفہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو خواتین، بچے اور بچیاں یہ اشعار پڑھنے لگیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

("ثنیۃ وداع") سے ہم بدر منیر طلوع ہوا ہے۔ جب تک کوئی دعا کرنے والا دعا کرے ہم پر شکر واجب ہے)۔

حافظ بیہقی کا بیان ہے ان اشعار کو ہمارے علماء مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے پر بیان کرتے ہیں نہ کہ تبوک سے براستہ ثنیۃ الوداع مدینہ میں آمد کے وقت، واللہ اعلم۔ اس اختلاف کی بناء پر ہم نے یہ اشعار یہاں بھی بیان کر دیئے ہیں (لیکن زاد المعاد میں اس کے برعکس ہے۔ (از مترجم)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ...... امام بخاری (یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب) عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن کعب اپنے والد کا قائد اور رہنما تھا، جب اس کا والد نابینا ہو گیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد کعب سے سنا وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کر رہے تھے کہ ماسوائے غزوہ تبوک کے کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ علاوہ ازیں میں غزوہ بدر سے پیچھے رہ گیا مگر آپ نے کسی پیچھے رہنے والے کو عتاب نہ کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلہ کی نیت سے تشریف لے گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کیساتھ اچانک بغیر کسی وعدہ لڑائی میں اکٹھا کر دیا، اور میں "لیلۃ عقبہ" میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حاضر تھا جہاں ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا پختہ عہد کیا ... مجھے تو غزوہ بدر میں حاضر ہونا، لیلۃ عقبہ سے زیادہ محبوب نہیں اگر چہ جنگ بدر کی شہرت لوگوں میں اس سے زیادہ ہے اور میرا حال یہ تھا کہ غزوہ تبوک کے دوران میں خوب چاق و چست اور سرمایہ دار تھا جب میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے رہ گیا، واللہ میرے پاس اس سے پہلے کبھی سواریاں نہ جمع ہوئی تھیں اس جنگ میں میرے پاس دو سواریاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جنگ کو جاتے تو توریہ کرتے اشارہ کنایہ سے کام لیتے، یہاں تک کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سخت گرمی کے موسم میں تشریف لے گئے اور دور دراز کا سفر در پیش تھا۔ بے شمار اور طاقتور دشمن سے مقابلہ تھا چنانچہ مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا کہ اچھی طرح تیاری کر لیں اور سامان جنگ میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں بس آپ ﷺ نے مسلمانوں کو صاف صاف اس جنگ کے متعلق بتا دیا۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بہت تھے۔ کسی دفتر اور رجسٹر میں ان کے نام درج نہ

تھے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ سے غیر حاضر ہونے والا سمجھتا تھا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل نہ ہو،اس کا نام رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ ہو سکے گا۔رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں ایسے موسم میں تشریف لے گئے جب پھل پک چکا تھا اور سایہ پیارا تھا۔رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہ مسلمان سامان سفر کی تیاری میں ہمہ تن مشغول تھے،میں بھی روزانہ سامان سفر کی تیاری کے لئے نکلتا اور خالی ہاتھ واپس آجاتا۔اور کچھ تیاری نہیں کرتا اور دل میں سوچتا کہ جب چاہوں زادراہ تیاری کرلوں گا۔اتنی جلدی کی ضرورت کیا ہے میں انہی بہ روں میں گم رہا اور لوگوں نے محنت مشقت اٹھا کر اپنا سامان جمع کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان ایک روز روانہ ہو گئے اور میں نے ہنوز اپنا سامان سفر تیار نہ کیا تھا اور دل میں سوچتا کہ ایک یا دو دن میں تیاری کر کے آپ سے مل جاؤں گا۔جب وہ روانہ ہو گئے تو میں نے صبح کو سامان تیار کرنا چاہا لیکن وہ دن بھی یونہی خالی گزار دیا اور کوئی تیاری نہ کی پھر اگلے روز بھی ایسا ہی ہوا خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کی میرا برابر یہی حال رہا(کہ آج نکلتا ہوں کل نکلتا ہوں)اور لوگ جلدی جلدی روانہ ہوئے اور دور نکل گئے۔میرا ارادہ ہوا کہ میں بھی سفر کروں اور ان سے مل جاؤں--- کاش میں ایسا کرتا--- مگر تقدیر میں نہ تھا،پھر میں جب رسول اللہ ﷺ کے روانہ ہونے کے بعد گھر سے باہر نکلتا اور پھر کر دیکھتا تو مجھے بہت رنج ہوتا کیوں کہ مجھے وہی شخص نظر آتا تھا جو منافق کہلاتا تھا یا ضعیف و ناتواں معذور لوگ۔

رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر میرا نام نہ لیا جب تبوک پہنچے تو آپ ﷺ لوگوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے اور فرمایا کعب کا کیا حال ہے تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ اپنے خوش لباس اور حسن و جمال پر اترا کر رہ گیا ہے تو معاذ بن جبل نے کہا تو نے بری بات کہی،واللہ! یا رسول اللہ! ہم تو اس کو اچھا اور سچا مسلمان سمجھتے ہیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب مجھے یہ خبر معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ واپس آرہے ہیں،میرا غم تازہ ہو گیا اور میں جھوٹے بہانوں کی فکر کے درپے ہو گیا اور یہ فکر لاحق ہو گئی کل میں آپ کے غیظ و غضب سے کیسے بچوں گا اور اس بارے میں اپنے ہر عقلمند عزیز سے مشورہ لیا اور جب یہ خبر آئی رسول اللہ ﷺ قریب آپہنچے ہیں تو سب جھوٹے خیالات میرے دل سے چھٹ گئے اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ جھوٹا بہانہ پیش کر کے جان نہ چھڑاؤں گا اور میں نے سچ کہنے کا عزم کرلیا اور صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔آپ کا دستور تھا کہ جب سفر سے آتے پہلے مسجد میں آتے دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لوگوں کی ملاقات کے لئے بیٹھ جاتے۔چنانچہ آپ تشریف فرما تھے کہ پیچھے رہنے والے منافق آتے عذر بہانے پیش کرتے اور قسمیں کھاتے ایسے لوگوں کی تعداد اسی سے زائد تھی۔رسول اللہ نے ان کی ظاہری بات کو تسلیم کرلیا ان سے بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور باطن کو اللہ کے سپرد کردیا چنانچہ میں حاضر ہوا۔سلام عرض کیا،آپ غصہ والے آدمی کی طرح مسکرائے پھر فرمایا ''تعال'' قریب آؤ اور میں آکر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے پوچھا اے کعب! تو کیوں پیچھے رہ گیا؟ کیا تو نے سواری نہیں خریدی تھی؟

عرض کیا یا رسول اللہ! واللہ! میں اگر کسی دنیادار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو بہانہ پیش کر کے اسکے غصہ سے بچ جاتا اور میں جدل و مناظرہ کی قوت سے بھی بہرہ ور ہوں۔مگر واللہ! میں جانتا ہوں۔اگر آج آپ کے سامنے ایسی باتیں کروں جو آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہو تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کردے۔

اگر آپ سے سچی بات کہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے مگر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا امیدوار ہوں۔واللہ! مجھے کوئی عذر لاحق نہ تھا،میرے برابر کوئی طاقتور اور سرمایہ دار نہ تھا،جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے تو سچ کہا۔کعب! تو چلا جا انتظار کر،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے کوئی فیصلہ نازل فرمادے۔پس میں اٹھ کر چلا آیا تو بنی سلمہ کے کچھ لوگ اٹھ کر میرے پیچھے آئے اور کہنے لگے،واللہ! ہماری نظر میں تو تم نے پہلے کوئی قصور ہی نہیں کیا اور تجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ دوسروں کی طرح کوئی عذر،بہانہ پیش کر دیتا اور رسول اللہ ﷺ کی دعاء مغفرت تیرے گناہ کے لئے کافی ہو جاتی،وہ برابر مجھ کو طعن و ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے ارادہ کرلیا کہ واپس جا کر میں اپنی پہلی بات کی تردید کردوں۔پھر میں نے ان سے پوچھا اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح اقرار کیا ہو،انہوں نے کہا دو آدمیوں نے تیری طرح سچ کہا ہے اور ان کو بھی آپ نے یہی فرمایا جو تجھ سے فرمایا۔میں نے پوچھا وہ دو شخص کون ہیں،تو بتایا وہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔انہوں نے ایسے دو

نیک آدمیوں کا نام لیا جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکے تھے، وہ دونوں میرے لئے اسوہ اور اچھا نمونہ تھے چنانچہ جب میرے سامنے ان کا نام آیا تو میں اپنے جرم پر پختہ ہو گیا۔

عوامی بائیکاٹ...... رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے صرف ہم تینوں سے بات کرنے سے منع کر دیا۔ اب لوگوں نے ہم سے پرہیز شروع کر دیا اور بالکل بے گانے ہو گئے حتیٰ کہ مدینہ میری نگاہ میں اجنبی شہر ہو گیا اور یہ وہ شہر نہ رہا جسے میں جانتا تھا، ہم پچاس روز اس بیگانگی کی حالت میں رہے۔ میرے دونوں ساتھی کمزور پڑ گئے اور گھر میں بیٹھے روتے رہتے اور میں ان سے جوان اور طاقتور تھا، میں گھر سے باہر آتا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرتا، بازاروں میں گھومتا مگر کوئی شخص مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، نماز کے بعد آپ ''مصلیٰ'' پر تشریف فرما ہوتے۔ میں سلام عرض کرتا اور دل میں کہتا کیا میرے سلام کے جواب میں آپ نے ہونٹ بھی ہلا کر جواب دیا ہے یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب ہو کر نماز پڑھتا اور دزدیدہ نگاہ سے آپ کو دیکھتا اور جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں آپ کی طرف التفات کرتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔

محبوب کی بے رخی...... جب اس طرح بیگانگی میں ایک عرصہ گزرا تو میں جا کر ابوقتادہ چچازاد بھائی اور محبوب دوست .... کے باغ کی دیوار پر چڑھا اور اس کو سلام کیا واللہ! اس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر میں نے کہا جناب ابوقتادہ! خدارا بتاؤ کیا تو مجھے سمجھتا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں تو پھر بھی اس نے جواب نہ دیا پھر میں نے اس سے یہی بات سہ بار کی تو بالآخر اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہت جانتے ہیں یہ سن کر میں اشکبار ہو گیا اور دیوار پھلانگ کر واپس چلا آیا۔

شاہ غسان کا مکتوب...... میں ایک دن مدینہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک شامی کسان مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا۔ وہ کہہ رہا تھا کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک کے بارے بتائے لوگ اس کو اشارہ کر کے بتانے لگے اور وہ میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے شاہ غسان کا مکتوب دیا جو ایک ریشمی غلاف میں بند تھا اس میں تحریر تھا۔

امابعد! مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تیرا صاحب محمد ﷺ تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ نے تمہیں ذلت ورسوائی اور ضیاع کے لئے پیدا نہیں کیا۔ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔ میں نے شاہی مکتوب پڑھنے کے بعد کہا یہ بھی ایک امتحان ہے۔ میں نے وہ خط لے کر تنور کے اندر جھونک دیا اور ہم اسی مقاطعہ کی حالت میں بدستور رہے۔ یہاں تک کہ پچاس میں سے چالیس روز گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تو اپنی بیوی سے علیحدہ رہ۔ میں نے مزید وضاحت سے پوچھا طلاق دے دوں یا کیا کروں اس نے بتایا طلاق نہیں بلکہ تم اس سے الگ رہو قریب نہ جاؤ (اور میرے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی پیغام پہنچایا) چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہا تو اپنے والدین کے پاس چلی جا اور وہیں ان کے پاس قیام کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا فیصلہ کر دے۔

ہلال کی بیوی...... حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہلال بن امیہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بوڑھا محتاج ہے۔ اس کا خدمت گار کوئی نہیں۔ کیا آپ ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کا کام کاج کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں، لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ تو اس نے کہا واللہ! اسے ایسا خیال تک نہیں، واللہ! وہ تو تب سے اب تک رو، دھو رہا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے بھی بعض عزیزوں نے کہا جیسا کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی سے خدمت لینے کی آپ ﷺ سے اجازت طلب کر لی اگر تو بھی اجازت طلب کر لیتا تو بہتر تھا، میں نے کہا واللہ! اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہ کروں گا۔ خدا معلوم رسول اللہ ﷺ مجھے کیا جواب دیں۔ میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔ چنانچہ میں نے اس کے بعد دس دن اس طرح بسر کئے حتیٰ کہ ہمارے مقاطعے پر پورے پچاس دن گذر گئے جب میں پچاسویں رات کی فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی چھت پر اس حال میں پریشان وافسردہ بیٹھا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا۔

(ضاقت علیّ نفسی وضاقت علیّ الارض بما رحبت) میری جان مجھ پر دوبھر ہو رہی تھی اور زمین باوجود اپنی کشادگی کے تنگ تھی، تو میں نے منادی کی آواز سنی جو جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے اعلان کر رہا تھا اے کعب! مبارک ہو، خوش ہو جا، میں یہ سن کر سجدہ ریز ہو گیا اور سمجھ گیا کہ آزمائش ختم ہو گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد ہی لوگوں کو ہماری توبہ قبول ہونے کے بارے میں مطلع کر دیا تھا تو لوگ ہمیں مبارکباد دینے لگے اور میرے ساتھیوں کے پاس بھی مبارک باد دینے والے پہنچ گئے۔ ایک شخص میری طرف گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا اور ایک ''اسلمی'' دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس نے مبارک باد دی، ظاہر ہے کہ آواز گھوڑے کی رفتار سے تیز تھی جب میرے پاس وہ شخص بشارت لے کر آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی میں نے اپنا لباس اتار کر اس خوشخبری کے صلہ میں دے دیا۔ واللہ اس وقت میرے پاس اس لباس کے علاوہ کچھ نہ تھا پھر میں نے لباس مستعار لے کر پہنا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا آیا راستے میں مجھے لوگ جوق در جوق مل رہے تھے اور توبہ کی مبارکباد دے رہے تھے ''لیھنک توبۃ اللّٰہ علیک'' میں چلتا چلتا مسجد میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے اطراف میں تھے، تو طلحہ بن عبید اللہ دوڑتا ہوا میری طرف آیا، اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ واللہ! ان کے علاوہ کسی مہاجر نے مجھے مبارکباد نہ دی اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک مجھے آج تک یاد ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مسرت وفرحت...... حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا تو آپ نے (جبکہ آپ کا چہرہ مسرت وخوشی سے منور تھا) فرمایا، تو اپنی گذشتہ زندگی کے سب سے بہتر دن پر خوش ہو جا۔ عرض کیا، کیا یہ خوشخبری آپ کی طرف سے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا میری جانب سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ منور ہو جاتا اس قدر روشن ہوتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے ہم آپ کی اس کیفیت سے آشنا تھے۔ پھر میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی اور شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے سامنے خیرات کر کے الگ ہو جاتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو وہ تمہارے لئے بہتر ہوگا تو عرض کیا میں اپنا خیبر والا حصہ اپنے پاس رکھ لیتا ہوں (اور باقی خیرات کر دیتا ہوں) میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ کی وجہ سے نجات بخشی ہے اور میں اپنی توبہ کے شکریہ میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں تاحیات سچ بولوں گا۔ واللہ! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی بدولت کسی مسلمان پر اتنا فضل وکرم کیا تھا جتنا مجھ پر کیا ہے۔ جب سے میں نے آپ ﷺ سے سچ عرض کیا تھا، اس وقت سے آج تک میں نے دانستہ جھوٹ نہیں بولا اور امید وار ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے باقی ماندہ زندگی میں بھی جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

آیات بشارت...... اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا (۹/۱۱۷) اور اللہ نے نبی کے حال پر رحمت سے توجہ فرمائی اور مہاجروں اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے بعض کے دل پھر جانے کے قریب تھے پھر اپنی رحمت سے ان پر توجہ فرمائی بے شک وہ ان پر شفقت کرنے والا مہربان ہے اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کوئی پناہ نہیں، سوائے اس کی طرف آنے کے، پھر اپنی رحمت سے ان پر متوجہ ہوا تا کہ وہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (۱۱۹)

سچ میں نجات اور جھوٹ میں ہلاکت ہے...... کعب کا بیان ہے واللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اس سے بڑا احسان نہیں کیا جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق دے کر کیا اور جھوٹ سے بچایا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے جھوٹ بولنے والوں کی طرح ہلاک ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل فرمائی تو جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں اتنی سخت بات کہی جو کسی کے بارے میں کبھی نہ کہی۔ (۹/۹۵) جب تم ان کی طرف جاؤ گے، تو تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے درگزر کرو، سو تم ان سے درگزر کرو بے شک وہ پلید ہیں اور جو کام کرتے رہے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے خوش ہو جا

و، اگر تم ان سے خوش ہو جاؤ تو بھی اللہ نافرمانوں سے خوش نہیں ہوتا۔(۹/۹۶)

تخلف سے مراد...... کعب کا بیان ہے کہ ہم تینوں کا معاملہ معرض التوا میں ڈال دیا گیا ان لوگوں کی نسبت، جن کا عذر رسول اللہ ﷺ نے قبول کر لیا جب انہوں نے قسم کھا کر معذرت کی چنانچہ آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی لیکن ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آنے تک ملتوی کر دیا پس اسی وجہ سے فرمایا(وعلی الثلاثة اللذین خلفوا) (۹/۱۱۸) اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ اس آیت سے ہمارا جنگ سے تخلف اور پیچھے رہنا مراد نہیں۔ بلکہ اس سے مراد تاخیر و التوا ہے ان لوگوں کی نسبت جنہوں نے حلف اٹھا کر عذر پیش کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا عذر قبول کر لیا اس روایت کو امام مسلم نے زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق نے زہری سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سیاق و بیان کی طرح نقل کیا ہے اور ہم...... ابن کثیر...... نے تفسیر میں مسند احمد سے نقل کیا ہے اور اس میں معمولی اضافے ہیں، وللہ الحمد۔

جنگ میں پیچھے رہ جانے والوں کا خود کو عجیب سزا دینا...... علی بن طلحہ والبی، حضرت ابن عباس سے آیت ۱۰۲ کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ ”اور کچھ اور بھی ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے انہوں نے اپنے نیک اور برے کاموں کو ملا دیا ہے قریب ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔“ یہ دس افراد تھے جو رسول اللہ ﷺ سے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ جب وہ آپ کی واپسی کے بعد حاضر ہوئے تو ان میں سے سات اشخاص نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو پوچھا یہ کون ہیں، حاضرین نے عرض کیا ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور اس کے رفقا ہیں جو آپ کے ہمراہ جنگ میں شریک نہ تھے (اور بندھے رہیں گے) یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کو کھولیں اور ان کا عذر قبول فرما دیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں ان کو کھولوں گا نہ ہی ان کا عذر قبول کروں گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل ہی ان کو کھولنے کا حکم دے۔ ان لوگوں نے مجھ سے انحراف کیا اور مسلمانوں کے ہمراہ جنگ کرنے سے پیچھے رہ گئے۔

توبہ کا قبول ہونا...... جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے حلف کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی کہا، کہ ہم بھی اپنے آپ کو نہ کھولیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کھولنے کا حکم نازل فرمائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

”وآخرون اعترفوا بذنوبهم“ (۹/۱۰۲)

اور لفظ عسیٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وجوب کا معنی دیتا ہے۔

یہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف آئے ان کو کھولا اور ان کا عذر قبول کیا۔ چنانچہ وہ اپنے مال کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہمارا مال و متاع ہے اس کو ہماری جانب سے خیرات کر دیجئے اور ہمارے لئے مغفرت کی دعا فرمایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا صدقہ قبول کرنے کا مجھے اللہ نے حکم نہیں دیا پھر اللہ نے نازل فرمایا(۹/۱۰۳) ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے کر اس سے ان کے ظاہر کو پاک اور باطن کو صاف کر دے اور انہیں دعا دے بے شک تیری دعا ان کے لئے تسکین ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۹/۱۰۶) اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا کام اللہ کے حکم پر موقوف ہے خواہ انہیں عذاب دے یا انہیں معاف کر دے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود کو باندھا نہ تھا اور ان کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لقد تاب اللہ الخ‘(۹/۱۱۷) عطیہ بن سعید عوفی نے بھی ابن عباس سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ سعید بن مسیب‘ مجاہد اور ابن اسحاق نے جنگ بنی قریظہ میں ابولبابہ کا واقعہ اور اس کا فعل ذکر کیا ہے کہ اس نے خود کو باندھ لیا تھا یہاں تک کہ اس کی توبہ قبول ہوئی۔ بعد ازاں وہ غزوہ تبوک سے بھی پیچھے رہ گیا اور اس نے اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور اس نے اپنا سارا مال صدقہ کر دینا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا اس کا ثلث اور تیسرا حصہ صدقہ کر دینا کافی ہے۔ بقول مجاہد اور ابن اسحاق اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وآخرون اعترفوا بذنوبهم (۹/۱۰۲) حضرت سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد اس سے اسلامی امور کے بارے میں صدق و صفائی ہی نظر آئی۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شاید سعید، مجاہد اور ابن اسحاق نے حضرت ابولبابہ کے باقی رفقاء کا ذکر اس وجہ سے نہیں کیا اور صرف اس کے نام پر اکتفا کیا ہے کہ وہ بمنزلہ ان کے سردار اور قائد کے جیسا تھا کہ حضرت ابن

عباس کے بیان سے واضح ہے واللہ اعلم۔

منافقوں کی نشاندہی ......امام بیہقی (ابو احمد زبیری، سفیان ثوری، سلمہ بن کہیل، عیاض بن عیاض ابوہ) حضرت ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور خطبہ کے دوران فرمایا تم میں بعض منافق ہیں میں جس کا نام لوں، وہ کھڑا ہو جائے پھر آپ نے اعلان فرمایا "قم یافلان" فرما کر ۳۶ افراد کے نام گنوائے۔ پھر فرمایا بے شک تم میں منافق ہیں اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت طلب کرو، بعد ازاں عمر رضی اللہ عنہ ایک نقاب پوش کے پاس سے گزرے ان کی آپس میں سلام دعا تھی اس نے خیریت پوچھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان بتا کر کہا "بعدالک سائر الیوم"۔

غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کی اقسام بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ..... غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کی چار اقسام ہیں۔

(۱)... اجازت یافتہ اور اجر و ثواب سے مالا مال مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت محمد بن مسلمہ اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔
(۲)..... معذور یعنی ضعیف و ناتواں اور مریض۔
(۳)... تنگ دست، مثلاً بکائین اور رونے والے۔
(۴)......نافرمان گنہ گار، وہ ہیں "تین" ابولبابہ وغیرہ اور منافقین، ملامت و مذمت یافتہ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے مدحیہ اشعار.. ..امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ والعباس محمد بن یعقوب، ابو البختری عبداللہ بن شاکر، زکریا بن یحییٰ عم ابی زخر بن حصین) جدہ حمید بن منہب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا خریم بن اوس بن حارثہ بن لام سے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ تبوک سے واپسی کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہجرت کر کے گیا تو میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے سنا وہ عرض کر رہے تھے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی مدح و ستائش بیان کرنا چاہتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو، تمہارے دانت سلامت رہیں۔ تو انہوں نے کہا:

من قبلها صبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر
انت ولا نطفة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد
الجم نسرا واهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم
اذا مضی عالم بدا طبق

"قبل ازیں آپ سایوں میں خوش خرم رہے اور ایسے مقام میں جہاں پتے جوڑ کر لباس بنایا جاتا ہے یعنی جنت میں۔ پھر تو روئے بشر پر آیا نہ بوٹی نہ بستہ خون۔ بلکہ تو پانی کی بوند تھا جو کشتی میں سوار ہوا، نسراء اور اس کے پرستاروں کو غرق کر دیا۔ تو پشت سے رحم میں تبدیل ہوتا رہا، جب ایک زمانہ گذر جاتا تو دوسرا قرن نمودار ہو جاتا"۔

حتی احتوی بیتک المهیمن من
خندف علیاء تحتها النطق

وانت لما ولدت أشرقت الارض
فضاءت بنورک الأفق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور
وسبل الرشاد نخترق

''جب تک کہ اس نے خندف کے عالی مقام اور نگہبان خاندان کو محفوظ کر دیا اور خاندان نطق و گویائی سے آراستہ ہے۔ آپ کی ولادت کے وقت زمین روشن ہوگئی اور آپ کی روشنی سے آفاق منور ہو گئے۔ ہم اس روشنی، نور اور نیکی کے راستوں میں چلتے ہیں۔''

اس واقعہ کو حافظ بیہقی نے ابوالسکن زکریا بن یحییٰ طائی سے بیان کیا ہے اور یہ واقعہ اس کے ایک جزء میں مروی ہے۔

امام بیہقی نے اس واقعہ میں اضافہ بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سفید رنگ ''حیرۃ'' مجھے دکھایا گیا ہے اور یہ ہے شیماء بنت نفیلہ ازدیہ، سفید خچر پر سیاہ دوپٹہ اوڑھے ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم حیرہ شہر میں داخل ہوئے اور اس کو ایسی ہی صفات سے موصوف پایا تو وہ میری ہوگی، تو آپ نے فرمایا (ھی لک) وہ تیری ہے۔ خریم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ''ارتداد'' کی لہر دوڑ گئی اور طی قبیلہ سے کوئی مرتد نہ ہوا اور ہم اطراف کے عرب لوگوں سے اسلام پر جہاد کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے قیس قبیلہ سے جہاد کیا اس میں عیینہ بن حصن تھا اور بنی اسد سے جنگ کی، ان میں طلحہ بن خویلد تھا اور خالد بن ولید ہمارے مدح سرا تھے ان کے مدحیہ اشعار میں سے ہیں:

جزی اللّٰہ عنا طیئا فی دیارھا
بمعترک الابطال خیر جزاء
ھم أھل رایات السماح والندی
اذا ما الصبا ألوت بکل خباء
ھم ضربوا قیسا علی الدین بعدما
أجابوا منادی ظلمة وعماء

''اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے طی قبیلہ کو ان کے علاقہ میں بہادروں کے معرکہ کی وجہ سے جزائے خیر دے۔ وہی لوگ سخاوت وفیاضی کے علم بردار ہیں جب کہ بادِ صبا ہر خیمہ کے گرا دے۔ ان ہی لوگوں نے قیس قبیلہ کی دین کی خاطر سرکوبی کی، بعد ان کے مرتد ہو جانے کے''۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ہرمز کی لڑائی..... پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ ہوئے، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہم بصرہ کی سمت چلے، چنانچہ کاظمہ میں ہرمز سے ہمارا ٹکراؤ ہوا۔ اس کا لشکر ہماری فوج سے زیادہ تھا' عجم میں ہرمز سے زیادہ عرب اور اسلام کا کوئی دشمن نہ تھا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میدان میں آ کر اس کو مبارزت اور دو بدو لڑائی کی دعوت دی تو وہ بھی میدان میں آ گیا اور اس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تہ تیغ کر دیا پھر انہوں نے یہ کاروائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھ کر ارسال کر دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کا سلب اور لباس عطا کر دیا اور صرف اس کی ٹوپی، ایک لاکھ درہم کی تھی۔ اہل فارس کا قاعدہ تھا کہ جب ان میں کوئی آدمی عالی رتبہ اور رئیس مقرر ہوتا تو اس کے لئے ایک لاکھ کی ٹوپی بنواتے تھے۔ پھر ہم براستہ ''طف'' حیرہ کے لئے روانہ ہوئے تو جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سب سے پہلے شیما بنت نفیلہ ملی وہ سفید خچر پر سوار تھی اور سیاہ دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ میں نے کہا ''یہ میری ہے'' اسے رسول اللہ ﷺ نے ہبہ کر دیا تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اس بات کی شہادت اور بینہ طلب کیا تو میں نے شہادت پیش کر دی اور گواہ تھے محمد بن مسلمہ اور محمد بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے یہ میرے سپرد کر دی۔ پھر اس کا بھائی

عبدالمسیح صلح کی خاطر میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ یہ مجھے فروخت کردو۔ میں نے کہا واللہ! ایک ہزار درہم سے کم نہ لوں گا تو اس نے مجھے یہ رقم دے دی اور میں نے شیماء کو اس کے سپرد کر دیا مجھے کسی نے کہا کہ اگر تم ایک لاکھ بھی مانگ لیتے تو وہ ادا کر دیتا میں نے کہا۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ ''دس سو'' سے بھی زائد گنتی ہوتی ہے۔

بدعا کی دعوت پر دعا فرمانا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رمضان ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ تبوک سے مدینہ تشریف لائے اور اسی ماہ میں ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور ان کا قصہ ہے کہ رسول اللہ جب ان کا حصار ترک کر کے واپس چلے آئے تو عروہ بن مسعود ثقفی مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا اور اس نے عرض کیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس اسلام کی تبلیغ کی خاطر واپس چلا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ اس قوم کا بیان ہے...... (انہم قاتلوک) وہ تجھے قتل کر دیں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا ان کی سرشت میں اچھے کام سے رک جانے کی نحوست اور فطرت ہے تو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان کے یہاں کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ عزیز ہوں اور ان کا مطاع و مقتدا ہوں، چنانچہ وہ تبلیغ اسلام کی خاطر اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا اس امید پر کہ وہ اس کی قدر و منزلت کی بدولت مخالفت نہ کریں گے۔ جب وہ بالا خانہ پہنچا اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور ان کو اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے ہر طرف سے تیروں کا مینہ برسا دیا چنانچہ اس کو ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ بنی مالک کا خیال ہے کہ اس کا قاتل اوس بن عوف برادر بنی سالم ہے اور احلاف کا گمان ہے کہ اس کا قاتل وھب بن جابر بنی عتاب ہے۔

عروہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا مدفن...... پھر عروہ رضی اللہ عنہ سے دیت کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے کہا کہ یہ ایک اعزاز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے اور شہادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا ہے۔ میرا بھی مقام اور مرتبہ اس شہیدوں جیسا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل شہید ہوئے تھے بس مجھے بھی ان کے ہمراہ دفن کر دو، پھر انکو شہداء کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ مورخین کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسے صاحب یاسین کی اپنی قوم میں تھی۔ موسیٰ بن عقبہ نے بھی عروہ ثقفی کا قصہ اسی طرح بیان کیا ہے مگر اس کا خیال ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حج کے بعد کا ہے۔ حافظ بیہقی نے بھی اس کی پیروی کی ہے مگر یہ بعید از قیاس ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر کے حج سے قبل کا ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔

وفد ثقیف مدینہ میں...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عروہ ثقفی کی شہادت کے بعد، چند ماہ تک قبیلہ ثقیف خاموش رہا، پھر انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ وہ گرد و نواح کے مسلمانوں سے جنگ نہیں لڑ سکتے چنانچہ عمرو بن امیہ جو بنی علاج سے تھے ان کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ وہ اپنے ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں۔ چنانچہ انہوں نے عبد یالیل بن عمرو بن عمیر کو بھیجا اور اس کے ہمراہ احلاف کے دو اشخاص تھے اور بنی مالک کے تین افراد یعنی حکم بن عمرو بن وھب بن معتب، شرجیل بن غیلان بن سلمہ بن معتب، عثمان بن ابی العاص، اوس بن عوف از بنی سالم اور نمیر بن خرشہ بن ربیعہ۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ یہ وفد قریباً ۱۵ افراد پر مشتمل تھا ان کا رئیس کنانہ بن عبد یالیل تھا اور عثمان بن ابی العاص پورے وفد میں سب سے کم عمر تھا۔

ثقیف کا اسلام شرائط پر موقوف تھا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے ''قناۃ'' پہ پڑاؤ ڈالا، وہاں انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو موجود پایا وہ اپنی باری کے مطابق صحابہ کی سواریاں چرا رہے تھے۔ ان کو آتے دیکھ کر، وہ رسول اللہ ﷺ کو، ان کی آمد کی بشارت دینے کیلئے دوڑے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راستہ میں ملاقات ہو گئی تو ان کو صورتحال سے آگاہ کیا کہ ثقیف کا وفد اسلام قبول کرنے اور بیعت کی خاطر آ رہا ہے بشرطیکہ رسول اللہ ﷺ ان کی شرائط قبول کر لیں اور بقایا قوم کے بارے میں پروانہ امن تحریر کر دیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ ثقفی سے کہا کہ اور اس کو قسم دلائی کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خوشخبری مجھ کو پہنچانے دو۔ حضرت مغیرہ مان گئے تو حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی آمد کی بشارت سنائی۔ پھر مغیرہ ان کے پاس چلے گئے۔ اور ان کی سواریوں کو ان کے پاس چھوڑ دیا اور ان کو ''مسنون سلام'' کا طریقہ بتانے لگے مگر انہوں نے جاہلیت کے طریقہ پر ہی سلام عرض کیا۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو مسجد نبوی میں ان کے لئے خیمہ نصب کر دیا گیا۔ خالد بن سعید بن عاص کی معرفت رسول اللہ ﷺ کا ان کے ساتھ رابطہ قائم تھا چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ان کا کھانا لاتے تو وہ اس وقت کھاتے جب ان سے قبل خالد کھانا کھانے لگتے اور خالد رضی اللہ عنہ بن سعید ہی ان کے مکتوب کے کاتب تھے۔

وفد ثقیف کی قبول اسلام کے لئے شرائط

بت نہ توڑنا ..... من جملہ ان کی شرائط میں سے یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ''بت'' کو تین سال تک نہ توڑیں، وہ برابر سوال میں تخفیف کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ایک سال کے عرصہ کا مطالبہ کیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے مطالبہ سے انکار کر رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ایک ماہ کے وقفہ کا سوال کیا تا کہ ان کے احمق اور جاہل لوگوں کی دل جوئی ہو سکے مگر رسول اللہ ﷺ تو اتر انکار کر رہے تھے اس بات پر متفق ہو گئے کہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو ان کے ہمراہ اس کے توڑنے کے لئے روانہ کریں گے۔

نماز پڑھنے سے انکار ...... نیز ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھیں گے اور اپنے ہاتھ سے بتوں کو نہ توڑیں گے تو آپ نے فرمایا، ہم تمہیں خود اپنے ہاتھوں سے بتوں کو توڑنے کا مکلف نہیں بناتے باقی رہا نماز نہیں پڑھنا تو جس دین میں نماز نہیں اس میں خیر و برکت نہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم آپ کی یہ شرط مان لیتے ہیں گو اس میں ذلت اور کمینہ پن ہے۔

امام احمد (عفان، محمد بن مسلمہ، حمید، حسن) عثمان بن ابی العاص سے بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ یہ ان کی رقت قلبی کا باعث ہو پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے چند شرائط پیش کیں کہ ان کو جنگوں میں شامل نہ کیا جائے۔ ان سے عشر اور جزیہ نہ وصول کیا جائے اور کسی غیر کو ان پر امیر نہ بنایا جائے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فوج میں عدم شمولیت اور جزیہ کی عدم وصولی کے مطالبات منظور ہیں اور کوئی اجنبی تمہارا عامل اور امیر نہ ہو گا لیکن اس دین میں کوئی خیر و برکت نہیں جس میں نماز نہیں۔ عثمان بن ابی العاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قرآن سکھائیے اور قوم کا امام مقرر فرما دیجئے، اس روایت کو امام ابوداؤد نے (ابوداؤد طیالسی از حماد بن مسلمہ از حمید) نے بیان کیا ہے۔

زکوٰۃ اور جہاد ...... ابوداؤد (حسن بن صباح، اسماعیل بن عبدالکریم، ابراہیم بن عقیل بن معقل بن منبہ) وھب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثقیف کی بیعت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے چند شرائط پیش کی تھیں جن میں سے یہ تھا کہ زکوٰۃ اور جہاد پر عمل نہیں کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سنا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان ہوں گے تو زکوٰۃ اور جہاد پر عمل کرنے والے ہو جائیں گے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کا امیر مقرر ہونا ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب وہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مکتوب تحریر کروا دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص کو ان کا امیر مقرر کر دیا وہ ان سب سے کم سن تھا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ میری نظر میں یہ کم سن لڑکا اسلامی مسائل کے سمجھنے اور قرآن کے پڑھنے میں سب سے زیادہ شوقین اور حریص ہے۔

عثمان بن ابی العاص کا علمی شوق ...... موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ وفد کے ارکان جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عثمان بن ابی العاص کو ڈیروں میں چھوڑ آتے جب وہ دوپہر کو واپس آتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا آتا، آپ سے قرآن پڑھتا۔ اگر رسول

اللہ ﷺ نیند میں ہوتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجاتا۔اس کی یہی عادت رہی حتیٰ کہ اسلامی مسائل میں فقیہ بن گیا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اس میں دلچسپی تھی۔

حضور ﷺ کی عثمان رضی اللہ عنہ کو بحیثیت امیر مقرر ہونے کے نصیحت کرنا۔ ابن اسحاق (سعید بن ابی ہند، مطرف بن عبداللہ بن شخیر) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے ثقیف کی طرف روانہ فرمایا تو مجھ سے آخری بات یہ فرمائی اے عثمان! نماز میں اختصار کر، اور نمازیوں میں سے سب سے کمزور نمازی کا اندازہ کر، کیونکہ ان میں بوڑھے، بچے، کمزور اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

امام احمد (عفان، حماد بن سلمہ، سعید جریری، ابو العلاء مطرف) حضرت عثمان بن ابی العاص سے بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے میری قوم کا امام بنا دیں تو آپ نے فرمایا تو ان کا امام ہے۔اور تو امام ہوتے ہوئے کمزور مقتدی کا خیال رکھ، اور بلا اجرت موذن مقرر کر۔اس روایت کو ابوداؤد اور ترمذی نے حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے اور امام ابن ماجہ نے (ابوبکر بن ابی شیبہ، اسماعیل بن علیہ) محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے امام احمد) عفان، وہب (اور معاویہ بن عمر از زائدہ) یہ دونوں عبداللہ بن عثمان خثیم، داؤد بن ابی عاصم) حضرت عثمان بن ابی العاص سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے جب طائف کا عامل نامزد کیا تو روانگی کے وقت آخری بات یہ فرمائی جب تو امام ہو تو ہلکی نماز پڑھا۔یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے ''سورہ علق'' اور جیسی سورتوں کو مقرر فرما دیا۔

امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ، عمرو بن مرہ) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت یہ تھی کہ جب تو امام ہو تو ان کو ہلکی نماز پڑھا، اس روایت کو امام مسلم نے محمد بن مثنی اور بندار از محمد بن جعفر از عبدربہ سے بیان کیا ہے۔امام احمد (ابواحمد زبیری، عبداللہ بن عبدالرحمان بن ایلی طائفی، عبداللہ بن حکم) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے طائف پر عامل مقرر کیا تو آخری بات مجھے یہ فرمائی کہ لوگوں کو ہلکی نماز پڑھا۔

امام احمد (یحییٰ بن سعید، عمرو بن عثمان، موسیٰ بن طلحہ) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اپنی قوم کی امامت کر پھر یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی قوم کا امام ہو، وہ ان کو اختصار کے ساتھ نماز پڑھائے کیونکہ ان نمازیوں میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں ہاں جب وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو، تو جیسے چاہے پڑھے، اس روایت کو امام مسلم نے عمرو بن عثمان سے نقل کیا ہے۔

امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ، نعمان بن سالم، اشیاخ از ثقیف) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے فرمایا اپنی قوم کی امامت کر اور جب تو امام ہو تو ان کو ہلکی نماز پڑھا، کیونکہ نماز میں بچے بوڑھے، کمزور، مریض اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

نماز میں شیطان کے وسوسے دور کرنے کا طریقہ...... امام احمد (ابراہیم بن اسماعیل، جریری) ابو العلاء بن شخیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ شیطان میرے اور میری نماز و قرات کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ خنزب شیطان ہے۔جب تو اسے محسوس کرے تو تین بار اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم پڑھ کر اور تین بار اپنی بائیں طرف تھوک میں نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا وسوسہ مجھ سے دور کر دیا۔اس روایت کو امام مسلم نے سعید بن جریری سے نقل کیا ہے۔

درد کا علاج۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب سنن (نافع بن جبیر بن مطعم) عثمان بن ابی العاص سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ''جسم میں درد'' کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے گزارش کیا تو آپ نے فرمایا کے درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ، تین بار بسم اللہ پڑھ اور سات بار ''اعوذ بعزۃ اللّٰہ وقدرتہ من شر ما اجد و احاذر'' (بعض روایت میں ہے) کہ میں نے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرا درد دور فرما دیا۔چنانچہ میں اپنے عزیز و اقارب اور دیگر لوگوں کو اس پر عمل کی تاکید کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ کا دم کرنا...... امام ابن ماجہ (محمد بن یسار، محمد بن عبداللہ انصاری، عیینہ، بن عبدالرحمان بن جوشن، ابوہ) عثمان بن ابی العاص سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے طائف پر عامل مقرر کیا تو نماز میں مجھے وسوسے اور خیالات آنے لگے یہاں تک کہ مجھے معلوم نہ رہتا کہ میں نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ چنانچہ جب میں اس شیطانی حرکت کا شکار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو فرمایا ابن ابی العاص، ؟ عرض کیا "جی ہاں" یا رسول اللہ ﷺ! پوچھا! کیونکر آئے ہو! عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے نماز میں ایسے وہم وخیال آتے ہیں کہ معلوم نہیں رہتا کہ میں نے کس قدر نماز پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے۔ قریب آجا میں آپ کے قریب ہوا اور پاؤں کے بل "پب" کے بل بیٹھ گیا آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور منہ میں تھوک کر فرمایا اے اللہ کے دشمن! نکل جا! آپ نے یہ عمل تین بار کیا اور فرمایا گھر چلے جاؤ عثمان کا بیان ہے کہ بخدا! بعدازیں مجھے ایسی کیفیت نہیں لاحق ہوئی۔ (تفرد بہ ابن ماجہ)

بلال کی وفد کو سحر وافطار کے بارے میں تسلی دینا...... ابن اسحاق (عیسیٰ بن عبداللہ، عطیہ بن سفیان بن ربیعہ ثقفی) وفد کے اراکین میں سے ایک روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے اسلام قبول کر کے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باقی ماندہ ماہ رمضان کے روزے رکھے تو بلال ہماری سحری اور افطاری کا سامان لایا کرتا تھا۔ وہ سحری کا کھانا لاتا تو ہم کہتے فجر تو طلوع ہو چکی ہے۔ وہ تاخیر سے سحری کھانے کے بارے میں کہتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھانا کھاتے چھوڑا ہے۔ وہ ہمارا افطاری کا کھانا لاتا تو ہم کہتے ہمارے خیال میں تو ابھی پورا سورج غروب نہیں ہوا تو وہ کہتا میں آیا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے کھانا شروع کر دیا تھا۔ پھر وہ برتن سے نوالہ اٹھا کر کھا لیتا۔

حضور اکرم ﷺ کا ثقیف کے ساتھ برتاؤ اور ان کی تعلیم وتربیت...... امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ (عبداللہ بن عبدالرحمان بن یعلی طائفی، عثمان بن عبداللہ بن اوس) اوس بن حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وفد ثقیف میں سے ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے "احلاف" کو مغیرہ بن شعبہ کے ہاں ٹھہرایا اور بنی مالک کو اپنے خیمہ میں اتارا، عشاء کے بعد ہر رات رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے، کھڑے کھڑے بیان فرماتے طویل قیام کی وجہ سے ایک پاؤں پر سارا بوجھ دے دیتے اور دوسرے کو آرام دیتے۔ زیادہ تر مکہ میں قریش کے ہاتھوں جو اذیتیں اٹھائی تھیں وہ بیان کرتے پھر فرماتے میں غم واندوہ نہیں کرتا، ہم مکہ میں کمزور وناتواں تھے۔ جب ہم مدینہ چلے آئے۔ تو لڑائی کے ڈول ہمارے اور ان کے درمیان یکساں ہوتے کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب۔

ایک رات آپ مقررہ وقت پر تشریف نہ لائے تو میں نے عرض کیا، آج آپ ذرا دیر سے تشریف لائے تو فرمایا قرآن کے ورد کا حصہ باقی تھا اسے مکمل کئے بغیر آنا پسند نہ کیا— اوس کا بیان ہے کہ میں نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ ورد قرآن کو کتنے حصوں میں تقسیم کرتے تھے تو انہوں نے بتایا تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ پر۔ (سورہ حجرات سے لے کر آخر تک) حزب مفصل ایک ہی حزب ہے۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ "بت شکن" .... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب وہ فارغ ہو کر، اپنے وطن روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بت مسمار کرنے کو بھیجا۔ وہ بھی ان کے ہمراہ سفر کر رہے تھے چلتے چلتے وہ طائف پہنچے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو آگے کرنا چاہا تو انہوں نے انکار کر کے کہا آپ ہی اپنی قوم کے پاس جائیں۔ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ "ذوالھدم" میں اپنے مال میں رک گئے۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے تو بت پر چڑھ کر اس پر کدال چلانے لگے اور ان کی قوم "بنی معتب" ان کے دفاع میں مستعد ہو گئی مبادا حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی طرح تیر مارا جائے یا اور کوئی تکلیف پہنچ جائے اور ثقفی عورتیں برہنہ سر روتی چلاتی نکلیں۔ (ہم دفاع کرنے والوں پر ماتم کرتی ہیں۔ کمینوں نے اس کو دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ لڑائی میں انہوں نے اچھا سلوک نہیں کیا) ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کلہاڑے سے وار کر رہے تھے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ واہ واہ کہہ رہے تھے جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مسمار کر دیا اور اس کا مال اور زیور حضرت ابوسفیان کے سپرد کر دیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس بت کے مال ودولت سے ہم عروہ بن مسعود، اور اس کے بھائی اسود بن مسعود والد قارب بن اسود کے قرضہ جات ادا کر دیں۔ بقول امام ابن کثیر، سود

بحالت شرک فوت ہوا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے قارب بن اسود کی دل جوئی اور تعظیم کی خاطر قرضہ ادا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ وفد ثقیف قریباً ۱۵ ارکان پر مشتمل تھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا کہ قرآن مجید سن سکیں لیکن پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سود زنا اور شراب خوری کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سب باتوں کو ان پر حرام قرار دے دیا پھر انہوں نے اپنے "بت" کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ ﷺ اس سے کیا سلوک کریں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو توڑ دو۔ تو انہوں نے کہا کہ کہیں یہ ہوسکتا ہے بھلا؟ اگر اس بت کو معلوم ہوجائے کہ آپ اسے مسمار کرنا چاہتے ہیں تو سارے شہر کو تباہ کردے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا افسوس! اے ابن عبد یا لیل! تو کس قدر نا سمجھ ہے۔ یہ بت تو محض پتھر ہے تو انہوں نے کہا اے ابن خطاب! ہم آپ کے ساتھ بات نہیں کر رہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ خود ہی مسمار کردیں۔ ہم تو اس کو کبھی بھی ہاتھ نہیں لگائیں گے تو آپ نے فرمایا میں کچھ لوگوں کو بھیج کر اس ذمہ داری سے تمہیں سبکدوش کردوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا وثیقہ لکھوالیا۔

انوکھا اندازِ بیاں.. انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ مسمار کرنے والوں سے قبل وہ قوم کے پاس پہنچ جائیں جب وہ وطن واپس پہنچ گئے تو قوم نے ان کا استقبال کیا اور سفر کی روئیداد طلب کی تو انہوں نے رنج وحزن کا اظہار کیا اور بتایا کہ وہ ایسے جابر، سخت اور سنگدل انسان کے پاس سے آئے ہیں جو طاقت کے بل بوتے پر غالب آیا، آمر اور مستبد ہے۔ اس نے عرب کو ذلیل ورسوا کردیا ہے۔ سود، زنا اور مے نوشی کو حرام قرار دے دیا ہے اور "ربہ" بت کے مسمار کرنے کا حکم صادر کیا ہے۔

یہ سن کر ثقیف قبیلہ کے لوگ بدکے اور اعلانیہ کہا ہم اس کی کبھی اطاعت و پیروی نہ کریں گے۔ چنانچہ وہ قتل وقتال کے لئے تیار ہوگئے۔ اسلحہ جمع کر لیے اور ان پر دو تین روز یہی کیفیت طاری رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مرعوب کردیا تو وہ جنگ وجدال کی کیفیت سے باز آئے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا۔

پھر انہوں نے ارکان وفد سے التجا کی کہ ان کے پاس جاؤ اور ان ہی شرائط کے تحت ان سے مصالحت کرو، تو ارکان وفد نے بتایا کہ ہم ان شرائط کے تحت ان سے صلح کر چکے ہیں اور ہم نے تو ان کو سب لوگوں سے زیادہ متقی، اور سب سے زیادہ وفادار اور سب سے زیادہ مہربان اور سچ بولنے والا پایا ہے۔ سنو! ہمارا یہ سفر اور فیصلہ ہمارے تمہارے سب کے لئے مبارک ہے فیصلہ کی جزئیات پر غور کرو اور اللہ تعالیٰ کی خیر وعافیت قبول کرو۔ یہ سن کر انہوں نے استفسار کیا کہ تم نے اس بات کو کیوں مخفی رکھا تو بتایا کہ ہمارا ارادہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی نخوت اور سطوت وغرور نکال دے پھر وہ فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

دو تین روز کے بعد، ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے قاصد آئے۔ میر کارواں خالد بن ولید تھے اور ان میں مغیرہ بن شعبہ بھی موجود تھے انہوں نے "لات" کو مسمار کرنے کا عزم کیا تو ثقیف کے مرد زن اور بچے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں بھی گھروں سے باہر نکل کر ان گردونواح میں جمع ہوگئیں اور ثقیف کے عوام کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ محفوظ و مصئون نہ رہے گا۔

موضوع خداؤں کی حقیقت .. پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے کدال پکڑ کر اپنے رفقا سے کہا کہ میں آپ کو ثقیف کی بچگانہ حرکت سے ہنساؤں گا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کدال کی ضرب لگائی پھر گر کر، ہاتھ پاؤں مارنے لگے، تو طائف کے باشندوں نے زوردار نعرہ مارا اور خوش ہوکر کہنے لگے مغیرہ کو خدا نے تباہ کردیا ہے۔ اور اس کو "ربہ" بت نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور مغیرہ کے رفقاء کو مخاطب کر کے کہنے لگے جس کا دل چاہے وہ اس کو قریب ہو کر ہاتھ تو لگائے۔ عقیدت مندوں کے یہ الفاظ سن کر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا واللہ! اے قوم ثقیف! یہ کمینی بد ذات دیوی، محض پتھر اور مٹی کا ڈھیر ہے۔ اللہ عزوجل سے خیر وعافیت طلب کرو اور اس کی عبادت کرو پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ... ضرب لگائی اور اس کو ریزہ ریزہ کردیا۔ پھر اس کی دیواروں پر چڑھ گئے اور ان کے ہمراہ دوسرے لوگ بھی شامل ہوگئے اور انہوں نے اس کی ... بنیاد یہاں تک کہ اس کو پیوند خاک کردیا۔

یہ منظر دیکھ کر اس کا نگراں اور ناظم کہنے لگا، اگر اس کی بنیاد کھودیں گے تو وہ غضبناک ہوکر ان کو زمین میں دھنسا کر غرق کردے گا۔ تو حضرت مغیرہ

رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اجازت دیجئے میں اس کی جڑ اور بنیاد بھی کھود ڈالتا ہوں۔ چنانچہ اس کی بنیاد کھود کر مٹی باہر نکال دی گئی اور اس کا کیچڑ اور گارا بنا دیا۔ ثقیف کے لوگ یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر حیران و ششدرہ گئے۔ پھر یہ قافلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اس بت کا مال و متاع اسی روز تقسیم کر دیا اور دین کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی نصرت و مدد کا شکر بجالائے۔

مکتوب گرامی ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب جو آپ نے تحریر کروایا تھا یہ تھا بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ محمد نبی ﷺ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام، جمیع اہل اسلام، کہ وادی ''وج'' کے شکار اور اس کے خار دار درخت کو نہ کاٹا جائے جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے، اس کو کوڑے مارے جائیں اور لباس اتار لیا جائے اگر اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو اس کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے اور بے شک یہ حکم نبی محمد ﷺ کا ہے۔ خالد بن سعید نے یہ مکتوب محمد رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیا۔ اس کی کوئی خلاف ورزی نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کرنے والا خود اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوگا۔

وادی وج کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان ...... امام احمد (عبداللہ بن حارث مکی مخزومی، محمد بن عبداللہ بن انسان طائفی (مخزومی مکی نے ان کی تعریف وستائش کی) ابو عبداللہ) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ''لیہ'' وادی سے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آئے اور ''سدرۃ'' کے پاس پہنچ گئے تو رسول اللہ ﷺ اس کے محاذ میں ''قرن'' کے کنارے کھڑے ہو گئے اور ''مخبس'' وادی کو نظروں کے سامنے کر کے کھڑے ہوئے یہاں سب لوگ آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''وج'' وادی کا شکار اور اس کا خار دار درخت اللہ کا حرام کردہ حرم ہے اور یہ واقعہ نبی علیہ السلام کے ''طائف کا محاصرہ کرنے سے'' قبل کا ہے۔ اس روایت کو ابوداؤد نے محمد بن عبداللہ بن انسان طائفی سے بیان کیا ہے اور ابن حسان نے اس کو ''ثقات'' میں بیان کیا ہے اور ابن معین نے اس کو ''لیس بہ باس'' کہا ہے۔ بعض نے اس میں جرح کی ہے۔ امام احمد اور بخاری وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے اس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور اس کے مقتضی کے مطابق عمل کیا ہے واللہ اعلم۔

عبداللہ بن ابی ملعون کی وفات کا بیان ...... ابن اسحاق (زہری، عروہ) حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن ابی کی مرض موت میں عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس میں موت کے آثار دیکھ کر فرمایا واللہ! میں آپ کو یہود کی محبت سے روکا کرتا تھا تو اس نے کٹ حجتی سے کہا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بھی تو یہود کو برا سمجھتے تھے پھر کیا ہوا؟ کیا وہ موت سے بچ گیا۔

عبداللہ بن ابی کی وصیت ...... واقدی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابی شوال کے آخری دنوں میں بیمار ہوا اور ذوالعقد میں بیس روز بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ جس روز فوت ہوا، رسول اللہ ﷺ مزاج پرسی کے لئے گئے۔ جس وقت وہ نزاع کی حالت میں تھا تو آپ نے فرمایا میں نے آپ کو یہود کی محبت سے منع کیا تھا۔ تو اس نے کہا اسعد بن زرارہ بھی تو ان سے بغض رکھتا تھا تو اس کو کیا مفاد پہنچا، پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سزا اور ملامت کا وقت نہیں ہے۔ یہ موت کا موقعہ ہے۔ آپ میرے غسل میں شامل ہوں اور مجھے وہ قمیض عطا فرما دیں جو آپ نے زیب تن کی ہوئی ہے۔ اس کا مجھے کفن دینا، میری نماز جنازہ پڑھانا اور میرے لئے استغفار کی دعا کرنا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا۔

منافقوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات ...... حافظ بیہقی (سالم عجلان، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس سے واقدی کے بیان کے مطابق ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔ اسحاق بن راھویہ کا بیان ہے کہ میں نے ابواسامہ سے پوچھا کہ کیا تم کو عبیداللہ نے نافع کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مذکور ذیل روایت بیان کی ہے؟ ابواسامہ نے اعتراف کرتے ہوئے ''ہاں'' کہا کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کفن کے لئے قمیض مانگی۔ آپ نے اس کو قمیض عطا فرما دی پھر اس نے نماز جنازہ کی درخواست کی اور رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس کی نماز جنازہ

پڑھاتے ہیں حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے کہ ''تو ان کے لئے بخشش مانگے یا نہ مانگے اگر ستر بار ان کے لئے بخشش مانگے تب بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو بخشنے والا نہیں۔'' (۹/۸۰) میں اب ستر بار سے زائد مغفرت طلب کروں گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ منافق ہے۔ کیا آپ منافق کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۹/۸۴) ''اور ان میں سے جو مر جائے کسی پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے۔'' حدیث متفق علیہ ہے۔ از سند ابی اسامہ۔

اور بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں روز ایسا ایسا کہا تھا اور فلاں روز ایسا ویسا کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمر! چھوڑو، مجھے دو باتوں کا اختیار ہے اگر مجھے معلوم ہو کہ میں ستر دفعہ سے زیادہ استغفار کروں تو اس کو بخش دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زائد مغفرت کی دعا کر دوں گا۔ پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی:

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره (۹/۸۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی جرات و جسارت پر بڑی حیرت ہوئی، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

بدلہ ...سفیان بن عیینہ' عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور عبداللہ بن ابی کو قبر میں اتار دیا تھا پھر آپ ﷺ کے حکم سے اسے قبر سے باہر نکالا گیا آپ نے اس نعش کو گھٹنوں یا رانوں پر رکھ کر اپنا لعاب دہن اس پر تھوکا اور اس کو اپنی قمیض پہنائی، واللہ اعلم۔ صحیح بخاری میں ایسی ہی سند سے مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو اپنی قمیض مکافات عمل اور بدلہ کے طور پر پہنائی تھی کیونکہ اس نے عباس کو اس وقت قمیض پہنائی تھی جب وہ مدینہ آئے تھے تو اس قمیض کے علاوہ کوئی اور قمیض پوری نہیں آتی تھی۔

ثعلبہ بن حاطب .. امام بیہقی نے اس مقام پر ثعلبہ بن حاطب کا قصہ ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح کثرت مال اور سرمایہ کی فراوانی سے فتنہ میں مبتلا ہو گیا اور اس نے آپ کو زکوٰۃ نہ ادا کی۔ ہم نے اس واقعہ کو **لئن اتانا من فضله** (۹/۷۵) کی تفسیر کے تحت بیان کیا ہے۔

شاعرِ اسلام کے مدحِ انصار میں اشعار .ابن اسحاق کا بیان ہے کہ غزوہ تبوک رسول اللہ ﷺ کا آخری غزوہ تھا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ انصار کے غزوات کو شمار کرتے ہیں۔ اور آپ کے ہمراہ دوران غزوات انصار کے مواطن اور پر خطر مقامات پر ثابت قدمی اور استقلال کا اظہار کرتے ہیں۔ بقول ابن ہشام یہ اشعار عبدالرحمان بن حسان سے منقول ہیں۔

الست خير معد كلها نفرا
ومعشرا ان هم عموا وان حصلوا
قوم هم شهدوا بدرا باجمعهم
مع الرسول فما آلوا وما خذلوا
وبايعوه فلم ينكث به أحد
منهم ولم يك في ايمانه دخل
ويوم صبحهم في الشعب من احد
ضرب رصين كحر النار مشتعل
ويوم ذى قرد يوم استثار بهم
على الجياد فما خانوا وما نكلوا

''کیا آپ تمام کائنات سے مردانگی اور قوم کے لحاظ سے بہتر نہیں ہیں اگرچہ وہ سب جمع اور اکٹھے ہو جائیں۔ انصار وہ قوم ہے

جو پوری کی پوری رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر میں شریک ہوئی۔ نہ انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا نہ انہوں نے آپ کو چھوڑا۔ انصار نے آپ کی بیعت کی اور کسی نے ان میں سے بیعت کو توڑا نہیں اور نہ ہی کسی کے ایمان میں عیب اور نقص تھا۔ اور جب ان کو احد کی گھاٹی میں "شدید شمشیر زنی" لے آئی جو آگ کی حرارت کی مانند شعلہ بار تھی۔ اور جنگ ذی قرد (محرم ۷ھ) میں جب ان کے ذریعہ گھوڑوں پر سوار ہو کر بدلہ لیا تو انہوں نے نہ خیانت کی اور نہ ہی وہ بزدل ہوئے"۔

ودا العشيرة جاسوها بخيلهم — مع الرسول عليها البيض والاسل

ويوم ودان اجلوا اهله رقصا — بالخيل حتى نهانا الحزن و الجبل

وليلة طلبوا فيها عدوهم — لله والله يجزيهم بما عملوا

وليلة بحنين جالدوا معه — فيها يعلهم في الحرب اذ نهلوا

وغزوة يوم نجد ثم كان لهم — مع الرسول بها الاسلاب والنفل

"اور وہ اپنے گھوڑوں پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جمادی اخری ۲ھ) ذوالعشیرہ میں گھس گئے جو تلواروں اور نیزوں کے ساتھ مسلح تھے۔ (صفر ۲ھ) غزوہ ودان میں اس کے باشندوں کو گھوڑوں پر رقص کرتے ہوئے جلاوطن کر دیا یہاں تک کہ ہمیں پتھریلی زمین اور پہاڑوں نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاطر انہوں نے بیشتر راتیں اپنے دشمن کی گھات میں گزاریں اور ان کے اعمال کا اللہ ان کو بدلہ دے گا۔ اور وہ غزوہ حنین کی رات انصار نے آپ ﷺ کے ہمراہ جنگ کی آپ ان کو یکے بعد دیگرے جنگ میں روانہ کرتے تھے۔ اور غزوہ نجد میں شامل تھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، وہاں ان کو اسلاب (مقتولین کا لباس) اور مال غنیمت میسر آیا"۔

وغزوة القاع فرقنا العدو به — كما يفرق دون المشرب الرسل

ويوم بويع كانوا أهل بيعته — على الجلاد فآسوه وما عدلوا

وغزوة الفتح كانوا في سريته — مرابطين فما طاشوا وما عجلوا

ويوم خيبر كانوا في كتيبته — يمشون كلهم مستبسل بطل

بالبيض ترعش في الايمان عارية
تعوج بالضرب أحيانا وتعتدل

ويوم سار رسول الله محتسبا
الى تبوك وهم راياته الاول

وساسة الحرب ان حرب بدت لهم
حتى بدالهم الاقبال فالقفل

اولئك القوم انصار النبي وهم
قومي اصير اليهم حين اتصل

ماتوا كراما ولم تنكث عهودهم
وقتلهم في سبيل الله اذا قتلوا

"جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف احتساب اور خالص خدا کی رضامندی کے لئے چلے انصاری ان کے ہراول دستہ میں علم بردار تھے۔ اگر لڑائی کا موقعہ ہے تو وہ لڑائی کے ماہر اور منتظم ہیں حتیٰ کہ ان کے لئے پیش رفت اور لوٹنا واضح ہو جائے۔ وہ قوم نبی کی انصار اور مددگار ہے میری

میری قوم ہے اسی سے میرا رشتہ ہے اور ناطہ جب انتساب کروں۔ وہ عزت واحترام سے فوت ہوئے۔ ان کے عہد و پیمان ٹوٹے نہیں۔ جب بھی وہ قتل ہوئے اللہ کی راہ میں ہی ان کا قتل ہونا مقدر تھا۔"

سورۂ برات کا نزول ۔۔۔ رمضان ۹ ھ میں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں، اہل طائف کے وفد کی آمد کے ذکر کے بعد (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقایا رمضان، شوال اور ذی قعدہ مدینہ میں مقیم رہے۔ پھر ۹ ھ کے یوم حج میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا۔ اور مشرکین بھی موسم حج میں اپنے مقامات پر اعمال حج ادا کر رہے تھے ان کو ابھی بیت اللہ کے حج سے روکا نہ کیا گیا تھا اور بعض مشرکوں سے آپ ﷺ کا "معین مدت" تک عہد قائم تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان رفقا کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے اور اپنے گھر سے نکل کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ "براۃ" کی ابتدائی آیات (۱-۳) نازل فرمائیں ۔ ابن کثیر ۔ نے ان آیات پر تفسیر میں سیر حاصل بحث کی ہے، وللہ الحمد والمنہ۔ الغرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خود مشرکوں کو "اعلان برات" رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے سنائیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔

اعلان برات کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نامزد کرنا...... امام ابن اسحاق (حکم بن حکیم بن عباد بن حنیف کی معرفت) ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ توبہ جب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیج چکے تھے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ ان آیات کو (تحریر کر کے) ابوبکر کے پاس بھیج دیتے تو ۔۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اعلان برات" مشرکین کو صرف میرے خاندان کا فرد ہی پہنچائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا "سورہ براۃ" کی ابتدائی آیات پر مشتمل "اعلان برأت" کا پیغام تم مکہ لے جاؤ اور لوگ جب منیٰ میں جمع ہوں تو ان میں اعلان کر دو کہ کافر اور غیر مسلم جنت میں داخل نہ ہوں گے اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کر سکے گا۔ برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ "معین مدت" کا معاہدہ ہے وہ "مقررہ مدت" تک قائم رہے گا۔

مشرکین اور برہنہ طواف کرنے والوں پر پابندی.... رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی "عضبا" پر سوار ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ابوبکر سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، امیر یا مامور، امام یا مقتدی؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مقتدی اور مامور ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے حج کا اہتمام کیا (اور مشرکین ۹ ھ میں جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق اپنے منازل اور مقامات میں مقیم تھے پھر ۱۰ ذوالحج کے روز یوم النحر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام لوگوں کو پہنچایا۔ اعلان کے روز سے لے کر چار ماہ تک کی مہلت دی، کہ ہر کوئی اپنی "جائے پناہ" اور علاقے میں پہنچ جائے، بعد ازاں کسی مشرک کے لئے کوئی عہد و پیمان اور امان نہیں ہے۔ بجز اس کے، جس کا رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ ہو چکا ہے اور یہ معاہدہ بھی معین مدت تک قائم رہے گا۔ چنانچہ اس کے بعد برہنہ ہو کر طواف کیا۔ پھر دونوں مدینہ چلے آئے (یہ روایت اس سند سے مرسل ہے)۔

"۹ ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر حج تھے" کے عنوان سے امام بخاری (سلیمان بن داؤد ابوالربیع، فلیح، زہری، حمید بن عبدالرحمن) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ۹ ھ کے موسم حج میں (حجۃ الوداع سے قبل ایک سال) چند اشخاص کے ہمراہ لوگوں میں یہ اعلان کرنے کیلئے روانہ کیا تھا کہ امسال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔

دوسرے مقام پر امام بخاری (عبداللہ بن یوسف، لیث، عقیل، ابن شہاب، حمید بن عبدالرحمان) حضرت ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں ۹ ھ کے موسم حج میں؛ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے "قربانی کے روز" منیٰ میں اعلان کرنے والوں کے ہمراہ بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ حمید بن عبدالرحمان کا بیان ہے کہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روانہ ہونے کے بعد) رسول اللہ

ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور ان کو "برات" کے اعلان کا حکم فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے بھی قربانی کے روز اہل منیٰ میں "برات" کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگا شخص طواف کرے۔

حج اکبر ..... "کتاب الجہاد" میں امام بخاری (ابوالیمان، شعیب، زہری، حمید بن عبدالرحمان) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ منیٰ میں قربانی کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ (ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان) حج اکبر، کا دن قربانی کا دن ہے۔ اس کو "اکبر" اس بناء پر کہتے ہیں کہ لوگ "عمرۃ" کو حج اکبر" کہتے ہیں۔ ۹ ھ کے موسم حج میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ پیغام اعلانیہ بتا دیا چنانچہ ۱۰ھ حجۃ الوداع میں، جس میں رسول اللہ ﷺ نے خود حج کیا، کسی مشرک نے حج نہ کیا۔ اس روایت کو امام مسلم نے زہری سے نقل کیا ہے۔ امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ، مغیرہ شعبی، محرز بن ابی ہریرہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ نے روانہ کیا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ محرز نے پوچھا آپ کیا اعلان کرتے تھے تو بتایا کہ ہم یہ اعلان کرتے تھے کہ مسلم جنت میں داخل ہوگا۔ کوئی برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے، جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے اس کی مدت چار ماہ تک ہے۔

چار ماہ کے بعد، اللہ کا رسول ﷺ اس سے بیزار ہے۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں پکارتا رہا اور اعلان کرتا رہا یہاں تک کہ میری آواز بیٹھ گئی۔

معاہدہ میں چار ماہ کے بارے میں تفصیل ..... یہ سند جید ہے، لیکن اس میں راوی کے اس "قول" کی وجہ سے کمزوری پائی جاتی ہے کہ (من کان لہ عھد فاجلہ الی اربعۃ اشھر) یعنی جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ اس کی مدت چار ماہ تک ہے۔ یہ مسلک بھی بعض کا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ معاہدہ قائم ہے اس کی مدت وقت مقررہ تک ہے۔ خواہ چارہ ماہ سے زائد ہو۔ اور جس معاہدے کا وقت بالکل معین نہیں ہے اس کی مدت چار ماہ تک ہے اور باقی رہا تیسری قسم کا معاہدہ جس کی مدت مہلت کے روز سے چار ماہ سے کم ہے اس میں احتمال ہے کہ اس کو اول قسم کے ساتھ ملایا جائے کہ اسکا معاہدہ، مدت کے اختتام تک ہے چاہے وہ مدت چار ماہ سے کم ہو اور یہ بھی احتمال قائم ہے کہ اس کو بھی چار ماہ تک مہلت دی جائے۔ کیونکہ وہ بلا معاہدہ لوگوں کی نسبت اس کا زیادہ حقدار ہے، واللہ اعلم۔

امام احمد (عفان، حماد، سماک) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "اعلان برات" دے کر حضرت ابوبکر کو بھیج دیا تھا۔ جب وہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس "برأت" کا میں خود اعلان کروں گا یا میرے خاندان کا کوئی فرد، چنانچہ آپ نے وہ "اعلان برات" حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیج دیا۔ اس روایت کو ترمذی نے حماد بن سلمہ سے نقل کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

اعلانِ برات کے متعلق ایک اور روایت ..... عبداللہ بن احمد لوین (محمد بن جابر، سماک حلس) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا تو حج میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے یہ مکتوب لے لیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واپس آکر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آکر کہا ہے کہ (اعلان برات) آپ ﷺ خود لوگوں تک پہنچائیں یا آپ کے خاندان کا کوئی شخص۔

اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے اور متن حدیث میں نکارت ہے۔ واللہ اعلم۔ امام احمد (سفیان بن عیینہ، ابواسحاق) زید بن یثیع ہمدانی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا موسم حج میں آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ نے کیا پیغام دے کر بھیجا تھا؟ تو انہوں نے کہا چار پیغامات دے کر روانہ کیا تھا۔ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوگا، ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے، جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے وہ معاہدہ اپنی مدت تک قائم رہے گا، اس سال کے بعد مشرک شخص حج نہ کرے۔ امام ترمذی نے بھی اس روایت کو سفیان بن عیینہ

ازابواسحاق سبیعی از زید بن یثیع ہمدانی از علی) بیان کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام ترمذی کا بیان ہے کہ اس روایت کو شعبہ نے ابواسحاق سبیعی سے بیان کیا ہے۔ اور ابواسحاق کا استاد زید بن یثیع بتایا ہے۔ نیز اس روایت کو سفیان ثوری نے ابواسحاق سے اس کے بعض اساتذہ کی معرفت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو ابن جریر نے (معمر ازابواسحاق از حارث از علی رضی اللہ عنہ) بھی بیان کیا ہے۔ ابن جریر (محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، ابوزرعہ وھب اللہ بن راشد، حیوہ بن شریح، ابن صخر، ابومعاویہ بجلی کوفی ابوالصہباء البکری سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے "یوم حج اکبر" کی بابت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو بتایا کہ رسول اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا اور مجھے بھی ان کے ساتھ "سورہ براۃ" کی چالیس آیات دے کر روانہ کیا حضرت ابوبکر عرفہ میں تشریف لائے اور لوگوں کو عرفات میں خطبہ دیا، خطبہ مکمل کرنے کے بعد، میری طرف متوجہ ہو کر کہا جناب علی رضی اللہ عنہ آیئے! رسول اللہ کا پیغام پہنچایئے۔ چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر "سورہ برات" کی چالیس آیات تلاوت کیں۔ پھر ہم واپس "منیٰ" میں چلے آئے۔ میں نے جمرہ میں کنکریاں ماریں اور قربانی کی، پھر سر منڈایا، اور مجھے معلوم ہوا کہ عرفات میں بروز عرفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطاب میں سب لوگ موجود نہ تھے۔ چنانچہ میں ان کے خیموں میں ان کو تلاش کر کے یہ آیات ان کے سامنے تلاوت کرتا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدیں وجہ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے یہ سمجھا یہ پیغام میں نے قربانی کے روز سنایا تھا، سنو! میں نے یہ پیغام یوم عرفہ میں پہنچایا تھا۔ تفسیر میں ہم نے اس مقام کی پوری توضیح کی ہے۔ احادیث و آثار کی جملہ اسانید کو ہم نے مفصل بیان کیا ہے۔ وللہ الحمد والمنہ۔ واقدی کا بیان ہے کہ مدینہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین سو صحابہ رضی اللہ عنہ جن میں حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ عوف بھی شامل تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ قربانیاں تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے بیس قربانیاں بھیجی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ "عروج" کے مقام میں جا ملے اور انہوں نے موسم حج میں حجاج کے سامنے "برأت" کا اعلان کیا۔

۹ ھ کے اہم واقعات

۱ **غزوہ تبوک** ۹ھ میں رجب کے مہینے میں پیش آیا۔

۲ **نجاشی کی موت** واقدی کا بیان ہے کہ رجب ۹ ھ میں حبشہ کا حکمران نجاشی فوت ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی موت کی خبر دی۔

۳ **دختر رسول اللہ ﷺ کی وفات** شعبان ۹ ھ میں حضرت ام کلثوم دختر رسول اللہ ﷺ فوت ہوئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ بنت عمیس اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بنت عبدالمطلب نے غسل دیا، بعض کا بیان ہے کہ انصاری خواتین نے ان کو غسل دیا، جن میں ام عطیہ شامل تھیں۔ میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ یہ صحیحین میں موجود ہے۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے دفن کا ارادہ کیا تو فرمایا قبر میں وہ شخص اترے جس نے اس شب اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر میں نہ اترے اور ابوطلحہ انصاری نے ان کو دفن کیا۔ احتمال ہے کہ آپ کے اس "فرمان" کا یہ مطلب ہو کہ جو لوگ قبر کھودنے اور دفنانے کا رضا کارانہ طور پر اہتمام کرتے تھے مثلاً ابوعبیدہ اور ابوطلحہ وغیرہ ان لوگوں میں سے وہ شخص قبر میں اترے، جس نے آج رات اپنی اہل سے ہم بستری نہ کی ہو۔ کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی بیوی ہو۔ یہ احتمال بعید اور سمجھ سے بالاتر معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

۴ **مصالحت** ۹ھ ہی میں ایلہ کے حکمران، جرباء اور اذرح کے باشندوں اور والیٔ دومۃ الجندل نے آپ سے مصالحت کی جیسا کہ وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔

۵......مسجد ضرار کا انہدام......۹ھ میں مسجد ضرار کو مسمار کیا گیا جس کو مسجد کی طرز تعمیر پر منافقین کے ایک گروہ نے بنایا تھا اور دراصل اسلام کے خلاف سازش کا اڈہ تھی۔

۶...... لات کا انہدام......رمضان ۹ھ میں ہی ثقیف کا وفد آیا اور انہوں نے اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے صلح کی اور ''لات'' کو مسمار کر دیا گیا۔

۷......معاویہ لیثی اور عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ۔......تبوک میں رسول اللہ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن معاویہ لیثی یا مزنی کی وفات کی خبر ہوئی تو آپ نے میدان تبوک میں ان کی نماز جنازہ پڑھی (بشرطیکہ حدیث صحیح ہو) اور منافقین کے سربراہ عبداللہ بن ابی کی بھی اسی سال نماز جنازہ پڑھی۔

۸......وفدوں کا سال......اس سال رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کی امارات کے فرائض سرانجام دیئے اور اسی سال عرب قبائل کے اکثر وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی لئے ۹ھ کو ''وفدوں کا سال'' کہتے ہیں۔ اب ہم امام بخاری وغیرہ محدثین کی اقتداء کرتے ہوئے ''کتاب الوفود'' کے نام سے ایک مستقل عنوان قائم کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کا بیان

مکہ کی فتح اور وفود کی آمد......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مکہ فتح ہو گیا، تبوک کا معرکہ انجام کو پہنچ گیا اور قبیلہ ثقیف کا وفد مسلمان ہو کر بیعت سے سرفراز ہو گیا، تو ہر طرف سے عرب کے وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے ابوعبیدہ نے بتایا کہ وفدوں کی آمد ۹ھ میں تھی اور اس سال کو ''وفدوں کا سال'' کہتے ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں سارا عرب قریش کا منتظر تھا کیونکہ قریش، لوگوں کے امام اور ان کے راہنما تھے، حرم اور بیت اللہ کے متولی تھے، اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام کی خالص اولاد تھے، اور بلا اختلاف عرب کے زعیم اور قائد تھے اور قریش ہی رسول اللہ ﷺ کے خلاف حرب وضرب کے علم بردار تھے۔

سورۂ نصر کا شان نزول۔......جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش آپ کے تابعدار ہو گئے اور اسلام نے ان کو مسخر اور مطیع کر لیا تو عرب سمجھ گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ لڑنے اور ان کے ساتھ عداوت کی استطاعت نہیں رکھتے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۱۰/۳) ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ چکی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے معافی مانگئے۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' حدیث عمرو بن مسلمہ میں بیان ہو چکا ہے کہ عرب کے تمام قبیلے یہ انتظار کر رہے تھے کہ مکہ فتح ہو جائے تو ہم مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کہتے۔ اسے اور اس کی قوم کو (باہمی جنگ وجدال کی حالت میں) چھوڑ دو، اگر وہ ان پر غالب اور فتح یاب ہو گیا تو وہ سچا نبی ہے پس جب مکہ فتح ہو گیا اور ہر قوم نے اسلام قبول کرنے کی جلدی کی۔ تو میری قوم نے بھی جلد ہی اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ جب عمرو بن مسلمہ اسلام قبول کر کے آیا تو اس نے کہا واللہ! تمہارے پاس سچے نبی کی طرف سے آیا ہوں اس نے بتایا ہے کہ فلاں نماز، فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان کہے اور جو شخص قرآن زیادہ جانتا ہو وہ امامت کرے۔ (یہ مکمل صحیح بخاری میں ہے)

فتح مکہ سے پہلے آنے والا وفد بعد میں آنے والے سے افضل ہے......میں......ابن کثیر... کہتا ہوں کہ ابن اسحاق، واقدی، بخاری اور پھر بیہقی نے ان کے بعد، ان وفدوں کا ذکر کیا ہے جن کی آمد کی تاریخ ۹ھ سے قبل ہے بلکہ فتح مکہ سے بھی قبل ہے سورہ (۵۷/۱۰)

میں ہے تم میں سے اور کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا۔ جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے ان لوگوں پر جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے۔ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ فتح مکہ کے روز آپ نے فرمایا تھا۔ اب کوئی ہجرت نہیں۔ بلکہ جہاد اور نیت ہے۔ پس ان وفدوں میں امتیاز کرنا ضروری امر ہے۔ جو فتح مکہ سے قبل آئے جن کا آنا ''ہجرت'' شمار ہوتا ہے۔ اور جو فتح مکہ کے بعد آئے جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور نیکی کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن لاحق اور بعد میں آنے والا سابق اور مقدم کی طرح زمانے اور فضیلت میں مساوی نہیں، واللہ اعلم۔ علاوہ ازیں جن ائمہ نے ''وفود'' کے بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے انہوں نے بہت سی مفید باتوں کا ذکر نہیں کیا۔ بحمد اللہ ہم انکے بیانات کا بھی ذکر کریں گے۔ اور جن باتوں کی آگاہی ضروری معلوم ہوئی ہم ان پر متنبہ بھی کریں گے۔ جب باتوں کو انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے ہم انشاء اللہ ان کو بھی بیان کریں گے۔

سب سے پہلا وفد...... محمد بن عمر واقدی م ۲۰۷ھ (کثیر بن عبداللہ مزنی، ابوہ جدہ سے) بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلا وفد رجب ۵ھ میں مضر میں سے مزینہ قبیلہ کے چار سو افراد کا وفد آیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے وطن کو ہجرت گاہ قرار دیدیا اور فرمایا تم جہاں بھی ہو مہاجر ہو لہٰذا اپنے مال مویشی کے پاس چلے جاؤ چنانچہ وہ اپنے وطن میں واپس چلے آئے۔

نیز واقدی نے ہشام بن کلبی سے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مزینہ قبیلہ میں سے سب سے پہلے خزاعی بن عبد نہم مع دس افراد کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنی قوم کے اسلام کی بیعت کی۔ جب وہ قوم کے پاس واپس گیا تو قوم کو حسب گمان نہ پایا اور وہ اس سے دست بردار ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ ہجو کیے بغیر اشارے کنائے سے چھیڑ چھاڑ اور تعریض کرے۔ چنانچہ حسان رضی اللہ عنہ نے چند اشعار کہے۔ یہ اشعار جب خزاعی کو معلوم ہوئے تو اس نے اپنی قوم سے شکایت کی تو وہ سب اکٹھے ہو کر مسلمان ہو گئے اور وہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے مزینہ قبیلہ کا علم اس کے سپرد کیا۔ خزاعی اس روز ایک ہزار تھے اور یہ خزاعی عبداللہ ذوالبجادین (م ۹ھ در تبوک) کا بھائی ہے۔

باب وفد بنی تمیم...... کے عنوان کے ذیل میں امام بخاری، حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ بنی تمیم کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اے بنی تمیم! بشارت قبول کرو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مژدہ سنایا ہے تو کچھ عطا بھی کرو، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دیکھے گئے۔ پھر یمن کا وفد آیا تو آپ نے فرمایا، بشارت قبول کرو جبکہ بنی تمیم نے اسے قبول نہیں کیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا۔ امام بخاری، حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بنی تمیم کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو حضرت ابوبکر نے کہا قعقاع بن سعید بن زرارہ کو امیر مقرر فرما دیجئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بلکہ اقرع بن حابس کو امیر بنا دیجئے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ تو صرف میری مخالفت چاہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرا ارادہ آپ کی مخالفت کا بالکل نہیں۔ وہ دونوں آپس میں الجھ پڑے یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں تو سورہ (۴۹/۱) نازل ہوئی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پہل نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، حتیٰ کہ پوری سورت نازل ہوئی۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عرب کے وفد آنے شروع ہوئے تو عطارد بن حاجب تمیمی مع چند اشراف کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جن میں اقرع بن حابس، زبرقان بن بدر، عمرو بن اہتم، حجاب بن یزید نعیم بن یزید، قیس بن حارث اور قیس بن عاصم از بنی سعد، شامل تھے۔ بقول ابن اسحاق ان میں عیینہ بن حصن حذیفہ بن بدر فزاری بھی شامل تھا۔ اقرع بن حابس اور عیینہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فتح مکہ، حنین اور غزوہ طائف میں شریک تھے۔ جب بنی تمیم کا وفد آیا تو یہ وفد کے ساتھ تھے جب مسجد نبوی میں آئے تو رسول اللہ ﷺ کو ''حجروں کے پیچھے'' سے پکارنا شروع کر دیا اے محمد ﷺ! باہر آؤ! تو رسول اللہ ﷺ ان کے چلانے سے پریشان ہوئے اور باہر تشریف لے آئے۔ انہوں نے کہا اے محمد ﷺ! ہم آپ کے پاس فخر و کبر اور خودستائی کے اظہار کے لئے آئے ہیں۔ ہمارے شاعر اور خطیب کو اظہار مدعا کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہارے خطیب کو اجازت دیتا ہوں وہ خطاب شروع کرے، چنانچہ عطارد بن حاجب تمیمی نے کھڑے ہو کر کہا:

عطارد کا خطاب ..... خدا کا شکر ہے جس کا ہم پر فضل و کرم ہے۔ اور وہی اس کا اہل اور حق دار ہے۔ جس نے ہمیں بادشاہ بنایا اور خزانوں کا مالک بنایا۔ ہم اس کی بدولت نیکی اور احسان کرتے ہیں اور اس نے ہمیں مشرقی اقوام میں معزز تر بنایا، اکثریت عطا کی، اور ساز و سامان سے نوازا، لوگوں میں ہمارے برابر کون ہے، کیا ہم لوگوں کے رئیس اور سربراہ نہیں۔ کیا ہم فضل و کرم میں ان سے بڑے نہیں، ہمارے ہم پلہ ہونے کا جس کو دعویٰ ہو۔ وہ اپنے اوصاف و فضائل گنائے جو ہم نے گنائے ہیں اگر ہم چاہیں تو بہت کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن ہم اپنے مناقب و محاسن میں مبالغہ آرائی سے شرم و حیا کرتے ہیں اور ہم اسے خوب جانتے ہیں میرا یہ بیان ہے۔ اب تم ہمارے جیسی بات کہو اور ہم سے بہتر کہو۔ یہ کہہ کر عطارد تمیمی بیٹھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس از بنی حارث کو فرمایا کھڑے ہو کر اس کے خطاب کا جواب دو تو انہوں نے کھڑے ہو کر کہا۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا خطاب ...... اس ذات کی تعریف جس نے زمین و آسمان بنائے اور اپنا حکم ان میں نافذ کیا اس کا امر اس کی کائنات پر محیط ہے۔ ہر چیز اس کے فضل و کرم سے نمودار ہے۔ اپنی قدرت سے اس نے ہم کو بادشاہت عطا کی اور اپنے بندوں میں سے بہترین شخص کو ''رسول'' منتخب کیا جو سب سے عالی نسب ہے۔ سب سے بڑھ کر سچا ہے اور سب سے زیادہ خوش اخلاق ہے۔ خدا نے اس پر قرآن اتارا اور اس کو اپنی مخلوق پر امین بنایا، وہ جملہ عالم کا انتخاب ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس پر مہاجر ایمان لائے جو اس کی قوم اور اس کے عزیز و اقارب میں سے ہیں۔ وہ سب سے عالی نسب اور حسن و جمال کے پیکر ہیں اور بلند کردار ہیں۔ اس کے بعد، ہم انصار نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا کہ ہم اس کے انصار مددگار ہیں اور اس کے رسول کے وزیر ہیں، ہم لوگوں سے برسر پیکار رہیں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنے مال و جان کو محفوظ کر لیتا ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے ہم فی سبیل اللہ ہمیشہ اس سے جہاد کرتے ہیں اس کا کشف و خون ہم پر آسان اور سہل ہے۔ میں اپنی اس بات پر اکتفا کرتا ہوں۔ اپنے اور آپ کے لئے نیز جمیع مومن مرد و زن کے لئے مغفرت کا طالب ہوں، والسلام علیکم۔

زبرقان بن بدر کے فخریہ اشعار:

نحن الكرم فلا حيّ يعادلنا

الملوك منا وفينا تنصب البيع

وكم قسرنا من الأحياء كلهم

عند النهاب وفضل العز يتبع

ونحن يطعم عند القحط مطعمنا

من الشواء اذا لم يونس الفزع

بما ترى الناس تاتينا سراتهم

من كل أرض هويا لم نصطنع

''ہم معزز لوگ ہیں کوئی قبیلہ ہمارے برابر نہیں۔ ہمارے قبیلے سے بادشاہ ہیں اور ہم میں گرجے تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اور ہم نے کتنے ہی قبیلوں کو لوٹ کر تاخت و تاراج کر دیا۔ اور معزز شخص کی خوبی قابل اتباع ہوتی ہے۔ ہم قحط کے وقت بھنا ہوا گوشت کھلاتے ہیں جبکہ گھبراہٹ اور خوف کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ لوگ ان کے اونچے مقام کو دیکھ کر ہر طرف سے جلدی جلدی چلے آتے ہیں پھر ان سے حسن سلوک کرتے ہیں''۔

فننحر الكوم عبطا في أرومتنا

للنازلين اذا ما أنزلوا شبعوا

فما ترانا الى حي نفاخرهم

الا استفادوا وکانوا الرأس تقتطع

فمن یفاخرنا فی ذاک نعرفہ

فیرجع القوم والاخبار تستمع

انا أبینا ولم یأبی لنا أحد

انا کذلک عند الفخر نرتفع

''ہم کوہان والے فربہ اونٹ مہمانوں کے لئے اپنے قبیلوں میں ذبح کرتے ہیں جب ان کی مہمانی ہوتی ہے تو وہ شکم سیر ہوتے ہیں۔جس قبیلے سے بھی تو ہمیں فخر وخودستائی کرتے دیکھے گا وہ ہم سے قصاص کی درخواست کرتے ہیں اور ان کے سر کٹ چکے ہیں۔اس بارے میں جو ہم سے فخر وستائش میں مقابلہ کرتا ہے ہم اسے جانتے ہیں۔جب قوم واپس لوٹتی ہے تو اس کی خبریں سنائی جاتی ہیں۔ہم سب کی باتیں رد کر دیتے ہیں اور ہماری بات کی کوئی تردید نہیں کرسکتا ہم اسی طرح فخر ومباہات کے مقام میں سر بلند ہوتے ہیں۔''

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا چنانچہ وہ کہتے ہیں جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور تمیمی شاعر کھڑا ہوا اس نے جو کہنا تھا، کہا۔(میں نے اشارے کنائے میں اس کی تردید کی اور اس کے قافیہ کے مطابق کہا) جب زبرقان تمیمی فخریہ اشعار کہہ کر فارغ ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حسان! کھڑا ہو اور اس کے فخر وغرور کا جواب دے۔ پھر حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

ان الذوائب من فھر واخوتھم

قد بینوا سنّۃ للناس تتبع

یرضی بھا کل من کانت سریرتہ

تقوی الالہ وکل الخیر یصطنع

قوم اذا حاربوا ضرّوا عدوھم

أوحاولوا النفع فی أشیاعھم نفعوا

سجیۃ تلک منھم غیر محدثۃ

ان الخلائق.فاعلم.شرھا البدع

ان کان فی الناس سباقون بعدھم

فکل سبق لادنی سبقھم تبع

''قبیلہ فہر کے شرفاء اور ان کے بھائیوں کے لوگوں کو وہ راستہ بتادیا ہے جس کی وہ اتباع کرتے ہیں۔جس کا باطن اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کو پسند کرتا ہے اور ہر کار خیر کیا جاتا ہے۔وہ لوگ دشمن سے برسرپیکار ہوں تو ان کے لئے مضرت رساں ہوتے ہیں یا وہ اپنے گروہ کو نفع پہنچانے کا عزم کرتے ہیں۔یہ عادات ان کی سرشت میں ودیعت ہیں اور واضح رہے کہ سب سے بری عادات نو پیدا اور بدعات ہوتی ہیں۔ان کے بعد لوگوں میں اگر کوئی نیکی کی طرف رجحان کرنے والا ہے تو نیکی کی طرف ہر فرد میلان رکھنے والا ان کے ادنیٰ نیک شخص کا تابع ہوگا۔''

لا یرفع الناس ما أوھت أکفھم

عند الدفاع ولا یوھون ما رفعوا

ان سابقوا الناس یوما فاز سبقھم

أووازنوا أهل مجد بالندى منعوا
أعفة ذكرت في الوحي عفتهم
لا يطمعون ولا يرديهم طمع
لا يبخلون على جار بفضلهم
ولا يمسهم من مطمع طبع
اذا نصبنا لحي لم ندب لهم
كما يدب الى الوحشية الذرع

''دفاع کے وقت ان کے ہاتھوں سے جو چیز پست ہو جائے لوگ اس کو سرفراز نہیں کر سکتے اور جس کو یہ سرفراز کریں اس کو پست ذلیل نہیں کر سکتے۔ اگر وہ کبھی لوگوں سے مسابقت میں مقابلہ کریں تو ان کا فرد کامیاب ہوگا یا وہ اہل مجد وشرف سے سخاوت میں مقابلہ کریں تو وہ ان کو ہرا دیں گے۔ وہ پاک دامن عفیف ہیں وحی میں ان کی پاک دامنی کا ذکر ہے۔ وہ حرص وطمع سے پاک ہیں اور نہ ہی ان کو حرص وآرزو قہر وذلت میں ڈالتا ہے۔ وہ پڑوسی کو اپنے احسان سے محروم نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کی طبیعت میں حرص ہے۔ جب ہم کسی قبیلہ سے محاذ آرائی کرتے ہیں تو ہم ان کی طرف قدمی میں آہستہ نہیں چلتے جیسا کہ نیل گاؤ کی طرف اس کا شیر خوار بچہ آہستہ چلتا ہے''۔

نسموا اذا الحرب نالتنا مخالبها
اذا الزعانف من أظفارها خشعوا
لا يفخرون اذا نالوا عدوهم
وان أصيبوا فلا خور ولا هلع
كأنهم في الوغى والموت مكتنع
أسد بحلية في أرساغها فدع
خذ منهم ما أتوا عفوا اذا غضبوا
ولا يكن همك الأمر الذي منعوا
فان في حربهم فاترك عداوتهم
شرا يخاض عليه السم والسلع

''جب لڑائی کے ناخن ہمیں زخمی کرتے ہیں تو ہم پیش قدمی کرتے ہیں جب کہ بزدل لوگ اس کے ناخنوں سے ڈرتے ہیں۔ جب وہ دشمن پر قابو پا لیتے ہیں تو فخر کرتے اگر وہ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو بزدلی اور جزع وفزع کا اظہار نہیں کرتے۔ موت سر پر منڈلا رہی ہو تو وہ لوگ جنگ میں گویا شیر ہیں۔ گھوڑوں کے ایک دستہ میں جو پاؤں کے تلوے زمین پر نہیں لگاتے۔ جب وہ غضبناک ہوں تو ان سے وہی پکڑ لے جو وہ خود بخود عطا کریں اور جس کو وہ روک لیں اس کے لینے کا تیرا ارادہ نہ ہو اس کی عداوت کا خیال ترک کر دو۔ کیونکہ ان کی لڑائی میں ایسا شر ہے جس میں زہر اور بدمزہ تلخ درخت کا رس مخلوط ہو''۔

أكرم بقوم رسول الله شيعتهم
اذا تفرقت الأهواء والشيع
أهدى لهم مدحتي قلب يؤازره
فيما أحب لسان حائك صنع

فـا بهم أفـضـل الاحيـاء كـلهم

ان جـد فـي الـنـا س جـد الـقـول أو شـمـعـوا

”رسول اللہ ﷺ کی قوم اوران کی گروہ کس قدر مکرم ومحترم ہے جب خواہشات اور گروہ باہم متفاوت ہوں۔ فصیح بلیغ زبان نے ان کی خدمت میں ”مدح“ پیش کی ہے دل اس کا معاون ہے اس کی خواہش کے مطابق۔ وہ سب قبائل سے افضل ہیں خواہ لوگوں میں وہ سنجیدگی سے بات کریں یا ہنسی مذاق میں“۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ بنی تمیم کے بعض ماہر شعراء نے مجھے بتایا کہ بنی تمیم کے وفد میں جب زبرقان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا:

أتـيـنـا ك كـيـمـا يـعـلـم الـنـا س فـضـلـنـا

اذا اخـتـلـفـوا عـنـد احـتـضـا ر الـمـو اسـم

بـا نـا فـروع الـنـا س فـي كـل مـوطـن

وأن ليـس فـي أرض الـحـجـا ز كـدارم

وأنـا نـذو د الـمـعـلـمـين اذا انـتـخـوا

ونـضـرب ر أس ا لأصيـد الـمـتـفـا قـم

وان لـنـا الـمـربـاع فـي كـل غـا ر ة

لـغـيـر بـنـجـد أو بـأرض الا عـاجـم

”ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ لوگ ہمارے فضل وبزرگی سے آگاہ ہو جائیں جب وہ موسم حج میں اختلاف کریں۔ کہ ہم (یعنی عوام) بڑے لوگوں سے کمتر ہوتے ہیں ہر مقام میں اور یہ کہ ارض حجاز میں بنی دارم کا ہمسر کوئی نہیں۔ جب بہادر لوگ نخوت سے چلیں تو ہم ان کو دھکیل دیتے ہیں ہم بڑے متکبر کے سر پر تلوار کا وار کرتے ہیں۔ ہر مال غنیمت میں ہمارا چوتھا حصہ ہوتا ہے وہ غارت گر نجد میں غارت گری کریں یا عجم میں“۔

حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کا فی البدیہہ جواب دیا:

هـل الـمـجـد الا الـسـؤدد الـعـود والـنـدى

وجـاه الـمـلـوك واحـتـمـا ل الـعـظـا ئـم

نـصـرنـا واويـنـا الـنـبـي مـحـمـد

عـلـى أنف را ض مـن مـعـد ورا غـم

بـحـي حـريـد اصـلـه ولـر اؤه

بـجـا بية الـجـو لا ن وسـط الا عـا جـم

نـصـر نـاه لـمـا حـل بـين بـيـو تـنـا

بـا سـيـا فـنـا مـن كـل بـا غ وظـا لـم

”مجد وشرف نام ہے۔ بزرگی، تجربہ کاری، سخاوت، شاہوں کے جاہ جلال اور مصائب کے برداشت کا۔ ہم نے نبی محمد ﷺ کی مدد کی اوران کو پناہ دی، معد قبیلہ کی رضا مندی اور ناراضگی کے باوجود۔ ایک منفرد قبیلہ کے ساتھ اس کا اصل وطن اور بادشاہت عجمیوں کے وسط میں واقع ”جابیہ جولان“ میں ہے۔ جب آپ ﷺ ہمارے شہر کے درمیان مقیم ہوئے تو ہم نے اپنی تلواروں کے ساتھ ہر سرکش اور ظالم سے آپ کی امداد اور نصرت کی“۔

حعلنا بنينا دونه وبناتنا — وطبنا له نفسا بفي المغانم
ونحن صر بنا الناس حتى تتا بعوا — على دينه بالمرهفات الصوارم
ونحن ولدنا من قريش عظيمها — ولدنا نبي الخير من آل هاشم
بني دارم لا تفخروا ان فخركم — يعود وبالا عند ذكر المكارم

جعلنا بنينا دونه وبنا تنا — وطبنا له نفسا بفي المعانم
ونحن ضر بنا الناس حتى تتابعوا — على دينه بالمرهفات الصوارم
ونحن ولدنا من قريش عظيمها — ولدنا نبي الحير من آل هاشم
بني دارم لا تفخروا ان فخركم — يعود وبالا عند ذكر المكارم

''عقل کے اندھو! تم ہم پر فخر کرتے ہو حالانکہ تم ہمارے نوکر چاکر ہو۔ بعض تم سے ہمارے بچوں کو دودھ پلانے والے ہو اور بعض خدمت گار۔ اگر تم اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے آئے ہو، مبادا وہ مال غنیمت میں تقسیم ہو جائیں۔ تو اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور مسلمان ہو جاؤ اور عجمیوں کا لباس نہ پہنو''۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ اپنے اشعار پڑھ کر فارغ ہوئے تو اقرع بن حابس نے کہا، باپ کی قسم! تیرے یہ اشعار الہامی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا خطیب سے خوش بیان ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اور ان کا لب ولہجہ ہماری آوازوں سے بلند ہے۔ جب وہ باہمی مفاخرت سے فارغ ہوئے تو مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو تحائف سے خوب نوازا۔

عمرو بن اہتم کے ہجو یہ اشعار عمرو بن اہتم اور زبرقان کم سن تھا، اس کو ڈیرے میں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ قیس بن عاصم نے اس کے بارے میں کہا، جو اس سے عداوت رکھتا تھا۔ یا رسول اللہ! ایک ہمارا فرد ڈیرے پر ہے۔ وہ نوجوان لڑکا ہے اور وہ ایسا ویسا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کو ان سب کے برابر عطیہ عطا فرما دیا، جب عمرو بن اہتم کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے قیس بن عاصم کی ہجو اور مذمت کی:

ظلمت مفترش الهلباء تشتمني
عند الرسول فلم تصدق ولم تصب
سدناكم سودداً رهواً وسوددكم
بادنوا جذه مقع على الذنب

''تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی دبر بچھائے ہوئے مجھے گالی دیتا ہے۔ تو نے نہ سچ کہا اور نہ ہی درست بات کہی۔ ہم نے تم پر مسلسل سرداری اور ریاست کے فرائض انجام دیئے اور تمہاری سرداری کی باچھیں کھلی ہوئی ہیں دم پر بیٹھی ہوئی ہے''۔

بیہقی (یعقوب بن سفیان، سلیمان بن حرب، حماد بن زید) محمد بن زبیر حنظلی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم اور عمرو بن اہتم حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن اہتم سے کہا زبرقان کی بابت بتایئے (باقی رہا قیس بن عاصم تو میں اس کے بارے میں نہیں پوچھتا غالب گمان ہے کہ آپ ﷺ اس سے واقف ہوں) تو اس نے کہا، وہ اپنے عزیز واقارب میں مطاع اور مقبول ہے، قوی حجت والا فصیح وبلیغ ہے، اپنی رعایا کی حفاظت کرنے والا ہے یہ سن کر زبرقان نے کہا، اس نے جو کہنا تھا کہا اس کے علاوہ بھی وہ میری خوبیاں جانتا ہے تو عمرو بن اہتم نے دوبارہ کہا میری دانست میں، تو تو بے مروت، مختصر اونٹوں والا، تیرا والد بے وقوف اور ماموں کمینہ ہے۔ پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دونوں مرتبہ درست کہا ہے اس نے پہلے مجھے خوش کیا تو میں نے اس کے بہترین اوصاف بیان کئے پھر اس نے مجھے ناراض کیا تو میں نے اس کے بدترین عیوب بیان کئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں (یہ روایت اس سند سے مرسل ہے) یہ مرسل اور

سند سے موصول بیان ہوئی ہے۔حافظ بیہقی (ابو جعفر کامل بن احمد المستملی محمد بن محمد بن احمد بن عثمان بغدادی محمد بن عبداللہ بن الحسن علاف در بغداد علی بن حرب طائی، ابو سعد بن ہیثم بن محفوظ، ابو المقوم یحییٰ بن یزید انصاری حکم، مقسم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر اور عمرو بن اہتم از قبیلہ تمیم بیٹھے تھے تو زبرقان نے فخریہ انداز میں کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تمیم کا رئیس ہوں ان میں مطاع اور مقبول ہوں ظلم وزیادتی سے ان کی حفاظت کرتا ہوں اور ان کے حقوق کا محافظ اور کفیل ہوں اور یہ عمرو بن اہتم ان حقائق کو جانتا ہے تو عمرو بن اہتم نے کہا وہ واقعی فصیح و بلیغ قادر الکلام شاعر ہے اپنے حقوق کا محافظ ہے عزیز واقارب میں مطاع و مقتدا ہے۔تو زبرقان نے کہا، علاوہ ازیں بھی وہ میری خوبیوں سے آگاہ ہے۔مگر حسد کے مارے بیان نہیں کرتا، تو عمرو بن اہتم نے کہا ہاں! میں تجھ سے حسد کرتا ہوں، واللہ! تیرا ماموں کمینہ ہے والد احمق ہے اور تو تو پٹنے کے قابل ہے قبیلہ میں بے توقیر ہے واللہ! یارسول اللہ! میں نے پہلے بھی صحیح کہا تھا اور اب بھی میں نے کذب بیانی سے کام نہیں لیا لیکن میرا دستور ہے جب راضی ہوں تو بہترین اوصاف بیان کرتا ہوں اور جب ناراض ہوں تو بدترین عادات بیان کرتا ہوں۔مگر دونوں دفعہ میں نے صداقت کا دامن نہیں چھوڑا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں۔یہ سند نہایت غریب ہے۔

بنی تمیم کے آنے کی وجہ...... واقدی نے ان کی آمد کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ خزاعہ کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف عیینہ بن بدر فزاری کو پچاس افراد کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ان میں کوئی انصاری اور مہاجر نہ تھا۔چنانچہ وہ گئے اور بنی تمیم میں سے گیارہ مرد، گیارہ خواتین اور تیس بچے گرفتار کر لائے۔اس قیدیوں کے باعث بنی تمیم کے شرفاء کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔مشہور ہے کہ یہ وفد اسی یا نوے افراد پر مشتمل تھا۔ان میں عطارد، زبرقان، قیس بن عاصم، قیس بن حارث، نعیم بن سعد، اقرع بن حابس، رباح بن حارث اور عمرو بن اہتم بھی شامل تھے۔

آیاتِ حجرات کا شانِ نزول.... یہ لوگ مسجد میں آئے تو بلال ظہر کی اذان کہہ چکے تھے اور نمازی رسول اللہ ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔اس وفد نے عجلت سے کام لیا اور رسول اللہ ﷺ کو حجرات کے پیچھے سے آوازیں دینی شروع کیں تو ان بارے میں سورہ حجرات کی (۳-۴/۴۹) آیات نازل ہوئیں۔پھر واقدی نے ان کے خطیب اور شاعر کا ذکر کیا ہے۔اور نبی علیہ السلام نے ہر فرد کو بارہ اوقیہ سے کچھ زائد چاندی عطا کی اور عمرو بن اہتم کو کم سنی کی وجہ سے صرف پانچ اوقیہ دی، واللہ اعلم۔بقول ابن اسحاق ان کے بارے میں سورہ حجرات کی یہ آیات نازل ہوئیں۔"بے شک جو لوگ آپ کو حجرو ل کے باہر سے پکارتے ہیں اکثر ان میں سے عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس نکل کر آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا او راللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔(۳-۴/۴۹) ابن جریر (ابو عمار حسین بن حریث مروزی، فضل بن موسیٰ، حسین بن واقد، ابو اسحاق) حضرت براء بن عازب سے آیت (۴۹/۴) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے محمد ﷺ! "ان حمدی زین وذمی شین، فقال ذالک اللہ عزوجل" یہ سند جید ہے اور متصل ہے۔

امام احمد (عفان، وھیب، موسیٰ بن عقبہ، ابو سلمہ، عبدالرحمان) اقرع بن حابس سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے دوبارہ یا محمد ﷺ! کہا (اور ایک روایت میں ہے یارسول اللہ ﷺ کہا) اسے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! (میں ایسا شہرہ آفاق شخص ہوں) میرا تعریف کرنا زینت وخوبی ہے اور مذمت کرنا داغ اور دھبہ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شان تو اللہ عزوجل کی ہے۔

بنی تمیم کی فضیلت...... امام بخاری (زہیر بن حرب، جریر بن عمارہ بن قعقاع، ابو زرعہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ سے بنی تمیم کے بارے میں تین باتیں سنی ہیں ان سے محبت کرنے لگا ہوں۔

(۱)... میری امت میں سے یہ لوگ دجال پر سب سے سخت ہیں۔

(۲)... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک تمیمی کنیز اسیر تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو آزاد کردے، یہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

(۳) ان کا مال زکوٰۃ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔ امام مسلم نے بھی اس کو زہیر بن حرب سے بیان کیا ہے۔ یہ حدیث قتادہ کے ان ہجویہ اشعار کی تردید کرتی ہے جو صاحب حماسہ وغیرہ نے نقل کئے ہیں:

تمیم بطرق اللؤم أهدى من القطا
ولو سلكت طرق الرشاد لضلت
ولو أن برغوثا على ظهر قملة
رأته تميم من بعيد لولت

''بنی تمیم طعن وملامت کے راستوں میں ''قطا'' پرندے سے بھی زیادہ راہ پانے والے ہیں اگر وہ رشد وہدایت کی راہ پر چلیں تو گم راہ ہو جائیں۔ اگر وہ دور سے پسو کو جوں کی پشت پر سوار دیکھ لیں تو دم دبا کر بھاگ جائیں''۔

بنی عبدالقیس کا وفد امام بخاری (ابواسحاق، ابو عامر عقدی قرہ) ابوحمزہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا میرے پاس ایک گھڑا ہے۔ جس میں نبیذ (کھجور کا شربت) بنایا جاتا ہے۔ میں شیریں اور میٹھا کرنے کے بعد اس کو پیا کرتا ہوں بعض اوقات بہت پی لیتا ہوں اور لوگوں کے پاس دیر تک بیٹھتا ہوں کیونکہ ڈرتا ہوں کہیں فضیحت نہ ہو جائے کہ (لوگ کہیں یہ نشہ باز ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا عبدالقیس قبیلہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے فرمایا، خوش آمدید! اچھا ہوا کہ ذلیل اور شرمندہ ہونے سے پہلے آئے (جنگ کے بعد مسلمان ہوتے تو ذلت ورسوائی ہوتی) انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مضر کے مشرک حائل ہیں۔ ہم آپ تک صرف محترم مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ہم سے دین کی تمام باتوں کا خلاصہ بیان کر دیجئے کہ اگر ہم ان پر عمل کریں تو جنت میں داخل ہوں اور اپنے باقی ماندہ لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں آپ نے فرمایا تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ وہ ہے کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
(۲) نماز پڑھنا۔
(۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔
(۴) لوٹ اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔

اور چار باتیں جن سے منع فرمایا:

(۱) دبا یعنی کدو کے تو بنے۔
(۲) نقیر یعنی کریدی ہوئی لکڑی کے برتن کے استعمال سے۔
(۳) حنتم یعنی سبز لاکھی مرتبان یا گھڑے کے استعمال سے۔
(۴) مزفت یعنی روغنی برتن میں نبیذ بھگونے سے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے قرہ بن خالد از ابوحمزہ بیان کیا ہے اور مسلم وبخاری میں ابوحمزہ سے متعدد اسناد سے مروی ہے۔

بردباری اور سنجیدگی امام مسلم نے اس روایت کو (سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، ابونضرہ) ابوسعید سے ان کے قصہ کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ نیز مسلم شریف میں یہ اضافہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالقیس کے اشج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں دو عادتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے حلم وبردباری اور غور وفکر وسنجیدگی (اور ایک روایت میں ہے (اللہ اور اس کا رسول ان کو پسند کرتا ہے) تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ دو باتیں کسبی ہیں یا وہبی میں نے خود حاصل کی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے میری فطرت میں ودیعت کی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری فطرت میں ودیعت کی ہیں تو اشج نے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے میری فطرت میں ایسی دو عادتیں پیدا کی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے

ہیں۔امام احمد (ابن سعید مولی ابی ہاشم، مطر بن عبدالرحمان، ہند بنت وازع) وازع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور اشج (منذر بن عامر بن منذر) وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے ساتھ ایک آسیب زدہ شخص بھی تھا' جب ہمارے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو سواریوں سے کود کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ بعدازاں اشج اپنی سواری سے اترا، سواری کو باندھا اور تھیلا نکال کر اس کو کھولا اس میں سے سفید کپڑے نکال کر پہنے پھر اس نے باقی سواریوں کو باندھا بعدازاں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اشج! تجھ میں دو عادتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے حلم و بردباری اور سنجیدگی، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے از خود ان کو حاصل کیا ہے یا اللہ نے میری فطرت میں پیدا کی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے یہ تیری خصلت میں پیدا کی ہیں تو اس نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھ میں ایسی دو عادتیں پیدا کی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

آسیب زدہ کا علاج .....وازع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ساتھ میرا ماموں آسیب زدہ ہے۔ آپ ﷺ اس کے لئے دعا فرما دیں تو آپ نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ اسے میرے پاس لاؤ' وازع نے کہا میں نے بھی اشج کا طریقہ بیان کیا اور اسے لباس پہنا کر لایا۔ آپ ﷺ نے اس کو پیچھے سے اٹھایا یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سپیدی دیکھی پھر آپ نے اس کی پشت پر مار کر کہا، "اخرج عدو اللّٰہ" اے اللہ کے دشمن! نکل جا پھر اس نے ہماری طرف اپنا چہرہ پھیرا تو وہ ایک صحت مند آدمی لگ رہا تھا۔

دست بوسی ......امام بیہقی، ہود بن عبداللہ بن سعد کی معرفت اس کے دادا مزیدہ عبدی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کے دوران فرمایا کہ اس سمت سے ایک قافلہ نمودار ہوگا وہ مشرقی لوگوں سے بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس سمت متوجہ ہوئے تو ۱۳ افراد پر مشتمل ایک وفد سے ملاقات ہوئی پوچھا کون سی قوم سے ہو؟ بتایا "بنی عبدالقیس" سے، پوچھا کیا تجارت کی غرض سے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا جی نہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے ابھی تمہارا ذکر خیر کیا ہے پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ہیں تمہارے "صاحب" جن سے تم ملنا چاہتے ہو۔ چنانچہ وہ سواریوں سے کود پڑے بعض ان میں سے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور بعض دوڑتے ہوئے اور بعض ان سے بھی تیز رفتار بھاگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی "دست بوسی" کی۔ اشج سواریوں میں پیچھے رہا، اس نے قوم کا سامان اکٹھا کیا، پھر وہ آرام سے چلتا ہوا آیا اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ چوما تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اشج! تیری ذات میں دو عادتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ اس نے عرض کیا یہ وھبی اور فطری ہیں یا میری حاصل کردہ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبلی اور فطرتی ہیں تو اس نے کہا:

الحمدللّٰہ الذی جبلنی علی مایحب اللّٰہ ورسولہ

عیسائی کا قبول اسلام ...ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جارود بن عمرو بن حنش برادر عبدالقیس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (بقول ابن ہشام جارود بن بشر بن معلی عیسائی، عبدالقیس کے وفد کے ہمراہ آیا) ابن اسحاق کا ایک ثقہ راوی کی معرفت حسن (یا حسین بقول ابن ہشام) سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر گفتگو کی تو آپ نے اس کے سامنے "اسلام" پیش کیا اور اس کی طرف بلایا اور اس کو رغبت دلائی تو اس نے کہا اے محمد ﷺ! میں ایک آسمانی دین پر قائم ہوں اور میں اپنا دین ترک کر کے آپ کا دین اختیار کرتا ہوں کیا آپ میرے دین کے ضامن ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں ضامن اور کفیل ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اس سے بہتر دین کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ پھر وہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے سواری مانگی تو آپ نے فرمایا واللہ! میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وطن واپس جاتے ہوئے راستہ میں لوگوں کے بھٹکے ہوئے اونٹ ملتے ہیں کیا ہم ان پر سوار ہو کر وطن پہنچ سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں! ان سے پرہیز کرو، یہ تو آگ کی سوزش ہے۔ چنانچہ جارود واپس قوم کے پاس چلا گیا وہ اسلام پر قائم رہا اور پوری زندگی بڑی سختی سے دین اسلام کا پابند رہا۔ اس نے ارتداد کا زمانہ پایا جب اس کی قوم غرور بن منذر بن نعمان بن منذر کے ساتھ مرتد ہو گئی اور عیسائیت کو اختیار کر لیا تو

اس نے ''دین حق'' کی شہادت دی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کی اے لوگو! میں گواہ ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور بے شک محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اور جو شخص یہ گواہی نہ دے میں اس کو کافر کہتا ہوں۔

امیر بحرین...... فتح مکہ سے پہلے، رسول اللہ ﷺ نے علاء بن حضرمی کو منذر بن ساوی عبدی کی طرف سفیر بنا کر روانہ کیا تھا وہ مسلمان ہو گیا اور اسکا اسلام پختہ تھا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بحرین کے ارتد سے قبل ہی مر گیا تھا اور علاء بن حضرمی اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بحرین کا امیر تھا۔

مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ...... بنا بریں امام بخاری نے (ابراہیم بن طہمان از ابوحمزہ ابن عباس نقل کیا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ بحرین کی ''جواثی'' بستی میں، عبدالقیس کی مسجد میں پڑھا گیا۔

ظہر کی دو رکعت کی نماز کی تاکید...... امام بخاری نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفد عبدالقیس کی آمد کے باعث ظہر کے فرض کے بعد دو رکعت مؤخر کر دیں یہاں تک کہ ان کو بعد از نماز عصر گھر میں پڑھا۔

وفد کب آیا...... میں......ابن کثیر......کہتا ہوں کہ ابن عباس کی روایت سے یہ عیاں ہے کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ سے قبل آیا تھا کیونکہ ان کا بیان ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ حائل ہے ہم آپ کے پاس صرف محترم مہینوں میں ہی پہنچ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ثمامہ کا واقعہ اور بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی آمد .. باب وفد حنیفہ اور قصہ ثمامہ کے تحت امام بخاری (عبداللہ بن یوسف لیث بن سعد، سعید بن ابی سعید) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف روانہ کئے، پھر وہ بنی حنیفہ کے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لے آئے اور اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور پوچھا اے ثمامہ! تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اچھا ہے۔ اے محمد ﷺ! اگر آپ مجھے ہلاک کر دیں تو ایک ایسے آدمی کو ماریں گے جس کا خون ضائع نہ جائے گا اگر آپ احسان کریں تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے، اور اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو جتنا مانگیں حاضر ہے۔ (وہ بندھا رہا) یہاں تک کہ دوسرا دن آ گیا۔

پھر آپ ﷺ نے پوچھا اے ثمامہ! تیرا کیا حال ہے' تو اس نے کہا، میں تو عرض کر چکا ہوں اگر آپ نوازش کریں تو ایک ''قدر دان'' پر نوازش کریں گے آپ اسے باندھا ہوا چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ تیسرا روز آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا اے ثمامہ! کیا بات ہے، تو عرض کیا میں تو بتا چکا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا! ثمامہ کو چھوڑ دو چنانچہ وہ مسجد کے نخلستان میں چلا گیا۔ غسل کر کے مسجد میں واپس آیا تو اس نے کہا:

اشهد ان لااله الاالله واشهد ان محمداً رسول الله

اے محمد! واللہ! روئے زمین کا کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مجھے برا اور مبغوض نہ تھا اور اب آپ کا چہرہ سب چہروں سے زیادہ پیارا اور محبوب ہے واللہ! آپ کے مذہب سے زیادہ، مجھ کو کسی مذہب سے نفرت نہ تھی اب آپ کا مذہب سب مذاہب سے مجھ کو پسند ہے۔ واللہ آپ کے شہر سے زیادہ مجھ کو کسی شہر سے وحشت نہ تھی اب آپ کا شہر سب شہروں سے مانوس اور پیارا ہے۔

آپ ﷺ کے لشکر نے مجھے گرفتار کیا اور میرا عمرہ کرنے کا ارادہ تھا۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے اس کو مژدہ سنا کر عمرہ کی اجازت دی جب وہ مکہ میں آیا تو کسی نے کہا، کیا تو بے دین ہو چکا ہے تو اس نے کہا نہیں تو، بلکہ میں تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہوں۔ واللہ یمامہ سے تم کو گندم کا ایک دانہ بھی میسر نہ ہوگا جب تک رسول اللہ ﷺ حکم نہ دیں۔ امام بخاری نے اس روایت کو دوسرے مقام پر بھی ذکر کیا ہے۔ امام مسلم ابوداؤد اور نسائی نے قتیبہ کے واسطے سے لیث سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری کی ترتیب پر اعتراض امام بخاری کا اس واقعہ کو ''وفود'' کے سلسلہ میں بیان کرنا قابل اعتراض ہے کیونکہ ثمامہ خود نہ آیا تھا بلکہ اسے گرفتار کر کے اور باندھ کر لایا گیا تھا اور مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا طرفہ یہ کہ امام بخاری کا اس واقعہ کو ۹ھ کے ''وفود'' کے ساتھ بیان کرنا ایک دوسرا اعتراض ہے۔ کیونکہ قصہ کے بیان سے واضح ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل کا واقعہ ہے کیونکہ اہل مکہ نے اس کو مسلمان ہونے کا طعنہ دیا تھا اور کہا تھا کہ (اصبوت) کیا تو بے دین ہو گیا اور اس نے دھمکی دی تھی کہ یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی برآمد نہ ہوگا جب تک رسول اللہ ﷺ حکم نہ دیں تو ثابت ہوا کہ مکہ اس وقت ''دارحرب'' تھا اہل مکہ ابھی تک اسلام سے سرفراز نہ ہوئے تھے، واللہ اعلم۔ بنابریں حافظ بیہقی نے ''ثمامہ کا قصہ'' فتح مکہ سے معمولی عرصہ قبل ذکر کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے لیکن ہم نے اس کو محض امام بخاری رضی اللہ عنہ کی اتباع کی خاطر یہاں بیان کیا ہے۔

مسیلمہ کو حضور ﷺ کا جواب امام ..... بخاری (ابوالیمان، شعیب، عبداللہ بن ابی حسین نافع بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں مسیلمہ کذاب مدینہ آیا تھا اور مطالبہ کر رہا تھا کہ اگر محمد ﷺ اپنے بعد، مجھے اپنا جانشین نامزد کریں تو میں ان کی اطاعت کرتا ہوں، مسیلمہ اپنے ساتھ قوم کے بہت سے افراد کو لایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر مسیلمہ کذاب کے پاس تشریف لائے۔ آپ کے دست مبارک میں کھجور کی چھڑی تھی۔ آپ نے مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا:

> اگر تو مجھ سے یہ چھڑی مانگے تب بھی میں نہیں دینے کا، اور تو اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر سے تجاوز نہیں کر سکتا، اگر تو مسلمان نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ تجھے تباہ کر دے گا، اور میں سمجھتا ہوں تو وہی شخص ہے جس کا حال اللہ، مجھے خواب میں دکھا چکا ہے اور میری طرف سے یہ ثابت بن قیس تجھے جواب دے گا۔''

یہ فرما کر آپ واپس چلے آئے۔

حضرت ابن عباس نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کہ ''تو وہی شخص ہے جس کا حال مجھ سے خواب میں بیان کیا گیا ہے'' کا مطلب پوچھا تو حضرت ابو ہریرہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سو رہا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں دو ''سونے کے کنگن'' ہیں تو مجھ کو فکر لاحق ہوئی اور خواب ہی میں مجھے حکم ہوا ان پر پھونک مارو، میں نے پھونکا تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ میرے بعد، دو جھوٹے شخص نبوت کا دعویٰ کریں گے ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ کذاب۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب اور اس کی تعبیر ..... امام بخاری (اسحاق بن نصر، عبدالرزاق، معمر، ہشام بن امیہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں محو خواب تھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے اور مجھے ناگوار گزرے، تو مجھے خواب ہی میں بتا دیا گیا کہ ان پر پھونک مارو، میں نے پھونکا تو وہ دونوں غائب تھے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ دو جھوٹے متنبی ہیں جن کے درمیان میں مقیم ہوں ایک صنعا والا اور دوسرا یمامہ والا۔ امام بخاری، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر معلوم ہوئی کہ مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور بنت حارث کے گھر میں مقیم ہوا اور یہ کہ بنت حارث بن کریز اس کی بیوی تھی۔ اور یہ ام عبداللہ بن عامر بن کریز کی کنیت سے معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثابت بن قیس (خطیب رسول اللہ ﷺ) بھی تھے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی آپ ﷺ اس کے گھر میں آئے اور اس کے پاس کھڑے ہو کر بات کی تو مسیلمہ کذاب نے کہا اگر آپ چاہیں تو آپ تنہا حکومت کریں اور اپنی وفات کے بعد ہمیں سونپ دیں۔ تو آپ نے فرمایا اگر تو یہ حقیری چھڑی بھی مانگے تو میں دینے کا نہیں، کہاں حکومت تمہیں دوں گا اور میں تجھ کو وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ میری جانب سے تیرے ساتھ گفتگو کریں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ یہ بات کر کے واپس تشریف لے آئے۔

عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباس رسول اللہ ﷺ کے خواب کے بارے میں پوچھا تو ابن عباس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نیند میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں میں ان سے گھبرا گیا اور مجھے برے معلوم ہوئے خواب میں

مجھے حکم ہوا ان پر پھونک مارو۔ امیں نے ان پر پھونک ماری اور وہ دونوں اڑ گئے، میں نے ان کی تعبیر یہ سمجھی کہ دو کذاب متنبی پیدا ہوں گے۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ ایک اسود عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ کذاب ہے۔

مسیلمہ کذاب شعبدہ باز بھی تھا...... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی حنیفہ کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں مسیلمہ کذاب بن ثمامہ بن حبیب بن حارث بن عبدالحارث بن ہماز بن ذھل بن الزول بن حنیفہ تھا اس کی کنیت ہے ابوثمامہ یا ابوہارون اس نے اپنا نام "رحمان" تجویز کیا تھا "رحمان الیمامہ" کے نام سے پکارا جاتا تھا قتل کے روز اس کی عمر ۱۵۰ سال تھی اور وہ شعبدہ بازی کے کئی طریقے جانتا تھا چنانچہ وہ تنگ منہ والی بوتل میں انڈا داخل کر دیتا تھا۔ اور یہ اس کا موجد ہے پرندے کے پر کاٹ کر جوڑ دیتا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پہاڑ سے ایک ہرنی آتی ہے اور وہ اس کا دودھ دوہتا ہے۔ ہم اس ملعون کے "قتل کے حالات" میں اس کے بارے میں باتیں بیان کریں گے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ وفد بنی حنیفہ کا قیام، بنت حارث، ایک انصاری اور نجاری خاتون، کے ہاں تھا اور مدینہ کے بعض اہل علم کا بیان ہے کہ بنی حنیفہ کے لوگ مسیلمہ کذاب کو کپڑوں کے سایہ تلے، رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے دست مبارک میں کھجور کی چھڑی تھی، جس کے کنارے پر پتے تھے جب وہ کپڑوں کے سایہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اس نے آپ ﷺ سے گفتگو کی اور حکومت میں اشتراک کا سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو مجھ سے اس چھڑی کا بھی سوال کرے تو میں نہ دوں گا" حکومت تو دور کی بات ہے۔"

مسیلمہ کا کلام جسے وہ قرآن سے تشبیہ دیتا تھا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اہل یمامہ میں سے بنی حنیفہ کے ایک شیخ نے مجھے بتایا کہ مسیلمہ کا واقعہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا خیال ہے کہ بنی حنیفہ کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور انہوں نے مسیلمہ کو اپنے ڈیرے میں چھوڑ دیا جب وہ اسلام قبول کر چکے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے ایک ساتھی کو ڈیرے میں پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور وہ ہمارے ساز و سامان کا نگراں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بھی ان کے مطابق انعامات سے نوازا اور فرمایا:

"اما انه ليس بشر كم مكانا"

"وہ تم سے کمتر نہیں کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامان کا نگہبان ہے"۔

رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی مقصد تھا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں سے واپس لوٹ آئے اور مسیلمہ کو اس کا عطیہ دے دیا جو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تھا جب وہ "یمامہ" پہنچے تو وہ "عدو اللہ" مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویدار بن بیٹھا اور ان کو جھوٹی خبریں سنانے لگا اور اس نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نبوت میں شریک بنا دیا گیا ہوں اور اس نے وفد میں شامل لوگوں سے کہا، جب تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے میرا ذکر کیا تو کیا آپ نے فرمایا نہ تھا:

"امانه ليس بشر كم مكانا"

"وہ تم سے کمتر نہیں"۔

یہ جملہ اسی وجہ سے فرمایا گیا تھا کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ میں ان کے ہمراہ نبوت میں شریک ہوں پھر وہ ان کو مسجع اور مقفیٰ کلام سنانے لگا اور اپنے خیال فاسد میں قرآن کے مشابہ باتیں کرنے لگا۔

لقد انعم الله على الحبلى اخرج منها نسمة تسعى من بين صفاق وحشى

اللہ تعالیٰ کا حاملہ پر احسان ہے کہ اس سے رواں دواں روح کو پیدا کیا، آنتوں اور باریک جھلی کے درمیان سے۔ شراب نوشی اور بدکاری کو ان کے لئے حلال قرار دیا اور نماز معاف کر دی۔ بایں ہمہ وہ رسول اللہ ﷺ کو نبی تسلیم کرتا تھا قبیلہ بنی حنیفہ اس کے ساتھ اس امر میں متفق تھا ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون سا واقعہ پیش آیا۔

حضور اکرم ﷺ کی پیشن گوئی سہیلی وغیرہ کا بیان ہے کہ رحال بن عنفوہ اس کا نام نہار ہے مسلمان ہوا اور اس نے کچھ قرآن

پڑھا اور مدت تک رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا۔ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور فرات بن حیان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا تم میں سے ایک کی داڑھ جہنم میں جبل احد کے برابر ہوگی، حضرت ابو ہریرہ اور فرات کو اسی وعید کا برابر خوف رہا یہاں تک کہ رحال، مسیلمہ کے ساتھ مرتد ہو گیا اور اس نے جھوٹی گواہی دی کہ مسیلمہ کو رسول اللہ ﷺ نے نبوت میں شریک بنالیا تھا اور اس کو کچھ قرآن (جو اسے یاد تھا) سکھا دیا اور مسیلمہ نے دعویٰ کیا کہ وہ قرآن اس پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اس باعث قبیلہ بنی حنیفہ میں عظیم فتنہ برپا ہوا اور حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، جنگ یمامہ میں اس کو جہنم رسید کر دیا۔ (کما سیاتی)

مسیلمہ کا رسول اللہ ﷺ کو خط ۔۔ یونس بن بکیر، ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ بن حبیب نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط لکھا تھا: ''من جانب مسیلمہ رسول اللہ بنام محمد رسول اللہ ﷺ سلام علیک، امابعد، میں تیرے ساتھ حکومت کا برابر کا شریک بنا دیا گیا ہوں نصف حکومت ہماری اور نصف تمہاری لیکن قریش ایسی قوم ہے جو زیادتی کرتی ہے۔'' دو قاصد یہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب لکھوایا۔ ''من جانب رسول اللہ ﷺ بنام مسیلمہ کذاب ہدایت کے تابعداروں پر سلام ہو، امابعد! زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور نیک انجام پرہیز گاروں کا ہے۔'' یہ ۱۰ھ کے اختتام کا واقعہ ہے۔

قاصدوں کے ساتھ حضور ﷺ کا سلوک ۔ یونس بن بکیر (ابن اسحاق، سعد بن طارق، سلمہ بن نعیم بن مسعود) نعیم بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ جب مسیلمہ کذاب کے دو قاصد اس کا خط لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم بھی مسیلمہ جیسا عقیدہ رکھتے ہو۔ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا اگر قاصدوں کا قتل کرنا دستور کے خلاف نہ ہوتا تو میں تمہارے سر قلم کر دیتا۔

ابوداؤد طیالسی (مسعودی، عاصم، ابووائل) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کے جو دو قاصد ابن نواحہ اور ابن اثال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ نے پوچھا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہے اگر میں قاصد کے قتل کو جائز سمجھتا تو تم کو قتل کر دیتا۔ بقول ابن مسعود، یہ دستور مسلم ہے کہ قاصد قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اسامہ بن اثال سے تو اللہ تعالیٰ نے سبکدوش کر دیا باقی رہا ابن نواحہ تو اس کے بارے میں میرے دل میں ہمیشہ قلق رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی، بقول حافظ بیہقی اسامہ بن اثال تو مسلمان ہو گیا اس کے اسلام قبول کرنے کی حدیث بیان ہو چکی ہے ابوزکریا ابواسحاق (ابوعبداللہ محمد بن یعقوب، محمد بن عبدالوھاب، جعفر بن عون، اسماعیل بن ابی خالد) قیس بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو بتایا کہ میں بنی حنیفہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرا ہوں وہ ایسی قرآت پڑھ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل نہیں کی:

والطاحنات طحنا والعاجنات عجنا والخابزات خبزا والثاردات ثردا واللاقمات لقما

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان کی طرف کسی کو بھیجا وہ ان کو لے کر آ گیا، وہ ستر آدمی تھے، ان کا سردار عبداللہ بن نواحہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم صادر کیا اور وہ قتل کر دیا گیا پھر عبداللہ بن مسعود نے کہا ہم ان کو شیطان سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ ہم ان کو شام میں دھکیل دیتے ہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے کفایت کر دے۔

بنی حنیفہ کا وفد واقدی کا بیان ہے کہ بنی حنیفہ کا وفد تقریباً پندرہ ارکان پر مشتمل تھا۔ ان کا رئیس سلمیٰ بن حنظلہ تھا اور ان میں رحال بن عنفوہ، طلق بن علی، علی بن سنان، مسیلمہ بن حبیب کذاب بھی شامل تھے۔ مسلمہ بنت حارث کے گھر میں یہ لوگ ٹھہرے اور ان کی مہمانی اور ضیافت کا خوب انتظام کر دیا گیا۔ صبح، شام کبھی ان کی تواضع روٹی اور گوشت سے اور کبھی روٹی اور دودھ سے اور بعض اوقات روٹی اور گھی سے اور کبھی کھجور سے ہوتی تھی۔ جب وہ مسجد میں آئے تو مسلمان ہو گئے اور مسیلمہ کذاب کو اپنی قیام گاہ میں چھوڑ آئے۔ جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کو

پانچ پانچ اوقیہ چاندی کے تحائف سے نوازا اور مسیلمہ کذاب کو بھی اس قدر عطیہ دیا جب انہوں نے بتایا کہ وہ ہماری قیام گاہ میں ہے تو آپ نے فرمایا (اما انه ليس بشركم مكانا) جب وہ واپس آئے تو انہوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے آگاہ کیا۔ مسیلمہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے یہ جملہ اس وجہ سے فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ان کے بعد حکومت میری ہے۔ یہ معلون، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے چمٹ گیا یہاں تک کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

بنی حنیفہ کو مسجد تعمیر کرنے کا حکم...... بنی واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک برتن دیا اس میں آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی تھا آپ نے گرجے کو مسمار کر کے اس جگہ پر وضو کے پانی چھڑکنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس جگہ مسجد بنالیں چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کیا رسول اللہ ﷺ کے ''آخری ایام'' کے بیان میں اسود عنسی کے قتل کا ذکر ہوگا اور مسیلمہ کذاب کے قتل کا بیان اور بنی حنیفہ کے حالات کا ذکر بھی انشاء اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ہوگا۔

پکے ایمان والا شخص...... امام بخاری، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ عاقب اور سید نجران کے دو رئیس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے مباہلہ کرنے کی غرض سے، پھر ایک نے دوسرے سے کہا، واللہ! اگر وہ سچے پیغمبر ہوں اور ہم ان سے مباہلہ کریں تو ہم اور ہماری اولاد سب کی خرابی ہوگی۔ بالآخران دونوں نے کہا (ہم مباہلہ نہیں کرتے) جو آپ مانگیں اور طلب کریں وہ حاضر ہے۔ اور ہمارے ساتھ ایک ایماندار شخص کو بھیج دیجئے۔ گزارش یہ ہے کہ صرف ایماندار شخص ہی ہمارے ساتھ بھیجیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے ہمراہ صرف پکے ایماندار شخص کو بھیجوں گا۔ یہ سن کر سب صحابہ رضی اللہ عنہ آپ کے فرمان کے منتظر تھے پھر آپ نے فرمایا اے ابوعبیدہ بن جراح کھڑا ہو جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اس امت کا امین اور معتمد ہے۔ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے شعبہ از ابو اسحاق بھی بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اہل نجران کو مکتوب...... بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ اور ابو سعید محمد بن موسیٰ بن فضل، ابو العباس محمد بن یعقوب، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، سلمہ بن یسوع، ابوہ) جدہ (بقول یونس یہ عیسائی تھا اور مسلمان ہو گیا) کہ رسول اللہ ﷺ نے طس سلیمان سورہ نمل (۳۰؍۲) کے نزول سے قبل اہل نجران کو مکتوب لکھا' بہ نام نام، الہ ابراہیم واسحاق ویعقوب، محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بہ نام اسقف نجران، اسلام قبول کر، سلامت رہے گا، پس تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے معبود کی حمد وثنا کا تحفہ ارسال کرتا ہوں امابعد میں تمہیں بندوں کی عبادت چھوڑ کر، اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور تمہیں بندوں کی دوستی ترک کر کے اللہ کے ساتھ دوستی کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم یہ تسلیم نہ کرو تو جزیہ ادا کرو۔ اگر تم جزیہ دینا بھی قبول نہ کرو تو پھر میں اعلان جنگ کرتا ہوں۔ والسلام۔

اسقف نجران کا اہل الرائے سے مشورہ...... جب اسقف کو یہ مکتوب موصول ہوا اور اس نے پڑھا تو گھبرا گیا اور نہایت خوف زدہ ہو گیا اور اس نے ایک نجرانی شرحبیل بن وداعہ کو پیغام بھیجا۔ دستور تھا کہ جب کوئی مشکل درپیش ہوتو اہم، سید اور عاقب سے قبل اسی کو مدعو کیا جاتا ہے، چنانچہ اسقف نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب شرحبیل کو دیا اس نے پڑھا تو اسقف نے پوچھا اے ابومریم! کیا رائے ہے؟ شرحبیل نے کہا آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے ذریت اسماعیل علیہ السلام میں نبوت کا وعدہ کیا تھا کیا تجھے یقین نہیں ہے کہ یہ وہی آدمی ہے۔ مزید برآں نبوت کے بارے میں میری کوئی رائے نہیں اگر یہ کوئی دنیاوی معاملہ ہوتا تو میں اپنی رائے کا اظہار کرتا اور سوچ سمجھ کر مفید مشورہ دیتا تو اسقف نے کہا، آپ تشریف رکھیں، شرحبیل اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تو اسقف نے ایک نجرانی عبداللہ بن شرحبیل اصبحی حمیری کو پیغام بھیجا اس کو مکتوب دکھا کر رائے طلب کی تو اس نے بھی شرحبیل ہمدانی جیسا جواب دیا۔ اسقف نے اس کو بھی کہا آپ تشریف رکھیں وہ اپنے مقام پر بیٹھ گیا تو پھر ایک نجرانی جبار بن فیض از بنی حارث کے از بنی حماس کو بلایا اس کو بھی مکتوب دکھایا اور اس سے رائے طلب کی تو اس نے شرحبیل ہمدانی اور عبداللہ حمیر کی رائے سے اتفاق کیا۔ اسقف نے کہا آپ تشریف رکھیں۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب اس معاملہ میں اتفاق رائے ہو گیا تو اسقف نے ناقوس بجانے کا حکم دیا ناقوس بجایا

گیا۔ آگ روشن کردی گئی اور گرجوں پر کمبل آویزاں کر دیئے گئے، جب دن کے وقت کوئی مہم درپیش ہوتی تو ان کا یہی دستور تھا اور جب رات کو کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو بھی ناقوس بجاتے، آگ روشن کرتے اور گرجوں پر کمبل ڈال دیا کرتے تھے۔ ناقوس کی آواز سن کر اور آگ کی روشنی دیکھ کر وادی کے زیریں اور بالا حصے کے سب لوگ جمع ہو گئے وادی نجران کا طول، تیز رفتار سوار کے ایک دن کے سفر کے برابر تھا اس میں ۷۳ بستیاں ایک لاکھ بیس ہزار فوجی تھے اس عظیم اجتماع کے سامنے اس نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا اور ان کی رائے طلب کی۔ سب اہل الرائے نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی عبداللہ بن شرحبیل اصبحی حمیری اور جبار بن فیض حارثی کو بھیجا جائے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے صورت حال کی خبر لائیں۔

وفد کی روانگی مدینہ کی طرف چنانچہ وفد روانہ ہو گیا جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو سفر کا لباس اتار دیا اور نیا لباس زیب تن کر کے فخر وغرور سے ٹخنوں سے نیچے لٹکا دیا اور سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سلام عرض کیا۔ نبی علیہ السلام نے ان کے سوال کا جواب نہ دیا اور دیر تک آپ سے کلام کرنے کی کوشش کرتے رہے جب آپ نے ان سے "اس لباس کی وجہ سے" گفتگو نہ کی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف کی تلاش میں نکلے۔ ان کی، ان دونوں سے جان پہچان تھی، ان کو انصار اور مہاجرین کی ایک مجلس میں موجود پایا۔ عرض کیا جناب عثمان اور جناب عبدالرحمان رضی اللہ عنہ! آپ کے نبی نے ہماری طرف ایک مکتوب ارسال کیا تھا، ہم اس کا جواب دینے کی خاطر حاضر ہوئے ہیں، ہم نے سلام عرض کیا' جواب ندارد، دیر تک کلام کے منتظر رہے آپ نے کلام بھی نہیں کیا تو بتاؤ اب کیا رائے ہے؟ کیا ہم واپس لوٹ جائیں؟ اتفاقاً حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا جناب ابوالحسن! ان کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا نیا لباس اور انگوٹھیاں اتار دیں اور وہی سفر والا لباس پہن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب سلام عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم! جس نے مجھے برحق مبعوث کیا ہے۔ وہ پہلی بار آئے تو ان کے ہمراہ شیطان تھا۔ پھر باہمی سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ انہوں نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ہم عیسائی ہیں، اپنی قوم کے پاس واپس جائیں گے اگر آپ نبی ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کی رائے ہمارے لئے فرحت ومسرت کا باعث ہو گی۔

آیات مباہلہ کا نزول تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امروز میرے پاس ان کے بارے میں کوئی علم نہیں، تم قیام کرو یہاں تک کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا فرمان بتا دوں، چنانچہ دوسرے روز صبح کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۳/۵۹) بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے اسے مٹی سے بنایا، پھر اسے کہا کہ ہو جا پھر ہو گیا حق وہی ہے جو تیرا رب کہے، پھر تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو (۶۰) پھر جو کوئی مجھ سے اس واقعہ میں جھگڑے بعد اس کے کہ تیرے پاس صحیح علم آ چکا ہے۔ تو کہہ دے آؤ، ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اپنی، ائیں اور تمہاری مائیں بلائیں پھر سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں ان پر جو جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان آیات کے بتانے کے بعد دوسرے روز رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو کمبل میں لپیٹے ہوئے مباہلہ کے لئے تشریف لائے۔ آپ کی پشت کے قریب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آ رہی تھیں، اس وقت آپ کی متعدد بیویاں تھیں۔

شرحبیل کی دانشمندی یہ منظر دیکھ کر شرحبیل نے اپنے دونوں رفیقوں سے کہا، آپ کو معلوم ہے کہ وادی نجران کے سب لوگوں نے میری رائے کو تسلیم کیا ہے واللہ! میں اس بات کو ایک المیہ سمجھتا ہوں بخدا! اگر یہ شخص طاقتور بادشاہ ہوتا تو پورے عرب سے پہلے ہم لوگ ہوتے جو اس کے مرکز پر حملہ آور ہوتے اور اس کی بات کو ایسا ٹھکرا دیتے کہ ہمارے بارے میں اس شخص اور اس کے اصحاب کے دل سے رنج والم کی کیفیت زائل نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ وہ ہمیں مشکلات سے دوچار کر دیتے اور ہم پورے عرب سے اس کے نزدیک تر ہمسایہ ہیں۔ اگر یہ شخص نبی اور رسول ہوا اور ہم نے

اس سے مباہلہ کیا تو روئے زمین پر ہمارے بال اور ناخن تک محفوظ نہ رہے گا یہ سن کر اس کے دونوں رفقاء نے کہا اے ابومریم! کیا رائے ہے۔اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں ان کو حکم تسلیم کرلوں میرے خیال میں ایسا شخص کبھی ظالمانہ فیصلہ نہیں صادر کرتا تو رفقاء نے کہا آپ جانیں اور وہ۔

چنانچہ شرحبیل نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے عرض کیا' میں آپ کے سامنے مباہلہ سے بہتر تجویز پیش کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا وہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا ہم اب سے لے کر کل صبح تک آپ کے حکم کے تابع ہیں آپ کا ہر حکم ہمارے بارے میں جائز ہے۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا شاید کوئی تیرے بعد اعتراض اور ملامت کرے تو اس نے عرض کیا، میرے ان دونوں ساتھیوں سے دریافت کر لیجئے تو انہوں نے کہا وادی کے سب لوگ شرحبیل کی رائے کا احترام کرتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مباہلہ نہ کیا، وہ دوسرے روز آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان کو یہ مکتوب لکھوادیا' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ صلح نامہ محمد ﷺ نبی، امی رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے لئے تحریر کروایا۔گوان کے ہر پھل، تمام سونے چاندی اور غلاموں میں آپ کا حکم نافذ ہے۔مگر آپ نے ان پر احسان کیا اور دو ہزار''رحلہ'' کے عوض سب کچھ ترک کردیا ہر ماہ رجب کے اندر اور ہر ماہ صفر میں ان پر ایک ہزار حلہ دینا واجب ہے صلح نامہ میں تمام شرائط بیان کیں یہاں تک کہ اس تحریر کے گواہ ابوسفیان بن حرب غیلان بن عمرو، مالک بن عوف از بنی نصر، اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ رضی اللہ عنہ ہیں یہ مکتوب لیکر وہ نجران کی طرف روانہ ہو گئے اور اسقف کے ہمراہ اس کا حقیقی بھائی ابن عم اور چچازاد ابوعلقمہ بشر بن معاویہ بھی تھا۔وفد نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی اسقف کے حوالے کردیا۔اسقف اس کو پڑھ رہا تھا، اس کا بھائی بشر بھی اس کے ساتھ تھا۔وہ دونوں سوار تھے کہ بشر بن معاویہ ابوعلقمہ کی سواری ٹھوکر کھا کر گر پڑی تو بشر نے باصراحت رسول اللہ ﷺ کو ہلاکت وفلاکت کی بددعا دی تو اسقف نے اسے کہا واللہ! تو نے ایک نبی اور رسول ﷺ کے بارے میں ہلاکت وتباہی کی بددعا کی تو بشر نے یہ سن کہا واللہ! میں اس کی کجاوے کی گرہ تک نہ کھولوں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔چنانچہ اس نے اپنی سواری کا منہ مدینہ کی طرف موڑ دیا اور اسقف نے اپنی سواری موڑ کر اسے کہا، مجھ سے بات سمجھ، میں نے نبی اور رسول اس وجہ سے کہا ہے کہ عرب میرا یہ کلام اس کو پہنچا دیں اس اندیشہ سے کہ وہ خیال کریں کہ ہم نے اس کا حق لے لیا یا ہم نے اسی کی بات پر لبیک کہا ہے۔یا ہم اس نبی سے اتنا مطیع اور ماتحت ہو گئے ہیں جتنا کوئی عرب بھی نہیں ہوا۔حالانکہ ہم ان سے معزز ہیں اور مضبوط قلعہ میں محفوظ ہیں۔یہ سن کر بشر بن معاویہ نے کہا واللہ! میں تیرا یہ عذر لنگ کبھی بھی نہ مانوں گا پھر اس نے اسقف سے چلتے ہوئے سواری کو ہانکا اور یہ رجز پڑھتا ہوا چلا۔

الیک تغدوا قلقا وضینها
معترضا فی بطنها جنینها
مخالفا دین النصاری دینها

''یارسول اللہ! آپ کی طرف یہ (ناقہ) دوڑ رہی ہے، اس کا تنگ، ڈھیلا ہے۔اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ہے۔اس کا دین نصاریٰ کے دین کے خلاف ہے''۔

یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہوا وہیں مقیم رہا اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد شہید ہوا۔

راہب بن ابوشمر زبیدی...... یہ وفد نجران میں واپس آیا اور گرجا میں مقیم راہب بن ابوشمر زبیدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو بتایا کہ ارض تہامہ میں نبی مبعوث ہو چکا ہے اور اس نے مباہلہ کی دعوت پیش کی تھی اور ہم نے مسترد کردی ہے اور ابوعلقمہ بشر بن معاویہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔یہ سن کر راہب زبیدی نے کہا مجھے سیڑھی لگا کے اس گرجا سے نیچے اتارو ورنہ میں گرجا سے خود کو گرادوں گا۔انہوں نے اس کو گرجے سے اتار دیا تو وہ تحفہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔تحفہ میں پیالہ اور عصا کے علاوہ وہ چادر بھی تھی جسے خلفاء پہنا کرتے تھے۔وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہ کر عرصہ دراز تک وحی سنتا رہا پھر وعدہ کر کے عنقریب دوبارہ آئے گا، واپس لوٹ آیا۔اس کے مقدر میں اسلام نہ تھا، وہ واپس نہ آیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا۔

وثیقہ...... اسقف ابوالحارث، سید اور عاقب اور معززین قوم کے ہمراہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں رہ کر وحی سنتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسقف ابوالحارث اور اس کے بعد والے دیگر اساقفہ نجران کو یہ وثیقہ تحریر کروا دیا۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم من جانب محمد نبی ﷺ برائے اسقف ابوالحارث و دیگر اساقفہ نجران کہان اور رہبان جو کم وبیش ان کے قبضہ میں ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ اور ضمانت میں ہے۔ کوئی اسقف، راہب اور کاہن تبدیل نہ کیا جائے گا، ان کے حقوق حکمرانی اور رسم ورواج میں دخل اندازی نہیں کی جائیگی۔ جب تک وہ مصالحانہ اور خیر خواہانہ رویہ اپنائے رکھیں گے تب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ اور ضمانت میں رہیں گے نہ ان پر ظلم ہوگا اور نہ وہ ظلم کریں گے۔ (اس وثیقہ کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے لکھا)۔

نجران کے وفد کی تعداد اور ان کے نمائندگان ... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ نصاری نجران کا وفد، ساٹھ افراد پر مشتمل تھا، ان میں سے یہ چودہ ارکان ارباب بست وکشاد تھے۔

(۱)... عاقب عبدالمسیح۔ (۲)... سید الایہم یا ایہم۔ (۳) ابوحارثہ بن علقمہ
(۴) ...اوس بن حارث۔ (۵) زید۔ (۶) قیس۔
(۷) یزید۔ (۸) نبیہ۔ (۹) عمرو۔
(۱۰) خویلد۔ (۱۱)......خالد۔ (۱۲) عبداللہ۔
(۱۳) یحنس۔ (یہ کل تیرہ ہیں غالباً چودھواں نام ساقط ہوگیا ہے)

اور ان منتخب ارکان کے تین نمائندے تھے:

(۱) ...عاقب عبدالمسیح، وہ ان کا امیر اور مشیر اعلیٰ تھا اور وہ اس کی رائے کا احترام کرتے تھے۔
(۲) سید الایہم ایہم، وہ ان کا فریادرس اور سواریوں کا محافظ تھا۔
(۳) ابوحارثہ بن علقمہ، ان کا اعلیٰ پادری اور افضل واکرم تھا۔

یہ بکر بن وائل کے عرب خاندان کا چشم وچراغ تھا لیکن اس نے نصرانیت کو قبول کر لیا تھا۔ روم نے اس کی خوب تعظیم وتکریم کی اور اس کے لئے گرجے تعمیر کئے۔ دینی صلابت وپختگی اور تقشف کی بدولت اس کو اپنا رئیس اور مخدوم سمجھتے تھے۔

عزت ومال چھن جانے کے خوف سے اسلام قبول نہ کرنا ...... یونس بن بکیر، کرز بن علقمہ سے بیان کرتے ہیں کہ نصاری نجران کا وفد ساٹھ ارکان پر مشتمل تھا، ان میں سے ۲۴ افراد ان کے اشراف اور رؤسا میں سے تھے ان میں سے تین اشخاص صاحب بست وکشاد تھے، عاقب سید اور ابوحارثہ یکے از بکر بن وائل، یہ ابوحارثہ ان کا لاٹ پادری اور شیخ المدارس تھا وہ اس کی خوب تعظیم وتکریم اور توقیر بجالاتے تھے اور اس پر مال ودولت نچھاور کرتے تھے اس کی علمی وجاہت اور دینی اجتہاد کی خاطر گرجے تعمیر کرتے تھے۔ جب وہ نجران سے روانہ ہوئے تو ابوحارثہ اپنے خچر پر سوار ہوگیا اور اس کے پہلو میں اس کا بھائی کرز بن علقمہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ ابوحارثہ کی سواری نے ٹھوکر کھائی تو کرز نے کہا محمد ہلاک ہو، تو ابوحارثہ نے کہا آپ ﷺ نہیں بلکہ تو ہلاک وبرباد ہو، تو کرز نے پوچھا، بھائی! وہ کیسے؟ تو اس نے کہا واللہ! یہ وہی نبی ہے جس کے ہم چشم براہ اور منتظر تھے تو کرز نے پوچھا، اس بات کا علم ہوتے ہوئے آپ کو قبول اسلام سے کیا مانع ہے؟ تو اس نے کہا۔ نصاری کے شریفانہ اور کریمانہ کردار نے ہمیں اسلام سے باز رکھا ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں شرافت وعظمت بخشی اور مخدوم بنایا، یہ لوگ اسلام کی عداوت اور مخالفت پر کمربستہ ہیں اگر میں دائرہ اسلام میں داخل ہوجاؤں تو وہ ہر چیز سلب کرلیں گے۔ کرز نے یہ بات سن کر اپنے دل میں مضمر اور پوشیدہ رکھی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا۔

سورۂ آل عمران کی ابتدائی آیات کا شان نزول ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ وہ مسجد نبوی میں عمدہ اور زرق برق لباس پہنے ہوئے داخل ہوئے اور نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا، وہ مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا، کچھ نہ کہو، نماز پڑھنے دو، اور وفد کے نما

نندہ ابوحارثہ بن علقمہ، سید اور عاقب تھے۔ وہ سوال جواب کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے بارے میں سورۂ آل عمران کی ابتدائی اور مباہلے کا اعلان نازل ہوا انہوں نے مباہلہ سے دستبرداری کا اظہار کیا اور مصالحت کے بعد رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے کسی امین اور معتمد شخص کو ان کے ہمراہ بھیجنے کی درخواست کی تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ امین امت کو روانہ فرمایا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں بیان ہو چکا ہے۔ اور ہم نے یہ قصہ سورہ آل عمران کی تفسیر میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

بنی عامر کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بنی عامر کا وفد حاضر ہوا۔ عامر بن طفیل، اربد قیس بن جز بن جعفر بن خالد اور جبار بن سلمیٰ ابن مالک بن جعفر، وفد کے ارکان تھے۔ اور یہ تینوں قوم کے رئیس اور شیطان صفت تھے۔ عدو اللہ، عامر بن طفیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں محض غداری اور خیانت کی خاطر آیا تھا حالانکہ اس کی قوم نے اس کو آگاہ کر دیا تھا کہ سب قوم مسلمان ہو چکی ہے۔ تو بھی اسلام قبول کر لے تو اس نے جواب دیا کہ واللہ! میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک اپنی جد جہد جاری رکھوں گا جب تک کہ عرب میرے تابع ہو جائے۔ کیا میں اس قریشی جوان کے تابع ہو جاؤں؟

ناکام سازش..... پھر اس نے اربد کے ساتھ مل کر ایک سازش تیار کی ہم اس ''شخص'' کے پاس گئے تو میں ''اس'' کو تجھ سے غافل اور بے دھیان کر دوں گا، جب میں ایسا کر دوں گا تو تم اس پر تلوار کا وار کر دینا چنانچہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو عرض کیا، اے محمد! مجھ سے دوستانہ تعلق پیدا کیجئے۔ آپ نے فرمایا واللہ! بالکل نہیں حتیٰ کہ تو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے وہ یہی کہتا رہا اور اربد سے سازش پر عمل درآمد کا منتظر تھا اور اربد کو کچھ سوجھتا نہ تھا جب عامر نے اربد کا رویہ معلوم کر لیا تو اس نے پھر کہا اے محمد! مجھ سے دوستی قائم کیجئے، تو آپ نے فرمایا بالکل نہیں حتیٰ کہ تو دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی فرمائش اور التجا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے دھمکی دی کہ سنو واللہ! میں تیرے خلاف سواروں اور پیادوں کی فوج لے آؤں گا جب وہ یہ کہہ کر چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی الٰہی! مجھے عامر بن طفیل سے کفایت کر۔

جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے باہر نکلے تو عامر نے اربد کو کہا میں نے جس سازش پر عمل درآمد کے لئے کہا تھا تو تیرا دل و دماغ کہاں غائب ہو گیا تھا واللہ! دنیا میں تجھ سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہیں واللہ! آج کے بعد مجھے تیری ذات سے کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا (میں تیرا کام تمام کردوں گا) اس نے کہا تیرا باپ مرے، جلد بازی سے کام نہ لے۔ واللہ! جب بھی میں تیری فرمائش پر عمل کرنے کا ارادہ کرتا تو، تو میرے اور ''ان'' کے درمیان حائل ہو جاتا اور تو ہی نظر آتا تو کیا میں تجھ پر تلوار کا وار کر دیتا۔ وہ اپنے وطن کی طرف واپس چلے تو راستہ میں اللہ تعالیٰ نے عامر کی گردن میں طاعون پیدا کر دیا اور بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں اس کو موت کی نذر کر دیا اور وہ کہنے لگا بنی عامر! کیا گلٹی ہے؟ اونٹ کی گلٹی ایسی بنی سلول کی خاتون کے گھر میں، اور ابن ہشام کے الفاظ میں:

اغدہ کغدۃ الابل و موت فی بیت سلولیہ

کیا یہ گلٹی ہے اونٹ کی گلٹی کی طرح اور موت ہے سلولیہ عورت کے گھر میں۔

عامر بن طفیل کی موت...... بیہقی (زبیر بن بکار، فاطمۃ بنت عبدالعزیز بن موءلۃ ابوعبدالعزیز) جدھا موءلہ بن جمیل (یا موءلہ بن کثیف بن حمل، قاموس) بیان کرتے ہیں کہ عامر بن طفیل رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اے عامر! مسلمان ہو جا! تو اس نے کہا بشرطیکہ خانہ بدوشوں پر میری حکمرانی ہو اور مکانوں میں قیام پذیر لوگوں پر آپ کی حکومت ہو۔ آپ نے اس کا مطالبہ مسترد کرتے ہوئے فرمایا مسلمان ہو جا تو اس نے کہا میں مسلمان ہوتا ہوں بشرطیکہ ''اہل دبر'' خانہ بدوش مری قلمرو میں ہوں اور ''اہل مدر'' مکانوں میں رہائش پذیر آپ کی حکمرانی میں ہوں آپ نے اس کی تجویز تسلیم نہ کی تو واپس دھمکی دے رہا تھا اے محمد! میں تیرے خلاف نوجوان شاہ سواروں کا عظیم لشکر لے کر آؤں گا اور ہر کھجور کے تنے کے ساتھ گھوڑا باندھ دوں گا تو آپ نے بددعا فرمائی، اپنے خاندان کی عورت مسماۃ ''سلولیہ'' سے ملاقات ہوگئی تو وہ سواری سے اتر کر اس کے گھر میں سو گیا اور اس کے حلق میں گلٹی نکل آئی تو وہ نیزہ ہاتھ میں لئے کود کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑے پر چکر لگاتا ہوا کہہ رہا تھا (غدۃ کغدۃ البکر و موت

بیت مسلولیہ) وہ برابر یہ جملہ دہرا رہا تھا یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر کر جہنم رسید ہوا۔ "الاستیعاب" میں حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ مؤلہ بن کثیف ضبابی کلابی، عامری از بنی عامر بن صعصعہ بیس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا اور سو سال اسلامی زندگی بسر کر کے اللہ کو پیارا ہوا۔ فصاحت و بلاغت کی وجہ سے "ذولسانین" کے لقب سے مشہور تھا اس کا بیٹا عبد العزیز اس سے "روایت" نقل کرتا ہے۔ اور اس نے اس سے عامر بن طفیل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ (غدة کغدة البعیر و موت فی بیت سلولیہ) زبیر بن بکار (ظمیا بنت عبد العزیز بن موءلہ بن کثیف بن جمیل بن خالد بن عمرو معاویہ (ضباب) بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ، عبد العزیز انہما) اپنے والد موءلہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیس سال کی عمر میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اونٹوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر "بنت لبون" زکوٰۃ پیش کی۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور سو سال اسلامی زندگی بسر کی۔ فصاحت و بلاغت کی بنا پر "ذولسانین" لقب تھا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عامر بن طفیل کا واقعہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے گو امام محمد بن اسحاق اور حافظ بیہقی نے اس کو "فتح مکہ" کے بعد کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ حافظ بیہقی (حاکم، اصم، محمد بن اسحاق، معاویہ بن عمرو، ابواسحاق فزاری، اوزاعی، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "بیر معونہ" کے واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ عامر بن طفیل نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حرام بن ملحان کو شہید کیا اور "بیئر معونہ" کے تمام شرکاء کو ماسوائے عمرو بن امیہ کے غداری اور خیانت سے شہید کر دیا۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے) اوزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عامر بن طفیل پر مسلسل تیس روز بددعا کرتے رہے، خدایا! تو جس طرح بھی چاہتا ہے عامر بن طفیل سے کفایت کر اور اس پر وہ چیز مسلط کر جو اسے موت کے گھاٹ اتار دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر طاعون کو مسلط کر دیا۔ ہمام از اسحاق بن عبد اللہ از انس رضی اللہ عنہ قصہ ابن ملحان میں مروی ہے کہ عامر بن طفیل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے سامنے تین تجاویز پیش کرتا ہوں۔

(۱) ہموار اور نشیبی مقامات پر مکانوں میں آباد لوگوں پر آپ کی حکمرانی ہوگی اور خانہ بدوش میری ماتحتی میں ہوں گے۔

(۲) میں آپ کے بعد، آپ کا جانشین اور خلیفہ ہوں گا۔

(۳) یا پھر میں غطفان کا اس پر سوار دو ہزار کا لشکر جرار لے کر آپ ﷺ سے برسر پیکار ہوں گا۔ پھر وہ ایک خاتون کے گھر میں طاعون کا شکار ہو گیا اور اس نے کہا کہ گلٹی ہے اونٹ کی گلٹی کی طرح اور موت ہے بنی فلاں کی ایک خاتون کے گھر میں۔ (میں ایسی حالت سے بیزار ہوں) میرا گھوڑا لاؤ، وہ سوار ہوا اور گھوڑے کی پشت پر جہنم رسید ہوا۔

اربد پر اللہ کا عذاب...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ واپسی میں یہ وفد "بنی عامر" کے علاقہ میں موسم سرما میں پہنچا تو قوم ان کے استقبال کے لئے آئی، تو لوگوں نے اربد سے پوچھا کیا صورتحال ہے؟ تو اس نے کہا کچھ نہیں۔ واللہ! اس نے محض ایک خدا کی عبادت کی دعوت پیش کی ہے۔ میری آرزو ہے کہ اگر وہ اب میرے پاس ہو تو میں اسے تیر مار کر موت کے گھاٹ اتار دوں۔ ایک یا دو روز کے بعد وہ اپنا اونٹ فروخت کرنے کی خاطر اپنے گھر سے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اونٹ سمیت اس پر بجلی گرا دی اور اس نے دونوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔

مرثیہ...... بسر بن ربیعہ شاعر، اربد بن قیس کا اخیافی اور ماں جایا بھائی تھا اس نے مرثیہ کہا:

ما ان تعری المنون من احد
لا والد مشفق ولا ولد
اخشی علی أربد الحتوف ولا
ارهب نوء السماک والاسد
فعین هلا بکیت أربد اذ
قمنا وقام النساء فی کبد

ان یشغبوا الا یبال شغبهم
او یقصدوا فی الحکوم یقتصد
حلو اریب وفی حلاوته
مر لصیق الاحشاء والکبد

"موت کسی کو نہیں چھوڑتی، نہ مہربان باپ کو نہ پیارے بیٹے کو۔ مجھے اربد پر موت کا تو خطرہ لاحق تھا لیکن سماک اور اسد تارے کی گردش کا خوف نہ تھا۔ اے چشم! تو اربد پر کیوں اشکبار ہوئی۔ جب ہم اور خاندان کی خواتین جان نکلنے والی مصیبت میں تھے۔ اگر وہ شور و شغب کرتے تو وہ ان کے شور و غل کی پرواہ نہ کرتا اگر وہ فیصلہ جات میں اعتدال اختیار کرتے تو وہ بھی معتدل رہتا۔ شیریں کلام دانشور تھا، اس کی شیرینی میں یک گونہ تلخی تھی جو آنتوں اور جگر سے پیوستہ ہو جاتی تھی"۔

وعین هلا بکیت اربد اذ
الوت ریاح الشتاء بالعضد
واصبحت لاقحا مصرمة
حتی تجلت غوابر المدد
اشجع من لیث غابة لحم
ذو نهمة فی العلا ومنتقد
لا تبلغ العین کل نهمتها
لیلة تمسی الجیاد کالقدد
الباعث النوح فی مأتمة
مثل الظباء الابکار بالجرد

"اے چشم! تو اربد پر کیوں نہ آبدیدہ ہوئی جب موسم سرما کی ہوائیں اس کے بازو کو ادھر ادھر پلٹا رہی تھیں۔ وہ ہوا ثمر بار اور پھل ختم کرنے والی ہوگی، یہاں تک کہ باقی ماندہ مدد عظیم ہوگئی۔ وہ جنگل کے خونخوار شیر سے زیادہ بہادر تھا۔ وہ بلندیوں کا خواہشمند تھا اور کامران تھا۔ اس کی نگاہ اپنی ہر خواہش تک نہ پہنچ سکی جس رات عمدہ گھوڑے آدمیوں کی طرح چیخنے چلانے لگے۔ وہ نوحہ گروں کو چٹیل میدان میں اپنے ماتم کی مجلس میں بھیجنے والا ہے قطار در قطار نوخیز ہرنیوں کی طرح"۔

فجعنی البرق والصواعق بالفا
رس یوم الکریهة النجد
والحارب الجابر الحریب اذا
جاء نکیبا وان یعد یعد
یعفو علی الجهد والسوال کما
ینبت غیث الربیع ذو الرصد
کل بنی حرة مصیرهم
قل وان کثروا من العدد
ان یغبطوا یهبطوا وان
امروا یوما فهم للهلاک والنفد

''مجھے بجلی کی گرج اور چمک نے ایسے شاہ سوار کے صدمہ سے دوچار کیا جو لڑائی کے وقت بہادر تھا۔ جنگجو، لٹے پٹے آدمی کا نقصان پورا کرنے والا، جب پلٹ کر آجائے اگر وہ دوبارہ آئے تو وہ بھی دوبارہ مدد کو آتا ہے۔ غربت اور سوال کو ایسے ختم کرتا ہے جیسا کہ موسم ربیع کا متوقع بادل چٹیل میدان میں روئیدگی پیدا کرتا ہے۔ ہر آزاد اور شریف انسان کی وہ پناہ گاہ خواہ وہ کم و بیش ہوں۔ اگر وہ اس پر رشک کریں تو وہ زوال پذیر ہو جائیں اگر ان کو حکم دیا جائے تو ہلاکت و بربادی کے منتظر ہیں۔''

ابن اسحاق نے لبید بن ربیعہ شاعر کے اپنے اخیافی بھائی اور اربد بن قیس کے مرثیہ میں بہت اشعار بیان کئے ہیں ہم نے اختصار کی خاطر ان کو چھوڑ دیا ہے اور جو بیان کئے ہیں ان پر ہی اکتفا کیا ہے۔

سورہ رعد ابن ہشام کا بیان ہے کہ زید بن اسلم نے عطاء بن سیار کے حوالے سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ عامر اور اربد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۱۳/۸) اللہ کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے اور جو کچھ پیٹ میں سکڑتا گھٹتا اور بڑھتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ ہے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والا ہے۔ سب سے بڑا بلند مرتبہ ہے۔ تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے یا زور سے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جائے یا اس میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں۔ ہر شخص کی حفاظت کے لئے کچھ فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے حکم سے اس محمد ﷺ کی نگہبانی کرتے ہیں (۱۳/۱۱) بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے اور اللہ کسی قوم بنی عامر کے اربد کی گرج چمک سے ہلاکت کی برائی چاہتا ہے پھر اسے کوئی روک نہیں سکتا اور اس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔ وہی ہے جو تمہیں خوف یا امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا اور بھاری بادلوں کو اٹھاتا ہے اور رعد اس کی پاکی کے ساتھ اس کی تعریف کرتا ہے اور سب فرشتے اس کے ڈر سے تسبیح کرتے ہیں اور بجلیاں بھیجتا ہے پھر انہیں جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے۔ اور یہ تو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑی قوت والا ہے۔ (۱۳/۱۳) ہم نے سورۂ رعد کی ان آیات مبارکہ پر مکمل بحث کی ہے وللّٰہ الحمد و المنة.

سورہ رعد کی ۸ تا ۱۳ آیات کا شان نزول ...ابن ہشام نے مذکور بالا روایت جو معلق بیان کی ہے وہ پوری سند سے حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی معجم کبیر میں مسعدہ بن سعد عطار (ابراہیم بن منذر حزامی عبدالعزیز بن عمران، عبدالرحمان، اور عبداللہ پسران زید بن اسلم، زید بن اسلم ابوہما عطاء بن یسار) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اربد بن قیس اور عامر بن طفیل، مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ تشریف فرما تھے وہ آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گئے، عامر نے کہا جناب محمد ﷺ! اگر میں اسلام قبول کر لوں تو مجھے کیا دیں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے حقوق بھی مسلمانوں کے مساوی ہوں گے۔ جو ان کو ملے گا وہ تجھے ملے گا اور جو ان کے ذمہ ہو گا وہ تیرے بھی ذمہ ہو گا یہ سن کر عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھے اپنی وفات کے بعد خلافت اور حکومت سونپ دیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تیرا اور تیری قوم کا حق نہیں، ہاں تیرے لئے گھوڑوں کی لگامیں ہیں (یعنی تجھے فوج کی قیادت سونپ دیں گے) تو اس نے کہا کہ نجد کے گھوڑوں کی لگامیں اور قیادت تو اب بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ خانہ بدوشوں پر میری حکومت تسلیم کر لیں اور خود مکانوں میں رہنے والوں کی سکونت پر اکتفا کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بالکل نہیں'' جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر جا رہا تھا تو اس نے کہا سنو! واللہ! میں تیرے خلاف اس قدر سوار اور پیادہ لشکر لاؤں گا کہ تل دھرنے کی جگہ باقی نہ ہو گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تجھے روک دے گا۔'' اربد اور عامر دونوں باہر چلے گئے تو عامر نے اربد سے کہا میں محمد ﷺ کو باتوں میں الجھا کر تجھ سے غافل کر دوں گا تو موقع پا کر تلوار سے قتل کر دینا جب تم نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا تو زیادہ سے زیادہ یہ لوگ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے اور جنگ و جدال سے پرہیز کریں گے، پھر ہم ان کو دیت ادا کر دیں گے اربد نے اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کی ہامی بھی لی۔ تو دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس چلے آئے تو عامر نے کہا یا محمد ﷺ! ذرا ادھر آیئے مجھے آپ سے بات کرنی ہے، تو رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور دونوں (اربد اور عامر) دیوار کے پاس کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ گفتگو کرنے لگے تو اربد نے تلوار سونتنے کا ارادہ کیا اور اپنا ہاتھ تلوار کے دستہ پر رکھا تو ہاتھ تلوار کے قبضہ پر بے حس و حرکت ہو گیا اور وہ تلوار نہ سونت سکا۔ عامر کے مطابق اربد نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے سے ذرا دیر کر دی تو رسول اللہ ﷺ اس کیطرف متوجہ ہوئے اور اس کی حرکت پر مطلع ہوئے تو ان کے پاس سے چلے آئے۔

اربد اور عامر جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلے آئے اور چلتے چلتے ''حرہ واقم'' میں پہنچ کر ٹھہر گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر بھی ان کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے کہا ''اے ملعونو! اے خدا کے دشمنوں یہاں سے چلے جاؤ'' تو عامر نے سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو بتایا یہ اسید بن حضیر الکتائب ہے چنانچہ وہ دونوں وہاں سے چل دیئے ''رقم'' میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے بجلی گرا کر اربد کو بھسم کر دیا۔ عاصم وہاں چل کر ''حرۃ'' میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو طاعون کی گلٹی میں مبتلا کر دیا اور با دل نخواستہ اس کو بنی سلول کی خاتون کے ہاں رات بسر کرنی پڑی اور اپنے حلق کی گلٹی کو چھو کر کہنے لگا اونٹ کی گلٹی کی طرح گلٹی ہے۔ سلولیہ خاتون کے گھر میں مرنے سے نفرت ہے۔ پھر اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر گھوڑا دوڑا دیا یہاں تک کہ واپسی میں گھوڑے پر ہی اس کی روح پرواز ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کے بارے سورہ رعد کی (۸۔۱۳/۱۳) پانچ آیات نازل فرمائیں۔ اربد اور عامر کے واقعہ کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس مذکور بالا روایت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اس میں سعد بن معاذ متوفی ۴ یا ۵ ھ کا ذکر موجود ہے، واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت طفیل بن عامر دوسی رضی اللہ عنہ کے مکہ میں آنے اور ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ واپسی میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آنکھوں کے درمیان نور کیسے پیدا کیا اور پھر اس کو کوڑے کے کنارے اور سرے پر بدل دیا، ہم نے یہ واقعہ مکی زندگی میں مفصل بیان کیا ہے، یہاں اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں، حافظ بیہقی وغیرہ کی طرح۔

ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ...... ابن اسحاق (محمد بن ولید بن نویفع، کریب) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سعد بن بکر نے ضمام ثعلبہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا نمائندہ بنا کر روانہ کیا وہ مدینہ آیا اور مسجد نبوی کے دروازے پر سواری کا زانو باندھ کر مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ صحابہ میں تشریف فرما تھے۔ (ضمام، تنومند دلیر، گھنے بالوں والا اور دو گیسوؤں والا آدمی تھا) وہ آیا۔ اور صحابہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر اس نے پوچھا ابن عبدالمطلب کون ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ابن عبدالمطلب ہوں، تو اس نے کہا اے محمد! تو آپ نے ''ہاں'' کہا، پھر اس نے کہا اے ابن عبدالمطلب! میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں اور ذرا سختی سے پوچھوں گا، برانہ مانیے گا۔ تو آپ نے فرمایا جو پوچھنا ہو پوچھو، میں برا نہیں مانوں گا تو اس نے کہا۔ میں آپ کے معبود آپ سے قبل کے لوگوں کے معبود اور آپ کے بعد کے لوگوں کے معبود کی قسم دلا کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے پھر کہا، میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہتا ہوں، جو تیرا اللہ ہے اور تیرے سے پہلے لوگوں کا الٰہ ہے اور تیرے سے بعد والے لوگوں کا الٰہ ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم ان تمام بتوں کو جن کی ہمارے آباء عبادت کرتے تھے چھوڑ دیں آپ نے فرمایا ''ہاں'' اس نے پھر پوچھا، میں آپ کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جو تیرا خدا ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کا خدا ہے اور آپ سے بعد والے لوگوں کا خدا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمیں پانچ وقت نماز کی تلقین کریں۔ آپ نے فرمایا ''ہاں'' پھر اس نے اسلام کے فرائض، زکوٰۃ، روزہ اور حج اور دیگر احکام کے بارے میں بار بار پوچھا اور ہر فریضہ کے ساتھ وہ اسی طرح قسم دلاتا رہا جس طرح وہ پہلے قسم دلا کر پوچھتا تھا یہاں تک کہ وہ مسائل پوچھ کر فارغ ہو گیا تو اس نے اقرار کیا کہ میں شاہد ہوں، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے۔ اور میں ان فرائض کو بجالاؤں گا اور ممنوع باتوں سے اجتناب کروں گا۔ مزید برآں اس میں کم بیشی نہ کروں گا۔ پھر وہ اپنے اونٹ کی طرف لوٹ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دو گیسوؤں والے نے اگر سچے دل سے کہا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

پھر، اس نے اونٹ کا زانو بند کھولا اور روانہ ہو گیا حتیٰ کہ اپنی قوم کے پاس پہنچ گیا قوم اس کے پاس جمع ہوگئی۔ اس کے کلام کا آغاز تھا کہ لات اور عزیٰ برا ہے۔ قوم نے کہا، رک جا ضمام! برص، جذام اور جنون میں مبتلا ہونے کا ڈر، تو اس نے کہا، افسوس! واللہ! یہ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر قرآن نازل کیا ہے۔ جس کے ذریعہ تم کو تمام جاہلی رسوم سے نجات دلائی ہے اور میں شاہد ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اور میں اس کے ہاں سے تمہارے پاس کچھ امور لایا ہوں جس کے کرنے کا آپ نے حکم دیا ہے اور جن سے بچنے کی آپ نے تلقین کی ہے۔ راوی کا بیان ہے واللہ! شام تک اس کے ہاں سب مرد و عورت مسلمان ہو

گئے۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے کسی قوم کا نمائندہ اور وافد ضمام رضی اللہ عنہ سے افضل واعلیٰ نہیں سنا۔

اس حدیث کو امام احمد (یعقوب بن ابراہیم زہری، ابوہ) ابن اسحاق سے اسی طرح بیان کرتے ہیں اور امام ابوداؤد نے (سمہ بن فضل، محمد بن اسحاق، سمہ بن کہیل اور محمد بن ولید بن نویفع، کریب) حضرت ابن عباس سے اس کی مثال نقل کیا ہے اور اس بیان سے واضح ہے کہ وہ قبل از فتح مکہ اپنی قوم کے پاس واپس چلا آیا تھا کیونکہ عزیٰ کو فتح مکہ کے ایام میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے مسمار کیا تھا۔ واقدی (ابوبکر ب عبداللہ بن ابی سبرہ، شریک بن عبداللہ بن ابی نمر، کریب) حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رجب ۵ ھ میں بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا وہ تنومند، گھنے بالوں والا اور دو گیسوؤں والا بہادر مرد تھا وہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے نہایت سختی اور تلخ لب ولہجہ سے سوال کیا کہ آپ کو کس نے مبعوث کیا ہے اور کیا دے کر مبعوث کیا ہے اور اسلامی فرائض کی بابت دریافت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تسلی بخش جواب دیا تو وہ مسلمان ہو کر قوم کے پاس واپس آیا اور اس نے قوم کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے آگاہ کیا اور شام تک اس کی قوم کے سب مرد عورت مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے مساجد تعمیر کیں اور نماز کے لئے اذان کہی۔ امام احمد (ہاشم بن قاسم، سلیمان بن مغیرہ، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے مسائل کے بارے میں سوال کرنے سے روک دیئے گئے تھے اور ہم خوشی محسوس کرتے تھے کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور ہماری موجودگی میں آپ سے مسائل پوچھے۔ چنانچہ ایک بدوی اور دیہاتی آیا اور اس نے عرض کیا یا محمد! ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ آپ ﷺ کا خیال ہے کہ اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا اس نے درست کہا، پھر اس نے پوچھا آسمان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ! پھر اس نے دریافت کیا زمین کا خالق کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، پھر اس نے سوال کیا ان پہاڑوں کو کس نے نصب کیا ہے اور ان میں معدنیات کس نے رکھی ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ پھر اس نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے زمین وزمان پیدا کئے اور اس پر ان پہاڑوں کو نصب کیا، کیا اللہ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا آپ کے قاصد کا بیان تھا کہ شب وروز ہم پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا پھر اس نے پوچھا اس خدا کی قسم، جس نے آپ کو رسول مبعوث کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو اس کا ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے "ہاں" کہا۔ اس نے مزید پوچھا کہ آپ کے قاصد کا پیغام تھا کہ ہمارے مال ودولت میں زکوٰۃ واجب ہے تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔ اس نے کہا اس خدا کی قسم، جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا اللہ نے ہی آپ کو اس زکوٰۃ کا حکم دیا ہے؟ آپ نے "ہاں" فرمایا اس نے پوچھا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہمارے ذی استطاعت اور سرمایہ دار پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے تو آپ نے فرمایا اس نے صحیح کہا۔ حج والا فقرہ درست نہیں کیونکہ حج اس وقت فرض نہ تھا ممکن ہے کسی راوی سے سہواً اس کا ذکر ہو گیا ہو، **سبحان من لایسھو**۔ (ندوی)

ان سوالات کے بعد وہ کہتا ہوا جا رہا تھا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے۔ میں ان میں کمی بیشی نہ کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچے دل سے کہا ہے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں متعدد اسناد اور مختلف الفاظ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام مسلم نے اس روایت کو (ابوالنضر ہاشم بن قاسم از سلیمان بن مغیرہ) بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اسکو اس سند سے معلق نقل کیا ہے اور ایک اور سند سے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

امام احمد (حجاج، لیث، سعید بن ابی سعید، شریک بن عبداللہ بن ابی نمر) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شتر سوار آیا اس نے مسجد کے پاس اونٹ بٹھایا اور اس کے زانو باندھے پھر اس نے پوچھا تم میں سے محمد ﷺ کون ہے اور حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان تکیہ پر جلوہ افروز تھے تو ہم نے اشارہ کر کے کہا یہ سفید فام تکیہ پر براجمان ہیں۔ تو اس نے کہا جناب ابن عبدالمطلب محمد ﷺ! میں آپ سے پوچھتا ہوں اور سوال میں ذرا درشتی ہوگی، آپ خفا نہ ہو جائیے گا۔ آپ نے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو، تو اس نے کہا، میں آپ سے آپ کے رب اور قبل ازیں لوگوں کے رب کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے "ہاں" فرمایا پھر اس نے پوچھا خدارا بتایئے! کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ سال بھر میں ہم رمضان کے روزے رکھیں تو آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا، میں آپ کے فرمان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کا نمائندہ ہوں اور میں ہوں ضمام بن ثعلبہ یکے از بنی سعد بن بکر۔

امام بخاری نے اس روایت کو (عبداللہ بن یوسف، لیث بن سعد) سعید مقبری سے بیان کیا ہے۔ امام ابوداؤد و نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی اس کو لیث سے نقل کیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ امام نسائی نے اس روایت کو (لیث از بن عجلان وغیرہ از سعید مقبری از شریک از انس) بیان کیا نیز اس حدیث کو (عبیداللہ عمری از سعید مقبری از ابوہریرہ) نے بھی بیان کیا ہے۔ ممکن ہے ان دونوں سندوں سے سعید مقبری سے مروی ہے۔

ضماد ازدی کا وفد: قبل ازیں ہم امام احمد (یحییٰ بن آدم، حفص بن غیاث، داؤد بن ابی ہند، سعد بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہ) سے بیان کر چکے ہیں جس میں واضح ہے کہ ضماد ازدی کا رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا فتح سے قبل تھا۔

اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں طے قبیلہ کا وفد آیا ان کا رئیس زید الخیل تھا جب وہ رسول ﷺ کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے گفتگو کی آپ نے اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام قبول کرنا خلوص دل سے تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جیسا کہ طے کے معتبر آدمیوں سے منقول ہے) جس عربی کی بھی میرے پاس خوبی بیان کی گئی، ملاقات کے بعد وہ اس سے کم تر ثابت ہوا۔ سوائے زید الخیل کے کہ اس کی مدح سرائی، اس کی خوبیوں اور اخلاق سے کم تھی پھر آپ نے اس کا نام "زید الخیر" تجویز فرمایا اور اسے کوفہ اور دیگر اراضی کی جاگیر عطا کی اور اس کو وثیقہ لکھ کر دیا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر قوم کی طرف روانہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زید اگر مدینہ کے بخار سے تندرست بچ نکلا تو (راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حمی اور "ام ملدم" کے علاوہ کوئی اور نام لیا جو وہ صحیح سمجھ نہ سکا) جب وہ نجد کے علاقہ میں "فردہ" چشمہ پر پہنچا تو وہ بخار میں مبتلا ہو گیا اور اس بخار میں فوت ہو گیا۔

زید بن الخیل کا آخری شعر: موت کے آثار محسوس کر کے اس نے کہا۔

أمـــــرتـــــحـــــل قـــــومـــــي الـــــمـــــشـــــارق غـــــدوة
وأتـــــرك فـــــي بـــــيـــــت بـــــفـــــردة مـــــنـــــجـــــد
ألا رب يـــــوم لـــــو مـــــرضـــــت لـــــعـــــادنـــــي
عـــــوائـــــد مـــــن لـــــم يـــــبـــــر مـــــنـــــهـــــن يـــــجـــــهـــــد

"کیا میری قوم صبح کو مشارق کی طرف سفر کرنے والی ہے۔ اور میں "فردہ" چشمہ پر اونچی قبر میں تنہا چھوڑ دیا جاؤں گا۔"

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی بیوی نے اپنی نادانی، کم عقلی اور دین میں پختگی کے باعث اس کے تمام خطوط اور وثیقے جو اس کے ہمراہ تھے جلا دیئے۔ میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ بخاری میں ابوسعید سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سونا بھیجا تھا جو مٹی میں مخلوط تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ زید الخیل، علقمہ بن علاثہ، اقرع بن حابس اور عتبہ بن بدر میں تقسیم فرما دیا۔ یہ انشاء اللہ آئندہ مفصل طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرنے کے بیان میں ذکر ہوگا۔

عدی بن حاتم طائی کا قصہ: ... "وفد طے اور حدیث عدی" کے عنوان کے تحت امام بخاری، عدی بن حاتم سے بیان کرتے ہیں ہم ایک وفد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ رسول) کے پاس آئے وہ ایک ایک آدمی کا نام لے کر بلاتے جاتے تھے (مجھ کو نہ بلایا) تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین کیا آپ مجھے نہیں جانتے تو انہوں نے کہا، کیوں نہیں خوب جانتا ہوں تم نے اسلام قبول کیا جب یہ کافر تھے، تم اس وقت آئے جب یہ لوگ منہ موڑ رہے تھے تم نے وفاداری کی جب ان لوگوں نے غداری کی اور تم نے حق کو پہچان لیا جب انہوں نے انکار کیا۔ یہ سن کر عدی نے کہا اس پر مجھ کو (میرا اللہ مجھ سے راضی ہے) کچھ پروا نہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ میری معلومات کے مطابق، عدی بن حاتم کہا کرتا تھا کہ جب سے آپ ﷺ کا نام نامی سنا تھا کسی عرب کو مجھ سے زیادہ آپ سے نفرت نہ تھی۔ میں معزز اور رئیس تھا، عیسائی تھا اور اپنی قوم سے چوتھا حصہ وصول کرتا تھا اور بزعم خود اپنے دین کا پابند تھا اور شاہی آداب کے لحاظ سے میں اپنی قوم کا بادشاہ تھا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سنا تو میں نے ان سے نفرت کی میں نے اپنے عربی غلام کو کہا (جو اونٹوں کا

چرواہا تھا) تیرا باپ نہ رہے، میرے لئے عمدہ تیز رفتار اور صحت مند اونٹ تیار رکھ اور ان کو مجھ سے قریب تر باندھ جب تجھے معلوم ہو، کہ محمدی فوج نے اس علاقہ میں قدم رکھ دیا ہے تو مجھے فوراً خبر دے، اس نے ایسا ہی کیا، پھر وہ ایک روز صبح سویرے میرے پاس آیا تو اس نے کہا جناب عدی! محمدی فوج کے آنے پر جو تیرا پروگرام تھا، اس کو اب بروئے کار لا، میں نے علم دیکھے ہیں ان کے بارے میں میں نے پوچھا تو معلوم ہوا یہ محمدی فوج ہے۔ چنانچہ میں نے اسے کہا اونٹوں کو محل کے قریب لے آ، وہ لے آیا تو میں نے اپنے اہل وعیال کو ان پر سوار کرا دیا پھر میں نے سوچا کہ میں شام میں اپنے ہم مذہب بھائیوں کے پاس چلا چلوں میں حوشیہ راستے پر روانہ ہوا (جو شام اور نجد کے درمیان ہے) اور بنت حاتم کو آبادی میں ہی چھوڑ دیا، میں شام پہنچ گیا اور وہاں ٹھہر گیا۔

بنت حاتم کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا احسان کا معاملہ فرمانا محمدی لشکر میرے بعد آیا، دوسرے قیدیوں کے ساتھ انہوں نے بنت حاتم کو بھی پکڑ لیا اور اس کو بھی قبیلہ طے کے قیدیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے۔ (اور رسول اللہ ﷺ کو میرے متعلق شام میں منتقل ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی) مسجد کے دروازے کے متصل، ایک کمرہ میں اسیروں کو رکھا جاتا تھا وہاں بنت حاتم کو ٹھہرا دیا گیا، رسول اللہ ﷺ اس کے پاس سے گزرے (وہ خوش کلام عورت تھی) اس نے عرض کیا یارسول اللہ! والد فوت ہو چکا ہے۔ ہمراہ آنے والا غائب ہو چکا ہے، مجھ پر احسان فرمایئے، اللہ آپ پر احسان فرمائے گا رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، تیرے ہمراہ آنے والا کون ہے؟ اس نے عرض کیا عدی بن حاتم آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے بھاگ جانے والا۔

اس کا بیان ہے کہ آپ وہیں بند چھوڑ کر چلے گئے۔ دوسرا دن ہوا تو آپ ﷺ میرے پاس سے پھر گزرے میں نے گذشتہ روز والا سوال کیا اور آپ پھر وہی جواب دے کر چلے گئے۔ تیسرا روز آیا تو پھر میرے پاس سے گزرے اور میں مایوس ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کے پیچھے سے ایک آدمی نے مجھے اشارہ کیا کہ کھڑی ہو کر، ان سے عرض کر۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! والد فوت ہو گیا ہے، نمائندہ اور وافد غائب ہو گیا ہے، آپ مجھ پر احسان فرما دیں، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا میں نے احسان کر دیا، واپسی کے لئے جلد بازی مت کرنا۔ قوم کا کوئی قابل اعتماد ساتھی مل جائے، جو تجھے منزل مقصود تک پہنچا دے، تو مجھے اطلاع دینا۔ (بنت حاتم کا بیان ہے میں نے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے مجھے بات کرنے کا اشارہ کیا تھا تو معلوم ہوا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں) میں وہیں آپ کے پاس مقیم رہی کہ بلی یا قضاعہ قبیلہ کے لوگ آئے اور میرا ارادہ تھا کہ میں شام میں اپنے بھائی کے پاس جاؤں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری قوم کے کچھ لوگ آئے ہیں ان میں میرے قابل اعتماد لوگ ہیں پھر آپ نے مجھے لباس اور سواری عطا کی اور سامان سفر بھی عطا فرمایا۔ میں ان کے ساتھ روانہ ہوئی اور چلتے چلتے شام پہنچ گئی۔

عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ واللہ! میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ ایک عورت ہماری طرف آ رہی ہے۔ میں نے (دل میں) کہا بنت حاتم ہے، غور سے دیکھا تو وہی ہے، جب وہ میرے پاس آ گئی تو بے تکان برا بھلا کہنے لگی، ارے ظالم، قطع رحمی کرنے والا، اپنے بال بچوں کو لے آیا، اپنے باپ کی نشانی اور عورت ذات کو چھوڑ آیا، عدی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے پیاری بہن! اچھی بات ہی کہو، واللہ! (میں نادم ہوں) میرے پاس اس جرم کا کوئی بہانہ اور عذر نہیں، مجھ سے غلطی ہو گئی ہے پھر وہ میرے ہاں مقیم ہو گئی۔ (وہ سلیقہ شعار اور عقلمند عورت تھی) میں نے اس سے پوچھا کہ "اس آدمی" کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا واللہ! میرا خیال ہے کہ تو ان کے پاس فوراً چلا جا، اگر نبی ہوا تو اس کی طرف جانے والا فضل وکرم کا مستحق ہے۔ اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم معزز ومبارک ہو گا اور تیرا مقام عالی ہو گا۔

عدی بن حاتم کا قبول اسلام عدی کا بیان ہے کہ واللہ! میں نے سوچا واللہ! یہی رائے قابل قدر ہے۔ چنانچہ میں وہاں سے روانہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ پہنچ گیا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا تو آپ نے پوچھا کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم، پھر رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے گھر کی طرف لے کر روانہ ہو گئے، واللہ آپ مجھے لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک عمر رسیدہ ضعیف عورت ملی اس نے آپ کو ٹھہرا لیا آپ دیر تک کھڑے کھڑے اس کی بات سنتے رہے۔ میں نے دل میں کہا، واللہ! یہ بادشاہ نہیں، پھر رسول اللہ

ﷺ مجھے گھر لے آئے گھر میں آئے تو چرمی تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، میری طرف کر کے کہا، اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ۔ عرض کیا نہیں بلکہ اس پر ٹیک لگا کر آپ تشریف رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ تم بیٹھو۔ میں اس پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ بغیر تکیہ کے زمین پر بیٹھ گئے، میں نے دل میں سوچا، واللہ! یہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے عدی حاتم، بتاؤ کیا تم رکوسی اور عیسائیت کے علم بردار نہ تھے عرض کیا کیوں نہیں' پھر پوچھا کیا تو اپنی قوم سے چوتھا حصہ وصول نہ کیا کرتا تھا؟ عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ عیسائی مذہب میں تیرے لئے جائز نہ تھا؟ عرض کیا جی ہاں، واللہ میں سمجھ گیا کہ آپ نبی مرسل ہیں نامعلوم اور متروک باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرمایا اے عدی! شاید تم کو اسلام قبول کرنے سے یہ امر مانع ہو کہ یہ لوگ غریب اور محتاج ہیں واللہ! عنقریب ان کے ہاں مال کی ریل پیل ہو جائے گی حتیٰ کے صدقہ لینے والا موجود نہ ہوگا۔ شاید تم کو دشمنوں کی کثرت اور ان کی قلت دین اسلام اختیار کرنے سے روک رہی ہے۔ واللہ! عنقریب تو سنے گا کہ ایک عورت تنہا قادسیہ سے سوار ہو کر بیت اللہ کے حج کو چلی جا رہی ہے۔ اس کو کوئی خوف وخطر لاحق نہ ہوگا۔ شاید تجھ کو مسلمان ہونے سے یہ امر مانع ہو کہ تم دیکھتے ہو کہ حکومت اور سلطنت پر غیر مسلم قابض ہیں، خدا کی قسم! تم عنقریب سنو گے کہ ملک اسلام کے قبضے میں ہوں گے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا، ان تین میں سے دو پیشن گوئیاں رونما ہو چکی ہیں اور ایک باقی ہے، واللہ! وہ بھی ظہور پذیر ہوگی، میں ارض بابل کے سفید محلات تو دیکھ چکا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے قبضے میں ہیں، میں نے وہ عورت بھی دیکھی جو قادسیہ سے اونٹ پر سوار ہو کر آئی اس نے بغیر کسی خوف کے بیت اللہ کا حج کیا۔ بخدا! تیسری پیش گوئی بھی معرض وجود میں آئے گی، مال و دولت بکثرت ہوگا کہ خیرات لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے۔ اس کے شواہد دیگر اسناد سے موجود ہیں۔

امام احمد (محمد بن جعفر، شعبہ، سماک بن حرب، عباد بن حبیش) عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ محمدی لشکر آیا، میں اس وقت شام میں دمشق کے ایک محلہ عقرب میں مقیم تھا، انہوں نے میری پھوپھی اور دیگر لوگوں کو گرفتار کر لیا اور لا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ ﷺ کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ! والد فوت ہو گیا ہے۔ نمائندہ اور ہمراہ آنے والا الگ ہو گیا ہے، اور میں عمر رسیدہ بوڑھی ہوں، کوئی کام کاج نہیں کر سکتی، مجھ پر احسان فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تیرا وفد اور ہمراہ آنے والا کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم ہے۔ فرمایا وہ جو اللہ اور اس کے رسول سے فرار ہو گیا ہے پھر آپ نے مجھ پر احسان کیا جب آپ واپس چلے گئے تو آپ کے پہلو میں ایک آدمی (غالباً علی) نے کہا ان سے سواری طلب کرو، پھر میں نے سواری کا سوال کیا تو آپ نے سواری دینے کا حکم فرمایا عدی کا بیان ہے پھر وہ میرے پاس آئی اور اس نے کہا تم نے ایسا شرمناک اور ناگفتہ بہ کام کیا ہے کہ تیرا والد ایسا نہیں کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہر حال میں حاضر ہو، شوق سے یا ڈر سے چاہت سے یا نفرت سے۔ ان کے پاس فلاں آیا، اس نے مال و دولت پایا اور فلاں آیا اس نے عزت و وقار پایا۔ حضرت عدی نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس ایک خاتون اور دو یا ایک بچہ تھا آپ نے ان سے اپنا رشتہ بیان کیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ کسریٰ اور قیصر جیسے بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے عدی بن حاتم! کس چیز نے تجھے فرار پر آمادہ کیا؟ تو اس بات سے بھاگتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہا جائے، کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی معبود ہے؟ تم فرار پر کیونکر مجبور ہوئے؟ کیا اللہ اکبر کہنے سے، کیا اللہ عزوجل سے بھی کوئی چیز بڑی ہے، یہ سن کر میں مسلمان ہو گیا۔

سورۂ فاتحہ میں ''مغضوب علیہم'' اور ''ضالین'' سے کون لوگ مراد ہیں۔　میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ تروتازہ اور منور ہو گیا ہے پھر آپ نے فرمایا (مغضوب علیہم) غضب خدا میں گرفتار لوگوں سے مراد یہود ہیں (ضالین) اور گمراہ لوگوں سے مراد عیسائی ہیں۔ پھر چند لوگوں نے آپ سے سوال کیا، تو حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا۔

خطبہ　اما بعد! اے لوگو! تمہاری لئے ضروری ہے کہ تم ضرورت سے زائد مال میں سے ''راہ خدا'' میں دو۔ آدمی ایک ''صاع'' ہی دے ''صاع'' کا کچھ حصہ دے، مٹھی بھر دے، مٹھی سے کم ہی دے۔ راوی کا بیان ہے کہ زیادہ تر مجھے یہی یاد ہے کہ آپ نے فرمایا ایک کھجور دے (نہ سہی) تو کھجور کا ٹکڑا ہی دے۔ سنو! تم میں سے ہر شخص کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے۔ وہ تم سے پوچھنے والا ہے (جو میں بتا رہا ہوں) کیا میں

نے تجھے سماعت و بصارت سے نہیں نوازا تھا، کیا میں نے تجھے مال اور اولاد نہیں دے رکھی تھی؟ تو کیا لایا پھر وہ اپنے آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھے گا مگر کسی چیز کو نہ پائے گا، پھر دوزخ کی آگ سے بچاؤ محض اس کا چہرہ ہوگا پس آتش دوزخ سے بچو گو آدھی کھجور کی خیرات سے ہی، اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو بھلی بات سے۔ مجھے تم پر فقر و فاقے کا خطرہ نہیں، اللہ تمہارا مددگار ہوگا وہ تمہیں دے گا۔ (یا زیادہ وہ تم پر فتوحات کے دروازے کھول دے گا) تمہاری سلطنت وسیع ہو جائے گی یہاں تک کہ ایک عورت حیرہ اور یثرب کے درمیان سفر کرے گی، اسے اپنی سواری پر چوری کا خطرہ بھی نہ ہوگا۔ اس روایت کو امام ترمذی نے شعبہ اور عمرو بن ابی قیس دونوں کی معرفت سماک سے بیان کیا ہے اور اس کے بارے میں کہا، **حسن غریب لا نعرفه الامن حدیث سماک**

عدی بن حاتم کی کہانی انہی کی زبانی ...امام احمد (یزید، ہشام بن حسان، محمد بن سیرین، ابوعبیدہ بن حذیفہ) گمنام راوی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے کہا، ایک حدیث کا مجھے آپ کے بارے میں علم ہوا ہے۔ میں وہ آپ سے سننا چاہتا ہوں، اس نے کہا بہت اچھا، جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا علم ہوا تو میں نے آپ کی بعثت کو نہایت برا سمجھا اور اپنے گھر سے نکل کر روم چلا آیا (ایک روایت میں ہے) قیصر کے پاس پہنچ گیا اور میں نے اپنے قیام کو، رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے بھی بڑھ کر برا سمجھا اور میں نے دل میں سوچا کاش میں "اس آدمی" کے پاس چلا جاتا، واللہ! اگر وہ کاذب اور جھوٹا ہے تو مجھے اس سے نقصان نہ ہوگا، اگر وہ سچا ہے تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ میں چلا آیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو لوگوں نے کہا کہ عدی بن حاتم (آیا ہے)، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو آپ نے تین بار فرمایا مسلمان ہو جا، سلامت رہے گا۔ میں نے عرض کیا میں بھی ایک دین کا حامل ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے دین کو، تم سے بہتر جانتا ہوں۔ عرض کیا، آپ میرے دین کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں؟ تو فرمایا "ہاں" کیا تو رکوسیہ فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا، تو اپنی قوم کا "چوتھائی حصہ" کھا جاتا ہے عرض کیا کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا یہ تیرے دین میں روا نہیں ہے۔ عرض کیا "جی ہاں" آپ نے فرمایا ہی تھا کہ میں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جو چیز تجھے اسلام قبول کرنے سے روکنے والی ہے، وہ میں اچھی طرح جانتا ہوں، تیرا خیال ہے کہ "اس" کے تابع صرف ناتواں، کمزور اور ضعیف لوگ ہیں پورا عرب ان کے خلاف نبرد آزما ہے، کیا تو نے "حیرہ" شہر دیکھا تو عرض کیا دیکھا تو نہیں سنا ہے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ اس دین کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا یہاں تک کہ ایک خاتون "حیرہ" سے تنہا آئے گی اور بغیر کسی کی پناہ کے، بیت اللہ کا طواف کرے گی، کسریٰ بن ہرمز کے خزانے، مسلمانوں کے لئے کھل جائیں گے۔ میں نے (حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے) کہا "ابن ہرمز کے خزانے" آپ نے فرمایا ہاں، کسریٰ بن ہرمز کے خزانے، اور مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ کوئی خیرات نہ قبول کرے گا۔

عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ خاتون حیرہ سے آتی ہے اور بغیر کسی کی پناہ اور کفالت کے بیت اللہ کا طواف کر کے واپس چلی جاتی ہے اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیسری پیش گوئی بھی ضرور پوری ہوگی۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی۔

امام احمد (یونس بن محمد، حماد بن زید، ایوب، محمد بن سیرین، ابوعبیدہ بن حذیفہ) رجل معروف (حماد اور ہشام نے محمد بن ابی عبیدہ سے بیان کیا ہے اور "رجل" کا ذکر نہیں کیا) کہ میں لوگوں سے حدیث عدی بن حاتم پوچھتا تھا، وہ میرے پاس ہی ہوتے، ان سے نہ پوچھتا۔ چنانچہ میں ایک روز ان کے پاس آیا اور پوچھا تو آپ نے "ہاں" کہا اور حدیث بتائی۔ بیہقی (ابوعمرو ادیب، ابوبکر اسماعیلی، حسن بن سفیان، اسحاق بن ابراہیم، نضر بن شمیل، اسرائیل، سعد طائی، محل بن خلیفہ) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی نے آپ سے فقر و فاقہ کا اظہار کیا، دوسرا آیا، اس نے رہزنی اور ڈاکے کی شکایت کی تو فرمایا، اے عدی بن حاتم کیا تو نے "حیرہ" دیکھا ہے؟ عرض کیا دیکھا تو نہیں سنا ہے۔ فرمایا اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو، تو دیکھ لے گا کہ ایک عورت "حیرہ" سے چل کر آئے گی اور بیت اللہ کا طواف کرے گی۔ اللہ کے سوا، اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ میں نے دل میں سوچا طے کے ڈکیت، جنہوں نے علاقہ میں فتنہ اور فساد مچا رکھا ہے کدھر جائیں گے۔

• گر تیری عمر دراز ہوئی تو، تو دیکھ لے گا کہ کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح ہوں گے میں نے بطور تعجب عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے، آپ نے فرمایا ہاں، کسریٰ بن ہرمز کے۔ اگر تو دیر تک زندہ رہا تو دیکھ لے گا کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا، خیرات لینے والے کی تلاش کریگا، وہ کسی کو خیرات کا طلب گار نہ پائے گا۔ تم میں سے ہر ایک کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہوگی، درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا سوائے جنت کے اس کو کچھ نظر نہ آئے گا، اور بائیں طرف دیکھے گا تو اس کو صرف جہنم ہی نظر آئے گی۔

عدی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، تم دوزخ کی آگ سے بچو، گو آدھی کھجور خیرات کر کے، اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو بھلی بات ہی سے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرا مشاہدہ ہے کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا وہ کوفہ سے آئی اور اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کو سوائے خدا کے کسی کا خوف نہ تھا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ اگر تمہاری زندگی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی باقی پیش گوئی کو بھی وجود میں دیکھ لو گے۔ اس روایت کو مکمل طور پر امام بخاری نے محمد بن حکم کی معرفت نضر بن شمیل سے روایت کی ہے۔ ایک اور سند سے (سعدان سعد بن بشر، سعد بن ابی مجاہد طائی محل بن خلیفہ) عدی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ امام احمد اور امام نسائی نے (شعبہ از سعد ابو مجاہد طائی) بھی یہ حدیث بیان کی ہے۔ اس واقعہ کو عدی بن حاتم سے بیان کرنے والوں میں عامر بن شرحبیل شعبی بھی شامل ہیں۔ اس نے مذکور بالا حدیث کیطرح بیان کیا اور کہا ہے ''اس کو صرف اللہ کا خوف ہوگا اور اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا۔

خیرات دوزخ کی آگ سے بچاتی ہے ... بخاری اور مسلم میں بہ ترتیب (شعبہ اور زہیر بن معاویہ، ابو اسحاق، عبداللہ بن معقل بن مقرن مزنی) حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' آتش دوزخ سے بچو گو آدھی کھجور خیرات کر کے اور امام مسلم کے الفاظ ہیں'' جو شخص تم میں سے آتش دوزخ سے بچنے کی استطاعت رکھتا ہے، خواہ آدھی کھجور خیرات کر کے ہی، وہ ایسا کرے۔''

حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت ... حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ، ابو بکر محمد بن عبداللہ بن یوسف ابو سعید عبید بن کثیر بن عبدالواحد الکوفی، ضرار بن صرد، عاصم بن حمید، ابو حمزہ ثمالی، عبدالرحمان بن جندب) کمیل بن زیاد نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا، سبحان اللہ! تعجب ہے کہ اکثر لوگ نیکی اور اخلاق مکارم سے بے رغبت اور بے نیاز ہیں، ایسا شخص حیرت انگیز ہے کہ اس کے پاس اس کا مسلمان بھائی کسی ضرورت کے لئے آتا ہے اور وہ اس کی مدد نہیں کر سکتا تو اگرچہ وہ ثواب کا امیدوار نہ ہو اور نہ ہی عذاب سے خائف ہو تو بھی اس کے لئے لائق اور لازم ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور خوش اطواری کی طرف پوری توجہ دے کیونکہ خوش اخلاقی راہ نجات کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ ایک آدمی نے اٹھ کر عرض کیا فداک ابی وامی، میرے ماں باپ صدقے، یا امیر المومنین آپ نے یہ بات، رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ اثبات میں جواب دے کر فرمایا ''ہاں'' اس سے بھی بہتر بات سنی ہے۔ جب اسیران طے کو لایا گیا تو ایک لڑکی کھڑی ہوئی، گلفام، سرخ لب، صاف ستھری دراز گردن بلند بینی، میانہ قد، میانہ سر، پر گوشت ٹخنے، موٹی پنڈلیاں، پتلی کمر، میں نے اسے دیکھا تو سراپا حیران تھا اور میں نے دل میں سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس کی درخواست کروں گا۔ اسکو میرے حصہ میں رکھ دیں۔ جب اس نے بات کی تو اس کی فصاحت وبلاغت، اس کے حسن وجمال پر فائق تھی۔ اس نے عرض کیا یا محمد! اگر آپ کا خیال ہو کہ آپ ہمیں آزاد کر دیں اور قبائل عرب کو ہمارے خلاف خوشی کا موقعہ فراہم نہ کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ میں رئیس قوم کی بیٹی ہوں میرا والد، ذمہ داری کا احساس کرتا تھا، اسیروں کو رہا کراتا تھا، بھوکے کو کھلاتا تھا۔ ننگے کو لباس دیتا تھا، مہمان نوازی کرتا تھا، لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا اور سلام کو عام رواج دیتا تھا اور ضرورتمندوں کو کبھی نامراد نہیں لوٹاتا تھا۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے لڑکی! واقعی یہ صفات وحالات مومنوں کی ہیں، اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس پر کلمہ ترحم بولتے۔ اس کو رہا کر دو کیونکہ اس کا والد مکارم اخلاق اور اچھی عادات کو پسند کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ بھی عمدہ عادات کو پسند کرتا ہے۔ ابو بردہ بن نیاز نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی خوش اخلاقی کو پسند کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی شخص حسن اخلاق کے بغیر جنت میں نہ جائے گا۔ اس حدیث کا مضمون بہتر ہے۔ سند غریب ہے اور سلسلہ سند بھی عجیب ہے۔ ایسے اوصاف کا آخرت میں مفید ہونا، ایمان وایقان کے ساتھ مشروط ہے۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جنہوں نے کبھی بھی زندگی میں نہیں کہا اے اللہ! بروز قیامت میرے گناہ معاف فرما دینا۔

واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ربیع الاخر ۹ھ میں علاقہ طے کی طرف روانہ کیا اور اپنے ہمراہ اسیر لائے جن میں عدی بن حاتم کی بہن بھی تھی۔ اور دو تلواریں بھی لائے جو ان کے بت خانہ میں تھیں ایک کا نام "رسوب" اور دوسری کا "مخذم" ہے حارث بن ابی سمر نے ان تلواروں کا اس بت کے لئے نذرانہ پیش کیا تھا۔

طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ۔ ابونعیم (سفیان، ابن ذکوان یعنی عبداللہ بن زیاد، عبدالرحمان اعرج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ طفیل دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ دوس قبیلہ ہلاک ہو گیا، اس نے نافرمانی کی اور اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ ان کے لئے بددعا کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدایا! دوس کو ہدایت نصیب کر اور ان کو (میرے پاس) لے آ۔ اس سند سے امام بخاری، منفرد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی آمد۔ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں کہا:

یـــــا لـــيلة مـــن طـــولها وعـــنـــائها
عـــلـــى أنهـــا مـــن دارة الـــكـــفـــر نـــجـــت

"اس رات کی درازی اور دشوار نا قابل فراموش ہے مگر اس نے مجھے دارالکفر سے نجات بخش دی"۔

راستے میں میرا غلام بھاگ گیا اور جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت کر لی ابھی میں آپ کے پاس ہی تھا کہ غلام آ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ تیرا غلام ہے؟ اور میں نے کہا وہ اللہ کی خاطر آزاد ہے چنانچہ میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ اس روایت میں امام بخاری (اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم) منفرد ہیں۔ امام بخاری نے حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ کی آمد کا جو ذکر کیا ہے یہ قبل از ہجرت تھا اگر انکی آمد کو، بعد از ہجرت تصور کیا جائے تو قبل از فتح مکہ ہوگی کیونکہ دوس قبیلہ کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی آمد سنہ ۷ھ میں تھی جب رسول اللہ ﷺ قصبہ خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں، خیبر کے فتح ہونے کے بعد پہنچے اور آپ ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے کچھ دیا، یہ واقعہ اپنی جگہ پر تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

یمن والوں کا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا۔ امام بخاری (شعبہ، سلیمان بن مہران اعمش، ذکوان ابو صالح سمان) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس یمنی آئے ہیں وہ نرم دل ہیں اور زندہ دل ہیں ایمان اہل یمن کا ہے اور حکمت و دانائی بھی یمن کی ہے فخر اور غرور، اونٹوں والوں میں ہے۔ سکینت اور وقار بکریوں والوں میں ہے، اس روایت کو امام مسلم نے شعبہ سے بیان کیا ہے امام بخاری (ابوالیمان، شعیب، ابوالزناد، اعرج) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **اتاکم اهل اليمن اضعف قلوبا وارق افئدة الفقة يمان والحكمة يمانيه**، امام بخاری (اسماعیل، سلیمان، ثور، ابوالمغیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان یمن کا ہے۔ اور فتنہ وہاں ہے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا۔ اس روایت کو امام مسلم نے (شعیب، زہری، سعید بن مسیب، ابو ہریرہ) بیان کیا ہے۔ امام بخاری (شعبہ، اسماعیل، قیس) ابو مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان وہاں ہے اور ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا، جلد بازی اور سنگدلی، فدادین اور متکبر لوگوں میں ہے جو اونٹوں کے دموں کے پیچھے چلاتے رہتے ہیں جہاں سے شیطان کے دو سینگ نمودار ہوں گے یعنی ربیعہ اور مضر۔ نیز امام بخاری اور امام مسلم نے (اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم) ابو مسعود بن عمرو سے بھی بیان کیا ہے۔ امام بخاری، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ بنی تمیم کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اے بنی تمیم بشارت قبول کرو تو انھوں نے کہا جب آپ نے ہمیں بشارت کا مژدہ سنایا ہے تو کچھ عطا بھی فرمائیے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ بدل گیا۔ تو اس کے بعد کچھ یمنی لوگ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تو بشارت قبول کرو جبکہ بنی تمیم نے قبول نہیں کی۔ تو انہوں

نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے بشارت کا مژدہ قبول کرلیا۔ اس روایت کو امام ترمذی اور امام نسائی نے ثوری سے بیان کیا ہے۔

اشعریوں کی آمد کی خوشی ...... یہ تمام روایات، اہل یمن کے وفد کی فضیلت سے آگاہ کرتی ہیں اور ان میں وفد کی آمد کے وقت کا تعین نہیں۔ بنی تمیم کے وفد کا آنا اگرچہ اہل یمن کے بعد تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی آمد اشعریوں کی آمد کے متصل ہو بلکہ اشعریوں کی آمد تو ان سے قبل ہے کیونکہ وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور دیگر مہاجرین (جو حبشہ میں تھے) کے ہمراہ آئے تھے اور یہ آمد فتح خیبر ۷ھ کے بعد ہوئی جیسا کہ ہم برموقع مفصل بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ مقولہ بھی بیان ہو چکا ہے "واللہ! مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد کی زیادہ خوشی ہے یا فتح خیبر کی۔" واللہ اعلم۔

بحرین کا مال غنیمت ... امام بخاری (قتیبہ بن سعید، سفیان محمد بن منکدر) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اگر بحرین سے مال غنیمت آیا تو میں تجھے اس، اس طرح دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک بحرین سے مال نہ آیا جب ابوبکر کی خلافت میں مال غنیمت آیا تو اعلان کرادیا کہ جس کا رسول اللہ ﷺ پر قرض ہے یا کوئی وعدہ ہے تو وہ میرے پاس آجائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا (**لو قد جاء مال البحرين اعطيتك هكذا وهكذا ثلاثا**) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے منہ موڑ لیا۔ بعد ازیں پھر ملاقات ہوئی اور میں نے مانگا تو آپ نے نہ دیا۔ میں پھر تیسری بار آیا اور سوال کیا تو مجھے کچھ نہ دیا۔ بالآخر میں نے ان سے عرض کیا کہ میں آیا اور آپ نے نہ دیا، پھر آیا آپ نے پھر بھی نہ دیا، پھر تیسری بار بھی آپ نے نہ دیا تو اب آپ عطا کردیں یا بخل سے کام لیں (اور نہ دیں) تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ کیا تم مجھ کو بخیل سمجھتے ہو؟ بخل سے بڑھ کر کون سی خرابی ہے؟ یہ بات انہوں نے تین بار کہی، پھر کہا، میں نے جب بھی آپ کو منع کیا اور نہ دیا اس وقت بھی میرا ارادہ دینے کا ہی تھا۔ امام بخاری نے یہاں اسی طرح بیان کیا ہے اور امام مسلم نے اس کو بذریعہ عمرو ناقد، سفیان بن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ امام بخاری (عمرو، محمد بن علی) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے لپ بھر دیا) اور کہا اس کو شمار کر۔ میں نے اس کو گنا تو وہ پانچ سو تھے پھر حضرت ابوبکر نے کہا دو بار اور اتنے اتنے لے لے۔ امام بخاری نے اس روایت کو (علی بن مدینی، سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار، محمد بن علی ابوجعفر) جابر رضی اللہ عنہ سے بھی قتیبہ بن سعید از سفیان کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔ نیز امام بخاری اور مسلم نے اور اسناد سے (سفیان بن عیینہ، عمرو، محمد بن علی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے اسکو کہا اور اس نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر درہموں کا "بک" بھرا، ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو ہوئے، اس سے دوگنا اور دیا تو کل پندرہ سو درہم اس کو دیئے۔

فروہ بن مسیک مرادی کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنا ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ فروہ بن مسیک مرادی، شاہان کندہ سے علیحدہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مراد اور ہمدان قبیلہ کے درمیان قبل از اسلام ایک معرکہ بپا ہوا تھا، ہمدان نے ان کو خوب قتل کیا اور اس جنگ کا نام "ردوم" اور ہمدان قبیلہ کا قائد اور علم بردار اجدع بن مالک تھا (اور بقول ابن ہشام مالک بن خریم ہمدانی تھا) فروہ بن مسیک مرادی نے اس جنگ کے بارے میں کہا۔

فروہ بن مسیک مرادی کے اشعار:

مررن على لفات وهن خوص
ينازعن الأعنة ينتحينا
فان نغلب فغلابون قدما

وان نغلب فغیر مغلبینا
وما ان طبنا جبن ولکن
منایانا وطعمۃ آخرینا
کذاک الدھر دولتہ سجال
تکر صروفہ حینا فحینا
فبینا ما نسر بہ ونرضی
ولو لبست غضارتہ سنینا

''وہ سواریوں کے جتھے کے پاس سے گزریں ان کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں وہ مہاروں کو کھینچ رہی تھیں ایکطرف جاتی ہوئیں۔ اگر ہم غالب آ جائیں تو زمانہ قدیم سے ہی غالب رہے ہیں، اگر ہم مغلوب اور شکست کھا جائیں تو ہم مغلوب رہنے والے نہیں ہیں۔ ہماری فطرت اور عادت بزدلی نہیں ہے لیکن ہماری موتیں مقدر تھیں اور دوسروں کا رزق اور معاش۔ اسی طرح زمانہ ہے۔ اس کا انقلاب فتح و شکست ہے۔ گردش ایام وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ہم مسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اس کو پسند کرتے تھے اگرچہ سالہا سال تک اس کی تر و تازگی اور آسائش رہے''۔

اذا انقلبت بہ کرات دھر
فالفی فی الأولی غبطوا طحینا
فمن یغبط بریب الدھر منھم
یجد ریب الزمان لہ خوءونا
فلو خلد الملوک اذا خلدنا
ولو بقی الکرام اذا بقینا
فافنی ذلکم سروات قومی
کما أفنی القرون الأولینا

''جب حوادثات زمانہ کا اس پر انقلاب آ جائے۔ تو ان میں ایسے لوگوں کو پائے گا جو پس جانے اور نابود ہونے پر رشک کریں گے۔ جو ان میں سے حوادثات زمانہ پر رشک کرتا اور خوش ہوتا ہے وہ ان گردش ایام کو خائن اور بدعہد پائے گا۔ اگر بادشاہ ہمیشہ رہے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے اگر شرفاء کے لئے بقا ہوتی تو ہم بھی باقی رہتے۔ حوادثات زمانہ نے میری قوم کے شرفا کو تباہ کر دیا جیسا کہ گردش ایام نے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا''۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب فروہ مرادی شاہان کندہ سے الگ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے کہا:

لما رأیت ملوک کندۃ أعرضت
کالرجل خان الرجل عرق نسائھا
قربت راحلتی اوم محمداً
أرجو فواضلھا وحسن ثرائھا

''جب میں نے شاہان کندہ کو دیکھا کہ انہوں نے بے وفائی کی اور منہ موڑ لیا ہے۔ اس ٹانگ کی طرح جو ''عرق نسا'' (ٹانگ میں ایک درد) کے باعث دوسری سے خیانت کرتی ہے۔ میں نے اپنی سواری کو محمد ﷺ کے پاس جانے کے لئے قریب کیا میں اس کے منافع اور حسن ثروت کا امیدوار ہوں''۔

جب فروہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو آپ نے پوچھا اے فروہ! جنگ روم میں تیری قوم کو جو صدمہ پہنچا تھا کیا تجھے ناگوار گزرا ہے؟ تو اس آپ نے فرمایا بے شک اس صدمہ نے اسلام میں تیری قوم کے وقار میں اضافہ کیا ہے پھر آپ ﷺ نے اس کو مراد، زبید اور حج قبائل پر عامل مقرر کر دیا اور اس کے ہمراہ خالد بن سعید بن عاص کو زکوۃ کی وصولی کے لئے روانہ کیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک آپ کے ساتھ رہا۔

عمرو بن معدی کرب کا اسلام لانا ۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن معدی کرب نے کہا جب ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو قیس بن مکشوح مرادی سے کہا تو اپنی قوم کا سردار ہے اور معلوم ہوا کہ محمد ﷺ قریش حجاز میں ظہور پذیر ہوا ہے کہتے ہیں کہ وہ نبی ہے آؤ اس کے پاس چلیں معلوم کریں اگر وہ واقعی نبی ہوا تو یہ بات ہم پر مخفی اور راز نہ رہے گی ہم اس کی پیروی کریں گے، اگر وہ نبی نہ ہوا تو ہم اسکی معلومات حاصل کرلیں گے۔ یہ سن کر قیس نے اسکی رائے کی تضحیک کی۔ پھر عمرو بن معدی کرب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور آپ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گیا۔

عمرو بن معدی کرب کے اشعار ۔ قیس مرادی کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے عمرو کو دھمکی دی کہ اس نے میری رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی اور میری مخالفت کی ہے۔ تو عمرو نے اس سلسلہ میں کہا:

أمرتك يوم ذي صنعاء
أمراً بادياً رشده
أمرتك باتقاء الله
والمعروف تتعده
خرجت من المنى مثل
الحمير غرة وتده
تمناني على فرس
عليه جالساً أسده

”ذی صنعاء کے روز میں نے تجھے ایسے امر کے بارے میں کہا تھا جس کی اچھائی واضح تھی۔ میں نے تجھے اللہ کے تقویٰ اور نیکی کا مشورہ دیا تھا۔ تو نے اس سے تجاوز کیا تو نے غلط اندازہ لگایا جیسے گدھے کو اس کھونٹی کے قریب میں مبتلا کر دیا تھا اس نے مجھے گھوڑے پر آرزو کی ہے کہ جس پر اس کا شیر بیٹھا ہوا ہے“۔

علي مفاضة كالنهي
هي أخلص ماءه جدده
ترد الرمح منثني
السنان عوائر القصده
فلو لاقيتني للقيت
ليثاً فوقه لبده
تلاقي شنبثاً شثن
البراثن ناشزاً كتده

”مجھ پر زرہ ہے۔ وسیع و عریض، مثل تالاب کی چمکیلی جس کا پانی، اسکی تہ تک پہنچا ہوا ہے۔ جو نیزے کو لوٹا دیتی ہے، نیزے کے بھالے کو جدا کرتی ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہو کر ٹوٹ جاتا ہے۔ پس اگر تو مجھے ملتا تو ایسے شیر سے ملتا جس کے اوپر اس کی ریال

ہے۔تو ایک مظبوط پنجے والے شیر سے ملاقات کرتا جس کا کندھا بلند ہے"۔

یسامی المقرن ان قرن
تیممه فیعتضده
فیأخذه فیرفعه
فیخفضه فیقتصده
فیدمغه فیحطمه
فیخضمه فیزدرده
ظلوم الشرک فیما
أحرزت أنیابه ویده

"مد مقابل سے وہ مقابلہ کرتا ہے اگر وہ اس کا قصد کرے تو اس کو کاٹ دیتا ہے۔وہ اس کو پکڑتا ہے اور اوپر اٹھا کر نیچے پٹخ دیتا ہے اور اس کو نشانہ بناتا ہے اور اس کا دماغ پھوڑ دیتا ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور نگل جاتا ہے۔شرک کے ارتکاب کرنے والے کو اس میں جو اس کی داڑھوں اور ہاتھ نے جمع کیا"۔

عمرو بن معدی کرب......ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن معدی کرب،اپنی قوم زبید میں مقیم رہا فروہ بن مسیک مرادی انکا امیر اور رئیس تھا جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو عمرو مرتد لوگوں میں شامل ہو گیا اور اس نے فروہ مرادی کی ہجو کی:

وجدنا ملک فروة شر ملک
حمار ساف منخره بثفر
وکنت اذا رأیت أبا عمیر
تری الحولاء من خبث وغدر

"ہم نے فروہ کی حکومت کو بدترین پایا،وہ گدھا ہے جس کے نتھنے نے شرم گاہ کو سونگھا ہے۔اور جب تو ابو عمیر کو دیکھے گا تو،تو بچہ دانی کو دیکھے گا اس کی خباثت اور خیانت سے"۔

امام بن کثیر فرماتے ہیں پھر عمرو بن معدی کرب مسلمان ہو گیا اور اس کا اسلام پختہ ہو گیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وہ متعدد فتوحات اور جنگوں میں شامل ہوا۔اس کا شمار شجاع لوگوں شہرہ آفاق بہادروں اور بہترین شاعروں میں تھا۔فتح نہاوند میں شمولیت کے بعد ۲۱ھ میں فوت ہوا۔بعض کہتے ہیں جنگ قادسیہ میں شریک تھا اور شہید ہو گیا۔امام ابن عبدالبر کا بیان ہے وہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جیسا کہ ابن اسحاق اور واقدی نے بیان کیا ہے۔میں .... ابن کثیر۔ کہتا ہوں کہ امام شافعی کے کلام میں ایسی بات موجود ہے جس سے یہ واضح ہے،واللہ اعلم۔یونس،ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن معدی کرب نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا اور اس نے اس سلسلہ میں کہا:

اننی بالنبی موقنة نفسی
وان لم أر النبی عیانا
سید العالمین طرا وأدناهم
الی الله حین بان مکانا
جاء بالناموس من لدن الله

کان الامین فیہ المعانا
حکمۃ بعد حکمۃ وضیاء
فاھتدینا بنورھا من عمانا
ورکبنا السبیل حین رکبناہ
جدیداً بکرھنا ورضانا

''میرا نبی علیہ السلام پر ایمان ویقین ہے اگرچہ میں نے آپ ﷺ کو بالمشافہ نہیں دیکھا۔ آپ ساری کائنات کے سردار ہیں اور سب سے زیادہ اللہ کے قریب تر ہیں۔ جب آپ کا مقام منصب نبوت واضح ہوا۔ وہ اللہ کی طرف سے شریعت لے کر آیا ہے اور وہ اس میں امین ہے۔ جس کی اعانت کی گئی ہے۔ وہ سراسر دانائی اور روشنی ہے۔ اس کی روشنی کے باعث ہم نے اپنے اندھے پن سے ہدایت ورہنمائی پائی۔ ہم اپنے نئے راہ پر گامزن ہو گئے ہیں اپنی رضامندی اور عدم رضا کے باوجود''۔

وعبدنا الالہ حقا وکنا
للجھالات نعبد الاوثانا
وائتلفنا بہ وکنا عدواً
فرجعنا بہ معاً اخوانا
فعلیہ السلام والسلام منا
حیث کنا من البلاد وکانا
ان نکن لم نری النبی فانا
قد تبعنا سبیلہ ایمانا

''ہم نے برحق اللہ کی عبادت کی ہے اور اپنی جہالت کے باعث بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ س کے باعث ہم متحد ہو گئے حالانکہ ہم باہم دشمن تھے اور اس کی وجہ سے ہم بھائی بھائی بن گئے ہیں۔ اس پر سلامتی ہے اور ہماری جانب سے سلام ہے۔ ہم اور آپ ﷺ جہاں بھی ہوں۔ اگرچہ ہم نے نبی علیہ السلام کو دیکھا نہیں، ہم اس نے اس کے دین کی ایمان کے ساتھ اتباع کی ہے''۔

اشعث بن قیس کی آمد...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اشعث بن قیس کندہ کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ بقول زہری کہ وہ کندہ کے اسی ارکان کے وفد میں آیا وہ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بال آراستہ کئے ہوئے تھے۔ سرمہ لگایا ہوا تھا۔ عمدہ یمنی کپڑے کے جبے زیب تن تھے جن کے دامن حاشیے اور گریبان ریشمی تھے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم مسلمان نہیں ہو، عرض کیا کیوں نہیں، ہم مسلمان ہیں تو فرمایا یہ ریشمی لباس زیب تن کیوں ہے؟ یہ سن کر انہوں نے اسکو پھاڑ کر پھینک دیا۔

ایک غلط فہمی... اشعث بن قیس بن نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آکل المرار کی اولاد ہیں اور آپ بھی ''آکل مرار'' کی نسل سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اس نسب کو عباس بن عبدالمطلب اور ربیعہ بن حارث کے پاس بیان کرو۔

غلط فہمی کا سبب.... یہ دونوں تجارت پیشہ تھے جب عرب گھومتے اور ان سے سوال ہوتا کہ تم کس قوم سے ہو تو وہ بتاتے کہ ہم ''بنی آکل المرار'' سے ہیں یعنی خود قبیلہ کی طرف منسوب کرتے کہ اس علاقہ میں معزز ومحترم ہوں کیونکہ کندہ قبیلہ حکمران تھا۔ اس مقولہ کی بنا پر کندہ قبیلہ کا یہ خیال تھا کہ قریش قبیلہ ان میں سے ہے (نسب) الحارث بن عمر (بن حجر بن عمر) بن معاویہ بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع ابن معاویہ بن کندی یا

کندہ۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ ہم کندہ سے نہیں ہیں بلکہ ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں، ہم اپنی ماں پر تہمت نہیں لگاتے اور نہ ہی اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں۔ یہ سن کر اشعث بن قیس نے کہا واللہ! اے کندہ قبیلہ کے لوگو! میں نے جس شخص کو سن لیا کہ وہ قریش کو نضر بن کنانہ کی اولاد نہیں سمجھتا اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤں گا (یہ حدیث متصل مروی ہے) امام احمد (بہز اور عفان، حماد بن سلمہ، عقیل بن طلحہ سلمی، مسلم بن ہیصم) حضرت اشعث بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ میں وفد کندہ، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا وہ مجھے اپنے سے بہتر نہیں سمجھتے تھے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کا ابن عم اور چچازاد ہوں کہ قریش قبیلہ ہماری شاخ ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ہم لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم اپنی ماں پر تہمت نہیں لگاتے۔ اور نہ ہی اپنے باپ سے انحراف کرتے ہیں تو اشعث بن قیس نے کہا، واللہ! میں نے جس شخص سے سنا کہ وہ قریش کو نضر بن کنانہ کی اولاد نہیں سمجھتا، اس کو (قذف کی حد) اسی کوڑے لگاؤں گا۔ اس روایت کو امام ابن ماجہ (ابوبکر بن ابی شیبہ، یزید بن ہارون، نیز محمد بن یحییٰ از سلیمان بن حرب، نیز ہارون بن حیان) عبدالعزیز بن مغیرہ سے بیان کیا ہے ان تینوں نے حماد بن سلمہ کے ذریعہ اسی طرح بیان کیا ہے۔ امام احمد (سریج بن نعمان، ہشیم، مجالد، شعبی) اشعث بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ وفد کندہ میں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا، کیا کوئی اور اولاد ہے، عرض کیا۔ آپ کی آمد کے وقت، بنت جمد سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ (ولو ددت ان مكانه شبع القوم) آپ نے فرمایا یہ بات مت کہہ کیونکہ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور جب فوت ہو جائیں تو باعث اجر ہیں، تو اگر چہ یہ کہا ہے۔ بے شک اولاد، بزدلی اور حزن وغم کا باعث ہوتی ہے۔ (تفرد بہ احمد) یہ حدیث حسن اور عمدہ سند والی ہے۔

نبی علیہ السلام کے پاس اعشیٰ ابن مازن کی آمد

عبداللہ بن امام احمد (عباس بن عبدالعظیم عنبری، ابو سلمہ عبید بن عبدالرحمان حنفی، جنید بن امین بن ذروہ بن نضلہ بن طریف بن نھصل حرمازی، ابیہ امین، ابیہ ذروہ) ابیہ نضلہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہماری برادری کا ایک آدمی اعشیٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا اس کا نام عبداللہ اعور تھا اس کی بیوی کا نام ''معاذہ'' تھا وہ ماہ رجب میں ''ہجر'' سے اپنے اہل وعیال کے لئے غلہ لینے چلا گیا۔ اس کی عورت، اس کے جانے کے بعد، سرکشی اور بدخوئی کی وجہ سے بھاگ گئی۔ اور اس نے مطرف بن نہشل بن کعب بن قمیشع بن ذلف بن اھضم بن عبداللہ بن حرماز، کی پناہ لے لی۔ اس نے اس کو غائب کر دیا جب وہ سفر سے واپس آیا اور اس کو گھر میں موجود نہ پایا تو پوچھا (وہ کہاں ہے) اس کو معلوم ہوا کہ وہ سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے بھاگ گئی ہے اور مطرف بن نہشل کے ہاں پناہ گزین ہے۔ چنانچہ وہ مطرف کے پاس آیا اور اسے کہا اے ابن عم! کیا میری بیوی معاذہ تیرے پاس ہے؟ وہ مجھے واپس کر دو، تو اس نے کہا وہ میرے پاس نہیں، اگر میرے پاس ہوتی تو بھی واپس نہ کرتا، مطرف اعشیٰ سے طاقتور تھا، چنانچہ اعشیٰ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ سے پناہ لی اور اس نے کہا:

يـــــا سـيــــد الـنــــــاس وديـــــان الـعـــرب
اليک اشـــــكـــــو ذربة مـــــن الـذرب
كـــــا لـذئبة الـغـبشـــــاء فـــى ظـل السـرب
خـــرجـــت أبـغـيـهـــا الـطـعـــام فـــى رجـــب
فـخـلـفـتـنـــى بـنـــزاع وهـــرب
اخـلـفـت الـوعـد ولـطـت بـالـذنـب
وقـذفـتـنـــى بـيـن عـصـر مـؤتـشـب
وهـن شـر غـالـب لـمـن غـلـب

''اے سید عالم! اور عرب کے حاکم! میں بدزباں عورتوں میں سے آپ کے پاس ایک بدزبان عورت کی شکایت کرتا ہوں۔ وہ تنہا بھگاڑی کی طرح تھی، گھر کے سایہ میں۔ میں ماہ رجب میں، اس کی خاطر غلہ لینے گیا تھا۔ وہ مجھے پریشانی اور رنج والم میں چھوڑ گئی ہے۔ اس نے وعدہ خلافی اور بے وفائی کی ہے اور گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے۔ اور اس نے مجھ کو اہل عصر میں آماج گاہ

بنادیا ہے۔اور وہ بدترین غالب اور فتح مند ہیں جس پر غالب آجائیں''۔

مکتوب گرامی تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا (وهن شر غالب لمن غلب) اور اعشیٰ نے آپ ﷺ کے پاس اپنی بیوی کا شکوہ کیا اور اس کی حرکت بتائی کہ وہ ہمارے آدمی مطرف بن نھشل کے پاس ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کو مطرف کے نام ایک مکتوب دیا ''اس کی بیوی معاذہ کو چھوڑ دے اور اسے اس کے حوالے کر دے'' رسول اللہ ﷺ کا مکتوب اسکو موصول ہوا اور پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے کہا معاذہ! تیرے بارے میں یہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب ہے۔اب میں تجھے اس کے حوالے کرتا ہوں تو اس نے کہا، میرے بارے میں اس سے عہد و پیمان لے لو، اور اس نبی کی امان لے لو کہ میری بدکرداری کی مجھے سزا نہ دے۔ چنانچہ مطرف نے اس سے اس کے بارے میں عہد لے لیا اور اس کے حوالے کر دیا تو اعشیٰ نے کہا:

لعمرک ما حبی معاذة بالذی
یغیره الواشی ولا قدم العهد
ولا سوء ما جاءت به اذ ازالها
غواة الرجال اذ ینا جونها بعدی

''تیری زندگی کی قسم! معاذہ سے میری محبت ایسی نہیں ہے جس کو چغل خور اور دیرینہ ملاقات میں بدل دے۔اور نہ اس کی بدکرداری جب کہ غلط لوگوں نے اس سے میرے بعد سرگوشی کر کے مجھ سے جدا کر دیا تھا''۔

صرد بن عبداللہ ازدی ... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قبیلہ ازد کے ایک وفد میں، صرد بن عبداللہ ازدی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام میں پختگی کا اظہار کیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے ازدی مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا اور اس کو حکم دیا کہ ان مسلمانوں کو ساتھ لے کر اپنے گرد و نواح کے قبائل یمن کے مشرکوں کے ساتھ جہاد کرو۔ چنانچہ اس نے جرش کا گھیراؤ کر لیا جہاں یمن کے قبائل آباد تھے اور خثعم قبیلہ کو معلوم ہوا کہ ان پر عبداللہ ازدی حملہ آور ہونے والے ہیں تو وہ بھی جرش میں شامل ہو گئے اس نے قریباً ایک ماہ تک محاصرہ جاری رکھا وہ قلعہ بند ہو کر اس سے محفوظ رہے وہ مایوس ہو کر، محاصرہ ترک کر کے، واپس چلا آیا، چلتے چلتے جب وہ ''جبل شکر'' کے قریب پہنچ گیا تو اہل جرش نے یہ سمجھا کہ وہ شکست کھا کر واپس لوٹ گیا ہے تو وہ اس کے تعاقب میں نکلے۔اس نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا اور ان کا بے بہا خون بہایا۔

جبل شکر اور پیش قدمی .اہل جرش نے بھی مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے دو آدمی بھیجے ہوئے تھے جو عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے آپ ﷺ نے پوچھا جبل شکر کس علاقہ میں ہے؟ تو دونوں جرشیوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے علاقہ میں ''کشر جبل'' ہے اور جرش والے اس کو اسی طرح کشر ہی کہتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کشر نہیں بلکہ شکر ہے۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اونٹ وہاں ذبح کیے جا رہے ہیں پھر وہ دونوں جرشی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا افسوس! رسول اللہ ﷺ نے اب تمہاری قوم کی تباہی اور ہلاکت کی خبر دی ہے تم کھڑے ہو کر عرض کرو، کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ قوم سے عذاب رفع فرمائے چنانچہ انہوں نے دعا کی درخواست کی اور آپ نے دعا فرمائی خدایا! ان سے قتل و غارت رفع کر دے وہ دونوں واپس وطن آئے تو ان کو معلوم ہوا کہ جس روز رسول اللہ ﷺ نے ان کو اطلاع دی تھی اسی روز وہ قتل ہوئے پھر اہل جرش کے باقی ماندہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور مسائل سے آگاہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی بستی کا گرد و نواح ان کے لئے حمی اور چراگاہ قرار دے دیا۔

شاہان حمیر کے نمائندہ کا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا.. بقول واقدی یہ رمضان ۹ھ کا واقعہ ہے۔ابن اسحاق کا

بیان ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شاہان حمیر کے نمائندے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان قیل ذی رعین، معافر اور ہمدان ان کے اسلام کا پیغام اور خط لے کر حاضر ہوئے۔ زرعہ ذی یزن نے مالک بن مرہ رھاوی کو اپنے اسلام، شرک اور مشرکین سے الگ ہونے کا پیغام دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے نام مکتوب لکھا۔

مکتوب گرامی بسم اللہ الرحمان الرحیم منجانب محمد رسول ﷺ اللہ نبی، بنام حارث بن عبد کلال نعیم بن عبد کلال نعمان قیل ذی رعین معافہ اور ہمدان اما بعد میں تمہارے پ س، اللہ کا تحفہ ارسال کرتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں علاقہ تبوک سے واپسی کے بعد ہمیں تمہارے نمائندے کی خبر موصول ہوئی، مدینہ میں اس نے ہم سے ملاقات کی، تمہارا پیغام پہنچایا اور تمہارے حالات سے آگاہ کیا اور تمہارے اسلام قبول کرنے اور مشرکوں کو قتل کرنے کی بھی اس نے داستان سنائی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔

زکوۃ کی مقدار اگر تم اصلاح احوال کرو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ارسال کرو، نبی علیہ السلام کا حصہ اور پسند کردہ مال بھی ارسال کرو۔ اور مسلمانوں پر، اراضی کی پیداوار میں جو فرض ہے وہ یہ ہے کہ چشمہ سے سیراب شدہ اور بارانی اراضی میں پیدوار کا دسواں حصہ اور عشر ہے نہری اور کنوؤں سے سیراب شدہ اراضی پیداوار میں نصف عشر اور بیسواں حصہ ہے۔ چالیس اونٹ پر بنت لبون ہے، تیس پر ''ابن لبون'' پانچ اونٹ پر ایک بکری اور ہر دس اونٹ پر دو بکریاں ﷺ چالیس گائے پر ایک گائے اور ہر تیس گائے پر تبیع نر ہو یا مادہ ہر چالیس باہر چرنے والی بکریوں پر ایک بکری ہے یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ فریضہ جو اس نے مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اس سے زائد ادا کرے وہ اس کیلئے مزید بہتر ہے۔ جو شخص زکوۃ ادا کرے اور اپنے اسلام کا برملا اظہار کرے۔ مشرکوں کیخلاف مسلمانوں کی مدد کرے۔ اس کا شمار مسلمانوں میں ہے۔ اس کے لئے وہ حقوق ہیں جو دوسروں کے لئے ہیں اور اس کی وہی ذمہ داری ہے جو ایک مسلمان کی ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ اور امان میں ہے جو یہودی یا عیسائی اسلام قبول کرے اس کا بھی وہی حق ہے جو ایک مسلمان کا ہے اور اس کی وہی ذمہ داری ہے جو ایک مسلمان کی ہے اور جو شخص اپنے مذہب وملت اور یہودیت وعیسائیت پر قائم رہے اس کو جبراً روکا نہ جائیگا۔ اس پر (بجائے زکوۃ کے) جزیہ ہے، ہر بالغ مرد وزن آزاد اور غلام پر، معافری کپڑے کی قیمت کے مساوی پورا دینار، یا اس کی قیمت کے برابر کپڑا جو شخص یہ زکوۃ اور جزیہ ادا کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حفاظت اور امان میں ہوگا اور جو شخص ادا نہ کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

مکتوب گرامی..... اما بعد! کہ رسول اللہ محمد نبی ﷺ نے زرعہ ذی یزن کے پاس مکتوب ارسال کیا کہ جب تیرے پاس میرے بھیجے ہوئے لوگ معاذ بن جبل، عبداللہ بن زید، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نمر، مالک بن مرہ اور ان کے ساتھی پہنچیں تو میں تمہیں ان کیساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

تمہارے علاقے کا جو جزیہ اور صدقہ (زکوۃ) ہے وہ جمع کر کے میرے بھیجے ہوئے لوگوں کو پہنچادو۔ ان کا امیر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے وہ خوش خوش واپس آئے، اما بعد! بلاشبہ محمد ﷺ بھی شاہد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک محمد ﷺ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ مالک بن مرۃ رھاوی نے مجھے بتایا ہے کہ شاہان حمیر میں سے آپ (زرعہ) نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے اور مشرکین کو قتل کیا ہے۔ میں آپ کو خیر وبرکت کی خوش خبری دیتا ہوں اور آپ کو حمیر کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہوں، خیانت نہ کرو، باہمی ایک دوسرے کے تعاون سے دست کش نہ ہو، یقیناً رسول اللہ ﷺ تمہارے غنی اور فقیر، مالدار اور محتاج سب کے مولی اور دوست ہیں سنو! صدقہ اور زکوۃ محمد اور آل محمد کے لئے حرام ہے اور زکوۃ محتاج مسلمانوں اور مسافروں پر تقسیم کی جاتی ہے۔ مالک رہاوی نے پورے حالات بتادیئے ہیں اور اس نے پس پشت تمہاری سفارت کی حفاظت کی ہے میں تم کو اس کے ساتھ بہتر سلوک کی تلقین کرتا ہوں، میں نے تمہارے پاس، اپنے نیک لوگ، متدین اور ممتاز اہل علم بھیجے ہیں میں تم کو ان کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت کرتا ہوں یہ لوگ مقتدا اور پیشوا ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

قیمتی ھدیہ ......امام احمد (حسن، عمارہ، ثابت، انس رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ شاہ ذی یزن نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ''حلہ'' بھیجا جو اس نے ۳۳ اونٹ اور ۳۳ ناقہ کے بدلے میں خریدا تھا۔اس روایت کو امام ابوداؤد نے (عمرو بن عون واسطی، عمارہ بن زاذان، صیدلانی، ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

مکتوب بنام عمرو بن حزم ...اس مقام پر عمرو بن حزم کے مکتوب کی روایت امام بیہقی (ابوعبیدہ اللہ الحافظ، ابوالعباس اصم، احمد بن عبد الجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، عبداللہ بن ابوبکر) ابوہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا، ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا یہ مکتوب ہے جو آپ ﷺ نے عمرو بن حزم کو دیا تھا جب آپ نے اس کو اہل یمن کی طرف بھیجا تھا، دین سمجھانے سنت کی تعلیم دینے اور زکوۃ وصول کرنے کیلئے۔آپ نے اس کو ایک مکتوب اور میثاق لکھ کر دیا اور اس میں جو کچھ بتانا تھا وہ بتایا چنانچہ آپ نے لکھا۔بسم اللہ الرحمان الرحیم، یہ مکتوب اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے۔اے مسلمانو! عہد پورا کرو، یہ وہ عہد ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے عمرو بن حزم کو سپرد کیا گیا جب آپ نے اس کو یمن بھیجا تھا، آپ ﷺ نے اسکو تمام امور میں تقویٰ اور خدا خوفی کا حکم دیا بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ہمراہ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور جو نیک کام انجام دیتے ہیں۔نیز اس کو تلقین کی کہ وہ حق پر گامزن رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے۔اور ان لوگوں کو خیر و رشد کی بشارت دے۔اور خیر و رشد کی ہی تلقین کرے، لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے اور ان کو دینی مسائل بتائے اور ممنوع باتوں سے منع کرے اور کوئی شخص قرآن پاک کو پاکیزگی کے بغیر نہ چھوئے۔اور لوگوں کے حقوق بتلائے اور ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرے، حق کے وصول کرنے میں ان کے ساتھ نرم سلوک کرے اور ظلم وستم میں شدت سے کام لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم وجور کو حرام قرار دیا ہے۔اور اس سے منع کیا ہے فرمایا سنو! اللہ کی لعنت اور پھٹکار ظالموں پر ہے۔جو راہ خدا سے روکتے ہیں اور لوگوں کو جنت کی خوشخبری دے اور اسکے موافق عمل کی تاکید کرے، لوگوں کو دوزخ اور دوزخیوں کے اعمال سے ڈرائے۔

حج کے مسائل......لوگوں سے محبت والفت سے پیش آئیں یہاں تک کہ وہ دین سمجھ لیں اور لوگوں کو حج کے مسائل اور مناسک کی تربیت دیں اور حج کے سنن و واجبات سے آگاہ کریں اور جو اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے ہیں ان کی تعلیم دے، عمرہ حج اصغر ہے اور حج، حج اکبر ہے اور نمازیوں کو ''چھوٹے کپڑے'' میں نماز پڑھنے سے منع کرے، مگر یہ کہ بڑا کپڑا ہو اور اس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر مخالف سمت پر ڈالے ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع کرے کہ اس کی شرم گاہ ننگی ہو اور گردن میں سر کے بالوں کو باندھنے سے منع کرے۔اگر لوگوں کے درمیان جنگ واقع ہو تو ان کو اپنے خاندانوں اور قبیلوں کو جنگ کے لئے بلانے سے منع کرے، بلکہ انکی دعوت اور پکار اللہ کے احکام کی طرف ہو، جو شخص اللہ کے احکام کی طرف دعوت ترک کر کے قبائل اور خاندانوں کو دعوت دے تو ان پر تلوار سے حملہ کریں یہاں تک کہ صرف وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف ان کی دعوت اور مراجعت ہو۔

وضو کے بارے میں تاکید ...لوگوں کو پورا وضو کرنے کا حکم دیں کہ چہرے ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھوئیں اور سر کا مسح کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بروقت نماز پڑھنے کا حکم دیں نیز رکوع اور سجود کے مکمل کرنے کا حکم دیں۔نماز فجر کو غلس اور تاریکی میں پڑھے۔ظہر جلدی سے زوال سورج کے بعد فوراً ہی پڑھے اور نماز عصر جبکہ سورج کامل کھڑا ہو۔(مبدرۃ) اور نماز مغرب جب سورج غروب ہو جائے اور رات آجائے، ستاروں کے نمودار ہونے تک ملتوی نہ کرے اور نماز عشاء کو رات کے ابتدائی حصہ میں ہی پڑھے۔مال غنیمت سے پانچواں حصہ لینے کا حکم فرمایا۔زرعی پیداوار میں مسلمانوں پر چشمہ سے سیراب شدہ اور بارش والی زمینوں میں عشر اور دسواں حصہ ہے (نہری) اور کنوؤں سے سیراب شدہ زمینوں کی پیداوار میں نصف عشر اور بیسواں حصہ ہے۔ہر دس اونٹوں پر دو بکریوں اور بیس اونٹوں پر چار بکریاں اور ہر چالیس باہر چرنے والی بکریوں پر ایک بکری ہے۔اور ہر تیس گائے میں، ایک تبیعہ ہے نر ہو یا مادہ، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فریضہ جو اس نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے اور جو شخص اس میں اضافہ کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔جو یہودی یا عیسائی بلا جبر واکراہ اسلام قبول کرے وہ مسلمانوں میں شمار ہوگا۔اس کے حقوق بھی مسلمانوں کے جیسے ہیں اور اس کی ذمہ داریاں بھی مسلمانوں کے جیسی ہیں، جو یہودی یا عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہے۔اس کو دین بدلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔اس کے ہر مرد وزن آزاد اور

غلام پر ایک پورا دینار جزیہ واجب ہے یا اس کے مساوی پارچہ جات جو غیر مسلم یہ ادا کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہوگا اور جو اس کو ادا نہ کرے اور انکار کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول اور سب مسلمانوں کا دشمن ہے۔ صلوات اللہ علی محمد والسلام علیه ورحمة الله وبرکاته بقول حافظ بیہقی، اس روایت کو (سلیمان بن داؤد، زہری، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، ابوہ محمد) جدہ عمرو بن حزم سے مفصل اور مطول بیان کرتے ہیں، بکثرت اضافوں کے ساتھ۔ میں ابن کثیر کہتا ہوں اسی سند سے امام نسائی نے سنن میں یہ روایت خوب طویل بیان کی ہے۔ ''کتاب المراسیل'' میں امام ابوداؤد نے بھی اس کو بیان کیا ہے میں نے ''سنن'' میں اس کے جملہ متون اور اسانید مفصل بیان کئے ہیں، وللہ الحمد والمنہ۔ ''وفود'' کے بعد ہم بیان کریں گے کہ نبی علیہ السلام نے امراء کو یمن کی طرف روانہ کیا۔ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اور ان سے زکوۃ اور خمس کی وصولی کے لئے اور معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری، خالد بن ولید اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین امراء ہیں۔

جریر بن عبداللہ بجلی کا آنا اور اسلام قبول کرنا۔ امام احمد (ابوقطن، یونس) مغیرہ بن شبل سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں مدینہ منورہ کے قریب ہوا تو سواری کو بٹھا کر، اپنا صندوق کھولا، پھر میں نے لباس زیب تن کیا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور لوگ مجھے آنکھوں سے گھورنے لگے میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ہم نشین سے کہا، عبداللہ! کیا رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد کیا ہے تو اس نے کہا ہاں، رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے اثنا میں تیرا ذکر خیر کیا تھا کہ اس دروازے پر یاگلی سے اہل یمن سے بہترین آدمی نمودار ہوگا۔ اس کے چہرے پر شاہانہ سج دھج ہے۔ جریر کا بیان ہے کہ میں نے اللہ کے اس انعام و اکرام پر، اللہ کا شکر ادا کیا، ابوقطن راوی نے یونس سے پوچھا تو نے یہ بات جریر سے سنی ہے یا مغیرہ سے تو اس نے کہا ہاں مغیرہ سے سنی ہے۔ اس روایت کو امام احمد، ابونعیم اور اسحاق بن یوسف سے امام نسائی، فضل بن موسیٰ سے اور تینوں (یونس، ابواسحاق سبیعی، مغیرہ بن شبل یا ابن شبیل، عوف بجلی کوفی) حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں اور عوف بجلی جریر سے صرف یہی ایک روایت بیان کرتے ہیں۔ امام نسائی (قتیبہ، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے پورا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ یدخل علیکم من هذا الباب رجل علی وجهه مسحة ملک (الحدیث) اور یہ حدیث صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ امام احمد (محمد بن عبید، اسماعیل، قیس) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے پاس آنے سے کبھی نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا تو آپ ﷺ نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ اس روایت کو امام داؤد کے علاوہ سب اصحاب سنن نے اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن حازم بیان کیا ہے اور متفق علیہ روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گھوڑے پر سے گر جانے کی شکایت کی تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی، خدایا اس کو گھوڑے پر ثابت رکھ اور اس کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا۔ اس روایت کو امام نسائی نے (قتیبہ، سفیان بن عیینہ، اسماعیل، قیس) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور اس میں ہے یدخل علیکم من هذا الباب رجل علی وجهه مسحة ملک پھر اس نے مذکور بالا روایت کی طرح بیان کیا۔ امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوعمرو عثمان بن احمد سماک، حسن بن سلام سواق، محمد بن مقاتل خراسانی، حصین بن عمر احمسی، اسماعیل بن ابی خالد یا قیس بن ابی حازم) حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس پیغام بھیجا اور پاس بلا کر پوچھا جریر! کس ارادے سے آئے ہو، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے کے لئے تو آپ ﷺ نے مجھ پر اپنی چادر ڈال دی اور صحابہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''جب کسی قوم کا شریف آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی تعظیم و تکریم کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے جریر رضی اللہ عنہ! میں آپ کو اس امر کی شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم اللہ اور روز محشر پر ایمان لاؤ، اچھی اور بری تقدیر کو منجانب اللہ سمجھو فرض نماز پڑھو اور زکوۃ بھی ادا کرو، اور میں نے یہ ساری باتیں قبول کر لیں۔ بعدازاں جب بھی مجھ سے ملاقات ہوتی تو آپ ﷺ مسکرا دیتے۔ (اس سند سے یہ حدیث غریب ہے) امام احمد (ابویحییٰ بن سعید قطان، اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم) حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ (یہ حدیث مسلم اور بخاری میں اسماعیل بن ابی خالد سے منقول ہے۔ نیز مسلم اور بخاری میں زید بن علاقہ از جریر مروی ہے) امام احمد (ابوسعید، زائدہ، عاصم، سفیان ابووائل) حضرت جریر سے

روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھ پر شرط عائد کریں کیونکہ آپ شرائط کے بارے میں بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا میں تیری بیعت اس شرط پر لیتا ہوں کہ تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے اور شرک سے بیزاری کا اظہار کرے۔

مختلف راویت کے طرق ......اس روایت کو امام نسائی نے (شعبہ از اعمش از ابووائل از جریر) بیان کیا ہے۔ ایک اور سند میں (اعمش از منصور از ابووائل از ابونخیلہ از جریر) بھی مذکور ہے، واللہ اعلم۔ نیز امام نسائی نے (محمد بن قدامہ از جریر از مغیرہ از ابووائل اور شعبی) از جریر بھی بیان کیا ہے۔ اس روایت کو جریر سے عبداللہ بن عمیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور اس میں امام احمد منفرد ہیں اور اس روایت کو جریر رضی اللہ عنہ سے ان کا بیٹا عبیداللہ بن جریر بھی بیان کرتا ہے۔ اس سند میں بھی امام احمد منفرد ہیں، مذکور بالا روایت میں ابو جمیلہ درست ہے۔ ابو جمیلہ نہیں، اس روایت کو امام احمد اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ نیز اس روایت کو امام احمد (غندر، شعبہ، منصور، ابووائل، رجل غیر معروف) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، بظاہر یہ غیر معروف راوی ابونخیلہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ذی الخلصہ بت کا مسمار ہونا پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جریر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوا تو نبی علیہ السلام نے اس کو ’’ذی الخلصہ‘‘ بت کی طرف روانہ کیا جس کی پوجا خثعم اور بجیلہ قبیلہ کرتا تھا۔ یہ ’’کعبہ یمانیہ‘‘ کے نام سے مشہور تھا، وہ مکہ مکرمہ کے کعبہ کے مشابہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مکہ والا ’’کعبہ شامیہ‘‘ ہے اور یہ ’’کعبہ یمانیہ‘‘ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کیا تم مجھے ذی الخلصہ ’’کعبہ یمانیہ‘‘ سے آرام و سکون دلاتے ہو؟ تو اس وقت، اس نے نبی علیہ السلام سے اظہار کیا کہ وہ گھوڑے کی پشت پر سے گر جاتا ہے تو نبی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر، را (اس قدر زور سے مارا کہ) وہ اثر انداز ہوا اور دعا کی خدایا! اس کو گھوڑے کی پشت پر ثابت رکھ اور اس کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا، چنانچہ وہ بعد ازیں گھوڑے پر سے نہیں گرے۔ وہ ذی الخلصہ، معبد کی طرف اپنی قوم ’’احمس‘‘ کے ایک سو پچاس افراد لے کر روانہ ہوئے اور اسکو مسمار کر کے، نذر آتش کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ خارشی اونٹ کی طرح سیاہ ہو گیا اور نبی علیہ السلام کے پاس ابوارطاۃ کو خوشخبری دینے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے خوشخبری سنائی تو نبی علیہ السلام نے پانچ بار ان کے پیادہ اور گھوڑ سواروں کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ مسلم بخاری وغیرہ میں یہ حدیث مفصل مذکور ہے جیسا کہ ہم اس کا فتح مکہ کے بعد، عزیٰ بت خانہ کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بربادی کے بعد تبعاً اور ضمناً بیان کر چکے ہیں۔

سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام قبول کیا ... یہ ظاہر ہے کہ جریر بجلی رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا، فتح مکہ کے کافی عرصہ بعد تھا کیونکہ امام احمد (ہشام بن قاسم، زیاد بن عبداللہ بن علاثہ بن عبدالکریم بن مالک جزری، مجاہد) جریر عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد میں مسلمان ہوا۔ اور میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ موزوں پر مسح کر رہے تھے۔ (تفرد بہ احمد) یہ سند عمدہ اور جید ہے الا یہ کہ مجاہد اور جریر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہو۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کے شاگردوں کو، موزوں پر مسح کرنے کی حدیث جریر رضی اللہ عنہ بہت بھلی معلوم ہوتی تھی کیونکہ جریر رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ اترنے کے بعد اسلام لائے تھے۔ حجۃ الوداع میں بیان ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کہا تھا اے جریر! لوگوں کو خاموش کرا آپ نے اس کو یہ حکم اس لئے دیا تھا کیونکہ وہ اونچی آواز والے تھے۔ جریر قد آور تھے، ان کا جوتا ایک ہاتھ لمبا تھا، نہایت خوبصورت تھے، بایں ہمہ وہ سب سے زیادہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ بنابریں صحیح حدیث میں مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے ’’اچانک نگاہ پڑنے‘‘ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا اپنی نگاہ نیچی رکھ۔

وائل بن حجر شاہ یمن کا قبول اسلام بقول ابن عبدالبر، وہ حضرموت کے قبائلی سرداروں میں سے تھے، ان کے والد کا شمار بھی ان کے شاہوں میں تھا۔ مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد سے قبل ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کو بشارت دی تھی کہ تمہارے پاس ’’شاہزادوں اور ابناء ملوک میں سے ایک شاہزادہ آئے گا‘‘ وہ آئے تو آپ نے ان کو مرحبا کہا، ان کے لئے اپنی چادر پھیلائی اور اس پر ان کو اپنے قریب بٹھایا اور دعا کی، خدایا!

مال اور اس کی اولاد اور اولاد میں برکت کرا، ان کو حضرت موت کے قبائل پر عامل مقرر کردیا۔ ان کو تین مکتوب دیئے، ایک مہاجر بن ابی امیہ کے نام تھا، دوسرا حضر موت کے سرداروں اور بادشاہوں کے نام تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو جاگیر عطا کی۔

انقلابات زمانہ ان کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، وہ ان کے ہمراہ پیدل تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے گرمی کی شدت کی شکایت کی تو انہوں نے کہا، سواری کے سائے میں چلتا رہ تو حضرت معاویہ نے کہا، یہ کافی نہیں، اگر آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھائیں تو بہتر ہو۔ یہ سن کر وائل نے کہا چپ رہ، تو شاہوں کے ردیفوں اور پیچھے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہے۔

حضرت وائل بن حجر نے طویل عمر پائی، یہاں تک کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارات کے دور میں ان کے پاس آئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو پہچان لیا اور خوش آمدید کہا اور اپنے قریب بٹھایا۔ پھر انہیں وہ بات یاد دلائی اور گراں بہا عطیہ پیش کیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا کہ مجھ سے زیادہ ضرورت مندوں کو دے دو حافظ بیہقی نے اس قصہ کا بعض حصہ بیان کیا ہے اور اشارہ دیا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اس کا کچھ حصہ بیان کیا ہے۔

امام احمد (حجاج، شعبہ، سماک بن حرب، علقمہ بن وائل) وائل بن حجر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جاگیر عطا کی اور میرے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ یہ جاگیر مجھ کو دے دے یا بتا دے۔ راستہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اپنے پیچھے بٹھالو، تو میں نے کہا تو بادشاہوں کے پیچھے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے اپنا جوتا دے دو میں نے کہا، سواری کے سایہ میں چلو۔ ان کا بیان ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران، میں ان کے پاس آیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے شاہی تخت پر بٹھایا اور پرانا قصہ یاد دلایا۔ اس نے کہا ''پیچھے تو کیا'' کاش میں نے اس کو اپنے آگے بٹھالیا ہوتا۔ اس کو ابوداؤد داور ترمذی نے شعبہ سے بیان کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

لیقط بن عامر منتفق ابورزین عقیلی کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آمد عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیں کہ ابراہیم بن حمزہ بن محمد بن حمزہ بن مصعب زبیری نے مجھے لکھا کہ میں نے یہ حدیث لکھ کر، آپ کے پاس روانہ کی ہے اور میں نے اس کو اساتذہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور اس تحریر کے مطابق جو میں نے آپ کو بھیجی ہے۔ میں نے سنا ہے پس یہ حدیث تو مجھ سے بیان کر، اس نے کہا، مجھے بتایا) عبدالرحمان بن مغیرہ حزامی نے، عبدالرحمان بن عیاش سمعی انصاری قبائی یکے از بنی عمرو بن عوف، دلہم بن اسود بن عبداللہ بن حاجب بن عامر بن منتفق عقیلی، ابوہ اسود) اپنے عم لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ (دلہم کا بیان ہے کہ مجھے یہ حدیث ابوالاسود نے عاصم بن لقیط سے بیان کی) سے کہ وہ اپنے رفیق سفر نھیک بن عاصم بن مالک کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نکلا، لقیط کا بیان ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے ہمراہ روانہ ہوا اور مدینہ میں وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رجب کے آخر میں پہنچے۔

ہم آئے تو رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہ سے کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے کہ اے لوگو! میں نے چار دن سے تمہیں خطاب نہیں کیا، توجہ کرو، میں تمہارے گوش گزار کرتا ہوں، بتاؤ! کیا کوئی ایسا آدمی موجود ہے جس کو، اس کی قوم نے بھیجا ہو کہ وہ معلوم کرے کہ رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں، پھر یہ ممکن ہے اسے حدیث نفس اور غبار خاطر نے غافل کردیا ہو، یا ساتھی کی باتوں میں منہمک ہو گیا ہو یا اس کو ضلالت گمراہی نے بے پرواہ کر دیا ہو۔ سنو! میں سوال اور جوابدہ ہوں کیا میں نے لوگوں کو تبلیغ کی ذمہ داری پوری کردی، آگاہ رہو اور سنو تاکہ سکون سے زندگی بسر کرسکو، خبردار! بیٹھ جاؤ، خبردار! بیٹھ جاؤ، چنانچہ لوگ بیٹھ گئے مگر میں اور میرا ساتھی کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ پوری طرح ہماری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس کچھ غیب ہے! یہ سن کر آپ مسکرائے (نفی میں) سر ہلا کر کہا، بقاء خداوندی کی قسم! یاد رہے کہ میں تو پانچ متعدد چیز درسقطہ کی تلاش کرتا ہوں۔

پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے آپ نے فرمایا غیب کی پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے اور آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا، میں نے پوچھا کہ وہ کون سی ہیں؟ فرمایا:

(۱) موت کا علم، وہ جانتا ہے کہ تم میں سے کسی ایک کی موت کب ہوگی اور تم نہیں جانتے۔
(۲) نطفہ کا علم، جب وہ مادہ کے رحم میں ہوتا ہے، وہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔
(۳) کل کا علم اور جو کچھ تو کھانے والا ہے۔(وہ جانتا ہے) اور تو نہیں جانتا۔
(۴) بارش کے وقت کا علم وہ تمہیں دیکھتا ہے کہ تم مایوس اور خوف زدہ ہو اور وہ ہنستا ہے کہ اس کو معلوم ہے کہ تمہارا یہ خوف وہراس جلد ختم ہو جائے گا۔ لقیط کا بیان ہے کہ میں نے کہا، تب تو ہم مسکرانے والے رب، کے فضل وکرم سے محروم نہ ہوں گے۔
(۵) قیامت کے دن کا علم۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہمیں وہ باتیں بتائیں جو لوگ نہیں جانتے اور آپ کو معلوم ہیں کیونکہ ہم ایسے قبیلہ سے ہیں کہ کوئی بھی ہماری تصدیق نہ کرے گا۔ نہ مذحج قبیلہ جو ہم سے فائق ہے اور نہ ہی خثعم جس سے ہماری دوستی ہے اور نہ ہی ہمارا قبیلہ جن سے ہمارا رشتہ ہے۔

مستقبل کے حالات .. آپ ﷺ نے فرمایا، دنیا میں تم کچھ وقت گزارو گے، پھر تمہارا نبی وفات پا جائے گا اور کچھ عرصہ تم گزارو گے، پھر ایک چیخ سنی جائے گی۔ تیرے خدا کی قسم! کرہ ارض پر ہر چیز ہلاک اور فنا ہو جائے گی اور وہ فرشتے بھی جو رب کے پاس ہیں۔ اکیلا تیرا رب زمین پر جلوہ افروز ہوگا، کرہ ارض بھی سنسان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا، جو عرش کے قریب سے برسے گی تیرے خدا کی قسم! کرہ ارض پر ہر مقتل اور مدفن، قتل گاہ اور قبر پر برسے گی اور قبریں پھٹ جائیں گی یہاں تک کہ مردہ کو اللہ تعالیٰ سر کی جانب سے پیدا کرے گا اور وہ سیدھا بیٹھ جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا، تیرا کیا حال ہے؟ وہ کہے گا، یارب امکل یا "آج" وہ زندگی سے بہرہ ور تھا، سمجھے گا کہ وہ ابھی ابھی اپنے اہل وعیال سے جدا ہوا ہے۔

اللہ ہمارے اعضاء کیسے جمع کرے گا.... لقیط نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ ہمارے اعضاء کیسے جمع کرے گا اور نئی زندگی کیونکر بخشے گا، مخالف ہواؤں نے ہمیں اڑا دیا ہوگا، اور بوسیدگی نے نام ونشان مٹا دیا ہوگا اور درندوں نے ہمیں کھا لیا ہوگا۔ فرمایا میں تجھے ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، یہ مثال اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے زمین میں ہے۔ تم نے اس کو دیکھا کہ یہ بنجر خشک ہے۔ اور خیال کیا کہ اللہ اس کو کبھی باغ وبہار نہ بنائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر بارش برسائی، پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد تم اس کو دیکھو گے وہ تمہ کی طرح ہریالی سے سرسبز ہے۔ تیرے معبود کی قسم! وہ تمہارے اعضاء کو بارش سے اکٹھا کرنے کی نسبت زمین پر نباتات اگانے سے زیادہ قادر ہے۔ پس تم اپنی قبروں سے اور اپنی قتل گاہ سے باہر نکل آؤ گے تم خدا کی طرف دیکھو گے اور وہ تمہیں دیکھے گا۔

اللہ ایک ساتھ تمام انسانوں کو کیسے دیکھے گا .... لقیط کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیونکر ممکن ہے، زمین پر تو انسانوں کا ہجوم ہوگا اور اللہ تعالیٰ یکتا و تنہا ہے، وہ ہمیں کیسے دیکھے گا اور ہم بہ یک وقت اسے کیسے دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا، میں تمہارے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں، یہ مثال اللہ کے انعامات میں سے سورج اور چاند میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی مخلوق ہے۔ تم ہر وقت اس کو دیکھتے ہو اور وہ تم پر جلوہ فگن ہے۔ تمہیں ان کے دیکھنے میں کوئی دقت اور مشکل پیش نہیں آتی۔ تیرے معبود کی قسم! اللہ تعالیٰ شمس وقمر کی نسبت، اس امر پر زیادہ قادر ہے کہ وہ تم کو دیکھے اور تم اس کو دیکھو۔ عرض کیا یارسول! جب ہم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو وہ ہم سے کیا سلوک کرے گا؟ فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارے اعمال نامے اس کے سامنے کھلے ہوں گے، تمہاری کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں پانی کا ایک چلو لے کر تم پر چھڑکے گا، خدا کی قسم! اس پانی کا ایک نہ ایک قطرہ ہر ایک کے منہ پر ضرور پڑے گا۔ مسلمان کے چہرے کو، تو وہ سفید چادر کی طرح منور کردے گا۔ لیکن کافر کی ناک پر کالے کوئلہ کی طرح نشان کردے گا۔ پھر تمہارے نبی میدان محشر سے لوٹیں گے اور ان کے پیچھے صالح لوگ بھی پھر تم "پل صراط" کو پار کرو گے تم میں سے کسی کا پاؤں انگارے پر پڑے گا وہ وہ ہائے اور اف کہے گا اللہ تعالیٰ کہے گا یہ اس کا وقت ہے۔ بعد ازاں تم رسول اللہ ﷺ کے پاس حوض کوثر پر پیاسے آؤ گے، بخدا میں نے اس پر کسی کو دوبارہ پیاسا نہیں دیکھا۔ تیرے خدا کی قسم! جو بھی تم میں سے ہاتھ پھیلائے گا، اس کے ہاتھ میں جام کوثر آ جائے گا یہ پانی اس کو پیشاب، پاخانہ اور پادنے سے پاک کردے گا۔ سورج اور چاند چھپا دیئے جائیں گے۔ تم ان کو نہ دیکھ سکو گے۔

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم دیکھیں گے کیسے؟ فرمایا تمہارے اس وقت دیکھنے کے موافق (یہ وقت طلوع آفتاب کا روز روشن میں تھا)۔

جنت کی نعمتیں ... پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے نیک اعمال اور بد اعمال کا کیسے بدلہ ملے گا؟ فرمایا نیکی کا بدلہ دس گنا اور برائی کا برابر برابر مگر یہ کہ اللہ معاف فرما دے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! دوزخ اور جنت کے بارے میں فرمایئے۔ فرمایا تیرے معبود کی قسم! دوزخ کے آٹھ دروازے ہیں، دو دروازوں کے درمیان، فاصلہ ہے کہ سوار ستر سال چلتا رہے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں اس کے بھی دو دروازوں کے درمیان سوار کے ستر سال تک چلنے کی مسافت ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم جنت میں کیا دیکھیں گے؟ فرمایا صاف، شفاف شہد کی نہریں، شراب کی نہریں، جس میں نہ درد ہے اور نہ ندامت و پشیمانی، دودھ کی نہریں، جس کا مزا تبدیل نہ ہوگا اور پانی کی نہریں ہیں جو صاف، ستھرا اور عمدہ ہے۔ پھل اور میوہ جات، تیرے معبود کی قسم! جو تم جانتے ہو۔ اور نہیں بھی جانتے۔ اور ایسے ہی اس کے ساتھ بہترین پھل اور پاک وصاف بیویاں، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جنت میں بیویاں ہوں گی؟ کیا ان میں بھلی اور نیک بھی ہوں گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک بیویاں، نیک شوہروں کے لئے ہوں گی، تم ان سے لذت حاصل کرو گے، ٹھیک دنیا کی لذت کی طرح، وہ بھی تم سے لطف اندوز ہوں گی لیکن سلسلہ ولادت نہ ہوگا۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! آخری وہ نعمتیں کون سی ہیں جن کو ہم پائیں گے اور ہمارے انعامات کون سے ہیں جن پر انتہا اور غایت ہوگی؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کو جواب نہ دیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے کس بات پر بیعت کروں تو آپ نے دست مبارک پھیلا کر فرمایا نماز قائم کرنے پر، زکوٰۃ ادا کرنے پر، شرک سے کنارہ کش ہونے پر اور اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرانے پر۔ عرض کیا (یا رسول اللہ) اور ہمارے لئے مشرق و مغرب کی حکمرانی ہوگی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور انگلیوں کو پھیلا دیا اور سمجھے کہ میں کوئی نہ ماننے والی شرط پیش کرنے والا ہوں تو میں نے عرض کیا ہم جہاں چاہیں رہیں اور ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار اور جواب دہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا یہ تیرا حق ہے جہاں چاہو سکونت اختیار کرو اور ہر کوئی اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ لقیط نے کہا پھر ہم واپس چلے تو آپ نے فرمایا یہ دونوں ساتھی متقی لوگوں میں سے ہیں تیرے معبود کی قسم دنیا اور آخرت میں۔ تو ان میں سے کعب بن حداریہ یکے از بنی کلاب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے بنی منتفق بھی اس کے بات کے اہل ہیں؟

جاہلیت میں فوت ہونے والوں کیساتھ کیا ہوگا ... اس کا بیان ہے کہ ہم واپس روانہ ہوئے (اور مجھے کچھ یاد آیا) اور میں نے پلٹ کر اس سے بات مکمل کرنے کے بعد کہا پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جاہلیت میں فوت ہونے والوں میں سے کسی کو بھلائی ملے گی؟ آپ کے جواب دینے سے قبل) قریش کے مولی اور عام آدمی نے کہا، اللہ کی قسم! تیرا باپ منتفق جہنم میں ہے۔ لقیط کہتا ہے گویا کہ اس کی بات سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی، کیونکہ میں اپنی برادری کا سردار تھا (اور اس نے برملا کہا تھا) میں نے سوچا اور ارادہ کیا کہ میں پوچھوں، یا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے والد شریف، مگر دوسرا جملہ اس سے زیادہ بہتر تھا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کا اہل اور قبیلہ فرمایا بخدا میرا قبیلہ بھی۔ تیرا کسی عامری یا قریشی مشرک کی قبر کے پاس سے گزر ہو تو اس کو مخاطب کر کے کہہ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ میں تجھے دردناک بات بتاؤں کہ تو اپنے پیٹ کے بل، اوندھے منہ دوزخ میں گھسیٹا جائے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے ان کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ وہ تو وہی عمل کرتے تھے جس کو وہ بہتر سمجھتے تھے اور ان کا غالب گمان تھا کہ وہ نیک لوگ ہیں، تو آپ نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر سات امتوں کے بعد ایک نبی مبعوث کیا ہے جس نے نبی کی نافرمانی کی وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔ اور جس نے فرماں برداری کی وہ ہدایت پانے والے لوگوں میں سے ہے۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اس کے بعض فقروں میں نکارت اور عجوبہ پن ہے" کتاب البعث والنشور" میں حافظ بیہقی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور "العاقبہ" میں عبدالحق اشبیلی نے نقل کیا ہے اور "التذکرہ فی احوال الاخرۃ" میں قرطبی نے ذکر کیا ہے" کتاب البعث والنشور" میں یہ تمام ان شاء اللہ بیان ہوگی۔

زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ... حافظ بیہقی (ابو احمد اسداباذی، ابو بکر بن مالک قطیعی ابو عبدالرحمان مقری عبدالرحمان بن زیاد بن انعم، زیاد بن نعیم حضرمی) زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی اور عرض کیا کہ آپ ﷺ نے میری قوم کی طرف (جہاد کے لئے) لشکر روانہ کیا ہے آپ لشکر واپس بلا لیجئے، میں اپنی قوم کے اسلام قبول کرنے اور فرمانبرداری اختیار کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جاؤ لشکر کو لوٹا لاؤ، عرض کیا میری سواری تھک گئی ہے (وہ چلتی نہیں) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کسی آدمی کو بھیجا اور وہ ان کو واپس بلا لایا۔

زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کو قوم کا امیر مقرر کرنا..... زیاد صدائی کا بیان ہے کہ میں نے اپنی قوم کو خط لکھا، چنانچہ میری قوم کا وفد مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے کہا، اے صدائی! تو اپنی قوم کا مطاع اور مقبول رئیس ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری کوشش کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے ان کا امیر مقرر کر دوں؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! چنانچہ آپ ﷺ نے میری امارات کا ایک حکم نامہ تحریر فرمایا، عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کے صدقات میں سے، مجھے کچھ فرمایئے تو آپ نے "ہاں" فرمایا۔ ایک مکتوب بھی میرے لئے تحریر فرمایا۔ یہ ایک سفر کا قصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کسی "منزل" پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس منزل کے باشندے اپنے "عامل" کی شکایت لے کر حاضر ہوئے کہ اس نے ہماری آپس میں جاہلی دور کی رنجش کے باعث ظلم کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حیرت سے پوچھا کیا اس نے ایسا کیا ہے انہوں نے اس امر کی تصدیق کی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (اور میں بھی ان میں موجود تھا) کہ مسلمان آدمی کے لئے "امارت" میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

بھیک مانگنا...... زیاد صدائی کا بیان ہے کہ آپ کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی پھر کوئی اور شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے خیرات دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص غنی اور مالدار ہونے کے باوجود لوگوں سے سوال کرتا ہے اور ان کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو یہ سوال "سر درد" اور پیٹ کی بیماری ہے۔ سائل نے دوبارہ کہا آپ مجھے زکوٰۃ دیجئے تو آپ نے فرمایا زکوٰۃ کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی اور ولی کی بات کو پسند نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس میں فیصلہ فرمایا ہے اور اس کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے اگر تیرا شماران اقسام میں ہے تو میں تجھے زکوٰۃ کا مال دے دیتا ہوں۔ اور میں نے بھی آپ ﷺ سے زکوٰۃ کا سوال کیا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی انگلیوں میں سے چشمہ ابل پڑا... رسول اللہ ﷺ نے شروع رات میں سفر اختیار کیا، میں آپ ﷺ کے قریب رہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ آپ سے الگ بھی ہو جاتے تھے اور پیچھے بھی رہ جاتے تھے ایک وقت ایسا آیا کہ میرے علاوہ آپ کے پاس کوئی نہ تھا جب نماز فجر کا وقت ہوا تو آپ کے حکم سے میں نے اذان کہی، میں بار بار پوچھتا رہا یا رسول اللہ! اقامت کہوں، آپ مشرق کی جانب دیکھ کر فرماتے ابھی نہیں جب فجر صاف نمودار ہو گئی تو آپ ﷺ سواری سے اترے، رفع حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو آپ کے آس پاس صحابہ جمع ہو گئے اور آپ نے پوچھا اے صدائی! کیا پانی موجود ہے عرض کیا تھوڑا سا ہے۔ بقدر کفایت نہیں ہے تو آپ نے فرمایا اس کو ایک برتن میں ڈال کر، میرے پاس لاؤ، میں نے حکم کی تعمیل کی، تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا میں نے دیکھا تو آپ کی دو انگلیوں کے درمیان سے چشمہ ابل رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اللہ عزوجل سے شرم محسوس نہ ہوتی تو ہم تنہا پانی لیتے اور برتنوں میں جمع کر لیتے (چونکہ میں سب سے زیادہ حیادار ہوں) تم صحابہ میں اعلان کر دو کہ جس کو پانی کی ضرورت ہو (وہ آجائے) چنانچہ میں نے اعلان کیا جس کو ضرورت تھی اس نے لے لیا۔ پھر آپ جماعت کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدائی نے اذان کہی ہے اور جو شخص اذان کہے وہی اقامت کہے۔ صدائی کہتا ہے پھر میں نے اقامت کہی۔

امارت سے معذرت..... جب رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہو گئے تو میں نے وہ دونوں مکتوب پیش کر کے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ان دونوں خطوط سے درگزر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا معلوم ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ مسلمان آدمی کے لئے "امارت" وحکومت میں کوئی بھلائی اور مفاد نہیں، اور میں مسلمان ہوں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، نیز میں نے آپ ﷺ سے سنا، آپ سائل کو فرما رہے تھے جو شخص غنی اور مال کے ہوتے ہوئے لوگوں سے سوال کرتا ہے، اس کے لئے یہ سوال سر درد اور پیٹ کی

بیماری ہے۔ میں نے آپ سے "صدقہ" کا سوال کیا تھا حالانکہ میں غنی اور سرمایہ دار ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بات وہی ہے مرضی ہو تو قبول کرو، مرضی ہو تو امارت چھوڑ دو۔ عرض کیا میں تو چھوڑتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا آدمی بتاؤ جسے میں تمہارا امیر مقرر کردوں، میں نے آپ کو ایک آدمی کے بارے میں بتایا جو وفد کے ساتھ آیا تھا آپ نے اس کو امیر مقرر کردیا۔

کنکریوں پر دم کرنا ..... پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا کنواں ہے۔ موسم سرما میں تو اس کا پانی زیادہ ہوتا ہے ہم اس پر مقیم رہتے ہیں اور موسم گرما میں، اس کا پانی کم پڑ جاتا ہے تو ہم دوسرے چشموں پر اپنی رہائش اختیار کرلیتے ہیں اب ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمارے اطراف میں ہمارے مخالف اور غیر مسلم ہیں۔

ہمارے کنوئیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمارا پانی زیادہ رہے اور ہم سب اس پر قیام پذیر رہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ رہنے پر مجبور نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو ہاتھ میں مسلا اور ان میں خیر و برکت کی دعا کی اور فرمایا ان کنکریوں کو لے جاؤ جب کنوئیں کے پاس پہنچو تو بسم اللہ پڑھ کر ایک ایک کر کے اس میں ڈال دو۔ صدائی کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کے فرمان کی تعمیل کی۔ بعد ازاں ہم کنوئیں کی تہہ نہ دیکھ پائے۔ اس حدیث کے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں شواہد موجود ہیں۔ واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "عمرہ جعرانہ" سے واپسی کے بعد، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کو، چار سو افراد پر امیر مقرر کر کے صداء کے علاقہ کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا تو انہوں نے اپنا ایک نمائندہ روانہ کیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ ﷺ میری قوم سے اسلامی لشکر واپس بلوالیں۔ میں ان کے اسلام قبول کرنے کا ذمہ دار ہوں (آپ نے لشکر واپس بلوالیا) تو پھر پندرہ ارکان پر مشتمل ان کا وفد آیا اور حجۃ الوداع میں ان کے سو آدمی شریک ہوئے۔ واقدی نے (ثوری، عبدالرحمان بن زیاد بن انعم، زیاد بن نعیم، زیاد بن حارث) صدائی رضی اللہ عنہ سے، اس کا اذان والا قصہ بیان کیا ہے۔

حارث بن حسان بکری اور بڑھیا ......امام احمد (زید بن حباب، ابوالمنذر رسلام بن سلیمان نحوی، عاصم بن ابی النجود، ابووائل) حارث بکری سے روایت کرتے ہیں کہ میں علاء بن حضرمی کے خلاف شکایت کے سلسلہ میں رسول اللہ کی خدمت میں جارہا تھا کہ ربذہ مقام پر ایک عمر رسیدہ تمیمی بڑھیا بیٹھی تھی جو اپنے قافلے سے بچھڑ چکی تھی اس نے کہا یا عبداللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ سے ایک کام ہے کیا تم مجھے ساتھ لے جاسکتے ہو؟ میں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کرلیا، میں مدینہ میں آیا تو مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ سیاہ علم لہرا رہا ہے اور حضرت بلال رسول اللہ ﷺ کے سامنے تلوار تھامے کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے بتایا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو روانہ کررہے ہیں۔ میں وہاں بیٹھ گیا جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے گئے تو میں نے اجازت طلب کی۔ اجازت کے بعد، میں نے آپ کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو آپ نے پوچھا تمہارے اور بنی تمیم کے درمیان چپقلش اور رنجش ہے؟ عرض کیا جی ہاں! ہم نے ان کو شکست سے دوچار کردیا ہے۔ میں بنی تمیم کی عمر رسیدہ بڑھیا کے پاس سے گزر رہا تھا جو اپنے قافلہ سے پیچھے رہ چکی تھی۔ اس نے مجھ سے، آپ کے پاس پہنچانے کا سوال کیا تھا وہ دروازہ پر آپ کی منتظر ہے۔ وہ اندر آئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ہمارے اور تمیمیوں کے درمیان حد فاصل مقرر کرنا چاہیں تو "دھنا" وادی کو حد فاصل بنادیں۔ یہ سن کر بڑھیا مارے غصہ کے لال پیلی ہوگئی اور اسکا سانس اکھڑ گیا، کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا مضر قبیلہ کہاں مارا مارا پھرے گا۔

وافد عاد کی مثال ۔ میں نے عرض کیا میری مثال تو پہلے لوگوں کی مثال ہے کہ "بھیڑ اپنی موت کو اٹھا لائی"۔ میں اس کو لاد کر لایا کیا معلوم تھا کہ یہ میرے مخالف ہوگی۔ میں اللہ اور اس کے رسول سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں عاد کے پیغام رساں اور وافد عاد کی طرح ہوں۔ اس نے پوچھا اور "وفد عاد" کیا ہے۔ وہ اس واقعہ سے بخوبی آگاہ تھی لیکن وہ مجھ سے سننا چاہتی تھی۔ میں نے کہا قوم عاد قحط سالی میں مبتلا تھی انہوں نے قیل (بن عنز) کو نمائندہ بنا کر بھیجا وہ (مکہ میں) معاویہ بن بکر کا مہینہ بھر مہمان رہا، وہ اس کو شراب پلاتا اور اس کے پاس دو گویا لونڈیاں جرتان نامی رہتیں۔ جب پورا ماہ گزر گیا تو "مھرہ" پہاڑوں کے پاس جا کر اس نے دعا کی، خدایا! تو جانتا ہے کہ میں کسی مریض کے علاج کے لئے نہیں

آیا کہ اس کا علاج کروں نہ کسی قیدی کو چھڑانے کی غرض سے آیا ہوں کہ اس کا فدیہ ادا کروں، الٰہی! تو قوم عاد پر برسا جو بھی برسانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے پاس سے افق پر سیاہ بادل نمودار ہوئے فلک سے آواز آئی ان میں سے پسند کر، تو اس نے ان میں سے سیاہ بادل کی طرف اشارہ کیا اس سے آواز آئی (تم نے اس کو پسند کیا ہے) اس کو پسند کر لے یہ ہے جلا کر راکھ کرنے والا، کسی عادی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں نے سنا ہے کہ انگوٹھی کے حلقہ کے برابر ان پر ہوا کا دھانہ کھلا اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ ابو وائل راوی کا بیان ہے کہ اس نے صحیح کہا کہ جب کوئی اپنا وفد روانہ کرتا تو اسے نصیحت کرتا کہ وافد عاد کا طریقہ نہ اختیار کرے۔

تنبیہ......اس روایت کو ترمذی اور نسائی نے ابومنذر سلام بن سلیمان نحوی سے بیان کیا ہے اور ابن ماجہ نے (ابو بن ابی شیبہ، ابوبکر بن عیاش، عاصم بن ابی النجود) حارث بکری سے بیان کیا۔ درمیانی راوی ابووائل کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد نے بھی (ابوبکر بن عیاش از عاصم) از حارث روایت کی ہے۔ اور درست بھی ہے کہ عاصم اور حارث کے درمیان ابووائل راوی کا واسطہ ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

حضور ﷺ کی خاص دعا......بیہقی (ابوعبداللہ اسحاق بن محمد بن یوسف سوسی، ابوجعفر محمد بن محمد بن عبداللہ بغدادی، علی بن جعد، عبدالعزیز، احمد بن یونس، زہیر، ابوخالد یزید اسدی، عون بن ابی جحیفہ، عبدالرحمان بن علقمہ ثقفی) عبدالرحمان بن ابی عقیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوا ہم مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی کے دروازوں پر سواریاں بٹھا ئیں۔ جس شخص کی ملاقات کے لئے ہم جا رہے تھے وہ سب لوگوں سے زیادہ ہمیں ناپسند تھا اور جب ملاقات سے واپس آئے تو وہ سب دنیا سے پسندیدہ تھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کہ آپ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کی طرح اللہ سے بادشاہت کا سوال کیوں نہ کیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا ممکن ہے تیرا نبی، اللہ کے ہاں سلیمان کی حکمرانی سے بھی افضل واعلیٰ ہو، اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا عطا کی ہے۔ بعض نے اس کو دنیا کیلئے استعمال کر لیا وہ اسے مل گئی، بعض نے اپنی قوم کے خلاف استعمال کی وہ ہلاک ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دعاء مستجاب عطا کی میں نے اس کو بروز قیامت اپنی امت کی سفارش کیلئے چھپا رکھا ہے۔

طارق بن عبداللہ اور اس کے رفقا کی آمد......حافظ بیہقی (ابو جناب کلبی، جامع بن شداد محاربی) طارق بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں "ذی مجاز" میلے میں تھا کہ ایک آدمی جبہ پہنے ہوئے آیا اس نے کہا اے لوگو! لا الہ الا اللہ، کہو، کامیاب ہو جاؤ گے، اور ایک آدمی اس کو پیچھے سے پتھر مار رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا اے لوگو! یہ جھوٹا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو معلوم ہوا یہ ہاشمی ہے، خود کو اللہ کا رسول خیال کرتا ہے۔ پھر پوچھا یہ مارنے والا کون ہے؟ معلوم یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے جب اکثر لوگ مسلمان ہو کر ہجرت کرنے لگے تو ہم بھی ربذہ سے مدینہ کی کھجور خریدنے آئے جب مدینہ کے باغات اور نخلستان کے قریب آئے تو میرا خیال ہوا اگر لباس تبدیل کر لیں تو اچھا ہے۔ ایک آدمی نظر آیا وہ معمولی لباس پہنے ہوئے ہے اس نے سلام کیا اور پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا ربذہ سے، پھر پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ عرض کیا مدینہ کا خیال ہے پھر پوچھا، وہاں تمہیں کیا ضرورت ہے؟ عرض کیا مدینہ کی کھجور ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھ ایک عقل مند خاتون تھی اور نکیل دار ایک سرخ اونٹ تھا تو اس نے پوچھا کیا یہ اونٹ فروخت کرو گے، عرض کیا ہاں! اتنی کھجور کے عوض۔ اس نے ہم سے قیمت میں کوئی کمی نہ کرائی اور اونٹ کی مہار پکڑ کر لے گیا۔ جب وہ مدینہ کی دیواروں اور باغات میں اوجھل ہو گیا تو ہم نے کہا، ہم نے اچھا نہیں کیا واللہ! نہ ہم نے کسی معروف آدمی سے سودا کیا اور نہ ہی اس سے قیمت لی۔ راوی کا بیان ہے کہ جو عقلمند خاتون ہمارے ساتھ تھی اس نے کہا اللہ کی قسم! میں نے ایسا آدمی دیکھا ہے گویا اس کا چہرہ بدر منیر کا ٹکڑا ہے۔

تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں کفیل اور ضامن ہوں۔ یکایک وہ آدمی آیا اور اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، لو یہ تمہاری کھجوریں ہیں کھاؤ اور پیٹ بھر کر کھاؤ، ماپ لو اور پوری کر لو، ہم نے ماپ کر لیں اور پوری پائیں۔ پھر ان سے کھجوریں کھائیں پھر ہم مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو وہ صاحب منبر پر لوگوں کو خطاب فرما رہے تھے، ہم نے آپ کے خطبہ کے یہ الفاظ سنے صدقہ و خیرات کیا

کرو، صدقہ کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ دینے والا، لینے والے سے افضل ہے۔ اپنی والدہ، والد، بہن بھائی اور عزیز واقارب کو دو۔ اچانک بنی یربوع یا انصار میں سے ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جاہلی دور میں، ہمارے ان کے ذمہ کچھ خون اور قتل ہیں تو آپ نے تین بار فرمایا کہ والد کے ظلم کا مواخذہ اپنی اولاد پر نہ ہوگا اور وہ خیانت وقصور میں نہ پکڑا جائے گا۔ امام نسائی نے صرف فضیلت صدقہ کی حدیث، یوسف بن عیسیٰ، فضل بن موسیٰ، یزید بن زیاد بن ابی الجعد، جامع بن شداد، طارق محاربی سے روایت کی ہے۔ نیز حافظ بیہقی نے (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، یزید بن زیاد) جامع بن طارق سے پوری طویل روایت نقل کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکی ہے اس میں ہے کہ دانا خاتون نے کہا، ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو میں نے ایسے مرد کا چہرہ دیکھا ہے کہ وہ دھوکہ اور خیانت نہ کرے گا۔ میری دانست میں اس کا چہرہ بدر منیر کی طرح ہے۔

علاقہ معان کے حکمران، فروہ رضی اللہ عنہ بن عمرو جزامی کے قاصد کی آمد..... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فروہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن نافرہ جذامی اور نفاثی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں، اپنے اسلام قبول کرنے کی اطلاع کے لئے قاصد روانہ کیا اور سفید خچر کا تحفہ پیش کیا۔ فروہ عرب کے ملحقہ علاقے پر مملکت روم کا گورنر اس کا قیام معان علاقہ شام میں تھا جب شاہ روم کو اس کے مسلمان ہونے کی اطلاع پہنچی تو اس نے اس کو طلب کر کے اپنے پاس قید کر لیا اور اس نے اپنے قید خانہ میں کہا۔

فروہ رضی اللہ عنہ کے اسیری میں کہے گئے اشعار:

طرقت سلیمی موھنا اصحابی
والروم بین الباب والقروان
صد الخیال وساءہ ما قدرای
وھممت ان اغفی وقد ابکانی
لاتکحلن العین بعدی اثمدا
سلمی ولا تدین للاتیان
ولقد علمت ابا کبیشة اننی
وسط الاعزة لا یحص لسانی

''رات کے آخری حصہ میں سلمیٰ کا تصور آیا میرے ساتھیوں کے ہمراہ اور رومی دروازے اور پانی حوضوں کے درمیان قابض تھے۔ خیال منقطع ہو گیا اور اس کو منظر نے غمناک کر دیا میں نے ہلکی سی نیند کا ارادہ کیا اور اس نے رلا دیا۔ اے سلمیٰ! میرے بعد آنکھوں میں سرمہ نہ لگا اور نہ تو آنے کے لئے رسوائی برداشت کر۔ ابو کبشہ! تجھے معلوم ہے کہ میں اپنے عزیز واقارب میں معزز ہوں، میری بات کی مخالفت نہیں ہوتی''۔

فلئن ھلکت لتفقدن اخاکم
ولئن بقیت لیعرفن مکانی
ولقد جمعت اجل ما جمع الفتی
من جودة وشجاعة وبیان

''اگر میں شہادت پالوں تو تم اپنے بھائی کو گم پاؤ گے اگر میں زندہ بچ گیا تو وہ میری قدر و منزلت پہچان لیں گے۔ میں نے سخاوت وشجاعت اور فصاحت کی اہم خوبیاں جن سے کوئی نوجوان آراستہ ہوتا ہے اپنے اندر جمع کر لی تھیں''۔

قتل کے وقت فروہ رضی اللہ عنہ کے اشعار..... ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رومیوں نے فلسطین میں چشمہ عفریٰ کے پاس اس کے قتل کا ارادہ کرلیا تو اس نے کہا:

الا هل اتی سلمی بان حلیلها
علی ماء عفری فوق احدی الرواحل
علی ناقة لم یضرب الفحل امها
مشذبة اطرافها بالمناجل

''کیا سلمیٰ کو یہ خبر ہوگئی ہے کہ اسکا شوہر عفری کے چشمہ پر ایک اونٹنی پر سوار ہے۔ ایسی اونٹنی کہ نر نے اس کی ماں سے جفتی نہیں کی کیونکہ اس کے پہلو درانتیوں سے کاٹے گئے ہیں''۔

بقول امام زہری، جب اس کو قتل گاہ میں لایا گیا تو اس نے کہا:

بلغ سراة المسلمین باننی سلم لربی اعظمی و مقامی

'مسلمانوں کے سردار کو بتادو کہ میری ہڈیاں اور میرا قیام سب میرے رب کے مطیع ہے) پھر انہوں نے اس کی گردن کاٹ کر اس چشمہ پر قتل کردیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنة مثواہ

دجال کے بارے میں خبر...... ابوعبداللہ سہل بن محمد بن نصرویہ مروزی در نیسابور (ابوبکر محمد بن احمد بن حسن قاضی، ابوسہل احمد بن زیاد قطان، یحییٰ بن جعفر بن زبیر، وھب بن جریر، ابوہ، غیلان بن جریر، شعبی) فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں کہ تمیم داری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے بتایا کہ انہوں نے سمندر میں سفر کیا، ان کی کشتی بھٹک گئی اور وہ ایک جزیرہ میں اتار دیئے گئے اور اس میں پانی کی جستجو میں نکلے تو ایک طویل بالوں والے انسان سے ملاقات ہوئی۔ اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے کہا میں ''جساسہ'' ہوں، مزید پوچھا تو اس نے کہا میں نہیں بتا سکتا، لیکن تم اس جزیرہ میں چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم وہاں گئے تو وہاں ایک آدمی زنجیروں میں بندھا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ ہم نے کہا عرب لوگ ہیں۔ تو اس نے پوچھا جو نبی تم میں مبعوث ہوا ہے اس کا کیا حال ہے؟ ہم نے بتایا، ان پر لوگ ایمان لائے ہیں، ان کی تصدیق کی ہے اور ان کی اتباع کی ہے۔ تو اس نے کہا، یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا تم مجھے چشم زعر کے بارے میں بتاؤ گے؟ ہم نے اس کے بارے میں بتایا تو خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ قریب تھا کے وہ دیوار پھاند جائے پھر اس نے پوچھا بیسان کے نخلستان کا کیا حال ہے؟ کیا وہ ابھی تک بارآور ہے۔ ہم نے اسے بتایا کہ وہ بارآور ہے تو اس نے پھر خوشی سے چھلانگ لگائی۔ پھر اس نے کہا اگر مجھے باہر نکلنے کی اجازت ہوئی تو میں طیبہ کے علاوہ سارے علاقہ کو پامال کردوں گا۔ فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تمیم داری کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے یہ قصہ لوگوں کو بتایا اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہ ہے دجال۔ اس حدیث کو امام احمد، امام مسلم اور سنن اربعہ میں مولفین نے متعدد اسناد سے شراحیل شعبی کی معرفت فاطمہ بنت قیس سے نقل کیا ہے۔ اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ ام المومنین کی روایت سے اس کا شاہد بیان کیا ہے۔ عنقریب کتاب الفتن میں اس حدیث کی جملہ اسناد اور متن بیان ہوں گے۔ واقدی نے لخم قبیلہ کے دارس وفد کا ذکر کیا ہے وہ دس افراد پر مشتمل تھا۔

بنی اسد کا وفد...... واقدی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ۹ھ کے آغاز میں بنی اسد کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور وہ دس ارکان پر مشتمل تھا، ضرار بن ازور، وابصہ بن معبد، طلیحہ (جس نے نبوت کا دعویٰ کیا پھر مسلمان ہوگیا اور اس کا ایمان پختہ تھا) اور نفادہ بن عبداللہ بن خلف، وفد میں شامل تھے ان کے رئیس، حضرمی بن عامر نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ہم قحط سالی کے زمانے میں تاریک راتوں میں چلتے ہوئے آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہماری طرف کسی کو بھیجا بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیت نازل فرمائی (۴۹/۱۷) یہ لوگ اسلام لا کر اپنا احسان تجھ پر جتاتے ہیں تو اس سے کہہ دے اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کا راستہ دکھلایا اگر تم سچے مسلمان ہو۔

بنی زنیہ سے بنی رشدہ..... ان میں ایک قبیلہ "بنی زنیہ" بھی تھا آپ نے انکا نام "بنی رشدہ" تبدیل کر دیا رسول اللہ ﷺ نے نفادہ بن عبداللہ بن خلف سے ایسی اونٹنی مانگی جو سواری کے لئے عمدہ ہو۔ اور اپنے بچہ کے بغیر ہی دودھ دیتی ہو۔ اس نے اپنے ریوڑ میں تلاش کی اور ایسی اونٹنی نہ پائی۔ پھر اپنے چچازاد سے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو دوہنے کو ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس دودھ میں سے پیا اور جو بچا وہ اس کو پلایا اور آپ ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ! اس اونٹنی میں برکت فرما اور جس نے تحفہ بھیجا ہے اس کے مال و دولت میں بھی۔ (عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اور لانے والے کے مال و دولت میں بھی) اور جو اس کو لایا ہے اس کے مال و دولت میں بھی۔

بنی عبس کا وفد...... واقدی کہتے ہیں کہ وہ نو افراد تھے واقدی نے ان کے نام بتائے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا میں تمہارا دسواں ہوں اور آپ ﷺ نے طلحہ بن عبیداللہ کو حکم دیا اس نے ان کو جھنڈا باندھ کر دیا اور ان کا "شعار" اور خصوصی تعارف "ایام جاہلیت" کے عنوان کے تحت بیان ہو چکا ہے) کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا اس کی کوئی اولاد نہیں۔ . . نیز رسول اللہ ﷺ نے ان کو روانہ کیا تا کہ وہ شام سے آنے والے قریش کے تجارتی قافلہ کی تاک اور گھات میں رہیں، اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا وفد فتح مکہ سے پہلے آیا تھا، واللہ اعلم۔

سترہ اراکین پر مشتمل بنی فزارہ کا وفد...... واقدی، عبداللہ بن محمد بن عمر جمحی کی معرفت، ابو وجزہ سعدی سے روایت کرتے ہیں، کہ ۹ھ میں غزوہ تبوک سے رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو بنی فزارہ کا سترہ افراد کا وفد، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو مریل اونٹوں پر سوار تھا اور اسلام کا معترف تھا۔ ان میں خارجہ بن حصن اور حارث بن قیس بن حصن بھی موجود تھا۔

دعا کی درخواست...... ان سے رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقہ کا حال معلوم کیا تو ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا علاقہ قحط زدہ ہے مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ باغات خشک ہو گئے ہیں اور اہل وعیال فاقے سے ہیں۔ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر دعا فرمائی:

اللهم اسق بلادک وبهائمک وانشر رحمتک وأحي بلدک الميت

"یا اللہ! اپنے علاقہ پر اور مال مویشی پر بارش برسا اور اپنی رحمت پھیلا اور اپنے بے آباد اور بے آب علاقہ کو زندگی بخش۔"

اللهم اسقنا غيثا مغيثا مريا مريعا طبقا واسعا عاجلا غير آجل نافعا غير ضار

"خدایا! ہم پر بارش برسا مدد کرنے والی، خوشگوار، خوشحالی لانے والا، دور دراز تک ہونے والی فوری ہونے والی دیر سے نہ ہو، فائدہ مند ہو نقصان دہ نہ ہو۔"

اللهم اسقنا سقيا رحمة ولا سقيا عذاب ولا هدم ولا غرق ولا محق

"الٰہی رحمت کی بارش ہو، عذاب کی بارش نہ ہو، ڈھانے والی نہ ہو، غرق کرنے والی نہ ہو، مٹا دینے والی نہ ہو"۔

اللهم اسقنا الغيث وانصرنا على الاعداء

"یا اللہ! بارش برسا اور دشمن پر مدد فرما"۔

دعا کی قبولیت...... چنانچہ دعا کے بعد بارش برسی اور ہفتہ تک آسمان ابر آلود رہا اور خوب موسلا دھار بارش برسی تو رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر دعا فرمائی:

اللهم حوالينا ولا علينا على الاكام والظراب وبطون الاودية ومنابت الشجر

"یا اللہ ہمارے گرد و نواح پر برسا اور ہم پر نہ برسا، چھوٹے چھوٹے پہاڑوں پر، وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر"۔

دعا کے بعد خدا کے حکم سے افق سے بادل پھٹ گیا جیسا کہ کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

بنی مرہ کا وفد اور حارث بن عوف کی آمد ...... واقدی کہتے ہیں کہ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ھ میں یہ وفد آیا اس کے ۱۳ ارکان تھے ان میں حارث بن عوف بھی شامل تھا نبی علیہ السلام نے ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی کا تحفہ دیا اور حارث بن عوف کو بارہ اوقیہ۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ہمارا علاقہ قحط زدہ ہے تو آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اللھم اسقھم الغیث (الٰہی! ان پر بارش برسا) جب وہ اپنے وطن واپس لوٹے تو معلوم ہوا کہ جس روز رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اسی روز بارش ہوئی۔

بنی ثعلبہ کے وفد کی آمد ...... واقدی محمد بن ابراہیم، یکے از بنی ثعلبہ سے روایت کرتا ہے کہ ۸ھ میں جب رسول اللہ ﷺ جعرانہ سے واپس آئے تو ہمارا چار افراد کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہم اپنی باقی ماندہ قوم کے نمائندہ ہیں اور وہ اسلام کے ماننے والے ہیں چنانچہ آپ نے ہماری ضیافت اور میزبانی کا حکم دیا ہم وہاں چند روز ٹھہرے پھر "الوداع" کہنے آئے تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو بھی عطیہ دے جیسا کہ "وفود" کو تو عطیہ دیا کرتا ہے چنانچہ وہ چاندی کا ایک بڑا سا ٹکڑا لایا اور ہر فرد کو پانچ اوقیہ چاندی عطا کی اور بتایا کہ ہمارے پاس درہم موجود نہیں اور ہم وطن واپس چلے آئے۔

بنی محارب کا وفد ...... واقدی نے محمد بن صالح کی معرفت ابو وجزہ سعدی سے نقل کیا ہے کہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں بنی محارب کا دس افراد کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ان میں سواء بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بن سواء بھی شامل تھا وہ رملہ بنت حارث کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح شام ان کا کھانا لایا کرتے تھے، وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ وہ اپنے باقی ماندہ لوگوں کے اسلام کے ذمہ دار ہیں۔

دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں ...... میلوں اور موسم حج میں ان سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا کوئی مخالف اور سخت گیر اور بدکلام نہ تھا وفد کے ارکان میں ایک ایسا شخص تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے پہچان لیا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے مجھے زندگی بخشی یہاں تک کہ تو نے تصدیق کی اور فرمایا کہ یہ دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔

خزیمہ بن سواء کے چہرے کا سفید پوش ہونا ...... اور رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ بن سواء کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور وہ سفید پوش ہو گیا اور ان کو ہدیہ سے نوازا جیسا کہ وفد کو ہدیہ دیا کرتے تھے پھر وہ وطن واپس چلے آئے۔

بنی کلاب کا وفد ...... واقدی کہتے ہیں کہ بنی کلاب کا تیرہ افراد پر مشتمل وفد ۹ھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ ان میں لبید بن ربیعہ شاعر اور جبار بن سلمیٰ بھی شامل تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور لبید شاعر کا باہمی دوستانہ تھا، حضرت کعب نے اس کو خوش آمدید کہا اور اس کو عزت و وقار بخشا اور تحفہ پیش کیا۔ وفد کے ارکان، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے "اسلامی طرز" پر سلام کہا اور انہوں نے بتایا کہ ضحاک بن سفیان کلابی نے ان میں کتاب و سنت (جس کی تبلیغ کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے) کی اشاعت کا کام کیا ہے اور اس نے اللہ کے دین کی طرف دعوت دی ہے۔ انہوں نے اس کی بات کو قبول کر لیا اور ضحاک اور ان کے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر فقراء اور ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دی ہے۔

بنی رؤاس بن کلاب کا وفد ...... واقدی کہتے ہیں کہ عمرو بن مالک بن قیس بن بجید بن رؤاس بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا پھر وہ وطن واپس چلا گیا اور ان کو اللہ کے دین کی جانب بلایا تو انہوں نے کہا، جب تک ہم بنی عقیل سے اپنے مقتولوں کا بدلہ نہ لے لیں ہم اسلام قبول نہ کریں گیا۔ چنانچہ بنی رؤاس اور بنی عقیل کی باہمی لڑائی ہوئی اور مذکور بالا عمرو بن مالک نے

بنی عقیل کا ایک آدمی مارڈالا ۔ اس کا بیان ہے کہ میں اپنے ہاتھ باندھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور آپ کو میرے اس قتل کی اطلاع پہنچ چکی تھی) اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ہاتھ کی کڑی اور زنجیروں پر ماروں گا۔

عمرو بن مالک سے حضور اکرم ﷺ کا اظہار ناراضگی ...... جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام مسنون کہا تو سلام کا جواب نہ دیا اور منہ پھیر لیا اور پھر میں آپ کی دائیں جانب سے آیا تو پھر بھی منہ پھیر لیا بائیں طرف سے آیا تو پھر بھی منہ پھیر لیا اور پھر سامنے سے آیا اور عرض کیا یارسول اللہ! بیشک اللہ عزوجل درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے۔ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اللہ آپ سے راضی ہوگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں راضی ہو گیا۔

عقیق بنی عقیل ...... واقدی کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے آپ نے ان کو "عقیق بنی عقیل" بطور جاگیر عطا کر دی۔ اس علاقہ میں کھجوروں کے باغات اور چشمے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ایک وثیقہ لکھ دیا۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم یہ جاگیر محمد رسول اللہ ﷺ نے ربیع مطرف اور انس رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی ہے۔ ان کو عقیق کی جاگیر عطا کر دی ہے جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور اسلامی احکام سن کر فرماں برداری کرتے رہیں۔ ان کو کسی مسلمان کا حق نہیں دیا اور یہ مکتوب اور وثیقہ مطرف کے پاس ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لقیط بن عامر منتفق بن عامر بن عقیل ابو رزین عقیلی آیا اور آپ نے اس کو چشمہ نظیم عطا فرمایا۔ یہ مفصل قصہ ابھی گزر چکا ہے۔ وللہ الحمد والمنہ۔

بنی قشیر بن کعب کا وفد ... یہ غزوہ حنین اور حجۃ الوداع سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وفد میں قرہ بن ھبیرہ بن عامر بن سلمۃ الخیر شامل تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو عطیہ سے نوازا اور اسکو ایک چادر پہنائی اور قوم کے صدقات پر عامل مقرر کیا اس نے واپسی کے وقت کہا۔

قرہ بن ھبیرہ کے اشعار:

حباها رسول الله اذ نزلت به
وأمكنها من نائل غير منفد
فأضحت بروض الخضر وهي حثيثة
وقد انجحت حاجاتها من محمد
عليها فتى لا يردف الذم رحله
يروي لأمر العاجز المتردد

"رسول اللہ ﷺ نے اس کو نوازا جب وہ سواری آپ کے پاس آئی، اور اس کو نہ ختم ہونے والا عطیہ دیا۔ اور یہ سرسبز باغ میں پہنچ گئی ہے اور یہ تیز رفتار ہے اور اس نے اپنی ضروریات محمد ﷺ سے پوری کر لی ہیں۔ اس پر ایک نوجوان سوار ہے مذمت و برائی اس کے قریب نہیں پھٹکتی، عاجز اور پریشان حال کے معاملات میں وہ غور کرتا ہے"۔

بنی بکاء کا وفد اور حضور ﷺ کا عطیہ ...... مذکور ہے کہ یہ وفد ۹ ھ میں آیا اور یہ تیس افراد پر مشتمل تھا، ان میں معاویہ بن ثور بن معاویہ بن عبادہ بن البکاء بھی شامل تھا۔ وہ اس وقت سو سال کا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بشر بھی تھا اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کو چھو کر اپنے بڑھاپے میں برکت حاصل کرتا ہوں اور میرا یہ بیٹا میرے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، آپ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور اس کو سفید بکریاں عطا کیں اور برکت کی دعا فرمائی۔ بعد ازاں قحط اور خشک سالی کی مصیبت سے محفوظ

رہے۔ محمد بن بشر بن معاویہ نے اس بارے کہا:

محمد بن بشر بن معاویہ کے اشعار:

وابی الذی مسح الرسول براسہ
ودعا لہ بالخیر والبرکات
أعطاہ احمد اذ أتاہ أعنزاً
عفراً نواحل لسن باللحیات
یملأن وفد الحی کل عشیۃ
ویعود ذلک الملی بالغدوات
بورک من منح وبورک مانحا
وعلیہ منی ما حییت صلاتی

''میرا والد وہ ہے جس کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے خیر و برکات کی دعا کی۔ احمد نبی نے اس کو عطیہ دیا سفید بکریاں ''لاغر'' گویا وہ زندہ نہیں۔ وہ رات کو قبیلہ کے وفد کو ''دودھ'' سے بھر دیتی تھی اور یہی فراوانی صبح کو ہوتی ہے۔ مبارک عطیہ ہے اور عطیہ دینے والا بھی مبارک ہے جب تک میں زندہ رہوں اس پر میری طرف سے سلام ہے۔''

وفد کنانہ...... واقدی نے اپنی اسانید سے روایت کی ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بن اسقع رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ غزوہ تبوک کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھ کر واپس اپنی قوم کے پاس چلے گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے عزم وارادے سے آگاہ کیا تو ان کے والد نے کہا اللہ کی قسم! میں تجھے کبھی سواری نہ دوں گا۔

واثلہ بن اسقع کی بہن کا مسلمان ہونا...... ان کی بہن نے ان کی یہ بات سنی تو وہ مسلمان ہو گئی اور ان کو سامان سفر دے کر روانہ کر دیا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعب بن عجرہ کے اونٹ پر سوار ہو کر تبوک چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے واثلہ کو اکیدر دومہ کی طرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ جب وہ واپس آئے اور واثلہ نے کعب بن عجرہ کو شرط کے مطابق مال غنیمت میں سے حصہ پیش کیا تو کعب نے کہا میں نے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سواری دی تھی۔

اشجع کا وفد...... واقدی کہتے ہیں کہ ۵ھ میں غزوہ احزاب کے سال، اشجع کے قبیلہ کے سو ارکان کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو ان کا رئیس مسعود بن رخیلہ تھا۔ وہ ''شعب سلع'' میں ٹھہرا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور ان کو کھجور کے تھیلے دینے کا حکم دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ غزوہ بنی قریظہ سے رسول اللہ ﷺ فراغت پا چکے تو ان کا سات سو افراد کا وفد آیا رسول اللہ ﷺ نے ان سے صلح کر لی اور وہ وطن واپس لوٹ گئے، اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔

وفد باہلہ...... فتح مکہ کے بعد، باہلہ کا رئیس مطرف بن کاہن آیا اور مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کے لئے امن و امان حاصل کیا اور آپ ﷺ نے اس کو ایک مکتوب لکھ دیا، اس میں اسلام کے فرائض اور مسائل بیان تھے۔ یہ مکتوب حضرت عثمان بن عفان نے تحریر کیا۔

بنی سلیم کا وفد...... قبیلہ بنی سلیم کا ایک آدمی قیس بن نشبہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، اس نے آپ ﷺ کا کلام سنا اور کچھ مسائل پوچھے آپ نے ان کا جواب دیا اور اس نے یہ سب جوابات ذہن نشین کر لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ مسلمان ہو گیا اور اپنی

قوم بنی سلیم کو جا کر بتایا کہ میں نے روم کے ترجمان فارس کے زمزمہ، عرب کے اشعار، کاہنوں کی کہانت اور شاہان حمیر کا کلام سنا ہے۔ محمد ﷺ کا کلام، ان کے کلام کے جیسا نہیں ہے تم میری بات مانو اور اپنا حصہ لے لو۔ وہ فتح مکہ کے سال، رسول اللہ ﷺ کو "قدید" مقام پر ملے۔ وہ سات سو تھے یا ایک ہزار۔ ان میں سے عباس بن مرداس کے علاوہ سربرآوردہ اور اعیان کی ایک جماعت تھی وہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں فوج کے مقدمہ میں رکھیں اور ہمارا علم سرخ رنگ کا ہو۔ اور ہمارا اشعار (مخصوص علامت) "مقدم" ہو، آپ ﷺ نے ان کی بات مان لی۔ چنانچہ یہ لوگ فتح مکہ، طائف اور غزوہ حنین میں شامل ہوئے۔

غاوی بن عبدالعزیٰ...... راشد بن عبدربہ سلمی بت کو پوجنے والا تھا۔ اس نے ایک روز بت کو دیکھا کہ اس پر دو لومڑ پیشاب کر رہے ہیں تو اس نے کہا:

أرب یبول الثعلبان برأسه　　　لقد ذل من بالت علیه الثعالب

"کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر دو لومڑ پیشاب کریں جس پر لومڑ پیشاب کریں وہ ذلیل و رسوا ہے"۔

پھر اس نے ضرب لگائی اور بت کو توڑ ڈالا پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تیرا نام؟ اس نے کہا، غاوی بن عبدالعزیٰ، آپ نے فرمایا بلکہ تیرا نام ہے راشد بن عبدربہ۔ اور اس کو موضع رھاط بطور جاگیر دیا، جس میں "عین الرسول" نامی چشمہ جاری ہے۔ یہ قبیلہ بنی سلیم کا بہترین شخص ہے۔ قوم کا علم اس کو دیا اور فتح مکہ وغیرہ غزوات میں شریک ہوا۔

بنی ہلال بن عامر کا وفد..... عبد عوف بن اصرم وفد میں شامل تھا وہ مسلمان ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا۔ قبیصہ بن مخارق بھی شامل تھا جس کی "صدقات" میں روایت مروی ہے زیاد بن عبداللہ بن مالک بن بجیر بن ھدم، ابن رویبہ بن عبداللہ بن ھلال بن عامر رضی اللہ عنہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ بنت حارث ام المومنین کے گھر کا رخ کیا اور اس کے پاس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو اسے دیکھ کر ناراض ہوئے اور گھر سے لوٹ کر چلے گئے۔ پھر آئے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے۔ پھر آپ ﷺ زیاد کو لے کر باہر چلے آئے، نماز ظہر پڑھی اور زیاد کو قریب کر کے اس کے لئے دعا کی اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ناک تک پھیرا۔ بنی ہلال کہتے تھے۔ ہم اپنے میں زیاد کے چہرے کی برکت برابر محسوس کرتے رہے۔ کسی شاعر نے زیاد بن عبداللہ کے بیٹے علی کے بارے کہا:

یا ابن الذی مسح الرسول برأسه
ودعا له بالخیر عند المسجد
أعنی زیاداً لا أرید سواءه
من غائر أو متهم أو منجد
ما زال ذاک النور فی عرنینه
حتی تبوأ بیته فی ملحد

"بے شک وہ شخص جس کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ پھیرا اور مسجد میں اس کے لئے دعاء خیر کی۔ اس سے میری مراد صرف زیاد ہے نہ کوئی راہرو، یا تہامہ یا نجد کی طرف جانے والا نہیں۔ اس کی ناک میں یہ نور ہمیشہ منور رہا یہاں تک کہ وہ قبر میں دفن ہو گیا۔"

وفد بنی بکر بن وائل...... واقدی کہتے ہیں کہ جب ان کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے قس بن ساعدہ کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ تمہارے قبیلہ میں سے نہ تھا بلکہ ایاد کے خاندان سے تھا۔ جاہلی دور میں وہ موحد ہو گیا تھا۔ عکاظ میلہ میں آیا، وہ لوگوں کا اجتماع تھا (اور اس نے خطاب کیا) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو قس کا کلام سنایا، بشیر بن خصاصیہ، عبداللہ بن مرثد اور حسان بن خوط بھی وفد میں شامل تھے۔ حسان کی اولاد میں سے کسی نے کہا:

انا وحسان بن خوط وابی رسول بکر کلها الی النبی

''میں، میرا والد اور حسان بن خوط، نبی علیہ السلام کی جانب بنی بکر کے قاصد تھے۔''

وفد بنی تغلب کا وفد...... یہ وفد سولہ افراد پر مشتمل تھا۔ مسلمان اور عیسائی مخلوط تھے، عیسائی سونے کی صلیب پہنے ہوئے تھے۔ یہ وفد رملہ بنت حارث کے مکان پر فروکش تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ عیسائی اعتقاد کے مطابق اپنی اولاد کو ''زرد'' پانی نہ دنگیں اور مسلمان ارکان وفد کو تحفے دیئے۔

وفد تجیب...... واقدی کہتے ہیں کہ تیرہ افراد پر مشتمل یہ وفد ۹ھ میں آیا اور آپ نے ان کو دوسرے وفود کی نسبت زیادہ تحائف دیئے اور ان کے لڑکے سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تیری کیا ضرورت ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت فرمائے اور مجھے ''غنی دل'' بنائے تو آپ نے دعا فرمائی، یا اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحمت کر، اور اس کو ''غنی دل'' بنا دے چنانچہ وہ سب لوگوں سے زاہد تھا اور مال و دولت سے بے پرواہ تھا۔

خولان کا وفد...... یہ دس ارکان کا وفد شعبان ۱۰ھ میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ان کے بت ''عم انس'' کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، ہم نے اس سے بہتر ''متقواد'' کو بدل لیا ہے۔ واپس جائیں گے تو اس کو مسمار کر دیں گے اور انہوں نے کتاب وسنت کا علم حاصل کیا، واپس جا کر بت کو توڑا اور اللہ تعالیٰ کے حلال اور حرام امور کی تعمیل کی۔

جعفی کا وفد...... یہ لوگ ''دل'' کے کھانے کو حرام سمجھتے تھے جب ان کا وفد مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ''دل کا گوشت'' کھانے کا حکم دیا چنانچہ وہ بھون دیا گیا اور ان کے رئیس نے وہ کھایا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے ایمان کی تکمیل اس کے کھانے پر موقوف ہے چنانچہ اس نے کپکپاتے ہوئے ہاتھ سے پکڑا اور کھالیا اور اس نے کہا:

علی انی اکلت القلب کرها وترعد حین مسته بنا نی

''میں نے دل کا گوشت کھایا، جب میں نے پکڑا تو میرے پورے کانپ رہے تھے''۔

ازد کے وفد...... معرفۃ الصحابہ میں حافظ ابونعیم نے اور ابوموسیٰ مدینی نے سوید بن حارث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہمارے سات افراد کا وفد حاضر ہوا اور میں ساتواں فرد تھا جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے باتیں کیں تو آپ نے ہمارے وضع قطع اور لباس سے خوش ہو کر پوچھا تم کیسے ہو؟ عرض کیا! ایمان دار ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے۔ تمہارے کلام اور ایمان کا کیا راز اور حقیقت ہے؟ عرض کیا یہ پندرہ باتوں پر مبنی ہے۔ پانچ ان میں سے وہ ہیں جن کا آپ کے نمائندوں نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور پانچ امور پر انہوں نے عمل کرنے کا عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور باقی پانچ وہ ہیں جن کو ہم جاہلیت میں کیا کرتے تھے اور اب تک ہم قائم ہیں۔ الا یہ کہ آپ ان میں سے کسی کو منع فرما دیں۔

بیس قیمتی باتیں...... پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر میرے قاصدوں نے ایمان لانے کا حکم دیا تھا عرض کیا انہوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ، فرشتوں، آسمانی کتب، رسل وانبیاء اور موت کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لائیں۔ پھر پوچھا وہ پانچ باتیں کون سی ہیں جن پر عمل کرنے کا انہوں نے حکم دیا تھا؟ عرض کیا کلمہ توحید اقامت صلوۃ، ادائے زکوۃ، صوم رمضان اور صاحب استطاعت کے لئے حج بیت اللہ، یہ پانچ ارکان جن پر عمل کا حکم دیا تھا۔ پھر پوچھا وہ کون سی پانچ عادات ہیں جن کے تم جاہلیت میں پابند تھے تو انہوں نے عرض کیا، خوشحالی میں شکر، مصیبت میں صبر قضاء پر رضا، جنگ میں ثابت قدمی، دشمن کے مصائب پر خوش نہ ہونا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دانشور اور صاحب علم لوگ، قریب تھا کہ وہ

اپنی دانشوری کی بدولت، انبیاء کی صفات کے مشابہ ہو جائیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تم ان کے پابند ہو جیسا کہ تم کہتے ہو تو میں چاہتا ہوں کہ تم ان باتوں میں اور پانچ باتوں کا اضافہ کر لو تو پوری بیس ہو جائیں گی۔ کھانے پینے کے سوا تم کسی چیز کا ذخیرہ نہ کرو، فالتو مکان تعمیر نہ کرو، جس چیز کی تمہیں کل ضرورت پیش نہ آئے اس میں رغبت نہ کرو اس خدا سے ڈرو، جس کی طرف تمہیں واپس جانا ہے اور جس کے سامنے تم کو پیش ہونا ہے اور اس حیات ابدی میں رغبت کرو، جس کی طرف تم جا رہے ہو اور اس میں زندہ جاوید رہو گے۔ یہ سن کر وفد رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہوا اور وصیت کے مطابق انہوں نے عمل کیا۔

کندہ کا وفد...... وفد تقریباً پندرہ سواروں پر مشتمل تھا۔ اشعث بن قیس کندی ان کا قائد اور رئیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک کو دس اوقیہ چاندی عطا کی، اور اشعث بن قیس کو بارہ اوقیہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔

صدف کا وفد...... اس وفد میں تقریباً پندرہ شتر سوار تھے، وہ آئے اور رسول اللہ ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ سلام کہے بغیر وہ بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تم مسلمان ہو؟ عرض کیا ''جی ہاں'' تو آپ نے فرمایا تم نے سلام کیوں نہیں کیا، چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر کہا **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ** تو آپ نے جواب میں کہا وعلیکم السلام اور ان کو بیٹھ جانے کا حکم دیا وہ بیٹھ گئے اور نبی علیہ السلام سے انہوں نے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تھا۔

خشین کا وفد...... رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر کی تیاری میں مصروف تھے کہ ابو ثعلبہ خشنی آیا پھر وہ آپ ﷺ کے ہمراہ غزوہ خیبر میں شریک ہوا بعد ازیں پندرہ افراد کا وفد آیا اور اس نے اسلام قبول کیا۔

وفد بنی سعد وغیرہ...... واقدی نے ان درج ذیل وفود کا ذکر کیا ہے:

(۱) بنی سعد ھذیم (۲) بلی (۳) بہرا (۴) بنی عذرہ (۵) سلامان (۶) جھینہ (۷) بنی کلب (۸) اور جرمی (عمر بن سلمہ جرمی کا ذکر صحیح بخاری میں مذکور ہے اور قبل ازیں بیان ہو چکا ہے)، (۹) ازد (۱۰) غسان (۱۱) حارث بن کعب (۱۲) ہمدان (۱۳) سعد العشیرہ (۱۴) قیس (۱۵) داری قبیلہ (۱۶) وفد رہاوی (۱۷) بنی عامر (۱۸) مسیح (۱۹) بجیلہ (۲۰) خثعم (۲۱) حضرموت (اس وفد میں وائل بن حجر حضرمی بھی مذکور ہے نیز اس میں حمید مخوس، مشرح اور ابضعہ چار بادشاہوں کا بھی ذکر ہے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ان کے علاوہ ان کے بھائی عمر کی تحریفات بھی مذکور ہیں ان کے بارے میں واقدی نے ایک طویل بحث نقل کی ہے) (۲۲) ازدعمان (۲۳) غافق (۲۴) بارق (۲۵) دوس (۲۶) ثمالہ (۲۷) حدار (۲۸) اسلم (۲۹) جذام (۳۰) مھرہ (۳۱) حمیرہ (۳۲) نجران (۳۳) اور حسیان۔ واقدی نے ان وفود پر نہایت تفصیل سے بات کی ہے۔ ہم قبل ازیں بعض وفود کے بارے میں بیان کر چکے ہیں اور ہمارا یہ بیان کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

درندوں کا نمائندہ...... شعیب بن عبادہ، عبدالمطلب بن عبداللہ بن حنطب کی معرفت بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ کے اندر تشریف فرما تھے کہ ایک بھیڑیا سامنے آ کر چلایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے پاس درندوں کا نمائندہ آیا ہے اگر چاہو تو تم اس کا ''کچھ حصہ مقرر'' کر دو، وہ اس سے تجاوز نہ کریں گے اور اگر چاہو تو تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور تم محتاج رہو چنانچہ جو چیز وہ لے جائے وہ اس کا رزق ہے۔ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کو کچھ دینے پر ہمارا دل آمادہ نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ، یعنی چوری چھپے ان سے اچک لے جا، اور وہ تیز چلتا ہوا چلا گیا۔ (یہ روایت اس سند سے مرسل ہے)

بھیڑیئے کی تصدیق...... یہ بھیڑیا، اس بھیڑیئے کے جیسا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے، جس کو امام احمد نے (یزید بن ہارون، قاسم بن فضل حدانی، ابونضرہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بھیڑیئے نے حملہ کر کے بکری کو پکڑ لیا اور چرواہے نے اس سے کوشش

کر کے چھڑا لیا تو بھیڑیئے نے اپنی دم کے بل بیٹھ کر کہا، کیا تجھے اللہ کا خوف نہیں ہے کہ تو مجھ سے، انسانوں کی طرح بات کرتا ہے۔ یہ سن کر بھیڑیئے نے کہا میں تجھے اس سے بھی تعجب خیز بات بتاؤں کہ یثرب میں رسول اللہ ﷺ لوگوں کو گذشتہ واقعات سے مطلع کرتا ہے۔ حضرت ابوسعید بیان کر تے ہیں کہ چرواہا بکریوں کو ہانکتا ہوا مدینہ میں لے آیا اور ان کو ایک گوشہ میں کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ آپ کو سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان کا حکم دیا اور اعلان کیا گیا تو (لوگ جمع ہو گئے) پھر آپ تشریف لائے اور چرواہے کو کہا، ان کو بتا اس نے بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس نے سچ کہا ہے۔ جس ذات کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم! کہ قیامت سے پہلے ایسے واقعات رونما ہوں گے کہ درندے انسانوں سے بات کریں گے، اور آدمی اسکے کوڑے کا پھندنا، اس کی جوتی کا تسمہ بھی بات کرے گا اور اس کی ران، اس کی بیوی کے کرتوت سے آگاہ کرے گی۔

اس روایت کو امام ترمذی نے (سفیان، بن وکیع بن جراح، وکیع) قاسم بن فضل سے بیان کیا ہے اور اس کو حسن غریب اور صحیح کہا ہے اور بتایا ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف قاسم بن فضل کی سند سے جانتے ہیں اور قاسم مذکور محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ومحفوظ روای ہے۔ یحییٰ بن معین اور مهدی نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس قصہ کو امام احمد نے (ابوالیمان، شعیب بن ابی حمزہ، عبداللہ بن ابی الحسین، مہران) ابوسعید خدری سے بھی بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے (ابوالنضر، عبدالحمید بن بهرام شہر) حضرت ابوسعید خدری سے بھی بیان کیا ہے اور یہ بھی اس کے مشابہ ہے، واللہ اعلم۔ اور یہ سند اصحاب سنن اربعہ کی شرائط کی حامل ہے مگر انہوں نے اس کو بیان نہیں کیا۔

وفدِ جنات...... ہجرت سے پہلے مکہ جنات کے "وفود" کے آنے کا ذکر ہو چکا ہے۔ سورہ احقاف (۴۶/۲۹) کی تفسیر کے تحت ہم نے اس کے بارے میں مکمل بحث کی ہے۔ اس کے بارے میں جو احادیث و آثار مروی ہیں وہ سب ہم نے بیان کر دیئے ہیں اور سواد رضی اللہ عنہ بن قارب کا ہن جو مسلمان ہو گیا تھا کی حدیث بھی بیان کی ہے اور جو اس نے اپنے مسلمان ہمزاد سے خبریں بیان کی ہیں وہ بھی نقل کر دی ہیں، جب اس نے کہا۔

سواد بن قارب کے جنات کے بارے میں اشعار:

عجبت للجن وانجاسها
وشدها العیس باحلاسها
تهوی الی مکة تبغی الهدی
ما مؤمن الجن کارجاسها
فانهض الی الصفوة من هاشم
واسم بعینیک الی راسها

"میں جنات اور ان کے تعویز گنڈوں اور پالان والے اونٹوں پر عزم سفر سے حیرت واستعجاب میں ہوں۔ وہ مکہ کی جانب ہدایت کی جستجو میں جاتے ہیں، مومن جن ان کے پلیدوں کی طرح نہیں۔ ہاشم کے برگزیدہ شخص کی جانب جا اور اپنی آنکھوں سے اس کے سر مبارک کو دیکھ۔"

پھر اس کا کلام:

عجبت للجن وتطلابها
وشدها العیس باقتابها
تهوی الی مکة تبغی الهدی
لیس قداماها کاذنابها
فانهض الی الصفوة من هاشم

واســم بــعــيــنيك الــى بــابهــا

’’مجھے جنات اوران کی تلاش وجستجو اور پالان والے اونٹوں پران کے عزم سے تعجب ہے۔وہ مکہ کی سمت رشد وہدایت کی تلاش میں کھنچے چلے جاتے ہیں۔ان کے اعلیٰ،ادنیٰ جیسے نہیں۔ہاشم کے برگزیدہ اور منتخب انسان کی جانب جا اور اپنی آنکھوں سے ان کے دروازے کی طرف دیکھ) پھر اس کا کلام‘‘۔

عــجــبــت لــلــجــن و تــخــبــارهــا

وشــدهــا الــعــيــس بــاكــوارهــا

تهــوى الــى مــكــة تــبــغــى الهــدى

لــيــس ذوو الشــر كــاخــيــارهــا

فــانهــض الــى الــصــفــوة مــن هــاشــم

مــا مــؤمــنــوا الــجــن كــكــفــارهــا

’’میں نے جنات اوران کی بات معلوم کرنے اور اونٹوں پر پالانوں کے ساتھ عزم سفر پر تعجب کیا۔وہ مکہ کی طرف ہدایت کی جستجو میں جارہے ہیں،ان کا شرارتی ان کے نیک جیسا نہیں۔ہاشم کے پسندیدہ شخص کی طرف جا،مسلمان جن،کافر جنات کی طرح نہیں ہیں۔‘‘

یہ اور اس قسم کے واقعات،مکہ میں،جنات کے وفود،کے متعدد بار آنے پر دلالت کرتے ہیں اور مکی زندگی کے حالات میں ہم نے یہ بقدر کفایت بیان کر دیا ہے۔ **وللّٰه الحمد والمنه وباللّٰه التوفيق**

شیطان کے مسلمان ہونے کی ایک منکر اور موضوع روایت......اس مقام پر حافظ بیہقی نے ایک نہایت غریب بلکہ منکر اور موضوع روایت کو بیان کیا ہے۔اس کا مخرج عزیز اور کمیاب ہے۔ہم نے بھی حافظ بیہقی کے مطابق اس کو بیان کرنا پسند کیا ہے۔اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس نے ’’دلائل النبوۃ‘‘ میں ’’ھامہ بن ھیثم بن قیس بن ابلیس،کا رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا اور اس کا اسلام قبول کرنا‘‘ عنوان مرتب کیا ہے۔ حافظ بیہقی (ابوالحسن،محمد بن الحسین بن داؤد علوی رحمۃ اللہ علیہ ابونصر محمد بن حمدویہ بن سہل القاری المروزی،عبداللہ بن حماد آملی،محمد ابومعشر،ابومعشر،نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ تہامہ کے کسی پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بوڑھا عصا بکف آیا۔اور اس نے نبی علیہ السلام کو سلام کہا اور آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا جنات کا گن گن کرنا اور گنگنانا ہے تو کون ہے، اس نے بتایا میں ہوں ھامہ بن ھیثم بن لاقیس بن ابلیس تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر تو ابلیس کا پڑپوتا ہوا تیری کتنی عمر ہے۔اس نے کہا میں نے تھوڑی ہی عمر بسر کی تھی۔جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو میں اس وقت چند سال کا بچہ تھا بات سمجھتا تھا،ٹیلوں پر سے گزرتا تھا،کھانا خراب کرنے اور قطع رحمی کا حکم دیتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خضاب لگانے والے بوڑھے اور ملامت سے خائف جوان کے لئے یہ بہت برا ہے۔

نوح کے ساتھ......تو ھامہ نے کہا،ایسی بات کے اعادہ سے معاف کیجئے،میں اللہ عزوجل کی طرف رجوع اور توبہ کرتا ہوں کہ میں نوح علیہ السلام کے پاس مسجد میں،ان پر ایمان لانے والے لوگوں کے ساتھ تھا۔میں ان کو قوم پر بددعا کرنے کے بارے میں ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ پلاتا رہا (وہ اس فعل پر شرمندہ ہوئے) اور رو پڑے یہاں تک کہ مجھے بھی رلا دیا اور انہوں نے کہا لامحالہ میں اس بات پر نادم اور پشیمان ہوں اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میرا شمار جاہلوں میں ہو۔ھامہ نے کہا میں نے عرض کیا اے نوح!میں ہابیل بن آدم ایسے سعید اور شہید کے انسان کے قتل میں شریک تھا۔کیا میری توبہ کا کوئی راستہ اور صورت ہے؟اس نے کہا اے ہام،نیکی کا ارادہ کر اور افسوس وپشیمانی سے پہلے اس کو کر گزر کیوں کہ میں نے اپنی طرف نازل شدہ کتاب میں پڑھا ہے کہ جو شخص بھی توبہ کرے،خواہ کتنا ہی گنہگار ہو،اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔باوضو ہو کر اللہ تعالیٰ کیلئے دو سجدے کر،میں نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی تو اس نے مجھے بلایا اور کہا اپنا سر سجدہ سے اٹھا کہ تیری توبہ کی قبولیت آسمان سے نازل ہو چکی ہے۔میں پھر اللہ

کے حضور سجدہ میں گر گیا۔

ھود کے ساتھ...... میں ھود علیہ السلام کے پاس ان کی مسجد میں ان پر ایمان لانے والے لوگوں کے ساتھ تھا۔ میں ان کو قوم پر بددعا کرنے پر ڈانٹ ڈپٹ رہا، یہاں تک کہ وہ خود روئے اور مجھے بھی رلایا اور انہوں نے کہا میں اس بددعا پر نادم اور پشیمان ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوں۔

سلام پہنچانا...... میں یعقوب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ محفوظ مکان میں تھا۔ الیاس علیہ السلام سے وادیوں میں ملاقات کرتا تھا اور میں اب بھی ان کو ملا ہوں موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی تھی انہوں نے مجھے تورات پڑھائی تھی اور مجھے پیغام دیا تھا کہ عیسیٰ سے ملاقات ہو تو میرا اسلام کہنا۔ میری ملاقات عیسیٰ سے ہوئی میں نے ان کو موسیٰ کا سلام کہا اور عیسیٰ نے پیغام دیا اگر محمد ﷺ سے ملاقات ہو تو ان کو میری طرف سے سلام کہنا۔ یہ سن کر رسول اللہ اشکبار ہوئے اور روتے ہوئے فرمایا اے ھامہ! ادائے امانت کے صلہ میں تجھ پر بھی سلامتی ہو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے ساتھ وہی سلوک کریں جو موسیٰ نے میرے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے مجھے تورات سکھائی تھی، اس نے کہا۔ پھر اسے رسول اللہ ﷺ نے بھی سورہ واقعہ، سورہ المرسلات، سورۂ نباء، اذا الشمس کورت، معوذتین اور سورۂ اخلاص پڑھائی اور فرمایا اے ھامہ! اپنی ضرورت بتاتے رہو اور ملاقات کرتے رہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ ہمارے پاس نہیں آیا نامعلوم وہ اب زندہ ہے یا نہیں۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ یہ محمد بن ابی معشر، اس سے بڑے بڑے اہل علم نے روایت بیان کی ہے۔ مگر محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں اور یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے جو اس سے زیادہ قوی ہے، واللہ اعلم۔

ہجرت کا دسواں سال

رسول اللہ ﷺ کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو تبلیغ کے لئے روانہ کرنا...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو ربیع الثانی یا جمادی اولیٰ ۱۰ھ میں علاقہ نجران میں بنی حارث بن کعب کی جانب روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو لڑائی سے پہلے تین مرتبہ اسلام کی طرف بلائیں اور اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول کر لیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے جنگ کرو۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید پہنچے تو قافلوں کو ہر سمت روانہ کر دیا، وہ اسلام کی دعوت پیش کرتے تھے اور اس طرح کہتے تھے، اے لوگو! اسلام قبول کر لو، سلامت رہو گے۔ چنانچہ لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اسلام اور قرآن و سنت کی تعلیم دینے لگے، پھر رسول اللہ ﷺ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ایک درج ذیل مکتوب تحریر کیا۔

خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا مکتوب...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، برائے محمد نبی، رسول اللہ ﷺ منجانب خالد بن ولید، السلام علیکم یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا تحفہ ارسال کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں، اما بعد! یا رسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے بنی حارث بن کعب کی جانب روانہ فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جب میں ان لوگوں کے پاس پہنچوں تو تین دن تک جنگ نہ کروں، ان کو اسلام کی دعوت دوں اگر وہ اسلام قبول کریں تو میں ان کا اسلام قبول کر لوں اور ان کو اسلام کے مسائل اور قرآن و سنت کی تعلیم دوں، اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے جنگ کروں۔

جب میں ان کے پاس پہنچا تو میں نے ان کو مسلسل تین دن تک اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جیسا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا اور ان کی طرف قافلے روانہ کئے چنانچہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور جنگ سے باز رہے۔ اب میں ان میں مقیم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے کا کہتا

ہوں اور ممنوعہ کاموں سے منع کرتا ہوں۔ ان کو اسلامی احکام اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم دیتا ہوں جب تک اللہ کے رسول ﷺ اس مکتوب کا جواب تحریر فرمائیں۔ السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ علیہ السلام کی جانب سے مکتوب خالد رضی اللہ عنہ کا جواب...... رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کا جواب تحریر فرمایا جس کا عنوان درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمان الرحیم، محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سلام علیک، میں تیری طرف اللہ کی حمد وثنا کا تحفہ ارسال کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں امابعد! تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب مجھے قاصد سے موصول ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ بنی حارث جنگ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہیں اور دعوت اسلام قبول کر چکے ہیں توحید ورسالت کا اقرار کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ہدایت سے نوازا ہے ان کو خوشخبری سناؤ اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ اور میرے پاس ان کے ایک وفد کے ہمراہ چلے آؤ۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے ساتھ بنی حارث کا ایک وفد لائے۔ جن میں قیس بن حصین ذوالغصہ، یزید بن عبدالمدان، یزید بن محجل، عبداللہ بن قراد زیادی، شداد بن عبیداللہ قنانی، اور عمرو بن عبداللہ ضبابی لوگ شامل تھے۔

وہ لوگ سفر کیلئے فال نکالتے تھے...... جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں گویا کہ وہ ہندی لوگ ہیں؟ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ بنی حارث بن کعب ہیں۔ جب انہوں نے آنے کے بعد سلام عرض کیا اور توحید ورسالت کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بھی توحید ورسالت کا معترف ہوں پھر آپ ﷺ نے پوچھا تم وہ لوگ ہو جب پرندوں سے فال پکڑتے ہو تو سفر پر روانہ ہوتے ہو؟ یہ سن کر وہ خاموش رہے اور کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار پوچھی اور چوتھی مرتبہ پوچھا تو یزید بن عبدالمدان نے چار مرتبہ کہا جی ہاں! ہم وہی لوگ ہیں جب فال پکڑتے ہیں تو سفر کیلئے آگے بڑھتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر خالد رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر نہ کیا ہوتا کہ تم لوگ بغیر لڑائی کے ہی مسلمان ہو چکے ہو تو میں تمہارے سروں کو پاؤں کے نیچے پھینک دیتا۔

ہم خدا کے شکر گزار ہیں...... پھر یزید بن عبدالمدان نے عرض کیا، واللہ! ہم اپنے مسلمان ہونے پر، آپ کے اور خالد کے شکر گزار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ پھر تم کس کے شکر گزار ہو؟ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس خدا کے شکر گزار ہیں جس نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت بخشی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا تم جاہلیت کے دور میں کس طرح دشمن پر غالب جاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہم تو کسی پر غالب نہ آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ارے! تم اپنے مدِ مقابل پر غالب آجاتے تھے تو انہوں نے اعتراف کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے مخالف پر فتح حاصل کر لیتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اتفاق واتحاد سے رہتے تھے، انتشار وخلفشار سے بچتے تھے، اور کسی پر جارحانہ حملہ نہیں کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے درست کہا ہے اور قیس بن حصین کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ وفد شوال کے آخر میں یا ذی قعدہ کے شروع میں اپنے وطن واپس لوٹ آیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کی امارت میں ایک وفد ان کی جانب بھیجا کہ ان کو دینی مسائل سمجھائے، سنتِ رسول ﷺ کی تعلیم دے، اہم ارکان اسلام سے باخبر کرے اور ان سے زکوٰۃ وصول کرے اور آپ علیہ السلام نے ان کو ایک مکتوب تحریر کر کے دیا جس میں آپ علیہ السلام نے ان سے عہد لیا اور اپنے احکام کا حکم دیا۔ اس مکتوب کو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے اور ہم نے وفد ملوک حمیر، میں اس کو بسند بیہقی بیان کیا ہے۔ جو بیان ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر سند کے نقل کیا ہے اس کی مانند امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا امراء کو اہل یمن کی طرف بھیجنا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل کو حج وداع سے پہلے

یمن کی جانب بھیجنے'' کے عنوان کے تحت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو یمن کی جانب بھیجا اور ہر ایک کو ایک صوبہ میں بھیجا (اور یمن کے کل دو صوبے ہیں) پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا، اور ایک روایت میں ہے، آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننا اور اختلاف نہ کرنا، پھر ہر ایک ان میں سے اپنے کام کی طرف روانہ ہو گیا اور ان میں سے جب بھی کوئی اپنے علاقہ کا دورہ کرتے کرتے اپنے ساتھی کے قریب آ جاتا تو اس سے ملاقات کرتا اور اس کو سلام کرتا۔

ایک مرتد کا قتل.... ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے علاقہ کا دورہ کرتے کرتے حضرت موسیٰ کے قریب پہنچ گئے۔ ایک خچر پر سوار ہو کر ان کے پاس آئے، وہ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے اردگرد جمع تھے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اے ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس! یہ کون شخص ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص مسلمان ہونے کے بعد پھر کافر ہو گیا ہے تو معاذ نے کہا، میں خچر پر سے اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک کہ وہ قتل نہ کیا جائے، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو قتل کرنے کے لئے ہی لایا گیا ہے۔ آپ نیچے تو اتریں انہوں نے کہا کہ جب تک اس کو قتل نہ کر دو گے میں نیچے نہیں اتروں گا۔ آخر حضرت ابو موسیٰ کے حکم سے وہ قتل کیا گیا اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خچر سے نیچے اترے۔

تلاوت کلام پاک۔ انہوں نے پوچھا اے عبداللہ! تم قرآن کی تلاوت کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، میں تو قرآن کریم تھوڑا تھوڑا ہر وقت ہی پڑھتا ہوں پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جناب معاذ! آپ کس طرح تلاوت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں تو ایسا کرتا ہوں کہ شروع رات میں سو جاتا ہوں اور پھر سو کر اٹھتا ہوں اور جتنا قرآن اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں پڑھنا لکھا ہے۔ اس کی تلاوت کرتا ہوں، میں سوتا بھی ثواب کی نیت سے ہوں اور قیام بھی ثواب کی نیت سے کرتا ہوں۔ اس سند کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں۔

ہر نشہ دار چیز حرام ہے۔۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق، خالد، شیبانی، سعید بن ابی بردہ، ابو بردہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی جانب بھیجا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہاں کی شرابوں کے بارے میں پوچھا جو وہاں تیار ہوتی ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کون سی شراب؟ تو بتایا ''بتع اور مزر'' (میں نے ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتع کیا ہے؟ بتایا شہد کا نبیذ اور مزر۔ ہے جو کا نبیذ) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شراب بھی نشہ پیدا کرے حرام ہے۔ اس روایت کو جریر رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالواحد نے شیبانی از ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن ابی بردہ سے نقل کیا ہے۔

آپ ﷺ کی معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حبان، عبداللہ، زکریا بن ابی اسحاق، یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی، ابو معبد غلام ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن کی جانب بھیجا تو انہیں کہا تیری اہل کتاب سے بہت جلد ملاقات ہو گی جب تو ان کے پاس پہنچے تو پہلے ان کو یہ کہنا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ بات تسلیم کر لیں تب ان سے کہنا، اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ یہ بھی مان لیں، تب ان سے کہنا اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو سرمایہ داروں سے لے کر ضرورت مندوں کو دی جائے گی۔ اگر وہ یہ بھی مان لیں تب ایسا کرنا کہ زکوۃ میں عمدہ عمدہ مال نہ لینا اور مظلوم کی بدعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا (وہ سیدھی ڈائریکٹ اللہ کے پاس پہنچتی ہے) اس روایت کو اصحاب سنن نے بھی کئی اسناد سے بیان کیا ہے۔

سب سے زیادہ قریب کون؟۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالمغیرہ، صفوان، راشد بن سعد، عاصم بن حمید سکونی) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی جانب روانہ کیا اور آپ ﷺ ان کے ہمراہ وصیت کرتے ہوئے چل رہے

تھے رسول اللہ ﷺ پیدل تھے اور معاذ سوار تھے، جب وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! شاید تیری اس سال کے بعد مجھ سے ملاقات نہ ہو سکے، شاید تو میری اسی مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرے۔ یہ سن کر معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے فراق کے غم میں رو پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے مدینہ کی جانب رخ کر کے فرمایا میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں چاہے جو بھی ہو اور جہاں بھی ہوں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا رونا ..... مذکور بالا روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو المغیرہ کے بجائے ابوالیمان سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے:

لاتبک یا معاذ للبکاء او ان البکاء من الشیطان

''اے معاذ! مت رو کیونکہ رونے کے تو اوقات ہوتے ہیں اور رونا شیطان کی طرف سے ہے۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالمغیرہ، صفوان، ابوزیاد یحییٰ بن عبید غسانی، یزید بن قطیب) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن روانہ کیا اور فرمایا ممکن ہے تو میری قبر اور مسجد کے پاس سے گزرے، میں نے تجھے نرم دل قوم کی جانب بھیجا ہے وہ دو مرتبہ حق پر جہاد کریں گے، مسلمانوں کو ساتھ لے کر مخالف اور نافرمان لوگوں سے جہاد کرنا پھر یہ لوگ اسلام کی طرف رجوع کریں گے یہاں تک کہ بیوی اپنے شوہر بیٹا اپنے باپ بھائی اپنے بھائی سے سبقت اور جلدی کرے گا۔ لہٰذا تم سکون اور سکاسک قبائل کے درمیان قیام کرنا۔

پیشن گوئی واقع ہوگئی ..... اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اس کے بعد معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملاقات نہیں کر سکیں گے اور یہ پیشگوئی صحیح واقع ہوئی کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع تک یمن میں ہی مقیم رہے پھر حج سے ۸۱ دن بعد آپ ﷺ وفات پا گئے۔

ایک اشکال کا دفعیہ ...... باقی رہی وہ حدیث جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں (وکیع، اعمش، ظبیان) معاذ سے کہ جب وہ یمن سے واپس لوٹے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے یمن میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ایک انسان کو دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن نمیر، اعمش ابوظبیان، یکے از انصار) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یمن سے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! (پھر مذکور بالا روایت بیان کی ہے)۔

اس حدیث کا دارومدار ایک مبہم راوی پر ہے ایسا راوی نا قابل حجت ہوتا ہے۔ حالانکہ معتبر راویوں نے اس کی مخالفت بھی کی ہے۔ ان سے مروی ہے کہ معاذ شام سے واپس لوٹے۔

جنت کی کنجی ...... اسی طرح یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن مہدی، اسماعیل بن عیاش، عبدالرحمان بن ابی حسین، شہر بن حوشب) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، سفیان، حبیب بن ابی ثابت، میمون بن ابی شبیب) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ! برائی کے بعد نیکی کر وہ اس کو نامہ اعمال سے مٹا دے گی اور لوگوں کیساتھ حسن اخلاق سے پیش آ۔

ایک شک اور اس کا دفعیہ ...... وکیع کا بیان ہے کہ میں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں ''عن معاذ'' کی بجائے ''عن ابی ذر'' پایا ہے اور یہ میرا پہلا سماع ہے اور میرے استاذ سفیان نے ایک بار کہا ''عن معاذ''۔

تین باتوں کی وصیت ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل، لیث، حبیب بن ابی ثابت، میمون بن ابی شبیب) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو عرض کیا،

فرمائیے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بدی کے بعد نیکی کرنا کیونکہ وہ اس بدی کو ختم کر دے گی عرض کیا'' اور'' فرمایا لوگوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش۔

اس روایت کی مزید توثیق......اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں (محمود بن غیلان از وکیع از سفیان ثوری از حبیب) بیان کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے''اطراف'' میں ہمارے شیخ مزی نے کہا ہے کہ فضیل بن سلیمان نے (از لیث بن ابی سلیم از اعمش از حبیب) اس کی متابعت کی ہے۔

دس باتوں کی وصیت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالیمان، اسماعیل بن عیاش، صفوان بن عمرو، عبدالرحمان بن جبیر بن نفیر حضرمی) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔

(۱)....اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا چاہے تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔
(۲)....اور اپنے والدین کی نافرمانی کبھی نہ کرنا چاہے وہ تجھے حکم دیں کہ تو اپنے مال و دولت اور اہل و عیال سے دستبردار ہو جا۔
(۳).... جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ کرنا کیونکہ دانستہ فرض نماز کو چھوڑنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے محروم ہو جاتا ہے۔
(۴)....شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔
(۵)....گناہ سے بچنا، کیونکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوتا ہے۔
(۶).... میدان جنگ سے کبھی فرار نہ ہونا، چاہے سارے لوگ مارے جائیں۔
(۷).... تیری رہائش گاہ میں وبائی امراض پیدا ہو جائیں تو وہیں رہنا۔
(۸) اپنے اہل و عیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنا۔
(۹) اپنے اہل و عیال پر تادیب و تنبیہ کی خاطر لاٹھی مت اٹھا (۱۰) اللہ کی خاطر ان سے محبت کرنا۔

نزاکت......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یونس، بقیہ سری بن ینعم، شریح، مسروق) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کی جانب روانہ کیا، تو فرمایا آرام و آسائش اور نزاکت سے بچنا کیونکہ اللہ کے بندے آرام و آرائش اور نزاکت پسند نہیں ہوتے۔

خراج و جزیہ کا حکم......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد ہاشمی، ابوبکر بن عیاش، عاصم، ابووائل) حضرت معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب روانہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار جزیہ لوں یا اس کے برابر معافری پارچہ جات اور مجھے حکم دیا کہ ہر چالیس گائے پر ایک مسنہ لوں اور ہر تیس گائے پر ایک سال کا بچھڑا اور مجھے حکم دیا کہ بارانی پیداوار سے عشر اور دسواں حصہ لوں اور آبپاشی والی پیداوار سے بیسواں حصہ لوں۔

اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ابومعاویہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (محمد بن اسحاق از اعمش) اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور اس روایت کو اصحاب سنن اربعہ نے متعدد اسناد سے (از اعمش از ابووائل از مسروق از معاذ) بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (معاویہ، عمر اور ہارون بن معروف، عبداللہ بن وھب، حیوہ یزید بن ابی حبیب، سلمہ بن اسامہ، یحییٰ بن حکم) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اہل یمن سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا مجھے یہ حکم دیا کہ میں ہر تیس گائے پر تبیع لوں یعنی یکسالہ .. (ہارون نے بیان کیا کہ تبیع ہے جذعہ یعنی ایک برس کا) اور ہر چالیس گائے پر مسنہ۔

اہل یمن نے مجھے مشورہ دیا کہ ہر دہائی کی درمیانی تعداد پر بھی زکوٰۃ لوں، یعنی چالیس اور پچاس کے درمیانی مال پر اس طرح ۶۰ اور ۷۰ کے مابین ۸۰ اور ۹۰ کے درمیان میں نے اس بات سے انکار کر دیا اور ان کو کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کروں گا۔ چنانچہ میں

آیا اور رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گائے پر ایک تبیع لوں اور ہر چالیس پر ایک مسنہ اور ہر ساٹھ پر دو تبیعہ اور ستر پر ایک مسنہ ایک تبیعہ اور ایک سو دس پر دو مسنہ اور ایک تبیع اور ایک سو بیس پر تین مسنہ یا چار تبیعہ اور مجھے حکم دیا کہ دھائی کے درمیانی حصہ پر زکوٰۃ نہ لوں سوائے اس بات کے کہ وہ مسنہ اور جذعہ کی حد تک پہنچ جائے اور اس کا خیال ہے کہ اوقاص اور دھائیوں کے درمیان اکائیں پر زکوٰۃ نہ لوں اس میں زکوٰۃ فرض نہیں۔

رفع اشکال ۔ یہ روایت امام احمد کی منفرد روایات میں سے ہے اور اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے مگر صحیح بات یہی ہے کہ یمن جانے کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ (کماتقدم)

سفارش سے قرض معاف نہیں ہوتا ۔ عبدالرزاق، ابی بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل حسین وجمیل جوان تھے اور سخی آدمی تھے۔ اپنی قوم کے بہترین جوانوں میں سے تھے جو مانگو فوراً عطا کر دیا کرتے تھے وہ اس قدر مقروض ہو گئے کہ دیوالیہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، کہ قرض خواہوں سے معذرت کریں، آپ ﷺ نے ان لوگوں سے بات چیت کی مگر انہوں نے قرض میں کچھ کمی نہ کی۔ اگر کسی کی سفارش سے کسی کا قرض معاف ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ کی سفارش سے معاذ رضی اللہ عنہ کا قرض ضرور معاف ہو جاتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہوں نے اپنا مال ومتاع فروخت کیا اور رقم قرض خواہوں میں تقسیم کر دی۔ اس طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بالکل فقیر اور قلاش ہو گئے۔

مال زکوٰۃ میں تجارت ۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حج کا ارادہ کیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب روانہ کیا اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مال زکوٰۃ سے تجارت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یمن سے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میری بات مانو اور یہ مال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دو، اگر وہ یہ مال تمہیں عطا کر دیں تو قبول کر لو۔ یہ سن کر معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے سپرد نہ کروں گا۔ مجھے تو رسول اللہ نے میرا نقصان پورا کرنے کے لئے امیر بنا کر بھیجا تھا۔ جب یہ نہ مانے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا، معاذ کو پیغام بھیجیں اور بلا کر ان سے کچھ مال لے لیں اور کچھ اس کو چھوڑ دیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو ایسا کرنے کا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس کو، اس کا نقصان پورا کرنے کے لئے روانہ کیا تھا میں اس سے کچھ نہ لوں گا۔

معاذ رضی اللہ عنہ کا خواب صبح ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے آپ ﷺ کے مشورہ پر عمل کرنا ہی ہوگا۔ میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے (بروایت عبدالرزاق راوی) کہ مجھے آگ کی جانب گھسیٹا جا رہا ہے اور آپ میری کمر کو پکڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ معمولی چیز کوڑی تک بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور قسم کھا کر عرض کیا کہ میں نے کوئی چیز بھی نہیں چھپائی۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ یہ مال تیرا ہے، میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔

امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اس روایت کو امام ابوثور نے معمر، زہری، عبدالرحمان بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس کو مفصل بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ان کو اہل یمن پر امیر بنا کر بھیجا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واپس ہوئے پھر شام چلے گئے۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو عتاب بن اسید امیر مکہ کے پاس چھوڑ دیا تھا کہ اہل مکہ کو تعلیم دیں نیز وہ غزوہ تبوک ۹ھ میں بھی شامل ہوئے ہیں قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اس کے بعد یمن کی جانب روانہ کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

اللہ کیلئے آزاد کردیا..... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے خواب کی تائید میں حافظ بیہقی (اعمش، ابوائل) عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، ان کے یمن سے درآمدہ مال میں غلام بھی شامل تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان غلاموں کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے تھے لیکن انہوں نے سارا مال واپس کردیا تو غلاموں کو بھی واپس لے آئے۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ غلام بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا تم کس کی نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی، تو آپ ﷺ نے کہا تم سب اللہ کے لئے آزاد ہو، چنانچہ ان کو آزاد چھوڑ دیا۔

اجتہاد کا ثبوت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر، شعبہ، ابوعون، حارث بن عمرو بن برادر مغیرہ شعبہ، معاذ کے حمصی تلامذہ) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے یمن کی جانب روانہ فرمایا تو پوچھا، اگر کوئی قضیہ اور مقدمہ درپیش ہوا تو کیا کروگے؟ میں نے کہا میں قرآن کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اگر وہ قرآن میں نہ موجود ہوا تو کیا کروگے؟ عرض کیا سنت رسول ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا وہ سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی موجود نہ ہوا تو کیا کروگے؟ میں نے کہا میں اجتہاد کروں گا اور میں اس میں کسی قسم کی بھی کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر دست مبارک مار کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق عطا کی جس پر اللہ کا رسول ﷺ راضی ہے۔

اس سند پر بحث...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (وکیع از عفان از شعبہ) مذکورہ بالا سند اور متن کے ساتھ بھی بیان کیا ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے بھی شعبہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس روایت کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں۔ اس کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے لیکن وہ محمد بن سعد بن حسان کی سند سے ہے (جو کہ مصلوب اور کذاب راوی ہے) اور یہ کذاب راوی، عیاذ بن بشر کی معرفت سے عبدالرحمان از معاذ اس طرح بیان کرتا ہے۔

کافر بھائی کی وراثت کا مسئلہ ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر اور یحییٰ بن سعید، شعبہ عمرو بن ابی حکیم، عبداللہ بن بریدہ، یحییٰ بن معمر) ابوالاسود کلی سے بیان کرتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں نے ایک مسئلہ پیش کیا کہ یہودی "لاولد" مرگیا ہے اور اس کا بھائی مسلمان ہے تو معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اسلام بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مسلمان کو یہودی بھائی کا وارث قرار دے دیا اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بریدہ سے بیان کیا ہے۔

جمہور کا مسلک ..... یہ مسلک معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان سے منقول ہے۔ اور سلف کے ایک گروہ نے یہ مسلک یحییٰ بن معمر قاضی سے بھی بیان کیا اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے، جمہور کا مسلک ان کے اس مسلک سے مختلف ہے ان میں ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین بھی شامل ہیں۔ ان کی حجت اور دلیل صحیحین کی وہ روایت ہے جو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور (اسی) طرح مسلمان بھی کافر کا وارث نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی جانب سے یمن میں قاضی اور جج مقرر کئے گئے تھے، وہ حکمران اور سپہ سالار تھے، مال زکوۃ کے محصل تھے، آپ کے پاس مال زکوۃ جمع کیا جاتا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے اور پانچوں وقتوں کی نمازوں کے امام تھے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (سلیمان بن حرب، شعبہ حبیب بن ابی ثابت سعید بن جبیر) عمرو بن میمون سے نقل کیا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ یمن آئے تو نماز فجر میں و اتخذ اللہ ابراهیم خلیلا (۴/۱۲۵) (اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا) سورہ نساء تلاوت کی تو ایک آدمی نے یہ کہا کہ ابراہیم کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ (انفرد بہ البخاری)

نبی علیہ السلام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب بھیجنا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(احمد بن عثمان، شریح بن مسلمہ، ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق ابوہ یوسف، ابواسحاق) حضرت براء ابن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی جانب روانہ فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما دیا اور فرمایا اے علی! خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کہہ کہ جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہے وہ تیرے ساتھ (یمن میں) رہ جائے اور جو شخص واپس آنا چاہتا ہے وہ واپس لوٹ آئے اور میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن میں تھے اور میں نے مال غنیمت میں سے کئی اوقیہ چاندی حاصل کی۔ (الفردبه البخاری من هذا الوجه)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حصہ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بشار، روح بن عبادہ، علی بن سوید بن منجوف، عبداللہ بن بریدہ) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس مال غنیمت میں سے "خمس" پانچواں حصہ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کے وقت غسل کیا تو میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو کہا اس کو دیکھتے نہیں (اس نے کیا کیا ہے) جب ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات آپ ﷺ کے گوش گزار کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ! تو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھتا ہے عرض کیا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا علی رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنی مت رکھ۔ ان کا "خمس" میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (انفرد بہ البخاری ومسلم)

بغض علی رضی اللہ عنہ اور اس کی اصلاح۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحیٰ بن سعید، عبدالجلیل) کا بیان ہے کہ میں حلقہ درس میں پہنچا وہاں ابومجلز اور بریدہ کے دو بیٹے موجود تھے، عبداللہ بن بریدہ حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا شدید بغض وعناد رکھتا تھا جو کسی سے نہ تھا اور ایک قریشی سے میری محبت والفت محض اس وجہ سے تھی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت رکھتا تھا۔ اس قریشی کو لشکر کا امیر مقرر کر کے بھیج دیا گیا اور میں بھی اس لشکر میں شامل ہو گیا (ہم نے جہاد کیا) اور کچھ قیدی گرفتار کئے۔ امیر لشکر نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط تحریر کیا کہ مال غنیمت سے خمس وصول کرنے کے لئے کسی شخص کو روانہ فرمائیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف روانہ کر دیا اور قیدیوں میں سے ایک لونڈی، جو سب سے خوبصورت تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطور خمس لے لیا اور اس لونڈی کو خمس سے اپنے لئے رکھ لیا چنانچہ وہ صبح کو غسل کر کے باہر آئے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا تو پوچھا اے ابوالحسن! یہ کیا ہے؟ تو بتایا کہ کیا تم نے وہ لونڈی نہیں دیکھی، جو مال غنیمت میں تھی۔ میں نے مال غنیمت تقسیم کیا اور اس سے خمس لیا اور وہ لونڈی خمس میں آئی، پھر وہ اہل بیت کے حصہ میں آئی اس کے بعد وہ آل علی کے حصہ میں آئی اور میں اس سے ہمبستر ہوا۔

پھر اسی آدمی یعنی امیر لشکر نے نبی علیہ السلام کو خط تحریر کیا اور (ابو بریدہ) نے کہا یہ خط دے کر مجھے بھیج دیجئے اس نے مجھے بطور تصدیق کنندہ بھیج دیا۔ میں مدینہ پہنچ کر، نبی علیہ السلام کو خط پڑھ کر سنانے لگا اور کہنے لگا کہ اس نے درست تحریر کیا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ اور مکتوب دونوں پکڑ کر کہا کیا تجھے علی سے بغض وعداوت ہے؟ عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تو علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد نہ رکھ اگر تو اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے مزید محبت کر۔ اس ذات پاک کی قسم، جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، خمس میں آل علی رضی اللہ عنہ کا حصہ اس لونڈی سے زیادہ ہے۔

بغض محبت میں بدل گیا..... ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد، مجھے علی رضی اللہ عنہ سے کوئی زیادہ محبوب اور پیارا نہ تھا۔ عبداللہ بن ابی بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ اس حدیث میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان میرے والد کے علاوہ کوئی اور راوی حائل نہیں۔

اس سند میں عبدالجلیل بن عطیہ الفقیہ ابوصالح البصری منفرد ہے ابن معین اور ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حدیث میں وہم کرتا ہے۔ (انما یهم فی الشئی)

ابن شاس کی علی رضی اللہ عنہ سے رنجش...... محمد بن اسحاق (ابان بن صالح، عبداللہ بن نیار اسلمی، اپنے ماموں) عمرو بن شاس اسلمی (جو صلح حدیبیہ میں شامل تھا) سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کی جانب بھیجا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کچھ بے مروتی اور بدسلوکی کی اور میرے دل میں ان کے خلاف کچھ رنجش پیدا ہوگئی جب میں مدینہ میں آیا تو میں مدینہ کی ہر مجلس میں علی رضی اللہ عنہ کا گلہ کرتا اور ہر ملاقاتی سے علی رضی اللہ عنہ کا شکوہ کرتا۔

علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دینا مجھے اذیت دینا ہے...... میں ایک دن آیا اور نبی علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں آپ کی آنکھوں کی طرف نگاہ کئے ہوئے ہوں تو آپ نے مجھ پر نگاہ کی یہاں تک کہ میں آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا واللہ! اے عمرو بن شاس تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت دینے سے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ چاہتا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے ہی اذیت دی۔

اس روایت کو حافظ بیہقی نے ایک اور سند (ابن اسحاق ابان بن فضل بن معقل بن سنان، عبداللہ بن نیار، عمرو بن شاس) سے بیان کیا اور روایت کو بالمعنی ذکر کیا ہے۔

قبیلہ ہمدان کا مسلمان ہونا...... حافظ بیہقی (محمد بن عبداللہ الحافظ، ابواسحاق المولی، عبیدہ بن ابوالسفر، ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق، ابوہ ابی اسحاق) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی امارت میں جہاد کے لئے گیا ہم نے وہاں چھ ماہ گزارے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے کفار کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور انھوں نے اس کو قبول نہ کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کو (مع لشکر) واپس بھیج دے، سوائے اس شخص کے جو خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو اور علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں رہنا چاہتا ہے۔ اس کو علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ رکھ لے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب ہم دشمن کے قریب ہوئے تو وہ بھی ہماری طرف آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ہمیں نماز "خوف" پڑھائی پھر ہمیں ایک ہی صف میں کھڑا کردیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا تو پورا ہمدان قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بذریعہ مکتوب) ان کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی جب رسول اللہ ﷺ نے مکتوب پڑھا تو سجدہ میں گر گئے، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دعا فرمائی، ہمدان پر سلامتی ہو، ہمدان پر سلامتی ہو۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے ابراہیم بن یوسف سے مختصر بیان کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی...... حافظ بیہقی (ابوالحسین محمد بن فضل القطان ابو سہل بن زیاد قطان، اسماعیل بن ابی اویس، اپنے بھائی سے، سلیمان بن بلال، سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ، اپنی پھوپھی زینب بنت کعب بن عجرہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زکوۃ میں اونٹ وصول کئے تو ہم نے یہ درخواست کی کہ ہم زکوۃ والے اونٹوں پر سوار ہوجائیں اور اپنی سواریوں کو تھوڑا آرام کرنے دیں کیونکہ ہم اپنی سواریوں میں کچھ کمزوری محسوس کررہے تھے تو علی رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کرکے فرمایا تمہارا ان میں اسی قدر حصہ ہے۔ جس قدر باقی مسلمانوں کا جب زکوۃ کی وصولی سے فارغ ہوگئے تو ہم پر ایک شخص کو اپنا نائب امیر مقرر کرکے یمن سے واپس چلے آئے اور رفتار تیز کرکے موسم حج کو پالیا۔ جب حج سے فارغ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھیوں کی طرف چلے جاؤ یہاں تک کہ تم اپنا منصب اختیار کرو۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے آپ کے نائب امیر کو وہی درخواست بھیجی جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منظور نہ کیا تھا لیکن اس نے درخواست کو منظور کرلیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس لوٹے اور انہیں معلوم ہوا کہ زکوۃ کے اونٹوں پر سواری کی گئی ہے اور سواری

کرنے کے اثرات اور نشانات دیکھے تو نائب امیر کو بلوایا اور اس کو سرزنش کی میں نے دل میں کہا خدا کی قسم! اگر میں مدینہ پہنچا تو یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کو ضرور بتاؤں گا۔ اور اس بے جا سختی و تنگی اور بخیلی پر رسول اللہ ﷺ کو ضرور باخبر کروں گا۔

علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگمانی اور آپ ﷺ کا جواب۔ ...حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مدینہ واپس پہنچے تو میں صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا کہ جس بات کی میں نے قسم کھائی تھی وہ بات آپ ﷺ سے عرض کروں، راستہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوگئی وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آرہے تھے، مجھے دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور مجھے مرحبا کہا اور خیر خیریت معلوم کی اور پوچھا کہ کب آئے؟ میں نے عرض کیا کہ گذشتہ رات آیا تھا، پھر وہ میرے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔ اندر گئے تو آپ ﷺ کو بتایا کہ دروازے پر سعد بن مالک ابن شہید ہیں، تو آپ ﷺ اندر آنے کی اجازت عنایت فرمادی، اندر جا کر میں نے سلام عرض کیا آپ ﷺ نے مجھے سلام کا جواب دیا پھر میری اور میرے اہل وعیال کی خیریت معلوم کی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت سختی، بری معاشرت بدسلوکی اور تنگی وبخیلی برداشت کی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے متانت اور سنجیدگی کا اظہار فرمایا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمارے ساتھ بدسلوکیاں گنوانے لگا۔ میں نے ابھی اپنی بات ختم نہ کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے میری ران پر ہاتھ مار کر کہا: اے سعد بن مالک ابن شہید اپنے بھائی علی کے بارے میں اعتراضات چھوڑ دو، واللہ! مجھے معلوم ہے کہ اس نے اللہ کی راہ میں اچھے کام انجام دیئے ہیں۔

تو میں نے اپنے دل میں کہا اے سعد! تیری ماں تجھے گم پائے! کیا میں آج صبح سے ہی شعوری طور پر رسول اللہ ﷺ کے غیر پسندیدہ امور میں غلطیاں کر رہا ہوں واللہ! میں کبھی بھی ظاھراً و باطناً ان کی برائی نہیں کروں گا۔ یہ سند جید ہے، امام نسائی کی شرط پر ہے اور صحاح ستہ میں مذکور نہیں ہے۔

بلا اجازت بیت المال میں تصرف ...... یونس (محمد بن اسحاق، یحییٰ بن عبداللہ بن ابی عمر) یزید بن طلحہ بن یزید بن رکانہ سے روایت کرتے ہیں کہ یمن میں، جو لشکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیر امارت تھا وہ ان سے ناراض ہوگیا۔ کیونکہ جب وہ واپس لوٹ رہے تھے تو ایک آدمی کو ان پر اپنا نائب مقرر کر دیا اور خود جلدی سے نبی کریم ﷺ کے پاس چلے آئے۔ نائب امیر نے ہر آدمی کو ایک ایک "حلہ" (کپڑوں کا جوڑا) دیدیا۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو حضرت، علی رضی اللہ عنہ ان کی ملاقات کے لئے آئے، ان سب نے "حلے" پہنے ہوئے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نائب امیر نے عطا کئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آمد سے پہلے تم نے ان کو یہ کیوں دیئے؟، رسول اللہ ﷺ جو چاہتے کرتے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب سے واپس لے لئے۔

جب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ علیہ السلام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شکوہ کیا۔ اہل یمن نے آپ علیہ السلام سے مصالحت کر لی تھی اور آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کردہ جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت حافظ بیہقیؒ کی روایت سمجھنے کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حج کے لئے ان سے پہلے چلے گئے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے احرام کی مانند احرام باندھا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ احرام کی حالت میں رہیں اور براء کی روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس ھدی ہے اور میں قارن ہوں (یعنی حج قران کرنے والا ہوں)۔

خلاصہ یہ کہ جب مال زکوٰۃ کے اونٹوں پر سواری کرنے سے منع کرنے کی وجہ سے اور لباس اتروانے کی وجہ سے بکثرت نکتہ چینی اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی (اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملے میں محض معذور اور مجبور تھے لیکن حاجیوں میں اس نکتہ چینی کی شہرت ہو چکی تھی) تو اس لئے جب رسول اللہ ﷺ حج سے فارغ ہو کر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور مقام غدیر خم میں پہنچ کر لوگوں سے خطاب فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن کو اعتراضات سے پاک فرمایا، ان کی قدر ومنزلت کو بلند کیا اور ان کے فضائل کے بارے میں بتایا تاکہ لوگوں کے دل ودماغ میں جو اعتراضات سما چکے ہیں ان کا ازالہ ہو جائے، غدیر خم کا واقعہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے محل میں بیان کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ پر نکتہ چینی...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، عبدالواحد، عمارہ بن قعقاع بن شبرمہ، عبدالرحمان بن ابی نعیم) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے تخت چمڑے میں باندھ کر سونے کی ایک ڈلی بھیجی جو مٹی سے صاف نہ کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سونا چار آدمیوں (۱) عیینہ بن بدر (۲) اقرع بن حابس (۳) زید الخیل اور (۴) علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل میں تقسیم کر دیا تو کسی صحابی نے کہا، ہم تو اس سونے کے ان سے زیادہ حقدار تھے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے امین اور قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں اس ذات پاک کا امین ہوں جو آسمانوں پر ہے، صبح شام مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔

حکمِ شرعی ظاہرِ حال پر ہے...... حضرت ابوسعید کا بیان ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا، اندر دھنسی ہوئی آنکھوں والا پھولے ہوئے رخساروں والا، اٹھی ہوئی پیشانی والا، گھنی داڑھی والا، سر منڈا، تہمد اوپر اٹھائے ہوئے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے ڈرو! تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تجھ پر صد افسوس، کیا میں سب لوگوں سے زیادہ، اللہ سے ڈرنے کا اہل نہیں ہوں؟ جب وہ آدمی پیٹھ پھیر کر واپس چلا تو خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس کی گردن اڑا دوں آپ علیہ السلام نے فرمایا، نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کی زبان پر وہ بات ہوتی ہے جو دل میں نہیں ہوتی، جن کا دل اور زبان ساتھ نہیں ہوتے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے یہ حکم نہیں ہوا کہ میں لوگوں کے دلوں پر نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چیروں (کہ ان کے باطن میں کیا ہے)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو بڑے مزے سے (یا بکثرت) پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جیسا کہ تیر جانور کے پار نکل جاتا ہے۔ (اور اس میں خون وغیرہ کا کچھ نشان بھی نہیں ہوتا) لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں نے ان کو پالیا تو ثمود کی قوم کی طرح بالکل نیست و نابود کر دوں گا۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں کئی مقامات پر بیان کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزکوۃ میں کئی طرق سے عمارہ بن قعقاع سے بیان کیا ہے۔

آپ علیہ السلام کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے قوتِ فیصلہ کی دعا...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ، اعمش، عمرو بن مرہ، ابوالبختری) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن میں بھیجا میں بالکل نوخیز اور نوعمر لڑکا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں جن میں اختلافات رونما ہوں گے اور مجھے (اختلافات میں) فیصلہ کرنے کا کوئی علم و تجربہ نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری زبان کو قوتِ فیصلہ سے نوازے گا اور تیرے دل کو مضبوط کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے فریقین کے فیصلے میں کبھی تردد اور تذبذب سے کام نہیں لیا۔ اس روایت کو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش سے بیان کیا ہے۔

فیصلہ کا اصول...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسود بن عامر، شریک، سماک، حنش) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب بھیجنے کا ارادہ کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس روانہ کر رہے ہیں جو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اور میں نوخیز ہوں، فیصلہ کرنے کا کوئی تجربہ نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر دعا کی الٰہی! اس کی زبان کو حق بات پر ثبات بخش اور اس کے دل کو ہدایت دے۔ سنو! اے علی! جب فریقین تیرے پاس آ کر بیٹھ جائیں تو فریقین کی بات سنے بغیر فیصلہ نہ کرنا جب تم نے اس اصول پر عمل کیا تو فیصلہ بالکل واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی اختلاف رونما نہ ہوا اور مجھے فیصلہ میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ نیز اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے شریک سے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے زائدہ سے اور یہ دونوں راوی سماک بن حرب از حنش بن معتمر (یا ابن ربیعہ کنانی کوفی) از علی روایت کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر رسول اللہ ﷺ کا تبصرہ .....امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان بن عیینہ، اجلح شعبی، عبداللہ بن ابی الخلیل) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کئی آدمیوں نے ایک طہر میں ایک لونڈی سے جماع کیا، تو علی رضی اللہ عنہ نے دو کو کہا تم اس فعل پر رضامند تھے تو انہوں نے کہا جی نہیں! پھر باقی دو کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ تمہارا دل اس فعل سے خوش تھا تو انہوں نے کہا جی نہیں پھر آپ نے فرمایا تم بدمزاج اور ایک دوسرے کے مخالف شریک ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان قرعہ ڈالوں گا جس کا قرعہ نکل آیا میں اس کو دو تہائی دیت کا تاوان دے دوں گا اور بچہ اس کے حوالے کر دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی وہی فیصلہ جانتا ہوں جو علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

نسب میں قرعہ اندازی سے فیصلہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (شریح بن نعمان، ھشیم، اجلح شعبی، ابو الخلیل) حضرت زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب آپ یمن میں تھے تو تین آدمی حاضر خدمت ہوئے جو ایک بچہ میں شریک تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرعہ ڈالا۔ جس کے نام قرعہ نکلا اس کو دو تہائی دیت کا ضامن ٹھہرا لیا اور بچہ اس کے حوالے کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

اس روایت کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (مسدد از یحییٰ قطان) اور نسائی نے (علی بن حجر از علی بن مسہر) بیان کیا ہے اور یہ دونوں (اجلح بن عبداللہ از عامر شعبی از عبداللہ بن خلیل، نسائی نے ایک روایت میں عبداللہ ابی الخلیل بیان کیا ہے) زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یمنی آیا اس نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین شخص آئے ان کا ایک بچہ کے بارے میں اختلاف تھا ان سب نے ایک طہر میں ہی ایک لونڈی سے جماع کیا تھا پھر اس نے مذکور بالا قصہ بیان کیا اور اس نے کہا کہ نبی علیہ السلام ہنس پڑے تھے۔

اس روایت کو امام ابوداؤد اور نسائی نے شعبہ از سلمہ بن کہیل از شعبی از ابی الخلیل یا ابن الخلیل، از علی رضی اللہ عنہ) مرسل بیان کیا ہے، مرفوع نہیں۔ نیز اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، سفیان ثوری، اجلح شعبی، عبد خیر) زید ابن ارقم سے بھی حسب سابق روایت کرتے ہیں۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی بھی حنش بن اصرم سے اور ابن ماجہ اسحاق بن منصور سے اور یہ دونوں (عبدالرزاق از سفیان ثوری از صالح ہمدانی از شعبی از عبد خیر) از زید بن ارقم بھی روایت کرتے ہیں۔

ہمارے شیخ نے ''اطراف'' میں بیان کیا ہے کہ ممکن ہے یہ عبد خیر عبداللہ بن الخلیل ہی ہو، لیکن راوی نے اس کا نام نہیں لکھا میں ابن کثیر کہتا ہوں اس کہ یہ قول حدیث کو مزید مضبوط کرتا ہے اگر وہ نہ ہو تو یہ سند اس کی بہترین متابعت ہے۔ لیکن اجلح بن عبداللہ کندی کچھ مجروح راوی ہے۔'' انساب'' میں قرعہ اندازی امام احمد کا قول ہے اور یہ مسلک ان کے ''افراد'' اور مختارات میں سے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بحال کیا......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوسعید، اسرائیل، سماک، حنش) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا اور ہم ایک قوم کے پاس پہنچے جنہوں نے شیر کے شکار کے لئے ایک گڑھا کھودا ہوا تھا وہ گڑھا دیکھنے کے لئے ہم لوگ آپس میں دھکم پیل کرنے لگے، اچانک ایک آدمی اس میں گرنے لگا اس نے دوسرے کو پکڑا اس نے تیسرے کو پکڑا اور اس نے چوتھے کو پکڑا بالآخر چاروں اس میں گر پڑے اور شیر نے ان کو زخمی کر دیا اور ایک آدمی نے شیر پر برچھے سے حملہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا لیکن یہ چاروں زخموں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ چنانچہ پہلے مقتول کے وارث، دوسرے مقتول کے وارثوں کے پاس گئے، باتوں باتوں میں انہوں نے لڑائی کے لئے اسلحہ نکال لیا اور لڑنے کو تیار تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ گئے اور ان کو کہا، کیا تم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی لڑنا چاہتے ہو، میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر تم پسند کرو تو ٹھیک ورنہ میں ایک کو دوسرے سے روکوں گا۔ یہاں تک کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤ اور آپ ﷺ ہی تمہارے درمیان فیصلہ فرمادیں گے۔ اور جو شخص ان کے فیصلہ کے بعد حد تجاوز کرے، اس کا بالکل بھی کسی قسم کا کوئی حق نہ ہوگا۔

جن لوگوں نے گڑھا کھودا تھا ان کے قبائل سے چوتھائی دیت تہائی دیت، آدھی دیت اور پوری دیت جمع کرو۔ پہلے گرنے والے کو چوتھائی

دیت ملے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود ہلاک ہوا ہے اور دوسرے کو ایک تہائی دیت تیسرے کو آدھی دیت اور چوتھے کو کامل ملے گی۔ انہوں نے اس فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس تشریف فرما تھے ان لوگوں نے سارا قصہ عرض کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارا فیصلہ کیا تھا اور انہوں نے سارا قصہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (وکیع، حماد بن سلمہ، سماک بن حرب، حنش) علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ہی بیان کیا ہے۔

حجۃ الوداع، حجۃ البلاغ، حجۃ الاسلام

وجہ تسمیہ...... حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ آخری حج تھا۔

اور حجۃ الاسلام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے یہی ایک حج فرمایا اگرچہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ نے متعدد حج کیے، بعض بعثت سے پہلے اور بعض بعثت کے بعد اور حجۃ البلاغ اس لئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام مسائل حج قول اور فعل گفتار اور کردار کے آئینہ میں دکھا دیئے اور اسلام کے سب اصول وفروع سے باخبر فرما دیا تو عرفات میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۵/۳)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر دیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام اور احسان پورا کر دیا، اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا''۔

آئندہ اوراق میں ہم ان شاء اللہ رسول اللہ ﷺ کا کامل حج بیان کریں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اختلافی مسائل کو اس طرح سے حل کرنے کی کوشش کریں گے جو دل ودماغ کے اطمینان اور سکون کا باعث ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے مناسک حج اور مسائل ہر دور میں موضوع بحث رہے ہیں، قدیم وجدید سب اہل علم نے اس پر لکھا ہے حافظ ابن حزم نے بھی حجۃ الوداع کے موضوع پر ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جو بہت عمدہ اور قابل قدر ہے۔ مگر اس میں بعض قسم کے اوہام ہیں، ہم انشاء اللہ ان کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

نبی علیہ السلام کے حج وعمروں کی تعداد...... نبی علیہ السلام نے ہجرت کے بعد تین عمرے اور صرف ایک حج بمع عمرہ ادا کیا بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے ذی قعدہ میں کیے سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح مروی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے تین عمرے کیے، ایک شوال میں دو ذیقعدہ میں۔ اور مسند احمد میں عمرو بن شعیب کی سند سے مذکور کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کیے اور سب ذی قعدہ میں تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو النضر، داؤد عطار، عمرو، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کئے۔ (۱) عمرہ حدیبیہ (۲) عمرہ قضا (۳) عمرہ جعرانہ (۴) عمرہ مع حج، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں بھی مذکور ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔

۶ ھ میں عمرہ حدیبیہ جس کی ادائیگی میں مشرکین حائل ہو گئے ۲۔ اگلے سال عمرہ قضا گذشتہ سال کے عمرہ کی قضا اور قصاص، اسے ''عمرہ قضیہ'' بھی کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ ایک فیصلہ کے تحت ہوا ۳۔ عمرہ جعرانہ طائف سے لوٹنے کے بعد، جہاں غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا، ۴۔ عمرہ حج کے ساتھ۔

کیا آپ نے مکہ میں صرف ایک حج کیا؟...... امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انیس غزوات میں حصہ لیا اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا۔

ابو اسحاق کا بیان ہے کہ ایک حج مکہ میں کیا، یہ بالکل بعید از خیال اور وہم ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام بعثت کے بعد ہر سال موسم حج میں آتے اور لوگوں کو دعوت توحید پیش کرتے اور یہ فرماتے کہ قریش توحید کی تبلیغ میں حائل اور مانع ہیں۔ کوئی ہے جو مجھے پناہ دے تاکہ میں تبلیغ کر سکوں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انصار کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور متواتر تین سال جمرہ عقبہ کے پاس اجتماع ہوتا رہا۔ بالآخر ایک فیصلہ کے تحت آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

۱۰ھ میں حج مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ۹ سال کے قیام کے دوران کوئی حج نہیں کیا، پھر آپ نے حج کا اعلان فرمایا تو مدینہ منورہ میں بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ چنانچہ جب ذیقعدہ میں پانچ یا چار یوم باقی تھے تو آپ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا۔ (بیہقی)

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام ذی قعدہ ۱۰ھ میں حج کے لئے تیار ہوئے اور لوگوں کو بھی حج کے لئے تیار ہونے کا ارشاد فرمایا، اور مجھے عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے والد کی معرفت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ۲۵ ذی قعدہ کو حج کے لئے روانہ ہوئے (یہ سند جید ہے)۔

مؤطا میں امام مالک "یحییٰ بن سعید انصاری سے عروہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم صرف حج کی خاطر ۲۵ ذیقعدہ کو روانہ ہوئے، یہ روایت صحیحین، سنن نسائی ابن ماجہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں کئی طرق سے (از یحییٰ انصاری از عمرہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے۔

حج کے لئے تیاری اور روانگی وقت۔ امام بخاری، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے بال درست کئے، تیل لگایا، چادر اور تہبند باندھی اور سوائے زعفرانی لباس کے کسی کپڑے کے استعمال سے منع نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور ذوالحلیفہ کے "بیداء" مقام میں ناقہ پر سوار ہوئے اور ۲۵ ذیقعدہ کا واقعہ ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں پانچ ذوالحج کو پہنچے۔

دن کا تعین۔ اگر ۲۵ کی صبح کو ذوالحلیفہ میں قیام مراد ہو تو ابن حزمؒ کا دعویٰ درست ہے کہ آپ جمعرات کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، اور جمعہ کی رات ذوالحلیفہ میں بسر کی اور جمعہ کی صبح ۲۵ ذی قعدہ کو آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں تھے۔ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد ۲۵ ذی قعدہ کو رسول اللہ ﷺ کا مدینے سے روانہ ہونا ثابت ہو، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ۲۵ ذیقعدہ کو مدینے سے روانہ ہوئے تو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال بعید از فہم اور ناقابل تسلیم ہے۔ ذیقعدہ اگر پورے تیس یوم کا ہو تو آپ ﷺ کی روانگی ضرور جمعہ کے روز ہوگی اور یہ ہی یاد رہے کہ مدینہ سے آپ ﷺ کی روانگی بروز جمعہ مشکل ہے جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (موسیٰ بن اسماعیل، وہیب، ایوب، ابو قلابہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہم نے چار رکعت نماز ظہر مدینہ منورہ میں پڑھی اور ذوالحلیفہ میں نماز عصر قصر کی، پھر آپ ﷺ نے وہاں رات گزاری صبح بروز جمعہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں بیداء کے مقام پر اونٹنی پر سوار ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد حج اور عمرے کا احرام باندھا۔

(۲) مسلم اور نسائی میں (قتیبہ حماد بن زید، ایوب، ابو قلابہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں نماز ظہر چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں نماز عصر دوگانہ ادا کی۔

(۳) امام احمد (عبدالرحمٰن، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن منکدر و ابراہیم بن میسرہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر مدینہ میں پوری پڑھی تھی اور ذوالحلیفہ میں نماز قصر کی تھی۔ بخاری میں یہ روایت ابونعیم کی معرفت سفیان ثوری سے مذکور ہے۔ مسلم شریف، ابوداؤد اور سنن نسائی میں یہ روایت (سفیان بن عیینہ سے محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرۃ) کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بکرو، ابن جریج، محمد بن منذر) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر چار رکعت پڑھائی اور عصر ذوالحلیفہ میں قصر کی، اور رات ذوالحلیفہ میں ہی بسر کی، صبح ہوئی پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور حرام باندھا۔

(۵) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یعقوب، ابوہ، محمد بن اسحاق، محمد بن منذر تیمی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں چار رکعت نماز ظہر مدینہ منورہ میں پڑھائی پھر ذوالحلیفہ میں عصر قصر کی بغیر کسی خوف وخطرہ کے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دونوں اسناد شرط بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حامل ہیں۔

ان متعدد روایات کے موجب آپ ﷺ کا مدینہ سے بروز جمعہ روانہ ہونا بڑا مشکل اور دشوار کام ہے۔ اور بروز جمعرات بھی آپ ﷺ کی روانگی جیسا کہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے دشواری سے خالی نہیں، کیونکہ وہ ۲۴ ذی قعد کو پڑتی ہے اور یہ تو اتر اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ یکم ذوالحج کو جمعرات کا دن تھا اور نو ذوالحج کو جمعہ کا دن تھا۔ بالفرض اگر آپ ﷺ کی روانگی مدینہ سے ۲۴ ذی قعد بروز خمیس (جمعرات) ہو تو لازماً اس ماہ کی (جمعہ، ہفتہ، اتوار، سوموار، منگل اور بدھ) کی چھ راتیں باقی ہوں گی، حالانکہ حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی روانگی کے وقت ذی قعد کی پانچ راتیں باقی تھیں، لہذا ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ کی روانگی مدینہ سے بروز ہفتہ ہوئی۔

مغالطہ کا سبب دراصل راوی کو اس بات میں غلط فہمی ہوئی کہ ذیقعدہ پورے تیس دنوں کا تھا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ذی قعد کی پانچ یا چار راتیں باقی تھیں روانگی ہوئی لیکن اتفاق سے ذی قعدہ بدھ کو ختم ہو گیا اور جمعرات کو ذوالحجہ کا چاند نظر آ گیا واللہ اعلم۔

مدینہ سے روانگی کا راستہ بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اصول تھا کہ مدینہ سے مکہ کے جانب شجرہ کے راستے ہوتے اور معرس کے راہ واپس لوٹتے (یعنی) مکہ کی طرف جاتے تھے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے درمیان نماز پڑھتے اور پھر صبح تک وہیں قیام فرماتے تفرد البخاری من ھذا الوجہ۔

حج بغیر ریا کاری کے حافظ ابوبکر بزار (عمرو بن مالک، یزید بن زریع، ہشام، عروہ، ثابت، ثمامہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے کجاوے پر سوار ہو کر حج کا سفر کیا جس کے نیچے صرف ایک چادر تھی اور آپ ﷺ نے فرمایا حج بغیر ریا ونمود کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ بزار نے (محمد بن ابی بکر مقدمی، یزید بن زریع عروہ ثابت) ثمامہ سے روایت کیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے بوسیدہ کجاوے پر حج کا سفر کیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کجاوے پر حج کا سفر فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور بزار نے اس روایت کو معلق بیان کیا ہے اور حافظ بیہقی نے سنن میں اس کو پوری سند سے بیان کیا ہے۔

حافظ ابویعلی (علی بن جعد ربیع بن صبیح، یزید بن ابان رقاشی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے کجاوے پر حج کا سفر کیا اور نیچے صرف ایک معمولی چادر تھی جو ایک درہم سے بھی کم قیمت کی تھی اور فرمایا کہ حج بغیر کسی قسم کی ریا کاری کے ہے۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع سے اور شمائل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوداؤد طیالسی اور سفیان ثوری سے مذکور حدیث ربیع بن صبیح کی معرفت یزید بن ابان رقاشی سے نقل کی ہے اور اکثر ائمہ کے نزدیک یزید رقاشی کی حدیث غیر مقبول ہے بس یہ سند ضعیف ہے۔

رفقاء سفر کی کیفیت امام احمد (ہاشم، اسحاق بن سعید بن عمرو بن عاص) سعید بن عمرو سے روایت کرتے ہیں ابن عمر کے ساتھ تھا کہ ہمارے قریب سے ایک یمنی قافلہ گزرا ان کے کجاوے چمڑے کے تھے اور اونٹوں کی مہاریں چھیل کی تھیں۔ عبداللہ بن عمر نے ان کو دیکھ کر فرمایا جو شخص حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے رفقاء سفر کی کیفیت اور حالت دیکھنا چاہتا ہو، تو وہ اس قافلے کو دیکھ لے۔ امام ابوداؤد نے بھی یہ روایت ہناد از وکیع از اسحاق بن سعید بیان کی ہے۔

حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ ابوطاہر فقیہ ابوزکریا بن ابی اسحاق بن حسن، ابوسعید بن ابی عمرو، ابوالعباس اصم، محمد بن عبداللہ بن حکم، سعید بن بشیر

قرشی، عبداللہ بن حکیم کنانی یمنی) بشر بن قدامہ ضبابی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو میدان عرفات میں قصواء اونٹنی پر سوار دیکھا، پالان کے نیچے ایک بولانی چادر تھی آپ یہ دعا فرما رہے تھے کہ الٰہی یہ حج بغیر ریا اور نمود کے قبول فرما۔ لوگ کہہ رہے تھے "آپ رسول اللہ ہیں"۔

اس حاجی کو دیکھو کیا کر رہا ہے؟..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے، عرج میں آئے تو رسول اللہ ﷺ سواری سے اتر کر بیٹھ گئے۔ آپ کے پہلو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھ گئیں اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساز و سامان ایک ہی اونٹ پر لدا ہوا تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے حوالے تھا۔ حضرت ابوبکر اس کے انتظار میں تھے، وہ آیا تو اونٹ وہاں موجود نہیں تھا آپ نے پوچھا اونٹ کہاں ہے؟ اس نے کہا گذشتہ رات سے لاپتہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا اور وہ بھی گم ہو گیا۔ آپ اسے مارنے لگے اور رسول اللہ ﷺ مسکرا کر فرما رہے تھے، اس محرم اور حاجی کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔ یہ روایت ابوداؤد اور سنن ابی ماجہ میں بھی ہے۔

پیدل حج . . مسند ابوبکر بزار میں ہے کہ (اسماعیل بن حفص، یحیٰی بن یمان، حمزہ زیات، حمران بن اعین، ابوالطفیل) حضرت ابوسعید سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مکہ تک پیدل سفر کیا کمر پر پٹکے باندھے ہوئے تھے اور تیز رفتاری سے چل رہے تھے۔

یہ حدیث منکر ہے اس کی سند ضعیف ہے حمزہ زیات اور اس کا شیخ حمران دونوں متروک ہیں اور روایت صرف اسی سند سے مروی ہے کہ حافظ بزار فرماتے ہیں اگر حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمرے کے سفر میں تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک حج کیا اس میں آپ ﷺ سوار تھے اور بعض پیدل تھے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرما گئے ہیں کہ رسول اللہ نے کوئی عمرہ بھی پیدل نہیں کیا۔ آپ ﷺ کے حج اور عمرہ کے حالات اور کوائف واقع ہیں مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے۔

ظہر کے بعد سفر..... پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں پھر آپ ذوالحلیفہ کی وادی عقیق میں سوار ہو کر تشریف لائے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور وہاں عصر کی نماز قصر کی، پھر وہاں آپ نے رات گزاری اور فجر کی نماز پڑھا کر فرمایا کہ آج رات احرام کے متعلق وحی نازل ہوئی ہے جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر سے نقل کیا ہے (انک ببطحاء مبارکۃ) اور صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (صل فی ھذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ)۔

رات کو وحی نازل ہوئی کہ آپ ﷺ اس مبارک میدان میں نماز ادا کریں یہ بات آپ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد بتائی ظاہر ہے کہ اب صرف ظہر کی نماز کا وقت آئے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں ظہر کی نماز پڑھی اور "عمرۃ فی حجۃ" کہا یعنی عمرہ حج کے سمیت، یہ روایت حج قرآن پر بہترین دلیل ہے۔ چنانچہ آپ ایک ایک کر کے نو بیگمات کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمان الٰہی کے مطابق وہیں ٹھہرے اور نماز پڑھی۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز ادا کی، پھر اونٹ کو اشعار کیا، کوہان کے نیچے معمولی سا چیرا دیا، پھر سوار ہو کر لبیک کہا۔

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر پڑھ کر سوار ہوئے پھر بیداء پر تلبیہ کہا۔ ابوداؤد، نسائی میں بھی مذکور ہے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ ذوالحلیفہ سے روانگی پہلے پہر، ظہر سے پہلے ہوئی جو مذکورہ بالا روایات کی رو سے درست نہیں۔ مگر ان کی تائید میں (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ایوب، گمنام راوی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں صبح تک قیام فرمایا، پھر سوار ہو کر مقام بیداء پر حج اور عمرہ کا تلبیہ کہا لیکن اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے شاید ابوقلابہ ہو واللہ اعلم۔

خوشبو کا استعمال ...... امام مسلم، محمد بن منتشر کے حوالہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی پھر آپ ﷺ تمام بیگمات کے ہاں تشریف لے گئے، پھر آپ نے احرام باندھا اور آپ ﷺ سے خوشبو کی مہک آ رہی تھی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد بن منتشر سے یہ بیان نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول .. مسلم میں محمد بن منتشر سے مذکور ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ خوشبو استعمال کرنے کے بعد احرام باندھنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے خوشبو لگا کر احرام باندھنا نہیں ہے البتہ مجھے بدبودار تیل لگانا خوشبودار سے زیادہ پسند۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے حرام باندھنے کے وقت خوشبو لگائی پھر آپ علیحدہ علیحدہ سب ازواج کے پاس تشریف لے گئے اس کے بعد آپ ﷺ نے احرام باندھا، یعنی بیویوں کے پاس جانے سے پہلے خوشبو لگائی پھر ضروری غسل سے فراغت کے بعد بھی عطر استعمال کیا اور احرام باندھنے کے وقت بھی غسل کیا جیسا کہ ترمذی اور نسائی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھنے کے لئے لباس اتار اور غسل فرمایا۔

احرام کے لئے غسل اور خوشبو ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احرام باندھنا چاہتے تو خطمی وغیرہ سے سر دھوتے اور تیل بھی استعمال کرتے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو احرام کا لباس پہننے کے وقت بھی خوشبو لگائی اور احرام اتارنے کے وقت بھی خوشبو عروہ بن زبیر کے بھانجے کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا کون سی خوشبو، تو فرمایا نہایت اعلیٰ خوشبو، رواہ مسلم واخرجہ البخاری۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی اور حرام کھولنے کے وقت بھی طواف افاضہ سے پہلے بھی اور مسلم میں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے اور کھولنے کے وقت حجۃ الوداع میں اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی۔ نیز مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

طیبت رسول اللہ ﷺ بیدی ھاتین لحرمہ حین احرم ولحلہ قبل ان یطوف بالبیت.

مسلم شریف میں دیگر سند سے مذکور ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کے احرام باندھنے سے پہلے اور قربانی کے دن قبل از طواف افاضہ بھی خوشبو لگائی۔ اور مسلم شریف میں مسروق تابعی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں تلبیہ کہنے کے وقت خوشبو کی چمک دیکھ رہی تھی، اور ایک روایت میں ہے۔

کانی انظر الی وبیص المسک فی مفرق رسول اللہ ﷺ وھو محرم (متفق علیہ)

ابوداؤد طیالسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ احرام کی حالت میں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں خوشبو کی چمک دیکھی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں احرام سے کافی دن بعد خوشبو کی چمک دیکھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے حمید کی مسند میں ہے کہ احرام سے تین روز بعد آنحضرت ﷺ کے بالوں میں چمک دیکھی۔

ان سب احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل کے بعد خوشبو استعمال فرمائی اگر غسل سے قبل خوشبو استعمال فرمائی ہوتی تو خوشبو کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ خصوصاً تین روز کے بعد۔

کراہت ....سلف صالحین میں سے ایک جماعت کا خیال ہے اور ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی شمار ہے کہ احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے۔ ان سب کے باوجود سنن بیہقی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے احرام باندھنے کے وقت رسول اللہ ﷺ کو بہت اعلیٰ قسم کی خوشبو لگائی۔ (ھذا سند غریب عزیز المخرج)

آپ ﷺ نے احرام نہیں کھولا رسول اللہ ﷺ نے سر کے بالوں کو چپکایا تھا تا کہ بال گرد و غبار سے محفوظ رہیں اور خوشبو بھی بر

قرار رہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! لوگ عمرے کا احرام کھول چکے ہیں اور آپ ﷺ نے ابھی تک نہیں کھولا تو فرمایا ''میں نے سر کے بال چپکا لئے ہیں اور قربانی کے جانور کو قلادہ ڈال دیا، چنانچہ میں قربانی کے بعد احرام کھولوں گا۔''

سنن بیہقی میں نہایت عمدہ سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کے بال شہد سے چپکائے، پھر ذوالحلیفہ میں قربانی کے جانور کو قلادہ ڈالا اور کوہان چیر کر زخمی کر کے اشعار کیا۔

قران .... متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرے کے ساتھ حج کا احرام باندھا اور قربانی اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لے گئے۔

اشعار اور قلادہ .. مسلم اور سنن اربعہ میں قتادہ ابوحسان کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والی اونٹنی کو کوہان کے دائیں جانب چیر کر خون صاف کیا اور اسے جوتوں کا ہار ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک قربانی کا اشعار اور قلادہ خود نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ڈالا۔ اور باقی قربانیوں کا اشعار اور قلادہ کسی اور نے ڈالا، کیونکہ آپ ﷺ نے سو (یا قریباً سو) اونٹ کی قربانی کی اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ قربان کئے اور باقی ماندہ اونٹوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیا۔

قربانی کے جانور ... حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے رسول اللہ ﷺ کے لئے قربانی کے جانور لائے تھے اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے قربانی کے اونٹوں میں شریک کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی نے ۱۰ ذوالحجہ کو سو اونٹ قربان کئے۔ کچھ ذوالحلیفہ سے ہی آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور کچھ راستہ میں خریدے تھے۔

تلبیہ کا مقام بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ وادی عقیق میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ آیا اور اس نے کہا ہے کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور عمرہ کے ساتھ ساتھ حج کی نیت کرو۔ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ شروع کرنے کا باب باندھ کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ کہا۔ ترمذی، نسائی اور ابوداؤد میں بھی یہ حدیث مذکور متفق علیہ روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمہارا یہ مقام بیداء جس کے متعلق تم رسول اللہ ﷺ پر افترا پردازی کرتے ہو سنو! رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ مسجد کے قریب ہی سے شروع کیا۔

مگر ایک متفق علیہ روایت میں وہ مذکور ہے جو (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سعید مقبری، عبید بن جریج) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلبیہ اسوقت کہا جب آپ ﷺ کی سواری کھڑی ہوئی تھی۔

اما الاهلال فانی لم ار رسول الله ﷺ يهل حتى تنبعث به راحلته

تلبیہ میں اختلاف کا سبب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، خصیف بن عبدالرحمن جزری) سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا جناب ابوالعباس! صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ شروع کرنے کے متعلق تعجب خیز اختلاف ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اختلاف کا سبب خوب جانتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ہی حج کیا، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز کے بعد ہی حج کے لئے تلبیہ کہا جسے قریب کے لوگوں نے سنا اور یاد رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر تلبیہ کہا کچھ لوگوں نے یہ سنا کیونکہ لوگ قافلوں کی شکل میں آ رہے تھے ان کو یہی یاد رہا کہ سوار ہونے کے بعد ہی آپ نے تلبیہ کہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر چلے اور مقام بیداء کی بلندی پر پہنچے تو تلبیہ کہا جن لوگوں نے یہ سب دیکھا انہوں نے یہی بیان کیا۔

خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد ہی حج کی نیت کر لی تھی۔ اور تلبیہ کہا اور سوار ہو کر بھی تلبیہ کہا، بیداء کی بلندی پر چڑھ کر بھی تلبیہ کہا۔

مذکورہ بالا روایات پر تبصرہ...... نسائی اور ترمذی نے قتیبہ، عبدالسلام بن حرب، خصیف جزری سے مذکورہ بالا سند سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمارے علم میں خصیف سے سوائے عبدالسلام کے کسی نے بیان نہیں کیا (ترمذی مع تحفہ ص ۸۱ ج ۲) حالانکہ مذکور بالا سند میں خصیف سے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سند سے بیان کر کے کہا ہے کہ خصیف جزری غیر قوی ہے اور واقدی نے بھی اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مگر واقدی کی متابعت بالکل مفید نہیں، کیونکہ اس بارے میں جو روایات حضرت عمر وغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان کی سندیں بہت قوی اور مضبوط ہیں۔ واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو یہ مختلف احادیث میں نہایت اعلیٰ تطبیق ہوتی اور آپس میں متضاد احادیث کی عمدہ توجیہ علاوہ ازیں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس بھی مروی ہے (جب رسول اللہ ﷺ کو سواری لے کر کھڑی ہوتی تو تلبیہ کہتے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن منکدر کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ پہنچ کر، عصر کی نماز قصر کی، پھر وہیں رات گزاری پھر صبح کو جب سواری پر سوار ہوئے اور سواری کھڑی ہو گئی تو تلبیہ کہا۔ یہ روایت صحاح ستہ میں محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ کی معرفت متعدد طرق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ نیز بخاری و مسلم میں عبید بن جریج ابن عمر رضی اللہ عنہ کی معرفت مذکور ہے:

اما الا هلال فانى لم أر رسول الله صلى الله عليه وسلم يهل حتى تنبعث به راحلته

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں سوار ہوئے، جب سواری کھڑی ہو گئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ کہا۔

''جو شخص اس وقت لبیک کہے جب کہ اس کی سواری اس کو لے کر کھڑی ہو جائے'' کے عنوان کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (صالح از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) روایت کیا ہے کہ جب سواری آپ ﷺ کو لے کر کھڑی ہو گئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ کہا۔ مسلم اور نسائی میں بھی یہ روایت مذکور ہے اور مسلم میں (از عبیداللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پائے دان میں قدم مبارک رکھا اور سواری کھڑی ہو گئی تو تلبیہ کہا تھا۔

قبلہ رو ہو کر تلبیہ کہنا...... کا عنوان قائم کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (از ابو معمر از عبدالوارث از ایوب) از نافع بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب صبح کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھ لیتے تو سواری کو تیار کرنے کا حکم دیتے۔

جب وہ تیار کر دی جاتی تو سوار ہوتے جب وہ آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو قبلہ رو کھڑے ہو کر تلبیہ کہتے اور حرم میں پہنچنے تک برابر تلبیہ کہتے رہتے اور پھر سکوت اختیار کر لیتے۔

ذی طویٰ، آبار زاہر، میں پہنچ کر رات گزارتے پھر صبح کی نماز کے بعد غسل کرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا ہے۔ مسلم اور سنن ابوداؤد میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اصول...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، فلیح از نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہوتے تو صرف سادہ تیل استعمال کرتے اور مسجد ذوالحلیفہ میں (پہنچ کر) نماز ادا کرتے پھر سوار ہوتے جب سواری کھڑی ہو جاتی تو احرام کا اعلان کرتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ مسلم شریف میں سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ یہ بیداء مقام ہے، جس کے بارے میں تم رسول اللہ ﷺ سے غلط بات منسوب کرتے ہو، واللہ رسول اللہ ﷺ

نے سوار ہو کر اس درخت کے پاس تلبیہ کہا۔ اس روایت اور سابقہ کا متفقہ مطلب یہ ہے کہ "مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا سواری پر سوار ہونے کے بعد مقام بیداء پر پہنچنے سے قبل"۔

آپ علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی...... بخاری شریف میں کریب از ابن عباس رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ روانہ ہونے سے پہلے بالوں کو کنگھی سے سنوارا، تیل ڈالا، لباس بدلا، چادر اوڑھی، تہبند باندھا اور زعفرانی رنگ کے علاوہ کسی رنگین کپڑے کو پہننے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ پھر آپ ﷺ مع صحابہ رضی اللہ عنہ ذوالحلیفہ چلے آئے وہیں صبح ہوئی پھر سوار ہو کر بیداء مقام پر چلے آئے سب نے تلبیہ کہا، اس سے پہلے قربانی کے جانور کو قلادہ ڈالا۔ یہ سفر ماہ ذیقعدہ کے ختم ہونے سے پانچ روز پہلے ہوا" مکہ پہنچ کر" آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا، پھر صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے، قربانی ساتھ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے احرام نہیں اتارا۔ کوہ حجون کے قریب آپ ﷺ احرام کی حالت میں ہی مکہ میں مقیم رہے اور طواف کے بعد بیت اللہ نہیں آئے، پھر عرفات سے واپسی کے بعد ہی بیت اللہ میں تشریف لائے۔ اور جن لوگوں کے پاس قربانیاں نہیں تھیں آپ ﷺ نے ان کو طواف اور سعی صفا مروہ کے بعد سر کے بال کٹوا کر حلال ہونے اور احرام اتارنے کا حکم فرمایا، مباشرت خوشبو اور سلے ہوئے لباس کو مباح قرار دیا۔

بیداء پر تلبیہ کہنا...... مسند احمد میں ابوحسان اعرج مسلم بن عبداللہ بصری، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز کے بعد اپنی قربانی کو اشعار کیا، کوہان کو دائیں طرف سے چیر کر خون صاف کیا اور اس کو جوتیوں کا قلادہ پہنایا، پھر سواری پر سوار ہو کر بیداء مقام پر آئے تو حج کے لئے آپ ﷺ نے تلبیہ کہا۔
مسند احمد، صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعدد اسناد سے مروی ہے کہ جب سواری کھڑی ہوگئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ کہا۔ خصیف جزری کی مذکورہ بالا روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت زیادہ صحیح اور قوی ہے۔ اسی طرح وہ روایات جن میں یہ وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے سوار ہو کر تلبیہ کہا۔ دیگر روایات سے مقدم اور راجح ہیں۔ ایسے ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت "ان رسول اللّٰہ اھل حین استوت بہ راحلتہ" تمام معارض اور مناقشات سے خالی ہے۔ واللہ اعلم۔ بخاری شریف میں بھی از عطا از جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ذوالحلیفہ میں جب سواری کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ کہا۔

منکر روایت...... ابوداؤد اور بیہقی میں (محمد بن اسحاق بن یسار جو روایت عائشہ بنت سعد کے ذریعہ) سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب "فرع" کے راستے سفر شروع کرتے تو سوار ہو کر تلبیہ کہتے اور جب کوئی اور راہ اختیار فرماتے تو بیداء کی بلندی پر تلبیہ کہتے۔ وہ بالکل غریب اور منکر ہے، واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام...... ان سب روایات سے یقیناً یا کم از کم غالب گمان کے طور پر واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز اور سوار ہونے کے بعد قبلہ رخ ہو کر احرام باندھا۔

رسول اللہ ﷺ کے احرام کے بارے میں اختلاف...... بخاری و مسلم مسند احمد ابن ماجہ اور سنن نسائی میں قریباً سولہ اسناد سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کی خاطر احرام باندھا تھا۔

عمرہ نہیں کیا...... وہ حدیث جو مسند احمد میں عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص حج سے پہلے عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ عمرہ کر لے لیکن رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا اور عمرہ نہیں کیا" بالکل غریب ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس میں متفرد ہیں اگرچہ اس کی سند کچھ بہتر ہے، مگر اس میں "لم یعتمر" "عمرہ نہیں کیا کا اضافہ بالکل منکر اور غریب ہے "لم یعتمر" سے مراد

اگر یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے حج سے پہلے اور حج کے ساتھ عمرہ نہیں کیا تو یہ مراد ''مفرد حج'' کے قائلین کی ہے۔

اگر اس سے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ نے قطعاً عمرہ نہیں کیا تو میرے علم میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں، نیز یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صحیح قول کے مخالف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی قعدہ میں چار عمرے کئے سوائے اس عمرے کے جو حج کے ساتھ کیا۔ واللہ اعلم۔

منکر روایت.......اس طرح درج ذیل روایت بھی منکر دو ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح، صالح بن ابی الاخضر، ابن شہاب عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنی قربانی لے گئے اور کچھ لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اور بعض نے عمرے کا احرام باندھا لیکن ان کے ساتھ قربانیوں کے جانور نہ تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں عمرے کا احرام باندھا اور میرے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو فرمایا جس شخص نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور اس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ بیت اللہ شریف کا طواف کرے، صفا مروہ کی سعی کرے، احرام کو بدستور برقرار رکھے، قربانی والے دن قربانی ذبح کرنے کے بعد احرام اتارے۔ اور جس نے عمرے کا احرام باندھا لیکن قربانی اس کے ساتھ نہ ہو تو وہ طواف اور سعی کے بعد احرام اتارے، پھر ۸ ذی الحج کو حج کا احرام باندھے اور قربانی کرے، جس شخص کو قربانی کی قدرت نہ ہو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات اپنے وطن پہنچ کر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حج پہلے کیا جس کے فوت ہونے کا خطرہ تھا اور بعد میں عمرہ کیا۔ حدیث شریف میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ متفرد ہیں اور اس کا یہ آخر فقرہ منکر ہے صالح بن ابی الاخضر کا امام زہری کے اعلیٰ تلامذہ میں شمار نہیں، خصوصاً اس کے جب مخالف کوئی بیان کرے۔ جیسے اس روایت میں ہے۔

اس کے علاوہ **فقدم رسول اللّٰہ الحج الذی یخاف فوتہ و اخر العمرۃ** " کے ابتدائی الفاظ **"اھل بالحج و العمرۃ"** کے متضاد ہیں۔

ایک ساتھ احرام باندھنے کا مطلب...... حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنے کا اگر مطلب یہ ہو کہ ارکان حج سے فراغت کے بعد عمرہ کیا جیسا کہ مفرد حج کے قائلین کا مسلک ہے تو یہ حدیث ہمارے اس موضوع اور بحث سے متعلق اگر اس سے یہ مراد ہو کہ احرام کے بعد عمرہ بالکل موخر اور ملتوی کر دیا تو اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ عمرے کے اجزائے ترکیبی یعنی طواف اور سعی صفا مروہ'' حج کے اعمال میں شامل ہے تو یہ حج قران کے قائلین کا مسلک ہے اور یہ لوگ ''مفرد حج'' کا یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف حج کے ارکان ادا کئے اگرچہ دل میں عمرے کی نیت بھی تھی۔ کیونکہ جس راوی سے مفرد حج کی روایت منقول ہے اس سے قران کی روایت بھی مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ علیہ السلام مفرد تھے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ.....(۱)۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو معاویہ، اعمش، ابو سفیان) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔

(۲)..... حافظ بیہقی نے امام حاکم وغیرہ (اصم، احمد بن عبدالجبار، ابو معاویہ، اعمش، ابو سفیان) جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا، اس کے ساتھ عمرے کی نیت نہیں تھی۔ اس میں **"لیس معہ عمرۃ"** کا اضافہ بالکل عجیب و غریب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا روایت زیادہ محفوظ ہے'' واللہ اعلم۔

(۳)۔ مسلم شریف میں (جعفر بن محمد، ابو محمد) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حج کا احرام باندھا اور عمرے کا کوئی ذکر تک نہ تھا۔

(۴)..... ابن ماجہ میں (ہشام بن عمار، دراوردی حاتم بن اسماعیل، جعفر بن محمد، محمد) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کی نیت کی یہ سند عمدہ ہے۔

(۵)... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالوہاب ثقفی، حبیب، معلم، عطا) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے حج کا احرام باندھا سوائے نبی علیہ السلام اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔ (وھو فی البخاری)

آپ مفرد تھے بہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل بن محمد) کی معرفت عباد بن عباد سے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن عون کی معرفت عباد بن عباد، عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ حافظ ابوبکر بزار (حسن بن عبدالعزیز و محمد بن مسکین، بشر بن بکر، سعید بن عبدالعزیز بن زید بن اسلم) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا تلبیہ کہا یعنی مفرد حج کیا، یہ سند جید ہے اور سنن میں مذکور نہیں۔

مفرد تھے بہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ...... امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا اور ۴ ذی الحج کو مکہ پہنچے اور بطحا میں فجر کی نماز پڑھائی۔
مسلم شریف میں ابوحسان از ابن عباس رضی اللہ عنہ طویل حدیث مروی ہے کہ اس میں ہے کہ جب مقام بیداء پر نبی علیہ السلام کی سواری رسول اللہ ﷺ کو لے کر کھڑی ہوگئی تو حج کا تلبیہ کہا۔

خلفاء راشد کونسا حج کرتے تھے؟...... امام دارقطنی عبدالرحمن بن اسود کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا ان سب لوگوں نے مفرد حج کیا۔
امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خلفاء راشدین کا عمل اس لئے یہاں بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ہر کام قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبید اللہ القاسم بن اسماعیل و محمد بن مخلد، علی بن محمد بن معاویہ رزاز، عبداللہ بن نافع، عبداللہ بن عمر نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید کو امیر حج مقرر کیا اس نے مفرد حج کیا، پھر ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تو انہوں نے بھی مفرد حج کیا۔ پھر ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے بذات حج کیا تو آپ ﷺ نے مفرد حج کیا پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مفرد حج کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود حج کیا تو مفرد کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا تو انہوں نے بھی مفرد حج کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو مفرد کیا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قید کئے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی مفرد حج کیا۔
اس سند میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عمری نافع کا شاگرد ضعیف ہے، مگر بقول امام بیہقی صحیح سند سے اس کا گواہ موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ متمتع تھے...... مسند احمد میں امام زہری، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان سالم بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں حج کے ساتھ عمرے کو ملا کر حج تمتع کا تلبیہ کہا اور قربانی ذوالحلیفہ سے آپ ﷺ کے ساتھ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرے کا پھر حج کا تلبیہ کہا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اور بعض کے ساتھ نہیں تھے۔
جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ ﷺ نے خطاب فرمایا جس حاجی کے ساتھ قربانی کا جانور ہے وہ حج سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ عمرہ کرکے یعنی بیت اللہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کے بعد سر کے بال کٹوا کر احرام کھول دے پھر ۸ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے اور قربانی کرے۔ اور جس کو قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے اپنے وطن

واپس آ کر رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف شروع کیا سب سے پہلے حجر اسود کو چھوا پھر پہلے تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چکر عام رفتار سے، پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کی، پھر صفا مروہ کی سعی کی، پھر حج تک احرام نہ اتارا۔ قربانی کے دن قربانی کرنے کے بعد طواف افاضہ کیا اور جس حاجی کے ساتھ قربانی تھی اس نے بھی اس طرح حج کے اعمال اور ارکان ادا کئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بواسطہ امام زہری، عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کر کے تمتع کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا کیا، جس طرح امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکور بالا روایت سالم بن عبداللہ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اسی طرح یہ حدیث بخاری مسلم ابوداؤد اور سنن نسائی میں متعدد اسناد سے عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل...... اس حدیث سے ''مفرد حج'' مراد لینا بھی بڑا مشکل ہے کیونکہ اس میں عمرے کا ذکر موجود ہے، چاہے وہ حج سے پہلے ہو یا بعد میں اور ''تمتع'' مراد لینا بھی بڑا دشوار ہے کیونکہ عمرہ ادا کرنے کے بعد، آپ ﷺ نے احرام نہیں کھولا جیسا کہ حج تمتع کرنے والا کھول دیتا ہے۔ اور جس کا خیال یہ ہو کہ آپ ﷺ نے احرام اس وجہ سے نہیں اتارا کہ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے جیسا کہ حدیث حفصہ رضی اللہ عنہا سے سمجھا آتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ''فلا احل حتی انحر'' میں قربانی ذبح کر کے احرام اتاروں گا۔ تو یہ بھی اشکال سے خالی نہیں کیونکہ حج قران کے بارے میں جو روایات مروی ہیں ان میں کسی ضعیف سے ضعیف تر روایت میں بھی یہ مذکور نہیں کہ آپ ﷺ نے عمرے سے فارغ ہونے کے بعد فوراً حج کا احرام باندھا ہو۔

مسند احمد کی مذکور بالا روایت:

''تمتع رسول اللّٰہ ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج''

''حجۃ الوداع میں رسول اللہ نے حج کے ساتھ عمرہ ملا کر تمتع کیا''۔

سے اصطلاحی تمتع مراد لینا مشکل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام نہیں اتارا اگر اس سے لغوی تمتع یعنی ''حج قران'' مراد ہو تو تب یہ درست ہے۔ اسی طرح مسند احمد کی مذکور بالا روایت میں:

"بداء رسول اللّٰہ ﷺ فاهل بالعمرة ثم بالحج"

''رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرے کا پھر حج کا تلبیہ کہا۔''

کا مطلب اگر یہ ہو کہ آپ ﷺ نے تلبیہ میں پہلے عمرے کا لفظ ادا کیا پھر حج کا یعنی ''لبیک الهم عمرة و حجا'' کہا تو یہ آسان فہم ہے اور حج قران کے متضاد بھی نہیں۔ اگر اس سے یہ مراد کہ پہلے آپ ﷺ نے عمرہ کا تلبیہ کہا تو پھر طواف سے پہلے عمرے اور حج دونوں کا تلبیہ کہا تو اس مفہوم سے بھی حج قران ہی معلوم ہوتا ہے۔

اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ آپ ﷺ نے عمرے سے فراغت کے بعد ''یوم ترویہ'' سے پہلے حج کا احرام باندھا ہو تو اس کا کوئی بھی قائل نہیں اور جو شخص اس بات کا دعویٰ دار ہو، اس دعویٰ باطل ہے کیونکہ یہ بات کہیں بھی منقول نہیں، اور مزید یہ کہ یہ حدیث قران'' کے بھی خلاف ہے۔

غلط فہمی کی اصل وجہ...... مذکور بالا حدیث مسند احمد از ابن عمر کا پس منظر ایک اور سند سے یوں مروی ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا، اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حج کا ارادہ کیا، تو ان کے کسی صاحبزادے نے اپنے والد کو کہا اس سال جنگ کا خطرہ ہے اگر آپ حج ملتوی کر دیں تو بہتر ہے'' یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''رسول اللہ ﷺ نے جس طرح حدیبیہ میں کیا تھا، میں بھی اسی طرح کروں گا''۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ سے عمرے کا احرام باندھا جب بیداء کی چوٹی پر پہنچے تو فرمایا ''عمرہ یا حج کی ادائیگی میں کسی مانع کا

حائل ہونا اور محصور ہو جانا بالکل برابر ہے کوئی فرق نہیں"۔ اور حج کے احرام کی بھی نیت کر لی اور راوی نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا کہ پہلے عمرے کا تلبیہ کہا پھر حج کا بھی تلبیہ کہا اور اس نے اس طرح بیان کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا منشا اس تشبیہ سے صرف عمرہ یا حج سے محصور ہونے تک تھا۔

تیموریہ میں ہے "الالابی بکر" کہ ابو بکر کی خلافت کا اظہار کیا۔ مگر مصنف کی عبارت میں اس مفہوم کی بالکل گنجائش نہیں۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے تو ان سے دریافت کیا گیا: اے امیر المومنین! کیا آپ خلیفہ نامزد کریں گے تو فرمایا، اگر میں نامزد کر دوں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مجھ سے بہتر شخص (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے نامزد کر دیا تھا۔ اگر میں خلیفہ مقرر نہ کروں تو (بھی کوئی حرج نہیں کہ) مجھ سے بہتر شخص (رسول اللہ ﷺ) نے مقرر نہ کیا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر کیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ خلیفہ نامزد نہیں کریں گے۔

خلیفہ مقرر نہ کیا...... سفیان ثوری (عمرو قیس) عمرو بن سفیان سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لوگوں پر تسلط ہوا تو فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے امارت وخلافت کے بارے میں کچھ ذکر نہ فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ ہماری صوابدید سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ انہوں نے امارت قائم رکھا اور خود بھی راہ راست پر گامزن رہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

کچھ مزید تفصیل...... عبداللہ بن وہب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج کے محاصرہ اور جنگ کے دوران حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تو فرمایا اگر میں مکہ مکرمہ نہ جا سکا تو رسول اللہ ﷺ کی حدیبیہ والی سنت ضرور عمل کروں گا۔ چنانچہ ذوالحلیفہ میں عمرے کا احرام باندھا اور بیداء مقام پر پہنچ کر اپنے رفقا سے کہا حج یا عمرہ سے محصور ہو جانا بالکل برابر ہے کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا میں آپ کے سامنے عمرے کے ساتھ ساتھ حج کی نیت بھی کرتا ہوں، پھر بیت اللہ پہنچ کر طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی یعنی صرف ایک بار طواف کیا سات چکر لگائے حج اور عمرہ کے لئے صرف ایک ہی سعی پر اکتفا کیا۔ پھر حج کے بعد قربانی کی، یہ روایت صحیحین باختلاف سند نافع سے مذکور ہے۔

مسند عبدالرزاق میں بھی نافع سے اسی طرح مذکور ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ نقل کیا گیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے بھی اس طرح کیا تھا" بخاری میں لیث از نافع مذکور ہے کہ ۷۳ھ میں جب حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا اور اس دوران حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حج کا ارادہ کیا تو احباب نے کہا جنگ کا خطرہ ہے اندیشہ ہے کہ آپ بیت اللہ نہ پہنچ سکیں گے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے، ہم وہی کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں کیا تھا میں نے عمرے کا احرام باندھ لیا ہے، پھر بیداء پر تشریف لائے تو فرمایا حج یا عمرہ بات ایک ہی تو ہے اب میں عمرے کے ساتھ حج کی نیت کا اضافہ کرتا ہوں پھر قدید سے قربانی کا جانور خریدا پھر عید کے دن حج کے بعد قربانی کا جانور ذبح کر کے سر منڈایا اور احرام کھولا حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور ایک ہی بار صفا مروہ کی سعی پر اکتفا کیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بالکل اسی طرح ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی پر اکتفا کیا تھا۔

امام بخاری، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عبداللہ نے عرض کیا اس سال لڑائی کا خطرہ ہے آپ بیت اللہ میں نہیں جا سکیں گے آپ سفر نہ کریں تو بہتر ہے۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شروع میں بہ غرض حج تمتع، عمرے کا احرام باندھا پھر رکاوٹ کے خطرہ سے حج کی نیت کر کے قارن ہو جانے میں حج تمتع کی افضلیت کے قائلین کے لئے کھلا ثبوت ہے

تمتع...... بخاری اور مسلم میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک اور قرآن پاک کے زمانہ نزول میں ہم نے حج تمتع کیا، اب اپنی مرضی سے کوئی جو چاہے کرے۔ اس تمتع سے مراد انتفاع اور فائدہ ہے جس اطلاق کا قران اور تمتع دونوں پر ہوتا ہے "یعنی سفر ایک عمل دو"۔ یہ مفہوم مسلم شریف کی روایت سے واضح ہے جو حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی سفر میں "حج اور عمرے کو جمع فرمایا بہت سے اسلاف حج قران پر تمتع کا بھی اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ بمقام

عسفان تمتع کے بارے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان نزاع پیدا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جو عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے آپ کا اس سے منع کرنے کا کیا مقصد ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر لی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عمل......اور مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا جناب آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمتع کیا تھا یعنی حج اور عمرہ۔ ایک ساتھ ایک سفر میں کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! کیا تھا مگر ہم اس وقت خائف تھے۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، مقام حدیبیہ میں کفار نے آپ ﷺ کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اب اگر کوئی میرے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو تو میں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہوں گا، رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

سنو! میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی بھی نیت کر لی ہے۔ چنانچہ آپ بیت اللہ میں آئے تو عمرہ اور حج کے لئے ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی کی، صرف ایک بار سات چکر لگائے رواہ مسلم عن أیوب.

اقتداء......محصور ہونے کی صورت میں احرام کھول دینا حج اور عمرہ کے لئے صرف ایک طواف کرنا اور صفا مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سات چکر لگانے پر اکتفا کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی آپ کی مطاع اور مقتدا تھی، کیونکہ پہلے آپ نے تمتع بھی کر لیا اور قارن ہو گئے۔ کیونکہ حج یا عمرے سے رکاوٹ کا مسئلہ بالکل برابر ہے کوئی فرق نہیں۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور ایک بار صفا مروہ کے ساتھ چکر پر اکتفا کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار یہی ہے۔ اور ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حج قران کی روایت بھی مروی ہے اور نسائی میں نافع سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حج قران کیا اور ایک طواف (اور سعی پر) اکتفا کیا:

"ان ابن عمر قرن الحج والعمرة فطاف طوافا واحدا".

غلط فہمی کی نشان دہی......درحقیقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر، صرف رکاوٹ کی صورت میں احرام اتار دینا ایک طواف اور ایک سعی پر اکتفا کرتا تھا۔ مگر راوی نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر طواف سے پہلے حج کی بھی نیت کر لی۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد نہیں تھا، واللہ اعلم۔

دو روایتوں میں تضاد اور اس کا رفع......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسند کی روایت (اهل رسول الله بعمرة) کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرے کا تلبیہ کہا۔ ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت (اهل رسول الله بالحج) کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا تلبیہ کہا۔

دونوں روایات کو صحیح تسلیم کریں تو حج قران کا ثبوت ہم نے پہنچا ہے اگر توقف کریں اور کسی کو راجح مرجوح قرار نہ دیں تو دونوں روایتیں نا قابل دلیل ہیں۔ اگر مسند کی عمرہ والی روایت کو راجح قرار دیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مسلم میں یہ روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا تلبیہ کہا "اهل بالحج" بھی ملحوظ خاطر رہے تو یہ اضافہ حج قران کی صحت کا کا بین کھلا ثبوت ہو گا۔

مسلم شریف میں مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عمرہ ہے ہم نے اس کا مزید فائدہ حاصل کیا ہے جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو وہ احرام اتار دے، اب قیامت تک عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے بخاری و مسلم میں ابوجمرہ نصر بن عمران بصری ۱۲۳ھ کا بیان ہے کہ میں نے حج تمتع ادا کیا اور لوگوں نے مجھے منع کیا پھر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو آپ نے مجھے تمتع کرنے کا فتویٰ دیا۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے حج مبرور ہے اور تمتع مقبول ہے" میں نے یہ خواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سنایا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر کے بعد کہا یہ ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔

قعنبی وغیرہ، امام زہری سے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت سے روایت کرتے ہیں کہ جس سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا محمد بن عبداللہ بن حارث بن نوفل نے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ضحاک بن قیس کا تمتع اور حج کے ساتھ عمرہ ملانے کے متعلق مذاکرہ سنا۔ ضحاک نے کہا حج تمتع تو ایک جاہل اور لاعلم انسان ہی کر سکتا ہے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا "اے برادرزادہ تم نے غلط کہا۔ تو ضحاک نے جواب دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، سنو! یہ رسول اللہ ﷺ نے بذات کو خود کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ کیا رواہ النسائی والترمذی وقال صحیح۔

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بھی تمتع ہے...... مسند عبدالرزاق میں ہے غنیم بن قیس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے حج تمتع کے متعلق معلوم کیا تو آپ نے جواب دیا میں نے یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ میں کفر کی حالت میں مقیم تھے مسلم شریف میں غنیم بن قیس سے منقول ہے کہ میں نے حج تمتع کے متعلق حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے حج تمتع اس وقت ادا کیا جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ میں کافر تھے۔

یعنی لفظ "تمتع" کا اطلاق عام ہے اس سے مراد صرف اصطلاحی تمتع ہی نہیں بلکہ اس کا اطلاق اشہر حج میں عمرے پر بھی ہوتا ہے کیونکہ حج سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمرہ کیا جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک اس عمرہ سے مراد عمرہ قضا لیا ہے۔ باقی رہا عمرہ جعرانہ تو اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے اور مروی ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بال کسی عمرہ میں قینچی سے کترے تھے اور لا محالہ یہ واقعہ عمرہ جعرانہ کا ہی ہے، واللہ اعلم۔

نبی علیہ السلام قارن تھے...... صحیح بخاری اور سنن بیہقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وادی عقیق میں فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور عمرے کو حج میں شامل کرو اور عمرہ تا حیات حج میں داخل ہو چکا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ صبی بن معبد عیسائی تھا، مسلمان ہو کر اس نے جہاد کا ارادہ کیا تو کسی نے کہا، پہلے حج ادا کر لو۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کرنے کا مشورہ دیا، وہ حج اور عمرے کا تلبیہ کہتا ہوا زید رضی اللہ عنہ بن صوحان (۳۶ھ) اور سلمان رضی اللہ عنہ بن ربیعہ (۳۶ھ) کے پاس سے گزرا تو وہ آپس میں کہنے لگے "اپنی سواری سے بھی زیادہ احمق ہے" یہ بات اسے بری لگی تو اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا سنت رسول اللہ کی آپ کو توفیق ملی اور رہنمائی میسر ہوئی۔

ابو وائل، صبی بن معبد سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے میں عیسائی تھا، پھر مسلمان ہوا اور حج قران کیا' زید بن صوحان رضی اللہ عنہ اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے میرا تلبیہ سن کر کہا، تو اپنے اونٹ سے بھی زیادہ ناسمجھ ہے مجھے ان کی یہ بات بری لگی تو عمر و فاروق رضی اللہ عنہ سے شکوہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو سخت سست کہا اور بڑی ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھے فرمایا تجھے سنت نبوی ﷺ کی رہنمائی میسر ہوئی ہے۔ ابو وائل کہتے ہیں مسروق اور میں نے ابن معبد سے کئی بار یہ واقعہ دریافت کیا۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

کتاب الحج میں امام نسائی نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے واللہ میں آپ کو تمتع یعنی حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ملا کر ادا کرنے سے منع کرتا تھا، یہ قرآن کریم میں مذکور ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول ہے۔ (اسناد جید)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایات...... (۱)...... مسند احمد میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہ کی وادی عسفان میں ملاقات ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع یا عمرے کو حج کے ساتھ جمع کر کے ادا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جو کام رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اس سے آپ کیوں منع کرتے ہیں؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم یہ باتیں چھوڑ دو۔

(۲)...... صحیحین میں سعید بن مسیب سے مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عسفان میں باہم اختلاف رائے پیدا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا مقصد، سوائے سنت رسول سے منع کرنے کے اور کچھ نہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر بضد رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرے دونوں کا احرام ساتھ ہی باندھ لیا۔

(۳)...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج قران سے منع فرما رہے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا طور طریقہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا اور فرمایا میں کسی شخص کی ذاتی رائے سے سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک نہیں کرسکتا۔ (رواہ النسائی)

(۴)...... مسند احمد میں عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج قران سے منع فرمایا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ایسی ویسی باتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا' آپ کو بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج قران ادا کیا تھا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا" بالکل یاد ہے مگر ہم اس وقت خائف تھے" یہ جواب، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات کا اعتراف ہے، نیز یہ بات واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی طرح حج کی نیت کی تھی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احرام باقی رکھنے کا حکم فرمایا اور اپنی قربانیوں میں شریک فرمایا۔

(۵)...... موطا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مقداد بن اسود، سقیا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے دیکھا تو وہ اپنے اونٹوں کو آٹا اور چارہ کھلا رہے ہیں، ان سے عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو حج قران ادا کرنے سے منع فرما رہے ہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آٹے اور چارے سے آلودہ ہاتھوں کے ساتھ فوراً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے اور کہا آپ لوگوں کو حج قران سے منع فرما رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا، یہ میری اپنی رائے اور تجویز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "لبیک اللھم لبیک بحجۃ وعمرۃ" کہتے ہوئے ناراض ہو کر واپس چلے آئے۔

(۶)...... سنن ابوداؤد میں براء بن عازب کا بیان ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن میں تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں آئے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیسے نیت کی تھی؟ عرض کیا میں نے آپ کی نیت کی طرح نیت کی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں اور میں قارن ہوں۔

حافظ بیہقی نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے کیونکہ یہ الفاظ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں مذکور نہیں، ان کی بیان کردہ علت غلط ہے کہ یہ الفاظ اس میں مذکور ہیں جیسا کہ آئندہ اس کا بیان ہوگا۔

(۷)...... صحیح ابن حبان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اور میں یمن سے روانہ ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ کے احرام کی مانند احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ کہا ہے۔

قرآن کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت...... مسند احمد میں بکر بن عبداللہ مزنی، حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔ بکر کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہی تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ پھر میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اس بات سے آگاہ کیا تو آپ نے کہا ہمیں نادان، اور چھوٹا بچہ سمجھتے ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے سنا ہے، یہی روایت صحیحین میں بکر مزنی سے، حمید ہشیم اور حبیب بن شہید روایت کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ثابت بنانی، انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے عمرہ اور حج دونوں کا تلبیہ کہا۔

حافظ ابوبکر بزار (حسن بن قزعہ، سفیان بن حبیب، اشعث بن مالک، حسن بصری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ

السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا، مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرے سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا احرام اتار دو، وہ سن کر حیران ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا احرام کھول دو، اگر میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں بھی احرام اتار دیتا، چنانچہ سب نے احرام اتار دیئے حافظ بزاز کے بقول یہ روایت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے صرف اشعث ہی روایت کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ کی معرفت حمید بن تیرو یہ الطویل سے) روایت کرتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا، یہ ثلاثی سند شیخین کی شرط کی حامل ہے مگر صحاح ستہ میں مذکور نہیں۔ مسلم میں (یحییٰ بن یحییٰ، ہشیم یحییٰ بن اسحاق، عبدالعزیز بن مسیب، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، نیز مسند احمد میں (معمر بن یسر، عبداللہ، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

مسند بزاز میں (محمد بن مثنیٰ، عبدالوہاب، ایوب، ابوقلابہ، انس) (سلمہ بن شبیب، عبدالرزاق، معمر، ایوب، ابوقلابہ حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابوطلحہ کے ساتھ سفر میں تھا اور ابوطلحہ کے گھٹنے نبی علیہ السلام کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ حج اور عمرے کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔

حافظ بزار کہتے ہیں "وھو یلبی" میں ھو کا مرجع ابوطلحہ ہے رسول اکرم ﷺ نہیں۔ یعنی تلبیہ ابوطلحہ نے کہا اور آپ ﷺ نے اس کو منع نہیں کیا، یہ تاویل بہت کمزور اور بے معنی سی ہے کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے (جس میں ایسی تاویل کی بالکل گنجائش نہیں) نیز ضمیر کا مرجع قریب تر ہوتا ہے اور اس مقام میں یہ نہایت عمدہ اور قوی دلیل ہے، واللہ اعلم۔ اور سالم بن ابی جعد کی روایت میں اس تاویل کی واضح تردید موجود ہے۔

حافظ ابوبکر بزار (حسن بن عبدالعزیز جروی، محمد بن مسکین، بشر بن بکر، سعید بن عبدالعزیز تنوخی، زید بن اسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ نبی علیہ السلام نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا۔ یہ سند صحیح ہے اور شرط بخاری کی حامل ہے۔ امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر احمد بن حسن قاضی، ابوالعباس محمد بن یعقوب، عباس بن ولید بن یزید ولید بن یزید شعیب بن عبدالعزیز) زید بن اسلم وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے احرام کے متعلق دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا۔ پھر اگلے سال اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نے گذشتہ سال نہیں پوچھا تھا، اس نے کہا پوچھا تھا لیکن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ قارن تھے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، انس چھوٹے نا سمجھ بچے تھے ننگے سر عورتوں کے پاس بلا اجازت آتے جاتے رہتے تھے، اور میں نبی کریم ﷺ کی سواری کے قریب کھڑا تھا اس کی جگالی کی لعاب میرے جسم پر گر رہا تھی۔ میں نے اس حالت میں آپ ﷺ کو حج کا تلبیہ کہتے سنا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن آدم شریک، منصور، سالم بن ابی جعد) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حج اور عمرے کی نیت کر کے "لبیک بحجة و عمرة معا کہا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، ابوعوانہ، عثمان بن مغیرہ، سالم بن الجعد) سعد غلام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں آئے تو آپ نے کہا میں حج قران کرنا چاہتا ہوں جو قران کرنا چاہتا ہے وہ میری طرح (لبیک بحجة و عمرة معاً) کہے۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں مجھے انس رضی اللہ عنہ نے بتایا خدا کی قسم میرے پاؤں رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کو چھو رہے تھے اور آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ ایک ساتھ کہا، یہ روایت حافظ بزار کی بے جا تاویل کی نہایت عمدہ تردید ہے۔

حافظ ابوبکر رضی اللہ عنہ بزار (یحییٰ بن حبیب بن عربی، معتمر بن سلیمان تیمی، سلیمان تیمی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ سنا، یہ حدیث سلیمان تیمی سے صرف معتمر ہی روایت کرتا ہے اور معتمر سے صرف یحییٰ نے سنی ہے "وھو علی شرط الصحیح ولم یخرجوہ"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ سوید بن حجیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابوطلحہ کا رفیق سفر اور ابوطلحہ کا گھٹنا رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے کو تقریباً چھو رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ حج اور عمرے کا ایک ساتھ تلبیہ کہہ رہے تھے، یہ روایت بھی حافظ بزار کی بے جا اور غلط تاویل کی بصراحت تردید ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ عبداللہ بن زید ابوقلابہ جرمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا رفیق سفر تھا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور میرا قدم رسول اللہ ﷺ کے پائے دان کو چھو رہا تھا، میں نے آپ ﷺ کا تلبیہ سنا' آپ ﷺ حج اور عمرے کا تلبیہ اکٹھا کہہ رہے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چار رکعت مدینہ میں ظہر کی ادا فرمائی، پھر ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت ادا فرمائی، رات وہاں قیام فرمایا، پھر صبح کر کے مقام بیداء میں قیام فرمایا، پھر اللہ کی حمد و ثناء کے بعد حج و عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ کہا اور لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کہا۔

حافظ بزار بواسطہ علی بن زید بن جدعان، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قتادہ بن دعامہ سدوسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے؟ تو انہوں نے کہا ایک حج اور چار عمرے۔ ان میں سے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ کیا، متفق علیہ۔

امام احمد مصعب بن سلیم زبیری کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کا تلبیہ کہا۔ امام احمد یحییٰ بن اسحاق وغیرہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا حج اور عمرے کا تلبیہ سنا۔ آپ ﷺ کہہ رہے تھے "لبیک عمرة و حجا"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسن، زہیر، ابی اسحاق، ابی اسماء الصیقل) سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم مدینہ سے صرف حج کا تلبیہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو عمرہ میں بدل دو (اور حلال ہو جائیں) جو بات مجھے اب معلوم ہوئی ہے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں عمرے پر اکتفا کر کے احرام کھول دیتا لیکن میرے ہمراہ قربانی کے جانور ہیں اور میں قارن ہوں نسائی میں ہے "سمعت رسول الله يلبى بلهما، امام احمد ابوقدامہ حنفی، محمد بن عبید تامی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کون سا تلبیہ کہا؟ فرمایا میں نے ساتھ مرتبہ آپ ﷺ کا تلبیہ سنا، آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہہ رہے تھے' اسناد جید قوی"۔

صحیح ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قارن تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ بھی قارن تھے۔

تنبیہ...... امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کے بعض طرق بیان کر کے نکتہ چینی کی ہے کہ دراصل اس میں اشتباہ اور خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لاحق ہوا ہے دیگر راویوں کو نہیں دوسرا احتمال یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ حج قران کا تلبیہ کسی کو بتا رہے ہوں نہ کہ خود کہہ رہے ہوں، واللہ اعلم۔ اور قران کی جو روایات انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، ان کا ثبوت محل نظر ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض خود محل نظر اور نا قابل توجہ ہے بلکہ اس بحث کا نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس سے متواتر روایات میں بھی صحابی کے حافظہ اور یادداشت میں احتمال اور شکوک و شبہات کا پیدا ہونا لازم آتا ہے، اور ایسے شکوک پیدا کرنا بے شمار خطرات کا سبب بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قران کے بارے میں حضرت برا رضی اللہ عنہ کی روایت...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن بن بشران، علی بن محمد مصری ابوغسان مالک بن یحییٰ، یزید ہارون، زکریا بن ابی زائدہ، ابواسحاق) برا بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کیے اور یہ سب ذی قعدہ میں تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے ان میں سے ایک

عمرہ حج کے ساتھ تھا

امام بیہقی کہتے ہیں یہ سند محفوظ نہیں، میں (ابن کثیر) کہتا ہوں یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ بھی مروی ہے، جو عنقریب بیان ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت...... امام دارقطنی نے اپنے کئی اساتذہ سے (ابوبکر بن ابی داؤد محمد بن جعفر ابن رمیس، قاسم بن اسماعیل، ابوعبید، عثمان بن جعفر اللبان، احمد بن یحییٰ صوفی کی معرفت، زید بن حباب، سفیان ثوری، جعفر صادق، محمد باقر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے تین حج کئے دو ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد کیا جس کے ساتھ عمرہ بھی فرمایا۔

سند پر تبصرہ...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (عبداللہ بن ابی زیاد از زید بن حباب) از سفیان ثوری نقل کر کے کہا ہے کہ یہ غریب ہے اور سفیان ثوری سے صرف زید بن حباب ہی روایت کرتا ہے اور میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابو محمد الرازی م ۲۵۵ھ کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس میں یہ روایت عبداللہ بن ابی زیاد سے نقل کی ہے۔ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اس غیر معروف کہا۔ میرے خیال میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو محفوظ نہیں سمجھا اور فرمایا یہ روایت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ از ابی اسحاق از مجاہد مرسل مذکور ہے۔

امام بیہقی نے سنن کبیر میں نقل کیا ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا تو امام صاحب نے کہا یہ حدیث غلط ہے اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل مروی ہے اور زید بن حباب جب روایت نقل کرتا ہے تو بعض اوقات غلطی کرتا ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو (قاسم بن محمد بن عباد مہلبی، عبداللہ بن داؤد خریبی از سفیان بیان کیا ہے۔ اور یہ طریق ترمذی، بیہقی اور بخاری سے پوشیدہ رہا، اسی وجہ سے انہوں نے زید بن حباب کو منفرد کہا، حالانکہ وہ منفرد نہیں۔ واللہ اعلم)۔

ضعف کی تلافی...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی عمر، ابومعاویہ، حجاج ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرے کو ملا کر ادا کیا اور ان کے لئے صرف ایک ہی طواف کیا، یہ حدیث حسن (ایک نسخہ میں ہے) صحیح ہے صحیح ابن حبان میں جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے لئے صرف ایک ہی طواف کیا۔

بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن ارطاۃ اکثر ائمہ کے نزدیک مجروح ہے، لیکن مسند بزار میں یہ روایت (عبدالرحمان بن عثمان بن خثیم از ابوالزبیر) از جابر بھی مروی ہے (لہٰذا اس کے ضعف کی تلافی ہوگئی۔

ابوطلحہ زید بن سہل انصاری کی روایت...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، حجاج بن ارطاۃ، حسن سعد) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوطلحہ انصاری نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا، اور ابن ماجہ میں یہ روایت (از علی بن محمد از ابومعاویہ، از حجاج) مذکور ہے۔ حجاج میں ضعف ہے، واللہ اعلم۔

سراقہ بن مالک...... مسند احمد میں سراقہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرہ حج میں قیامت تک کے لئے ضم ہو چکا ہے۔

سعد بن ابی وقاص کی روایت...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس کا مذاکرہ سنا جس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور قران سے منع کیا تو ضحاک بن قیس م ۶۵ھ نے یہ کہا کہ قران تو جاہل اور مسائل سے نہ سمجھ انسان ہی کرتا ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا ابن اخی! اے بھتیجے! تم نے یہ غلط کہا، تو

ضحاک نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ پھر سعد نے کہا قران رسول اللہ ﷺ نے کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ قران کیا۔ امام نسائی اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قتیبہ کی معرفت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید سلیمان تیمی) غنیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے قران کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ہم نے قران اس وقت کیا، جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں بحالت کفر مقیم تھے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غنیم بن قیس اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سوال جواب ذکر کیا ہے اور مسند عبدالرزاق میں بھی یہ مذکور ہے۔

ابن ابی اوفی کی روایت ...... امام طبرانی نے عبداللہ بن اوفی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کو ملا کر کیا، آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ آئندہ آپ حج نہیں کر سکیں گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالمنذر، داؤد قطان، عمرو بن دینار، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار۔ ج ذیل عمرے کئے (۱) عمرہ حدیبیہ، (۲) عمرہ قضا (۳) عمرہ جعرانہ (۴) عمرہ حج کے ساتھ۔

یہ روایت عمرو بن دینار سے ابوداؤد، ماجہ اور ترمذی میں داؤد بن عبدالرحمٰن عطار مکی م ۱۷۵ھ بھی ذکر کرتے ہیں اور امام ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے نیز امام ترمذی نے یہ روایت بذریعہ سفیان بن عیینہ'' عمرو بن دینار سے مرسل بھی بیان کیا ہے حافظ بیہقی نے یہ روایت (ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بغوی، حسن بن ربیع، شہاب بن عباد) داؤد بن عبدالرحمٰن عطار سے نقل کی ہے اور اس میں ہے "الربعة التی قرنها مع حجة" امام ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بغوی م ۲۸۷ھ فرماتے ہیں یہ جملہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صرف داؤد بن عبدالرحمٰن عطار مکی م ۱۷۵ھ ہی نقل کرتے ہیں۔

فرشتے کی آمد اور حج قران ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ داؤد بن عبدالرحمٰن کے بارے میں فرماتے ہیں وہ صدوق اور سچا ہے مگر بعض اوقات اسے کچھ وہم ہو جاتا ہے نیز پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا میں نے ذوالحلیفہ کی وادی عقیق میں رسول اللہ ﷺ سے سنا میرے پاس فرشتہ آیا ہے، اس نے مجھے کہا ہے'' اس مبارک میدان میں نماز پڑھو اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر ادا کرو'' واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ...... بخاری اور مسلم میں سالم از ابن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں تمتع یعنی قران اصطلاحی کیا اور ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے عمرہ کا تلبیہ کہا پھر حج کی بھی نیت باندھ لی اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ نے احرام نہیں اتارا یعنی آپ ﷺ نے تمتع اصطلاحی نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ قارن تھے، اس لحاظ سے حج اور عمرے کیلئے صرف ایک سعی پر اکتفا کیا، جیسا کہ جمہور کا مختار مسلک ہے۔

حافظ ابویعلی موصلی (ابوخثیمہ، یحییٰ بن یمان، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ'' عبیداللہ، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قارن ہونے کی وجہ سے صرف ایک ہی طواف اور سعی پر اکتفا کیا۔ اور راستے سے قربانی کے جانور بھی خریدے۔ یہ سند عمدہ ہے اور سب راوی ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن یمان م ۱۸۹ھ اگرچہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہے لیکن اس کی وہ روایات جو ثوری سے مروی ہیں وہ مخدوش اور سخت منکر ہیں، واللہ اعلم۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مفرد حج کی جو روایات مذکور ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے ارکان علیحدہ علیحدہ ادا کئے، مفرد اصطلاحی مراد نہیں کہ پہلے حج کیا پھر ذوالحجہ میں عمرہ کیا جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ از امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ صدقہ بن یسار ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حج سے پہلے عمرہ کرنا اور قربانی ساتھ لے جانا نسبت حج کے بعد ماہ ذوالحج میں عمرہ کرنے سے زیادہ محبوب اور پسند ہے۔

عبداللہ بن عمرو کی روایت کے متن اور سند میں ضعف ...... امام احمد (ابواحمد زبیری، یونس بن حارث ثقفی، عمرو بن شعیب، ربیعہ)

جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا، اس اندیشے کی وجہ سے کہ بیت اللہ میں داخل نہ ہوسکیں اور فرمایا حج نہ ہوسکا تو کم از کم عمرہ ہی ہو جائے گا۔

یہ حدیث سند اور متن دونوں کے لحاظ سے ضعیف ہے، امام احمد یحیٰی بن معین اور امام نسائی نے یونس ثقفی کو مضطرب الحدیث اور ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک تعجب خیز بات ...... اور یہ الفاظ "انما قرن خشية ان يصد عن البيت وقال ان لم يكن حجة فعمرة" کہ آپ نے حج قران اس خطرہ سے کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ میں جانے سے کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ بتائیے! آپ کو بیت اللہ سے کون روک سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کی اشاعت کے لئے راستہ ہموار کر دیا ہے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا گذشتہ سال منیٰ میں اعلان ہوا کہ آئندہ کوئی مشرک حج کو نہ آئے نہ کوئی برہنہ ہو کہ طواف کرے، اس پر مزید یہ کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا جم غفیر تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ شریف سے روکے جانے کے خطرے کا قول امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قول (اجل ولكنا كنا خائفين) "مگر ہم اس وقت خوف وخطرہ سے دوچار تھے" سے زیادہ تعجب خیز بات معلوم نہیں یہ خطرہ آنحضرت کو کس جانب سے لاحق تھا۔ دراصل یہ بات صحابی اور غیر معصوم سے روایت کے ضمن میں آئی ہے۔ وہ روایت صحیح ہے اور یہ ضمنی بات ایک غیر معصوم کی اپنی رائے ہے وہی اس کا ذمہ دار ہے اور یہ کسی کے لئے حجت نہیں اور نہ ہی اس سے صحیح حدیث کو رد کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

عمران بن حصین کی روایت ...... امام احمد (محمد بن جعفر حجاج، شعبہ، حمید بن ہلال) مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عمران رضی اللہ عنہ بن حصین نے کہا میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تیرے لئے اس سے کچھ نفع کا سامان پیدا کرے، سنو! رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا پھر آخر دم تک آپ ﷺ نے نہ اس سے منع فرمایا اور نہ ہی قرآن کریم میں اس کی حرمت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ مجھے سلام کہتے (اور دعا دیتے) لیکن جب میں نے ایک مرض کا علاج کیا اور داغ دینے سے شروع کیا تو آپ ﷺ نے سلام کرنا چھوڑ دیا۔ جب میں نے یہ طریقہ علاج ترک کر دیا تو آپ ﷺ نے پھر سلام اور دعا دینا شروع کر دی یہ روایت مسلم بخاری اور نسائی میں متعدد سناد سے مروی ہے اور امام دار قطنی نے مذکور سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ ...... عبداللہ بن امام احمد، ہرماس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کا فریق سفر تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹ پر سوار "لبيك بحجة وعمرة معا" کہتے سنا یعنی آپ قارن تھے۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے احرام کیوں نہیں اتارا، فرمایا میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں۔ میں قربانی ذبح کرنے کے بعد ہی احرام اتار دوں گا، یہ روایت بواسطہ ابن عمر رضی اللہ عنہ از حفصہ رضی اللہ عنہا متعدد اسناد سے باختلاف الفاظ مروی ہے جس میں قران کی صراحت مذکور ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم سب نے عمرے کا تلبیہ کہا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ عمرے کے ساتھ حج کا بھی تلبیہ کہہ لے پھر وہ ان دونوں سے فارغ ہونے کے بعد حلال ہو چنانچہ میں مکہ پہنچی اور عمرے کی ادائیگی سے پہلے ہی ایام حیض سے ہو گئی میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، سر کے بال کھول کر، کنگھی کر لو، عمرہ ترک کر کے حج کا احرام باندھ لو، چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی، جب میں حج سے فارغ ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھائی عبدالرحمٰن کے ساتھ (عمرہ کے احرام کے لئے) تنعیم روانہ کیا اور میں عمرے سے فارغ ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عمرہ تیرے اس عمرہ کے بدلے میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا وہ لوگ طواف اور سعی کرنے کے بعد حلال ہو گئے، پھر ان لوگوں نے منیٰ میں قربانی سے فراغت کے بعد بیت اللہ کا طواف اور سعی کی، اور جن لوگوں نے عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا، انہوں نے صرف ایک ہی طواف (اور سعی پر اکتفا) کیا۔ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے میں نے عمرے کا تلبیہ کہا اور میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ عمرے کے ساتھ حج کا تلبیہ کہے، پھر ان دونوں سے فراغت کے بعد حلال ہو۔

حدیث کا مقصد..... یہ حدیث بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس کے پاس قربانی کا جانور ہے وہ حج اور عمرے کا اکٹھا احرام باندھیں اور یہ واضح ہے کہ آپ ﷺ کے پاس قربانی کے جانور تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے اس حکم کی تعمیل کی کیونکہ مقرر اور خطاب کرنے والا بھی اپنے خطاب اور تقریر کے عام مفہوم میں داخل ہوتا ہے اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ اکٹھا ادا کیا، ان سب نے صفا مروہ کا ایک ہی بات (سات مرتبہ) چکر لگایا اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کا ایک بار ہی سات مرتبہ چکر لگایا لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے قران کیا۔ اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ قربانی کے جانور رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر اور فراخدمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ حج اور عمرے سے فارغ ہونے کے بعد ہی حلال ہوئے اور متمتع نہ تھے۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عمرہ کی درخواست کی کہ سب لوگ حج اور عمرہ دو عبادتیں کر کے واپس ہوں گے" اور میں صرف ایک ہی عبادت (حج) کر کے واپس جاؤں لہٰذا آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا، چنانچہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا اور یہ بات کہیں بھی مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد عمرہ کیا ہو، لہٰذا آپ مفرد نہ تھے، تو واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ قارن تھے کیونکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ بھی ادا فرمایا۔

حافظ بیہقی نے حضرت براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین عمرے کئے اور یہ سب عمرے ماہ ذیقعد میں تھے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول اللہ نے چار عمرے کئے تھے، ایک عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ تھا۔ خلافیات میں امام بیہقی نے بیان کیا ہے، مجاہد کہتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے کئے ہیں تو کہا دو عمرے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابن عمر کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے ساتھ عمرہ کے علاوہ تین عمرے ادا کئے تھے۔ امام بیہقی کہتے ہیں اس کی سند میں کوئی ایسی بات نہیں یہ سند مرسل ہے۔ کیونکہ بعض محدثین کے نزدیک مجاہد م ۱۰۳ھ کا عائشہ رضی اللہ عنہا ۵۸ھ سے سماع ثابت نہیں۔ امام شعبہ بھی سماع کا انکار کرتے ہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم نے ان سے سماع کو ثابت کیا ہے، واللہ اعلم۔

قاسم بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عروہ بن زبیر وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قربانی کے جانور تھے اور تنعیم سے عمرہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا پھر سب نے وادی محصب میں رات گزاری اور فجر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا کی پھر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ یہ ایسے اہم دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے بعد عمرہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی صحابی سے یہ منقول ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے درمیان احرام نہیں اتارا اور نہ ہی یہ بات کسی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عمرے کے بعد حلق یا قصر کیا ہو بلکہ آپ ﷺ برابر احرام کی حالت میں رہے اور نہ ہی کہیں یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے منیٰ جانے سے احرام باندھا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع نہیں کیا اور تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے سال عمرہ ادا کیا، حج اور عمرہ کے درمیان احرام نہیں کھولا اور نہ ہی حج کا نیا احرام باندھا اور نہ ہی حج کے بعد عمرہ کیا، یہ ایسے مضبوط دلائل ہیں جن کا جواب ممکن نہیں، واللہ اعلم۔ نیز حج قران کی روایات مثبت ہیں۔ حج افراد اور تمتع کی روایات میں نہ اس کی نفی ہے نہ ہی اس کا بیان ہے لہٰذا یہ مثبت روایات منفی روایات پر مقدم ہوں گی۔ جیسا کہ علم اصول میں مذکور ہے۔

ایک اور دلیل ... صحیح ابن حبان میں اور حجۃ الوداع میں ابن حزم نے (لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب اسلم) ابوعمران سے روایت کیا ہے کہ میں ام سلمہ ام المومنین کی خدمت میں عرض کیا۔ میں نے ابھی تک کوئی حج نہیں کیا، یہ بتایئے کہ پہلے عمرہ کروں یا حج؟ جس سے چاہو شروع کرو۔ ابوعمران کہتے ہیں پھر میں نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرح جواب دیا' پھر میں نے یہ پوری بات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گوش گزار کی تو آپ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا' اے آل محمد! جو شخص تم میں سے حج کرے وہ حج کے ساتھ عمرہ بھی کرے۔

روایات میں تطبیق اور قارن کے متعلق ائمہ کرام کے مذاہب...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مفرد تھے، پھر بعینہ ان صحابہ رضی اللہ عنہ یا دوسرے چند صحابہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ قارن تھے۔ تو اس کی تطبیق یوں ہے کہ جس صحابی رضی اللہ عنہ سے حج افراد منقول ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے حج کے ارکان مستقل علیحدہ ادا کئے اور عمرہ اس میں بطور نیت وقت اور عمل کے داخل تھا۔ اسی بات کے پیش نظر آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں میں ایک طواف اور صفا مروہ کے سات چکر پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ جمہور رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ قارن کو دو طواف اور دو دفعہ سعی کرنی چاہئے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ایسا ہی منقول ہے مگر ان کی طرف اس روایت کی نسبت محل نظر ہے باقی رہا جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے تمتع منقول ہے، ان سے قران بھی مذکور ہے۔

تو اس کا مطلب ہم بیان کر چکے ہیں کہ علماء کرام کے ہاں تمتع کا مفہوم نہایت وسیع ہے جس کا اطلاق وہ حج تمتع، قران بلکہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے پر بھی کرتے ہیں ... ن ابی وقاص کی روایت میں مذکور ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمتع کیا اور یہ امیر معاویہ اس وقت مکہ میں غیر مسلم تھے اور تمتع سے مراد یہاں حدیبیہ اور قضاء کا عمرہ مراد ہے کیونکہ عمرہ جعرانہ کے وقت بوقت فتح مکہ حد ہوا آپ اس وقت مسلمان تھے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں (ہشام از قتادہ صفوان بن خالد ابی شیخ ہنائی) سے مذکور ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھالوں کے زین پوش پر سوار ہونے سے منع فرمایا تھا؟ تو سب نے اثبات میں جواب دیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی اس بات کی گواہی دی۔ پھر ان سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سونا پہننے سے منع فرمایا تھا سوائے معمولی سونے کے تو سب نے تصدیق کی اس کے بعد پوچھا کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران سے منع فرمایا تھا، سب نے کہا بالکل نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا "و اللّٰہ انھا لمعھن" "واللہ حج قران بھی مذکورہ اشیا کی طرح ممنوع ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، ہمام، قتادہ) ابو شیخ ہنائی سے روایت کرتے ہیں کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا خدا کیلئے بتا ئیں کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھالوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا تھا؟ سب نے "ہاں" میں جواب دیا، پھر پوچھا کیا یہ بات بھی آپ کے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونا پہننے سے منع فرمایا تھا سوائے معمولی ریزوں کے سب نے ہاں میں جواب دیا اور تصدیق کی اس کے بعد پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ یعنی حج تمتع سے منع فرمایا تھا؟ سب نے نفی میں جواب دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر سعید، قتادہ) ابو شیخ ہنائی سے روایت کرتے ہیں کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں، میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں موجود تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیتوں کی کھالوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا تھا، سب نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے۔ سب نے تصدیق کی، پھر پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ سب نے بیک زبان تصدیق کی اس کے بعد پوچھا، کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قران سے منع فرمایا ہے سب نے کہا بالکل نہیں۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم قران بھی مذکورہ اشیاء کی طرح ممنوع ہے (قتادہ سے حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے) لیکن آپ ﷺ بھول گئے ہیں، اسی طرح اشعث بن نزار، سعید بن عروبہ اور

ہمام نے بھی قتادہ سے نقل کیا ہے۔

ابو ہتائی سے مطر وراق بہیس بن فہدان نے بھی حج تمتع بڑی کے متعلق ممانعت بیان کی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ مذکور ہے۔ اس حدیث کی سند جید اور عمدہ ہے۔

حج قرآن سے ممانعت کی غلط فہمی..... اور یہ ہتائی کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے قران اور حج تمتع کی ممانعت کی روایت بڑی عجیب بھی گئی ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایات میں جو قرآن اور متعہ حج کی ممانعت بیان کی گئی ہے شاید اصل حدیث میں مطلق متعہ سے ممانعت مذکور ہو لیکن راوی نے اس کو حج تمتع سمجھا ہو اور حقیقت میں یہ عورتوں کے متعہ کے متعلق ہو۔ یا قران سے مراد ۳۔۱۲ اکٹھی کھجوریں اٹھا کر کھانے سے منع فرمایا ہو، جیسا کہ حدیث ابن عمر میں ہے (**نهى عن القران الا ان يستاذن احدكم صاحبه**) اور راوی کو ''حج قران'' سے ممانعت کی غلط فہمی ہو گئی ہو۔

یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس ممانعت کو بصیغہ مجہول بیان کیا ہو کہ فلاں فلاں چیزیں ممنوع ہیں۔ اور راوی نے اس کو بصیغہ معروف سمجھ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف غلطی سے منسوب کر دیا ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور ممانعت کی وجہ...... حج قران اور تمتع کی ممانعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن یہ ممانعت بھی ان سے قطعی اور حتمی طور پر منقول نہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بلکہ وہ اسلئے منع کرتے تھے کہ حج اور عمرہ کیلئے جدا جدا سفر اختیار کیا جائے تا کہ بیت اللہ شریف کی زیارت بار بار اور بکثرت ہو۔

اتباع سنت. حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بہت مرعوب اور خوف زدہ تھے، عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ سے کر لیتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا، آپ کے والد تو اس بات سے منع کرتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ جواب میں کہتے ہیں، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔ سنو! رسول اللہ ﷺ نے یہ فعل بذات خود کیا ہے

"ابسنة رسول الله تتبع ام سنة عمر بن حطاب"

کیا سنت رسول ﷺ کی پیروی کی جائے گی یا عمر بن خطاب کی بات کی''۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حج قران سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی مخالفت کی، اور فرمایا میں کسی شخص کی اپنی ذاتی رائے کی خاطر سنت رسول اللہ ترک نہیں کر سکتا۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے حج تمتع کیا اس کے بعد نہ قرآن کریم میں اس کی حرمت کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی اور نہ ہی وفات تک رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

صحیح مسلم میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حج تمتع سے انکار کا حق سے نوٹس لیا اور فرمایا ہم نے اس وقت تمتع کیا جب یہ مدینہ میں مقیم تھے۔

اس مسئلے میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق   امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گزشتہ بیان کی گئی روایات سے اچھی طرح واضح ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام قارن تھے۔ آپ کے وصال اور [illegible] کے درمیان صرف ایک ہی [illegible] کا فرق تھا [illegible] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ سے [illegible] آپ ﷺ نے حج قران سے منع فرمایا ہوتا تو اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے یہ نقل کرتے۔ [illegible] یہ روایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محفوظ اور صحیح طور پر منقول نہیں، واللہ اعلم۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن صالح، ابن وہب، حیوہ، ابوعیسٰی خراسانی، عبداللہ بن قاسم خراسانی) سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی دی کہ میں نے مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع فرمارہے تھے۔ یہ سند محل نظر ہے اور علت سے خالی نہیں، اگر اس صحابی سے مراد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہو تو اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا احرام مطلق تھا...... رسول اللہ ﷺ نے شروع میں مطلق احرام باندھا، حج اور عمرے کا کوئی تعین نہیں کیا بعد میں اس کو معین فرمایا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی افضلیت منقول ہے، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، ابن طاؤس، ابراہیم بن میسرہ، ہشام حجیر) طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے حج اور عمرہ کی تعیین نہیں فرمائی بلکہ آپ ﷺ آسمانی فیصلہ کے منتظر تھے۔ چنانچہ صفا اور مروہ کے درمیان آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب فرمایا جس کے پاس قربانی کے جانور نہیں وہ عربی کی نیت کرے نیز آپ نے فرمایا یہ بات اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا لیکن اب میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں اور میں سر کے بال اچھی طرح چپکا چکا ہوں، میں قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد ہی احرام کھولوں گا۔ اسی دوران سراقہ بن مالک نے سوال کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا عمرہ حج کے ساتھ صرف اس سال ہی کے لئے ملحق ہوا ہے یا ہمیشہ کے لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ قیامت تک کیلئے عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے کیا تلبیہ کہا تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کے تلبیہ کے مطابق تلبیہ کہا ہے۔

یہ طاؤس کی مرسل روایت ہے اس میں نہایت غرابت اور عجوبہ پن ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اصول یہ ہے کہ وہ مرسل روایت کو بغیر کسی تائید کے قبول نہیں کرتے الا یہ کہ وہ بڑے تابعیوں سے منقول ہو، کیونکہ وہ عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ہی مرسل روایت کرتے ہیں۔ اور یہ مذکورہ بالا مرسل روایت اس قبیل سے نہیں بلکہ یہ تمام گذشتہ روایات کے مخالف ہے افراد تمتع اور قران کی احادیث سب مسند اور مرفوع ہیں، لہٰذا یہ اس مرسل روایت سے مقدم اور راجح ہیں، دیگر یہ مرسل روایت مخفی ہے اور وہ مثبت اور یہ مسلم ہے کہ مثبت منفی سے مقدم ہوتا ہے اگر دونوں برابر اور یکساں ہوں اور یہاں بات الٹی ہے کہ مرفوع روایت صحیح ہے اور مرسل انقطاع سند کی وجہ سے ناقابل دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان..... حافظ بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حج اور عمرے کا ذکر کئے بغیر ہی تلبیہ کہہ رہے تھے۔ جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے احرام اتارنے کا حکم فرمایا جب منٰی سے کوچ کا وقت آیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو ایام حیض کی حالت لاحق ہو گئی چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا لگتا ہے کہ تو ہمیں سفر سے روکے، بھلا تم نے طواف افاضہ کر لیا تھا؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا چلو کوچ کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے عمرہ نہیں کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ تنعیم سے عمرے کا احرام باندھ آؤ، چنانچہ ان کے ساتھ عبدالرحمن گئے (عمرہ سے فارغ ہو کر واپس آئے) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ہم رسول اللہ ﷺ سے رات کو اس وقت ملے جب آپ ﷺ چل رہے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد یعنی ابن یحیٰی ذہلی کے واسطہ سے محاضر بن مورع سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور صرف حج کا ہی تذکرہ تھا یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گذشتہ بیان کی گئی روایات کے زیادہ مشابہ ہے لیکن مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج اور عمرہ کا نام لئے بغیر روانہ ہوئے۔ اسود کی معرفت حضرت عائشہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور ہمارا ارادہ صرف حج کا تھا'' یہ روایت سب روایات سے درست اور ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک روایت میں اسی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ منقول ہے ''ہم حج اور عمرے کا نام لئے بغیر تلبیہ کہہ رہے تھے'' یعنی تلبیہ مطلق

کہہ رہے تھے، حج اور عمرے کا نام لئے بغیر اگر چہ احرام باندھتے وقت اس کی نیت کی تھی۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ (لبیک اللھم حجا و عمرۃ) حج اور عمرے کا تلبیہ کہہ رہے تھے اور اصحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی بلند آواز سے حج اور عمرے کا نعرہ لگا رہے تھے۔

مسلم شریف کی وہ روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آئے اور بلند آواز سے حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، کی مطابقت حج قران سے ذرا مشکل لگتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تلبیہ کا بیان اور عبادت ... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ ہے:

لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لاشریک لک.

''اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں موجود ہوں، بیشک ہر طرح کی تعریف اور احسان تیرا ہی ہے حکومت اور بادشاہت تیرا ہی حق ہے۔ کوئی تیرا شریک نہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے:

لبیک لک وسعد یک والخیر فی یدیک لبیک والر غباء الیک والعمل

''تیری بارگاہ میں حاضر ہوں عبادت میں تیری موافقت کرتا ہوں، خیر و برکت تیرے دست قدرت میں ہے، میں حاضر اور موجود ہوں، تیری طرف میری توجہ اور رغبت ہے اور عمل بھی تیرے لئے ہے۔''

ایک روایت میں نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے یہ تلبیہ نبی علیہ السلام سے اخذ کیا۔ مسلم شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تلبیہ سنا۔

لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لاشریک لک

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے اور سوار ہو کر مذکور بالا تلبیہ کہتے۔ نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کا یہ تلبیہ پڑھتے:

لبیک اللّٰھم لبیک وسعد یک الخیر فی یدیک لبیک والر غباء الیک والعمل.

بخاری شریف میں از ابو عطیہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ کا تلبیہ خوب یاد ہے، ابو قطیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ تلبیہ سنا۔

لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

(رواہ امام احمد ایضاً وابوداؤد طیالسی)

حافظ بیہقی رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ بھی روایت کرتے ہے (لبیک الہ الحق) یہ سنن نسائی اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔ بقول امام نسائی بعض نے اس کو مرفوع بیان کیا ہے۔ اور بعض نے مرسل۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام تلبیہ کہہ رہے تھے، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ ایک بڑے ہجوم کے ساتھ تھے، گویا آپ ﷺ کو یہ منظر پسند آیا۔ اور تلبیہ میں یہ اضافہ فرمایا لبیک ان العیش عیش الاخرۃ خدایا، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، زندگی حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے۔ اس حدیث کے راوی ابن جریج کا بیان ہے کہ یہ عرفات کے دن کا واقعہ ہے۔

حافظ بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفت میں خطبہ ارشاد فرمایا اور (لبیک اللھم

لبیک) کہا اور اس میں مزید یہ فرمایا (انما الخیر خیر الاخرۃ) خیر و خوبی صرف آخرت کی زندگی میں ہی ہے۔

بلند آواز سے تلبیہ کہنا امام احمد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا ارشاد فرمایا اور یہ حج کے شعائر اور رسومات و عبادات میں سے ہے یہ سنن بیہقی میں بھی مذکور ہے۔ مسند عبدالرزاق میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایئے کہ بلند آواز سے تلبیہ کہیں یہ حج کا شعار ہے۔ یہ ابن ماجہ شیخ ابوالحجاج مزی کی کتاب ''الاعراف'' میں بھی مذکور ہے۔ مسند احمد میں زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبرائیل آئے ہیں اور یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو حکم دیں کہ تلبیہ بلند آواز سے کہیں یہ سنن اربعہ میں بھی مذکور ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر محمد بن عمرو بن حزم نے یہ تحریر بھیجی کہ عبدالملک بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام از خلاد بن سائب از سائب بن خلاد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بتایا کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے کی تلقین کریں، شیخ ابوالحجاج مزی نے یہ روایت اطراف میں بیان کی ہے۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید کی معرفت جعفر صادق از محمد باقر) روایت کرتے ہیں کہ میری ملاقات بنی سلمہ کے محلہ میں جابر بن عبداللہ سے ہوئی، ہم نے ان سے حجۃ الوداع کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں نو سال قیام کے دوران حج نہ کیا، پھر ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرمایا، چنانچہ ایک جم غفیر اور بہت سے لوگ مدینہ منورہ میں جمع ہو گئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں حج ادا کریں۔

روانگی رسول اللہ ﷺ ذی قعدہ کے ختم ہونے میں پانچ دن باقی تھے تو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے ہم بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

محمد بن ابی بکر کی ولادت ذوالحلیفہ میں پہنچے تو اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اس نے رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرایا کہ اب کیا کروں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غسل کر کے احرام باندھ لو۔

تلبیہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک کہا، **لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک** لوگ اس تلبیہ میں کمی بیشی کر رہے تھے اور نبی علیہ السلام یہ سب سن کر خاموش تھے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے دائیں بائیں جہاں تک نظر جاتی تھی پیدل اور سوار لوگوں کا بڑا ہجوم اور جم غفیر نظر آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا رسول اللہ ﷺ اس کے معنی اور مفہوم سے خوب آگاہ تھے جو آپ ﷺ فرماتے اور کرتے ہم ان کی اقتدا اور اتباع کرتے۔

نیت جب ہم روانہ ہوئے تو ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا۔ بیت اللہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حجر اسود کا بوسہ لیا اور استلام کیا، پھر طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور آخری چار چکروں میں حسب معمول چلتے رہے، طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آئے اور واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی تلاوت کی۔ اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی پہلی رکعت میں سورت اخلاص اور دوسری میں سورت الکافرون تلاوت کی۔

سعی پھر حجر اسود کا بوسہ لے کر صفا پر تشریف لے گئے اور ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ پڑھ کر فرمایا ہم بھی اس سے شروع کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کوہ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ نظر آیا تو دعا کی:

لاالہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیءٍ قدیر، لاالہ الااللّٰہ وحدہ انجز وعدہ وصدق وعدہ وھزم الاحزاب وحدہ.

''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک اور اسی کی حمد وثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ صرف وہ اکیلا الٰہ ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وعدہ سچا دکھایا اور اس نے تمام قبائل کو شکست دی۔''

پھر رسول اللہ ﷺ کوہ صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چل پڑے، جب بالکل ہموار زمین پر آئے تو رمل اور تیز رفتاری سے چلے جب مروہ کی چڑھائی شروع ہوئی تو آہستہ ہو گئے پھر مروہ پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف دیکھا تو کوہ صفا والی دعائیں پڑھیں۔ جب مروہ کے پاس ساتواں چکر لگایا تو فرمایا دُوا سنو! مجھے اب معلوم ہوا ہے اگر پہلے معلوم ہوتا تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور عمرہ کر کے احرام کھول دیتا چنانچہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ صرف عمرہ ہی کر کے احرام کھول دے چنانچہ ایسے لوگوں نے احرام کھول دیئے۔

عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے...... سراقہ بن مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حج کے دنوں میں یہ عمرہ کی رخصت صرف اسی سال کے لئے مخصوص ہے یا قیامت تک۔ آپ ﷺ نے انگلیوں میں انگلیاں داخل کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں ضم ہو چکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور قربانی کے جانور ساتھ لائے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی قربانی کے جانور تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے احرام اتار کر تیار رنگین لباس بدل لیا اور آنکھوں میں کاجل لگالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا' فرمایا والد صاحب نے مجھے اجازت دی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پوچھنے کے لئے چلا آیا کہ آپ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بھاروں اور غصہ دلاؤں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی اس نے سچ کہا ہے میں نے اسے اجازت دی تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے کون سا احرام باندھا، تو آپ نے عرض کیا میں نے وہ احرام باندھا جو اللہ کے رسول اللہ نے باندھا اور میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں۔ تو آپ نے فرمایا احرام مت کھولو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آنحضرتؐ کی قربانی کے جانور ایک سو تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ قربانیاں ذبح کیں اور باقی ماندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیں۔ پھر آپ نے ہر قربانی سے ایک ایک بوٹی جمع کروائی، پکا کر دونوں نے گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے یہاں قربانی کی ہے اور منیٰ کا سارا میدان قربان گاہ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں قیام کیا اور فرمایا میں نے یہاں قیام کیا ہے اور عرفات کا سارا میدان قیام گاہ ہے پھر مزدلفہ میں رات گزاری اور فرمایا مزدلفہ کا سارا میدان رات بھر قیام کرنے کا مقام اور موقف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کا آخری حصہ نہایت مختصر بیان کیا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مناسک میں مفصل بیان کیا ہے کہ عمرہ سے جب لوگ فارغ ہوئے تو ترویہ (آٹھ ذی حج) کے روز لوگ حج کا احرام باندھ کر منیٰ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ بھی سوار ہو کر میدان منیٰ میں تشریف لائے وہاں ظہر، عصر مغرب عشاء اور نو ذی الحج کی فجر پڑھی۔ نمرہ مقام میں خیمہ نصب کرنے کا حکم فرمایا اور طلوع آفتاب کے بعد آپ منیٰ سے روانہ ہوئے۔ قریش کا خیال تھا کہ آپ ﷺ مشعر الحرام میں قیام فرمائیں گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ برابر چلتے رہے اور میدان عرفات کے پاس پہنچ گئے، اس خیمہ میں قیام فرمایا زوال کے بعد قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے، اور خطاب فرمایا:

خطبہ...... ان دماء کم وأموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا، فی بلدکم ھذا، الاکل شیءٍ من أمر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعا فی بنی سعد فقتلتہ ھذیل، وربا الجاھلیۃ موضوع واول ربا اضعہ من ربانا ربا العباس بن عبدالمطلب فانہ موضوع کلہ واتقوا اللّٰہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامانۃ اللّٰہ واستحللتم فروجھن لکلمۃ اللّٰہ ولکم علیھن ان

لایوطئن فرشکم احداً تکرھونہ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضرب اغیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف وقد ترکت فیکم مالم تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللّٰہ وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون قالوا؟ نشھد انک قد بلغت ونصحت وادیت فقال باصبعہ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکتھا الی الناس اللّٰھم اشھد ثلاث مرات.

''تمہارا خون اور مال ایک دوسرے پر حرام اور قابل احترام ہے جیسے کہ آج کا دن تمہارے لئے اس مہینہ میں اس بلد میں محترم ہے۔

سنو! جاہلی دور کی تمام رسومات میرے پاؤں تلے روندی جا چکی ہیں۔ جاہلی زمانہ کے تمام قتل معاف اور کالعدم ہیں سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث کے بیٹے (مسمی آدم یا تمام) کا خون معاف اور ساقط کرتا ہوں جو بنی سعد میں پرورش پا رہا تھا، اور اس کو ہذیل قبیلے نے قتل کر ڈالا جاہلیت کے وقت کے تمام سود ختم اور نا قابل گرفت ہیں سب سے پہلا سود میں اپنے خاندان میں سے چچا عباس کا ختم کرتا ہوں، وہ بالکل معاف ہے۔

عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو اللہ سے اقرار کر کے قبول کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان سے تم ان کے اجسام کو حلال سمجھتے ہو۔ شوہروں کا عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو غیر مرد سے پامال نہ کریں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں دھول دھپہ اور سرزنش کرو، اور بیویوں کا شوہروں پر حق یہ ہے کہ ان کو رواج کے مطابق معروف طریقہ سے کھلاؤ اور پہناؤ میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑے جا رہا ہوں، اگر اس کو تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔

میری نسبت تم سے سوال ہو گا، تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچایا، خیر خواہی کی اور اپنا فرض سرانجام دیا۔

پھر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اور لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار کہا اے اللہ! گواہ رہنا۔''

موقف...... خطبہ کے بعد اذان ہوئی پھر ظہر اور عصر قصر کر کے ایک ساتھ ادا کی، دو اقامتوں کے ساتھ اور ان کے درمیان کوئی نوافل نہیں پڑھے۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لے آئے اور ''کوہ ہائے عظیم'' کے قریب پہنچے، جبل مشاۃ آپ ﷺ کے سامنے تھا قبلہ رو ہو کر ''دعا تضرع'' میں غروب آفتاب تک مشغول رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سواری کے پیچھے بٹھا کر عرفات سے واپس لوٹے اور اونٹنی کی مہار اس قدر کھینچے ہوئے تھے کہ اس کا سر کجاوے کو چھو رہا تھا، اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے فرماتے اے لوگو! سکون سکون۔ راستہ میں جب کسی پہاڑ کی چڑھائی آتی تو مہار ذرا ڈھیلی کر دیتے اور اسطرح سواری آرام سے پہاڑ چڑھ جاتی۔

مزدلفہ...... پھر مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا ایک اذان اور دو اقامت سے ایک ساتھ ادا کی اس کے درمیان میں کوئی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا جب صبح پوری طرح واضح ہو گئی تو آپ ﷺ اذان اور اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھائی، پھر سوار ہو کر مشعر حرام کے مقام پر قبلہ رخ ہو کر، تکبیر و تہلیل اور تحمید میں مصروف رہے پھر طلوع سے پہلے فضل بن عباس کو پیچھے بٹھا کر وہاں سے روانہ ہوئے۔

عملی تبلیغ...... فضل بن عباس جو گورے چٹے حسین وجمیل اور خوبصورت بالوں والے نوجوان تھے۔ ایک عورت کو دیکھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک فضل کے چہرے پر رکھ دیا اور فضل نے اپنا رخ دوسری طرف تبدیل کر لیا، تو رسول اللہ ﷺ نے پھر اپنا ہاتھ فضل کے چہرے پر رکھ دیا۔

وادی محسر...... جب وادی محسر میں پہنچے تو سواری کو تیز کر دیا اور درمیانی رستے پر چلے جو ''جمرہ کبریٰ'' کی طرف جا نکلتا ہے اور درخت کے

متصل جمرہ کے پاس تشریف لائے اور سات چھوٹی کنکریاں ماریں اور ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہتے رہے۔

قربانی...... پھر آپ ﷺ قربان گاہ کی طرف تشریف لے آئے اور اپنے دست مبارک سے ۶۳ قربانی کے جانور ذبح فرمائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانی میں شریک بنایا۔ تو انہوں نے باقی قربانیاں ذبح کیں۔ پھر ہر جانور سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم فرمایا، جب وہ پک کر تیار ہو گئیں تو آنحضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گوشت کھایا اور شوربا پیا۔

طواف افاضہ...... پھر آپ ﷺ سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے آئے، طواف افاضہ کیا اور نماز ظہر پڑھی، پھر آپ ﷺ بنی مطلب کے پاس آئے جو زمزم کنویں سے پانی نکال نکال کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب! خوب کھینچو اگر مجھے یہ اندیشہ ہوتا کہ لوگ تمہارے کام میں بے جا مداخلت کریں گے تو میں خود بھی تم لوگوں کے ساتھ پانی نکالتا۔ پھر ان لوگوں نے ڈول میں پانی نکال کر آپ ﷺ کو پیش کیا اور آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔

صحیح مسلم شریف میں یہ روایت عمر بن حفص از حفص از جعفر مذکور ہے اور اس میں ابی سنان کا قصہ بھی منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے یہاں قربانی ذبح کی ہے اور منیٰ کا پورا میدان قربان گاہ ہے اور اپنی اپنی قیام گاہوں اور سفروں میں بھی قربانی ذبح کر لو۔ میں نے عرفات میں یہاں قیام کیا ہے اور عرفات کا پورا میدان قیام گاہ ہے مزدلفہ میں، میں نے یہاں قیام کیا ہے اور مزدلفہ کا سارا میدان قیام گاہ اور رات بسر کرنے کا مقام ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی یعقوب بن ابراہیم کی معرفت یحییٰ بن سعید قطان از جعفر مروی ہے۔ نیز ابوداؤد نسائی میں متعدد راوی از حاتم بن اسماعیل از جعفر بھی منقول ہے۔

مدینہ کے راستہ پر مساجد...... وہ مسجدیں جو مدینہ منورہ کے راستوں پر ہیں اور وہ مقامات جن میں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی وہ مقامات کون کون سے ہیں۔

مذکور بالا عنوان کے تحت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۴ھ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طویل حدیث نقل کر کے فرمایا ہے کہ آج کل ان مقامات میں سے اکثر و بیشتر غیر معروف ہیں، کیونکہ ان مقامات میں سے اکثر کے نام تبدیل ہو چکے ہیں اور ان کے باشندے گذشتہ ناموں سے بالکل بے خبر ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان مقامات کے نام اس مقصد سے یہاں بیان کئے ہیں کہ شاید کوئی تلاش و جستجو سے ان ناموں تک رسائی حاصل کر سکے یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کے زمانہ میں یہ نام معلوم ہوں گے، واللہ اعلم۔

آپ مکہ میں...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نافع کی معرفت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام رات بھر ذی طویٰ میں رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور مسلم شریف میں "یہاں تک کہ صبح ہو گئی" کے علاوہ "یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھی" بھی مذکور ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ جاتے تو ذی طویٰ میں رات گزارتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور غسل کرتے پھر دن چڑھے مکہ داخل ہوتے اور بیان کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام بالکل اسی طرح کرتے تھے۔ متفق علیہ روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب حرم کے قریب پہنچ جاتے تو تلبیہ موقوف کر دیتے اور رات مقام ذی طویٰ میں رہتے۔

خلاصہ کلام...... یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذی طویٰ جو حدود حرم کے بالکل متصل ہے پہنچ کر تلبیہ کہنے سے رک جاتے۔ کہ منزل مقصود تک رسائی ہو چکی ہے وہیں رات قیام کیا اور فجر کی نماز وہاں طویل پہاڑ کے دو نشیبی حصوں کے درمیان ادا کی پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کیا پھر دن چڑھے سوار ہو کر بطحا کے اونچے درے اور ثنیہ علیا سے فتح مکہ کے دن داخل ہوئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بذریعہ نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ثنیہ علیا سے داخل ہوئے اور ثنیہ سفلی سے (مدینہ منورہ کے لئے) روانہ ہوئے۔

نیز صحیحین میں (ہشام بن عروہ از ربیعہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ مذکور ہے۔

جب کعبہ نظر آیا۔ مسند شافعی میں بواسطہ سعید بن سالم ابن جریج کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر مبارک بیت اللہ پر پڑی، تو دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور یہ "درج ذیل دعا" پڑھی، بقول امام بیہقی یہ سند منقطع ہے ہے (سفیان ثوری از ابوسعید شامی از مکحول) مرسل روایت اس کی شاہد ہے۔

اللّٰھم انت السلام و منک السلام فحینا ربنا بالسلام اللّٰھم زد ھذا البیت تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابۃ و برا و زد من حجہ او اعتمرہ تکریما و تشریفا و تعظیما و برا۔

"یا اللہ، تیرا نام سلام ہے، اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور ہمیں پروردگار سلامتی کی زندگی بخش اے اللہ! بیت اللہ کی عزت عظمت، حرمت ہیبت اور بزرگی میں اور زیادہ اضافہ فرما دے، اور جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس کی بھی بزرگی، شرافت، عظمت اور بڑائی میں مزید اضافہ کر دے"۔

رفع یدین کا ذکر... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن سالم بن جریج مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے نماز میں رفع یدین کیا، بیت اللہ کو دیکھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ اور دو جمروں کے پاس بھی اور میت پر (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے۔ امام بیہقی (محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، حکم مقسم و نافع بالترتیب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور بالا روایت بدون ذکر میت مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کرتے ہیں، اس سند میں ابن ابی لیلیٰ کمزور راوی ہے۔

بیت اللہ میں داخلہ ... امام بیہقی ابن جریج کی معرفت عطا بن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ محرم جس دروازے سے چاہے داخل سکتا نبی علیہ السلام باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور صفا کی طرف باب بنی مخزوم سے باہر تشریف لائے۔ یہ مرسل روایت جید ہے۔ امام بیہقی نے باب بنی شیبہ سے کعبہ میں داخل ہونے استحباب پر درج ذیل حدیث سے استدلال لیا ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ بنی جرہم کے بعد بیت اللہ کی عمارت ٹوٹ کر گر گئی تو قریش نے اس کی تعمیر جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو جھگڑا پیدا ہو گیا بالآخر اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ جو شخص باب بنی شیبہ سے پہلے اندر آئے وہی حجر اسود نصب کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہوئے پھر آپ ﷺ نے ایک چادر پھیلانے کا حکم فرمایا اور اسکے بیچ میں اسود رکھ دیا اور تمام قبائل کے سرداروں کو چادر اوپر اٹھانے کا ارشاد فرمایا، سب نے چادر اوپر اٹھائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔

ہم نے یہ واقعہ (تعمیر کعبہ قبل از بعثت) کے باب میں تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے اور اس روایت سے باب بنی شیبہ سے بیت اللہ میں داخل ہونے کے استحباب پر استدلال محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی علیہ السلام کی حج کی ترتیب...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے تو پہلے وضو کیا، پھر طواف اور صرف عمرے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ احرام بھی برقرار رکھا (ثم لم تکن عمرہ) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح حج کیا۔

عروہ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے والد زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ انہوں نے پہلے طواف کیا، انصار رضی اللہ عنہ اور مہاجرین رضی اللہ

بھی میں نے ایسا کرتے دیکھا۔ اور مجھے میری والدہ اسماء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے، میری بہن اور زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے عمرے کا احرام باندھا، جب حجرِ اسود کا استلام کیا تو (عمرے کے بعد) احرام کھول دیا۔

طواف کا طریقہ ... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق، بیت اللہ میں داخل ہوئے تو پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر ابتدائی تین چکروں میں رمل کیا یعنی قریب قریب قدم رکھ کر، کندھے مٹکا کر، مردانہ انداز میں چلے، اور باقی آخری چار چکروں میں آہستہ آہستہ چلے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عابس بن ربیعہ کی معرفت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپؓ حجر اسود کا بوسہ لے کر کہا، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے، نفع اور نقصان میں تیرا کوئی دخل نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تیرا ہرگز بوسہ نہ لیتا۔ مسلم شریف میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ یہ بوسا اور خطاب ایک وقت تھا۔

تفصیل...... مسند احمد میں ابراہیم بن عابس کے حوالے سے مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے خطاب کیا اور اس کے بعد بوسہ دیا۔ واللہ اعلم۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع و یحیٰی، ہشام بن عروہ، عروہ بن زبیر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حجر اسود سے خطاب کر کے کہا، خدا کی قسم! میں خوب جانتا ہوں **انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایت رسول اللہ ﷺ یقبلک ما قبلتک** اور بوسہ لیا مگر عروہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

خطاب کے بعد بوسہ لیا..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر بن ابی کثیر از زید بن اسلم عن ابیہ کے حوالے سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حجر اسود کو مخاطب کر کہا واللہ! مجھے اچھی طرح علم ہے کہ تو ایک (بے ضرر) پتھر ہے۔ فائدہ و نقصان تیرے بس کی بات نہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تیرا بوسہ لیتا اور بوسہ ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا اب رمل سے کیا واسطہ ہے، اس وقت تو ہم نے مشرکین کے سامنے اپنا زور بازو کے اظہار کی وجہ سے کیا تھا، اب تو وہ نیست و نابوت ہو چکے ہیں۔ پھر انہوں نے خود ہی کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، اسے نظر انداز کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب کے بعد بوسہ لیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا اور کہا (**لولا انی رایت رسول ﷺ علیہ وسلم یقبلک ما قبلتک**) صحیح مسلم شریف میں (عمر بن دینار از زہری از سالم از عبداللہ) منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کا بوسہ لیا، پھر نفع و نقصان والا مقولہ کہا (**و ھذا صریح فی ان التقبیل مقدم علی القول فاللہ اعلم**) اس میں صراحتاً منقول ہے کہ خطاب سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔ مذکور بالا روایت مسند احمد اور صحیح مسلم شریف میں نافع از ابن عمر نیز مسلم میں عاصم احول از عبداللہ بن سرجس اور ابراہیم بن عبدالاعلیٰ از سوید بن غفلہ مذکور ہے کہ ان سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بوسہ لیتے دیکھا اور یہ فقرہ کہتے ہوئے سنا۔

سیرتِ رسول ﷺ بہترین نمونہ ہے..... مسند احمد میں سعید بن جبیر از ابن عباس رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود پر سر جھکا کر (بوسہ لیا) اور مذکورہ بالا جملہ کہہ کر کہا "**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**" رسول اللہ ﷺ کی سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ اور اسوہ حسنہ ہے۔ یہ سند مضبوط ہے)۔

سر جھکا کر حجر اسود کو سجدہ کیا...... مسند ابوداؤد طیالسی میں جعفر بن عثمان قرشی مکی سے مذکور ہے کہ میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا اور پھر اس پر سر جھکا کر سجدہ کیا اور کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بوسہ لیتے اور سجدہ کرتے دیکھا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو بوسہ لیتے دیکھا ہوتا تو میں کبھی بھی بوسہ نہ لیتا۔

یہ سند حسن ہے، سوائے امام نسائی کے، کسی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ از عمر رضی اللہ عنہ بیان نہیں کیا اور مسند احمد میں یعلی بن امیہ از عمر رضی

اللہ عنہ مذکور ہے، اور مسند ابو یعلی موصلی میں ہشام بن حشیش از عمر منقول ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسند امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ میں ہم نے اس حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں اور اس پر مفصل بحث کی ہے۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ کلام...... یہ ہے کہ یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے جو اکثر محدثین کے نزدیک قطعی اور یقینی علم کی موجب ہے، لیکن ان سب روایات میں یہ وضاحت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود پر سجدہ کیا سوائے ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ طیالسی کی روایت از جعفر بن عثمان کے اور یہ صراحتہً مرفوع نہیں۔

لیکن امام بیہقی نے (ابو عاصم نبیل) جعفر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے محمد بن عباد بن جعفر کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا۔ اور اس پر سر خم کر کے سجدہ کیا، اور اس نے کہا میں نے تیرے ماموں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بوسہ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا بوسہ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، چنانچہ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔

امام بیہقی (ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان، طبرانی، ابو الزنباع، یحییٰ بن سلیمان جعفی، یحییٰ بن یمان، سفیان، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود پر سجدہ کرتے دیکھا۔

بقول امام طبرانی سفیان مذکور سے یہ روایت یحییٰ بن یمان م ۱۸۹ھ کے علاوہ کسی اور نے بیان نہیں کیا۔

ایک عجیب دلیل.... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ زبیر بن عربی سے روایت کرتے ہیں کہ کسی یمنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حجر اسود کے بوسہ اور استلام کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے اور بوسہ لیتے دیکھا ہے۔

اس نے کہا (ارأیت ان زحمت ارأیت ان غلبت) اگر بہت زیادہ رش ہو جائے اور میں مغلوب اور عاجز ہو جاؤں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ رَأَیت اور عجز کا سوال یمن میں چھوڑ آؤ۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو استلام کرتے اور بوسہ لیتے دیکھا ہے۔

بخاری میں نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود کا بوسہ لیتے دیکھا ہے میں نے ہجوم اور بھیڑ میں بھی کبھی اس کا بوسہ نہیں چھوڑا، بلکہ ہمیشہ لیا ہے۔

نافع سے عبد اللہ نے پوچھا کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان آہستہ چلتے تھے؟ تو نافع نے کہا آہستہ چلنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں حجر اسود کا بوسہ لینے میں آسانی اور سہولت ہو۔

رکن یمانی اور حجر اسود.... ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی کو چھوتے اور حجر اسود کا بوسہ لیتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ کو رکن یمانی اور حجر اسود کو استلام اور چھوتے دیکھا ہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام دونوں شامی ارکان کا استلام اس وجہ سے نہیں کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیادوں پر قائم نہیں تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عمل...... امام بخاری نے ابو الشعثاء کا مقولہ بیان کیا ہے (ومن یتقی شیئا من البیت) کعبہ کے کسی رکن سے کون پرہیز کرتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چاروں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دونوں شامی ارکان کا استلام نہ کیا جائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ م ۶۰ھ نے فرمایا "کعبہ کی کوئی چیز متروک نہیں۔" عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ش ۷۳ھ تمام ارکان کو بوسہ دیا کرتے تھے (رواہ البخاری) کیونکہ کعبہ اصل بنیادوں پر تعمیر ہو چکا تھا۔ مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی اور "چیز" کو استلام کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس مشاہدہ کے بالکل مطابق ہے کہ رسول اللہ ﷺ دونوں شامی ارکان کو اس وجہ سے نہیں چھوتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیادوں سے ذرا ہٹے ہوئے تھے۔ کیونکہ قریش نے مال و دولت کی کمی کی وجہ سے حطیم کا یہ حصہ کعبۃ اللہ کی عمارت سے خارج کر دیا تھا۔

جدید تعمیر کی خواہش...... رسول اللہ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اگر آپ ﷺ کو کعبۃ اللہ کی تعمیر کا موقع ملتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیادوں پر عمارت تعمیر کرتے، لیکن نبی علیہ السلام کو قوم کی اسلام سے تازہ وابستگی اور کفر سے علیحدگی سے اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے دل اس سے نفرت کریں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا جب دور امارت و خلافت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو مسمار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے عین مطابق تعمیر کروایا۔ جس طرح ان کی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا۔ اگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کی عمارت کی تجدید کے بعد تمام ارکان ایک استلام کرتے تھے تو یہ ایک اچھا عمل ہے، واللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہی متوقع ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام کیا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام کی دعا...... امام نسائی نے عبداللہ بن سائب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الأخرة حسنة وقنا عذاب النار (ابوداؤد)

امام ترمذی، طبرانی اور اسحاق بن راہویہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد حرام میں تشریف لائے تو حجر اسود کا استلام کر کے اپنے دائیں پہلو پر روانہ ہوئے، تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار چکروں میں حسب معمول چلتے رہے۔ پھر طواف ختم کر کے مقام ابراہیم کے پاس "**واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی**" پڑھا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر حجر اسود کا استلام کر کے صفا کی پہاڑی کی طرف چلے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

رمل کا بیان...... امام بخاری بواسطہ سالم عن ابیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے اور حجر اسود کا استلام کیا تو طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں تیز دوڑے۔ (مسلم، نسائی)

بخاری شریف میں بواسطہ نافع بن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حج یا طواف کا عمرہ کرتے تو طواف قدوم کے تین چکروں میں تیز چلتے اور باقی چار میں آہستہ، پھر دو رکعت نماز کے بعد صفا مروہ کی سعی کیا کرتے۔ (رواہ مسلم)

بخاری شریف میں (عبیداللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلا طواف کرتے تو تین چکروں میں تیز دوڑتے اور چار میں آرام سے چلتے اور صفا مروہ کے ہموار میدان میں دوڑتے۔

مسلم میں ہے (**رمل رسول الله علیه السلام من الحجر الی الحجر ثلاثاً ومشیٰ أربعاً**).

نیز مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ (**ان رسول الله رمل ثلاثة اشواط من الحجر الی الحجر**).

مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اب کندھے ننگے کر کے رمل اور تیز رفتاری سے چلنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلام کی راہ تو ہموار ہو چکی ہے، کفر برباد ہو چکا ہے، لیکن ان سب کے باوجود ہم وہی عمل کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

کیا رمل مسنون نہیں...... یہ سب روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع کے اس خیال کی تردید کرتی ہیں کہ رمل مسنون

نہیں۔اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ عمرہ قضا کے وقت مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا تھا کہ یثرب کے بخار نے ان کو کمزور اور نحیف کر دیا ہے چل پھر نہیں سکتے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین چکروں میں رمل کرنے کا حکم فرمایا اور باقی چار میں صرف ان پر شفقت کی وجہ سے رمل سے منع فرمایا۔لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں رمل کے واقع ہونے کا انکار کرتے ہیں۔حالانکہ صحیح سند سے رمل ثابت ہے بلکہ رمل کی تکمیل بھی منقول ہے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا۔رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بھی کمزوری کا طعنہ رفع ہونے کے باوجود، آہستہ نہیں چلے۔ طرفہ یہ ہے کہ، خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ جعرانہ میں اضطباع کے ساتھ رمل فرمایا۔یہ یاد رہے کہ عمرہ جعرانہ فتح مکہ کے بعد ہوا، جب کہ کسی قسم کا خوف وخطر باقی نہ تھا۔سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کیا، اور طواف میں اضطباع کی حالت میں رمل کیا تھا۔

اضطباع کیا ہے؟......اضطباع یہ ہے کہ احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر، آگے اور پیچھے سے ڈال لیتے۔حجۃ الوداع میں اضطباع کے متعلق یعلی بن امیہ از امیہ منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اضطباع کی حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ابوداؤد اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سبز رنگ کی چادر سے اضطباع کیا ہوا تھا، نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں رمل کیا۔

طواف میں سوار تھے یا پیادہ؟......طواف قدوم کے بارے میں ایک سوال ہے کہ کیا آپ علیہ السلام نے سوار ہو کر کیا یا پیدل چل کر؟ اس بارے میں دو قسم کی متضاد روایات مروی ہیں، ہم انشاءاللہ العزیز ان کو ایسے انداز میں بیان کریں گے کہ التباس اور تعارض دور ہو جائے اور تطبیق کی صورت بھی سامنے آجائے، وباللہ التوفیق۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن عبداللہ کے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے نبی علیہ السلام حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر کیا اور چھڑی سے حجر اسود سے استلام کیا۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

امام ترمذی نے عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حسن صحیح حدیث نقل کی ہے۔ **طاف رسول اللہ ﷺ علی راحلتہ فاذا انتھی الی الرکن اشار الیہ.**

اللہ اکبر کہا...... بخاری شریف میں از ابن عباس رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا حجر اسود کے سامنے آتے تو اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو پریشانی اور حجر اسود کا استلام کیا۔

اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا......ان روایات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔حجۃ الوداع میں آپ علیہ السلام نے تین طواف کیے (۱) طواف قدوم (۲) طواف افاضہ (۳) اور طواف وداع۔ہوسکتا ہے کہ طواف قدوم تو رسول اللہ ﷺ نے پیدل ہی کیا ہو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بیان فرمایا ہے، واللہ اعلم۔

کیونکہ سنن کبیر میں امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ ہم دن چڑھے بیت اللہ میں داخل ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے دروازے پر سواری بٹھائی۔اور مسجد میں داخل ہو کر حجر اسود کا استلام کیا اور فرط محبت سے آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔پھر آپ علیہ السلام نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں آہستہ چلے، طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کو بوسہ دیا، اور اس پر ہاتھ رکھا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے مبارک پر پھیر لیا (ھذا اسناد جید)

باقی رہی حدیث ابوداؤد جو (مسدد از خالد بن عبداللہ از یزید بن ابی زیاد از عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے آپ علیہ السلام بیمار تھے سوار ہو کر طواف کیا حجر اسود کے سامنے آتے تو چھڑی سے استلام کرتے طواف سے فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی، اس روایت میں یزید منفرد ہے اور ضعیف ہے۔ نیز اس میں حجۃ الوداع کا تذکرہ بھی نہیں اور نہ ہی اس میں طواف قدوم کا بیان ہے اور مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت میں بھی یہ بات مذکور نہیں۔

دوبارہ بوسہ لیا......طواف کے بعد دو رکعت نماز سے فراغت کے بعد پھر حجر اسود کا بوسہ لینا بھی صحیح مسلم میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے کہ دو رکعت نماز ادا کر کے پھر حجر اسود کا استلام کیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کا بوسہ لینا　صحیح مسلم شریف میں نافع سے مذکور ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حجر اسود کا ہاتھ سے استلام کرتے ہوئے دیکھا نہیں، اور پھر آپ نے ہاتھ چوما اور فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا بوسہ لیتے دیکھا ہے اس وقت سے ترک نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو کسی طواف میں دیکھ ہو یا آخری استلام میں آپ کو دیکھا ہو، یا ابن عمر رضی اللہ عنہ ضعف اور کمزوری کی بنا پر حجر اسود تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ یا بھیڑ کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے ہوں کہ کہیں کسی شخص کو تکلیف نہ پہنچے۔

حجر اسود کے بارے میں مزاحمت　امام شافعی (سفیان بن عیینہ، ابو یعفور عبدی) وقدان م ۱۴۰ھ سے روایت کرتے ہیں، جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں نے خزاعی شیخ سے سنا جو امیر مکہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا اے ابوحفص! تو طاقتور آدمی ہے، حجر اسود پر مزاحمت نہ کر، کیونکہ اس سے کمزور آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، اگر خالی ہو تو اُسے بوسہ دے ورنہ اس کے مد مقابل ہو کر (ہاتھ سے اشارہ کر کے) اللہ اکبر کہہ اور گزر جا۔

سفیان کہتے ہیں کہ یہ خزاعی شیخ عبدالرحمان بن حارث ہیں حجاج نے ان کو واپسی پر مکہ کا امیر مقرر کر دیا تھا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جلیل القدر عالم اور اونچے مقام والے امام تھے، چوتھے کاتب قرآن تھے جن کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی کتابت کے لئے مقرر کیا تھا اور قرآن پاک کے یہ نسخے پوری دنیا میں روانہ کئے تھے اور ان پر جمہور کا اجماع ہے۔

سعی صفا و مروہ　مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز سے فراغت کے بعد حجر اسود کا بوسہ لیا پھر صفا کی جانب آئے، جب صفا کے قریب ہوئے تو ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ پڑھ کر فرمایا جس مقام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بیان فرمایا ہے میں بھی اسی سے شروع کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کوہ صفا کی چوٹی پر اس قدر بلند ہوئے کہ کعبہ نظر آیا قبلہ رخ ہو کر پڑھا:

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ، لہٗ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر لا الٰہ الا اللہ، انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الأحزاب وحدہٗ

اور وہاں کی، اور تین بار یہ دعا کی۔ پھر آپ علیہ السلام اتر کر ہموار میدان میں آ گئے تو تیز چلے، جب چڑھائی آئی تو آہستہ ہو گئے، اور مروہ پہاڑی پر چڑھ کر کعبہ کی جانب نظر کی۔۔۔ یہاں بھی وہ [illegible] ادا کیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ [illegible] سے روایت کرتے ہیں [illegible] رسول اللہ ﷺ [illegible] صفا اور مروہ کے [illegible] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ [illegible] [illegible]

شیبہ بن عثمان کی ام ولد سے منقول ہے کہ اس نے نبی علیہ السلام کو صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے دیکھا، اور آپ ﷺ فرمارہے تھے یہ میدان دوڑ کر طے کیا جائے۔ (رواہ النسائی)

سعی سے کیا مراد ہے؟ سعی سے مراد یہاں تیز دوڑنا اور بھاگنا نہیں بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان مطلق آنا جانا مراد ہے، تیز دوڑنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر آرام وراحت اور سکون سے بھی چلے اور رمل نہ کرے تو بھی کافی ہے یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے **لانعرف بینھم اختلافاً فی ذلک**، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم سے نقل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کثیر بن جمہان سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صفا، مروہ کے درمیان آہستہ چلتے دیکھ کر عرض کیا آپ صفا مروہ کے درمیان سکون سے چل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اگر میں تیز چلوں تو بھی درست ہے کیونکہ میں نے یہاں رسول اللہ ﷺ کو تیز چلتے دیکھا ہے۔ اگر آرام سے چلوں تو بھی روا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سکون واطمینان سے بھی چلتے دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ میں ایک کمزور اور ناتواں بوڑھا شخص ہوں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

دو حالتوں میں دیکھنے کا مطلب ... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کو دو حالتوں میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو رمل کے بغیر بالکل سکون سے چلتے دیکھا اور دوسری بار، صفا مروہ کے درمیان بعض جگہ سعی اور تیز رفتاری کی حالت میں دیکھا اور بعض میں عام حالت یعنی سکون سے چلتے دیکھا۔ اور اس دوسری حالت کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت سے ہوتی ہے کہ صفا مروہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ ہموار مقام پر آتے تو رمل کرتے اور جب مروہ کی چڑھائی آتی تو آہستہ رفتار سے چلتے۔ سب اہل علم نے صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے والے پر مستحب قرار دیا ہے کہ وہ ہر چکر میں سعی کرے یعنی دو سبز ستونوں کے درمیان۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا وہم ... امام موصوف "**کتاب حجۃ الوداع**" میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کی طرف آئے اور (**ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ**) پڑھ کر فرمایا جس کا مقام اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے، ہم بھی اسی سے شروع کرتے ہیں، چنانچہ آپ علیہ السلام نے صفا مروہ کے درمیان اونٹ پر سوار ہو کر، سات چکر لگائے، تین دوڑ کر اور چار آہستہ۔ ان کے اس قول سے کسی کا اتفاق نہیں اور نہ ہی کسی نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر تین چکر دوڑ کر لگائے اور باقی عام رفتار سے لگائے۔

ایسی فحش غلطی کے باوجود اس کی دلیل بیان نہیں کی، بلکہ جب استدلال کا موقع آیا تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہمیں صفا اور مروہ کے درمیان چکروں میں رمل کی تعداد کہیں قرآن سنت میں نہیں ملی، لیکن متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (**ھذا لفظہ**)

ان کا مطلب کیا ہے؟ اگر ان کا مطلب پہلے تین چکروں میں رمل پر اتفاق رائے ہے تو یہ بالکل درست نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں، پھر ان کا یہ مقصد کہ صرف تین چکروں میں رمل متفق علیہ ہے تو یہ بھی ان کے دعوی کے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ جس طرح پہلے تین چکروں میں رمل کے استحباب پر اتفاق رائے ہے، اسی طرح باقی چار میں بھی رمل کے استحباب پر اتفاق ہے۔ لہذا امام ابن حزم کا صرف پہلے تین چکروں میں رمل کے استحباب کا مسلک اہل علم کے خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

طواف سواری پر باقی رہا امام ابن حزم کا یہ وہم کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سوار ہو کر چکر لگائے۔ تو سنئے! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہموار میدان میں سعی فرماتے تھے، اور ترمذی شریف میں ان سے مروی ہے۔ اگر میں سعی کروں اور تیز رفتار ہوں تو بھی صحیح ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سعی کرتے اور تیز رفتاری سے چلتے دیکھا ہے۔ اگر آرام سے پیدل چلوں تو بھی ٹھیک ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آرام سے چلتے دیکھا ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ وادی کے ہموار مقام میں آتے تو رمل اور سعی کرتے، جب چڑھائی آتی تو آرام سے چلتے اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ نظر آیا۔ اور حبیبہ رضی اللہ عنہ کا بیان

ہے کہ آپ ﷺ کی تیز رفتاری کی وجہ سے آپ ﷺ کی تہبند گھوم رہی تھی۔

اس کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے دروازے پر اونٹ کی سواری بٹھائی، اور طواف کیا، اور پھر کہیں یہ مذکور نہیں کہ آپ صفا کی طرف جاتے ہوئے اونٹ پر سوار ہوئے۔ ان دلائل کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان پیدل سعی فرمائی۔

ایک اشکال...... لیکن صحیح مسلم شریف میں محمد بن بکر از ابن جریج از ابوالزبیر منقول ہے کہ جابر بن عبداللہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کعبہ کا طواف کیا، اور صفا مروہ کے درمیان بھی آپ علیہ السلام نے سوار ہو کر سعی کی کہ لوگ آپ علیہ السلام کا دیدار کر سکیں۔ اور مسائل پوچھ سکیں (اور یہ خیال بھی رہے کہ) کہ رسول اللہ ﷺ اور قارن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے صفا مروہ کے درمیان صرف ایک بار ہی سات چکر لگائے۔

مسلم شریف میں یہ روایت محمد بن بکر کے علاوہ علی بن مسہر علی بن خشرم، عیسیٰ ابن یونس محمد بن حاتم اور یحییٰ بن سعید قطان بھی ابن جریج سے روایت کرتے ہیں لیکن ان میں صفا مروہ کا ذکر نہیں۔ اور ابوداؤد میں (احمد بن حنبل، یحییٰ بن سعید قطان، ابن جریج) ابوالزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں سواری پر کعبہ کا طواف کیا، اور صفا مروہ کے درمیان بھی اسی پر سعی کی۔ اور سنن نسائی میں بھی یہ روایت یحییٰ اور سعید از ابن جریج مروی ہے اور ابن جریج کی یہ روایت محفوظ ہے۔

ان روایات کی تطبیق نہایت دشوار ہے کیونکہ حضرت جابر سے باقی راوی یہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفا مروہ کے درمیان پیدل تھے۔ ممکن ہے ابوالزبیر از جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں "صفا میں سوار ہو کر سعی کرنے" کے الفاظ کسی راوی کی طرف سے کئے گئے ہوں اور اس نے بذات خود ان الفاظ کا اضافہ کیا ہو۔ یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سعی، پیدل شروع کی ہو، اور بھیڑ کی وجہ سے سوار ہو گئے ہوں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

امام ابن حزم کو یہ تسلیم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف قدوم پیدل کیا اور "طواف میں سوار ہونے کو" مابعد پر حمل کرتے ہیں۔ اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ صفا مروہ میں سعی کے دوران سوار تھے، کیونکہ آپ علیہ السلام صفا مروہ کے درمیان سعی ایک بار ہی فرمائی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول..... فرمایا "حتى إذا انصبت قدماه في الوادي رمل" جب ہموار میدان میں قدم پڑے تو رمل شروع کیا، سوار ہونے کی صورت درست اور سچ ہے کیونکہ اونٹ جب ہموار جگہ سے آئے گا تو اس کے قدم بھی لازماً ساتھ ہی آئیں گے، ایسے ہی رمل کا مفہوم درست ہے کہ اونٹ نے اپنے سوار سمیت رمل کیا، (رمل الدابة براكبها) مگر یہ مطلب قرین قیاس نہیں، واللہ اعلم۔

مفصل بیان...... امام ابوداؤد، ابوعاصم غنوی کی معرفت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ عامر بن واثلہ بکری رضی اللہ عنہم ۱۱۰ھ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے طواف میں رمل کیا اور یہ سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بات کچھ صحیح ہے اور کچھ غلط ہے۔ میں نے عرض کیا، ذرا تفصیل سے بیان کریں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، صحیح ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رمل کیا اور یہ سنت نہیں۔ کیونکہ قریش نے صلح حدیبیہ کے دوران کہا تھا کہ محمد اور ان کے ساتھیوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو وہ فقر و فاقہ سے خود بخود ہی ہلاک ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب حدیبیہ میں آئندہ سال عمرہ کرنے پر صلح ہوئی اور تین دن مکہ میں قیام کی بات طے ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے مطابق مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لئے تشریف لائے تو مشرکین مکہ کوہ قیقعان پر بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعبہ کے گرد پہلے تین چکروں میں رمل کرو یعنی خوب کندھے مٹکا کر قریب قریب قدم رکھ کر پہلوانوں کی طرح اکڑ کر چلو، تا کہ کفار کو ہماری قوت و شوکت کا اندازہ ہو جائے اور یہ سنت نہیں (محض ایک وقتی اور ہنگامی حکم تھا)۔

میں نے دوبارہ پوچھا، لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کی اور یہ سنت ہے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ

نے فرمایا اس میں بھی صحیح اور غلط کی ملاوٹ موجود ہے میں نے کہا وہ کیسے، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحیح ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر سفا مروہ کی سعی کی، اور یہ سنت نہیں کہا آج کل کے حکام کی طرح عام لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے روکا نہیں جاتا تھا اور نہ ہی آپ علیہ السلام کی خاطر راستہ میں آمد و رفت بند کی جاتی تھی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر سعی فرمائی، کہ سب لوگ آپ علیہ السلام کا کلام سن سکیں، اور دیدار سے محفوظ ہو سکیں اور نبی علیہ السلام کو بھی کوئی پریشانی نہ ہو۔

مسلم شریف میں جریری کی معرفت ابوالطفیل سے مذکور ہے۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آیا! صفا مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کرنا سنت ہے؟ لوگ اسے سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا (صدقوا و کذبوا) صحیح بھی ہے اور غلط بھی۔ پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں تشریف لائے تو ہر طرف سے لوگ جمع ہو گئے حتی کہ با پردہ عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں، اس قدر ہجوم ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کو پیدل چلنا دوبھر ہو گیا تو آپ ﷺ سوار ہو گئے (اور قانون یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے کسی کو منع نہیں کیا جاتا تھا اور نہ آپ کی وجہ سے لوگوں کو راستہ سے ہٹایا جاتا تھا۔) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا صفا مروہ کے درمیان پیدل چلنا و سعی کرنا افضل ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ شروع میں سوار نہیں تھے، بلکہ بھیڑ کے وقت سوار ہوئے۔ امام مسلم کی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ ابوالطفیل نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے خیال آتا ہے کہ میں نے (حج کے دوران) رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بتایئے وہ کیسے؟ تو ابوالطفیل نے کہا میں نے آپ ﷺ کو مروہ کے پاس اونٹنی پر سوار دیکھا ہے اور بڑا مجمع لگا ہوا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا واقعی وہ رسول اللہ ﷺ تھے، اصول تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے لوگوں کو مار کر ہٹایا نہیں جاتا تھا اور نہ کسی پر زبردستی کی جاتی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس میں منفرد ہیں، نیز اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ آپ ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سوار ہو کر سعی کی اور نہ ہی اس میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے۔

بالفرض یہ حجۃ الوداع کا واقعہ بھی ہو تو ہو سکتا ہے کہ نبی علیہ السلام سعی سے فارغ ہونے کے بعد اور لوگوں کو خطاب کے بعد سوار ہوئے ہوں، اور بدستور سوار ہو کر ہی بطحا میں تشریف لے گئے ہوں، اور اس وقت ابوالطفیل نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو (جو اس وقت آٹھ سال کے کم سن بچے تھے)۔

قارن ایک سعی کرے یا دو؟ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے عراق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی سے بھی مروی ہے۔ ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے، جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے صفا مروہ کی سعی پیدل کی اور ایک بار سوار ہو کر، نیز مسند سعید بن منصور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ حج اور عمرے کا ایک ساتھ احرام باندھا جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو ایک دفعہ عمرہ کی وجہ سے طواف اور سعی کی، اور پھر حج کے لئے علیحدہ طواف اور صفا مروہ کی سعی کی، اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح ہی کرتے دیکھا ہے۔ (... ... ...)

حدیث علی رضی اللہ عنہ امام بیہقی (ابوبکر بن حارث فقیہ، علی بن عمر حافظ، ابو محمد بن صاعد، محمد بن زنبور، فضیل بن عیاض، منصور، ابراہیم، مالک بن حارث) ابو النصر سے روایت کرتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، میرا احرام صرف حج کا تھا اور وہ قارن تھے، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی طرح قارن ہو سکتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا اگر تم عمرے کی نیت بھی کر لو تو قارن ہو سکتے ہو، پھر پوچھا کہ میں نیت کیسے کروں، فرمایا غسل کر کے ایک ساتھ حج و عمرے کی نیت کر لو، پھر حج اور عمرے کے لئے دو طواف اور دو بار سعی کرو، اور احرام باندھنے سے جو چیز ... قربانی سے پہلے حلال نہ ہو گی۔ منصور کہتے ہیں میں نے یہ حدیث مجاہد کو ۱۰۳ سے بیان کی، آپ نے فرمایا ہم تو حج قران میں ایک ... کرتے تھے ... اب ایسا نہیں کرتے۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں منصور سے سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور شعبہ نے بھی روایت کیا ہے ... ابو نصر راوی مجہول ہے، اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہو تو احتمال ہے کہ اس سے مراد طواف زیارت ہو۔

اس ... روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف دونوں طریقوں سے منقول ہے، متعدد اسناد سے مروی ہے اور ان اسناد کا ...

روہ مدار حسن بن عمارہ حفص بن ابی داؤد، عیسیٰ بن عبداللہ، حماد بن عبدالرحمٰن پر ہے یہ سب لوگ ضعیف اور نا قابل دلیل ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث میں اس کے برعکس منقول ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ اس نے حج اور عمرے کا احرام باندھا اور قارن ہوا۔ اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور سعی پر اکتفا کیا اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا کیا تھا۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ..... سنن بیہقی، ابن ماجہ اور ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حج اور عمرے کی نیت ایک ساتھ کرے اور قارن ہو، وہ حج اور عمرے دونوں کے لئے ایک طواف اور ایک سعی پر اکتفا کرے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن غریب کہا ہے، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ سند مسلم کی شرط کی حامل ہے اسی طرح حضرت عائشہ نے (قربانی کا جانور نہ ہونے کے سبب) عمرے کا احرام باندھا، جب وہ ایام حیض میں مبتلا ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمرے کے ساتھ حج کی بھی نیت کر لی اور قارن ہو گئیں تو منیٰ سے لوٹنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے عمرے کی اجازت عنایت فرمادیں تو رسول اللہ ﷺ نے دل رکھنے کے لئے انہیں عمرے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (مسلم بن خالد زنجی، ابن جریج) عطاء سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا (**طوافک بالبیت و بین الصفا و المروۃ یکفیک لحجک و عمرتک**) کہ آپ کے حج اور عمرے کے لئے صرف ایک مرتبہ کعبہ کا طواف اور ایک مرتبہ صفا مروہ کی سعی کافی ہے۔

اصل میں یہ روایت موصول ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن عیینہ، ابن ابی نجیح، عطاء) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موصول روایت کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں بعض اوقات سفیان از عطاء از عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور کبھی از عطاء مرسل روایت کرتے ہیں۔ امام بیہقی کہتے ہیں ابن ابی عمر نے سفیان بن عیینہ سے یہ روایت موصول بیان کی ہے اور مسلم میں بھی (وہیب، ابن طاؤس، ابن عباس، عباس) حضرت عائشہ سے بھی موصول بیان کی ہے۔

نیز مسلم میں ابن جریج کے حوالے سے ابوالزبیر سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ سب لوگ احرام اتار چکے ہیں اور اب تک اسی حالت میں ہوں سب طواف کر چکے ہیں اور میں محروم ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ حیض، حوا کی بیٹیوں کا مقدر ہے (افسوس کا مقام نہیں) غسل کر کے حج کی نیت کرلو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب میں ایام حیض سے فارغ ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرلو تو تم حج اور عمرے سے فارغ ہو جاؤ گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عمرے کے متعلق میرے دل میں کچھ غم سا ہے کہ میں نے حج کے بعد صرف ایک بار ہی طواف کیا ہے تو آپ ﷺ نے عبدالرحمٰن سے کہا ان کو تنعیم سے عمرے کیلئے احرام بندھوالاؤ۔ اور مسلم میں ابن جریج از ابوالزبیر از جابر مروی ہے کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صفا مروہ کے درمیان ایک مرتبہ ہی سات چکر لگائے۔

احناف کا مسلک..... احناف کے ہاں، رسول اللہ ﷺ اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی جانور تھے وہ قارن تھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن محمد، جعفر بن محمد، محمد بن علی زین العابدین) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قارن دو طواف اور سعی کرے۔ بقول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ قارن دو طواف اور سعی کرے اور اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف روایت ہے۔ جعفر کہتے ہیں کہ ہمارا یہ مسلک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت میں مذکور ہے۔

کیا آپ علیہ السلام نے سعی سواری کے بغیر کی؟..... امام ابوداؤد (ہارون بن عبداللہ ومحمد بن رافع، ابو عاصم، معروف بن خربوذ مکی) ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا۔ چھڑی سے حجر اسود کا استلام کرتے اور بوسہ لیتے۔ اور صرف محمد

بن رافع سے مذکور ہے کہ پھر وہ صفا مروہ پر پہنچے اور سواری پر سات چکر لگائے۔ مسلم میں یہ روایت ابوداؤد طیالسی، معروف بن خربوذ سے روایت کرتے ہیں، مگر اس میں محمد بن رافع کا مذکورہ بالا اضافہ مروی نہیں ہے، اسی طرح عبیداللہ بن موسیٰ بھی معروف سے بغیر اس اضافے کے روایت کرتے ہیں۔ نیز امام بیہقی یزید بن مالک کے حوالے سے ابوالطفیل سے یہ نقل کرتے ہیں، مگر اس میں بھی محمد بن رافع کا یہ اضافہ مذکور نہیں، واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کہاں سوار تھے؟ ..... امام بیہقی (ابوبکر بن حسن وابوزکریا بن ابی اسحاق، ابوجعفر محمد بن علی بن رحیم، احمد بن حازم، عبیداللہ بن موسیٰ وجعفر بن عون، ایمن بن نابل) قدامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صفا اور مروہ کے درمیان اونٹ پر سوار سعی کرتے دیکھا (الی آخرہ)

امام بیہقی کہتے ہیں عبیداللہ بن موسیٰ اور جعفر بن عون، ایمن سے یہی الفاظ نقل کرتے ہیں، مگر ایمن سے متعدد لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ قربانی کے دن آپ علیہ السلام نے سوار ہو کر رمی کی، لیکن اس میں احتمال ہے کہ یہ دونوں روایات صحیح ہوں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں (وکیع، قران بن تمام، ابوموسیٰ بن طارف قاضی یمن، ابواحمد محمد بن عبداللہ زبیری، ومعتمر بن سلیمان (یہ سب) ایمن بن نابل از قدامہ بن عبداللہ بن عمار کلابی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے دن اونٹنی پر سوار رمی جمار کرتے دیکھا (آخر حدیث تک)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن منیع از مروان بن معاویہ از ایمن) از قدامہ یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نیز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ میں بھی از وکیع از ایمن مذکور ہے ایمن بن نابل حبشی، ابوعمران، مکی مقیم عسقلان مولیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ثقہ اور جلیل القدر ہیں اور بخاری کے رجال اور راویوں میں سے ہیں، خلافت مہدی تک بقید حیات تھے۔

صفا مروہ کے درمیان سات چکر ہیں چودہ نہیں ...... شافعی مسلک کے بڑے بڑے علمائے کرام سے منقول ہے کہ صفا مروہ کے درمیان آنے اور جانے سے ایک چکر مکمل ہوتا ہے، صفا سے شروع ہو کر صفا پر ختم ہوتا ہے، مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو سعی کے آخر میں مروہ کے پاس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس بات کا علم ہوتا جواب ہوا ہے تو میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا، اس نامعقول قول کی صریح تردید ہے۔ نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب مروہ کے پاس ساتواں چکر ہوا تو آپ علیہ السلام نے خطاب فرمایا اور احرام کے مسائل بتائے۔

کیا حج فسخ کر کے عمرہ کی نیت درست ہے؟ ..... اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے اس نے حج کی نیت فسخ کر کے عمرے کی نیت کر لی۔

علماء کرام کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا نیت تبدیل کر لینا صحیح ہے یا نہیں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیت تبدیل کر لینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا خاصہ تھا اس کے بعد یہ "جواز فسخ" منسوخ ہو گیا کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ حج کی نیت تبدیل کر کے عمرہ کی نیت کر لینا صرف صحابہ رضی اللہ عنہ کے لئے خاص تھا۔

لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تردید کی ہے کہ یہ تبدیل نیت صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختص نہیں تھی، بلکہ غیر صحابہ رضی اللہ عنہ بھی حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ کی نیت کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اب فرمایئے! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی ان گیارہ کے بالمقابل کیا حیثیت ہے؟

فتویٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ ..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو، اس پر حج کی نیت ترک کرنا واجب ہے بلکہ وہ عمرے کے بعد شرعاً حلال ہو جائے گا، اور اس کا احرام خود بخود ختم ہو جائے گا، یعنی قربانی کا جانور ساتھ رکھنے والا قارن ہوگا، اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ متمتع ہوگا، واللہ اعلم۔

صحیح بخاری شریف میں عطاء از جابر رضی اللہ عنہ اور طاؤس از عباس رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۴ ذی الحجہ کی صبح مکہ مکرمہ میں صرف حج کا تلبیہ کہتے ہوئے وارد ہوئے سعی صفا مروہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے احرام اتار دینے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ہم نے یہ حج کا احرام عمرہ میں تبدیل کر دیا اور عورتوں سے ملاپ کو بھی جائز رکھا۔

جب رسول اللہ ﷺ کا فرمان عام ہو گیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم منیٰ اس حالت میں جائیں گے کہ ہم غسل جنابت کرنے والے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا، میں نے بعض لوگوں کی ایسی ویسی باتیں سنی ہیں، خبردار، سنو! خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ نیک اور عبادت گزار ہوں، اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف وخشیت رکھتا ہوں، اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا، میرے پاس قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں بھی احرام کھول دیتا۔ یہ بات سن کر سراقہ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ ہمارے لئے مخصوص ہے یا سب کے لئے ہمیشہ تک، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ حکم سب کے لئے ہمیشہ ہمیشہ تک کے لئے ہے۔

مسلم شریف میں ابو الزبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مفرد حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سرف مقام میں ایام حیض میں مبتلا ہو گئیں۔ جب ہم مکہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا، جس حاجی کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ احرام اتار دے، ہم نے پوچھا، "حل ماذا" احرام اتار کر کس قدر حلال ہوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا پورے پورے حلال ہو جاؤ، چنانچہ ہم نے ہم بستری کی، خوشبو استعمال کی اور لباس بدلا، صرف عرفات میں حاضر ہونے سے چار دن پہلے۔

ان احادیث میں یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں چار ذی الحج بروز اتوار دن چڑھے چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں تشریف لائے کیونکہ یکم ذی الحج کو جمعرات کا دن تھا کیونکہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے۔

چار ذی الحج اتوار کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو عمرہ سے فراغت کے بعد فرمایا، جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ ضرور احرام اتار دے، چنانچہ ایسے لوگوں نے احرام کھول دیا اور بعض لوگ ان میں سے اس وجہ سے دل گرفتہ اور غمگین تھے کہ قربانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کی عملی متابعت اور اطاعت سے محروم رہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا، اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ تم اس قدر رنجیدہ ہو گے تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا، اور عمرہ کر کے احرام کھول دیتا اور حج تمتع کرتا۔

کیا قران افضل ہے؟...... اس سے معلوم ہوا کہ تمتع قران سے افضل ہے جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ قارن تھے مگر حج تمتع افضل ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے تمتع نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا اظہار افسوس حج تمتع کے چھوڑنے پر نہ تھا کہ وہ قران سے افضل ہے بلکہ آپ ﷺ اس وجہ سے فکر مند ہو گئے تھے کہ میں احرام سے ہوں اور ان کو (جو قربانی نہیں رکھتے) احرام اتارنے کا حکم دے رہا ہوں۔ یہ راز جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جس حاجی کے پاس قربانی نہ ہو اس کے لئے تمتع افضل ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اور جس کے ساتھ قربانی ہو، اس کے لئے قران افضل ہے جیسا کہ حجۃ الوداع میں ہوا۔

آپ علیہ السلام منیٰ روانہ سے پہلے ابطح میں مقیم رہے۔ ...عمرہ اور طواف سے فراغت کے بعد آپ ﷺ مکہ کے مشرق میں بمقام ابطح قیام پذیر ہوئے، اتوار، پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کی صبح کی نماز تک آپ علیہ السلام وہیں مقیم رہے، اس دوران کعبہ میں تشریف نہ لائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (باب من لم یقرب الکعبة ولم یطف حتی یخرج الی عرفة ویرجع بعد الطواف الأول) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ پہنچ کر عمرہ کیا (ابطح میں مقیم رہے) اور میدان عرفات میں قیام کے بعد کعبہ میں طواف افاضہ کیلئے آئے (انفرد به البخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آمد..... رسول اللہ ﷺ بحالت احرام بیرون مکہ ابطح میں قیام پذیر تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (دوسری عورتیں ازواج مطہرات وغیرہ کی طرح جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے) احرام کی حالت

میں نہ دیکھ کر پوچھا آپ کو کس نے احرام کھولنے کی اجازت دی ہے؟ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے اباجی نے فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو آپ پر ناراض کرنے کی خاطر بتایا کہ فاطمہؓ احرام اتار کر سرمہ لگا کر نیا رنگین لباس زیب تن کیا ہوا ہے، اور وہ کہہ رہی ہے کہ آپ نے ان کو احرام کھولنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تین بار تصدیق کر کے پوچھا تم نے احرام کیسے باندھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ علیہ السلام کے احرام کے مطابق۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں، لہٰذا تم احرام نہ کھولنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو جانور یمن سے لائے اور رسول اللہ ﷺ جو مدینہ منورہ سے لائے اور جو راستے میں خریدے، ان جانوروں کی تعداد سو تھی، ان میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں شریک تھے۔ اور یہ بات غلط ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے جحفہ میں ملاقات ہوئی، جیسا کہ طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے، واللہ اعلم۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ متمتع تھے..... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن سے آئے۔ قربانی نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حج کی نیت فسخ کر دی اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وہ اسی معمول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، افراد حج کرنے کا اظہار کیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خوف وہیبت سے یہ فتویٰ ترک کر دیا۔

دو رکعت نماز کی ادائیگی...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا کہ انگلیاں کانوں میں ڈالے دائیں بائیں چہرہ پھیر رہے تھے اور نبی علیہ السلام اپنے سرخ چرمی خیمے میں مقیم تھے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابطح میں آپ علیہ السلام کے مصلّٰی کے سامنے نیزہ گاڑ دیا۔ آپ نے دھاری دار سرخ حلہ پہنے جماعت کرائی اور آپ ﷺ کے سترہ کے سامنے سے گدھے کتے اور عورتیں گزر رہی تھیں، گویا کہ میں اب آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

ابو جحیفہ سے دوسری سند سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعت پڑھائی اور مدینہ لوٹنے تک مسلسل دو رکعت پڑھتے رہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو جحیفہ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اول وقت بطحاء میں وضو کر کے نماز ظہر پڑھائی اور آپ علیہ السلام کے سامنے نیزے کا سترہ تھا، سترے کے سامنے سے گدھے اور عورتیں گزر رہی تھیں، نماز کے بعد لوگ آپ ﷺ کے دست مبارک کو اپنے چہروں پر پھیرنے لگے، میں نے بھی آپ علیہ السلام کا دست مبارک اپنے چہرے پر رکھا، وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔

یوم ترویہ . آٹھ ذوالحج بروز جمعرات فجر کی نماز بطحاء میں پڑھائی اس دن کا نام یوم ترویہ کے علاوہ یوم منیٰ بھی ہے، کیونکہ اس روز حاجی منیٰ میں جاتے ہیں اور سات ذوالحج کا نام ''یوم زینت'' ہے کیونکہ اس روز لوگ اپنی قربانیوں کو سجایا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

منیٰ کی طرف کس وقت روانہ ہوئے؟.. . امام بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحج کو حاجیوں سے خطاب فرمایا اور مسائل حج سے آگاہ فرمایا پھر منیٰ کی جانب زوال سے پہلے (یا زوال کے بعد) روانہ ہوئے۔ اور منیٰ جانے سے پہلے ابطح میں ہی، متمتع حاجیوں نے احرام باندھا جب منیٰ روانہ ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے عمرہ کے بعد احرام اتار دیا، یہاں تک کہ ترویہ کے دن روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ کی جانب پیٹھ فرمائی تو حج کا تلبیہ اور لبیک کی آواز لگائی (ذکرہ البخاری تعلیقاً مجزوما)

مسلم شریف میں بذریعہ ابوالزبیر جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے عمرہ کے بعد احرام کھول دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم منیٰ کی جانب روانہ ہونے کے وقت احرام باندھ لیں، چنانچہ ہم نے ابطح مقام سے تلبیہ کہنا شروع کیا۔ عبید بن جریج کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا، مکہ مکرمہ میں عام لوگ ذوالحج کا چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنا شروع کر دیتے ہیں اور آپ ترویہ کے دن تلبیہ کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا،

رسول اللہ ﷺ نے منیٰ کی جانب روانہ ہوتے وقت تلبیہ کہا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عطاء سے پوچھا گیا کہ مکہ میں مقیم کب تلبیہ کہے تو انہوں نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہ ترویہ کے دن جب نماز پڑھتے اور سوار ہوتے تو تلبیہ کہتے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب عمرہ سے فارغ ہو کر احرام اتار دیتے تو آٹھ تاریخ کو منیٰ کی جانب سوار ہو کر تلبیہ کہتے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ سے نماز ظہر کے بعد احرام باندھ کر تلبیہ کہا، لیکن آٹھ تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر ابطح میں نہیں پڑھی بلکہ منیٰ میں پڑھی، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

آٹھ کو ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''ترویہ کے دن ظہر کہاں پڑھے'' باب باندھ کر عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کیا ہے، میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ترویہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ تو آپ نے فرمایا ''منیٰ میں'' پھر پوچھا کہ سفر کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا ابطح میں پھر آپ نے بطور نصیحت کہا حاکم وقت جہاں نماز پڑھتے ہیں تم بھی وہاں پڑھو (اختلاف مت کرو) عبدالعزیز سے دوسری روایت میں ہے کہ منیٰ جاتے ہوئے ترویہ کے دن میری ملاقات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہوئی، آپ گدھے پر سوار تھے، میں نے سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے آج ظہر کہاں پڑھی تھی؟ تو فرمایا دیکھو! جہاں حکام پڑھتے ہیں وہیں پڑھو۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں۔ مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ تاریخ کو ظہر منیٰ میں پڑھی اور عرفہ کے دن ۹ تاریخ کو فجر بھی منیٰ میں ادا کی۔ اور ترمذی میں (عطاء از ابن عباس) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب عشاء اور فجر کی نماز پڑھائی، پھر عرفات کی جانب روانہ ہوئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کسی صحابی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آٹھ تاریخ کو منیٰ کو روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کپڑے کا چھاتہ بنا کر آپ علیہ السلام پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابطح سے زوال کے بعد منیٰ کی جانب روانہ ہوئے لیکن ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھائیں، پھر ۹ تاریخ کو عین دن کے وقت عرفات کی جانب روانہ ہوئے۔

منبر پر خطبہ؟...... عرفات میں ''منبر پر خطبہ'' کا باب باندھ کر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (ہناد، ابن ابی زائدہ، سفیان بن عیینہ، زید بن اسلم، ایک ضمری) اس کے والد یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں منبر پر دیکھا یہ سند ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی مبہم ہے یاد رہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصویٰ ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔

نیز ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (مسدد، عبداللہ بن داؤد، سلمیٰ بن نبیط، کے از قبیلہ خود) نبیط سے روایت کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں سرخ اونٹ پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ہے اس میں بھی ایک راوی مبہم ہے، لیکن اس کی گواہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عداء بن خالد سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرفات میں عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو اونٹ کی رکابوں پر کھڑے خطبہ دیتے دیکھا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ میں نے عرفات میں رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ سنا، جس حاجی کے پاس جوتا نہ ہو، وہ موزے پہن سکتا ہے اور جس کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہن سکتا ہے۔

بلند آواز سے بات دہرانا...... محمد بن اسحاق، عباد بن عبداللہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ عرفات میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ ربیعہ بن امیہ بن خلف بلند آواز سے لوگوں کو سنا رہا تھا۔

محمد بن اسحاق، عمرو بن خارجہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے وہ پیغام دیا تو پھر میں آپ علیہ السلام کی سواری کے پاس کھڑا ہو گیا، سواری کی جگالی کی لعاب میرے سر پر گر رہی تھی، اور آپ علیہ السلام فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق

دے دیا ہے، لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں، اولاد بیوی کے خاوند کی ہے اور زانی کی سزا سنگساری ہے، جو شخص اپنے باپ سے نسب توڑ کر کسی اور سے جوڑے یا غلام اپنے آقا سے تعلق توڑے تو ایسے افراد پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے اس کی عبادت غیر مقبول ہے۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس (قتادہ، شہر بن حوشب عبدالرحمان بن غنم) عمرو بن خارجہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس میں قتادہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ اور تکبیر کہنا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت محمد بن ابی بکر ثقفی سے بیان کیا ہے کہ میں اور انس منیٰ سے عرفات جا رہے تھے میں نے ان سے پوچھا اس دن آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس طرح تلبیہ کہتے تھے تو آپ نے بتایا بعض تلبیہ کہہ رہے تھے اور بعض تکبیریں کہہ رہے تھے۔ کسی پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

عرفہ میں ظہر، عصر ایک ساتھ پڑھنا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان ۸۶ھ نے حجاج بن یوسف ۹۵ھ کو ایک مکتوب ارسال کیا کہ مسائل حج میں عبداللہ بن عمرو کی اقتدا کرے۔ سالم ۱۰۵ھ کہتے ہیں عرفہ کے دن میں زوال کے بعد ابن عمر ۷۴ھ کے ساتھ حجاج کی قیام گاہ پر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں ہو؟ حجاج خیمہ سے باہر آیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "چلو" اس نے کہا ابھی؟ آپ نے فرمایا: بالکل ابھی، تو حجاج نے کہا، بس ذرا ٹھہریئے میں غسل کرلوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری سے اتر پڑے، حجاج نہا کر باہر آیا تو وہ میرے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان چلنے لگا۔ میں نے کہا آج سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل درکار ہو تو خطبہ مختصر کیجئے اور فوراً میدان عرفات میں چلے آیئے۔ یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سالم نے صحیح کہا ہے۔

سنت سے مراد سنت رسول ﷺ ہی تو ہے...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ زہری از سالم نقل کیا ہے کہ حجاج نے (جس سال ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا عرفہ کے دن آپ کا کیا اصول ہے؟ تو سالم نے کہا اگر سنت پر عمل مقصود ہو تو عرفہ کے دن نماز اول وقت میں پڑھیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سالم کی تصدیق کی کہ سنت یہی ہے کہ وہ لوگ ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔
...ی نے سالم سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی کیا ہے تو سالم نے کہا سنت سے مراد سنت رسول ﷺ ہی تو ہے۔

ا۔ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۹ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ سے روانہ ہوئے اور مقام نمرہ میں مقیم ہوئے ظہر کا وقت آیا تو اول وقت ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ "حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پھر اقامت کہی اور رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پھر اقامت کہی تو رسول اللہ ﷺ نے عصر پڑھائی، ظہر اور عصر کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔" اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے پہلے خطبہ دیا پھر نماز پڑھائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ الوداع میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عرفات میں پہلا خطبہ دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے دوسرا خطبہ شروع کیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان شروع کی، اذان کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر تکبیر کے بعد عصر کی نماز پڑھائی۔

امام مسلم نے رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر عرفات کے موقف میں آئے اونٹنی کا پیٹ صخرات کی جانب کیا اور "جبل مشاۃ" کو سامنے کر کے قبلہ رخ ہوئے۔

آپ علیہ السلام کا روزہ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ موقف میں ارسال کیا، وہ آپ علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے پی لیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ام فضل بنت حارث سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السلام کے روزے کے متعلق تردد ہوا

تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا، آپ علیہ السلام اونٹ پر سوار تھے۔ آپ علیہ السلام نے وہ نوش فرمالیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ام فضل، حضرت میمونہ ام المؤمنین کی بہن ہیں دودھ کے ارسال کا واقعہ ایک ہی ہے اور دودھ کے ارسال کی نسبت ام فضل زوجہ عباس رضی اللہ عنہ کی جانب صحیح ہے کہ دودھ ان ہی کا تھا اور ممکن ہے کہ دونوں نے علیحدہ علیحدہ دودھ بھیجا ہو، واللہ اعلم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفات میں، میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ انار کھا رہے تھے، اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں روزہ نہیں رکھا، ام فضل نے دودھ ارسال کیا اور آپ علیہ السلام نے پی لیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ عرفات کے دن رسول اللہ ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا تو ام فضل نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ ارسال کیا اور آپ علیہ السلام نے وہ نوش فرمالیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے دن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو کھانے کی دعوت دی تو فضل نے کہا میں روزے سے ہوں، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا روزہ نہ رکھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن دودھ نوش فرمایا تھا لہٰذا تم بھی روزہ نہ رکھو، کیونکہ دینی مسائل میں لوگ آپ کو مقتدا اور مثال سمجھتے ہیں۔

دورانِ حج موت کا واقع ہونا ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ میں سواری پر سوار تھے ایک حاجی سواری سے گر کر مر گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بیری کے پتوں کو جوش دیکر گرم پانی سے غسل دو، دو کپڑوں میں کفن دو، خوشبو نہ لگاؤ اور سر ننگا رکھو کہ محشر کے روز تلبیہ کی صدا لگاتا ہوا اٹھے گا۔

قیامِ عرفہ ...... امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمان بن یعمر دیلی سے روایت کیا ہے کہ چند نجدیوں نے رسول اللہ ﷺ سے حج سے متعلق پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا (الحج عرفة) قیامِ عرفات کا نام حج ہے، مزدلفہ کی رات ختم ہونے سے پہلے جس نے عرفات میں قیام کرلیا، اس کا حج درست ہوگیا۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

امام نسائی، یزید بن شیبان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عرفات میں رسول اللہ ﷺ کی قیام کی جگہ سے بہت دور ٹھہرے ہوئے تھے ہمارے پاس زید بن مربع انصاری تشریف لائے اور فرمایا کہ میں آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں کہ تم عرفات میں اپنے اپنے مقام پر ٹھہرے رہو، تم اپنے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام کی وراثت پر قائم ہو، زید بن مربع انصاری سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے، ابوداؤد ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے اس جگہ قیام کیا ہے۔ میدانِ عرفات پورے کا پورا قیام گاہ ہے موطا امام مالک میں ہے وادی عرفہ میں قیام نہ کرو۔

عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنے کی اہمیت ...... رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں روزہ نہیں رکھا تو معلوم ہوا کہ یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھنا افضل ہے کیونکہ اس سے دعا اور گریہ زاری سے تقویت حاصل ہوتی ہے اور میدانِ عرفات کے دن یہی اہم مقصد ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ پر حاضر ہوا اور عرفات میں عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، یہ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔

امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ وابوسعید بن ابی عمرو، ابوالعباس محمد بن یعقوب، ابواسامہ کلبی، حسن بن ربیع، حارث بن عبید، حوشب بن عقیل، مہدی ہجری، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ امام بیہقی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حارث بن عبید نے سند اسی طرح بیان کی ہے۔ مگر محفوظ عکرمہ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔
صحیح ابن حبان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے عرفات میں روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، آپ علیہ السلام نے روزہ نہیں رکھا اور شیخین (ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بھی حج کیا، انہوں نے بھی روزہ نہیں رکھا اور میں بھی روزہ نہیں رکھتا اور اب میں نہ روزے سے منع کرتا ہوں اور نہ ہی روزہ رکھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

دعا یوم عرفہ.... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد بن ابی زیاد مولیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی معرفت طلحہ بن عبیداللہ بن زکریا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یوم عرفہ کی تمام دعاؤں سے بہتر دعا یہ ہے جو میری اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی دعا ہے:

''لا اله الاالله وحدهٗ لاشریک لهٗ له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر''

بقول امام بیہقی یہ روایت مرسل ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دوسری سند سے موصول روایت کیا ہے مگر یہ سند ضعیف ہے۔ مسند احمد اور ترمذی میں (عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور ابوعبداللہ بن مندہ سے از نافع) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مذکورہ بالا دعا مروی ہے، طبرانی میں از خلیفہ از علی رضی اللہ عنہ بھی یہ دعا مرفوعاً مذکور ہے۔
مسند احمد میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ میں نے عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ''درج ذیل'' آیت سنی:

شهدالله أنه لااله الاهو والملائکة واولوا العلم قائماً بالقسط لااله الا هو العزیز الحکیم وأنا علی ذلک من الشاهدین یارب

امام ترمذی نے دعوات میں خلیفہ بن حصین کی معرفت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ موقف میں عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی اکثر دعا یہ تھی:

اَللّٰهم لک الحمد کالذی نقول وخیر مما نقول، اللّٰهم لک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی ولک رب تراثی اعوذ بک من عذاب القبر و وسوسة الصدر وشتات الأمر، اللّٰهم انی اعوذبک من شر ما تهب به الریح

''الٰہی! تیرے ہی لئے حمد وستائش ہے، اس حمد وثنا کی مانند جو ہم کہہ رہے ہیں اور اس سے بھی بہتر، یا اللہ! تیرے ہی لئے میری نماز اور میری عبادت ہے اور میرا مرنا اور جینا ہے اور تو ہی میرا وارث اور مالک ہے، میں عذاب قبر، دل کے وسوسوں اور پراگندہ امور سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں اس شر سے جو آندھی لے کر آئے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو غریب کہا ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔
امام بیہقی نے (موسیٰ بن عبیدہ از برادر عبداللہ بن عبیدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی عرفہ کے دن عرفات میں اکثر دعا یہ ہے:

لااله الاالله وحدهٗ لاشریک لهٗ له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر. اللهم اجعل فی بصری نوراً وفی سمعی نوراً وفی قلبی نوراً اللّٰهم اشرح لی صدری ویسرلی أمری، اللّٰهم انی اعوذبک من وسواس الصدر وشتات الأمر وشر فتنة البر وشر ما یلج فی اللیل وشر ما یلج فی النهار وشر ما تهب به الریح وشر بوائق الدهر.

اس سند میں موسیٰ بن عبید متفرد ہے لیکن وہ ضعیف ہیں، اس کے بھائی عبیداللہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔
مناسک میں طبرانی نے از عطا بن ابی رباح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے:

اللّٰھم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولا یخفی علیک شئی من أمری، أنا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبه، اسئلک مسئالة المسکین وابتھل الیک ابتھال الذلیل وأدعوک دعاء الخائف الضریر من خضعت لک رقبة وفاضت لک عبرته وذلّ لک جسده ورغم لک انفه، اللّٰھم لا تجعلنی بدعائک رب شقیا وکن بی رؤفا رحیماً یاخیر المسئولین ویاخیر المعطین.

''الٰہی! تو میرا کلام سنتا ہے اور میرا مکان دیکھتا ہے اور تو میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور میری کوئی بات تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میں معذور محتاج فریادی، پناہ کا طالب، خوفزدہ، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار واعتراف کرنے والا ہوں میں تجھ سے مسکین کی طرح سائل ہوں، اور ایک فرومایہ ذلیل کی طرح تیری طرف دستِ سوال دراز کرتا ہوں اور میں ستم رسیدہ خوفزدہ کی پکار کی طرح تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے خم ہے اور آنسو تیرے لئے بہہ رہے ہیں اور جسم تیرے لئے پست اور ذلیل ہے اور ناک خاک آلود ہے، الٰہی! میرے رب! مجھے دعا کی قبولیت سے محروم نہ کر، اور مجھ پر مہربان نہایت رحم کرنے والا ہو جا، اے تمام مسئولوں اور جن سے سوال کیا جاتا ہے بہتر، اے تمام دینے والوں سے افضل۔''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفات میں، میں نبی علیہ السلام کا رفیق سفر تھا آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اس دوران سواری کی گردن جھکی اور لگام گر پڑی، آپ ﷺ نے ایک ہاتھ سے مہار تھامی اور دوسرا ہاتھ دعا کے لئے اٹھا ہوا تھا۔ (نسائی)

امام بیہقی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں دعا مانگتے دیکھا، مسکین کے مانگنے کی طرح آپ علیہ السلام کے ہاتھ سینے کی جانب اٹھے ہوئے تھے۔

آپ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت...... مسند طیالسی میں عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن پچھلے پہر اپنی امت کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا فرمائی، خوب الحاح اصرار سے سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی، میں نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔ سوائے آپس کے ظلم وتعدی کے یعنی حقوق اللہ میں معاف کر چکا، پھر رسول اللہ ﷺ نے گزارش کی، یارب! تو مظلوم کی حق تلفی کا بہترین مداوا اپنی طرف سے بہترین بدلہ دے کر کر سکتا ہے، اور ظالم کو معاف کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔

ابلیس ملعون کی جزع فزع...... مزدلفہ کی صبح رسول اللہ ﷺ نے یہی دعا دوبارہ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اعلان کر دیا کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ خلاف معمول مسکرائے ہیں؟ (یعنی اس کی وجہ کیا ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ابلیس ملعون کی جزع فزع دیکھ کر مسکرایا ہوں۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے بارے میں میری دعا قبول فرمائی ہے تو وہ افسوس وحسرت اور ہلاکت کا اظہار کرنے لگا اور اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عباس بن مرداس سے مختصر بیان کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس کو مفصل بیان کیا ہے۔ نیز ابن جریر نے تفسیر میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ابوالقاسم طبرانی، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے، سوائے آپس کے مظالم کے سب کچھ معاف کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے محسن اور نیک کی بدولت بدکار کو معاف کر دیا ہے اور نیک شخص نے جو مانگا اسے عطا کیا، اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے واپس چلو۔''

جب آپ علیہ السلام مزدلفہ میں آئے تو فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نیک لوگوں کو بخش دیا ہے اور نیک لوگوں کی سفارش، بدکاروں کے حق میں قبول فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوا وہ سب پر محیط ہوگئی، پھر روئے زمین پر پھیل گئی، جو دست درازی اور زبان درازی سے بچا وہ رحمت اس پر چھا گئی۔''

ابلیس اور اس کے اعوان و انصار عرفات کے پہاڑ پر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول دیکھ رہے تھے، جب اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا نزول ہوا تو وہ آہ و فغاں کرنے لگے کہ ہم ان کو مغفرت کے خطرے سے بہکاتے رہے ہائے افسوس!!!! اب ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو چکی ہے۔ لہٰذا وہ حسرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہاں سے ادھر ادھر ہو گئے۔

عرفات میں وحی کا نزول...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، جناب امیر المؤمنین! آپ ایک آیت قرآن کریم میں تلاوت کرتے ہیں، وہ آیت اگر یہود پر نازل ہوتی تو اس دن کا جشن مناتے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے عرض کیا:

'الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر کس دن اور کس وقت نازل ہوئی تھی، یہ آیت جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن پچھلے پہر نازل ہوئی۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

عرفات سے واپسی...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات میں رہے جب سورج غروب ہو گیا اور سورج کی زردی بھی ختم ہوگئی اور غروب میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہا تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھا کر عرفات سے چل پڑے۔ سواری کی مہار اس قدر کھینچ لی کہ اس کا سر کجاوے کے قریب آ گیا اور اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے فرماتے جاتے تھے، اے لوگو! اطمینان سے چلو، السکینۃ السکینۃ، جب کسی پہاڑ کی چڑھائی پر پہنچتے تو اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ دیتے کہ باسانی چڑھ جائے۔

چنانچہ عرفات سے مزدلفہ پہنچ گئے۔ وہاں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کیں، ان کے درمیان میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔

باب المسیر اذا دفع من عرفۃ...... عرفہ سے واپسی کے وقت چلنے کی رفتار میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ میری موجودگی میں، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں عرفات سے کس رفتار سے واپس آئے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا (کان یسیر العنق فاذا وجد فجوۃ نص) اعتدال اور درمیانہ روی سے چلتے رہے جب راستہ کشادہ پاتے تو رفتار تھوڑی تیز کر دیتے (احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ عرفات سے لوٹتے ہوئے میں رسول اللہ ﷺ کا رفیق سفر تھا، آپ علیہ السلام نے جب تیز رفتار ہجوم دیکھا تو فرمایا، اے لوگو! اطمینان سے چلو، آہستگی اختیار کرو، تیز رفتاری سے چلنا نیکی نہیں ہے۔ چنانچہ جب راستے میں ہجوم ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ درمیانی رفتار سے چلتے جب کشادہ راستہ پاتے تو تیز چلتے۔ پھر مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے۔

مسند احمد، نسائی، اور مسلم شریف میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے واپس لوٹے تو میں آپ علیہ السلام کا رفیق سفر تھا، آپ ﷺ سواری کی مہار اس قدر کھینچ رہے تھے کہ اس کا سر کجاوے کو چھو رہا تھا اور فرماتے تھے:

علیک السکینۃ و الوقار فان البر لیس فی ایضاع الابل۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ درمیانی اور معتدل رفتار سے چلتے رہے یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچ گئے اور ایک روایت میں ہے (فلم ترفع راحلتہ رجلھا عادیۃ حتیٰ بلغ جمعاً) دوڑ کر سفر طے نہیں کیا۔

راستہ میں ضرورت کیلئے اترنا ...... مسند احمد میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عرفہ کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام گھاٹی میں داخل ہوئے، نیچے اتر کر پیشاب سے فارغ ہوئے وضو کر کے سوار ہو گئے اور نماز نہیں پڑھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی نے از کریب از ابن عباس رضی اللہ عنہ از اسامہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا راستہ میں ایک گھاٹی کے اندر رسول اللہ ﷺ نے اتر کر پیشاب کیا میں نے ہلکا سا وضو کروایا اور عرض کیا، نماز، تو فرمایا نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ پھر مزدلفہ پہنچ کر نماز مغرب پڑھی پھر کجاوے اتار کر عشاء کی نماز پڑھی۔ امام ابوالحجاج مزی نے اطراف میں کہا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے کے بغیر صحیح ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (موسیٰ بن عقبہ از کریب از اسامہ) بیان کیا ہے، امام مسلم اور نسائی نے بھی اسی طرح بیان کی ہے۔ نیز امام مسلم نے موسیٰ بن عقبہ کے شاگردوں (ابراہیم اور محمد) سے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (از اسماعیل بن جعفر از محمد بن ابی حرملہ از کریب از اسامہ) بھی روایت بیان کی ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسماعیل بن جعفر کے متعدد شاگردوں سے یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

کچھ مزید تفصیل ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، عمرو بن ذر، مجاہد) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے عرفات سے سواری کے پیچھے بٹھایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا اسامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے معمولات سے آگاہ کریں تو میں نے بتایا رسول اللہ ﷺ نے سواری کی مہار اس قدر کھینچ لی کہ اس کا سر کجاوے کو چھونے لگا یا چھونے کے قریب تھا، آپ ﷺ نے لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا، آرام سے، آرام سے۔ پھر مزدلفہ سے روانگی کے وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو سواری کے پیچھے بٹھایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا، فضل ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اعمال کے بارے میں بتائیں۔ چنانچہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کل کی طرح آرام وسکون سے چلتے رہے وادی محسر پہنچ کر تیز رفتار ہوئے یہاں تک کہ وادی محسر طے ہوگئی۔

تیز دوڑ نا نیکی نہیں ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن روانہ ہوئے تو لوگوں کا شوروغل اور سواریوں کی مار پیٹ کی آواز سن کر کوڑے کے اشارے سے فرمایا ”اے لوگو! اطمینان سے چلو سرعت اور تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔“ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ از مقسم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفات سے روانہ ہوئے تو لوگوں نے سواریاں دوڑانی شروع کردیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کے ذریعہ اعلان کروایا۔ اے لوگو! سواریاں دوڑانا نیکی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اعلان کے بعد کسی نے بھی مزدلفہ تک سواری تیز رفتار نہیں چلائی۔ رسول اللہ ﷺ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان سوائے ضروری حاجت اور پیشاب کے نہیں اترے۔

عجب اتباع ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ عرفات میں، میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا زوال کے بعد وہ اور امام نماز کیلئے آئے، میں بھی ساتھ تھا ظہر اور عصر پڑھی، پھر وقوف عرفات کے بعد روانہ ہوئے، تو مازمین سے پہلے ایک تنگ مقام میں آئے تو سواری کو بٹھایا ہم نے سواریاں بٹھا دیں ہمارا خیال تھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھیں گے تو آپ کے خادم نے کہا نماز نہیں پڑھیں گے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس جگہ رفع حاجت کیلئے آئے تھے، لہٰذا وہ یہاں رفع حاجت کیلئے اترے ہیں۔

دو اقامت کے ساتھ مغرب وعشاء کی ادائیگی ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سالم بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز دو اقامت کے ساتھ ادا کی، ان کے درمیان میں کوئی نماز نہیں پڑھی اور ان کے بعد بھی کوئی نماز نہیں پڑھی۔ مسلم شریف میں ہے:

صلی المغرب و العشاء بالمزدلفة جمیعاً

نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کیں۔ ان کے درمیان میں کوئی نماز نہیں پڑھی، مغرب تین رکعت اور عشاء دو رکعت۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا زندگی بھر یہ معمول رہا۔

ایک اقامت...... مسلم میں (شعبہ، حکم اور سلمہ بن کہیل) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مغرب اور عشاء مزدلفہ میں ایک اقامت کے ساتھ ادا کیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی ہی نماز پڑھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (سفیان ثوری، سلمہ، سعید بن جبیر) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ میں مغرب کی نماز تین رکعت اور عشاء کی نماز دو رکعت ایک تکبیر کے ساتھ ادا کیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (ابو بکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن جبیر، اسماعیل بن ابی خالد، ابی اسحاق) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مزدلفہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے، مغرب اور عشاء صرف ایک اقامت سے پڑھائی۔ نیز بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مسلم اور نسائی میں عدی بن ثابت سے عبداللہ بن یزید خطمی کی معرفت روایت کرتے ہیں کہ ابو یزید انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں مزدلفہ میں ایک ساتھ ادا کیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان۔ "باب من اذن و اقام لکل واحدة منها" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمان بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حج کیا تو ہم مزدلفہ میں عشاء کی اذان کے وقت یا اس کے کچھ قریب پہنچے تو انہوں نے کسی کو ارشاد فرمایا تو اس نے اذان اور اقامت کہی اس کے بعد انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی، اور اس کے بعد دو رکعت اور پڑھیں، پھر اس کے بعد اپنا کھانا منگوایا اور تناول فرمایا، پھر آپ کے ارشاد سے میرا غالب خیال ہے کہ کسی نے اذان اور اقامت کہی (بقول عمرو بن خالد یہ شک زہیر سے صادر ہوا ہے) پھر انہوں نے عشاء کی دو رکعتیں قصر کر کے ادا کیں پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی علیہ السلام آج کے دن اس وقت اس جگہ میں سوائے اس نماز کے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مزدلفہ میں دو نمازیں اپنے وقت پر نہیں ادا کی جاتیں۔ مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ میں آنے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور نماز فجر جس وقت فجر طلوع ہوتی ہے پڑھ لی جاتی ہے اور کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

"نماز فجر فوراً طلوع ہوتے ہی پڑھ لی"۔ یہ الفاظ بخاری میں وارد حدیث (حفص بن عمر بن غیاث، اعمش، عمارہ، عبدالرحمان) ابن مسعود سے زیادہ واضح ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خلاف معمول صرف دو نمازیں پڑھتے دیکھا ہے، مغرب عشاء کیساتھ اور فجر کی نماز وقت سے پہلے (صلوٰۃ الفجر قبل میقاتها)

مسلم شریف میں مروی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد لیٹ گئے، جب فجر ہوئی تو فجر کی نماز اذان اور اقامت کے بعد فوراً پڑھ لی۔

عروہ طائی...... امام احمد، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عروہ مضرس طائی نے بتایا کہ میں نے مزدلفہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میں جبل طی سے حاضر ہوا ہوں میں نے خود کو تھکا دیا ہے اور سواری کو دبلا پتلا کر دیا ہے، واللہ میں نے ہر پہاڑ پر وقوف کیا ہے، کیا میرا حج ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری اس فجر کی نماز میں شریک ہوا اور اس نے یہاں وقوف کیا، اور اس سے پہلے وہ دن یا رات کے کسی حصہ میں عرفات میں وقوف کر چکا ہے اس کا حج ہو گیا، یہ روایت سنن اربعہ میں شعبی از عروہ مذکور ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے

رسول اللہ ﷺ نے اپنے کمزور اور ضعیف اہل خانہ کو رات ہی کو مزدلفہ سے لوگوں کے ہجوم سے ہی منیٰ روانہ کر دیا۔ "باب من قدم ضعفة اهله

بـالليل فيقفون بالمزدلفة ويدعون ويقدم اذاغاب القمر" کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے کمزور اہل وعیال کو وقت سے پہلے روانہ کر دیتے، وہ مزدلفہ میں قیام کرتے اور ذکر واذکار میں مصروف رہتے پھر امام کی روانگی سے پہلے ہی منیٰ چلے جاتے بعض ان میں سے فجر کے وقت آتے اور بعض بعد میں اور رمی جماتے کرتے، ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ رخصت عنایت فرمائی تھی،

عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ سے رات کو ہی بھیج دیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے رات کو ہی مزدلفہ سے اپنے کمزور لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آل عبدالمطلب کے بچوں کو اونٹوں کے ساتھ (فجر کی نماز سے پہلے ہی) روانہ کر دیا۔ ہما رے رانوں پر تھپک کر فرمایا، دیکھو اطلوع آفتاب سے پہلے رمی نہ کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ کسی نے بھی طلوع آفتاب سے پہلے رمی جمار نہیں کی۔ امام ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس روایت کو بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعدد اسناد سے نقل کیا ہے۔

نیز امام ابی داؤد ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کمزور اور ضعیف اہل وعیال کو رات کو ہی منیٰ روانہ کر دیتے اور ان تاکید کرتے طلوع آفتاب سے پہلے رمی جمار نہ کریں۔

اندھیرے میں رمی ۔۔۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ از ابن جریج از عبداللہ مولیٰ اسماء بنت ابی بکر روایت کرتے ہیں وہ مزدلفہ میں نما ز پڑھتی رہیں تھوڑی دیر بعد پوچھا چاند غروب ہوگیا ہے؟ نفی میں جواب ملا تو پھر نماز میں مصروف ہوگئیں، پھر پوچھا چاند غروب ہوگیا ہے، اثبات میں جواب ملا، تو فرمایا کوچ کرو، ہم منیٰ پہنچے تو آپ نے رمی کی اور فجر کی نماز بعد میں پڑھی میں نے عرض کیا ابھی اندھیرا ہی ہے، تو حضرت اسماء نے کہا! بیٹا! رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے لئے اس کی اجازت دی ہے۔ حضرت اسماء کا طلوع آفتاب سے پہلے رمی کرنا اس نص پر موقوف ہو تو ان کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مقدم ہے، اس روایت کی سند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بہتر ہے۔ توجیہ بھی ممکن ہے کہ بچوں اور عورتوں میں تفاوت ہے کیونکہ خواتین کو کمزوری کے علاوہ پردہ کی بھی ضرورت لاحق ہوتی ہے، اسی وجہ سے ان کو تاریکی میں رمی کی اجازت ہے۔ اگر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی طرف سے بغیر کسی نص کے توقیف کے رمی کی ہو تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے اس فعل سے مقدم ہوگی۔ ہماری پہلی توجیہ کی تائید ابو داؤد کی روایت سے ہوتی ہے کیونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رات کو رمی کی تو پوچھا گیا کہ آپ نے رمی رات کی تاریکی ہی میں کر لی! تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسی طرح رات کو رمی کیا کرتی تھیں۔ متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مزدلفہ کی رات نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ بھی لوگوں کے ہجوم سے قبل ہی منیٰ روانہ فرمادیں، آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی تو وہ پہلے ہی منیٰ چلی آئیں اور ہم مزدلفہ ہی میں مقیم رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی منیٰ آئے میں بھی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگ لیتی تو یہ میرے لئے بہت اچھا ہوتا۔

امام ابوداؤد، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رات ہی منیٰ بھیج دیا، وہ فجر کی نماز سے پہلے رمی کر کے طواف افاضہ کے لئے چلی آئیں اس رات رسول اللہ ﷺ میرے ہاں مقیم تھے (وهو اسنا د جيد قوی رجاله ثقات)

مزدلفہ میں تلبیہ امام مسلم، عبدالرحمن بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ مزدلفہ میں ہم حضرت ابن مسعود علیہ السلام کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے مزدلفہ میں نبی علیہ السلام کو لبیک اللّٰھم لبیک کہتے سنا ہے۔

قیام مزدلفہ، قبل از طلوع روانگی اور وادی محسر میں تیز رفتاری فـاذا افـضـتـم مـن عـرفـات فاذكروا الله عند المشعر الحـرام (۲/۱۹۸) جابر کا بیان ہے کہ جب فجر طلوع ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اذان اور اقامت کے بعد نماز پڑھائی، پھر سوار ہو کر مشعر حرام کے

پاس چلے آئے، اور قبلہ رخ ہو کر دعا اور تکبیر و تہلیل میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ کافی روشنی ہو گئی، پھر فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھا کر طلوع آفتاب سے پہلے ہی روانہ ہوئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ مزدلفہ میں، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا، مشرکین طلوع آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہوتے تھے اور ''اے کوہ ثبیر! دھوپ سے چمک جا'' کہا کرتے تھے۔ نبی علیہ السلام طلوع آفتاب سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہوئے۔

اول وقت میں فجر کی ادائیگی...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمان بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ میں مزدلفہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز دو اذان کہہ کر ادا کیں۔ اور اس دوران میں کھانا کھایا پھر فجر طلوع ہوئی تو فجر کی نماز ادا کی (اس قدر اول وقت میں نماز پڑھی) بعض لوگ کہہ رہے تھے کہ فجر طلوع ہو چکی ہے اور بعض لوگ کہہ رہے تھے کہ ابھی نہیں ہوئی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مزدلفہ میں دو نمازیں اپنے وقت پر ادا نہیں کی جاتیں۔

(۱) مغرب عشاء کے وقت جب کہ لوگ مزدلفہ پہنچ جائیں۔

(۲) فجر کی نماز فوراً طلوع فجر کے وقت۔

پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اجالا ہونے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ اور کہا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ اگر آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں تو سنت پر عمل پیرا ہوں گے۔

عبدالرحمان بن یزید کہتے ہیں کہ ادھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بات کہہ رہے تھے ادھر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روانگی کا اعلان کر دیا پھر تلبیہ کہتے ہوئے جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور رمی کی۔

خطاب...... امام بیہقی مرسل اور مرفوع دونوں طرح مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں حمد و ثنا کے بعد خطاب فرمایا۔

مشرک اور بت پرست لوگ عرفات سے غروب سے پہلے جب سورج انسان کے قد و قامت کے برابر کھڑا ہوتا تھا تو روانہ ہو جاتے تھے لیکن ہم ان کے برعکس عمل کریں گے (اور غروب کے وقت روانہ ہوں گے) اسی طرح مزدلفہ سے اتنا ہی سورج چڑھے روانہ ہوتے تھے، ہمارا عمل یہاں بھی ان کے خلاف ہوگا (اور طلوع سے پہلے روانہ ہونگے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے پہلے روانہ ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ سے مزدلفہ تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی سواری پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مزدلفہ سے منیٰ تک فضل بن عباس رضی اللہ عنہ۔ دونوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی تک لبیک کہتے رہے۔

مسلم شریف میں رسول اللہ ﷺ کے رفیق سفر فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح لوگوں کو تلقین کر رہے تھے (علیکم السکینۃ) آہستہ چلو، اور خود بھی رسول اللہ ﷺ اپنی سواری کو تیز رفتاری سے روکے ہوئے میدان محسر میں آئے (تو ذرا تیز چلے) نیز فرمایا کہ رمی کے لئے کنکریاں اٹھالو اور جمرہ عقبہ تک آپ ﷺ تلبیہ کہتے رہے۔

محسر میں تیز چلنا...... اسی عنوان کے تحت امام بیہقی نے بذریعہ محمد باقر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب محسر میں داخل ہوئے تو سواری کو تیز چلایا۔ (مسلم)

نیز امام بیہقی نے بذریعہ ابی الزبیر، حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے واپسی کے دوران آہستہ چل رہے تھے اور لوگوں کو اس بات کی تلقین کر رہے تھے وادی محسر میں پہنچ کر رفتار تیز کی اور خذف کے برابر کنکریاں مارنے کا ارشاد فرمایا۔

فائدہ......خذف اس کنکر کو کہتے ہیں جو انگوٹھے پر رکھ کر شہادت کی انگلی سے پھینکی جائے، یعنی چنے سے کچھ بڑے۔ نیز فرمایا مجھ سے مسائلِ حج معلوم کرلو شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

امام بیہقی نے بذریعہ عبیداللہ بن ابی رافع، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ ذرا مختصرا بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وادی محسر میں سواری تیز دوڑائی اور فضل کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر جمرہ عقبہ تک آئے اور رمی کی۔

مفصل واقعہ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (سند میں معمولی تغیر سے یہ حصہ) بذریعہ عبیداللہ بن رافع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذرا مفصل بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں وقوف فرما کر کہا، میدانِ عرفات پورے کا پورا موقف اور قیام گاہ ہے، اور سورج غروب ہونے کے بعد اسامہ رضی اللہ عنہ کو ردیف بنا کر عرفات سے لوٹے اور درمیانی رفتار سے چلتے رہے۔ اور تیز رفتار لوگوں کو اطمینان و وقار سے چلنے کی تلقین کرتے رہے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز باجماعت ایک ساتھ ادا کیں فجر تک یہیں قیام فرمایا پھر "قزح" میں پہنچ کر فرمایا یہ موقف ہے اور میدان مزدلفہ سارا ہی موقف اور ٹھہرنے کی جگہ ہے، پھر آپ علیہ السلام اعتدال سے چلتے رہے، وادی محسر کو تیز رفتاری سے طے کیا۔

پھر ایک نوجوان خثعمی خاتون نے پوچھا کہ میرے والد نہایت بوڑھے ہیں اور ان پر حج فرض ہے کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! والد کی طرف سے حج کرو۔ فضل رضی اللہ عنہ اُسے تکنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا رخ تبدیل کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور ﷺ! آپ نے فضل کا رخ کیوں تبدیل کیا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے نوخیز لڑکی کی اور نوجوان لڑکے کی آنکھوں کو دو چار ہوتے دیکھا تو مجھے ان دونوں پر شیطانی حملہ کا خطرہ ہوا۔ پھر ایک حاجی نے پوچھا میں قربانی سے پہلے سر منڈا چکا ہوں کیا حکم ہے؟ فرمایا اب قربانی کرو، "تقدیم و تاخیر میں کوئی گناہ نہیں ہے۔" پھر ایک دوسرے حاجی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میں حلق سے پہلے طواف افاضہ کر چکا ہوں، آپ علیہ السلام نے کہا، اب حجامت بنوالو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں تشریف لائے، طواف افاضہ کیا اور زم زم کنویں کے پاس آ کر فرمایا اے فرزندانِ عبدالمطلب! پانی پلانے کے منصب کو اچھی طرح سرانجام دو، مجھے لوگوں کی دخل اندازی اور ان کے بے جا ہجوم کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی کھینچنے میں مدد کرتا۔

یہ قصہ باختلافِ سند ابوداؤد شریف میں ابن ماجہ اور ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔ اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے مذکور ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کی جزئیات کے صحاح ستہ وغیرہ میں کئی شواہد موجود ہیں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مذکور نہیں۔

وادی محسر میں تیز گامی...... امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وادی محسر میں تیز رفتار سے چلنے سے انکار نقل کیا ہے کہ یہ گنواروں اور دیہاتیوں کا فعل تھا۔ پھر اس کی تردید کی ہے کہ مثبت منفی پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ ایجاب سلب سے راجح ہوتا ہے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایضاع اور تیز رفتاری سے چلنے کا انکار ثابت ہی نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ سرعت اور تیز رفتاری متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طریق سے منقول ہے۔ امام بیہقی نے مسور بن مخرمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وادی محسر میں سواری تیز دوڑاتے ہوئے شعر گنگنا رہے تھے۔

تلبیہ کب کہا...... اسامہ اور فضل ردیفان رسول اللہ ﷺ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے روایت ہو چکا ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک رسول اللہ ﷺ تلبیہ کہتے رہے۔ امام بیہقی نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غور سے دیکھا تو آپ علیہ السلام نے جمرہ عقبہ کو پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ ترک کر دیا۔

آپ ﷺ کا آخری کنکری تک تلبیہ کہنا...... امام بیہقی نے امام ابن خزیمہ کی معرفت فضل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں عرفات سے

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آیا، آپ علیہ السلام جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہے اور ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر مارتے رہے، پھر آخری کنکری مار کر تلبیہ ترک کر دیا۔ یہ اضافہ نہایت غریب ہے اور فضل کی مشہور روایات میں بالکل مذکور نہیں، اگرچہ امام ابن خزیمہ نے اس کو پسند کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ نے ابان بن صالح کی معرفت روایت کیا ہے کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرفات سے واپس آیا۔ آپ نے جمرہ عقبہ کی آخری کنکری مار کر تلبیہ ترک کر دیا، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو فرمایا میں نے والدِ گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی طرح تلبیہ کہتے سنا ہے، اور آپ نے مجھے یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔ ابو العالیہ فضل رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ دس ذوالحج قربانی کے دن صبح مجھے رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں چننے کا حکم فرمایا میں نے حذف کے برابر کنکریاں اٹھائیں۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ہاتھ میں لے کر فرمایا ایسی کنکریوں سے رمی کرو دین میں غلو اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کرو، سابقہ اقوام کو غلو اور تجاوز نے ہی تباہ کیا ہے۔

حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ وادی محسر میں پہنچے تو سواری کو تیز کر دیا پھر اس درمیانے راستے سے تشریف لائے جو جمرہ عقبہ پر جا پہنچتا ہے، پھر سات کنکریاں بطن وادی سے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے رہے۔

چاشت کے وقت رمی کی...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن چاشت کے وقت رمی کی اور باقی دنوں میں زوال کے بعد، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس معلق روایت کو ابن جریج از ابو الزبیر بیان کیا۔

رمی کی جگہ...... صحیحین میں عبد الرحمان بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو وادی کے نشیب سے رمی کرتے دیکھا تو عرض کیا لوگ وادی کے اوپر سے رمی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی قسم یہ اس ذات مبارک کے رمی کرنے کی جگہ ہے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور سند سے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ کے پاس آئے منیٰ کو دائیں طرف اور کعبہ کو بائیں طرف کر کے سات کنکریاں ماریں اور فرمایا ایسے ہی اس مقدس ذات نے رمی کی جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

تکبیر کہہ کر کنکریاں مارنا...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''جمرہ کو سات کنکری اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہنا'' عنوان مقرر کر کے بیان کیا ہے کہ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے۔ اس عنوان کے تحت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قصہ نقل کیا ہے کہ اس نے نشیب وادی سے جمرہ کو سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر بتایا کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم! جس مقدس ذات پر سورہ بقرہ نازل ہوئی اس ذات پاک نے یہیں سے رمی کی تھی۔ نیز مسلم شریف میں ابو الزبیر اور محمد باقر کا بیان ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ کو سات کنکریاں ماریں ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر مارتے تھے اور وہ کنکر خذف کے برابر تھی۔

سوار ہو کر کنکری مارنا...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حجاج بن ارطاۃ، ابو القاسم مقسم) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کی، سوار ہو کر کی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بن منیع کی معرفت یحییٰ بن زکریا سے یہ روایت بیان کر کے حسن کہا ہے۔

اور امام ابن ماجہ نے (ابن ابی شیبہ از ابو خالد احمر کی معرفت حجاج بن ارطاۃ) سے یہ روایت بیان کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو داؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے ام جندب از دیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بطن وادی میں سواری کرتے دیکھا ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہہ رہے تھے۔ ایک صاحب نے آپ علیہ السلام پر پیچھے کی طرف سے سایہ کر رکھا تھا، میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو معلوم ہوا کہ فضل بن عباس ہیں۔ لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو۔ جب رمی کرو تو خذف کے برابر کنکری سے رمی کرو۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کو جمرہ عقبہ کے قریب سوار دیکھا، آپ ﷺ کی انگلیوں میں پتھر کی کنکری تھی۔ آپ ﷺ

نے رمی کی اور وہاں ٹھہرے نہیں۔ ابن ماجہ میں ہے کہ آپ علیہ السلام خچر پر سوار تھے، یہ خچر پر سواری کی تصریح نہایت عجب چیز ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے دن سواری پر جمرہ کی رمی کرتے دیکھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے مجھ سے مسائلِ حج معلوم کرلو شاید آئندہ میں حج نہ کرسکوں۔ مسلم شریف میں ام حصین سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا اور آپ ﷺ کو قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرکے سواری پر لوٹتے دیکھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:

"لتأخذوا منا سكم فاني لا ادري لعلي لا احج بعد حجتي هذه"

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا، اسامہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، ان میں سے ایک نبی علیہ السلام کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے تھا اور دوسرا سورج کی تمازت کی وجہ سے آپ ﷺ پر کپڑا تانے ہوئے تھا، یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے جمرہ عقبہ کی رمی کی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایمن بن نابل کی معرفت قدامہ بن عبداللہ کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے دن بطن وادی میں صہبا ناقہ پر سوار جمرہ عقبہ کو رمی کرتے دیکھا۔ آج کل کے حکمرانوں کی طرح، آپ ﷺ کے سامنے سے کسی کو نہ مارا جاتا تھا اور نہ ہٹایا جاتا تھا اور نہ راستہ بند کیا جاتا تھا۔ یہ روایت نسائی ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

ایام تشریق میں رمی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نافع سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قربانی کے دن سواری جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تھے اور باقی دنوں میں پیدل۔ ان کے خیال کے مطابق رسول اللہ ﷺ ان ایام میں رمی کیلئے پیدل ہی آجاتے تھے۔

رمی کے بعد .. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے قربانیاں کیں اور باقی ماندہ ۳۷ قربانیاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیں اور آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربانیوں میں شریک و سہیم بنالیا تھا، پھر قربانی کے ہر جانور سے ایک ایک بوٹی اکٹھی کرنے کا حکم دیا پکنے کے بعد دونوں حضرات نے وہ سالن کھایا اور شوربہ پیا۔

معجزانہ خطاب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کسی صحابی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطاب فرمایا، مہاجرین کو قبلہ کی دائیں طرف اور انصار کو بائیں جانب بیٹھنے کا ارشاد فرمایا اور باقی ماندہ کو ان کے آس پاس۔ ان کو مسائلِ حج بتائے، اللہ تعالیٰ نے اہلِ منیٰ کی قوت سماعت اتنی تیز کردی کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں آپ علیہ السلام کا خطبہ سن رہے تھے صحابی کا بیان ہے کہ میں آپ ﷺ سے سنا کہ۔

"ارموا الجمرة بمثل حصى الحذف".

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبدالرحمان بن معاذ تیمی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطاب میں فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ منیٰ کے میدان میں قیام کئے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سماعت اس قدر تیز تھی کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کا خطاب سن رہے تھے۔

عمر کے مطابق قربانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کی تعداد ایک سو تھی۔ اکثر قربانیاں رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے ساتھ لائے تھے اور کچھ حضرت علی یمن سے لائے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان قربانیوں میں شریک کرلیا تھا۔

بقول امام ابن حبان وغیرہ نبی علیہ السلام نے اپنی عمر مبارک کی مناسبت سے اپنے دست مبارک سے ۶۳ قربانیاں ذبح فرمائیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مقسم کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج میں ایک سو قربانیاں ذبح فرمائیں۔ ان میں سے ۶۰ جانور اپنے دست مبارک سے ذبح کئے اور باقی ماندہ آپ علیہ السلام کے ارشاد سے کسی اور نے ذبح کئے۔ آپ ﷺ نے ہر قربانی سے ایک ایک بوٹی جمع کی پکایا، کھایا اور شوربہ پیا۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ نے ستر جانور قربان کئے ان میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی شامل تھا جو

جنگِ بدر میں بطورِ غنیمت آیا تھا۔

قصاب کی اجرت ...امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ مجاہد بن جبر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے سو اونٹ ذبح فرمائے، ۳۰ اونٹ ان میں سے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کئے اور باقی ماندہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا، ان کا گوشت، چمڑا اور پالان لوگوں میں تقسیم کر دیں، اور قصاب کو ذبح کرنے کی اجرت اس سے نہ دیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہر جانور سے ایک ایک بوٹی جمع کر کے پکاؤ تا کہ ہم گوشت کھائیں اور شوربہ پئیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسب حکم پکایا (پھر دونوں نے کھایا)۔

متفق علیہ روایت میں ابن ابی لیلیٰ کی معرفت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اونٹ ذبح کرنے کا حکم فرمایا اور ان کے پالان، چمڑے اور گوشت تقسیم کرنے کا بھی حکم فرمایا (نیز تاکید فرمائی) کہ قصاب کو اس میں سے کچھ بھی اجرت نہ دو بلکہ یہ فرمایا اس کی اجرت ہم اپنی جیب سے ادا کریں گے۔

ابوداؤد نے عرفہ بن حارث کندی سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا، آپ ﷺ کے پاس قربانی کا اونٹ لایا گیا تو فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ آئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نیزے کا نچلا حصہ تھامو اور خود اوپر والا حصہ پکڑا پھر دونوں نے اونٹ کو نیزے سے ذبح کیا۔ ذبح سے فارغ ہو کر آپ ﷺ خچر پر سوار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث میں منفرد ہیں۔ اس کی سند اور متن میں غرابت اور کچھ انوکھا پن ہے۔ واللہ اعلم۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو رمی کی، پھر قربانی ذبح کی اور سر منڈایا۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کی طرف سے قربانی کی اور منیٰ میں اپنی طرف سے بھی ایک گائے ذبح فرمائی اور دو چت کبرے مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

آپ ﷺ کا سر منڈوانا ...مسند احمد، مسلم اور بخاری میں سالم اور نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں سر منڈوایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حلق کروایا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے بال کٹوائے۔

مسلم شریف میں یحییٰ بن حصین کا اپنی دادی سے یہ بیان مذکور ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ رحمت کی دعا فرمائی، اور بال کٹوانے والوں کے لئے ایک بار دعا فرمائی۔

مسلم شریف میں یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمرہ عقبہ کو رمی کر کے واپس اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے او قربانی کی، پھر حجام کو سر کے دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا، پہلے یہ، پھر بایاں حصہ، پھر تمام مبارک بال لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ داہنے حصے کے بال لوگوں میں دو دو ایک ایک کر کے تقسیم کر دئے اور بائیں حصے کے تمام بال حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دیئے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ دائیں حصے کے بال حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اور بائیں حصہ کے بال اس کو لوگوں میں تقسیم کرنے کیلئے دیئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حجام رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک مونڈ رہا ہے اور لوگ آپ کے گرد حلقہ بنائے کھڑے ہیں تا کہ کوئی بال نیچے نہ گرنے پائے۔ (تفرد بہ احمد)

میں نے آپ کے خوشبو لگائی... احرام اتار کر لباس تبدیل فرمایا، طواف افاضہ سے پہلے رمی اور قربانی کے بعد خوشبو لگائی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن ابی بکر کی معرفت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ان دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگائی، جب آپ ﷺ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا طواف افاضہ سے پہلے احرام اتارتے وقت۔ یہ بیان کر کے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ کیفیت بیان کی اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ خوشبو میں کستوری کی آمیزش تھی۔
یہ روایت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی اور عبد الرزاق سے مسند میں عروہ اور سالم از عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے۔
نیز صحیحین اور مسلم شریف میں عروہ، قاسم اور عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں خوشبو کا نام ذریرہ بتایا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد محرم پر سوائے مباشرت کے ہر چیز جو احرام کی وجہ سے حرام تھی حلال ہو جاتی ہے اور طواف افاضہ کے بعد مباشرت بھی حلال ہو جاتی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا، جناب خوشبو بھی؟ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کستوری لگاتے دیکھا ہے، کیا یہ خوشبو نہیں؟

احرام کھولنا کیا طواف افاضہ کے ساتھ مشروط ہے؟ ... سنن ابی داؤد "باب الافاضه فی الحج" میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے قربانی کی شب رسول اللہ ﷺ کا قیام میرے ہاں تھا، وہب بن زمعہ اور ایک اموی قمیض پہنے ہوئے آئے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے طواف افاضہ کر لیا؟ انہوں نے کہا جی نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا قمیض اتار دو، چنانچہ انہوں نے اپنی اپنی قمیض اتار دی، تو وہب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیوں ممنوع ہے! تو آپ ﷺ نے فرمایا قربانی کے دن جمرہ عقبہ کی رمی اور قربانی کے بعد، اگر ہو تو احرام کی وجہ سے جو چیز حرام ہو سوائے مباشرت کے وہ حلال اور مباح ہو جاتی ہے یہاں تک کہ تم طواف افاضہ سے فارغ ہو جاؤ۔ رمی کے بعد تم نے طواف افاضہ نہ کیا ہو تو تم پہلے کی طرح محرم ہی ہو، یہاں تک کہ تم طواف کر لو۔
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ مذکور بالا قصہ ذکر کرنے کے بعد ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ کا یہ بیان بھی نقل کرتے ہیں کہ مجھے ام قیس بنت محصن نے بتایا کہ قربانی کے دن پچھلے پہر میرے بھائی عکاشہ، اپنے چند اسدی دوستوں کے ہمراہ قمیض پہن کر باہر گئے، پھر قمیض اتار کر ہاتھوں میں لئے ہوئے واپس چلے آئے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کا وہی فرمان سنایا جو آپ ﷺ نے وہب بن زمعہ اور اس کے ساتھی کو فرمایا تھا۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے (متروک ہے) ہمارے علم میں اس حدیث پر عمل کا کوئی بھی قائل نہیں۔
اہل علم نے اس حدیث پر عمل نہ ہونے کی درج ذیل وجوہات بیان کی ہیں۔
(۱) بقول امام منذری اس کی سند میں ابن اسحاق ہے۔
(۲) قمیصیں عطر میں بسی ہوئی تھیں۔ ان کا مباشرت میں ملوث ہونے کا خطرہ تھا، اس وجہ سے قمیصیں اتارنے کا حکم فرمایا۔
(۳) فرصت ہوتے ہوئے طواف افاضہ میں تاخیر کرنے کے باعث تادیباً احرام کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ (از مترجم)

طواف افاضہ ... مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ سے سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہیں ظہر پڑھی، پھر فرزندان عبد المطلب کے پاس تشریف لائے۔ وہ زمزم کا پانی کھینچ کر پلا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، خوب کھینچو، مجھے عوام کے امڈ آنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر پانی نکالتا چنانچہ انہوں نے آپ کی خدمت میں ڈول پیش کیا، آپ ﷺ نے اس سے نوش فرمایا۔
معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ طواف کے لئے زوال سے پہلے روانہ ہوئے، طواف سے فراغت کے بعد نماز ظہر ادا کی اور مسلم شریف میں نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ طواف افاضہ کے بعد واپس چلے آئے اور ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کی۔

تطبیق کی صورت حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر مکہ میں ادا کی اور منیٰ چلے آئے۔ اور منیٰ میں آپ ﷺ نے لوگوں کو منتظر پایا، پھر ان کو بھی ظہر کی نماز با جماعت پڑھا دی، واللہ اعلم۔ ظہر کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کی واپسی منیٰ میں ممکن ہے کیونکہ گرمی کا موسم تھا اور دن طویل تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے پہلے پہر کئی کام سرانجام دیئے کہ مزدلفہ سے اجالے میں طلوع آفتاب سے پہلے ہی روانہ ہوئے، منیٰ میں پہنچ کر جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں، پھر ۶۳ اونٹ ذبح کئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۳۷، پھر ہر قربانی سے بوٹی بوٹی جمع کر کے سالن پکایا، پھر اسے تناول فرمایا'

پھر سر منڈا کر خوشبو لگائی۔

ان متعدد امور سے فراغت کے بعد منیٰ سے سوار ہو کر کعبہ میں تشریف لائے اور اسی دن ایک عظیم خطاب فرمایا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ جانے سے پہلے خطاب فرمایا تھا یا واپسی کے بعد، واللہ اعلم۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر بیت اللہ شریف پہنچے اور سواری پر ہی بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کی سعی نہیں کی جیسے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے۔ پھر زمزم کا پانی اور زمزم کے پانی کا نبیذ بھی پیا۔

ان روایات سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی اور یہ احتمال بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر آخری وقت میں منیٰ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہ کو با جماعت پڑھائی ہو۔ ان متعارض بیانات اور متضاد روایات کی وجہ سے امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ واقعی دونوک فیصلہ کرنے میں بے بس اور قاصر رہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن پچھلے پہر (حین صلی الظهر) نماز ظہر کے وقت طواف کیا پھر منیٰ واپس چلے آئے، ایام تشریق وہیں گزارے، زوال کے بعد رمی کیا کرتے تھے، پھر ہر جمرے کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے مکہ میں ظہر ادا کی اور دونوں کی یادداشت اور حفظ وضبط حضرت ابن عمر سے زیادہ قوی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات غلط ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ آپ ﷺ نے مکہ میں نماز ظہر پڑھی۔ بلکہ اگر روایت میں "حتی صلی الظهر" کے الفاظ محفوظ ہوں تو یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ میں ظہر پڑھی ہو، اگر روایت میں "حین صلی الظهر" کے الفاظ محفوظ ہوں (اور یہی قرین قیاس ہے) تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ علیہ السلام نے منیٰ سے روانگی سے پہلے ہی منیٰ میں ظہر پڑھ لی۔

اندریں حال روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بالکل متضاد اور مخالف ہے کیونکہ حدیث سے واضح ہے کہ آپ علیہ السلام نے مکہ روانگی سے پہلے ہی منیٰ میں ظہر پڑھ لی۔ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نماز سے پہلے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر مکہ میں ادا کی۔

طواف زیارت رات کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوالزبیر از عائشہ رضی اللہ عنہا و ابن عباس رضی اللہ عنہ) معلق بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات تک طواف زیارت موخر کیا۔ یہ معلق روایت سنن اربعہ میں (یحییٰ بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، فرج بن میمون، سفیان ثوری، ابوالزبیر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والے دن رات تک طواف موخر کیا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ سفیان ابوالزبیر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو طواف زیارت کیا (زار لیلا)

رات کو طواف کرنے کی روایت اگر "بعد از زوال" پر محمول ہو گویا کہ پچھلے پہر آپ نے طوف کیا تو یہ صحیح ہے اگر "بعد از غروب" پر محمول ہو تو بعید از قیاس ہے اور ان صحیح روایات سے خلاف ہے جن میں بصراحت مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دن کی روشنی میں قربانی والے دن طواف کیا اور زمزم کا پانی پیا۔

رات کو طواف باقی رہا رات کو طوف تو وہ طواف وداع تھا، بعض راوی طواف وداع کو "زیارت" سے بھی تعبیر کرتے ہیں، یا فرض طواف کے علاوہ اس سے مطلق طواف زیارت مراد ہو۔

ہر شب طواف منیٰ میں قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ ہر رات بیت اللہ شریف لایا کرتے تھے، یہ بھی بعید از حقیقت ہے واللہ اعلم۔ امام

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو طواف کی اجازت دی، چنانچہ وہ دوپہر کے وقت بیت اللہ کا طواف افاضہ کرنے آئے اور خود رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ رات کو طواف کیا، یہ بھی بعید از فہم ہے مگر عروہ بن زبیر طاؤس اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے رات کو طواف کیا۔

طواف کے بارے میں جمہور کا مسلک... صحیح روایات سے یہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والے دن کے وقت طواف کیا اور یہی جمہور کا مسلک ہے قرین قیاس یہ ہے کہ زوال سے پہلے ہی طواف کیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ زوال کے بعد ہو واللہ اعلم خلاصہ کلام یہ کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور سوار ہو کر بیت اللہ ﷺ کا طواف کیا، پھر زم زم کے پاس آئے اور فرزندانِ عبدالمطلب لوگوں کو پانی پلا رہے تھے، آپ علیہ السلام نے پانی کا ایک ڈول لیا، کچھ پیا اور کچھ اپنے اوپر انڈیل لیا۔

سبیل... مسلم شریف میں بکر بن عبداللہ مزنی کا بیان ہے کہ میں نے بیت اللہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر تشریف لائے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں ''نبیذ'' کھجور کا شربت پیش کیا، چنانچہ آپ علیہ السلام نے خود پیا اور باقی ماندہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ خوب خوب ایسی ہی ''مہمانی'' کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ہم حجاج کرام کو نبیذ پیش کرتے ہیں) ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک پر اضافہ نہیں کرنا چاہتے۔

ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا وجہ ہے کہ اموی تو دودھ اور شہد پلاتے ہیں اور تم صرف نبیذ یعنی صرف کھجور کے شربت پر اکتفا کرتے ہو کیا یہ تنگدستی کی وجہ سے یا بخل اور تہی دستی کی وجہ سے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جناب! بخل اور تہی دستی کی کوئی بات نہیں، در حقیقت بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا، ہم نے نبیذ یعنی کھجور کا شربت پیش کیا، آپ علیہ السلام نے نوش فرما کر کہا بہت اچھا، اسی طرح پلاؤ۔ یہ ہے حقیقت۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سقایہ اور سبیل پر تشریف لائے، پانی طلب فرمایا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فضل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جاؤ اپنی والدہ سے پانی لے آؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تکلف نہ کرو یہی پلاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ اس میں ہاتھ مارتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تکلف نہ کرو یہی پلاؤ، چنانچہ آپ علیہ السلام نے نوش فرما لیا۔ پھر زم زم کے کنویں کے پاس تشریف لائے تو فرزندانِ عبدالمطلب لوگوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کارِ خیر کو انجام دیتے رہو۔ تم نیک کام کر رہے ہو، اگر لوگوں کے امڈ آنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی کندھے پر رسی رکھ کر، پانی نکالتا۔

عاصم شعبی کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زم زم کا پانی پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے کھڑے ہی پی لیا۔ عاصم کہتے ہیں عکرمہ نے حلفاً کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس دن شتر پر سوار تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی پر سوار تھے۔

امام احمد عکرمہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوار ہو کر طواف کیا اور حجر اسود کا چھڑی سے استلام کیا، پھر سقایہ اور پانی کی سبیل پر تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا۔ انتظامیہ نے کہا اس پانی میں لوگ میلے کچیلے ہاتھ مارتے رہتے ہیں، ہم گھر سے پانی لے آتے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا تکلف کی کوئی ضرورت نہیں، اسی سے پلاؤ۔ ابوداؤد میں اسی روایت اور سند سے بیان ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زم زم پر تشریف لائے، ہم نے ڈول میں پانی پیش کیا، آپ علیہ السلام نے نوش فرمالیا، پھر اس ڈول میں اپنی کلی ڈال دی اور زم زم کے کنویں میں انڈیل دیا اور فرمایا اگر مجھے لوگوں کے ہجوم کا خطرہ نہ ہوتا تو میں بھی اپنے ہاتھوں سے خود پانی کھینچتا۔ (انفرد به احمد و اسناده علی شرط مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے دوباری سعی نہیں کی بلکہ پہلی سعی پر اکتفا فرمایا۔۔۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور قارن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے صرف ایک مرتبہ سعی کی۔ نیز مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا (یاد رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ عمرے پر حج کی نیت کا اضافہ کر کے قارن ہو چکی تھیں) حج اور عمرے کے لئے صرف ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی صفا مروہ کافی ہے۔

حنابلہ کا مسلک۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب و اتباع کے نزدیک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا قول قارن و متمتع دونوں کیلئے عام ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے صراحۃً منقول ہے کہ متمتع کو ایک ہی طواف کافی ہے اور یہ قول غریب ہے اور اس کا عمومی مفہوم ہے۔ واللہ اعلم۔

ائمہ ثلاثہ کا مسلک۔۔۔۔ احناف، شوافع اور مالکیوں کے نزدیک متمتع کیلئے دو طواف اور دو سعی ضروری ہیں بلکہ احناف نے تو قارن کے لئے بھی دو طواف اور دو سعی ضروری قرار دیئے ہیں اور وہ اس مسئلہ میں منفرد ہیں۔ یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح منقول ہے اور ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ ان روایات کی اسناد ضعیف ہیں مگر یہ صحیح روایات کے خلاف ہیں۔ واللہ اعلم۔

نمازِ ظہر کے بعد منیٰ میں۔۔۔۔ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ مکہ میں ظہر کی نماز ادا کر کے منیٰ واپس چلے آئے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق واپسی کے بعد نمازِ ظہر منیٰ میں ادا کی (رواہ مسلم) ان روایات کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور منیٰ دونوں مقام پر ہی ظہر کی نماز ادا کی۔ واللہ اعلم۔ ان صحیح روایات میں تعارض کی وجہ سے امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف کیا ہے اور وہ واضح فیصلہ نہیں کر سکے۔

ابوداؤد کی روایت قاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "افاض رسول اللہ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی۔۔۔ الخ" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے بالکل منافی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی منافی ہونا محلِ نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کا قربانی کے روز خطبہ۔۔۔۔۔ منیٰ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عظیم خطاب فرمایا، کئی احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "ایام منیٰ میں خطبہ" کے باب کے ذیل میں عکرمہ رضی اللہ عنہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والے دن خطاب فرمایا، اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ حاضرین نے عرض کیا، قابلِ احترام دن، پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ حاجیوں نے کہا، عزیز اور ذی وقار شہر، پھر پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے سامعین نے کہا حرمت والا مہینہ، پھر آپ علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا، تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو ایک دوسرے کے لئے اسی طرح قابلِ احترام ہے۔ جس طرح یہ دن اس شہر اور اس مہینہ میں قابلِ عزت و احترام ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے سر آسمان کی جانب اٹھا کر فرمایا، الٰہی! میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا، خدایا! میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے چکا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول یہ دراصل امت محمد یہ کو وصیت تھی کہ حاضر، غیر حاضر کو اسلام کی تبلیغ و تلقین کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے ہو۔ (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن خطاب فرمایا کیا معلوم ہے یہ کون سا دن ہے، حاضرین نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ پھر آپ ﷺ خاموش رہے، حاضرین سمجھے کہ آپ علیہ السلام اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ حاضرین نے کہا کیوں نہیں، بیشک یہ قربانی کا دن ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں" ہمارا خیال تھا کہ آپ ﷺ اس مہینے کا کوئی اور نام

تجویز فرمائیں گے۔ معمولی خاموشی کے بعد آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیوں نہیں، (بالکل ذوالحج ہے)۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے، سننے والوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہم سے زیادہ معلوم ہے، آپ ﷺ چپ رہے، حاضرین کا خیال تھا کہ آپ ﷺ اس مہینہ کا نام تبدیل کر دیں گے، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ "بلد حرام" نہیں عرض کیا کیوں نہیں" پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا مال و جان ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اس ماہ میں اور اس قابلِ احترام شہر میں محترم ہے۔

سنو! کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ سب لوگوں نے تصدیق و تائید کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، الٰہی گواہ رہنا، اللّٰھم اشھد، مزید فرمایا جو حاضر ہے وہ غائب کو بتادے۔ کیونکہ بہت سے غائب سامع سے زیادہ یادداشت رکھتے ہیں۔ میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ علیہ السلام نے دو چت کبرے مینڈھے ذبح کئے اور بکریوں کا ایک ریوڑ حاضرین میں تقسیم فرمادیا۔ مسند احمد میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا، بیشک زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی ہیئت پر آ گیا ہے جیسے عالم کی پیدائش کے وقت تھا۔ سنو! سال بارہ ماہ کا ہے، اس میں چار ماہ قابلِ احترام ہیں تین تو مسلسل، ذیقعد، ذی الحج اور محرم چوتھا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے اس کے بعد حدیث میں وہی سوال جواب مذکور ہیں جو بخاری کی روایت میں منقول ہیں۔

مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں یہ روایت محمد بن سیرین از ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے اس سند میں انقطاع ہے کیونکہ مسلم اور بخاری میں یہ روایت محمد بن سیرین از عبدالرحمان بن ابی بکرہ مذکور ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی سوال و جواب متعدد مقامات پر محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر از ابن عمر نقل کئے ہیں۔

مقامِ خطاب...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں قربانی کے دن جمرات کے درمیان کھڑے ہو کر یہ ارشاد فرمایا، یہ حج اکبر کا دن ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الٰہی! گواہ رہنا اور لوگوں کو الوداعی نصیحت فرمانے لگے لہٰذا سننے والوں نے کہا یہ حجۃ الوداع ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یہ پوری سند سے مذکور ہے۔ آپ ﷺ کا جمرات کے پاس کھڑے ہو کر خطاب فرمانا ممکن ہے، جمرہ عقبہ کو رمی کے بعد اور طواف افاضہ سے پہلے ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ طواف افاضہ کے بعد دوسرے دن رمی جمرات کے بعد خطاب فرمایا ہو، لیکن پہلے احتمال کی تائید امام نسائی کی مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

یحییٰ بن حصین اپنی دادی ام حصین سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے ہیں، جمرہ عقبی کی رمی کے بعد آپ ﷺ نے طویل خطبہ ارشاد فرمایا اسی ثناء میں فرمایا اگر سیاہ فام نکٹا غلام بھی تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے جو تمہاری قیادت قرآن کے احکام کے مطابق کرے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ خطبہ کے دوران سوال و جواب کا واقعہ مسند احمد میں ابوصالح ذکوان از جابر رضی اللہ عنہ بھی مذکور ہے۔

نیز ابن ابی شیبہ نے بھی یہ بیان کیا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے محمد بن باقر نے بھی بیان کیا، امام احمد اور ابن ماجہ نے از ابوصالح از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں بلال بن یساف از سلمہ اشجعی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ لوداع میں فرمایا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، ناحق کسی کو قتل نہ کرو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو۔

حجۃ الوداع کا خطبہ...... امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اسامہ بن شریک سے نقل کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے دورانِ خطبہ رشاد فرمایا اپنی والدہ والد، بہن بھائی اور درجہ بدرجہ تمام رشتہ داروں سے حسنِ سلوک اور تواضع سے پیش آؤ۔ کچھ لوگوں نے یہ آ کر دریافت کیا کہ ہمارے ہاں بنویربوع مقیم ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی بھی کسی پر ظلم و تعدی نہ کرے۔ پھر کسی نے پوچھا، بھول کر کنکریاں نہیں مار سکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اب مارلو کوئی حرج نہیں۔ پھر کسی شخص نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ طواف افاضہ نہیں کر سکا، تو فرمایا کہ اب کرلو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر ایک

شخص نے دریافت کیا ذبح کرنے سے پہلے میں سر منڈوا چکا ہوں، فرمایا کہ ذبح کرلو، اس تقدیم و تاخیر میں کوئی حرج نہیں، کوئی سائل بھی پوچھتا، آپ ﷺ فرماتے اب کرلو کوئی حرج نہیں۔

پھر فرمایا کہ اس تقدیم و تاخیر میں کوئی گناہ نہیں بس وہ مقروض گناہ گار ہے، جس نے قرضہ ادا نہ کیا اور فرمایا سوائے بڑھاپے کے اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے۔ صحیحین میں مسند احمد، اور سنن نسائی میں قیس اور ابوزرعہ، جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا لوگوں کو خاموش کراؤ، پھر خطبہ کے دوران فرمایا:

"لاترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض"

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سلیمان بن عمرو کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا یہ کون سا دن ہے، حاضرین نے جواب دیا حج اکبر کا دن، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

فان دمائکم و اموالکم وعرضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا، فی بلدکم ھذا، و لا یجنی جان علی والدہ

اور فرمایا شیطان اب تمہارے علاقے میں اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے، اب اس کی اطاعت و پرستش بعض معمولی اور حقیر کاموں میں ہوگی، وہ اسی پر قانع اور خوش ہوگا۔ سنو! دور جاہلیت کا سود اور بیاج معاف ہے صرف اصل سرمایہ وصول کرنے کا حق ہے کہ سرمایہ دار اور مقروض دونوں میں سے کسی پر بھی ظلم نہ ہو۔

قربانی والے دن خطبہ ... کے عنوان کے تحت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ہرماس بن زیاد باہلی سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں قربانی کے دن عضباء اونٹنی پر سوار خطاب کرتے دیکھا۔

ثلاثی سند ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عکرمہ بن عمار، ہرماس) سے نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے والد زیاد کے پیچھے سوار تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے دن منیٰ میں عضبہ نامی اونٹنی پر سوار خطاب کرتے دیکھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خطبہ سلیم بن عامر کلاعی کی معرفت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے کہ میں نے عید قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ کا خطاب سنا۔ آپ ﷺ سواری کی رکابوں پر کھڑے نہایت بلند آواز سے فرما رہے تھے کیا تم سنتے نہیں؟ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیا ذمہ داری سونپنا چاہتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اپنے رب اور پروردگار کی عبادت کرو، پانچ وقت نماز ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، امیر اطاعت کرو، اس راہ پر چلے تو سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ گے"۔

سلیم کلاعی کہتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ سے پوچھا آپ کی عمر اس وقت کتنی تھی؟ فرمایا، تیس سال۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ شرجیل بن مسلم خولانی کی معرفت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا خطاب حجۃ الوداع سنا، اللہ تعالیٰ نے ہر وارث اور حقدار کا حصہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ وارث کے لئے کوئی وصیت جائز نہیں، اولاد صاحب فراش اور شوہر کی ہے، زنا کار کا نصیب ناکامی اور سنگساری ہے اور ان کے اعمال کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اور جو شخص اپنا نسبی تعلق کسی سے جوڑے یا غلام اپنے آقاؤں سے موالات کا انکار کرے تو ان پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، بیوی، شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ بھی خرچ نہ کرے، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کھانا دانا ج بھی؟ فرمایا یہی تو ہمارا بہترین سرمایہ ہے، مانگ کرلی ہوئی چیز واپس ہوگی، دودھیل جانور جو بطور تحفہ دیا جاتا ہے، دودھ کے بعد واپس ہوگا قرضہ واجب الادا ہے اور ضامن ذمہ دار ہے۔

قربانی کے دن کب خطاب ہوا... کے عنوان کے تحت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے رافع بن عمر مزنی سے بیان کیا ہے کہ منیٰ میں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ضحی کے وقت دن چڑھے سواری پر خطاب کرتے سنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خطاب دہرا رہے تھے۔ سامعین بیٹھے

ہوئے تھے اور بعض کھڑے تھے۔ (رواہ النسائی بیضا)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عامر مزنی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں سواری پر خطاب فرمایا، آپ ﷺ کے کندھوں پر سرخ چادر تھی، ایک بدوی آپ ﷺ کا کلام لوگوں تک پہنچا رہا تھا، میں آپ کے اسقدر قریب ہو گیا ہے کہ آپ کے پاؤں اور تسمہ کے درمیان اور پاؤں کی ٹھنڈک سے محفوظ ہوا۔

امام خطبہ میں کیا بیان کرے ۔ کے باب کے ذیل میں امام ابوداؤد، عبدالرحمان بن معاذ تیمی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ فرمایا، اور قدرتی طور پر ہماری قوت سماعت اس قدر تیز تھی کہ ہم اپنی قیام گاہ میں ہی بیٹھے آپ علیہ السلام کا خطاب سن رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مناسک حج اور قربانی کے مسائل بتائے حتیٰ کہ کنکری مارنے کا طریقہ اور کنکری کا نمونہ بھی بتایا، پھر آپ ﷺ نے مہاجرین کو مسجد کے سامنے اور انصار کو مسجد کے پیچھے قیام کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور باقی ماندہ لوگ ان کے اردگرد قیام پذیر ہوئے۔ (رواہ احمد والنسائی)

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والے دن خطاب فرمایا اور متعدد سوالات کے جوابات دیئے۔ نیز متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن کسی بھی عمل میں تقدیم وتاخیر سے متعلق پوچھا گیا تو علیہ السلام نے تقدیم وتاخیر کی پرواہ کئے بغیر فرمایا اب کر لو کوئی گناہ نہیں۔

منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کہاں مقیم ہوئے ۔۔ مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں مسجد خیف کے مقام پر قیام پذیر ہوئے، مہاجرین کو داہنے اور انصار کو بائیں جانب قیام کا حکم فرمایا، اور باقی لوگوں کو ان کے اردگرد قیام کرنے کا حکم فرمایا۔ امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام کے لئے کوئی مکان تعمیر کر دیں، آپ اس کے سایہ میں آرام فرمائیں، فرمایا، بالکل نہیں، منیٰ میں پہلے آنے والے کا زیادہ حق ہے۔ امام ابوداؤد، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا تجارتی سامان مکہ مکرمہ میں ہوتا تھا ہم سے کوئی ایک شخص (مال کی حفاظت کے لئے) مکہ میں رات گزارتا تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ ہی میں شب وروز بسر کرتے۔ (انفرد بہ ابوداؤد)

امام ابوداؤد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حجاج کو پانی کی فراہمی کے لئے مکہ مکرمہ میں رات گزارنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی، متفق علیہ۔

منیٰ میں دو رکعت کی نماز کی ادائیگی ۔۔ متفق علیہ روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں صحابہ کرام کو دو رکعت نماز پڑھایا کرتے تھے، مالکی وغیرہ اہل علم کا مسلک ہے کہ مقام منیٰ قصر کا سبب ہے۔ اور جن لوگوں کا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر کی وجہ سے قصر کرتے رہے اور مکی باشندوں کو منیٰ میں پوری نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تو ان کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ درحقیقت پوری نماز پڑھنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دوران فرمایا تھا، واللہ اعلم۔

ایام تشریق میں رمی ...... امام ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف افاضہ کے بعد ۱۱ تا ۱۳ منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد ہر جمرے کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر مارتے۔ پہلے اور دوسرے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد بڑی دیر تک وہیں کھڑے انکساری عاجزی اور آہ وزاری کرتے اور تیسرے جمرے کے بعد دعا کے لئے قیام نہ کرتے۔ (انفرد بہ ابوداؤد)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ان کا اپنا رمی جمار کا طریقہ بیان کر کے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے، وبرہ بن عبدالرحمان م ۱۱۶ھ نے ان کا دو جمروں کے پاس قیام کا اندازہ سورہ بقرہ کی تلاوت کے مطابق کیا ہے اور ابومجلز م ۱۰۶ھ نے سورہ یوسف کی تلاوت کے مطابق کیا ہے۔ **(ذکرهما البیهقی)**

رخصت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد، ابوہ، ابی البداح بن عدی، ابوہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے چرواہوں کو ایک دن کے ناغہ سے رمی کرنے کی اجازت فرمائی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان، مالک، عبداللہ بن ابی بکر، ابوہ، ابی القداح بن عاصم بن عدی، ابوہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو منیٰ میں رات گزارنے سے مستثنیٰ فرمایا کہ وہ قربانی کے دن رمی کریں۔ پھر ۱۱ کو رمی کریں یا ۱۲ کو ایک ساتھ دو دن کی، پھر ۱۲ کو رمی کریں۔

سنن اربعہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان کی دونوں روایات مذکور ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند سفیان کی سند سے اصح اور شک سے بالکل بالاتر ہے کیونکہ سفیان کی سند سے یہ بات متبادر ہے کہ ابو القداح کا حقیقی والد عدی ہے جب کہ عدی دادا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند اس شک سے مبرا ہے۔

کس دن خطاب ہوا...... کے عنوان کے تحت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بنی بکر کے دو صحابہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے وسط (یعنی بارہ کو) منیٰ میں خطاب کرتے دیکھا ہے اور آپ ﷺ سوار تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سرا بنت نبہان سے مختصر نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "یوم الرؤس" میں فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایام تشریق کا درمیانی دن نہیں (یعنی بارہ ذوالحج)۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحرہ رقاشی حنیفہ کے چچا سے یہ خطبہ بہت طویل بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی لگام ۱۲ ذوالحج کو میرے ہاتھ میں تھی، میں لوگوں کے ہجوم کو ہٹا رہا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے اور کون سا دن ہے اور کون سا شہر ہے سب لوگوں نے کہا یہ معزز ماہ کا قابل احترام دن اور محترم شہر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری جان و مال اور عزت و آبرو آپس میں ایک دوسرے پر اسی طرح محترم ہے جیسے کہ قیامت تک یہ دن، اس ماہ اور اس شہر میں واجب الاحترام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا سنو! تم زندہ رہو گے، خبردار! کسی پر ظلم و تعدی نہ کرنا کسی پر جور و جفا مت کرنا کسی پر ظلم و ستم سے باز رہنا، کسی مسلمان کا مال و دولت دوسرے کے لئے اس کی رضا اور خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

سنو! دور جاہلیت کے قتل، قرضہ جات پر سود اور بری رسومات قیامت تک کے لئے میرے پاؤں تلے پامال اور روندی جا چکی ہیں۔ سب سے پہلے میں عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بہا معاف کرتا ہوں جو بنی سعد میں شیرخوار بچہ پرورش پا رہا تھا، ہذیل نے اُسے قتل کر دیا تھا، دور جاہلیت کے تمام قرضوں پر سود بالکل ختم ہے اور سب سے پہلے میں عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں، اب صرف مقروض سے اصل سرمایہ ہی وصول کیا جائے گا، کسی پر ظلم و زیادتی ہرگز نہ ہوگی۔

سنو! زمانہ گردش کے بعد اپنی اصلی حالت پر آ چکا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت (۹/۳۶) تلاوت فرمائی کہ خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں کتاب اللہ میں عالم کی ابتداء سے چار ان میں سے حرمت والے مہینے ہیں ان میں کسی پر ظلم و تعدی نہ کرنا، میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کے دشمن بن کر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو، شیطان اس بات سے بالکل مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اس کی پوجا اور عبادت کریں، لیکن وہ تمہیں آپس میں لڑا بھڑا کر اپنے دل کی بھڑاس ضرور نکالے گا۔ عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، وہ تمہارے پاس قیدی ہیں، ان کو اپنے جسم و جان پر دسترس حاصل نہیں (وہ تمہارے رحم و کرم پر ہیں) بیویوں کا شوہروں پر حق ہے اسی طرح شوہروں کا بیویوں پر یہ حق ہے کہ ان کے بستر کو غیر مرد سے خراب نہ کریں اور کسی بھی غیر شخص کو گھسنے نہ دیں، اگر تم (مردوں) کو ان سے نافرمانی کا خطرہ ہو تو ان کو سمجھاؤ بجھاؤ، اگر وہ باز آ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے علیحدگی اختیار کر لو، مار پیٹ سے باز رہو، سوائے معمولی ضرب کے، رواج کے مطابق تمہارے ذمہ ان کا نان و نفقہ ہے۔ تم نے ان کو خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد سے تم ان سے لطف اندوز ہوتے ہو۔ سنو! جس کے پاس کسی کی امانت ہے وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔

پھر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا، کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ کیا میں نے وعظ ارشاد کا فریضہ سرانجام دیدیا ہے؟ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: حاضر غائب کو بتا دے، کیونکہ بہت سے غیر حاضر سامعین سے زیادہ یادداشت اور فہم و فراست کے مالک ہوتے ہیں۔

بقول حمید، حسن بصری نے یہ فقرہ سن کر فرمایا واللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے واقعی خوب تبلیغ کی، اور ایسی اقوام تک یہ پیغام پہنچایا کہ وہ اس کی

بدولت سعادت مند ہوئے۔

یوم الرؤس کسے کہتے ہیں؟......امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مکہ کے نزدیک بلا اختلاف یوم الرؤس قربانی کے دوسرے دن کا نام ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ وہ ایام تشریق کا درمیانی دن ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں اوسط افضل واشرف کے معنی میں ہو جیسے کہ "وکذلک جعلنا کم امۃ وسطاً" میں ہے۔امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ توجیہ بالکل بعید معلوم ہوتی ہے اور درست وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، یعنی ۱۲ تاریخ کو، واللہ اعلم۔

سورۃ النصر کا نزول......حافظ ابوبکر بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایام تشریق کے درمیانے دن منیٰ کے مقام پر حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ پر سورۃ النصر (اذا جاء نصر اللہ والفتح ..... الخ) نازل ہوئی تو آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے کوچ کا وقت قریب ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے سواری پر پالان ڈالنے کا حکم فرمایا، پھر سوار ہو کر میدان عقبہ میں تشریف لائے اور لوگ بھی گرد و نواح سے آپ ﷺ کی جانب چلے آئے، آپ ﷺ نے حمد ثنا کے بعد ارشاد فرمایا، اے لوگو! دور جاہلیت کا ہر قتل معاف ہے، سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں وہ بنی لیث میں پرورش پا رہا تھا کہ اسے نے ہذیل نے قتل کر ڈالا تھا۔

دور جاہلیت کا ہر سود معاف ہے اور میں سب سے پہلے عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

اے لوگو! زمانہ گھوم کر اپنی اصلی حالت یعنی ابتدائے آفرینش کی حالت پر آ چکا ہے "سال میں" بارہ مہینے ہوتے ہیں چار ماہ ان میں سے حرمت والے ہیں، رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اور تین ماہ مسلسل ذی قعدہ، ذوالحج اور محرم یہ بہترین سید ھا راستہ ہے، ان میں کسی پر ظلم وستم نہ کرو (۹/۳۶) یہ مہینوں کا تقدم و تاخر کفر میں ترقی ہے، اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں۔اس مہینے کو ایک سال تو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال اسے حرام رکھتے ہیں تا کہ ان مہینوں کی تعداد پوری کر لیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے یعنی ایک سال محرم کو صفر قرار دے لیتے ہیں دوسرے سال صفر کو محرم جانتے ہیں، یہی نسئی کا مفہوم ہے۔

اے لوگو! جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اسے واپس لوٹا دے اور شیطان اب مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سلطنت میں اس کی عبادت کی جائے اب وہ تم سے معمولی اور حقیر گناہوں سے خوش ہو جائے گا، چنانچہ دین کے معاملے میں معمولی گناہوں سے بھی ہوشیار رہو۔

اے لوگو! تمہاری بیویاں تمہارے پاس قید ہیں، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ سے امانت کے طور پر قبول کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سے تم ان سے محظوظ ہوتے ہو۔شوہروں کے بیویوں پر اور بیویوں کے شوہروں پر حقوق ہیں، شوہروں کا بیویوں پر یہ حق ہے کہ وہ غیر مرد سے تمہارے بستر کو محفوظ رکھیں اور نیک کاموں میں تمہاری بالکل بھی نافرمانی نہ کریں اگر وہ ان امور کی پابندی کریں تو تم ان کو برا بھلا نہ کہو، شوہروں کے ذمہ رواج کے مطابق نان ونفقہ ہے، اگر کبھی سرزنش کرنے کی ضرورت آ جائے تو معمولی اور ہلکی پھلکی ضرب لگاؤ۔کسی کے مال پر قبضہ اور تصرف اس کی رضامندی کے بغیر بالکل جائز نہیں۔

اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز (کتاب اللہ) چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم لوگ اس پر عمل پیرا ہو گئے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے۔سنو! اس پر عمل کرو، اے لوگو! یہ کون سا دن ہے، عرض کیا حرمت والا دن پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے، حاضرین نے عرض کیا محترم شہر ہے، پھر پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے، عرض کیا واجب الاحترام مہینہ ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال و جان اور عزت و آبرو کو ایک دوسرے پر ایسے واجب الاحترام بنایا ہے جیسے کہ یہ دن اس مہینے اور اس شہر میں قابل احترام ہے۔

سنو! حاضر غائب کو یہ تعلیمات پہنچادے، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا، تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا الٰہی! گواہ رہنا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معلق روایت بصیغہ مجہول بیان کی ہے کہ ابو حسان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات منیٰ سے بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔

امام بیہقی ابن عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے معاذ بن ہشام نے ایک کتاب عطا کی، جس کا اسے اپنے والد سے سماع حاصل تھا، اس میں قتادہ کا ابوحسان م ۱۳۰ھ کی معرفت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تک منیٰ میں مقیم رہے، ہر رات بیت اللہ کی زیارت کو آیا کرتے تھے، امام بیہقی کا بیان ہے کہ ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع'' میں طاؤس از ابن عباس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات منیٰ سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے یہ روایت مرسل ہے۔

ذوالحجہ میں دنوں کے نام... ۶ ذوالحج کو ''یوم الزینت'' کہتے ہیں کہ اس دن حاجی اونٹوں اور سواریوں کو ہار سنگھار کرتے ہیں۔ ۷ ذوالحج کو ''یوم الترویہ'' کہتے ہیں کہ اس دن وہ پانی فراہم کرتے ہیں جو منیٰ میں قیام کے دوران کام آتا ہے۔ ۸ ذوالحج کو ''یوم منیٰ'' کہتے ہیں کہ اس دن وہ ابطح اور محصب سے چل کر منیٰ کی جانب سفر کرتے ہیں۔ ۹ ذوالحج کو ''یوم عرفہ'' کہتے ہیں کہ اس دن حاجی عرفات میں قیام کرتے ہیں۔ ۱۰ ذوالحج کو ''یوم النحر، یوم اضحیٰ'' اور حج اکبر کا دن کہتے ہیں۔

۱۱ ذوالحج ایام تشریق کے پہلے دن کو یوم القر کہتے ہیں کہ یہ دن قرار اور سکون سے بسر کرتے ہیں اور ''یوم الرؤس'' اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس دن حجاج قربانیوں کے سر اور مغز کھاتے ہیں۔ ۱۲ ذوالحج کو ''نفر اول'' کا دن کہتے ہیں کہ اس دن منیٰ سے واپس آنا جائز ہے اور بعض اس کو ''یوم الرؤس'' بھی کہتے ہیں۔

۱۳ ذوالحج کو ''نفر آخر'' کا دن کہتے ہیں پھر جس نے دو دن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تاخیر کرے (۱۳ کو واپس آئے) تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ (۲/۲۰۳)

واپسی میں نماز ظہر کی ادائیگی... ایام تشریق کے آخری دن بروز منگل ۱۳ ذوالحج کو رسول اللہ ﷺ رفقاء سمیت منیٰ سے واپس لوٹے اور وادی محصب جو مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے پہنچ کر نماز عصر ادا کی، جیسے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالعزیز بن رفیع کے ایک سوال کا جواب (جو انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ذوالحج کو ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کی اور ۱۳ ذوالحج کو عصر کی نماز محصب میں پڑھی۔

بطحاء میں پڑاؤ کرنا مسنون ہے... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر ''مغرب'' اور عشاء محصب میں ادا کر کے کچھ دیر آرام فرمایا، پھر بیت اللہ میں طواف وداع کے لئے چلے آئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خالد بن حارث سے نقل کیا کہ عبید اللہ سے محصب میں اترنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا مجھے عبید اللہ نے نافع کی معرفت بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ محصب میں نازل ہوئے۔ نافع رضی اللہ عنہ نے مزید بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ وہاں ظہر اور عصر کی نماز ادا کرتے تھے (مغرب کے بارے میں کچھ وثوق سے یاد نہیں) بقول خالد عشاء آپ ﷺ نے یقیناً وہاں ادا کی، پھر معمولی دیر آنکھ جھپکی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ طریقہ کار رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

مسند احمد میں (عبد اللہ عن نافع عن ابن عمر) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے ثلاثہ محصب میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں (عبدالرزاق از عبید اللہ بن عمر از نافع از ابن عمر) منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ و خلفاء ثلاثہ ابطح میں قیام کرتے تھے، بقول ترمذی یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابی رافع اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات بھی مذکور ہیں۔

مسلم میں (عبدالرزاق از معمر از ایوب از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابطح میں قیام کیا کرتے تھے۔ نیز مسلم میں (صخر بن جویریہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ) بیان ہے کہ وہ محصب میں نزول فرمایا کرتے تھے اور ۱۳ ذوالحج کو ظہر عصر محصب میں پڑھا کرتے تھے، بقول نافع یہ فعل رسول اللہ ﷺ اور خلفاء سے بھی منقول ہے۔ مسند احمد میں (یونس، حماد، ایوب، حمید از بکر بن عبد اللہ از ابن عمر) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر عصر مغرب اور عشاء وادی بطحا میں ادا کی، پھر کچھ دیر آرام فرمایا اس کے بعد طواف وداع کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی پر عمل پیرا تھے۔ (رواہ ابوداؤد عن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

بخاری میں (اوزاعی از زہری از ابی سلمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام منیٰ میں فرمایا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ یعنی محصب میں قیام پذیر ہوں گے جہاں کفار نے کفر کی حمایت میں حلف اٹھایا تھا، اور مسلم میں بھی اوزاعی سے اسی طرح مروی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کل ۱۳ تاریخ کو کہاں مقیم ہوں گے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا عقیل نے کوئی مکان چھوڑا بھی ہے (جہاں ہم قیام کریں یا سب فروخت کر دیئے ہیں) اس کے بعد فرمایا انشاء اللہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں بنو کنانہ نے کفر و شرک کی حمایت میں قریش کا تعاون حاصل کیا تھا کہ وہ خاندان بنی عبدالمطلب سے شادی بیاہ اور ہر قسم کا بائیکاٹ جاری رکھیں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا مسلم اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے محصب اور خیف بنی کنانہ میں کفار قریش کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے قیام فرمایا تھا کہ اسی مقام پر کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے مقاطعہ کی دستاویز تیار کی تھی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ میں بھی ان کی رسوائی اور خواری کی خاطر یہاں قیام فرمایا تھا، لہٰذا منیٰ کے بعد محصب میں قیام مسنون اور مرغوب عمل ہے اور بعض اہل علم کا یہی مسلک ہے۔

مقام محصب میں قیام کرنا مسنون نہیں ... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام محصب میں اس وجہ سے قیام پذیر ہوئے کہ وہاں سے سفر کرنا آسان نہیں تھا، یہ قیام کوئی مسنون امر نہیں جس کا دل چاہے یہاں قیام کرے اور جس کا دل نہ چاہے نہ قیام کرے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ محصب میں اترنا ضروری نہیں یہاں رسول اللہ ﷺ محض اتفاقاً اترے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن شیبہ، مسدد، سفیان، صالح بن کیسان) سلیمان بن یسار سے نافع کا بیان نقل کرتے ہیں کہ (وہ رسول اللہ ﷺ کے سامانِ سفر کا محافظ تھا) رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابطح میں قیام کرنے کا حکم نہیں فرمایا تھا مگر وہاں خیمہ نصب تھا، آپ ﷺ وہاں اتر پڑے، یہی روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے قتیبہ، ابوبکر اور زہیر کی معرفت سفیان سے بیان کی ہے۔

نزول پر اختلاف . الغرض یہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے محصب میں نزول پر متفق ہیں۔ مگر اس بات پر اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کا نزول وہاں اتفاقاً تھا کہ یہاں سے سفر آسان ہے یا جان بوجھ کر قیام پذیر ہوئے یہی قول قرین قیاس ہے کہ اس سے پہلے حجاج کرام طواف دواع کے بغیر ہی اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو جاتے تھے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر حاجی کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ زوال سے متصل ہی مقام منیٰ سے روانہ ہوئے اس مختصر وقت میں اتنے جم غفیر کا طواف وداع کر کے، سفر ذرا دشوار امر تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے ارد گرد رات بسر کرنے کی ضرورت پیش گوئی۔

محصب کے علاوہ کوئی مقام مناسب نہیں تھا۔ جہاں کفار قریش نے بنی کنانہ سے مل کر معاہدہ کیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور مطلب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے نہ کریں، ہم ان سے معاشی اور سماجی بائیکاٹ جاری رکھیں گے۔ اللہ رب العزت نے ان کے اس معاہدہ کو ناکام بنا دیا اور ان کو ذلیل رسوا کیا، دین کو بلند، و راپنا بول بالا کیا، نبی علیہ السلام کی نصرت، اور معاونت فرمائی دینِ اسلام کو مکمل کیا، صراط مستقیم کی وضاحت کی۔ چنانچہ رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کیا ان کو آداب حج اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس مقام میں مقیم ہوئے جہاں کفار قریش نے ظلم و تعدی اور بائیکاٹ پر ظالمانہ معاہدہ کیا۔

محصب میں رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کیں اور تھوڑی دیر وہاں آرام کیا۔

تنعیم رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم سے عمرے کیلئے روانہ کیا، وہ عمرے سے فراغت کے بعد واپس چلی آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کی جانب کوچ کرنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ عمرے سے فارغ ہو کر آئی اور رسول اللہ ﷺ بطحٰی میں میری آمد کے منتظر تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو سفر کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے طواف کے بعد مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں منیٰ سے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ محصب میں آئی، پھر میں عمرے کے لئے چلی گئی، عمرے سے فراغت کے بعد سحری کے وقت واپس آئی، رسول اللہ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے فجر کی نماز سے پہلے طواف وداع کر لیا، پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ (رواہ البخاری)

فجر کی نماز کی ادائیگی ..... بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز بیت اللہ میں ادا کی اور ایک رکعت میں سورہ طور پوری تلاوت فرمائی، کیونکہ بخاری میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے طبیعت کی ناسازی کا اظہار کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا سوار ہو کر طواف کر لو، چنانچہ میں نے طواف شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی ایک جانب فجر کی جماعت کرا رہے تھے اور سورہ طور تلاوت فرما رہے تھے۔ بخاری شریف میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر کا ارادہ فرمایا اور میں نے ابھی طواف نہیں کیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا جب فجر کی جماعت ہو تو سوار ہو کر طواف کر لینا۔

ایک غلطی ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، ہشام، عروہ، زینب بنت ابی سلمہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ "قربانی کے دن" فجر کی نماز میں ہمارے ہاں مکہ مکرمہ آجانا۔ یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے مگر کسی مصنف نے بھی اس کو بیان نہیں کیا۔ ممکن ہے لفظ "یوم النحر" کی راوی سے غلطی ہو یا کاتب سے سہواً یہ بات لکھی گئی ہو، اور اصل یہ "یوم النفر" ہے جس کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا روایت سے ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

بات کا خلاصہ ... خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز اور طواف سے فراغت کے بعد ملتزم سے چمٹے اور دعا فرمائی۔

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ (مثنیٰ بن صباح، عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ) نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا چہرہ مبارک اور سینہ مبارک ملتزم کے ساتھ مس کرتے دیکھا، اس میں مثنیٰ راوی ضعیف ہے۔

آپ علیہ السلام کی روانگی ...... رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے پچھلے راستے سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ معلّی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے اور مسفلہ کی جانب سے (مدینہ کیلئے) روانہ ہوئے۔ (متفق علیہ) بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ثنیہ علیا سے (جو بطحا کی جانب ہے) داخل ہوئے اور ثنیہ سفلی سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ کداء سے (جو ثنیہ علیا کی جانب ہے) داخل ہوئے اور کدی سے باہر روانہ ہوئے۔

غلطی ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن فضیل، اجلح بن عبداللہ، ابی الزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مغرب سے تھوڑی دیر پہلے نماز پڑھے بغیر مکہ سے روانہ ہوئے اور مکہ سے نو میل کی مسافت پر سرف میں نماز مغرب کی ادائیگی کی۔

یہ روایت نہایت غریب ہے اور اجلح راوی مشتبہ ہے، ممکن ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ نہ ہو کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے طواف وداع کیا تو بتایئے؟ مغرب تک سفر کیوں ملتوی کیا۔ الا یہ کہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ صحیح ہو کہ نبی علیہ السلام طواف وداع کے بعد محصب واپس چلے گئے اور دلیل کے طور پر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب وہ تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ سے فراغت کے بعد آئیں تو ان کی محصب واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے مکہ کی جانب آتے ہوئے راستہ میں ملاقات ہوئی۔

امام ابن حزم کا خیال ہے کہ آپ ﷺ طواف وداع کے بعد محصب چلے آئے، یہ درست نہیں۔ (ملاحظہ ہو زادالمعاد ج ۱ ص ۲۳۹)

کیا واپسی کے وقت ذی طویٰ میں صبح تک مقیم ہوئے؟ ... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (باب من نزل بذی طول اذا رجع

مـــن مـــكة) کے تحت (محمد بن عیسیٰ، حماد بن زید، ایوب، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ مکہ آتے وقت ذی طویٰ میں رات گزارتے اور دن چڑھے بیت اللہ میں آتے اور واپسی کے وقت بھی ذی طویٰ میں آتے اور رات کو صبح تک قیام کرتے اور بقول ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی معمول تھا۔

یہ معلق روایت صحیحین میں موصول بھی مذکور ہے لیکن (یاد رہے کہ) اس روایت میں واپسی کے وقت ذی طویٰ میں رات بسر کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

آبِ زمزم لانا...... سنن ترمذی مع تحفۃ ج ۲ ص ۱۲۲ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آبِ زمزم لایا کرتی تھیں اور بیان کیا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ آبِ زمزم لاتے تھے۔ (یہ حدیث غریب ہے)

سفر سے واپسی پر دعا ..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جہاد، حج اور عمرے کے سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھتے۔

لاالـه الاالله وحـدهٗ لا شـريک لـه لـه الـمـلک و له الحمد وهو علی کل شئی قدير، آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق الله وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده.

غدیرِ خم .... حجۃ الوداع سے لوٹتے ہوئے رسول اللہ ﷺ جحفہ کے قریب غدیر خم میں بروز اتوار ۱۸ ذوالحج ۱۰ھ کو پیڑ کے نیچے ایک عظیم خطاب فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت بیان فرمائی اور ان پر عائد کردہ جور وجفا تنگ ظرفی اور بخل کے الزامات کا ازالہ فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو حق بجانب قرار دیا۔

مفسرِ قرآن اور مؤرخ زمانہ امام ابوجعفر بن محمد طبری ۳۱۰ھ نے غدیر خم کے واقعہ کی روایات بلاتمیز ۲ جلدوں میں جمع کی ہیں۔ اسی طرح امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۱ھ نے بھی اس خطبہ کے سلسلے میں کافی روایات بیان کی ہیں، ہم انشاء اللہ ان روایات میں صحیح کو ضعیف سے ممتاز کریں گے اور حق و باطل کو واضح کریں گے۔ اور اس بات کی بھی وضاحت کریں گے کہ شیعہ حضرات کو اس واقعہ کی روایات سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یہ روایات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) محمد بن اسحاق، یزید بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مع رفقا یمن سے تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ سے بعجلت ملاقات کی خاطر کسی کو امیر کارواں نامزد کر کے فوراً مکہ مکرمہ چلے آئے۔ امیر کارواں نے سرکاری لباسوں میں سے سب کو ایک ایک جوڑا پہنایا، مکہ کے قریب پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لئے آئے اور وہ نیا لباس پہنے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امیرِ کارواں کو سخت سست کہا تو اس نے عرض کیا میرا خیال تھا کہ وہ لوگوں میں خوش پوش اور قیع نظر آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا افسوس ہے رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہونے سے پہلے ہی اتار دو، چنانچہ اس نے تمام لباس اتروا کر، سرکاری مال میں جمع کر دیئے تو پورے لشکر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

(۲) محمد بن اسحاق (سلیمان بن محمد بن کعب بن عجرہ کی پھوپھی زینت بنت کعب زوجہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی معرفت) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شکوہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے دوران فرمایا، لوگو! علی رضی اللہ عنہ کا شکوہ نہ کرو وہ احکام الٰہی میں کھرا اور سخت ہے۔ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت برسر پیکار تھا، انہوں نے تنگ ظرفی اور بے مروتی کا اظہار کیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو علی رضی اللہ عنہ کی بے مروتی کا شکوہ کیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو رہا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بریرہ! کیا میں مسلمانوں کی جان سے ان کو عزیز اور پیارا نہیں؟ میں نے عرض کیا

کیوں نہیں یا رسول اللہ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا "میں جس کا دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دوست ہے۔" (رواہ النسائی)۔ یہ سند عمدہ اور قوی ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(۴) سنن نسائی میں ابوالطفیل کی معرفت زید بن ارقم سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حجۃ الوداع سے واپسی کے دوران غدیر خم میں مقیم ہوئے آپ ﷺ نے درختوں کے نیچے صفائی کا حکم فرمایا۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منصب نبوت عطا ہوا، میں نے وہ فریضہ سرانجام دیا، میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ چلا ہوں، قرآن پاک اور اہل بیت۔ غور کرو تم میرے بعد ان میں جانشینی کے حقوق کیسے ادا کرتے ہو، کتاب اللہ اور اہل بیت کا قیامت تک آپس میں چولی دامن کا واسطہ ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ اور ولی ہے میں ہر مسلمان کا ولی ہوں، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، میں جس کا ولی ہوں علی اس کا ولی ہے الٰہی! جو شخص علی کو دوست سمجھے تو اسے دوست بنا اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا آپ نے یہ مقولہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا جو لوگ درختوں کے نیچے تھے سب نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور یہ بات اپنے کانوں سے سنی، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۵) امام ابن ماجہ براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے لوٹتے ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ راستہ میں ایک جگہ مقیم ہوئے، آپ ﷺ نے ہنگامی اعلان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ کر فرمایا کیا میں ہر مومن سے اس کی جان پر اس سے زیادہ تصرف کا حقدار نہیں تو سب نے بیک آواز کہا، کیوں نہیں، پھر فرمایا علی اس کا دوست ہے میں جس کا دوست ہوں، پھر یہ دعا فرمائی

اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه (رواہ ابن ماجہ)

(۶) حافظ ابویعلی موصلی اور حسن بن سفیان، براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب غدیر خم کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ کے لئے دو پیڑوں کے نیچے صفائی کردی گئی، پھر ہنگامی اجلاس کا اعلان ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پہلو میں کھڑے کر کے فرمایا کیا میرا سب مسلمانوں کی جانوں پر ان سے زیادہ حق نہیں، سب نے اثبات میں جواب دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ (علی) اس شخص کا دوست اور عزیز ہے جس کا میں دوست ہوں، الٰہی! جو شخص اسے عزیز سمجھے تو اس سے پیار کر، اور جو شخص اسے دشمن سمجھے تو اس سے عداوت رکھ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مبارک باد دی زہے زہے شرف! آپ ہر مسلمان مرد عورت کے مولیٰ اور دوست ہیں۔

اس سند میں زید بن علی اور ابو ہارون عبدی دونوں ضعیف راوی ہیں اور دوسری سند میں ابو اسحاق سبیعی کا تلمیذ موسیٰ بن عثمان حضرمی بھی نہایت ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔

(۷) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن نمیر، عبدالملک، ابی عبدالرحیم الکندی، زاذان) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسجد کے صحن میں سنا، وہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے، کہ غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون کون تھے، اور آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا، تو بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کلمات سنے تھے۔ **(من کنت مولاہ فعلی مولاہ)** تفرد بہ احمد، ابو عبدالرحیم غیر معروف راوی ہے۔

(۸) مسند احمد میں (عبداللہ بن امام احمد، احمد، علی بن حکیم ازدی، شریک، ابواسحاق) سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے مذکور ہے کہ مسجد کے صحن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ غدیر خم میں جو فرمایا وہ جس نے سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بتائے، چنانچہ سعید کی جانب سے چھ صحابہ کھڑے ہوئے اور زید کی جانب سے بھی چھ کھڑے ہوئے اور سب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں فرمایا تھا

أليس الله أولى بالمؤمنين من أنفسهم، قالوا بلى، قال: اللهمّ من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهمّ وال من والاه، وعاد من عاداه

بقول عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا ابواسحاق عمرو ذی امر سے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

وانصر من نصره واخذل من خذله.

(۹) نیز عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا متن حدیث زید بن ارقم سے بھی روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) خصائص علی رضی اللہ عنہ میں امام نسائی (حسین بن حرب، فضل بن موسیٰ، اعمش، ابی اسحاق) سعید بن وہب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ کے صحن میں کہا خدا کے لئے بتائیے کس نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں یہ کلمات سنے تھے:

ان الله ولي المؤمنين ومن كنت وليه فهذا وليه اللهمّ وال من والاه وعاد من عاداه، وانصر من نصره.

ابی اسحاق سے شیبہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، نیز نسائی میں (اسرائیل از ابی اسحاق از عمرو ذی امر) بھی یہ روایت مذکور ہے۔

(۱۱) امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن منصور، عبدالرزاق، اسرائیل، ابی اسحاق، زید بن وہب اور عبد خیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

نیز امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن منصور، عبیداللہ بن موسیٰ شیعہ ثقہ، فطر بن خلیفہ، ابی اسحاق زید بن وہب) زید بن یثیع اور عمر بن ذی امر سے بھی مذکورہ بالا متن روایت کرتے ہیں۔

(۱۲) عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبیداللہ بن عمر وقواریری، یونس بن ارقم، یزید بن ابی زیاد) عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کے صحن میں خدا کا واسطہ دے کر دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں جس نے (من كنت مولاه فعلي مولاه) سنا ہو تو وہ کھڑا ہو کر بتائے ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں بارہ بدریوں نے اٹھ کر کہا (گویا میری نظر میں ان کا اب بھی تصور موجود ہے) ہم اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں فرمایا تھا:

ألستُ أولىٰ بالمؤمنين من انفسهم وأرواجي أمهاتهم

عرض کیا کیوں نہیں بالکل صحیح ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهمّ وال من والاه وعاد من عاداه. اسناده ضعيف غريب.

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے عبید بن ابی الولید قیسی اور عبدالاعلیٰ بن عامر تغلبی وغیرہ بھی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں لیکن اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ تین شخص نہ کھڑے ہوئے تو حضرت علی نے ان کو بددعا دی اور تینوں کو آپ رضی اللہ عنہ کی بددعا لگی۔

(۱۳) امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن منصور اور ابن ابی عاصم از سلیمان غلابی از ابی عامر عقدی از کثیر بن زید از محمد بن عمر بن علی) از حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں درخت کے پاس دوران خطبہ ارشاد فرمایا (من كنت مولاه فعلي مولاه) اور بعض لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقطع بیان کی ہے۔

(۱۴) (اسماعیل بن عمر بجلی (ایک ضعیف راوی) مسعر، طلحہ بن مصرف) عمیرہ بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ برسر منبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے دریافت فرما رہے تھے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں حدیث ولایت کے متعلق کچھ سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بتائے چنانچہ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا ہم نے یہ دیکھا اور رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے:

من كنت مولاه فعلي مولاه اللهمّ وال من والاه وعاد من عاده

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

نیز طلحہ بن مصرف سے ایک ثقہ راوی ہانی بن ایوب نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

(۱۵) عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حجاج بن شاعر، شبابہ، نعیم بن حکیم، ابومریم اور ایک جلیس ہی) علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم بروز قیام کے دن فرمایا (من كنت مولاه فعلي مولاه) اور بعض لوگوں نے اس میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں (وال

من والاہ و عاد من عاداہ) امام ابوداؤد نے اسی سند سے حدیث مخرج بیان کی۔

(۱۶) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن محمد اور ابونعیم فطن، ابوالطفیل) سے روایت کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد کے صحن میں لوگوں کو جمع کر کے پوچھا خدا کیلئے بتایئے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے غدیر خم میں ولایت کے متعلق کیا سنا تھا، چنانچہ بہت سے لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے معلوم کیا تھا کیا تم جانتے ہو کہ مسلمانوں پر میرا حق ان کی جانوں سے زیادہ ہے سب نے کہا جی ہاں! یا رسول اللہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے، الٰہی! جو شخص علی سے محبت رکھتا ہے تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھتا ہے تو بھی اسے دشمن جان۔

ابوالطفیل کہتے ہیں میرے دل میں اس کے متعلق کچھ تعجب اور شبہ سا پیدا ہوا تو میں نے زید بن ارقم سے دریافت کیا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) تو زید نے کہا تعجب کی بات ہے، میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوالطفیل کی معرفت زید بن ارقم سے یہ روایت بیان کی ہے اور ابن جریر نے بھی یحییٰ بن جعدہ کی معرفت زید بن ارقم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

(۱۷) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، ابوعوانہ، مغیرہ، ابوعبید) میمون ابی عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم سے سنا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی خم میں ٹھہرے آپ ﷺ نے ظہر کی نماز کے بعد خطاب فرمایا (اور درخت پر کپڑا تان کر رسول اللہ ﷺ کے لئے سایہ کا انتظام کیا گیا تھا) الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ سب نے کہا کیوں نہیں۔ آپ کا واقعی حق زیادہ ہے، پھر آپ نے فرمایا:

من کنت مولاہ فان علیا مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ

نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (از غندر از شعبہ از میمون) از زید بھی یہ روایت مذکور ہے، یہ سند عمدہ ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سند سے میراث میں ایک حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۱۸) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن آدم، حنش بن حارث اشجعی) ریاح بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ کوفے کی مسجد کے صحن میں آ کر کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "السلام علیک یا مولانا" اے آقا آپ پر سلام ہو، کہا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ عرب ہو میں آپ کا آقا کیسے ہو سکتا ہوں، تو انھوں نے کہا ہم نے غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ من کنت مولاہ فھذا مولاہ

ریاح بن حارث کہتے ہیں وہ جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا ہم انصاری لوگ ہیں اور ان میں ابو ایوب انصاری بھی تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حنش عن ریاح سے بھی یہ روایت کیا ہے۔

(۱۹) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن عثمان ابوالجوزاء، محمد بن خالد بن عثمہ، موسیٰ بن یعقوب زمعی (وھو صدوق) مہاجر بن مسمار) عائشہ بنت سعد سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے اپنے والد سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے جحفہ کے دن علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہ میرا دوست ہے اور میرا پیغام رساں ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دوستوں کا دوست ہے اور اس کے دشمنوں کا دشمن ہے۔ بقول امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت (یعقوب بن جعفر بن ابی کبیر از مہاجر بن مسمار) بھی بیان کی ہے، اس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہاں قیام پذیر ہوئے۔ بعد میں آنے والے وہاں پہنچ گئے اور آگے جانے والوں کو واپس آنے کا حکم فرما کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۲۰) "غدیر خم" مرتبہ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے جز اول میں ہے (محمود بن عوف طائی، عبیداللہ بن موسیٰ، اسماعیل بن کشیط، جمیل بن عمارہ، سالم بن عبداللہ بن عمر) (بقول ابن جریر روایت میں از عمر ہے مگر میری کتاب میں یہ مذکور نہیں) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا

من کنت مولاہ فھذا مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ

(امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت میں نے امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے مخطوطہ میں دیکھی ہے)۔

یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے اور اس کی سند ضعیف ہے، بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جمیل مجروح راوی ہے۔

(۲۱) مطلب بن زیاد، عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت بھی کرتے ہیں کہ اس نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہم غدیر خم میں قیام پذیر تھے، رسول اللہ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، نیز جابر بن عبداللہ سے روایت ابی سلمہ بن عبدالرحمن بھی نقل کرتے ہیں۔

(۲۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن آدم، ابن ابی بکیر، ابواحمد زبیری، اسرائیل، ابی، اسحاق، حبشی بن جنادہ، بقول یحییٰ حبشی حجۃ الوداع میں موجود تھا) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی میرا ہے اور میں اس کا ہوں میں اپنا پیغام خود دوں گا یا میرا پیغام رساں علی ہوگا اور ابن بکیر کے الفاظ یہ ہیں "**لایقضی عنی دینی الا انا او علی**" نیز امام نسائی (احمد بن سلیمان، یحییٰ بن آدم، اسرائیل از ابی اسحاق از حبشی) روایت کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (زبیری، اسودہ بن عامر، یحیی بن آدم، شریک، ابی اسحاق، حبشی بن جنادہ) سے مذکور بالا روایت کی مثل روایت کرتے ہیں، شریک کہتے ہیں، میں نے ابواسحاق سے پوچھا کہ حبشی رضی اللہ عنہ سے آپ نے کیا سنا تھا تو اس نے کہا، بمقام جبانہ سبیع وہ گھوڑے پر سوار ہماری مجلس میں تھوڑی سی دیر کے لئے رکے تھے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی شیبہ (سوید بن سعید، اسماعیل بن موسیٰ) از شریک روایت کرتے ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسماعیل بن موسیٰ کی معرفت شریک سے روایت کرتے ہیں۔ اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

(۲۳) حافظ ابویعلیٰ موصلی (ابوبکر بن ابی شیبہ، شریک، ابویزید اودی) یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ مسجد میں تشریف لائے اور لوگ آپ کے پاس چلے آئے، ایک نوجوان نے خدا کا واسطہ دے کر دریافت کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کلمات سنے ہیں (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عادہ**) آپ نے فرمایا بالکل سنے ہیں۔ نیز امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ بھی (ابی کریب، شاذان، شریک) سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (ادریس اور داؤد پسران یزید اودی از یزید اودی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) بھی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں۔

یوم غدیر خم کا دروازہ . باقی رہی وہ حدیث جو (ضمرہ، ابن شوذب، مطر وراق، شہر بن حوشب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ ارشاد فرمایا (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) تو اللہ تعالیٰ نے **الیوم اکملت لکم دینکم** آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ۱۸ ذوالحج ۱۰ھ غدیر خم میں قیام کا دن ہے جو شخص اس دن روزہ رکھے اسے ساٹھ ماہ یعنی پانچ سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

یہ روایت منکر بلکہ جھوٹ کا پلندہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت کہ (**الیوم اکملت لکم دینکم**) جمعہ کے دن عرفہ میں نازل ہوئی تھی، کے خلاف ہے۔ اسی طرح ۱۸ ذوالحج ہجری ۱۰ غدیر خم کا روزہ جو ساٹھ ماہ کے روزوں کے برابر ہے بھی غلط اور باطل ہے، کیونکہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ماہ رمضان کے روزے دس مہینوں کے روزوں کے برابر ہیں تو پھر بتائیے! ایک دن کا روزہ ساٹھ مہینوں کے روزوں کے برابر کس طرح ممکن ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ مہینے والی روایت کو نہایت منکر کہا ہے۔

(حبشون خلال اور احمد بن عبداللہ بن احمد نیری (کلاھما صدوق) از علی بن سعید رملی) از ضمری بھی یہ روایت مروی ہے۔ نیز یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن حویرث، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے نہایت کمزور اور واہیات اسناد سے مروی ہے۔

تبصرہ.. اس حدیث کے ابتدائی کلمات (**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**) تو یقیناً رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں سے ہیں اور "**اللّٰھم وال من والاہ**" کا اضافہ بھی مضبوط سند سے مروی ہے۔

باقی رہا روزے کا مسئلہ تو یہ بالکل صحیح نہیں اور نہ ہی آیت اکملت غدیر خم کے دن نازل ہوئی بلکہ یہ تو یوم غدیر خم سے کئی دن پہلے یوم عرفہ میں نا

نازل ہو چکی تھی۔

اکرام مسلم امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن اسحاق اصبہانی، علی بن محمد مقدمی، محمد بن عمر بن علی مقدمی، علی بن محمد بن یوسف بن شبان بن مالک بن مسمع، سہل بن حنیف، سہل بن مالک برادر کعب بن مالک، ابیہ، جدہ) روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بر سر منبر حمد وثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کبھی رنجیدہ نہیں کیا تم لوگ اس کی قدر ومنزلت کا خیال رکھو۔

اے لوگو! میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن، بن عوف اور اولین مہاجرین سے خوش ہوں، تم ان کے مقام اور بلند رتبہ کا خیال رکھو۔ اے لوگوں! مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سسرال اور واحباب کے متعلق رضوان اللہ علیہم اجمعین تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان پر ظلم وستم کا مواخذہ نہ کرے۔

اے لوگو! تم مسلمانوں پر زبان درازی نہ کرو، جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اچھی بات کرو۔

قبر مبارک کی زیارت کے آداب حج سے پہلے یا بعد میں مدینہ منورہ آئے تو مسجد نبوی ﷺ میں نماز ادا کرے کیونکہ اس میں ایک نماز دوسری مساجد سے ایک ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے بیت اللہ شریف کے۔ شد رحال اور ثواب کی خاطر عزم سفر صرف مسجد نبوی ﷺ کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کیلئے جائز ہے (مسلم بخاری بروایت ابی ہریرہ، ابی حمم) مسجد نبوی ﷺ اور مسجد حرام رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں اس قدر وسیع نہ تھی۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ اور دیگر فرمانرواؤں نے ان کی توسیع کی یہ توسیع شدہ جگہ فضیلت وغیرہ میں اصل مسجد کے برابر ہے۔ "حکم الزیادة حکم المزید"۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ ابوداؤد شریف وغیرہ میں ہے جو شخص بھی کسی وقت مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت مجھ میں روح لوٹا دیتا ہے اور میں اس سلام کا جواب دیتا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوتے تو (السلام علیک یارسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابت) کہتے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طور طریقہ تھا۔

امام مالک، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق روضہ اطہر کی جانب منہ کر کے صلوٰۃ وسلام پڑھے اور بقول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کعبہ رخ ہو کر صلوٰۃ وسلام کہے۔ (یہاں تک) کہ بعض احناف کا قول ہے کہ قبر مبارک کی جانب پشت کرے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ روضہ اطہر کو بائیں طرف کر کے پڑھے۔ اس بات پر سب حضرات کا اتفاق ہے کہ قبر اطہر کو نہ چھوئے، نہ بوسہ دے، نہ طواف کرے، اور نہ ہی اس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرے۔

صلوٰۃ وسلام میں رسول اللہ کی یہ صفات ونعمت بیان کرنا بالکل صحیح ہے۔ مثلاً

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یاخیر اللہ من خلقہ یا اکرم الخلق علی اللہ یا امام المتقین

قبر نبوی ﷺ پر دعا کی شرعی حیثیت صلوٰۃ وسلام کے علاوہ روضہ اطہر کی جانب رخ کر کے دعا نہ مانگے کیونکہ باتفاق ائمہ یہ ممنوع اور حرام ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسے نہایت مکروہ کہتے ہیں، اور ان کی طرف درج ذیل قول منسوب کرنا سراسر بہتان اور جھوٹ ہے کہ خلیفہ منصور کو روضہ اطہر کی جانب منہ کر کے دعا مانگنے کو کہا تھا۔ دعا کے وقت قبر مبارک کی جانب رخ کرنا بدعت ہے، کسی بھی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ وہ قبر مبارک کی جانب رخ کر کے دعا کرتے تھے وہ سب کے سب کعبہ رخ ہو کر مسجد میں دعا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے کہ میری قبر کی عبادت نہ کرو۔

اے مسلمانو! تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ اور تم جہاں کہیں بھی ہو صلوٰۃ وسلام پڑھو کیونکہ صلوٰۃ وسلام مجھ تک پہنچ دیا جاتا ہے۔ فرمایا

جمعرات اور جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھو تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ کس طرح ممکن ہے آپ علیہ السلام کا جسد اطہر بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین کے اندر بوسیدہ ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اور فرمایا قریب سے صلاۃ وسلام میں خود سنتا ہوں اور دور سے مجھے فرشتوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے نیز فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہ السلام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی کھلی چھوڑ دی جاتی۔

نبی علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جس کمرے میں فوت ہوئے وہیں آپ علیہ السلام کو دفن کیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ اور دیگر ازواج مطہرات کے کمرے مسجد نبوی ﷺ سے باہر تھے۔ ولید ابن عبدالملک کے م ۹۶ھ کے دور خلافت میں یہ کمرے مسجد نبوی ﷺ میں شامل کئے گئے۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیز م ۱۰۱ھ مدینہ منورہ کے حاکم اعلیٰ تھے۔ قبر مبارک کی تعمیر اس طرح کی گئی کہ اس کی جانب کوئی رخ کر کے نماز نہ پڑھ سکے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی جانب منہ کر کے نماز پڑھو۔ (مسلم عن ابی مرثد غنوی)

ہجرت کا گیارواں سال: اس سال کا آغاز ہوا۔ حجۃ الوداع سے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اس سال چند عجیب واقعات رونما ہوئے ان سب واقعات میں سے ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کا سانحہ وصال ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زوال پذیر دنیا سے ہمیشہ رہنے والی زندگی اور ابدی نعمت کی جانب منتقل فرما دیا۔ جنت کے اعلیٰ وارفع مقام میں جس سے افضل کوئی بھی مقام نہیں جیسا کہ قرآن **وللآخرة خير لك من الأولى** (۹۳/۴) میں ہے'' یہ سانحہ انتقال پیغام رسالت کی مکمل ادائیگی کے بعد پیش آیا۔ جس کی تبلیغ کے لئے آپ ﷺ مامور تھے امت کی خیر خواہی، اس کی بھلائی کی جانب راہنمائی، دنیا و آخرت کے نقصان دہ امور سے آگاہی کے بعد یہ دردناک حادثہ رونما ہوا۔

ہر کمال کے بعد زوال ہے: اس سے پہلے ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ آیت **اليوم اكملت لكم دينكم** الخ، (۵/۳) جمعہ کے دن عرفہ میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اور عمدہ سند سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے، پوچھا گیا کیوں رو رہے ہیں؟ تو بتایا کہ ہر کمال کے بعد زوال ہوتا ہے گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی وفات سمجھ گئے تھے۔ اس کی طرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسلم میں بھی اشارہ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کے پاس فرمایا تھا کہ مجھ سے مسائل حج سیکھ لو کہ شاید میں آئندہ سال حج نہ کر سکوں۔

اس سے پہلے ہم حافظ بزار اور حافظ بیہقی کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کر چکے ہیں کہ ایام تشریق کے درمیان میں سورہ اذا جاء نصر اللہ کا نزول ہوا تو رسول اللہ کو معلوم ہو گیا کہ یہ آخری حج ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے ''قصواء نامی اونٹنی'' پر پالان ڈالنے کا ارشاد فرمایا اس پر پالان ڈالا گیا۔ پھر راوی نے آپ کے خطاب کو بیان کیا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سورہ اذا جاء نصر اللہ (۱۱۰/۱) کی تفسیر معلوم کی، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت و برتری اور علمی دسترس پر آگاہ کرنے کے لئے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مشائخ بدر کے ساتھ بٹھانے، اور ان کو اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کرنے پر ملامت کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی وجہ آپ کو معلوم ہو جائے گی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سورہ اذا جاء نصر اللہ (۱۱۰/۱) کی تفسیر معلوم کی تو انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار کر دیا تو اس نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کی حمد و ثنا بیان کریں اور مغفرت طلب کریں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا یہ رسول اللہ ﷺ کی اجل کا بیان ہے، آپ کو موت سے باخبر کیا گیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اس کی تفسیر یہی جانتا ہوں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورہ کی تفسیر میں ہم نے کئی وجوہات سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید بیان کی

ہے۔ اگر چہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے منافی اور مخالف نہیں۔
اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، ابن ابی ذئب، صالح مولی توامہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حج کیا تو فرمایا کہ صرف یہی حج ہے پھر چٹائی نشین ہو جاؤ۔ اس سند میں امام احمد منفرد ہیں ابوداؤد میں عمدہ سند سے مروی ہے۔
خلاصہ کلام یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اس سال آپ کی وفات کے متعلق کچھ معلوم ہو گیا تھا آئندہ صفحات میں ہم یہ سانحہ بیان کریں گے اور اس کے متعلق احادیث و آثار بیان کریں گے وباللہ المستعان۔
لیکن اس سے پہلے ہم یہاں وہ حالات بیان کریں گے جو ائمہ کرام محمد بن اسحاق، ابن جریر طبری، اور حافظ بیہقی نے درج کیے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے، کتنے غزوات کیے اور کتنے لشکر روانہ کیے اور کن بادشاہوں کی جانب خطوط ارسال کیے یہ ہم مختصر بیان کریں گے پھر وفات کا سانحہ بیان کریں گے۔

آپ ﷺ نے کتنے حج اور عمرے کیے؟ ... صحیحین میں ابواسحاق سبیعی، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۹ غزوات کیے اور ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا۔ ابواسحاق کا بیان ہے کہ ایک حج مکہ میں بھی کیا۔ (زید بن حباب، سفیان ثوری، جعفر بن محمد، ابوہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف تین حج کیے دو حج ہجرت سے پہلے کیے اور ایک ہجرت کے بعد، جس کے ساتھ عمرہ بھی کیا ۶۳ یا ۶۶ قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے اور ایک سو کی تکمیل کے لئے باقی ماندہ جانور حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے اور اس سے پہلے ہم صحیحین میں مذکور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہ جن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے (۱) عمرہ حدیبیہ (۲) عمرہ قضا (۳) عمرہ جعرانہ (۴) عمرہ مع حج۔

کتنے غزوات میں شریک ہوئے ... باقی رہا غزوات، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات کیے اور زید بن حارثہ کے ساتھ نو غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ دن کے وقت ہمارے امیر نامزد فرما دیتے تھے۔ متفق علیہ روایت میں (زید از سلمہ) مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات کیے اور ان جنگوں میں جن میں دستے روانہ کرتے تھے نو جنگیں لڑیں بعض جنگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر تھے اور بعض میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔ صحیح بخاری میں حدیث اسرائیل از ابواسحاق از براء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۵ غزوات کیے۔ شعبہ کی متفق علیہ روایت از ابواسحاق از براء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۹ غزوات کیے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سترہ غزوات میں شامل ہوا پہلے کا نام عشیر ہے یا عسیر۔
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن حنبل، معتمر، کہمس بن حسن) ابن بریدی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سولہ جنگیں کی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن واقد، عبداللہ بن بریدہ) بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۱۹ غزوہ کیے اور آٹھ میں لڑائی ہوئی۔ اور اسی سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چوبیس مرتبہ لشکر روانہ کیے لڑائی صرف (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) مریسیع (۵) خیبر (۶) مکہ (۷) حنین میں ہوئی۔
صحیح مسلم میں حدیث ابوالزبیر از جابر میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اکیس غزوات کیے، میں ان کے ساتھ ۱۹ میں شامل ہوا بدر اور احد میں شریک نہیں ہوا، مجھے میرے والد نے روک دیا تھا جب میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے تو پھر میں کسی جنگ میں بھی غائب نہیں رہا۔
عبدالرزاق (معمر، زہری) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ غزوات کیے، معمر کہتے ہیں کہ ایک بار چوبیس غزوات بیان کیے معلوم نہیں یہ وہم تھا یا بعد میں سماع تھا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انیس غزوات کیے اور چوبیس مرتبہ لشکر روانہ کیے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے تمام غزوات اور سریہ ۴۳ ہوئے۔

غزوات کی معمولی تفصیل مع تاریخ..... عروہ بن زبیر (امام زہری، موسیٰ بن عقبہ) محمد بن اسحاق وغیرہ علماء مغازی کا بیان ہے کہ جنگِ بدر رمضان ۲ھ میں ہوئی۔ جنگ احد شوال ۳ھ میں ہوئی، جنگِ خندق اور بنی قریظہ شوال ۴ھ یا ۵ھ میں ہوئی، جنگِ بنی مصطلق مریسیع شعبان ۵ھ میں جنگِ خیبر صفر ۷ھ میں یا ۶ھ میں، اور تحقیق یہ ہے کہ ۶ھ کے آخری ایام اور ۷ھ کے شروع ایام تھے۔ فتح مکہ رمضان ۸ھ، جنگِ ہوازن میں طائف کا محاصرہ کیا، شوال اور بعض ایام ذوالحج میں ۸ھ اور ۸ھ میں امیر حج عتاب بن اسید تھا امیر مکہ، اور ۹ھ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج تھے اور ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے خود حج ادا فرمایا۔

۲۷ غزوات..... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس ستائیس غزوات کئے۔

(۱) ودان اس کو ''ابوا'' بھی کہتے ہیں۔
(۲) بواط رضویٰ کے نواح میں۔
(۳) عشیر ینبع میں۔
(۴) بدر اول کرز بن جابر کے تعاقب میں۔
(۵) بدر جس میں سرداران قریش قتل ہوئے۔
(۶) بنی سلیم کے پانی کے چشموں پر۔
(۷) سویق ابوسفیان کی حرب کی وجہ سے۔
(۸) غطفان اور ذی امر بھی اس کا نام ہے۔
(۹) نجران، معدن حجاز میں۔
(۱۰) احد۔
(۱۱) حمراء الاسد۔
(۱۲) بنی نضیر۔
(۱۳) ذات الرقاع۔
(۱۴) بدر اخریٰ
(۱۵) دومۃ الجندل۔
(۱۶) خندق
(۱۷) بنی قریظہ۔
(۱۸) بنی لحیان ھذیل کے ساتھ۔
(۱۹) ذی قرد۔
(۲۰) بنی مصطلق خزاعہ کے ساتھ۔
(۲۱) حدیبیہ کا جنگ کا ارادہ نہ تھا مشرکین نے محض اپنی انا سے روکا۔
(۲۲) خیبر۔
(۲۳) عمرہ قضا (۲۴) فتح مکہ۔
(۲۵) حنین۔
(۲۶) طائف۔
(۲۷) تبوک۔

ان میں سے لڑائی صرف نو میں ہوئی۔

۱۔ بدر، ۲۔ احد، ۳۔ خندق، ۴۔ قریظہ، ۵۔ بنی مصطلق، ۶۔ خیبر، ۷۔ فتح مکہ، ۸۔ حنین، ۹۔ طائف۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس سے پہلے مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

۳۸ لشکر..... امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام چھوٹے بڑے ۳۸ لشکر روانہ فرمائے ہم اس کی تفصیل اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور اب ان کا مختصر خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق:

(۱) حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث کو ثنیہ مرہ کے اسفل کی جانب روانہ کیا۔
(۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو عیص کے نواح میں ساحل کی جانب۔
(۳) آنحضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو جرار کی جانب روانہ کیا۔
(۴) حضرت عبداللہ بن جحش کو نخلہ کی جانب روانہ کیا۔
(۵) حضرت زید بن حارثہ کو قردہ کی جانب روانہ کیا حضرت محمد رضی اللہ عنہ سلمہ کو کعب بن اشرف کی جانب۔
(۷) حضرت مرثد رضی اللہ عنہ بن ابی مرثد کو رجیع کی جانب۔
(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو بنی عامر کے علاقے کی جانب۔

(۹) حضرت علی کو یمن کی جانب۔
(۱۰) حضرت غالب بن عبداللہ کلبی کو کدید کی جانب انہوں نے بنی کلیب پر شب خون مارا اور چند لوگوں کو قتل کیا اور ان کے مویشی بھگا لائے وہ لوگ مویشیوں کی تلاش میں پیچھے آئے تو ان کے درمیان ایک وادی کا سیلاب حائل ہو گیا اور حارث بن مالک برصاء کو سرقہ کر رہا ہے۔
(۱۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فدک کی جانب روانہ کیا۔
(۱۲) حضرت ابوالعوجاء سلمی رضی اللہ عنہ کو بنی سلیم کی جانب بھیجا اور سب کے سب قتل کئے گئے۔
(۱۳) حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو غمرہ کی جانب بھیجا۔
(۱۴) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد کو نجد میں بنی اسد کے چشمہ ''قطن'' کی جانب بھیجا۔
(۱۵) حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ کو ہوازن کے علاقے قرطاء میں بھیجا۔
(۱۶) حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد کو فدک میں بنی مرہ کی جانب روانہ کیا۔
(۱۷) حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد کو حنین کے نواح میں بھیجا۔
(۱۸) حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کو بنی سلیم کے علاقے جموم کی جانب روانہ کیا۔
(۱۹) نیز انہیں بنی خشین کے علاقے جذام کی جانب بھیجا، بقول ابن ہشام یہ خشی کا علاقہ ہے۔

سریہ زید روانہ کرنے کی وجہ ابن اسحاق وغیرہ کے مطابق اس لشکر کے روانہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت دحیہ کلبی رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی بنام قیصر روم پہنچا کر واپس آ رہے تھے، ان کے پاس قیصر روم کے عطا کردہ عطیہ جات تھے۔ جب بنی جذام کے علاقے شنار میں پہنچے تو بنی جزام کے ضلیع خاندان کے باپ بیٹا، عوص بن ہنید نے ان لوگوں سے سب کچھ چھین لیا ان کے ایک مسلمان قبیلے نے جو سامان چھینا گیا تھا۔ ان سے لے کر دحیہ بن خلیفہ کو واپس لوٹا دیا۔

جب دحیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو ان کو سارا ماجرا سنایا ھنید اور اس کے بیٹے عوص کے قتل کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر روانہ کر دیا۔ وہ ''اولاج'' کے راستے پر گئے اور حرہ کے نواح سے ''ماقص'' پر حملہ آور ہوئے، بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا اور مال مویشی لوٹ لیے۔ ھنید اور اس کے بیٹے عوص کو قتل کر دیا نیز بنی احنف کے دو آدمی اور بنی خصیب کا ایک آدمی قتل کر ڈالا اس کے بعد کچھ لوگ رفاعہ بن زید کے پاس جمع ہوئے اس کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب موصول ہو چکا تھا اس نے یہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے لاعلم تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی جانب مسلسل تین دن سفر کے بعد پہنچے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رفاعہ کا خط پیش کیا اور آپ نے اس خط کو کھلم کھلا لوگوں کے سامنے پڑھنے کا حکم فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ خط سن کر تین مرتبہ فرمایا میں ان مقتولوں کے بارے میں کیا کروں؟

تو ابو زید بن عمرو نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گرفتار شدہ لوگوں کو رہا فرما دیجئے اور مقتولوں کا خون معاف ہے۔ چنانچہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میرا کہنا نہ مانیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے تلوار ان کو بطور علامت دیدی۔ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر چلے۔ زید اور اس کے لشکر کو ملے۔ ان کے پاس "فیفاء الفحلتین" میں مال مویشی اور جنگ کے قیدی موجود تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ اس نے لوٹا تھا سب کچھ واپس کر دیا۔ اور کوئی چیز بھی باقی نہیں رکھی۔

حزن بن ابی دہنہ مالوی رسول اللہ ﷺ ام قرفہ اور اس کی بیٹی ......(۲۰)... حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو وادی قریٰ میں بنی فزارہ کی جانب لشکر دے کر روانہ کیا۔ اس کے چند رفقاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور خود زخموں سے چور تھا جب واپس مدینہ لوٹے تو قسم کھائی کہ جب تک ان سے جنگ نہ کرے گا غسل نہیں کرے گا۔ صحت یاب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دوبارہ وادی القریٰ کی جانب فوج دے کر

روانہ کر دیا چنانچہ زید نے وادی القری میں لوگوں کو قتل کیا اور ام قرفہ فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر زوجہ مالک بن حذیفہ بن بدر اور اس کی بیٹی کو گرفتار کر لیا۔ (ام قرفہ ایک خاندانی عورت تھی اور عزت وشرافت میں ضرب المثل تھی) زید نے قیس بن مسعر یعمری کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا اس نے ام قرفہ کو قتل کر دیا اور لڑکی کو زندہ چھوڑ دیا وہ سلمہ بن اکوع کے پاس تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بطور ہبہ طلب کر لی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماموں حزن بن ابی وہب کو ہبہ کر دی اور اس کے پیٹ سے حزن بن عبداللہ پیدا ہوئے۔

(۲۱) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دو دفعہ خیبر کی جانب فوج دے کر روانہ کیا۔ ان کے لشکر میں عبداللہ بن انیس بھی شامل تھا۔ یہ خیبر کے نواح میں پہنچے، وہاں یسیر بن رزام "غطفان کو" رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسار ہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ "چند یہودی رفقاء کے ہمراہ" روانہ ہو پڑا خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر قرقرہ میں پہنچے تو یسیر اپنی روانگی پر نادم اور شرمندہ ہوا، عبداللہ بن انیس اس کی شرمندگی کو سمجھ گئے کہ وہ ہاتھ میں تلوار لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن انیس نے تلوار سے اس کا پاؤں کاٹ ڈالا اور اس نے عبداللہ کے سر پر ڈنڈا مار کر زخمی کر دیا۔ پھر مسلمانوں نے یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف ایک یہودی فرار ہو کر بچا۔ چنانچہ جب یہ سریہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سر پر لعاب دہن ڈالا تو وہ شفایاب ہو گیا۔

(۲۲) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوسری دفعہ خیبر کی جانب روانگی کھجوروں کے تخمینہ لگانے کی غرض سے تھی، واللہ اعلم.

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عتیک کو بمع رفقاء خیبر کی جانب روانہ کیا اور ان لوگوں نے ابورافع یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

(۲۴) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن انیس کو خالد بن سفیان بن نبیح کو قتل کرنے کے لیے بھیجا اس نے "عرنہ" میں اس کو قتل کر دیا ۵ھ کے حالات میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔

(۲۵) حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو شام کے علاقہ موتہ میں لشکر دے کر روانہ کیا یہ سب وہاں شہید ہو گئے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو فوج کا دستہ دے کر شام کے علاقہ "ذات اطلاح" کی جانب روانہ کیا وہ سب کے سب شہید ہو گئے حضرت عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کو تمیم کے خاندان بنی عنبر کی جانب ایک دستہ دے کر روانہ کیا، اس نے ان پر حملہ کیا، کچھ کو قتل کیا اور کچھ کو گرفتار کر لیا، پھر ان کا وفد اپنے قیدیوں کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے بعض کو آزاد کر دیا اور بعض قیدیوں سے فدیہ وصول کیا۔

"مرداس کی شہادت اور کلمہ شہادت کی عظمت" ..... نیز حضرت غالب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کو بنی مرہ کی جانب معہ رفقاء روانہ کیا اس میں بنی مرہ کا حلیف، مرداس بن عتیک حرقی جہنی شہید ہو گیا، اس کو اسامہ بن زید اور ایک انصاری نے شہید کیا، وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے اس پر تلوار اٹھائی تو اس نے "لا الہ الا اللہ" پڑھ لیا واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہت ملامت کی انہوں نے معذرت کی کہ اس نے محض اپنے بچاؤ کے لیے کلمہ توحید پڑھا تو آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو کہا، کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا" آپ بار بار اسامہ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے" قیامت کے دن کلمہ توحید کے مقابلے میں تیرا مددگار کون ہو گا؟ اسامہ بن زید کہتے ہیں آپ کے بار بار دہرانے سے میں اس قدر شرمندہ ہوا کہ میری یہ تمنا ہوئی کہ میں اس سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔

حضرت عمرو بن عاص کی نفسیات ... حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو بنی عزرہ کے علاقہ "ذات السلاسل" کی جانب شام کے خلاف اہل عرب سے مدد طلب کرنے کی خاطر روانہ کیا۔ اس وجہ سے کہ عاص کی والدہ "بلی" قبیلہ میں سے تھی، اس رشتے کی وجہ سے ان کا وہاں جانا فائدہ مند تھا۔ جب ان کے چشمہ "سلسل" کے پاس پہنچے تو ان سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کمک طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک امدادی دستہ روانہ فرمایا۔ اس دستے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے سپہ سالار تھے۔ جب یہ حضرات منزل مقصود تک پہنچ گئے تو ان سب لوگوں کے امیر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص ہوئے کہ انہوں

ے کہا تم میری اعانت و نصرت کے لئے آئے ہو۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کچھ مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ نرم مزاج اور دنیاوی امور میں بڑے خوش خلق انسان تھے۔ وہ ان کے تابع اور مطیع ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سب کو نماز پڑھاتے اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

واپسی پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا، پھر پوچھا مردوں میں سے، تو آپ نے فرمایا اس کا والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی حدرد کو فتح مکہ سے پہلے ایک دستہ دے کر ''اضم'' خاندان کی جانب روانہ کیا اس دستے میں محلم بن جثامہ بھی شامل تھے اس کا طویل قصہ اور واقعات ۷ھ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ایک واقعہ اور دستار بندی کا مسنون طریقہ: ..... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک معتبر اور ثقہ راوی نے عطاء بن ابی رباح سے یہ قصہ سنایا کہ ایک بصری شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عمامہ باندھتے وقت، اس کے پشت پر ''پھین'' چھوڑنے کے متعلق معلوم کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں انشاء اللہ یہ مسئلہ تمہیں بتاؤں گا۔ سنو! میں مسجد نبوی میں دسواں شخص تھا وہاں، ابو بکر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی، (خلفاء اربعہ) اور عبدالرحمان بن عوف، ابن مسعود، معاذ بن جبل، حذیفہ بن یمان اور ابو سعید خدری رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے کہ ایک نوخیز انصاری صحابی آیا اور سلام عرض کر کے بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کون سا مسلمان افضل ہے تو آپ نے فرمایا، سب سے خوش اخلاق، اس نے پھر پوچھا کون سا مسلمان عقلمند ہے تو آپ نے فرمایا موت کو زیادہ یاد رکھنے والا۔ موت سے پہلے اس کی تیاری کرنے والا۔ سنو! یہ لوگ دانشمند ہیں۔ پھر وہ چپ کر بیٹھ گیا پھر آپ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا اے مہاجرو! جب تم میں پانچ عادتیں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور میں بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان لوگوں کا زمانہ پاؤ جس قوم میں:

(۱) بدکاری اس قدر پھیل جائے کہ اس کے سامنے مغلوب اور بے بس ہو جائیں تو اس قوم میں طاعون کی وباء پھیل جاتی ہے اور جسم میں ایسے درد پیدا ہو جاتے ہیں جن کا پہلی قوم میں نام و نشان تک نہ تھا۔

(۲) ناپ اور تول میں کمی، قحط سالی، روزی کے حصول میں سخت محنت اور حکومت کے جور و جفا کا سبب ہوتی ہے۔

(۳) زکوٰۃ کی عدم ادائیگی، برموقع بارش کی بندش کا باعث ہوتی ہے اگر جانور و چوپایہ نہ ہو تو بالکل بارش نہ برسے۔

(۴) جب لوگ اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے جو ان کا سب کچھ مال و دولت چھین لیتا ہے۔

(۵) حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور احکام الٰہی کی تلافی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان میں آپس میں جھگڑا اور اختلاف پیدا کر دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ''سریہ'' کے لئے تیاری کا حکم دیا جس پر ان کا امیر مقرر کیا تھا وہ ایک سوتی کپڑے کا کالا عمامہ پہنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذرا قریب بلا کر عمامہ کھول دیا پھر آپ نے ان کی دستار بندی کی اور پشت پر تقریباً چار انگشت شملہ لٹکا دیا پھر فرمایا اے ابن عوف! اسی طرح دستار بندی کیا کرو۔ یہ احسن اور طرہ دار ہے۔ پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو کہا انہیں جھنڈا حوالہ کر دو۔ علم حوالے کر دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حمد و ثنا اور درود پڑھا اور فرمایا اے ابن عوف! علم پکڑ لو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، اللہ کے منکروں کو قتل کرو، ظلم و تشدد نہ کرو، وعدے کی خلاف ورزی نہ کرو مثلہ نہ بناؤ، بچوں کو قتل نہ کرو، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا عہد اور تمہارے نبی کی سیرت، پھر عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے علم لیا اور بقول ابن ہشام دومۃ الجندل کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کو تقریباً تین سو کے دستہ میں ''سیف البحر'' کی جانب روانہ کیا اور کھجوروں کا ایک تھیلا دیا اور اسی سفر میں دیو ہیکل مچھلی والا واقعہ رونما ہوا۔ جس کو سمندر نے باہر پھینک دیا تھا۔ اس کو وہ لوگ مہینہ بھر کھاتے رہے اور خوب صحت مند ہو گئے اور مچھلی کے چند ٹکڑے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کئے اور آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

تعاقب .....ابن ہشام نے تعاقب کیا ہے کہ محمد بن اسحاق نے یہاں چند دستوں اور قافلوں کی روانگی کا ذکر نہیں کیا۔(وہ یہ ہیں) عمرو بن امیہ ضمری اور جبار بن صخر کو حضرت خبیب بن عدی اور ان کے رفقاء کے قتل کے بعد، ابوسفیان کے قتل کے لئے روانہ کیا لیکن وہ اسے قتل نہ کر سکے۔ بلکہ کسی اور کو قتل کر کے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو سولی سے اتار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حارث بن سوید بن صامت کو قتل کرنے کا حکم دیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تو ابوعفک یکے از بنی عمرو بن عوف کا نفاق واضح ہو گیا اس نے حارث کا مرثیہ کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی مذمت اپنے درج ذیل اشعار میں بیان کی:

لقد عشت دهراً وما ان اری

من الناس داراً ولا مجمعا

ابر عهوداً واوفی لمن

يعاقد فيهم اذا ما دعا

من اولاد قيلة فی جمعهم

يهد الجبال ولم يخضعا

فصدعهم راكب جاء هم

حلال حرام لشتی معا

فلو ان بالعز صدقتم

او الملك تابعتم تبعا

”میں نے کافی زندگی بسر کی ہے۔ میں نے لوگوں میں سے کسی کا گھر اور محفل نہیں دیکھی۔ جو وعدے کے سچے اور پکے ہوں جس سے وہ معاہدہ کریں جب معاہدہ کی دعوت دے۔ اولاد قیلہ سے اپنی مجلس میں وہ پہاڑوں کو گرا دیتا ہے اور خود نہیں جھکتا۔ پس ان میں ایک سوار نے اختلاف ڈال دیا ہے جو حلال و حرام اکٹھا لے کر آیا ہے مختلف کاموں کے لئے۔ پس تم اگر صاحب عزت یا حکمران کی تصدیق کرتے تو تابعداروں کے تابع ہوتے“۔

یہ مرثیہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”من بھذا الخبیث“ میری خاطر اس خبیث شخص کا کون کام تمام کرے گا۔ تو سالم بن عمیر یکے از بکائین نے یہ پیشکش قبول کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس شخص کی جانب روانہ فرمایا۔ اور اس نے ابوعفک کو قتل کر دیا تو امامہ مریدیہ نے اس کے متعلق اپنے اشعار میں کہا ہے۔

تكذب دين الله والمرء احمدا

لعمرو الذی امناك بئس الذی يمنی

حباك حنيف آخر الليل طعنة

اباعفك خذها علی كبر السن

”تو اللہ کے دین اور احمد رسول ﷺ کی دین کی تکذیب کرتا ہے اس شخص کی زندگی کی قسم جس نے تمہیں بے جا خواہش دلائی اور اس نے بری خواہش دلائی۔ حنیف مسلم نے رات کے آخری حصے میں تجھے نیزے کا تحفہ دیا۔ اے ابوعفک بڑھاپے میں اس کو وصول کر۔“

(۳)... ابوعفک کے قتل کے بعد عصماء بنت مروان یکے از بنی امیہ بن زید زوجہ یزید بن زید خطمی جو اسلام اور مسلمانوں کی ہجو کیا کرتی تھی،

نے نفاق کا اظہار کر کے اپنے ان اشعار میں کہا:

باست بنی مالک والنبیت
وعوف و باست بنی الخزرج
اطعتم أتاوی من غیرکم
فلا من مراد و لا مذحج
ترجونه بعد قتل الرء وس
کما یرتجی ورق المنضج
الا آنف یبتغی غرۃ
فیقطع من أمل المرتجی

''بنی مالک بنی نبیت، بنی عوف اور بنی خزرج کے جوتڑوں میں تم نے ایک اجنبی کی اطاعت قبول کی نہ وہ مراد قبیلہ سے ہے اور نہ مذحج سے۔ قبیلہ کے سرداروں کے قتل کے بعد تم اس سے امیدوار ہو جیسے کہ خزاں رسیدہ پتے سے امید ہوتی ہے۔ کیا کوئی سردار نہیں جو اس کی غفلت کا منتظر ہو اور امیدوار کی امید کاٹ کر رکھ دے''۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعرِ اسلام نے اس کے جواب میں کہا۔

بنو وائل و بنو واقف
و خطمة دون بنی الخزرج
متی ما دعت سفهاً ویحها
بعولتها والمنایا تجی
فهزت فتی ماجداً عرقه
کریم المدخل والمخرج
فضرجها من نجیع الدماء
و بعد الهدو فلم یحرج

''بنی وائل، بنی واقف اور خطمہ قبیلہ نے علاوہ بنی خزرج کے۔ جب سفاہت سے انہوں نے اپنے خاوندوں کو بلایا اور موتیں ان کی امید میں تھیں۔ اس نے معزز نوخیز کو خواہش دلادی ہے جو نجیب الطرفین اور اعلیٰ والدین کی اولاد ہے۔ اس جفاکش نے اس کو تازہ خون میں لت پت کر دیا اور کوئی تنگی محسوس نہ کی''

عصماء بنت مروان کے ہجویہ اشعار کا رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ ''الا آخذ لی من ابنة مروان'' کیا کوئی بنت مروان پر میری خاطر گرفت کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش کو عمیر بن عدی خطمی نے سن لیا اور اسی رات اس کو قتل کر ڈالا۔ صبح کو اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمیر! تو نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے۔ تو اس نے پوچھا کیا اس کے قتل کے متعلق مجھ سے باز پرس ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''لاتنتطح فیها عنزان'' اس میں دو بھیڑیں بھی آپس میں نہ لڑیں گی، کچھ بھی نہ ہوگا۔

چنانچہ عمیر اپنے قبیلہ خطمہ میں چلا گیا۔ وہ اس عورت کے قتل کا ایک دوسرے پر الزام لگا رہے تھے، اس کے پانچ بیٹے تھے، یہ صورت حال دیکھ کر عمیر نے کہا میں نے اس عورت کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، تم سب لوگ میرے متعلق کچھ تدبیر کر لو اور مہلت نہ دو۔ اور یہ پہلا دن تھا جس میں قبیلہ خطمہ کے اندر اسلام کا بول بالا ہوا، چنانچہ اسلام کی سربلندی کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا جس نے ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کر لیا اس سے پہلے یہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔ بقول ابن ہشام، اس

کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں، کیونکہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد نہایت کم کھانا کھاتا تھا۔ جب وہ مدینہ سے مکہ مکرمہ عمرے کی غرض سے آیا اور اس نے تلبیہ کہا تو مکہ کے باشندوں نے اس کو منع کیا، اس نے ان کو سختی سے جواب دیا اور یمامہ سے غلہ بند کرنے کی دھمکی دی۔ جب وہ یمامہ میں واپس لوٹا تو اس نے یمامہ کا غلہ روک لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکتوب تحریر کیا پھر اس نے غلہ کی رسد بحال کی۔ بنی حنیفہ میں سے کسی شاعر نے کہا:

ومنا الذی لبی بمکة محرما
برغم ابی سفیان فی الاشهر الحرم

''ہمارے قبیلہ میں سے وہ شخص ہے جس نے احرام باندھ کر مکہ میں تلبیہ کہا حرمت والے مہینوں میں ابوسفیان کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے''۔

علقمہ بن مجزز مدلجی کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بھائی وقاص کا بدلہ لینے کی خاطر روانہ کیا جب وہ ''ذی قرد'' میں قتل ہوا کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے قاتلوں کے پیچھے جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ آپ نے اس کو اجازت عنایت فرمادی اور اس کو امیر قافلہ نامزد کر دیا۔

خوش طبعی اور ظرافت جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو پیش قدمی کی اجازت دے دی اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا وہ خوش طبع اور ظریف انسان تھے، آگ جلا کر اس میں لوگوں کو کود جانے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے اس میں کود جانے کا ارادہ کر لیا تو اس نے کہا میں تو مذاق کر رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کو جب اس قصہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا جو شخص خدا کی نافرمانی کا حکم دے اس کی ہرگز اطاعت نہ کرو۔ یہ حدیث ابن ہشام نے اپنی سند سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

احسان فراموشی بجیلہ قبیلہ کے قیس خاندان کے لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور ان کو آب وہوا موافق نہ آئی اور وہاں کی آب وہوا کو صحت کے لئے نقصان دہ پایا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ وہ اونٹوں کے پاس چلے جائیں، ان کا دودھ اور پیشاب پئیں، چنانچہ وہ شفایاب ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے غلام ''یسار'' چرواہے کو ذبح کر کے اس کی آنکھوں میں کانٹے گاڑ دیئے، اور دودھیل اونٹنیاں اپنے ساتھ لے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی تلاش میں روانہ کیا وہ ان ''احسان فراموش'' لوگوں کو گرفتار کر کے لے آئے رسول اللہ ﷺ اس وقت غزوہ ذی قرد سے واپس تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ فرمایا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔

ایک نکتہ یہ مقتولین اگر وہی ہیں، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں مذکور ہیں کہ آٹھ افراد عکل یا عرینہ قبیلہ کے مدینہ میں آئے۔ متبادر یہی مفہوم ہے کہ وہ وہی لوگ ہیں جن کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہوں ''تو خدا معلوم'' ہم نے تو یہاں وہی بیان کیا ہے جو ابن ہشام نے ذکر کیا ہے، واللہ اعلم۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دو مرتبہ جنگ میں جانا، بقول ابوعمرو مدنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب روانہ کیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے لشکر میں روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تم یکجا ہو تو امیر علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ ابن ہشام نے کہا ہے کہ ابن اسحاق نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روانگی بیان کی ہے اور اس کو ''بعوث وسرایا'' کی تعداد ۳۸ میں شمار نہیں کیا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ان دستوں کی تعداد ۳۸ کی بجائے ۳۹ ہو۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام کی جانب روانہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ فلسطین کے علاقے میں سے بلقاء اور الروم کی سرحدوں کو اپنے لشکر سے پامال کر دیں۔ چنانچہ لوگ تیار ہوئے اور پہلے ''مہاجرین'' سب کے سب ساتھ تھے بقول ابن ہشام یہ آخری لشکر تھا جو رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر اسامہ بن زید رضی

اللہ عنہ کو نامزد کیا اور عوام نے اس کی امارت پر نکتہ چینی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے اس کی امارت پر نکتہ چینی کی ہے تو تعجب خیز نہیں کیونکہ اس سے پہلے تم اس کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم وہ امارت کے لائق تھا اور مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور یہ اسامہ مجھے اس کے بعد سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (رواہ الترمذی از مالک)

پہلے مہاجرین میں سے اکثر بڑے بڑے اور بیشتر انصار اس لشکر میں شمولیت فرما چکے تھے اور ان بڑوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شمار کرنا غلطی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سخت بیمار تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا شکر جرف میں مقیم تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کا امام مقرر کر دیا تھا۔ (کما سیاتی) پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام ہوتے ہوئے لشکر میں کیونکر رہ سکتے ہیں۔

بالفرض اگر وہ لشکر میں شمولیت کر ہی چکے تھے تو نبی علیہ السلام نے ان کو نماز کے لئے جو ارکان اسلام میں سے اہم رکن ہے، مستثنیٰ اور نامزد کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسامہ رضی اللہ عنہ سے خارج کروانے کی درخواست کی تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کو رہنے کی اجازت عنایت فرما دی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے متعلق آیات واحادیث

بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ (۳۹/۳۰) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے نہیں دیا۔ پھر کیا اگر آپ مر گئے تو وہ رہ جائیں گے۔ ہر ایک جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی سے آزمانے کے لئے جانچتے ہیں۔ (۲۱/۳۵-۳۴) اور محمد تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت رسول گزرے پھر کیا وہ اگر مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (۳/۱۴۴) (یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن تلاوت کی تھیں۔ حاضرین نے سنا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے یہ آیات آج ہی سنی ہیں) جب اللہ کی مدد اور فتح آ چکی اور آپ نے لوگوں کو، اللہ کے دین میں، جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور اس سے معافی مانگئے، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (۱۱۰/۳-۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول یہ رسول اللہ ﷺ کی اجل کا بیان ہے جو آپ ﷺ کو بتا دیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سورہ نصر حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے وسط کے دن نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے کہ اب دنیا سے رحلت کا وقت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں لوگوں کو اللہ کے اوامر و نواہی سے آگاہ کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمی جمار کرتے دیکھا پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا مجھ سے مسائل حج سیکھ لو، شاید اس سال کے بعد میں حج نہ کر سکوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن کا ایک مرتبہ دور کیا کرتا تھا اور امسال اس نے دو مرتبہ دور کیا ہے، مجھے اپنی اجل کا وقت بہت قریب معلوم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں، دس یوم اعتکاف کیا کرتے تھے اور وفات کے سال آپ نے بیس یوم اعتکاف کیا، ہر رمضان میں جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے اور وفات کے سال قرآن کا دو مرتبہ دور کیا۔

مرض موت کا آغاز کیسے ہوا؟ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے ذوالحج میں واپس تشریف لائے۔ ذوالحج کے باقی دنوں میں (محرم، صفر) مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو شام کی جانب روانہ کیا لوگ ابھی مدینہ کے باہر جرف میں مقیم تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا "مرض موت" شروع ہو گیا۔ ماہ صفر کے آخری ایام میں یا ربیع الاول کے شروع میں۔ میرے علم کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو

آغاز مرض اس طرح ہوا کہ آپ آدھی رات "بقیع الغرقد" (مدینے کا قبرستان) تشریف لے گئے ان لوگوں کے استغفار و مغفرت کی دعا کی، پھر واپس چلے آئے۔ صبح ہوئی تو اسی دن آپ کو تکلیف شروع ہوگئی۔

حیات جاودانی پر موت کو ترجیح ..... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ (عبداللہ بن جعفر، عبید بن جبر مولی حکم، عبداللہ بن عمرو بن عاص) ابو موبھہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے آدھی رات اٹھا کر فرمایا اے ابو موبھہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس "بقیع" قبرستان والوں کے لئے مغفرت کی دعا کروں تم میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ ہولیا جب آپ ان کے درمیان پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا السلام علیکم اے قبرستان والو! تمہارے حالات بہتر اور خوشگوار ہوں، زندہ لوگوں کے نسبت کہ دنیا میں تاریک رات ٹکڑوں اور گوشوں کی طرح فتنے مسلسل آرہے ہیں۔ دوسرا، پہلے سے بدتر ہوگا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہنے اور پھر جنت میں جانے کا اختیار دیا گیا ہے کہ موت اور ہمیشہ رہنے والی زندگی میں سے جس کو چاہوں پسند کرلوں۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے سفارش کی میرے ماں باپ آپ پر صدقے، دنیا کے خزانوں کی چابیاں، ہمیشہ رہنے اور جنت کو پسند فرمالیجئے۔ آپ نے فرمایا بالکل نہیں، اے ابو موبھہ میں نے موت اور جنت کو پسند کرلیا ہے پھر آپ قبرستان بقیع کے لئے استغفار کے بعد واپس تشریف لے آئے پھر آپ کو اس مرض کا آغاز ہوا جس سے آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

یہ روایت صحاح میں نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (یعقوب بن ابراہیم از ابراہیم از محمد بن اسحاق) بیان کی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنضر، حکم بن فضیل، یعلی بن عطاء، عبید بن جبر) ابو موبھہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ملا کہ قبرستان بقیع کے لئے آپ دعائے مغفرت کریں چنانچہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ مغفرت کی دعا کی۔ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ سواری پر زین ڈالو، پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ پیدل تھا آپ نے قبرستان پہنچ کر سواری سے اترے اور میں نے سواری کو تھام لیا اور آپ ﷺ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا، زندہ لوگوں کی نسبت تمہاری حالت زیادہ خوشگوار ہے کیونکہ دنیا میں تاریک رات کے گوشوں کی طرح مسلسل فتنے آرہے ہیں۔ دوسرا فتنہ پہلے سے بدتر ہوگا، تمہاری حالت زندہ لوگوں کی نسبت خوشگوار ہے۔ پھر آپ ﷺ نے واپس لوٹ کر فرمایا اے ابو موبھہ مجھے امت کی فتوحات میں ہمیشہ رہنے اور جنت میں داخلہ یا اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور موت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے، تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، سدا رہنے کو پسند فرمالیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم مشیت ایزدی سے ساری دنیا بھی لوٹا دی جائے تو میں پھر بھی قبول نہ کروں، میں نے لقاء الٰہی اور موت کو پسند کرلیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ سات یا آٹھ دن زندہ رہنے کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرماگئے۔

عبدالرزاق (معمر، ابن طاؤس) طاؤس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دشمن پر رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ مجھے امت کی فتوحات دیکھنے کیلئے ابدی زندگی یا فوری موت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔ میں نے فوری اور بعجلت موت کو پسند کرلیا ہے۔ بقول بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث مرسل ہے، اور حدیث ابو موبھہ کی شاہد ہے۔

امام ابن اسحاق (یعقوب بن عتبہ، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابن مسعود) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع سے واپس آئے اور میں سر درد میں مبتلا، ہائے سر پھٹا جا رہا ہے، کہ رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! ہائے میرا سر گیا۔ مزید فرمایا اگر تم پہلے فوت ہو جاؤ گی تو کوئی نقصان نہ ہوگا، میں تمہاری تیماری داری کروں گا، کفن پہناؤں گا، نماز جنازہ پڑھوں گا، دفن کروں گا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا واللہ! مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کفن دفن کے بعد میرے ہی گھر میں کسی بیوی کے ساتھ رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور سو گئے۔ آپ اس درد اور تکلیف کے باوجود بدستور بیویوں کے پاس منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے سب بیویوں کو بلا کر ان سے اجازت طلب کی کہ وہ میرے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) گھر میں بیماری کے ایام گزاریں، سب نے بخوشی اجازت دے دی تو رسول اللہ ﷺ دو آدمیوں کے سہارا لئے گھر سے باہر آئے۔ آپ ﷺ کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے اور میرے گھر میں تشریف لائے۔ عبیداللہ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہ کو سنائی تو انہوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے دوسرا شخص کون تھا؟ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، یعقوب بن عتبہ، زہری، عبید اللہ بن عبداللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر آئے آپ کو سر درد تھا اور مجھے بھی سر درد لاحق تھا۔ میں نے کہا ہائے سر پھٹا جا رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ اے عائشہ! ہائے میرا سر گیا۔ مزید فرمایا اگر تم پہلے فوت ہو جاؤ گی تو میں تمہاری تیمارداری کروں گا، کفن پہناؤں گا، نماز جنازہ پڑھوں گا، دفن کروں گا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا واللہ! مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کفن دفن کے بعد میرے ہی گھر میں کسی بیوی کے ساتھ رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے اور سو گئے۔ آپ علیہ السلام اس درد اور تکلیف کے باوجود مسلسل بیویوں کے پاس منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ ﷺ ٹھہرے۔

مرض کی شدت اور علاج .... سب خاندان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہو گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کو ذات الجنب کا عارضہ ہے۔ آؤ ہم آپ ﷺ کو دوا دیں چنانچہ آپ کو دوا دی گئی۔ اس کے بعد آپ کو افاقہ ہوا تو پوچھا کس نے دوا دی ہے؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ آپ ذات الجنب میں مبتلا ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شیطانی مرض ہے، اللہ تعالیٰ مجھ پر شیطان مسلط نہیں کرے گا۔ چچا عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب کو دوائی پلائی جائے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سب کو دوائی پلائی گئی۔ حتیٰ کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ روزہ دار تھیں ان کو بھی پلائی گئی پھر آپ نے سب ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ میرے (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے گھر میں علاج ہو۔ سب نے بخوشی اجازت دے دی تو آپ عباس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے سے میمونہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلے اور آپ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا دوسرے آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن عفیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مرض بڑھ گیا اور درد زیادہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے سب بیویوں سے اجازت چاہی کہ آپ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اجازت دے دی اور آپ دو شخصوں کے کندھوں پر سہارا لے کر آئے۔ ایک عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرا اور کوئی تھا۔ عبید اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا اس شخص کو جانتے ہو جس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے وہ دوسرا شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

بخار کا غسل سے علاج .... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لے آئے اور آپ کا درد زیادہ ہی تھا، فرمایا مجھ پر سات مشکیں پانی کی بھری ہوئی ڈال دو۔ (شاید مجھے تسکین ہو) اور کچھ لوگوں کو نصیحت کر دوں چنانچہ ہم نے آپ کو حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ کے لگن میں بٹھا کر ان مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا (اور وہ بولتے گئے) یہاں تک کہ انہوں نے خود ہی اشارہ کیا کہ بس (اب تم) نہلا چکیں پھر آپ ﷺ لوگوں کے پاس گئے اور لوگوں کو نماز پڑھا کر خطبہ سنایا (یہ روایت صحیح بخاری میں کئی مقامات پر درج ہے اور امام مسلم نے بھی زہری سے بیان کی ہے)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں پوچھا کرتے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کس کے ہاں ہوں گا؟ مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کب آئے گی، چنانچہ سب ازواج مطہرات نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی کہ جہاں چاہیں مرض کے ایام گزاریں۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئے اور وفات تک وہیں رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس دن فوت ہوئے جب دستور کے مطابق میری باری تھی اور آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے اور گردن کے درمیان تھا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مسواک کرتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ کا اس جانب دھیان ہوا تو میں نے عبدالرحمان کو کہا یہ مسواک مجھے دو۔ چنانچہ میں نے وہ دانتوں سے نرم کر کے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دی، آپ ﷺ نے میرے سینے میں ٹیک لگا کر

مسواک کی۔ انفرد بہ البخاری۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے، میں نبی علیہ السلام پر موت کی شدت کے بعد کسی کی بھی شدتِ موت کو ناگوار نہیں سمجھتی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی تکلیف ہوتی تو معوذات کو پڑھ کر دم کر لیتے تھے اور اپنے بدن پر ہاتھ پھیر لیتے تھے اور جب زیادہ تکلیف ہوتی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کرتی اور آپ ﷺ ہی کا ہاتھ آپ ﷺ کے بدن پر مل دیتی تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی سرگوشی ...... متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آئیں، ان کی چال اور چلنے کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کی طرح ہی تھا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو رسول اللہ ﷺ نے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور اپنے دائیں یا بائیں پہلو پر بٹھالیا پھر آپ ﷺ نے ان سے سرگوشی کی تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑیں پھر سرگوشی کی تو ہنس پڑیں۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو راز کے لئے مختص فرمایا ہے اور آپ روتی ہیں جب اٹھ کر جانے لگیں تو میں نے عرض کیا بتایئے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کیا راز بتایا تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہ کروں گی۔ جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں آپ پر اپنے حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں، آپ ضرور بتائیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اب میں وہ راز فاش کرتی ہوں کہ پہلی دفعہ سرگوشی میں بتایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن کا ایک بار دور کیا کرتے تھے، امسال دو دفعہ دور کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ میری قرب موت کی نشانی ہے۔ تو تقویٰ کو شعار بنا اور صبر کر، میں تمہارے لئے بہت اچھا سلف اور پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں آبدیدہ ہوگئی پھر آپ ﷺ نے مجھے راز درانہ انداز میں بتایا کیا تو راضی نہیں کہ مسلمان خواتین یا امت محمدیہ کی خواتین کی سردار ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبداللہ، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان ثوری، موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہا، عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں آپ ﷺ کے منہ میں دوا ڈالی اور آپ ﷺ نے اشارہ سے کہا کہ منہ میں دوا نہ ڈالو ہم نے یہ سمجھا کہ مریض کو دوا بری ہی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ پروا نہ کی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تم کو زبردستی دوا پلانے سے منع کیا تھا ہم نے عرض کیا ہم تو عام مریضوں جیسی کراہت سمجھتے تھے۔ آپ نے غصہ سے فرمایا گھر میں کوئی ایسا باقی نہ رہے جس کو اسی طرح میرے سامنے دوا نہ پلائی جائے سوائے عباس رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ تم لوگوں میں شامل نہ تھے۔ یہ روایت (ابن ابی الزناد از ہشام از عروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا) بھی مروی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یونس، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مرضِ وفات میں فرمایا کرتے تھے اے عائشہ! میں نے خیبر میں جو زہریلا کھانا کھایا تھا، میں اس کا زہر ہمیشہ محسوس کرتا ہوں، اب تو اس زہر کے اثر سے مری رگِ جان کٹنے کو ہے۔

یہ روایت امام بخاری نے معلق بیان کی ہے اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند بیان کی ہے۔ (حاکم، ابوبکر بن محمد ابن احمد یحییٰ اشقر، یوسف بن موسیٰ، احمد بن صالح، عنبسہ، یونس بن یزید ایلی، زہری)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقولہ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر میں نو مرتبہ حلف اٹھا کر کہوں کہ رسول اللہ ﷺ قتل ہوئے اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک دفعہ ہی حلف اٹھا کر کہوں کہ رسول اللہ ﷺ قتل نہیں ہوئے۔ اور یہ بات واضح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت اور شہادت سے ہمکنار فرمایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ کی عیادت کر کے

واپس لوٹے تو لوگوں نے پوچھا جناب ابوالحسن! رسول اللہ ﷺ کا مزاج معلّی کیسا ہے؟ بتایا بحمد اللہ ٹھیک ہے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا خدا کی قسم! آپ تین دن بعد مقہور وتابع ہونگے میں واللہ! سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اسی مرض میں انتقال فرمائیں گے۔ موت کے وقت بنی عبد المطلب کے چہروں کے اطوار میں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں، چلو! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور امر خلافت سے متعلق آپ ﷺ سے معلوم کریں، اگر خلافت ہمارے خاندان میں ہوئی تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا، بصورت دیگر آپ ﷺ ہمارے متعلق کوئی وصیت فرمادیں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات معلوم کرلی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرمادیا تو پھر لوگ یہ حق ہمیں کبھی نہیں دیں گے اور میں تو واللہ! رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال نہیں کروں گا، انفرد به البخاری.

جمعرات کا دن ..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، سفیان، سلیمان) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا خمیس کا دن کس قدر تعجب خیز ہے۔ خمیس (جمعرات) کے روز رسول اللہ ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوگئی، اور آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس لاؤ (قلم وقرطاس) میں ایک نوشت تحریر کروادوں تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یہ سن کر حاضرین میں نزاع پیدا ہوگیا۔ پھر وہ آپس میں کہنے لگے، آپ کی کیا کیفیت ہے، کیا بے حواسی کے عالم میں ہیں؟ خود آپ ﷺ سے پوچھ لو، جب پوچھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھ سے بات نہ کرو، مجھے آرام کرنے دو، چھوڑ کر میرے پاس سے چلے جاؤ، جس کی بات کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، میں اس سے بہتر حالت میں ہوں پھر آپ ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں۔

(۱) مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

(۲) وفدوں اور سفیروں کا اسی طرح احترام اور اہتمام کرو جیسا کہ میرا طور طریقہ تھا اور تیسری وصیت راوی نے بتائی نہیں یا سہو ہوگیا۔ (امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت سفیان سے بیان کی ہے)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عبد اللہ، عبد الرزاق، معمر، زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو گھر میں بہت سے آدمی موجود تھے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا قلم وقرطاس لاؤ، میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ تم لوگ اس کے بعد کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے۔ بعض لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کو درد کی شدت ہے، ہمارے پاس قرآن پاک موجود ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی کافی ہے۔ حاضرین میں اختلاف پیدا ہوگیا اور آپس میں جھگڑنے لگے، بعض لوگ کہتے تھے کہ قلم وقرطاس لاؤ، رسول اللہ ﷺ نوشت تحریر کروادیں گے جس کے بعد ضلالت وگمراہی میں نہ پھنسو گے۔ بعض حضرات کچھ اور کہہ رہے تھے، جب شور وغل اور جھگڑا بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (یہاں سے) چلے جاؤ۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شور وغل اور اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے نوشت اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان حائل ہو جانا سب سے بڑی مصیبت کی بات ہے۔

یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن رافع اور عبد بن حمید کی معرفت عبد الرزاق سے اسی طرح بیان کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کئی مقامات پر معمر اور یونس از زہری بیان کیا ہے۔

بعض نادانوں کا شبہ ..... اس روایت سے بعض بیوقوف اور غبی، شیعہ وغیرہ اہل بدعت کو شبہ اور وہم پیدا ہوگیا ہے، ہر کوئی اس بات کا مدعی ہے کہ نبی علیہ السلام وہی تحریر کروانا چاہتے تھے جو ان اہل بدعت کا مدعا اور مقصد ہے۔ یہ ہے وطیرہ مشتبہ باتوں کے اپنانے، محکم اور نص کو ترک کرنے کا۔

اہل سنت، محکم اور نص پر عمل کرتے ہیں مشتبہ باتوں سے نفرت کرتے ہیں، یہی راسخ علم لوگوں کا طریقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے۔ اس معرکہ آراء میدان میں اکثر گمراہ اور غالی فرقوں کے قدم پھسل کر راہ حق سے دور جا پڑے ہیں۔ اہل سنت کا تو مسلک ہی اتباع حق ہے، وہ حق کے سامنے سر خم تسلیم کرتے ہیں اور حق بات کے ساتھ پیوستہ رہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مسئلہ ... نبی علیہ السلام جو تحریر کروانا چاہتے تھے اس کی وضاحت اور صراحت متعدد احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مؤمل، نافع، ابن عمر، ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اس کے بیٹے کو بلاؤ تا کہ کوئی طالع آزما شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں حرص نہ کرے اور کوئی خواہشمند اس کی خام تمنا نہ کرے۔ پھر آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ اور مؤمن صحابہ "غیر" کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ واقعی اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ خلافت کے دعویدار کا انکار کیا۔ انفرد به احمد من هذا الوجه

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو معاویہ، عبدالرحمان بن ابی بکر قرشی، ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مرض جب شدت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ نے عبدالرحمان ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مونڈھے کی چوڑی ہڈی یا تختی لاؤ میں اس میں تحریر لکھ دوں تا کہ کسی شخص کو اختلاف کی گنجائش نہ رہے۔ جب عبدالرحمان اس کے لانے کے لئے اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ اور مؤمن تمہاری خلافت کے متعلق اختلاف سے بالاتر ہے۔ تفرد به احمد من هذا الوجه ايضاً

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ تھا کہ ابوبکر اور اس بیٹے کو پیغام رسالی کروں اور اس سے عہد کروں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ڈینگ مارے یا کوئی طالع آزما خواہش کرے پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے یا فرمایا مؤمن اس کا انکار کرتے ہیں یا اللہ انکار کرتا ہے اور مؤمن انکار کرتے ہیں کہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ) کوئی اور خلیفہ بنے۔

ایک خاتون کا آنا اور خلافت کا مسئلہ ... جبیر بن مطعم کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ کوئی عورت آپ کے پاس آئی اور آپ نے اس عورت کو دوبارہ آنے کو کہا تو اس نے پوچھا فرمایئے! میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (گویا اس کا مطلب تھا کہ آپ فوت ہو جائیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نہ ہوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی آنا۔ اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض وفات کا واقعہ ہے۔

وفات سے پانچ دن پہلے ایک عظیم الشان خطبہ...... خمیس کے روز وفات سے پانچ روز پہلے آپ ﷺ نے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا اس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر فضیلت و منقبت بیان کی اور آپ کو امامت کا منصب تفویض کیا اور اس خطبہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے پانی سے بھری ہوئی سات مشکوں سے غسل فرمایا اور نماز پڑھائی اور ان کو خطاب فرمایا جیسا کہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بیان ہو چکا ہے۔

اس کے متعلقہ روایات .... بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، زہری) ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر سات کنوؤں کی سات مشکوں کا پانی بہاؤ تا کہ میں غسل کر کے لوگوں کو نصیحت کروں غسل سے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام بر سر منبر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد شہدائے احد کا تذکرہ کیا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ پھر فرمایا: اے گروہ مہاجرین! تم میں اضافہ ہو رہا ہے اور انصار میں اضافہ نہیں ہو رہا، وہ اپنی اصلی ہیئت پر ہیں۔ وہ میرے محرم راز اور دوست ہیں جن کے پاس میں نے پناہ لی ان کے اچھے کی عزت کرو اور برے سے درگزر کرو۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے ایک کو اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ پس اس نے آخرت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کر لیا ہے۔ سامعین میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات کو سن کر سمجھ گئے اور بے اختیار اشکبار ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے، بلکہ جان، مال اور اولاد کا نذرانہ پیش کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑئے۔ دیکھو! یہ جو مسجد کے صحن میں جو دروازے کھلتے ہیں ان سب کو بند کر دو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے، وہ رفاقت و مصاحبت میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ یہ روایت مرسل ہے اس کے شواہد بکثرت موجود ہیں۔

واقدی (فروہ بن زبیر بن طوسا، عائشہ بنت سعد، ام ذر) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہوگئے تو لوگ منبر کے اردگرد جمع ہوگئے اور آپ کو گھیر لیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اب حوض پر کھڑا ہوں پھر آپ ﷺ نے تشہد اور خطبہ مسنونہ کے بعد سب سے پہلے شہدائے احد کے لئے استغفار کیا اور فرمایا کہ بیشک ایک شخص کو دنیا میں ہمیشہ رہنے یا اخروی نعمتوں کے پسند کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا ہے اس نے "ماعنداللہ" اخروی نعمتوں کو پسند کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اشکبار ہوگئے، ہم نے ان کے رونے اور آبدیدہ ہونے پر تعجب کا اظہار کیا اور آپ نے فرمایا ماں باپ اور جان و مال قربان کردیں گے۔ اس تمثیل میں "مختار" رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حالات سے ہم سے زیادہ باخبر تھے اور رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے وقار و سکون سے رہو۔

روایت ابوسعید کی اسناد ..... (۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوعامر عقدی، فلیح، سالم ابی النضر، بشر بن سعید، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا:

ان الله خير عبداً بين الدنيا وبين ماعندالله فاختار ذلك العبد ماعندالله فبكى ابوبكر قال فجعنا لبكائه أن يخيير رسول الله عن عبد فكان رسول رسول الله هو المخيّر و كان ابوبكر اعلمنابه

(اس کا ترجمہ پہلی روایت کے مطابق ہے)۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ...... مصاحبت و رفاقت، اور مال و دولت خرچ کرنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ لیکن اسلامی خلت و دوستی اور اس کی محبت کافی ہے مسجد میں کھلنے والے دروازوں میں سے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سب دروازے بند کردیئے جائیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوعامر عقدی سے یہ روایت بیان کی ہے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یونس، فلیح، سالم بن ابی نضر، عبید بن حسنین اور بشیر بن سعد) ابوسعید خدری۔

(۳) مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (فلیح اور مالک بن انس، سالم، بشیر بن سعید اور عبید بن حسنین) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔

(۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالولید، ہشام، ابوعوانہ، عبدالملک، ابن ابی معلیٰ، ابوہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا: ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حسب خواہش رہنے یا لقاء الٰہی "موت" کے درمیان اختیار دیا، اس نے ملاقاتِ الٰہی کو پسند کرلیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اس شیخ کا بلاوجہ رونا تعجب خیز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو محض ایک شخص کا ذکر فرمایا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابدی زندگی یا ملاقاتِ رب کے درمیان اختیار دیا اور اس نے لقاء الٰہی کو پسند کرلیا۔ (اس کے بعد واضح ہوگیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم آپ پر مال و دولت اور اولاد قربان کردیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ابن ابی قحافہ کا رفاقت اور دولت صرف کرنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ ممنون ہوں اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ لیکن محبت واخوت اور اسلامی دوستی ہی کافی ہے۔ (دوبارہ فرمایا) بیشک تمہارا صاحب (رسول اللہ ﷺ) اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں منفرد ہیں۔ سند میں "ابن ابی معلیٰ" کی بجائے ابوسعید بن معلیٰ درست ہے، واللہ اعلم۔

وفات سے پانچ دن پہلے بروز جمعرات کا خطاب حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق ابن ابراہیم، ابن راہویہ، زکریا بن عدی، عبیداللہ بن عمرو رقی، زید بن ابی انیسہ، عمرو بن مرہ، عبداللہ بن حارث) حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وفات سے پانچ دن پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ لوگوں میں سے بعض میرے بھائی اور دوست تھے، اب میں ہر دوست کی دوستی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اگر میں امت

میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا مگر مجھے تو خدا نے خلیل بنالیا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ گزشتہ قومیں اپنے انبیاء علیہ السلام اور صلحاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیتے تھے، تم نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد اور عبادت خانہ نہ بنانا۔ میں تمہیں اس فعل سے روکتا ہوں (امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن راھویہ سے یہ روایت بیان کی ہے)۔

وفات سے پانچ دن پہلے کا خطاب بروز جمعرات تھا، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پہلے بیان کیا ہے۔ اور یہ خطاب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن مقری) حسن بن محمد بن اسحاق ابن ابی عوانہ اسفرائینی یوسف بن یعقوب صاحب المستخرج کا بیٹا، محمد بن ابی بکر، وھب بن جریر، ابوہ، یعلی بن حکیم، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اپنی جان اور مال سے مجھ پر احسان کرنے والا کوئی بھی نہیں اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن اسلامی خلت ودوستی افضل ہے۔ میری طرف سے ہر دریچے کو جو اس مسجد میں ہے بند کردو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دریچے کے۔

خلافت کی طرف اشارہ..... یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (عبیداللہ بن محمد جعفی، وھب بن جریر بن حازم، جریر بن حازم) بیان کی ہے اور "**سدوا عنی کل خوخه الی المسجد غیر خوخه ابی بکر**" میں خلافت کی جانب اشارہ ہے کہ وہاں سے نماز کے لئے جماعت کروانے آسکیں۔

آخری خطاب...... یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں سر پر چکنی پٹی باندھے کندھوں پر چادر لپیٹے ہوئے گھر سے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں انصار کے بارے میں وصیتیں تھیں اور روایت کے آخر میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر پر یہ آخری خطاب تھا، پھر رسول اللہ کی وفات ہوگئی۔

دورانِ خطبہ لوگوں کا اعتراف...... ابن عباس رضی اللہ عنہ سے غریب سند اور غریب الفاظ سے مروی ہے کہ امام بیہقی نے (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، ابن ابی قماش (محمد بن عیسیٰ) موسیٰ بن اسماعیل ابوعمران جبلی، معن بن عیسیٰ قزاز حارث بن عبدالملک بن عبداللہ بن اناس لیثی، قاسم بن یزید بن عبداللہ بن قسیط، ابوہ، عطاء ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو سخت بخار تھا اور سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے فضل! میرا ہاتھ تھام لو، میں نے ہاتھ پکڑ لیا اور آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا امابعد! تم سے میرے فراق کا وقت قریب آ گیا ہے تم مجھے اس مقام پر نہ دیکھو گے (میں سمجھتا ہوں کہ اس کے علاوہ مجھے بے نیاز کرنے والا کوئی نہیں کہ میں اس کو تم میں کھڑا کردوں۔ (یہ عبارت مبہم ہے یا اس کے علاوہ سے مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں۔ از مترجم) سنو! میں نے جس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے ہیں وہ مجھ سے بدلہ لے لے، جس کا میں نے مال چھینا ہے یہ میرا مال موجود ہے وہ لے لے، جس کو میں نے گالی دی ہے وہ بھی مجھ سے بدلہ لے لے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کا خطرہ ہے۔ سنو! دل میں دشمنی رکھنا میری عادت اور خصلت نہیں، مجھے سب سے محبوب وہ شخص ہے جو مجھ سے اپنا حق لے لے یا معاف کردے میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہوں کہ کسی کا بھی میرے ذمہ حق نہ ہو، یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے آپ کے ذمہ تین درہم ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں کسی کی نہ تکذیب کرنے کے لئے تیار ہوں اور نہ ہی حلف دیتا ہوں، صرف یہ بتاؤ کہ یہ میرے ذمہ کیونکر ہیں؟ تو اس نے کہا، کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا اور آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ اس کو تین درہم دیدو۔ پھر آپ ﷺ نے فضل رضی اللہ عنہ کو کہا اسے ادا کردو، وصول کرنے کے بعد وہ بیٹھ گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سلسلہ خطاب شروع فرمایا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! جس کے پاس کچھ ضمانت کا مال ہے وہ واپس کردے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تین درہم ہیں جو میں نے مال غنیمت سے لئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیوں

خیانت کی؟ اس نے بتایا کہ میں حاجت مند تھا۔ تو آپ ﷺ نے فضل رضی اللہ عنہ کو کہا، اس سے یہ لے لو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خطاب کا سلسلہ شروع فرمایا کہا اے لوگو! جو شخص اپنے دل میں کوئی نقص محسوس کرتا ہے وہ کھڑا ہو جائے میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ چنانچہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں منافق ہوں، جھوٹا ہوں اور منحوس ہوں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی تھی اگر تو اپنی پردہ دری نہ کرتا تو بہتر تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! بس بس، دنیا کی سوائی آخرت کی رسوائی سے، بہت آسان ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور جب یہ چاہے اس سے نحوست کو دور فرما۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ ہے میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں میرے بعد حق عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دائر ہے اس روایت کی سند میں اور متن دونوں میں شدید غرابت موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کرنا ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، زہری "ہشام، ابوہ، عبداللہ بن ہشام، ابوہ) عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مرض جب شدت اختیار کر گیا اور میں بھی وہاں مسلمانوں کی جماعت میں موجود تھا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ ابن زمعہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں موجود تھے۔ میں نے کہا جناب عمر! لوگوں کو نماز پڑھایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کہی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی آواز سنی (کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز والے تھے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ) اور کسی کی امامت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام پہنچایا، وہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی ابن زمعہ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابن زمعہ! افسوس تم نے کیا کیا؟ واللہ! جب تم نے مجھے امامت کے بارے میں کہا تو میرا خیال یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہوگا۔ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا تو میں کبھی امامت نہ کراتا۔ ابن زمعہ نے عرض کیا، خدا کی قسم! مجھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں حکم نہیں دیا تھا، جب میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا تو میں نے سمجھا کہ حاضرین میں سے آپ ہی زیادہ حقدار ہیں۔ یہ امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ از زہری بیان کی ہے۔ نیز یونس بن بکیر نے (ابن اسحٰق از یعقوب بن عتبہ از ابوبکر بن عبد الرحمن عبداللہ بن زمعہ) نقل کی ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی امامت نہ کرائے ...... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (احمد بن صالح، موسیٰ بن یعقوب، عبدالرحمان بن اسحاق، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) عبداللہ بن زمعہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو انہوں نے حجرہ سے سر باہر نکال کر غضبناک ہو کر فرمایا: لا، لا، لا يصلي للناس الا ابن ابي قحافة، نہ، نہ، ابی قحافہ کے سوا کوئی امامت نہ کرائے۔

نماز پر ہمیشگی اور مداومت .... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن حفص، حفص، اعمش، ابراہیم) اسود سے روایت کرتے ہیں ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ نماز پر پابندی اور ہمیشہ پڑھنے کے متعلق پوچھا تو بتایا کہ مرض وفات میں جب نبی علیہ السلام کو نماز کا وقت آیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو، لوگوں کو نماز پڑھائے۔

کسی نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل اور کمزور ہیں، جب وہ آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ یہ بات دوبارہ ہوئی تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا، پھر آپ علیہ السلام نے تیسری مرتبہ فرمایا تم تو (انجام سے بے خبر) یوسف علیہ السلام کی ہم نشین ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو، لوگوں کو نماز پڑھائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے آئے اور نبی علیہ السلام مرض میں کچھ افاقہ اور کمی محسوس کی تو دو آدمیوں کے سہارے گھر سے باہر آئے، گویا میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ کے پاؤں دور زمین پر گھسٹ رہے ہیں۔ (آپ کو تشریف لاتے دیکھ کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مصلیٰ کے پیچھے ہٹنے لگے تو آپ علیہ السلام نے اشارہ فرمایا کہ اپنے مصلیٰ پر قائم رہو اور رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

پہلو میں بیٹھ گئے۔

اعمش راوی سے پوچھا گیا کہ نبی علیہ السلام امام تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور باقی لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے تو اعمش نے سر کی جنبش سے بتایا جی ہاں!

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں پہلو پر..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کا بعض حصہ بیان کیا ہے

اور ابو معاویہ نے اعمش سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں پہلو کی جانب بیٹھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مقامات پر بیان کی ہے۔ مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں متعدد اسناد سے اعمش سے نقل کی ہے۔ ان میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت (قتیبہ، اور مسلم، ابوبکر بن ابی شیبہ اور یحیٰی بن یحیٰی، ابو معاویہ) اعمش سے بھی بیان کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تکرار کی وجہ..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن یوسف، مالک، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عبیداللہ بن عبداللہ کی معرفت، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے تکرار اور بار بار اس اندیشہ سے کہا تھا کہ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منحوس سمجھیں گے اور مجھے معلوم تھا کہ جو شخص بھی امامت کرائے گا لوگ اس سے بدشگونی لیں گے اور میری خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو امام مقرر کر دیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، زہری، اور حمزہ بن عبداللہ بن عمر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مرض وفات میں میرے گھر تشریف لائے تو فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اگر آپ کسی اور شخص کو مقرر کریں تو بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے یہی اندیشہ لاحق تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے مقام پر جو شخص کھڑا ہوگا لوگ اس کو منحوس تصور کریں گے میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کرائیں۔ تم تو انجام سے بے خبر، یوسف علیہ السلام کی ہم نشین ہو۔

مسلم اور بخاری (عبدالملک بن عمیر، ابو بردہ، ابوموسیٰ) اس کے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "مروا ابا بکر فلیصل بالناس" تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوبکر نرم مزاج ہیں، جب وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو۔ لوگوں کو نماز پڑھائے تم تو انجام سے بے خبر یوسف علیہ السلام کی ہم نشین ہو، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں امامت کرائی۔

ظہر کی نماز میں شمولیت..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان بن مہدی، زائدہ، موسیٰ بن ابی عائشہ) عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کے حالات بتائیں گی تو انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ سنو! رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی نہیں! وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے طشت میں پانی ڈال دو پھر آپ علیہ السلام نے غسل فرمایا اور آپ ﷺ کھڑے ہونے لگے تو بے ہوش ہو گئے، پھر افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی نہیں وہ آپ کے منتظر ہیں، پھر فرمایا: میرے لئے طشت میں پانی ڈال کر رکھ دو۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور جب کھڑے ہونے لگے تو غشی طاری ہو گئی پھر جب ہوش میں آئے تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی

نہیں، وہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا: میرے لئے طشت میں پانی ڈال دو۔ ہم نے پانی ڈال دیا اور آپ علیہ السلام نے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے پھر افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا جی نہیں، وہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں (لوگ عشاء کی نماز میں، مسجد میں آپ علیہ السلام کے منتظر بیٹھے تھے) پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام ارسال کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا آپ نماز پڑھائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ امامت کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان ایام میں نماز پڑھاتے رہے پھر رسول ﷺ نے کچھ آرام محسوس کیا تو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے ظہر کی نماز میں شریک ہوئے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو آتے ہوئے محسوس کیا تو پیچھے سرکنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو اور سہارا دے کر لانے والوں سے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دو چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات کا قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی سناؤں تو انہوں نے کہا کہ سناؤ! میں نے ان کو یہ سارا قصہ سنا کر اس پورے واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے پوچھا کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے شخص کا جو سہارا دے رہا تھا، نام بتایا؟ تو میں نے کہا جی نہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن یونس، از زائدہ از موسیٰ) یہ روایت بیان کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس نماز میں نبی علیہ السلام مقدم اور پیشوا تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں آپ کی اقتداء کر رہے تھے، اسود اور عروہ نے اسی طرح حضرت عائشہ سے نقل کیا۔ ارقم بن شرجیل نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے درج ذیل روایت میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، زکریا، ابواسحاق، ارقم بن شرجیل) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مرض وفات میں نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر جب آپ نے کچھ سکون محسوس کیا تو نماز کے لئے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی آمد کو محسوس کر لیا تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نہ سرکو'' اور نبی علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور اسی آیت سے تلاوت شروع کی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قرأت کر رہے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اسرائیل، ابواسحاق، ارقم) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس روایت سے بھی طویل روایت بیان کرتے ہیں، اس روایت میں وکیع نے ''ایک بار'' یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔ اور ابن ماجہ (علی بن محمد، وکیع، اسرائیل، ابواسحاق، ارقم بن شرجیل) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

کیا رسول اللہ ﷺ مقتدی تھے؟...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (شبابہ بن سوار، نعیم بن ابی ہند، ابووائل، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت شعبہ سے بیان کی ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (بکر بن عیسیٰ، شعبہ بن حجاج، نعیم بن ابی ہند، ابووائل، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ صف میں تھے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسین بن فضل قطان، عبداللہ بن جعفر، یعقوب بن سفیان، مسلم بن ابراہیم، شعبہ، سلیمان اعمش، ابراہیم، اسود) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔ یہ سند عمدہ اور جید ہے لیکن اصحاب صحاح ستہ نے اس کی تخریج نہیں کی حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اسی طرح حمید نے انس بن مالک سے اور یونس نے حسن سے مرسل بیان کی ہے اور پھر اس مرسل کو بہ سند ہشیم از یونس از حسن مرفوع بیان کیا ہے۔

ہشیم نے کہا کہ مجھے حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے دونوں کناروں کو مخالف طرف میں ڈالا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی۔

آخری نماز کیا فجر کی نماز تھی جو جماعت کے ساتھ پڑھی.....بیہقی (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، عبید بن شریک ابن ابی مریم، محمد بن جعفر، حمید) حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر ﷺ کے پیچھے آخری نماز ایک چادر میں لپٹے ہوئے ادا کی۔ بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ سند جید ہے اور شرط صحیح پر ہے۔ اور صحاح ستہ میں مذکور نہیں ہے۔ (لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز کی "قید" عمدہ ہے۔)

حافظ بیہقی نے (سلیمان بن بلال اور یحیی بن ایوب، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی صرف ایک چادر زیب تن کی ہوئی تھی، اس کے دونوں دامن مخالف سمت پھینکے ہوئے تھے جب اٹھنے لگے تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ، وہ آیا اور اس نے آپ ﷺ کی پشت مبارک کو اپنے سینہ سے لگا لیا، یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ یہ فجر کی نماز تھی بروز پیر وفات کے دن کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز ہے۔ اس لئے کہ یہ بات محقق ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر چاشت کے وقت فوت ہوئے۔

حافظ بیہقی کا یہ بیان ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ ابن عقبہ کے "مغازی" سے نقل کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ ابو الاسود نے عروہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

تعاقب.....حافظ بیہقی کا یہ قول ضعیف ہے بلکہ یہ آخری نماز جو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ ادا کی ایک چادر زیب تن کئے ہوئے۔ (جیسا کہ دوسری روایت میں) چادر پہننے کی قید بیان ہو چکی ہے۔ اور یہ واقعہ ایک ہی ہے پس مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بات درست نہیں کہ یہ بروز پیر وفات کے دن صبح کی نماز ہو، کیونکہ یہ فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی بلکہ ضعف و کمزوری کی وجہ سے گھر میں پڑھی، اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جو (ابوالیمان، شعیب، زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو نبی علیہ السلام کے کامل پیرو، خادم اور رفیق تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے مرض وفات میں نماز پڑھاتے تھے یہاں تک کہ پیر کے دن لوگ نماز میں صف بستہ تھے تو نبی علیہ اسلام نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری جانب دیکھنے لگے گویا کہ آپ ﷺ کا رخ انور قرآن کریم کا صفحہ ہے، آپ علیہ السلام دیکھ کر مسکرائے ہم نے خوشی اور فرحت کی وجہ سے ارادہ کیا کہ نبی علیہ السلام کے دیکھنے میں مشغول ہو جائیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ پچھلے ہٹ آئے کہ پچھلی صف میں مل جائیں اور یہ سمجھے کہ نبی علیہ السلام نماز کی خاطر باہر تشریف لانے والے ہیں آپ ﷺ نے ہماری جانب اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور آپ ﷺ نے پردہ ڈال لیا، اور اسی دن (پیر کو) وفات ہوئی، صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (سفیان بن عیینہ، صالح بن کیسان اور معمر) سے بذریعہ زہری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

آخری دیدار......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابو معمر، عبدالوارث عبدالعزیز) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مرض وفات میں نبی علیہ السلام تین دن تک باہر نہیں نکلے، پھر ایک دن تکبیر ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پردہ پکڑو، پھر آپ نے وہ پردہ اٹھایا جب نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک کھل کر سامنے آ گیا اور ہم نے نبی، علیہ السلام کے چہرہ انور سے کوئی منظر اچھا نہیں دیکھا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور نبی علیہ السلام نے پردہ لٹکا دیا۔ پھر آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ ہوا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔

آخری نماز با جماعت......یہ نہایت واضح دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام نے پیر کی فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ نہیں پڑھی اور تین دن تک ان سے الگ رہے اور باہر نہیں نکلے۔ لہٰذا آپ کی آخری نماز لوگوں کے ساتھ با جماعت نماز ظہر ہوگی۔ (جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں بیان ہو

چکا ہے) اور یہ جمعرات کے دن کی نماز ہوگی، ہفتہ اور اتوار کے دن کی نہ ہوگی۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ سے ''مغازی'' سے فرمایا اور آپ ﷺ لوگوں سے جمعہ، ہفتہ اور اتوار تین پورے دن منقطع رہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی زندگی میں ۱۷ نمازیں پڑھائیں .. امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن ابو سبرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ بیس پڑھائیں، واللہ اعلم۔

پھر پیر کی صبح آپ ﷺ کا پردہ ہٹا کر ان کے سامنے جلوہ افروز ہوا آپ نے ان کو اپنی ایک جھلک سے الوداع کہا، قریب تھا وہ اس دیدار میں نماز سے مشغول ہو جاتے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا آخری دیدار تھا، وہ وہ بزبان حال کہہ رہے تھے جیسا کہ شاعر نے کہا

وكنت أرى كالموت من بين ساعة فكيف ببين كان موعده الحشر

''میں ایک لمحہ کی جدائی بھی موت کی طرح سمجھتا تھا بتاؤ اس جدائی اور فراق میں کیا حال ہوگا جس کے وصال وعدہ محشر ہے۔''

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ اور تعاقب یہ بات تعجب خیز ہے کہ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث و بلا سند بیان کر کے کہا ہے کہ نبی علیہ السلام پہلی رکعت میں ان سے محجوب اور پردہ میں رہے پھر دوسری رکعت کے وقت حضرت باہر نکل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز میں مشغول ہو گئے جیسا کہ عروہ اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے اور یہ بات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مخفی رہی یا انہوں نے کچھ واقعہ بیان کیا اور کچھ سے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کی۔ یہ توجیہ بہت بعید ہے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں وفات تک دیدار نہ کر سکا (ایک روایت میں ہے) یہ آپ کا آخری دیدار تھا، نیز صحابی کا قول تابعی کے قول پر مقدم ہوتا ہے۔ غرضیکہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی نماز کے لئے منتخب کیا جو اسلام کے عملی ارکان میں سے سب سے اہم رکن ہے۔

ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا خوبصورت استدلال .. نبی علیہ السلام کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لئے مقدم کرنا ضروریات دین میں سے ایک ناگزیر امر تھا۔ اور امامت کی خاطر ان کا انتخاب اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم اور بڑے قاری تھے کیونکہ ایک متفق علیہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کتاب اللہ کا سب سے بڑا عالم ہو وہ لوگوں کی امامت کا اہل ہے۔ اگر وہ اس بات میں برابر ہوں تو حدیث کا بڑا عالم امامت کرائے اگر وہ اس علم میں بھی یکساں ہوں تو عمر رسیدہ شخص لوگوں کی امامت کرائے، اگر وہ سب عمر میں برابر ہوں تو ان میں سے جو سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوا ہے وہ امامت کرائے۔

بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ان تمام صفات کے حامل تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نبی علیہ السلام کا ایک نماز پڑھنا (جیسا کہ ہم صحیح روایات میں بیان کر چکے ہیں) اس صحیح روایت کے منافی نہیں جس میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی کیونکہ یہ دوسری نماز کا واقعہ ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کا بیان ہے۔

نبی علیہ السلام کے بیٹھ کر نماز پڑھنے پر ناسخ ومنسوخ کے متعلق فقہاء کرام کا استدلال

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اہل علم کی جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھڑا ہو کر اقتداء کرنے اور نمازیوں کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے استدلال لیا ہے کہ اس واقعہ سے وہ متفق علیہ حدیث منسوخ ہوگئی جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی کہ آپ ﷺ گھوڑے سے گر کر زخمی ہو گئے اور آپ کے پیچھے لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ، نماز سے فراغت کے بعد آپ علیہ السلام نے ان کو بتایا، خدا کی قسم! اس طرح تو تم فارس

اور روم کی طرح قیام کر و گے جیسے وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔

اور فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو (اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو) محدثین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرضِ وفات میں بیٹھ کر امامت کرائی اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے تھے تو معلوم ہوا کہ پہلا فعل منسوخ ہے، واللہ اعلم۔

کیا امام بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے؟ اس استدلال کے جواب میں لوگوں نے کسی ایک وجہ کی بناء پر کئی مسلک اختیار کئے ہیں'' کتاب الاحکام الکبیر'' میں ان شاء اللہ مفصل بیان ہوگا۔ البتہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ گذشتہ حکم کی بناء پر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو امام تھے کی تکبیر انتقالات مقتدیوں کو پہنچانے کے لئے کھڑے رہے۔

(۱) حقیقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے جیسا کہ بعض راویوں نے تصریح کی ہے اور وہ ادب واحترام سے رسول اللہ ﷺ سے پہلے رکوع وسجود اور قیام وقعود نہ کرتے بلکہ آپ ﷺ کی اقتدا کرتے گویا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے امام ہیں اور مقتدی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی وجہ سے نہ بیٹھے کیونکہ وہ کھڑے تھے اور وہ اس لئے نہ بیٹھے کہ امام تھے اور نبی علیہ السلام کے رکوع وسجود اور تکبیر انتقالات مقتدیوں تک پہنچا رہے تھے، واللہ اعلم۔

(۲) بعض لوگوں نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ نماز کے شروع میں قائم امام کی اقتدا کرے مقتدی قائم ہی رہے اگر چہ نماز کے دوران امام بیٹھ جائے جیسا کہ اس صورت میں ہے۔ اگر بیٹھ کر امامت کرانے والے کی اقتدا میں نماز کی ابتدا کرے تو بیٹھنا واجب ہے گذشتہ حدیث کی وجہ سے، واللہ اعلم۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل اور'' سابق حدیث'' مقتدی کے قیام اور جلوس، کھڑا ہونے اور بیٹھنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اور بے شک یہ دونوں طرح جائز ہے، مقتدی کا جلوس اور بیٹھنا سابق حدیث کی وجہ سے اور اس کا کھڑا ہونا آخری فعل کی وجہ سے واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور اس کے آثار

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، اعمش ابراہیم، تیمی، حارث بن سوید) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ کو بخار تھا، میں نے چھو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو تو شدید بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے دو آدمیوں جتنا بخار ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کو اجر بھی دوہرا ملتا ہے، آپ نے فرمایا: بالکل، والذی نفسی بیدہ! خدا کی قسم! جس کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے جیسے موسمِ خزاں میں درخت پتوں سے صاف ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث مسلم بخاری میں کئی طرق سے اعمش سے مروی ہے۔

مسند میں (ابویعلیٰ موصلی، اسحاق بن اسرائیل، عبدالرزاق، معمر، زید بن اسلم مبہم راوی) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے جسمِ مبارک پر ہاتھ رکھا اور کہا، خدا کی قسم میں شدتِ بخار کی وجہ سے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم انبیاء علیہ السلام کی جماعت کو جیسے دوگنا ثواب ملتا ہے ایسی ہی دوہری آزمائش اور بیماری ہوتی ہے۔ بعض نبی علیہ السلام تو جوؤں میں مبتلا ہوئے اور جوؤں نے ان کو موت میں مبتلا کر دیا اور ایک آدمی برہنگی میں مبتلا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ٹاٹ کو درمیان میں سے چیر کر قمیص بنالیتا ہے اور انبیاء آسائش وخوشحالی کی طرح آزمائش اور خستہ حالی سے بھی خوش ہوتے ہیں، اس کی سند میں مبہم راوی قطعاً معروف نہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ علیہ السلام کی تکلیف ... بخاری ومسلم میں (سفیان ثوری، شعبہ (بروایت مسلم) اور (جریر نے اعمش، ابووائل شقیق بن سلمہ، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی شخص کو تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ

علیہ (یزید بن اعاد، عبدالرحمان بن قاسم، قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان پرواز ہوئی۔ نبی علیہ السلام کے بعد شدت وفات کو میں نے کسی کے لئے بھی نا گوار محسوس نہیں کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں پھر نیک لوگ اور درجہ بدرجہ، دین میں پختگی کے مطابق مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہے جس قدر دین میں پختگی ہوتی ہے اسی قدر مصیبتوں میں آزمائش ہوتی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب، ابوہ، محمد بن اسحاق، سعید بن عبید، محمد بن اسامہ بن زید) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی تو "جرف" سے میرے ساتھ کئی لوگ مدینہ میں آگئے میں رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لئے آیا تو رسول اللہ ﷺ خاموش تھے بات نہیں کرتے تھے آپ آسمان کی جانب ہاتھ اٹھاتے پھر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے میں سمجھ گیا آپ ﷺ میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت (ابوکریب از یونس از ابن اسحاق) بیان کی ہے اور اس کو حسن غریب کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام ۔ موطا میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسماعیل بن ابی حکیم کی معرفت عمر بن عبدالعزیز سے مرسل روایت میں بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام تھا کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو تباہ کرے، انہوں نے نبیوں کے مقبروں کو عبادت گاہ بنالیا اور فرمایا: جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہیں۔

بخاری و مسلم میں (زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر مرض کا حملہ شدت سے ہوا تو آپ علیہ السلام اپنی چادر منہ پر ڈال لیتے جب سانس رک جاتا تو چادر منہ سے اٹھا دیتے اسی کیفیت میں آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ یہود و نصاریٰ پر اپنی لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہ السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے" ان کے کردار سے لوگوں کو خبردار کر رہے تھے۔

حسن ظن حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن ابو رجاء ادیب، اصم، احمد بن عبدالجبار، ابوبکر بن عیاش، اعمش ابوسفیان) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال سے تین دن پہلے سنا کہ تم اللہ تعالیٰ سے نیک گمان کرو۔ اور بعض روایات میں ہے جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (اعمش، ابوسفیان، طلحہ بن نافع) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کی حالت میں تم پر موت آئے (اور ازہریہ مخطوطہ میں ہے "**لایؤمن احدکم الا وھو حسن الظن باللہ تعالٰی**" اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنی بندے کے ظن و گمان کے مطابق ہوتا ہوں، اسے میرے ساتھ اچھا گمان رکھنا چاہئے۔

آپ علیہ السلام کی وصیت ...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، ابن اسحاق صغانی، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، جریر، سلیمان تیمی، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وفات کے وقت آپ کی عمومی وصیت یہ تھی کہ۔ (نماز اور زکوۃ .. **وما ملکت ایمانکم** ادا کرو نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھو) آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ ان کلمات کی حلق میں غرغر کی آواز آرہی تھی اور زبان سے ادا نہ ہو رہے تھے۔ امام نسائی (اسحاق ابن راھویہ، جریر بن عبدالحمید) سلیمان تیمی سے روایت کرتے ہیں اور ابن ماجہ (ابوالاشعث، معتمر بن سلیمان) سلیمان سے نقل کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسباط بن محمد، تیمی قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نزع کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمومی وصیت تھی (الصلوۃ وماملکت ایمانکم) یہ الفاظ آپ ﷺ کے حلق میں متردد تھے اور زبان مبارک سے صاف صاف ادا نہیں ہو رہے تھے۔

نسائی اور ابن ماجہ (سلیمان بن طرفان تیمی از قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے (قتادہ از صاحب خود از انس رضی اللہ عنہ)۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (بکر بن عیسیٰ راسبی، عمر بن فضل، نعیم بن یزید،) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے

ارشاد فرمایا کہ میں ایک تھال "طشتری" لاؤں جس میں آپ ایسی تحریر لکھوا دیں گے جس کی وجہ سے قوم گمراہی سے محفوظ رہے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی روح پرواز ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو گیا، میں نے عرض کیا فرمائیے میں یاد رکھ لوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں، نماز، زکوۃ اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ **تفرد به احمد من هذا الوجه۔**

سند پر بحث۔۔۔۔ یعقوب بن سفیان، ابو نعمان محمد بن فضل، ابو عوانہ، قتادہ، سفینہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عام وصیت یہ تھی کہ "الصلاة و ما ملكت ايمانكم" یہ الفاظ آپ علیہ السلام کے حلق میں اٹک رہے تھے اور خوب اچھی طرح سے ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔

اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (حمید بن مسعدہ، یزید بن زریع، سعد بن ابی عروبہ، قتادہ سفینہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحیح وہ سند ہے جو (عفان، ہمام، قتادہ، ابو الخلیل، سفینہ) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اسی طرح امام نسائی اور ابن ماجہ (یزید، ہمام، قتادہ، صالح ابو الخلیل، سفینہ) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کرتے ہیں۔

نیز امام نسائی (قتیبہ، ابو عوانہ، قتادہ) سفینہ سے بھی روایت کرتے ہیں پھر اس نے (محمد بن عبداللہ بن مبارک، یونس بن محمد) سفینہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

سکراتِ موت۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یونس، لیث، یزید بن ہاد، موسیٰ بن سرجس، قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نزع کی حالت میں دیکھا آپ ﷺ کے پاس پیالہ میں پانی تھا آپ ﷺ پیالے میں ہاتھ ڈالتے اور چہرے پر پھیرتے اور فرماتے اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما۔ ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ نے بھی لیث از یزید یہ حدیث بیان کی ہے۔ بقول ترمذی حسن غریب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلقِ خاطر۔۔۔۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اسماعیل، مصعب بن اسحاق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے لئے باعثِ اطمینان یہ ہے کہ میں نے جنت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی کی سپیدی دیکھی ہے۔ تفرد بہ احمد اور اس کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں۔

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کی بے پناہ قلبی تعلق کی دلیل ہے۔ ائمہ حدیث نے آپ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ قلبی تعلق کو نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے لیکن اس حدیث کے پایہ گاہ تک کوئی نہیں پہنچ سکا کیونکہ وہ بے حقیقت مبالغہ آمیز کلام کرتے ہیں اور یہ حدیث لامحالہ صحیح بات ہے۔

حماد بن زید (ایوب) ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میرے سینے اور گلے کے درمیان فوت ہوئے۔ جب بیمار پڑتے تو جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے لئے ایک دعا کے ساتھ پناہ مانگتے اور میں بھی آپ کے لئے دعا کرتی۔ آپ ﷺ نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر فرمایا "رفیق اعلیٰ میں، رفیقِ اعلیٰ میں" عبدالرحمان بن ابی بکر ہاتھ میں مسواک لئے ہوئے مزاج پرسی کے لئے آئے آپ نے مسواک کی جانب نگاہ کی تو میں سمجھ گئی کہ آپ اس کے طلب گار ہیں، چنانچہ میں نے اس سے یہ مسواک پکڑ لی اور نرم کر کے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے نہایت عمدہ انداز سے مسواک کی پھر مجھے واپس دینے لگے تو وہ (کمزوری کی وجہ سے) آپ کے دستِ مبارک سے نیچے گر گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری لمحات اور آخرت کی ابتدائی زندگی میں آپ کے لعاب دہن سے میرے لعاب کی آمیزش کر دی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت (سلیمان بن جریر از حماد بن زید از ایوب) بیان کی ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا (ابو عبداللہ الحافظ، ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ در بخاری، صالح بن محمد الحافظ، داؤد، عمرو بن، زہیر، ضبی، عیسیٰ بن

یونس، عمر بن سعید، ابی حسین، ابن ابی ملیکہ) ابو عمرو ذکوان مولیٰ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا انعام ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری باری کے دن میرے گھر میں میرے سینے اور گردن کے درمیان فوت ہوئے اور موت کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور ان کے لعاب دہن کی آمیزش کر دی میرے بھائی عبدالرحمان تیمارداری کے لئے آئے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے سینے کا سہارا دیئے ہوئے تھی میں نے دیکھا تو آپ ﷺ عبدالرحمان کی مسواک کی جانب دیکھ رہے ہیں) میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کو پسند فرما رہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کو دوں؟ تو سر کے اشارے سے "ہاں" کہا میں نے وہ نرم کر دی اور آپ نے دندان مبارک پر پھیرا آپ کے سامنے برتن میں پانی تھا آپ پانی میں ہاتھ ڈبوتے اور چہرہ پر ملتے اور فرماتے "لا الٰہ الا اللہ" بے شک موت کی سختیاں ہیں پھر آپ بائیں انگلی اٹھا کر کہنے لگے "فی الرفیق الاعلی" اعلیٰ رفقاء میں آپ ﷺ نے انگلی اٹھائے رکھی اور فوت ہو گئے پھر آپ ﷺ کا دست مبارک پانی میں پڑ گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت از محمد از عیسیٰ از یونس بیان کی ہے۔

انتقال کے وقت آخری کلام

ابو داؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ (شعبہ، سعد بن ابراہیم، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ نبی علیہ السلام کو موت سے پہلے دنیا میں رہنے اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام مرض وفات میں مبتلا تھے کہ آپ ﷺ کا گلا بیٹھ گیا، میں نے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے (۴/۱۹۶) ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی، صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہ رفیق کیسے اچھے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم سمجھے کہ آپ ﷺ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے میں اختیار دیا گیا ہے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے بروایت شعبی)۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے اہل علم کی ایک مجلس میں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تندرستی کے ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ نبی کو جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے پھر اس کو اختیار دینے کے بعد اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی جان کنی کا وقت آیا آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا آپ ﷺ پر تھوڑی دیر بے ہوشی طاری ہوئی، پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا اور گھر کی چھت کی جانب دیکھنے لگے اور فرمایا الٰہی! رفیق اعلیٰ کے ساتھ، میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ پر وہ حالت طاری ہے جو تندرستی کے ایام میں بتایا کرتے تھے کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے، پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے کہا آپ ہمیں اب اختیار نہ کریں گے اور آپ ﷺ کا آخری کلام تھا "الرفیق الاعلیٰ" یہ روایت صحیحین میں زہری سے متعدد اسناد سے مروی ہے۔

سفیان ثوری (اسماعیل بن ابی خالد، ابو بردہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میری گود میں رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرنے اور شفا کی دعا کرنے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا "بالکل نہیں" بلکہ میں تو جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رفاقت اعلیٰ کا طلب گار ہوں۔

نسائی بروایت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبداللہ الحافظ وغیرہ، اصم، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم، انس بن عیاض، ہشام بن عروہ) عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وفات سے پہلے آپ ﷺ میرے سینے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے کان لگا کر سنا آپ ﷺ کی زبان مبارک پر تھا اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور رفیق اعلیٰ کے ساتھ رفاقت نصیب فرما "اللھم اغفر لی وارحمنی والحقنی بالرفیق الأعلی" متفق علیہ بروایت ہشام۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میرے سینے اور گردن کے درمیان فوت ہوئے میں نے اس معاملہ میں کسی سے بھی ظلم و زیادتی نہیں کی۔ میری کم عقلی اور نو عمری کی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں فوت ہوئے، پھر میں نے آپ ﷺ کا سر مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور دوسری عورتوں کے ساتھ رونے لگی۔

رفیق اعلیٰ کے ہمراہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ بن زبیر کثیر، زمعہ، مطلب بن عبداللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جب نبی کی روح قبض ہوتی ہے تو پھر وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے، پھر اس کی جانب روح لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کو دنیا میں رفیق اعلیٰ سے الحاق کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔ مجھے یہ بات یاد آئی، میں آپ کو سینے کا سہارا دیے ہوئے تھی، آپ کی گردن لٹک گئی تو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور کہا کہ فوت ہو گئے اور آپ کا سابقہ فرمان سمجھ گئی۔ پھر میں نے آپ کی جانب دیکھا جب آپ سنبھلے اور دیکھا تو میں نے کہا واللہ! آپ ہمیں اختیار نہ کریں گے تو فرمایا: رفیق اعلیٰ کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔ تفرد بہ احمد اور صحاح ستہ میں یہ نہیں ہے۔

بے مثال خوشبو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، ہمام، ہشام بن عروہ) عروہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان تھا اور جب آپ کی روح پرواز ہوئی تو حجرہ معطر ہو گیا، میں نے اس خوشبو سے بہترین خوشبو کبھی نہیں پائی۔ یہ سند صحیح ہے اور مسلم بخاری کی شرائط کی حامل ہے اور صحاح ستہ میں نہیں اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو حنبل بن اسحاق از عفان بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبداللہ الحافظ، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس، ابومعشر، محمد بن قیس) ابی عروہ (تیمور یہ میں ہے قیس بن ابی عروہ) ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اس دن میں نے آپ کے سینے پر ہاتھ رکھا، میں ہاتھ سے کھاتی پیتی رہی اور وضو کرتی رہی کئی ہفتے تک میرے ہاتھ سے وہ خوشبو نہیں گئی۔

وفات کے وقت آپ ﷺ کا لباس امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان اور بہز، سلیمان بن مغیرہ، حمید بن ہلال) ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک یمنی چادر اور کمبل پیوند لگا ہوا، ہمارے سامنے رکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا۔ نسائی کے علاوہ یہ روایت سب کتب میں ہے بقول ترمذی حسن صحیح ہے۔

واقعہ وفات کی مختصر تفصیل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (بہز، حماد، ابو عمران جونی) یزید بن بابنوس سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رفیق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے اجازت طلب کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے لئے تکیہ لگا دیا اور پردہ سرکا لیا میرے رفیق نے پوچھا اے ام المومنین! عورت عراک کی حالت میں ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''عراک'' کیا؟ میں نے اپنے رفیق کے کندھے پر مارا تو ام المومنین نے کہا، تو نے اپنے برادر کو اذیت پہنچائی۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، عراک کیا؟ حیض ہے، تم وہی کہو جو لفظ قرآن میں ہے (یعنی محیض) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ بحالت حیض مجھے گلے سے لگاتے اور میرے سر کو بوسہ دیتے، میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کپڑا حائل ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب میرے دروازے کے پاس سے گزرتے تو کوئی بات نہیں کرتے جس سے اللہ مجھے فائدہ پہنچاتا۔ آپ ایک دن گزرے اور کوئی بھی بات نہیں کی، اس طرح دو یا تین مرتبہ ہوا۔ میں نے جاریہ کو کہا دروازہ پر میرے لئے تکیہ لگا دو اور میں نے سر پر پٹی باندھ لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو پوچھا عائشہ! کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا سر میں درد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا انا وا راساہ میرا بھی سر پھٹا جا رہا ہے آپ ﷺ کچھ دیر رکے اور تشریف لے گئے (آپ ﷺ مسلسل ازواج مطہرات کے ہاں باری باری جاتے رہے) یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ایک چادر میں میرے ہاں لایا گیا اور آپ ﷺ نے بیویوں کو پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہوں، میں تمہارے ہاں آنے سے قاصر ہوں۔ تم مجھے اجازت دو کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیماری کے دن گزاروں میں آپ کی تیمارداری کرتی تھی اس سے پہلے میں نے کسی کی بھی تیمارداری نہ کی تھی۔ ایک دن آپ ﷺ کا سر میرے کندھے پر تھا کہ آپ ﷺ کا سر میرے سر کی جانب مائل ہوا میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ کو میرے سر سے کوئی ضرورت ہے، پھر آپ ﷺ کے منہ سے ایک یخ ٹھنڈا قطرہ نکلا اور میرے جسم پہ پڑا اور مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی ہے میں نے آپ ﷺ پر کپڑ ڈھانپ دیا۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ آئے اور انہوں نے اجازت طلب کی، میں اجازت دے کر خود پردہ میں چلی آئی، عمر رضی اللہ عنہ نے رسول

اللہ ﷺ کو دیکھ کر کہا، واغشیاہ! ہائے غشی! رسول اللہ ﷺ پر کس قدر سنگین غشی طاری ہے۔ پھر وہ اٹھ کر چلے گئے دروازے کے قریب ہوئے تو مغیرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا تو غلط کہتا ہے بلکہ تو ایسا شخص ہے جس کو فتنہ پامال کر دے گا، رسول اللہ ﷺ فوت نہ ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کا خاتمہ کر دے۔

پھر میرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے میں نے پردہ ہٹا دیا۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں، پھر آپ سرہانے کی جانب سے آئے اور منہ جھکا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ''وانبیاہ'' ہائے نبی! پھر اپنا سر اٹھایا اور منہ نیچا کر کے پیشانی کا ''دوبارہ بوسہ لیا'' اور کہا ''واصفیاہ'' ہائے برگزیدہ نبی! پھر اپنا سر اٹھایا اور منہ جھکا کر ''تیسری بار'' پیشانی کا بوسہ لے کر کہا ''واخلیلاہ'' ہائے دوست! اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور آپ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لے گئے اور وہاں عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ فوت نہ ہوں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ منافقوں کو نیست و نابود نہ کر دے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان خطاب : پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۳۰/۳۰) بیشک آپ کو انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ (۳/۱۴۴) اور محمد تو ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے رسول ہو چکے ہیں تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو صلہ دے گا۔ اور فرمایا جو شخص اللہ کا عبادت گزار ہے وہ عبادت پر قائم رہے کیونکہ اللہ زندہ جاوید ہے اور جو شخص محمد کا عبادت گزار ہے تو وہ سن لے کہ محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا یہ قرآن میں پاک میں ہے؟ مجھے شعور نہ تھا کہ یہ قرآن کی آیت ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ مسلمانوں کو اپنی محبت میں قید کرنے والے ہیں، تم ان کی بیعت کرو'' تم ان کی بیعت کرو، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمائل'' میں یہ روایت (مرحوم بن عبدالعزیز از ابوعمران جونی از ابن یابنوس) مختصر بیان کی ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر بن اسحاق، احمد بن ابراہیم بن سلیمان، یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، زہری، ابوسلمہ، عبدالرحمان) حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ''سنح'' والے مکان سے گھوڑے پر سوار آئے اور مسجد میں داخل ہوئے، کسی سے بات چیت نہ کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں چلے آئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، آپ ﷺ پر یمنی چادر ڈال دی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی، پھر جھک کر بوسہ لیا اور رو پڑے اور کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کے درمیان مبتلا نہ کرے گا، جو موت آپ کا مقدر تھی وہ آپ نے برداشت کر لی۔

زہری ابوسلمہ، کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو حضرت عمر لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جناب عمر! بیٹھ جائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أما بعدا فمن كان منكم يعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (۳/۱۴۴)

(اس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے)۔

بخدا صدمہ کی وجہ سے لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ لوگوں نے یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اخذ کی، اب یہ آیت ہر ایک کی زبان زد تھی۔

امام زہری، سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تلاوت سنتے ہی سمجھ لیا کہ ان کی موت حق ہے۔ میں ہکا بکا رہ گیا، یہاں تک کہ میرے پاؤں میرے جسم کا بوجھ نہیں اٹھا رہے تھے اور میں بے حواس ہو کر زمین پر گر پڑا اور جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یحییٰ

بن بکیر از لیث بیان کی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابن لھیعہ، ابو الاسود) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطاب فرما رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی موت کے قائل کو قتل اور ہاتھ پاؤں قطع کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہے، اگر آپ ہوش میں آئے تو قتل و قطع کر دیں گے۔

عمرو بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ام مکتوم مسجد کے پچھلے حصے میں تلاوت فرما رہے تھے:

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (۳/۱۴۴)

لوگ مسجد میں آہ و بکا میں مصروف تھے، وہ حکم پیل کر رہے تھے اور کسی کی بھی نہ سنتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ باہر آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ کسی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی موت کے بارے میں علم ہو تو بتا دے سب نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے، پھر عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو کچھ معلوم ہے تو انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے حاضرین مجلس! گواہ رہو کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بارے میں کسی کے پاس کوئی خبر نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہو، خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔

اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ''سنح'' آبادی سے تشریف لائے۔ مسجد کے دروازے پر اترے اور غمگین حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی جانب متوجہ ہوئے۔ اجازت طلب کی تو آپ کو اجازت دی گئی۔ آپ گھر میں آئے تو رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے تھے اور خواتین آپ ﷺ کے گرد و نواح تھیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پردہ کر لیا سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ آپ کے بوسے لئے اور آہ و بکا کرتے رہے۔ اور فرمایا: ابن خطاب کا قول بے بنیاد اور ناقابل اعتناء ہے، رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ خدا کی قسم! یا رسول اللہ، آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ زندہ اور مردہ کس قدر طیب اور پاکیزہ ہیں پھر آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور نہایت تیزی سے مسجد نبوی ﷺ میں آئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے منبر رسول ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آتا دیکھ کر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر حاضرین کو آواز دی۔ وہ بیٹھ گئے اور آپ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور کہا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی موت کی اطلاع ان کی زندگی میں کر دی تھی اور تم لوگوں کو بھی موت کی اطلاع بہم پہنچا دی ہے سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۳/۱۴۴) اور محمد ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا یہ آیت قرآن میں ہے؟ واللہ! بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ اس سے پہلے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ آیت قرآن کریم میں ہے۔ حالانکہ قرآن میں موجود ہے (۳۹/۳۰) بے شک آپ کو بھی مرنا ہے (۲۸/۸۸) اس کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ (۵۵/۲۶) جو زمین پر فنا ہونے والا ہے اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔ (۲۱/۳۵) ہر ایک جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی عمر مبارک دراز فرمائی اور ان کو دنیا میں باقی رکھا یہاں تک کہ دین الٰہی کو قائم کیا اور اللہ کے امر کو غالب کر دیا اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فوت کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے امت کو ایسے صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے کہ دلیل اور شفا بخشنے والے قول کے بعد ہی کوئی راہ راست سے بھٹکے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ پروردگار ہے تو وہ زندہ جاوید ہے۔ جو شخص محمد کا عبادت گزار ہے اور ان کو بمنزلہ خدا سمجھتا ہے تو اس کا خدا اور الہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنے رب پر بھروسہ کرو اللہ کا دین قائم رہے گا اللہ تعالیٰ کا کلام کامل ہے جو شخص اس کے دین کا مددگار ہے اور اس کا حامی و ناصر ہے اور کتاب اللہ ہمارے پاس موجود ہے وہی روشنی کا مینار اور شفا بخش ہے اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی راہ نمائی فرمائی۔ اس میں حلال اور حرام کا بیان ہے خدا کی قسم! کائنات میں سے جو بھی حملہ آور ہو گا ہم اسے پرکاہ نہیں سمجھتے اللہ کی تلواریں ابھی سونتی ہوئی ہیں ہم نے ابھی تک نیاموں میں نہیں ڈالیں۔ ہم اپنے مخالف اور دشمن سے اس طرح جنگ کریں گے جیسے رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں کیا کرتے تھے لہٰذا جو شخص ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے گا وہ اپنی ذات پر ہی ظلم کرے گا۔ اس کے بعد مہاجرین حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جانب چلے آئے پھر راوی نے تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور تدفین کا بیان کیا ہے جیسا

کہ ہم (ابن کثیر) آئندہ بدلائل مفصل بیان کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مہر نبوت کا رفع ہونا..... واقدی نے اپنے اساتذہ اور شیوخ سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی موت میں تردد ہوا تو بعض حضرات نے کہا وہ فوت ہو چکے ہیں اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ وہ فوت نہیں ہوئے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں اور آپ ﷺ نے کندھوں سے مہر نبوت رفع ہو چکی ہے، اور اسی وجہ سے آپ ﷺ کی موت کی تصدیق ہوئی۔

''دلائل النبوۃ'' میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بسند واقدی بیان کی ہے جو ضعیف ہے اور اس کے شیوخ اور اساتذہ بھی مجہول ہیں، اس کے علاوہ یہ منقطع ہے اور صحیح روایات کے خلاف ہے اور مہر نبوت کا مرفوع ہونا بھی نہایت غریب اور انوکھا مسئلہ ہے، واللہ اعلم۔

واقدی وغیرہ اہل علم نے وفات کے متعلق متعدد روایات بیان کی ہیں ان میں سخت اجنبیت اور انوکھا پن پایا جاتا ہے۔ ان کی اسناد کمزوری اور متن حدیث کے عجوبہ پن کی وجہ سے ہم نے ان کو نظر انداز کیا ہے۔ خصوصاً متاخرین قصہ گو جو احادیث روایت کرتے ہیں وہ اکثر موضوع ہیں۔ کتابوں میں صحیح احادیث اور حسن روایات کے ہوتے ہوئے موضوع قصوں اور بے سند واقعات کی بالکل بھی ضرورت نہیں۔

وفات اور تدفین کے درمیانی وقفہ میں رونما ہونے والے اہم واقعات..... اسلام اور مسلمانوں پر سب سے عظیم و اعلیٰ اور مبارک امر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور یہ کہ جس دن رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز لوگوں کو پڑھائی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو غشی اور مدہوشی سے قدرے افاقہ ہوا اور آپ ﷺ نے حجرہ کا پردہ سرکایا اور مسلمانوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز میں صف بستہ دیکھا اور آپ کو ﷺ کو یہ پسند آیا اور بھلا لگا۔ آپ مسکرائے یہاں تک کہ اس فرحت و مسرت کی وجہ سے نمازیوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کر لیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے والی صف میں شامل ہونے کے لئے سرکے اور رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا کہ اسی طرح نماز میں مشغول رہو اور پردہ ڈال دیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار تھا۔

آپ ﷺ کب فوت ہوئے؟..... نماز کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو افاقہ ہے۔ اور آج بنت خارجہ کی باری ہے (یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی تھیں جو مدینہ کے مشرق میں ''سخ'' کے مقام پر مقیم تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ اسی دن (پیر) بوقت چاشت یا زوال سے کچھ دیر پہلے فوت ہوئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اختلاف برپا ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ فوت ہو چکے ہیں اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ سالم بن عبید، سخ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی اطلاع دینے چلے گئے۔ وہ تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس گھر میں گئے چہرہ مبارک سے پردہ ہٹایا او بوسہ دیا اور فیصلہ کن بات کی کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور مسجد نبوی ﷺ میں جا کر منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ جھگڑا ختم کر دیا اور اشکال رفع کر دیا اور لوگ آپ کے پاس آئے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آپ کی بیعت بھی کر لی بعض لوگوں کے دل میں شک اور اشتباہ پیدا ہوا اور ان کے ذہن میں انصاری خلیفہ قائم کرنے کا جواز پیدا ہو گیا اور بعض لوگوں نے انصار اور مہاجرین میں سے ایک ایک خلیفہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوٹوک فیصلہ فرمایا کہ خلافت قریش میں ہو گی چنانچہ سب لوگ اس کی جانب چلے آئے اور سب نے ان پر اتفاق کیا جیسا کہ ہم اس کو وضاحت سے بیان کریں گے۔

سقیفہ بن ساعدہ کا قصہ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن عیسیٰ طباع، مالک بن انس، زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، م ۹۸ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے ڈیرے میں چلے آئے اور میں ان کی جستجو میں تھا۔ انہوں نے مجھے اپنا منتظر پایا۔ یہ منیٰ کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری ۲۳ھ حج کا۔ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ

نے کہا کسی نے عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ فلاں شخص کہہ رہا ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فلاں شخص سے بیعت کروں گا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں آج پچھلے پہر خطاب کروں گا اور لوگوں کو اس گروہ سے آگاہ کروں گا جو خلافت پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ ایسا نہ کیجئے، موسم حج میں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، نادان اور کم فہم بھی آتے ہیں۔ جب آپ لوگوں میں خطاب فرمائیں گے تو اسی قسم کے اکثر لوگ آپ کی مجلس میں ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ ایک ''بات'' فرمائیں اور نادان لوگ اس کو لے اڑیں اور اس کا صحیح مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ مدینہ تشریف لے چلیں یہ ہجرت گاہ اور ''دارالسنۃ'' ہے آپ وہاں اہل علم اور اشراف مدینہ سے ملاقات کریں۔ آپ جو کہنا چاہتے ہیں اطمینان سے کہئے، وہ آپ کی باتیں بھی رکھیں گے اور اس کو صحیح معنی اور مفہوم پر محمول کریں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! اگر میں مدینہ بخیر و عافیت پہنچ گیا تو پہلی فرصت میں لوگوں سے یہ بات کروں گا۔ بروز جمعہ ذوالحج کے آخر میں ہم مدینہ منورہ آئے، دوپہر کے وقت ہی گرمی سردی کی پروا کئے بغیر مسجد میں چلا آیا۔ میں نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو منبر کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے پایا، میں بھی اس کے برابر بیٹھ گیا، میرا گھٹنا اس کے گھٹنے سے ملحق تھا، تھوڑی دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے میں نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ آج وہ برسرِ منبر ایسا مسئلہ بیان کریں گے جو اس سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میری یہ بات سن کر کچھ انکار نہ کیا، اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ ایسی بات کریں گے جو کسی نے بیان نہ کی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ولولہ انگیز خطاب ..... چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہو گئے موذن خاموش ہوا تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا امابعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں جو میرے مقدر میں ہے شاید میرا یہ آخری خطبہ ہو۔ جو شخص اسے سن کر یاد رکھے اور خوب سمجھ لے تو اسے وہاں تک پہنچا دے جہاں تک اس کی سواری پہنچ سکتی ہے اور جو شخص سن کر اچھی طرح یاد نہ رکھ سکے تو میں اس کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے۔

سنو! اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن کریم نازل فرمایا۔ اس نازل شدہ قرآن میں ''آیتِ رجم'' بھی تھی ہم نے وہ تلاوت کی۔ اسے یاد کیا اور خوب سمجھا رسول اللہ ﷺ نے بھی ''شادی شدہ'' زانی کو رجم کیا اور ہم نے بھی اس کے بعد زانی کو سنگسار کیا عرصہ دراز گزر جانے کے بعد مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی کہے کہ آیت رجم ہم قرآن مجید میں موجود نہیں پاتے اور وہ ایک ''فریضہ'' ترک کر کے گمراہ ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل کیا ہے۔ شادی شدہ زانی مرد اور عورت کے لئے رجم ایک حق اور سچ بات ہے اور قرآن پاک میں ہے ''جب گواہ اور شاہد قائم ہوں یا اعتراف و اقرار ہو یا حمل نمودار ہو''۔

خبردار سنو! ہم تلاوت کرتے تھے کہ اپنے آباء سے نفرت نہ کرو (کہ کسی اور کو باپ بنالو) آباء سے نفرت کرنا کفر ہے، اور ناشکری ہے، سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تم میری بے جا تعریف مت کرو، جیسے ابن مریم کی تعریف میں غلو کیا گیا ہے۔ میں تو محض ایک بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو، ''عبدہٗ و رسولہٗ'' مجھے معلوم ہوا ہے کہ کسی نے کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں فلاں کی بیعت کروں گا کوئی فریب خوردہ یہ نہ کہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت آناً فاناً یکایک (بغیر غور و فکر کے) ہو گئی تھی۔ اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ سنو! وہ اسی طرح تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر و فساد سے محفوظ رکھا (جو اس قسم کی عجلت سے عموماً پیدا ہو جاتا ہے) اور تم میں آج ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی شخص نہیں جس کی جانب نگاہ اٹھتی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت وہ ہم سب سے افضل اور بہتر تھے، بے شک علی رضی اللہ عنہ زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنوا فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بیٹھے رہے اور انصار سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھے رہے اور اکثر مہاجر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔

میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا چلو انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ ہم ان کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں ایک انسان (بقول عروہ، عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی) ملے۔ انہوں نے ہمیں انصار کی پوری کاروائی سنا دی، اور ہم سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے بتایا کہ ہم انصاری بھائیوں کی جانب جا رہے ہیں، انہوں نے مشورہ دیا کوئی ضرورت نہیں، تم ان کے قریب بھی مت جانا، اور اپنا معاملہ طے کرلو اے گروہ مہاجرین! میں نے کہا خدا کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ ہم ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں پہنچے، وہاں سب انصار جمع تھے، ان میں سے ایک شخص کمبل اوڑھے

ہوئے تھا، میں نے پوچھا کون ہے؟ معلوم ہوا کہ وہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ میں نے پوچھا اس کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ بیمار ہے، درد میں مبتلا ہے۔

ہمارے بیٹھ جانے کے بعد انصار کے خطیب نے حمد وثنا کے بعد کہا اما بعد! ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور اسلامی لشکر ہیں اور اے مہاجرین کے گروہ! تم نبی کا قبیلہ ہو، تم میں سے ایک گروہ نکلا ہے ہے، وہ چاہتا ہے کہ وہ ہم کو جڑ سے کاٹ دے اور امرِ خلافت سے علیحدہ کر دے۔ جب وہ خاموش ہو گیا تو میں نے بات کرنے کا ارادہ کیا، میں نے نہایت عمدہ بات دل میں سوچ رکھی تھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے میں وہ کہنا چاہتا تھا اور میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا احترام کرتا تھا، نرمی اور ملائمت سے پیش آتا تھا، وہ مجھ سے دانا اور باوقار تھے۔ خدا کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں ہر وہ بات فی البدیہہ کہہ دی جو میں نے اپنے دل میں سوچی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد کہا: اما بعد! جو آپ نے اپنی خوبی بیان کی ہے واقعی تم اس خوبی کے اہل ہو باقی رہا امر خلافت تو پورا عرب قریش کو اس کا اہل سمجھتا ہے۔ وہ سارے عرب میں حسب ونسب اور قیام گاہ کے لحاظ سے افضل و برتر ہیں۔ میں نے تمہارے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کیا ہے اور آپ نے میرا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کا ہاتھ پکڑ کر یہ جملہ کہا:

ان کے اس جملہ کے بغیر میں نے ان کے خطاب کو بہت پسند کیا۔ خدا کی قسم! مجھے سامنے کر کے میرا سر قلم کر دیا اور میرا یہ اقدام گناہ کا موجب نہ ہو تو مجھے ایسی قوم کا امیر ہونے سے بہتر ہے، جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا متقی انسان ہو۔ الا یہ کہ موت کے وقت میرا دل ملامت کرے۔

پھر ایک انصاری (بقول سعید بن مسیب، خباب بن منذر) نے کہا "انا جذیلها المحکک علیقها المرجب" میں ہی ہوں درخت کا مڈھ اور تنا جس سے کھجلایا جاتا ہے۔ اور میں پرمیوہ درخت کا سہارا ہوں، میں درست رائے والا ہوشمند انسان ہوں، اے قریشیو! ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا۔ (ابن عیسیٰ طباع مالک سے دریافت کیا "انا جذیلها المحکلک و انا علیقها المرجب" کا کیا مطلب ہے؟ اس نے بتایا گویا وہ کہتا ہے کہ میں قوم کا نبض شناس اور سردار ہوں)۔ اس کے بعد مجلس میں شور برپا ہو گیا اور مجلس مچھلی منڈی کی طرح بن گئی۔

چنانچہ اختلاف وانتشار کے خوف سے میں نے کہا اے ابوبکر! ہاتھ پھیلایئے آپ نے ہاتھ پھیلایا تو میں نے بیعت کر لی اور سب مہاجرین نے بھی بیعت کر لی۔ اس کے بعد انصار نے بھی بیعت کر لی اور اس ہنگامے میں ہم نے انجانے میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو روند دیا۔ کسی نے کہا تم نے تو سعد کو ہلاک کر دیا میں نے نہیں اللہ نے سعد کو ہلاک کیا ہے

خدا کی قسم! ہم جس مقصد کی خاطر حاضر ہوئے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کوئی آسان اور مفید امر نہیں پایا، ہمیں اندیشہ تھا کہ اگر ہم بیعت کے بغیر ہی واپس چلے آئے تو وہ کسی کی بیعت کر لیں گے۔ پھر یا تو ہم ان کے امام کی نہ چاہتے ہوئے بھی بیعت کریں یا ان کی مخالفت کریں اور فساد برپا ہو۔ سنو! جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی امیر کی بیعت کرے گا اس کی بیعت معتبر نہ ہو گی اور نہ ہی اس امیر جس کی اس نے بیعت کی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں وہ قتل کر دیئے جائیں۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کی تخریج کی ہے کئی اسناد سے مالک وغیرہ از زہری۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (معاویہ بن عمرو، زائدہ، عاصم (امام احمد از حسین بن علی از زائدہ از عاصم) زر) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت انصار نے نعرہ لگایا "منا امیر و منکم" "ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا اے جماعتِ انصار! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا، لہٰذا بتاؤ کس کا دل چاہتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقتدا اور پیشوا ہو۔ یہ سن کر سب انصار نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں۔

یہ روایت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن راھویہ، اور ھناد بن سری، حسین بن علی جعفی، زائدہ) از عاصم بیان کرتے ہیں، نیز علی بن مدینی، حسن بن علی جعفی سے روایت کرتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مجھے صرف زائدہ از عاصم معلوم ہے، نیز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (سلمہ بن نبیط، نعیم بن ابی ہند نبیط بن شریط، سالم بن عبید) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مانند بیان کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ انصاری نے پہلے بیعت کی..... محمد بن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر، زہری، عبداللہ بن عبداللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا اے جماعتِ مسلمین! بے شک رسول اللہ ﷺ کی خلافت و جانشینی کا سب سے زیادہ حق دار، دو میں سے دوسرا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے (۹/۴۰) اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کی جانب سبقت لے جانے والا اور عمر رسیدہ شخص ہے۔ پھر میں نے بیعت کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ایک انصاری نے مجھ سے پہلے بیعت کر لی پھر میں نے بیعت کی اور اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔

محمد بن سعد (عارم بن فضل، حماد بن زید، یحییٰ بن سعید) قاسم بن محمد سے سابقہ قصہ کی طرح بیان کرتے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے بیعت کرنے والے انصاری کا نام بتایا ہے، بشیر بن سعد، والد نعمان بن بشیر۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیان کی درستگی اور سعد رضی اللہ عنہ کا اعتراف و اقرار..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، ابوعوانہ، داؤد بن عبداللہ ازدی) حمید بن عبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ کے صائفہ میں تھے، آپ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا اور "**فداک ابی و امی ما اطیبک حیاً و میتاً**" کہہ کر بتایا کہ رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں (طویل حدیث بیان کر کے کہا) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطاب شروع کیا اور انصار کے سب مناقب و محاسن اور فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اگر لوگ ایک میدان اور وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ اور جناب سعد رضی اللہ عنہ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا امر خلافت کے حقدار قریش ہیں، باکردار لوگ، قریش کے باکردار اور نیک لوگوں کے تابع ہیں اسی طرح بدکردار لوگ قریش کے بدکردار لوگوں کے تابع اور فرماں بردار ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہاں! آپ نے درست کہا ہے۔ انصار وزیر ہوں اور قریش امیر "**نحن الوزراء وأنتم الأمراء**"۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عباس رضی اللہ عنہ، ولید بن مسلم، یزید بن سعید، بن عضوان عبسی، عبد، الملک بن عمیر اللخمی) رافع طائی (جو غزوہ ذات سلال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رفیق تھے) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انصار کے بیعت کرنے کا قصہ معلوم کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انصار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام گفتگو بتائی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے میری امامت کا تذکرہ کیا پھر اس وجہ سے ان سب لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اور میں نے ان کی بیعت قبول کر لی اور مجھے کسی فتنے کے پھیلنے کا اندیشہ تھا اور اس کے بعد ارتداد کا۔ یہ سند نہایت قوی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے امامت محض اس وجہ سے قبول کی کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے۔

بیعت کب ہوئی؟...... بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ سارا ہنگامہ پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کھڑا ہوا، منگل کے دن صبح سویرے لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، مہاجرین و انصار سب نے بیعت کر لی، اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن موسیٰ، ہشام بن معمر، زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری خطاب سنا تھا جب کہ حضرت ابوبکر چپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ زندہ رہیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے سارے امور سرانجام دیں گے اور ہم سے بعد تک بھی زندہ رہیں گے۔ سنو! اگر رسول اللہ ﷺ وفات پا جائیں تو گمراہی کا اندیشہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں میں نور برپا کیا ہے جس سے تم راہِ راست پاؤ۔ اور اسی کے سبب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمائی۔ سنو! ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے خاص مصاحب ہیں اور غار کے ساتھی ہیں اور تمام مسلمانوں سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں آؤ اور ان کی بیعت کرو، سقیفہ بن ساعدہ میں اس سے پہلے ایک جماعت آپ کی بیعت کر چکا تھا۔ پھر عوام الناس نے بر سرِ منبر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

منبر پر بیعت کی...... امام زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس دن سنا کہ عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ رہے ہیں منبر پر تشریف رکھیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ وہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور عام لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ...... محمد بن اسحاق، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "بروز پیر" سقیفہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر براجمان ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے خطاب فرمایا: حمد وثنا کے بعد کہا، اے لوگو! میں نے گذشتہ کل آپ لوگوں سے ایک بات کہی تھی وہ نہ کتاب اللہ میں موجود ہے اور نہ ہی مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہے۔ لیکن میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے امور کی تدبیر فرمادیں گے اور ہم سے بعد تک زندہ رہیں گے۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے تم میں قرآن کو قائم رکھا ہے۔ جس کی بدولت رسول اللہ ﷺ کو راہ راست پر گامزن کیا اگر تم بھی قرآن کو مضبوطی سے پکڑلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری بھی راہ نمائی فرمادے گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور کو ایسے شخص کے حوالے کر دیا جو تم سے بہتر اور برتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا خاص مصاحب ہے اور دو میں سے دوسرا ہے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اٹھو! ان کی بیعت کرو چنانچہ بیعتِ سقیفہ کے بعد سب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔

خطابِ ابوبکر...... رضی اللہ عنہ بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حمد وثنا کے بعد کہا، امابعد اے لوگو! مجھے امیر المؤمنین کے منصب پر فائز کر دیا گیا، میں تم سے بہتر اور برتر نہیں اگر میں نیک کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کام کروں تو مجھے راہ راست پر لاؤ، سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت، کمزور مسلمان میرے نزدیک توانا و طاقتور ہے یہاں تک کہ انشاء اللہ میں اس کی شکایت کا ازالہ کر دوں، اور تمہارا زبردست میرے نزدیک کمزور اور زیردست ہے یہاں تک کہ میں انشاء اللہ اس سے حق وصول کرلوں۔ قوم جہاد کو نظر انداز کر دے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو ذلت ورسوائی میں مبتلا کر دیگا۔ جس قوم میں بے حیائی عام ہو جائے گی، اللہ اس قوم کو مصیبتوں میں گرفتار کر دے گا۔ میں جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو میرے بھی تم اطاعت گزار رہو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت اور فرمانبرداری تم پر بھی لازم نہیں۔ نماز کی صف بندی کے لئے اٹھو، اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ یہ سند صحیح ہے اور "لستُ بخیرکم" میں تم سے بہتر اور برتر نہیں، تواضع اور کسر نفسی پر محمول ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن علی بن محمد حافظ اسفرائنی، ابوعلی حسین بن علی حافظ، ابوبکر بن خزیمہ اور ابراہیم بن ابی طالب، میدار بن یسار، ابو ہشام مخزومی، وھیب، داؤد بن ابی ہند، ابونضرہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے، ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انصار کے خطیب نے کہا اے حاضرینِ مجلس! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور ان کا جانشین اور خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوگا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار ومددگار تھے اور اب ہم ان کے خلیفہ اور جانشین کے معاون اور مددگار ہیں جیسے آپ ﷺ کے مددگار تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمہارے خطیب نے بالکل درست کہا ہے، اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہتے تو ہم تم سے بیعت نہ لیتے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ آپ کے خلیفہ ہیں ان کی بیعت کرو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار نے بیعت کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر براجمان ہوئے تو لوگوں میں حضرت زبیر نہ تھے چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آئے تو انہیں کہا، اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے اور ان کے حواری! کیا آپ مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ تو انہوں نے معذرت کی، اے رسول اللہ ﷺ کے جانشین مجھے الزام نہ دو، پھر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ دوبارہ غور سے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، ان کو بلایا، وہ آئے تو ان کو کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد اور ان کے داماد! کیا آپ کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت میں افتراق وخلفشار پیدا ہو؟ تو انہوں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! لاتثریب، طعن وملامت نہ کیجئے، چنانچہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کرلی۔

ابوعلی حسین بن علی الحافظ کا بیان ہے کہ میں نے ابن خذیمہ سے سنا کہ امام مسلم بن حجاج نے مجھ سے اس حدیث سے متعلق پوچھا تو میں نے ان کو ایک ورق پر تحریر کردی اور پڑھ کر سنائی، یہ حدیث ایک اونٹ کے برابر ہے بلکہ دس ہزار کے برابر ہے۔

یہ روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم اور ابومحمد بن حامد مقری، اصم، جعفر بن محمد بن شاکر، عفان بن سلم، وھیب) داؤد سے روایت کرتے ہیں اس میں انصاری خطیب کو جواب دینے والے بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ نیز اس میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے بیعت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غور سے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا اور اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس روایت کو (علی بن عاصم جریری، ابونضرہ بن مالک بن قطعہ) ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ گذشتہ روایت کی طرح، یہ سند صحیح اور محفوظ ہے حدیث ابونضرہ المنذر از ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلے دن بیعت کرنا...... اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن یا دوسرے دن بیعت کی۔ یہ بات حق اور سچ ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی وقت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے الگ نہیں رہے اور نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے رکے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ "ذی قصہ" کے مرتدین کے خلاف جنگ لڑتے رہے۔

حضرت فاطمہ اور وراثت کا مسئلہ...... لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس وجہ سے ناراض ہوگئیں کہ وہ سمجھتی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ کی وراثت کی حق دار ہیں اور ان کو اس حدیث کا علم نہ تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے انبیاء علیہم السلام کی وراثت نہیں ہوتی، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ "لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صریح نص سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، ازواج مطہرات اور چچا عباس رضی اللہ عنہ کو وراثتِ نبوی ﷺ سے روک دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ خیبر اور فدک کی اراضی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نگران مقرر کردیں۔ آپ نے یہ مطالبہ بھی مسترد کردیا، اور وہ اس بات میں سچے، نیک اور ہدایت یافتہ اور حق کے تابع ہیں۔ (رضی اللہ عنہ) چنانچہ اس وجہ سے ان کو خفگی اور ناراضگی ہوئی۔ آپ ایک قابلِ احترام خاتون "جنت" ہیں مگر معصوم نہیں وفات تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات چیت نہ ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کی دلداری کا کچھ احترام کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ مہینے بعد جب آپ انتقال فرما گئیں (رضی اللہ عنہا وارضہا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تجدید بیعت کا خیال ظاہر کیا۔ (جیسا کہ ہم صحیحین وغیرہ سے انشاء اللہ نقل کریں گے اس بیعت کا جو تدفینِ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کی تھی۔

اس مفہوم کی صحت میں اضافہ کا سبب، مغازی میں موسیٰ بن عقبہ کا وہ قول ہے جو سعد بن ابراہیم، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار توڑ دی تھی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں سے معذرت کی کہ میں کبھی ایک دن رات کی مختصر سی امارت وخلافت کا حریص نہ تھا اور نہ ہی میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ کبھی وراثت کے حصول کی درخواست کی ہے۔ چنانچہ مہاجرین نے آپ رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول کرلی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے معذرت پیش کی کہ ہماری ناراضگی کا سبب صرف یہ تھا کہ ہمیں مجلسِ شوریٰ سے بھی نظر انداز کردیا گیا ہے۔ ورنہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں آپ غار کے مصاحب اور رفیق ہیں، ہم آپ کے شرف اور فضل کے معترف ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو نماز کا امام مقرر فرما دیا تھا۔

واضح اشارہ حکومت کی جانب..... ہماری ان بیان کردہ معلومات پر جو شخص معمولی سی بھی توجہ کرے گا اس کے لئے یہ بات بالکل واضح

ہو جائے گی کہ مہاجر اور انصار سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت پر اجماع تھا اور نبی علیہ السلام کے قول (یابی اللہ والمومنون الا ابابکر) کی صداقت بھی واضح ہوگئی اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ نبی علیہ السلام نے امت میں سے کسی خاص شخص کو خلافت کے لئے معین نہیں فرمایا اور نہ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جیسا کہ اہل سنت میں سے ایک جماعت کا خیال ہے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جیسا کہ شیعوں کا عقیدہ ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی جانب واضح اشارہ موجود ہے جس کو ہر صاحب شعور اور ذی عقل سمجھ سکتا ہے، وللہ الحمد۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) ابونعیم ، شریک ، اسود بن قیس) عمرو بن سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ''یوم بصرۃ'' میں خطاب فرمایا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلبہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ خطیب اعتدال پسند ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو سابق قرار دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوسرے نمبر پر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تیسرے درجہ پر بیان کیا۔ ان کے بعد ہم لوگ فتنہ کی زد میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ اس میں جو چاہے گا کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ مقرر نہ کیا۔۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر بن محمد بن احمد زکی، عبداللہ بن روح مدائنی، شبابہ بن سوار (شعیب بن میمون، حصین بن عبدالرحمان، شعبی) ابووائل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کیا آپ خلیفہ مقرر نہ کریں گے تو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا کہ میں کروں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے ساتھ بھلائی مقصود ہوئی تو وہ میرے بعد ان کو کسی اچھے آدمی پر متفق کر دے گا۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام کے بعد بہترین شخصیت پر متفق کر دیا۔ یہ سند جید ہے اور اصحاب صحاح ستہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔

روایت بخاری (زہری از عبداللہ بن کعب) از حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ کی مزاج پرسی کر کے باہر آئے تو کسی نے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ کا مزاج معلیٰ کیسا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا بحمد اللہ اچھے ہیں۔ پھر عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا خدا کی قسم! تین دن بعد تو محکوم اور لاٹھی کا غلام ہوگا۔ میں بنی ہاشم کے چہروں سے موت کے آثار پہچان لیتا ہوں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر موت کے آثار دیکھ رہا ہوں، چلو ہم آپ کے پاس چلیں اور رسول اللہ ﷺ سے خلافت کے متعلق دریافت کریں کہ یہ خلافت کن لوگوں میں ہوگی؟ اگر ہمارا حق ہوا تو معلوم ہو جائے گا۔ اگر کسی اور کا حق ہوا تو آپ ﷺ اسے ہمارے بارے میں وصیت فرما دیں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تو آپ علیہ السلام سے مسئلہ نہ پوچھوں گا۔ خدا کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں محروم کر دیا تو لوگ ہمیں آپ کے بعد یہ حکومت ہرگز نہ دیں گے۔ یہ روایت محمد بن اسحاق نے زہری سے نقل کی ہے۔ اور اس میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وفات کے دن گئے تھے اور روایت کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کافی دھوپ چڑھے فوت ہوئے۔

کوئی وصیت نہ تھی...... میں (ابن کثیر) کہتا ہوں یہ پیر کے دن، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن کا واقعہ ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ خلافت کے متعلق رسول اللہ ﷺ کسی وصیت کے بغیر فوت ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ سب سے بڑی مصیبت تو وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور نوشت کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔ بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ ان کو ایسی تحریر لکھوا دیں جس کے بعد وہ اختلاف وانتشار سے گمراہ نہ ہوں، چنانچہ جب آپ کے پاس شور وغل زیادہ ہوا اور اختلاف بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ، جس بات کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، میں اس سے بہتر حالت میں ہوں۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہر ایک کا انکار کرتے ہیں۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی تھے...... عبداللہ بن عون کی متفق علیہ روایت میں از ابراہیم تیمی از اسود منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا علی رضی اللہ عنہ کو کیا وصیت کی تھی؟ آپ ﷺ نے پیشاب کے لئے برتن منگوایا اور میں آپ ﷺ کو سہارا دیئے ہوئے تھی، پھر آپ ﷺ ذرا جھکے اور فوت ہو گئے اور مجھے بھی معلوم نہ ہوا۔ یہ لوگ کس بنیاد پر کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے وصیت کی۔

طلحہ بن مصرف کی خام خیالی..... صحیحین میں مالک بن مغول، طلحہ بن مصرف کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے وصیت کی تھی؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا میں نے اعتراض کیا تو آپ نے ہمیں وصیت کا حکم کیوں دیا ہے؟ تو ابن ابی اوفی نے کہا: کتاب اللہ کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ طلحہ بن مصرف اور ہذیل بن شرجیل کا بیان ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ وصی رسول اللہ ﷺ پر بے جا مسلط ہوا، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کا کوئی عہد اور پیغام مل جائے ''ان کو نہ ملا'' اور ان کی ناک کٹ گئی۔

نیز صحیحین میں (اعمش از ابراہیم تیمی از ابیہ) مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا کہ جس کو گمان ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے علاوہ کچھ اور ہے اس نے جھوٹ کہا۔ اور یہ صحیفہ تلوار پر لٹکا ہوا تھا، اس میں دیت کے اونٹوں کی عمریں اور کچھ زخمیوں کے متعلق ہدایات تھیں۔

نیز اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ مدینہ جبل عسیر سے لے کر جبل ثور تک حرم ہے۔ اور جو شخص مدینہ میں بدعت کرے اور اس میں بدعتی کو جگہ دے اس پر اللہ، فرشتوں اور پوری کائنات کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی عمل بھی قبول نہ کرے گا۔ جو شخص دوسرے باپ کی طرف منسوب ہو یا غلام اپنے آقاؤں کی طرف منسوب نہ ہو تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، مسلمانوں کی پناہ اور ذمہ یکساں ہے، کمتر آدمی بھی کسی کو امن اور پناہ دے سکتا ہے جو شخص کسی مسلمان کی پناہ اور عہد کو توڑے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ اس کے نفلی اور فرضی عبادت قبول نہیں کرے گا۔

شیعہ حضرات کے رد میں..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ متفق علیہ روایت رافضیوں کے اس اعتبار کی تردید کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت کی تھی۔ اگر بات ان کے گمان کے مطابق ہوتی تو اسے کوئی صحابی بھی رد نہ کرتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ اطاعت گزار بندے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اور زندگی کے بعد بھی سب سے زیادہ اطاعت گزار تھے اور ان کے احکام کو نظر انداز نہیں کرتے تھے کہ وہ جس کو مقدم کیا ہے اس کو مؤخر کریں اور جس کو اپنے بیان سے مؤخر کیا ہے اس کو مقدم کریں، حاشا وکلا ولما، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک سازش..... جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ برا عقیدہ رکھتا ہے وہ ان سب کو فسق وفجور کی طرف منسوب کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں شامل کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا ان کو مخالف جانتا ہے۔ جو مسلمان اس قدر برے عقیدے میں مبتلا ہو جائے تو اس نے ''اسلام کی رسی کا پھندا'' اپنی گردن سے اتار پھینکا اور ائمہ کبار اور بڑے بڑے اماموں کے متفقہ اجماع سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اس کا قتل اور خون بہانا، شراب کے گرانے اور بہانے سے زیادہ حلال ہے۔

سوچیے غور کیجئے! اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی دلیل اور نصیحت موجود ہوتی تو انہوں نے اپنی امارت و امامت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ دلیل بطور حجت پیش کیوں نہیں کی اگر وہ اپنی دلیل اور حجت کے نفاذ اور اجراء پر قدرت نہیں پاتے تھے تو وہ قاصر اور عاجز ہیں اور واضح رہے کہ عاجز اور ماندہ شخص امارت وخلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس پر طاقت رکھتے تھے اور اسے سرانجام نہیں دیا تو وہ (معاذ اللہ) خائن قرار پاتے ہیں۔ اور معلوم ہو کہ خیانت کرنے والا فاسق ہوتا ہے اور امارت سے سبکدوش اور برطرف ہوتا ہے۔ اگر ان کو نص امامت کا علم نہیں تھا تو وہ لاعلم ٹھہرتے ہیں۔ اس کے بعد اگر وصیت کا علم وعرفان ہوا ہو تو یہ افترا پردازی ہے جو محال اور ضلال ہے، جہالت کا پلندہ ہے۔ یہ بات تو جاہل، نادان، اوباش اور فریب خوردہ انسانوں کے ذہن کی پیداوار ہے، جسے شیطان ان کے ذہن میں بے دلیل وشک آراستہ کرتا ہے بلکہ محض تحکم وبکواس اور

افترا او بہتان طرازی سے ان کے ذہنوں میں آراستہ کرتا ہے۔

ان جاہلوں کے پاگل پن، رسوائی اور اندھا دھند کفر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ، کتاب وسنت سے تمسک کی پناہ لیتے ہیں اسلام اور ایمان پر وفات، ثابت قدمی اور ایمان پر قیام، اعمال کے ترازو کا پلڑا بھاری ہونے، دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کا سوال کرتے ہیں۔ بے شک وہی فیاض و کریم ہے منان اور رحیم و رحمان ہے۔

قصہ گو کی تردید ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس متفق علیہ حدیث میں بہت سے بازاری، جھوٹ اور جاہل داستان سرا کی تردید موجود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند چیزوں کی وصیت فرمائی تھی اور ان اشیاء کی لمبی فہرست بیان کرتے ہیں کہ اے علی رضی اللہ عنہ! یہ کر اور یہ نہیں کر اور جس نے یہ کیا اس کو اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ یہ وصیتیں اکثر آسان الفاظ اور نہایت بودے مفہوم و معانی سے مروی ہے۔ اکثر و بیشتر تصحیف شدہ اور غلط ہیں جن کی قدر و قیمت کاغذ کی سیاہی کے برابر بھی نہیں، واللہ اعلم۔

موضوع حدیث ...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حماد بن عمرو نصیبی، یکے از کذابین ووضاعین، سری بن خلاد، جعفر بن محمد، محمد ابوہ، دادا سے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں اس کو یاد رکھنا۔ جب تک تم ان کو یاد رکھو گے خیر برکت میں رہو گے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! مؤمن کی تین نشانیاں ہیں: (۱) نماز (۲) زکوٰۃ (۳) اور روزہ۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حماد نصیبی نے رغائب و آداب کے سلسلے میں یہ لمبی حدیث بیان کی اور یہ حدیث موضوع ہے۔ میں نے کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے کہ موضوع حدیث (جس کا مجھے علم ہو) بیان نہیں کروں گا۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حماد بن عمرو نصیبی، زید بن رفیع) مکحول شامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین سے واپسی کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا اور آپ ﷺ پر سورہ نصر نازل ہوئی۔ پھر حماد نصیبی نے فتنہ وفساد کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان کی ہے، یہ بھی منکر اور بے بنیاد ہے، صحیح احادیث ہی کافی ہیں (موضوع کی ضرورت نہیں) وباللہ التوفیق۔

حماد نصیبی ...... حماد بن عمرو ابی اسماعیل نصیبی اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے ابراہیم بن موسیٰ، محمد بن عمران اور موسیٰ بن ایوب وغیرہ اس سے روایت نقل کرتے ہیں۔ بقول یحییٰ بن معین، وہ جھوٹ گو راویوں میں سے ہے اور حدیث وضع کرتا ہے۔ بقول عمرو بن علی فلاس اور ابو حاتم، وہ نہایت ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ بقول ابراہیم بن یعقوب جوزجانی وہ جھوٹ بولتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابوزرعہ کا قول ہے کہ وہ کمزور اور واہی حدیث والا ہے۔ امام نسائی کا بیان ہے کہ وہ متروک ہے، محدثین اس سے روایت نہیں کرتے۔ امام ابن حبان کا قول ہے کہ وہ حدیث بناتا ہے دھوکہ باز ہے۔ امام ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی اکثر احادیث کی کوئی ثقہ راوی متابعت نہیں کرتا۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ صاحب متروک کہتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے موضوع حدیث روایت کرتا ہے، وہ ایک دم ساقط اور کمزور راوی ہے۔

انوکھی معلومات ...... وہ حدیث جو حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ، حمزہ بن عباس عقبی در بغداد، عبداللہ بن روح مدائنی، سلام بن سلیمان مدائنی سلام بن سلیم طویل، عبدالملک بن عبدالرحمان، حسن مقبری، اشعث بن طلیق، مرہ بن شراحیل) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے مرض کی شدت بڑھ گئی تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر جمع ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ہماری جانب دیکھ کر خوش ہو گئے، اور فرمایا کہ فراق کا وقت قریب ہے۔ اور آپ ﷺ نے ہمیں اپنی وفات کی خبر دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: خوش آمدید، اللہ تمہیں زندہ رکھے، اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب کرے، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و مددگار ہو اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے اور توفیق بخشے، اللہ تعالیٰ تمہیں سیدھے راستے پر رکھے، اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ تمہاری اعانت کرے، اللہ تمہارے اعمال قبول کرے، میں تم کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اور

خوف کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں میں تمہارے لئے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں اور علاقوں میں سرکشی نہیں کرو۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اور تمہارے لئے بیان کیا ہے۔ (۲۸/۸۳) یہ آخرت کا گھر ہم انہیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم ورفساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ (۳۹/۶۰) کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔

موت سے متعلق سوالات ...... ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اجل کب ہے؟ تو فرمایا کہ میری اجل قریب آچکی ہے سدرۃ منتہیٰ، لبریز پیالہ اور فرش اعلیٰ کی طرف پلٹنا ہے۔ پوچھا کہ آپ کو غسل کون دے گا یا رسول اللہ ﷺ تو بتایا میرے اہل بیت قریب سے قریب ساتھ ان فرشتوں کے جن کو تم نہ دیکھ سکو گے۔ اور وہ تم کو دیکھ رہے ہونگے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کس لباس میں کفن دیں؟ تو فرمایا میرے اسی لباس میں اگر تم چاہو، یا یمنی کپڑوں میں یا سفید مصری کپڑوں میں ہم نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا نماز جنازہ کون پڑھائے؟ رسول اللہ ﷺ اشکبار ہو گئے اور ہم بھی، اور فرمایا ٹھہرو! اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے اور نبی کا بہتر بدلا دے، جب تم مجھے غسل دو، حنوط لگا دو، اور کفن پہنا دو تو قبر کے کنارے پر مجھے رکھ دو، پھر تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے الگ ہو جاؤ، سب سے پہلے میرا نماز جنازہ میرے دو دوست اور ہم نشین جبرائیل اور میکائیل پڑھیں گے پھر اسرافیل پھر عزرائیل کے ساتھ اکثر فرشتے، علیہم السلام۔

میری نماز جنازہ پہلے اہل بیت پڑھیں، پھر ان کی خواتین، پھر تم لوگ فوج در فوج آؤ اور اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھو، مجھے رونے آواز نکالنے اور شور مچانے سے تکلیف نہ پہنچاؤ اور جو صحابی غائب ہے اس کو میرا اسلام کہو اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سلام کہہ دیا ہے اس شخص کو جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے، اس نے دین میں میری پیروی کی آج کے دن سے قیامت تک۔ ہم نے پوچھا آپ کو یا رسول اللہ ﷺ! قبر میں کون رکھے گا؟ تو بتایا کہ میرے قریبی اہل بیت کے ساتھ بہت سے فرشتے (علیہم السلام) جن کو تم نہیں دیکھ رہے اور وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلام بن سلیمان مدائنی کی متابعت احمد بن یونس نے سلام طویل سے کی ہے۔ اور اس روایت میں سلام بن طویل منفرد ہے۔

سلام طویل ...... میں (ابن کثیر) کہتا ہوں سلام بن مسلم یا ابن سلیم یا ابن سلیمان نام ہے اور پہلا نام اصح ہے۔ یہ تمیمی سعدی اور طویل ہے۔ یہ جعفر صادق، حمید طویل، اور زید عمی وغیرہ اکثر راویوں سے حدیث روایت کرتا ہے اور اس سے بھی ایک جماعت روایت بیان کرتی ہے۔ جس میں شامل ہیں احمد بن عبداللہ بن یونس، اسد بن موسیٰ، خلاف بن ہشام بزار، علی بن جعد، قبیصہ بن عقبہ۔

جرح وتعدیل ...... علی بن مدینی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن معین، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حاتم ابوزرعہ، جوز جانی، اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو جھوٹ کہا ہے اور اکثر نے اس کو متروک کہا ہے۔

حدیث پر متابعت ...... لیکن یہ حدیث اسی طرح حافظ ابوبکر بزار نے سلام طویل کی سند کے علاوہ بھی بیان کی ہے۔ حافظ ابوبکر بزار نے محمد بن اسماعیل احمسی، عبدالرحمان بن محمد محاربی، ابن اصبہانی، مرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حافظ بزار کہتے ہیں کہ 'مرہ' سے متعدد سندوں سے مروی ہے اور عبدالرحمان بن اصبہانی نے یہ روایت مرہ سے نہیں سنی، یہ روایت اس نے مرہ سے کسی واسطہ سے سنی ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ اس وایت کو کسی نے حضرت عبداللہ سے بروایت مرہ بیان کیا ہو۔

نبی علیہ السلام کی وفات کا وقت، وفات کے وقت عمر، غسل، نمازِ جنازہ، تدفین اور قبر کی جگہ کا بیان

بالاتفاق آپ ﷺ کی وفات بروز پیر ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نبی علیہ السلام کی ولادت سعادت، نبوت سے سرفرازی، مکہ سے ہجرت کے لئے سفر کا آغاز مدینہ میں تشریف آوری اور وفات بروز پیر واقع ہوئی۔ (رواہ الامام احمد وبیہقی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیر کو فوت ہوئے ...... سفیان ثوری (ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے

ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوبکر نے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کس دن وفات پائی تھی؟ میں نے کہا بروز پیر تو حضرت ابوبکر نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اسی دن وفات پاؤں چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی پیر کو فوت ہوئے۔ (روایت بیہقی از حدیث ثوری)

امام احمد (اسود، ھریم، ابن اسحاق، عبدالرحمان بن قاسم، قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیر کو فوت ہوئے اور منگل کو دفن ہوئے تفرد بہ احمد۔

مغازی میں عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مرض میں شدت پیدا ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا، وہ نہیں پہنچ سکے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر فوت ہوئے۔ ان کی باری کے دن پیر کو، زوال کے بعد ربیع الاول میں وفات پائی۔

ابویعلیٰ (ابوخیثمہ، ابن عیینہ، زہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آخری بار میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیر کے دن دیکھا۔ آپ ﷺ نے پردہ اٹھایا اور نمازی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھا گویا وہ مصحف کا ورق ہے۔ تاباں۔ نمازیوں نے ، ر سے پلٹنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ نماز میں رہو۔ اور پردہ ڈال دیا اور اس دن کے آخر میں فوت ہوئے صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات زوال کے بعد واقع ہوئی، واللہ اعلم۔

یعقوب بن سفیان (عبدالحمید بن بکار، محمد بن شعیب، صفوان، عمر بن عبدالواحد) اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کو آدھے دن سے قبل فوت ہوئے۔

آغاز مرض ۲۲ صفر بروز ہفتہ..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، احمد بن حنبل، حسن بن علی بزار محمد بن عبدالاعلیٰ، معتمر بن سلیمان، سلیمان بن طرخان تیمی) ''کتاب المغازی'' میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۲۲ صفر کو بیمار ہوئے۔ آپ ﷺ کی بیماری کا آغاز، حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہوا بروز ہفتہ اور وفات بروز پیر ۲ ربیع الاول، ہجرت کے دس سال بعد۔

۱۳ روز بیمار رہے..... واقدی، ابومعشر، محمد بن قیس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز بدھ مورخہ ۱۹ صفر ۱۱ھ حضرت زینب رضی اللہ عنہ بنت جحش کے گھر سخت بیمار ہوئے۔ سب ازواج مطہرات آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئیں۔ آپ ﷺ ۱۳ روز بیمار رہے۔ بروز پیر ربیع الاول ۱۱ھ میں فوت ہوئے۔

۱۲ ربیع الاول .. واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز بدھ ۲۸ صفر کو بیمار ہوئے اور بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ واقدی کے کاتب محمد بن سعد صاحب طبقات کا بھی یہی اعتقاد اور جزم ہے اور منگل کے دن دفن ہوئے۔ واقدی (سعید بن عبداللہ بن ابی الابیض، مقبری عبداللہ بن رافع) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کے مرض کا آغاز ہوا۔ یعقوب بن سفیان (احمد بن یونس ابومعشر) محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۳ دن بیمار رہے جب مرض ہلکا ہو جاتا تو خود نماز پڑھاتے ورنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے، جس دن مدینہ میں بطور مہاجر تشریف لائے تھے۔ اور پورے دس سال مدینہ میں رہے، واقدی کا بیان ہے کہ یہی ہمارے نزدیک ثابت ہے اور واقدی کے کاتب محمد بن سعد نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے۔

یکم ربیع الاول..... یعقوب بن سفیان، یحییٰ بن بکیر، لیث سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ سال کے بعد بروز پیر یکم ربیع الاول کو فوت ہوئے اور اسی دن مدینہ میں بطور مہاجر آئے۔

۲ ربیع الاول ... سعد بن ابراہیم زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف آوری کے دس سال بعد بروز پیر ۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ (رواہ ابن عساکر) واقدی نے ابومعشر کی معرفت محمد بن قیس سے اسی طرح بیان کیا ہے خلیفہ بن خیاط نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

یکم ربیع الاول... ابونعیم الفضل بن دکین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاول بروز پیر ۱۱ھ میں فوت ہوئے (ابن عساکر) عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کے "مغازی" میں اس طرح کا بیان نقل کیا ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح کا بیان منقول ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲ ربیع الاول وفات...... ابن اسحاق اور واقدی کا قول مشہور ہے جو واقدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہے کہ مجھے (ابراہیم بن یزید نے ابن طاؤس از طاؤس از ابن عباس) نیز (محمد بن عبداللہ، زہری، عروہ عائشہ) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر فوت ہوئے۔
ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر، ابوبکر بن حزم) سے بھی ۱۲ ربیع الاول بروز پیر وفات منقول ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ ان کو منگل کو دفن کیا۔

۱۰ ربیع الاول ...... سیف بن عمر (محمد بن عبیداللہ عرزمی، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے وہاں بقایا ذی حج محرم اور صفر قیام فرمایا بروز پیر دس ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ محمد بن اسحاق از زہری از عروہ بھی اسی طرح منقول ہے۔ اور حدیث (فاطمہ از عمرہ از عائشہ) میں اسی طرح مذکور ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ابن عباس کی رویت کے ابتدا میں ہے (لایام مضین منه) اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے۔ (بعدمامضی أیام منه)۔

سہیلی کا کلام اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ ... الروض الانف میں ابوالقاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بروز پیر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ کا یوم وفات ناممکن ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع ۱۱ھ میں بروز جمعرات عرفات میں تھے۔ لہٰذا یکم ذی الحج بروز جمعرات ہوگا۔ پھر ذوالحج، محرم اور صفر اور اگر ۳۰، ۳۰ شمار ہوں یا ۲۹، ۲۹، کے یا بعض ۳۰ کے اور بعض ۲۹ کے کسی صورت میں بھی پیر ۱۲ ربیع الاول کو ممکن نہیں۔ یہ اعتراض اس ۱۲ والے قول پر مشہور ہے۔ اکثر اہل علم نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں صرف ایک جواب ہی اس اعتراض کا جواب ہوسکتا ہے وہ یہ کہ مکہ اور مدینہ کے مطلع کا فرق ہو کہ مکی لوگوں نے ذوالحج کا چاند جمعرات کو دیکھا ہو اور مدینہ والوں نے "جمعہ" کی رات دیکھا ہو۔
اس قول کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے حجۃ الوداع کے لئے ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی رہتے ہوئے روانہ ہوئے، اس قول سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز ہفتہ روانہ ہوئے (ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا قول درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن روانہ ہوئے کیونکہ اس لحاظ سے ذوالقعدہ پانچ دن ۔ ۔ باقی رہ جاتا ہے) اور جمعہ کے دن روانگی قرار دینا درست نہیں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نبی علیہ السلام نے مد.. میں چار رکعت نماز ظہر ادا کی اور عصر کی ماز ذوالحلیفہ میں دوگانہ پڑھی۔
لہٰذا واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لئے بروز ہفتہ روانہ ہوئے، ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی رہتے ہوئے بنابریں مدینہ والوں نے واالحج کا چاند "جمعہ" کی رات دیکھا اور جب مدینہ والوں کے نزدیک یکم ذوالحج جمعہ کے دن ہوا اور ذوالحج، محرم، صفر سب مہینے ۳۰، ۳۰ کے شمار ہوں تو یکم ربیع الاول جمعرات کو آتی ہے اور بارہ ربیع الاول بروز پیر کو ہوگا۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک اور مدتِ حیات..... صحیحین میں حدیث (مالک، ربیعہ بن ابن عبدالرحمان) حضرت انس بن مالک رضی اللہ نہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ زیادہ پست قد کے، اور نہ زیادہ سفید فام تھے نہ گندم گوں اور سر کے بال گھنگریالے تھے نہ بکل سیدھے۔ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ مکہ میں دس سال قیام فرمایا اور مدینہ میں ۱۰ سال اور ۶۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

سر اور داڑھی مبارک کے بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

ابن وھب نے از عروہ از زہری از انس اسی طرح بیان کیا ہے اور قرہ بن ربیعہ از انس بھی اسی طرح منقول ہے۔ حافظ ابن عساکر کا بیان ہے کہ حدیث قرہ از زہری، غریب ہے باقی رہی روایت ربیعہ از یونس اس کو ایک ''جماعت'' نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر (سلیمان بن بلال یحییٰ بن سعید اور ربیعہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ابن بربری اور نافع بن ابی نعیم از ربیعہ از انس اسی طرح روایت کرتے ہیں لیکن محفوظ روایت ''ربیعہ از انس'' میں ۶۰ سال مذکور ہیں۔ ابن عساکر (مالک، اوزاعی، مسعر، ابراہیم بن طہمان، عبداللہ بن عمر، سلیمان بن بلال، انس بن عیاض، دراوردی، محمد بن قیس، مدنی ''یہ دس راوی'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن بن بشران، ابوعمرو بن سماک، حنبل بن اسحاق، ابومعمر عبداللہ بن عمرو، عبدالوارث) ابوغالب باہلی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ بعثت کے وقت رسول اللہ ﷺ کی کتنی عمر تھی؟ تو انہوں نے کہا چالیس سال۔ پوچھا پھر کیا؟ تو انہوں نے کہا مکہ میں دس سال، مدینہ میں دس سال جس دن آپ ﷺ فوت ہوئے آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ آپ ﷺ ماشاء اللہ خوب طاقتور، حسین و جمیل، اور فربہ تھے۔ نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، عبدالوارث، ابوغالب باہلی) سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (ابوغسان محمد بن عمرو رازی لقب ''زنیج'' حکام بن مسلم، عثمان بن زائدہ، زبیر بن عدی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ۶۳ سال کی عمر میں ہی فوت ہوئے۔ انفرد بہ مسلم۔

یہ روایت ساٹھ سال والی روایت کے منافی نہیں کیونکہ عرب بکثرت کسر اور اکائی حذف کر دیتے ہیں۔

صحیحین میں (لیث بن سعد، عقیل، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام زہری کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ (عقیل، یونس بن یزید، ابن جریج، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال عمر میں فوت ہوئے۔ امام زہری کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب نے بھی مجھے یہی عمر بتائی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، شیبان، یحییٰ بن ابی کثیر، ابی سلمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ۱۰ سال رہے اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں دس سال رہے۔

مسند میں ابوداؤد طیالسی (شعبہ، ابواسحاق، عامر بن سعد، جریر بن عبداللہ) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غندر از شعبہ روایت نقل کی ہے۔ یہ روایت افراد مسلم میں سے ہے۔

ایک نکتہ: بعض راوی عامر بن سعد از معاویہ روایت کرتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ نیز (عامر بن سعد از جریر بن عبداللہ بجلی از معاویہ، اور بسند عامر بن شراحیل، شعبی، جریر بن عبداللہ بجلی، معاویہ) بھی اسی طرح مروی ہے۔ ابن عساکر (قاضی ابو یوسف، یحییٰ بن سعید انصاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

ابن لہیعہ (ابوالاسود، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میرے ہاں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ولادت کا ذکر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے اور آپ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ثوری، اعمش، قسم بن عبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن سعید، سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی۔ پھر آ

مکہ میں دس سال رہے اور پھر مدینہ میں دس سال یہ روایت نہایت ضعیف ہے اور سند صحیح ہے۔ احمد (ھشیم، داؤد بن ابی ھند) شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ تین سال تک دوبارہ وحی نازل نہیں ہوئی پھر حضرت جبرئیل متواتر وحی لاتے رہے، دس سال مکہ میں مقیم رہے پھر مدینہ ہجرت کر کے چلے آئے اور وہیں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ صحیح ثابت یہی ہے کہ آپ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ مجاہد از شعبی اور حدیث اسماعیل بن ابی خالد میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

صحیحین میں (روح بن عبادہ، زکریا بن اسحاق، عمرو بن دینار) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ۱۳ سال رہے اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ بخاری شریف میں (روح بن عبادہ، ہشام، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے مکہ میں ۱۳ سال رہے پھر ہجرت کے بعد دس سال مدینہ میں رہے اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (روح بن عبادہ، یحییٰ بن سعید اور یزید بن ہارون، ہشام بن حسان، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابویعلی موصلی (حسن بن عمر بن شقیق، جعفر بن سلیمان، ہشام بن حسان، محمد بن سیرین) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "مثل اول" روایت کرتے ہیں، پھر ابویعلی نے اس کے متعدد طرق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک بیان کئے ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (حماد بن سلمہ، ابوجمرہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد دو سال مکہ میں رہے، اور مدینہ میں دس سال اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

آپ علیہ السلام کی عمر مبارک کے متعلق جمہور کا مسلک..... حافظ ابن عساکر (مسلم بن جنادہ، عبداللہ بن عمر، کریب) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ نیز (ابونضر واز سعید بن مسیب، از ابن عباس) بھی اسی طرح منقول ہے، اور یہی ۶۳ سال کی عمر بوقتِ وفات والاقول مشہور و معروف ہے اور اکثریت کا یہی مسلک ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل، خالد حذا، عمار موالی بن ہاشم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے، یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے خالد حذاء از عمار بیان کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن موسیٰ، حماد بن سلمہ، عمارہ بن ابی عمارہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں نبوت کے بعد ۱۵ سال مقیم رہے، سات یا آٹھ سال صرف روشنی دیکھتے تھے اور آواز سنتے تھے۔ پھر سات یا آٹھ سال وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں دس سال مقیم رہے۔ یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حماد بن سلمہ از عباس از عمارہ نقل کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، یزید بن زریع، یونس، عمار موالی بن ہاشم نے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وفات کے دن رسول اللہ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال نہ تھا کہ آپ جیسے علم والے شخص کو یہ بات معلوم نہیں ہوگی میں نے عرض کیا کہ میں نے کئی ایک سے دریافت کیا کہ مجھے اس میں شک پیدا ہوگیا۔ اب میری خواہش تھی کہ اس مسئلہ میں آپ کا قول بیان کروں۔ تو پوچھا کچھ حساب جانتے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا شمار کرو۔ ۴۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ دس سال مکہ میں امن و خوف کی حالت میں ہے اور دس سال مدینہ میں ہجرت کے بعد رہے۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن ربیع، شعبہ بن حجاج، یونس بن عبید، عمار) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن نمیر، علاء بن صالح، منہال بن عمر) سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ پر وحی دس سال نازل ہوئی اور مدینہ میں دس سال اور اس سے اکثر یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے افراد میں سے ہے متن اور سند کے لحاظ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ھشیم، علی بن زید، یوسف بن مہران) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ تفرد بہ احمد۔

''شمائل'' میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابو یعلی موصلی، بیہقی، قتادہ، حسن بصری) دغفل بن حنظلہ شیبانی ماہر انساب سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ دغفل کا رسول اللہ ﷺ سے سماع ثابت نہیں وہ عہد نبوی میں محض ایک شخص تھا۔ بقول حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت عمار وغیرہ از حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے موافق ہے۔

روایتوں کی روشنی میں نتیجہ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اکثر جماعت نے جو ۶۳ سال کی عمر نقل ہے وہ صحیح اور زیادہ درست ہے۔ یہ ثقہ اور متعدد راویوں سے ہے۔ ان کی روایت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت کے بالکل موافق ہے سعید بن مسیّب عامر شعبی اور ابو جعفر محمد بن علی کا بھی یہی قول ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ قاسم بن عبدالرحمان، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور علی بن حسین وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

کچھ عجیب وغریب اقوال.. خلیفہ بن ہشام خیاط (معاذ بن ہشام) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے نیز یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مثنی، معاذ بن ہشام، ہشام) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ یہ قول (زید عمی از یزید از انس) بھی منقول ہے۔

محمد بن عابد (قاسم بن حمید، نعمان بن منذر غسانی) مکحول سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ۶۲ سال سے کچھ مزید مہینوں کے بعد فوت ہوئے۔ یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ (عبدالحمید بن بکار، محمد بن شعیب، نعمان بن منذر) مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ساڑھے باسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

اس بارے میں سب سے عجیب روایت.... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ) حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں آٹھ سال قرآن شریف نازل ہوا اور مدینہ میں ۱۰ سال اگر حسن جمہور کے قول کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ۴۰ سال کی عمر میں قرآن شریف نازل ہوا تو ان کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر ۵۸ سال تھی۔ یہ قول نہایت ضعیف ہے۔ لیکن بہ سند (مسعود از ہشام بن حسان از حسن) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۶۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

خلیفہ بن خیاط (ابو عاصم، اشعث، حسن) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۴۵ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور مکہ میں دس سال رہے۔ اور مدینہ میں آٹھ سال اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ یہ روایت اس تفصیل سے نہایت ضعیف ہے واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کے غسل کا بیان...... وفات کے بعد بروز پیر اور منگل کا کچھ دن صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت میں مشغول رہے۔ بیعت کی تمہید و تکمیل کے بعد ہر مشکل مسئلہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں منہمک ہو گئے۔ بقول ابن اسحاق بیعت ابی بکر کے بعد بروز منگل رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں شروع ہوئے اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کو فوت ہوئے اور منگل کے دن دفن کا عمل ہوا۔

ابو بکر بن ابی شیبہ.. (ابو معاویہ، ابو بردہ) (عمرو بن یزید تمیمی کوفی) (علقمہ بن مرثد، سلیمان بن بریدہ) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو اندر سے آواز غیبی آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص مت اتارو۔ یہ روایت ابن ماجہ نے ابو معاویہ از ابی بردہ سے بیان کی ہے۔

غسل سے متعلق ایک اختلاف.. محمد بن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر) ابو عباد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو یہ بات پیش آئی کہ معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ کو عام میت کی طرح لباس اتار

کر غسل دیں یا لباس سمیت۔ جب یہ اختلاف ظاہر ہوا تو سب پر اُونگھ طاری ہوگئی اور ہر ایک کی ٹھوڑی سینہ پر تھی۔ دروازے کے ایک کونے سے پردہ غیب سے آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کو لباس سمیت غسل دو۔ پھر وہ قمیص سمیت غسل دینے لگے قمیص پر پانی ڈال کر قمیص کو آپ ﷺ کے جسم اطہر پر مل رہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو بات بعد میں معلوم ہوئی پہلے معلوم ہو جاتی تو ازواج مطہرات ہی رسول اللہ ﷺ کو غسل دیتیں۔ امام ابوداؤد علیہ السلام نے یہ روایت ابن اسحاق سے بیان کی ہے۔

غسل کس نے دیا..... امام احمد (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، حسین بن عبداللہ، عکرمہ) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے غسل کے لئے گھر میں آئے تو ان میں ان کے علاوہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ و حضرت قثم رضی اللہ عنہ پسران حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ اور صالح غلام) کے کوئی اور نہ تھا جب غسل دینے لگے تو اوس بن خولی انصاری بدری یکے از بنی عوف بن خزرج نے کہا اے علی! میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق اپنا حصہ اور حق یاد دلاتا ہوں تو حضرت علی نے کہا آ جاؤ، وہ اندر آیا اور رسول اللہ ﷺ کے غسل کے وقت موجود رہا اور غسل میں شریک نہیں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے سینے کا سہارا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور حضرت قثم رضی اللہ عنہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ ﷺ کے جسم اطہر کو الٹ پلٹ رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت صالح رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر عام میت کی طرح کوئی میل کچیل اور آلائش نہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے، میرے ماں باپ قربان، آپ حیات و ممات میں کس قدر پاکیزہ ہیں۔ پانی اور بیری کے پتوں سے آپ کو غسل دیا جا رہا تھا۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کے جسم اطہر کو خشک کیا، پھر آپ کو عام میت کی طرح تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو سفید اور ایک یمنی چادر۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے لحد بنائی .. پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلایا، ایک کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ کیا جو مکہ میں صندوق نما قبر بنایا کرتے تھے۔ اور دوسرے کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بن سہل انصاری کی طرف بھیج دیا جو مدینہ میں بغلی قبر تیار کیا کرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کو روانہ کرتے وقت کہا یا اللہ تعالیٰ! اپنے نبی کے لئے تو ہی انتخاب کر۔ چنانچہ وہ گئے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا قاصد ناکام آیا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا قاصد آپ رضی اللہ عنہ کو لے آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد اور بغلی قبر تیار کی۔ (انفرد بن احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا .. یونس بن بکیر، منذر بن ثعلبہ، صلت بن علباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کو غسل دے رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آواز آئی، آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا یہ منقطع روایت ہے۔ میں (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں بعض ''اہل سنن'' نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! تو اپنا ران برہنہ نہ کر، اور نہ کسی زندہ اور میت کے ران کو دیکھ۔

اس حدیث میں خود نبی علیہ السلام کو اپنی ذات کے متعلق بتانا مقصود تھا۔

حافظ بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، محمد بن یعقوب، یحییٰ بن محمد بن یحییٰ، ضمرۃ عبدالواحد بن زیاد، معمر، زہری) سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا، آپ ﷺ پر عام میت کی طرح کوئی میل کچیل اور آلائش نہیں پائی اور آپ ﷺ زندگی اور موت دونوں حالات میں پاکیزہ تھے۔ امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے اس کو مراسیل میں اور امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے معمر از زہری سے بیان کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی تدفین میں کچھ معروف صحابہ رضی اللہ عنہ .. حافظ بیہقی نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے کہ سعید بن مسیب کا

بیان ہے کہ آپ ﷺ کی تدفین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل رضی اللہ عنہ، حضرت صالح مولیٰ لا رسول اللہ ﷺ (رضوان اللہ علیہم) مصروف رہے اور آپ ﷺ کے لئے لحد تیار کی اور لحد پر خام اینٹیں نصب کیں۔ اسی طرح متعدد تابعین ۸ سے مذکور ہے کہ جن میں عامر شعبی رضی اللہ عنہ، محمد بن قیس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں روایات مختلف الفاظ سے منقول ہیں جن کا یہاں درج کرنا طوالت کا باعث ہے۔

غسل سے متعلق وصیت حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ابو عمرو بن کیسان نے یزید بن بلال سے روایت کیا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سے وصیت کی کہ میں ہی آپ ﷺ کو غسل دوں۔ جو شخص میرے ستر کو دیکھے گا اس کی بینائی چلی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ پردہ کے پیچھے سے مجھے پانی دے رہے تھے، میں آنحضور ﷺ کے جس عضو کو الٹنے کے لئے پکڑتا تا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا میرے ساتھ تیس آدمی اس کو پلٹ رہے ہیں اس حال میں آپ ﷺ کے غسل سے فارغ ہو گیا۔ اس حدیث کو ابو بکر بزار نے اپنی مسند میں اس سند سے بیان کیا ہے ابو بکر بزاز (محمد بن عبدالرحیم، عبدالصمد بن نعمان، کیسان ابو عمرو، یزید بن ہلال) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کرتے ہیں:

او صی النبی علیہ السلام ان لا یغسلہ احد غیری فانہ لا یری أحد عورتی الا طمست عیناہ قال علی فکان العباس و اسامۃ یناو لانی الماء من وراء الستر، قلت ھذا عرب حدا

غرس کے کنویں کے پانی سے غسل حافظ بیہقی (محمد بن موسیٰ بن فضل، اصم، اسید بن عاصم حسین بن حفص، سفیان، ابن جریج محمد بن علی) ابو جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو بیری والے پتوں کے پانی سے تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ قمیص سمیت غسل دیا گیا۔ غرس کنوئیں کا پانی سے غسل دیا گیا جو قبا میں سعد بن خیثمہ کا کنواں تھا، رسول اللہ ﷺ اس کنوئیں کا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ آپ کو سہارا دیئے ہوئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پانی بہا رہے تھے۔ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ مجھے آرام دے اور میرا ہاتھ ہٹا تو نے میری رگ جان کاٹ دی ہے۔ میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ مجھ پر بوجھ گر رہا ہے۔

واقدی (عاصم بن عبداللہ حکمی) عمر بن عبدالحکم سے روایت کرتے ہیں کہ غرس کنواں اچھا ہے۔ یہ جنت کے چشموں میں سے ہے، اس کا پانی عمدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پینے کے لئے اس کنوئیں سے پانی لایا جاتا تھا اور آپ ﷺ کو اسی کے پانی سے غسل دیا گیا۔

سیف بن عمر (محمد بن عون، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبر تیار ہو گئی اور نمازی ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے غسل کی تیاری کی، گھر کے اندر آپ ﷺ کے جسم اطہر کے اردگرد باریک یمنی چادروں کا پردہ تان دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو پردہ کے اندر بلا لیا جب ان کو پانی دینے کے لئے گئے تو ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کو بلا کر اندر داخل کر دیا۔ بنی ہاشم کے دیگر اشخاص پردہ کے پیچھے تھے۔ انصار نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تو اوس بن خولی انصاری بدری کو اندر داخل کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

سیف (ضحاک بن یربوع حنفی، ماہان حنفی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ پردہ تان کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ بن حارث اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پردے کے اندر بلا لیا۔ بنی ہاشم کے دیگر افراد گھر میں پردہ کے باہر تھے۔ اس حال میں ان پر اونگھ طاری ہو گئی تو کسی کی آواز سنی کہ رسول اللہ ﷺ کو غسل مت دو وہ طاہر اور پاکیزہ ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہ دیں۔ دیگر اہل بیت نے کہا آپ ﷺ کو غسل نہ دو۔ اس نے درست کہا ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ایک مجہول آواز کی وجہ سے ہم سنت کو نہیں چھوڑیں گے ان پر دوبارہ اونگھ طاری ہو گئی تو کسی نے ان کو آواز دی کہ آپ ﷺ کو لباس سمیت غسل دو۔ یہ سن کر اہل بیت نے کہا، نہیں نہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، ہاں چنانچہ وہ لوگ آپ ﷺ کو لباس سمیت غسل دینے لگے کہ آپ قمیص زیب تن کئے تھے اور صدری کھلی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کو خالص پانی سے غسل دیا پھر آپ ﷺ کے جوڑوں اور سجدہ کے مقامات پر کافور لگایا اور آپ

ﷺ کی قمیص اور صدری کو نچوڑ کر خشک کر دیا گیا، پھر آپ ﷺ کو لپیٹ دیا گیا، پھر آپ کو عود اور عنبر خوشبو کی دھونی دی گئی۔ پھر آپ ﷺ کو چارپائی پر لٹا کر کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ اس روایت میں نہایت درجہ غرابت ہے۔

نبی علیہ السلام کے کفن کا بیان امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ولید بن مسلم، اوزاعی، زہری، قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یمنی چادر میں لپیٹا گیا پھر وہ چادر آپ ﷺ سے جدا کر دی گئی۔ قاسم کا بیان ہے کہ اس کپڑے کا بقایا حصہ اب تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔ (یہ سند شیخین کی شرط پر ہے۔ اس روایت کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ احمد بن مثنیٰ اور مجاہد بن موسیٰ سے روایت کیا ہے اور ان سب نے ولید بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے)۔

امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (مالک، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی (یمن کی ایک بستی میں تیار شدہ) سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا، کفن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اسماعیل بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت مالک سے بیان کی ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابونعیم کی معرفت سفیان ثوری سے نقل کی ہے۔ اور یہ دونوں سفیان، ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا؟ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، حفص بن غیاث، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یمن کے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا کہ کفن میں دو کپڑے اور یمنی چادر بھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یمنی چادر لائی گئی تھی لیکن انہوں نے واپس کر دی اور کفن میں شامل نہیں کی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوبکر بن ابی شیبہ کی معرفت حفص بن غیاث سے یہ روایت بیان کی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالفضل محمد بن ابراہیم، احمد بن سلمۃ، ہناد بن سری، ابومعاویہ، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو روئی کے تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا کفن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔

باقی رہا چادر کا جوڑا اور "حلہ" تو اس میں لوگوں کو شک ہو گیا، وہ میں نے آپ ﷺ کے کفن کے لئے خریدا تھا۔ پھر اس میں کفن نہیں دیا گیا۔ اور عبداللہ بن ابی بکر نے اس کو لے لیا کہ اس کو یہ کفن دیا جائے گا، پھر اس نے کہا، اگر یہ حلہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا تو نبی علیہ السلام کے کفن میں استعمال ہوتا پھر اس نے یہ حلہ فروخت کر کے فی سبیل اللہ خرچ کر دیا۔ صحیح مسلم میں یہ روایت یحییٰ بن یحییٰ وغیرہ کی معرفت ابومعاویہ سے مروی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، ابومعاویہ، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو عبداللہ بن ابی بکر کے یمنی چادر میں کفن دیا گیا، پھر وہ چادر علیحدہ کر دی گئی تو عبداللہ بن ابوبکر نے اپنے کفن کے لئے مختص کر لی، اس کے بعد اس نے کہا میں اس چادر کو اپنے کفن کے لئے مختص نہیں کرتا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے کفن میں استعمال کرنے سے روک دیا ہے۔ پھر عبداللہ نے اس کو فروخت کر کے قیمت صدقہ میں دیدی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی کفن میں کفن دیا گیا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اسحاق بن راھویہ کی معرفت عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مسکین بن بکیر، سعید بن عبدالعزیز، مکحول، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین یمنی چادروں میں کفن دیا گیا۔ "انفرد بہ احمد"۔

ابویعلیٰ موصلی (سہل بن حبیب انصاری، عاصم بن ہلال، مسجد ایوب کا امام، ایوب نافع) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

سفیان (عاصم بن عبداللہ، سالم) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اور بعض روایات میں ہے دو ہلکے سرخ رنگ کے کپڑے اور ایک یمنی چادر۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن ادریس، یزید، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، اس قمیص میں جس میں فوت ہوئے اور ایک نجرانی جوڑے میں۔ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل اور امام عثمان بن ابی شیبہ سے اور امام ابن ماجہ علی بن محمد سے (اور یہ تینوں) عبداللہ بن ادریس سے، اور یہ یزید بن ابی زیاد سے اور یہ مقسم کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں) یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، سفیان، ابن ابی لیلیٰ، حکم، مقسم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید کپڑوں میں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔ **انفرد به احمد من هذا الوجه۔**

ابوبکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن حسن، حمید بن ربیع، بکر بن عبدالرحمان، عیسیٰ بن مختار، محمد بن عبدالرحمان) (ابن ابی لیلیٰ) عطاء، ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید کپڑوں میں اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔

ابویعلی (سلیمان شاذکونی، یحییٰ بن ابی ہیثم، عطاء، ابن عباس) حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ اس روایت میں ابن لیلیٰ سے یہ اضافہ مروی ہے کہ اس میں ایک سرخ چادر تھی اور اسماعیل مئودب سے کئی ایک راویوں نے (یعقوب بن عطاء از عطاء از ابن عباس از فضل بن عباس) نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا اور ایک روایت میں ہے۔ ''سحولی کپڑوں میں'' واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر (ابوطاہر مخلص، احمد بن اسحاق، بھلول، عباد بن یعقوب، شریک) ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ میں بنی عبدالمطلب کی پر ہجوم مجلس میں گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ تین کپڑوں میں جس میں قمیص، قباء اور عمامہ نہیں تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ جنگ بدر میں تم لوگوں میں سے کتنے گرفتار ہوئے تھے، تو انہوں نے کہا عباس، نوفل اور عقیل۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری از علی زین العابدین سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں سے ایک سرخ چادر تھی۔ حافظ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مشکوک سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سحولی کپڑوں اور ایک یمنی چادر میں کفن پہنایا۔

ابوسعید بن اعرابی (ابراہیم بن ولید، محمد بن کثیر، ہشام، قتادہ، سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدو کپڑوں اور ایک یمنی چادر میں کفن دیا گیا اسی طرح ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے (ہشام از عمران قطان از قتادہ) یہ روایت بیان کی ہے۔

(ربیع بن سلیمان، اسد بن موسیٰ، نصر بن طریف، قتادہ، سعید بن مسیب) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں ایک نجرانی چادر تھی۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ کفن کے بارے میں لوگوں کے وہم کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یمنی چادر پہلے کفن میں شامل تھی پھر اس کو الگ کر دیا گیا، واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسحاق بن خزیمہ، یعقوب بن ابراہیم دورقی، حمید بن عبدالرحمان رواسی، حسن بن صالح) ہارون بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کستوری تھی، انہوں نے وصیت کی کہ اس کا مجھے حنوط کیا جائے اور بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو اور حنوط سے بچ گئی تھی۔ نیز حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن موسیٰ، حمید، حسن، ہارون، ابووائل) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر نمازِ جنازہ کی کیفیت کا بیان ...... حافظ بیہقی اور حافظ بزار کے حوالے سے بترتیب (اشعث بن طلیق اور اصبہانی، مرہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی علیہ السلام کی وصیت کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کو اہلِ بیت غسل دیں اور اس لباس میں کفن دیں یا یمنی لباس میں یا مصری سفید کپڑوں میں، کفن سے فراغت کے بعد آپ کی چارپائی کو قبر کے کنارے پر رکھ کر "تھوڑی دیر" کے لئے باہر چلے جائیں تاکہ فرشتے نمازِ جنازہ پڑھ لیں، پھر مرد اہلِ بیت آ کر نمازِ جنازہ ادا کریں، پھر سب لوگ فرداً فرداً اور اکیلے اکیلے نمازِ جنازہ پڑھیں۔ اس روایت کی صحت مشکوک ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، واللہ اعلم۔

جنازہ بغیر امام کے ... محمد بن اسحاق (حسین بن عبداللہ بن عبداللہ بن عباس، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی قبر پر مردوں نے امام کے بغیر گروہ در گروہ نمازِ جنازہ ادا کی، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے اس کے بعد غلاموں نے، کوئی امام نہ تھا۔

واقدی (ابی بن عیاش بن سہل بن سعد، عیاش) سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ کفن پہنانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو چارپائی پر لٹا دیا گیا پھر آپ ﷺ کی چارپائی قبر کے کنارے رکھ دی گئی پھر لوگ گروہ در گروہ کمرے میں داخل ہو کر بلا امام نمازِ جنازہ ادا کرتے رہے۔

محمد بن ابراہیم کی تحریر ..... واقدی موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محمد کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر پائی، اس میں بیان تھا کہ کفن کے بعد رسول اللہ ﷺ کی چارپائی کو قبر کے پاس رکھ دیا گیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع اس قدر مہاجرین اور انصار کے جو کمرے میں آ سکتے تھے، اندر آئے اور سب نے صف بستہ ہو کر بغیر امام کے کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے صفِ اول میں کھڑے ہو کر کہہ رہے تھے: الٰہی! ہم گواہ ہیں کہ نبی علیہ السلام نے نازل شدہ وحی کی تبلیغ فرمائی، امت کی خیر خواہی کی، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو سرفراز کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلام کامل ہو گیا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان لاتا ہوں۔ اے ہمارے معبود! تو ہم کو ان لوگوں میں شامل کر جو نازل شدہ وحی کی اتباع کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور ہم سب کو اکٹھا فرما دے یہاں تک کہ تو (اے اللہ) ان کو ہمارے بارے میں بتا دے اور تیری ذات ہمارے بارے میں ان کو بتا دے۔ بے شک وہ مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی کرنے والے رحم دل ہم ان پر ایمان لانے کا بدلہ طلب نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے بدلے کوئی قیمت قبول کرتے ہیں۔

لوگ اس دعا پر آمین، آمین کہہ رہے تھے۔ ایک جماعت چلی جاتی اور دوسری آ جاتی یہاں تک کہ مردوں نے نمازِ جنازہ ادا کر لی، پھر عورتوں نے پھر بچوں نے یہ بھی بیان ہوا کہ بروز پیر زوال کے بعد، سے لے کر بروز منگل زوال کے بعد تک نمازِ جنازہ ادا کی اور یہ بھی مذکور ہے کہ تین دن نمازِ جنازہ ادا کرتے رہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کا نمازِ جنازہ فرداً فرداً پڑھنا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے ...... البتہ اس کی تعلیل و توجیہ میں اختلاف ہے، اگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جو آغازِ مضمون میں بیان کر چکے ہیں وہ صحیح ثابت ہو تو وہ اس مسئلہ میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہ عبادت گزاری کے باب میں سے ہوگا جس کی توجیہ مشکل ہے۔ اور یہ کہنا درست نہیں کہ ان کا کوئی امام نہیں تھا کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بیعتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکمیل کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام کی تجہیز و تکفین کا آغاز کیا۔

بعض اہلِ علم کا بیان ہے کہ نمازِ جنازہ کا امام اس لئے نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ براہِ راست ہر کوئی پڑھے اور مسلمانوں کی طرف سے نمازِ جنازہ بار بار ہو، سب مرد و عورت، بچے حتیٰ کہ غلام اور کنیز تک نمازِ جنازہ ادا کرے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ توجیہ (ج ۲/ص ۳۷۷) بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں اور ہر

مسلمان کو صلوا علیہ (۵۶ / ۳۳) کے تحت صلوٰۃ کا حکم بلا امام ہے اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ بھی اس کے تحت داخل ہوگی، نیز فرشتے مسلمانوں سے پہلے درود بھیج رہے ہیں تو مسلمانوں کا درود ان کے تابع ہوگا۔ لہٰذا ملائکہ نماز جنازہ میں ہمارے امام ہوں گے۔

آپ ﷺ کی قبر پر غیر صحابہ کے لئے نمازِ جنازہ میں متأخرین شوافع کا اختلاف بعض جواز کے قائل ہیں کہ نبی علیہ السلام کا جسدِ اطہر قبر میں تروتازہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو بوسیدہ کرنے سے روک دیا ہے (جیسا کہ سنن وغیرہ میں حدیث موجود ہے) لہٰذا نبی علیہ السلام آج کی میت کی طرح ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نماز جنازہ نہ ادا کی جائے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بعد سلف نے ایسا نہیں کیا اگر یہ مشروع ہوتا تو وہ اس پر فوراً عمل کرتے اور اس کی پابندی کرتے، واللہ اعلم۔

نبی علیہ السلام کے دفن کا بیان امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، عبدالعزیز بن جریج) ابوہ جریج سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ آنحضور کو کہاں دفن کریں؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے (وہیں) دفن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کا بستر ہٹا دیا گیا اور بستر کی جگہ قبر کھودی۔ اس حدیث میں انقطاع ہے کیونکہ جریج نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لیکن ابویعلیٰ موصلی نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، روایت کی ہے۔ ابویعلیٰ (ابوموسیٰ ہروی، ابومعاویہ، عبدالرحمان بن ابی بکر، ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، جائے دفن میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے کہ نبی اپنے محبوب ترین مقام میں فوت ہوتا ہے۔ فرمایا جہاں فوت ہوا ہے اسے وہیں دفن کردو۔

اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابوکریب، ابومعاویہ، عبدالرحمان بن ابی بکر ملیکی، ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جائے دفن میں اختلاف پیدا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ سنا ہے۔ میں اب تک نہیں بھولا کہ اللہ تعالیٰ نبی کو ایسی جگہ فوت کرتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے۔ ان کے بستر کی جگہ دفن کردو۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ملیکی کو ضعیف کہا ہے پھر یہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی ایک سند سے مروی ہے۔ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ الاموی (ابوہ، ابن اسحاق، گمنام استاذ، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

آپ علیہ السلام کی قبر کی کھدائی ابوبکر بن ابی الدنیا (محمد بن سہل تمیمی، ہشام بن عبدالملک طیالسی، حماد بن سلمہ، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں دو قبر کھودنے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کہاں دفن کریں؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس جگہ فوت ہوئے ہیں۔ ایک قبر کھودنے والا بغلی قبر بناتا تھا دوسرا صندوقی، چنانچہ بغلی قبر بنانے والا آیا اور اس نے نبی علیہ السلام کے لئے بغلی قبر اور لحد تیار کی۔ یہ روایت مالک بن انس نے ہشام بن عروہ از ابیہ منقطع بیان کی ہے۔

ابویعلیٰ (جعفر بن مہران، عبدالاعلیٰ، محمد بن اسحاق، حسین بن عبداللہ، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اہل مکہ کی طرح شق اور صندوقی قبر بناتے تھے اور ابوطلحہ زید بن سہل انصاری اہل مدینہ کے لئے لحد تیار کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے لئے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمی بھیجے، ایک ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف اور دوسرا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی جانب، اور دعا کی کہ یا اللہ! تو اپنے نبی کے لئے قبر کا انتخاب کر چنانچہ جس کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا تھا وہ ان کو لے کر آ گیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد قبر تیار کی۔

نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے بروز منگل رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کر کے گھر میں چار پائی پر لٹا دیا اور مدفن میں

اختلاف ہوا تو بعض نے کہا کہ مسجد میں دفن کریں۔ اور بعض لوگوں نے کہا جنت البقیع میں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا بستر اٹھایا گیا اور وہاں قبر کھودی گئی پھر دفن کے بعد مرد حضرات گروہ در گروہ داخل ہوئے، وہ نماز جنازہ ادا کر کے فارغ ہوئے تو خواتین داخل ہوئیں، پھر بچے۔ یہ نماز جنازہ بلا امام تھی اور رسول اللہ ﷺ کو بدھ کو آدھی رات کے وقت دفن کیا۔

ابن ماجہ (نصر بن علی، جہضمی، وھب بن جریر، جریر) محمد بن اسحاق سے اس کی سند سے اسی طرح بیان کیا۔ اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ قبر میں اترنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ، فضل رضی اللہ عنہ، قثم، پسران عباس رضی اللہ عنہ اور شقران غلام رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اوس بن خولی انصاری بدری نے کہا اے علی! میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنا تعلق رسول اللہ ﷺ سے یاد دلاتا ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ بھی اتر آئیں۔ اور آپ ﷺ کے غلام شقران نے وہ چادر جو رسول اللہ ﷺ پہنا کرتے تھے، پکڑ کر قبر میں پھینک دی اور کہا، اللہ! آپ ﷺ کے بعد اس کو کوئی نہ اوڑھے گا۔ چنانچہ وہ چادر آپ ﷺ کے ساتھ دفن کر دی گئی۔

یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (حسین بن محمد، جریر بن حازم) ابن اسحاق سے مختصر روایت کی ہے اسی طرح یونس بن بکر وغیرہ نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی حبیبہ، داؤد بن حبیب، عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں نبی فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق) محمد بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حصین یا محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جائے دفن میں اختلاف پیدا ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت البقیع میں لوگوں کے ساتھ دفن کریں یا آپ ﷺ کے گھر میں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کو جہاں فوت کرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے بستر کی جگہ دفن ہوئے۔ بستر اٹھا دیا گیا اور قبر کھود دی گئی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالحمید بن جعفر، عثمان بن محمد اخنسی) عبدالرحمان بن سعید ابن یربوع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، مدفن میں اختلاف برپا ہوا تو کسی نے کہا، بقیع میں دفن کریں وہاں استغفار بکثرت ہوتا ہے کسی نے کہا منبر کے پاس دفن کریں اور کسی نے کہا کہ جائے نماز اور مصلیٰ میں دفن کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے کہا اس مسئلہ کا میرے پاس حل موجود ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (یحییٰ بن سعید از قاسم بن محمد اور حدیث ابن جریج از ابوہ) دونوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرسل بیان کی ہے۔ بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، سلمہ بن نبیط بن شریط، ابوہ، سالم بن عبید) اصحاب صفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گئے، پھر باہر آئے تو ان سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے کہا "ہاں" تو سب سمجھ گئے کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں پھر آپ سے پوچھا کیا نماز جنازہ پڑھیں اور کیسے پڑھیں؟ تو آپ نے کہا کہ تم گروہ در گروہ نماز پڑھو تو ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ ان کے فرمان کے مطابق ہے، پھر پوچھا کہ کہاں دفن ہوں تو بتایا جہاں فوت ہوئے کہ پاکیزہ مقام میں آپ پر موت طاری ہوئی ہے۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ بھی آپ کے قول کے مطابق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خواب اور اس کی تعبیر...... بیہقی (سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید انصاری) سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خواب سنایا (اور وہ خواب کی تعبیر کے ماہر تھے) میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میری گود میں آ پڑے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اگر تمہارا خواب صحیح اور سچ ہے تو تیرے گھر میں روئے زمین کے تین بہترین شخص دفن ہوں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا یہ تیرے سب بہتر

چاندوں میں سے ہے مالک نے اس کو یحییٰ بن سعید از عائشہ رضی اللہ عنہا منقطع روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میری باری میں میرے سینے اور دگدگی کے درمیان فوت ہوئے۔ دنیا کے آخری وقت میں اور آخرت کے ابتدائی وقت میں اللہ تعالیٰ نے (مسواک کے ذریعہ) میرے اور آپ کے لعاب دہن کو اکٹھا فرما دیا۔

قبر حجرہ میں بنانے کی وجہ..... صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مرض وفات میں سنا اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ اور مسجد بنالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلی بنادی جاتی لیکن خطرہ لاحق تھا کہ وہ معبد اور عبادت خانہ بنالی جائے گی۔

امام ابن ماجہ (عمر بن شبیبہ، عبیدہ بن یزید، عبید بن طفیل، عبدالرحمان بن ابی ملیکہ، ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، لحد اور شق قبر بنانے میں اختلاف ہوا یہاں تک کہ شور برپا ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس حیات اور ممات ہر حال میں شور وغوغا مت کرو، بغلی اور صندقچی دونوں قبر بنانے والوں کو پیغام بھیج دو (جو پہلے آجائے وہ قبر بنادو) چنانچہ بغلی بنانے والا آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد تیار کی۔۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس میں دفن کر دیا گیا۔ تفرد بہ ابن ماجہ۔

بغلی قبر بنائی گئی...... ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (محمود بن غیلان، ہاشم بن قاسم، مبارک بن فضالہ، حمید طویل) انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اس وقت مدینہ میں ایک شخص لحد تیار کرتا تھا اور دوسرا شق، تو حاضرین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے خیر ورشد کے طلبگار ہیں ان دونوں کی طرف پیغام بھیجتے ہیں جو شخص پہلے آ گیا اس کو ہم قبر کی تیاری کا اختیار دے دیں گے۔ چنانچہ دونوں کی طرف پیغام بھیجا گیا بغلی قبر بنانے والا پہلے آ گیا اور اس نے بغلی قبر رسول اللہ ﷺ کے لئے تیار کی (تفرد بہ ابن ماجہ) اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالنضر ہاشم بن قاسم از مبارک سے نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، عمری، نافع، ابن عمر، عبدالرحمان بن قاسم از قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد اور بغلی قبر بنائی گئی۔ ان دونوں اسناد میں امام احمد منفرد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن شعبہ، اور ابن جعفر، شعبہ، ابوحمزہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں ایک سرخ چادر ڈال دی گئی، مسلم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد طرق سے شعبہ از ابوحمزہ نقل کیا ہے۔ اور وکیع نے شعبہ سے روایت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے۔ (رواہ ابن عساکر)۔ ابن سعد محمد بن ابن عبد اللہ انصاری، اشعث بن عبدالملک حمرانی) حسن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نیچے سرخ چادر بچھادی گئی۔ جو آپ ﷺ اوڑھا کرتے تھے اور یہ اس لئے بچھائی کہ قبر کی جگہ "نم دار" تھی، بقول ہشیم بن منصور از حسن وہ سرخ چادر جو قبر میں بچھائی گئی وہ آپ ﷺ کو غزوہ حنین سے دستیاب ہوئی تھی اور اس لئے بچھائی گئی کہ مدینہ کی زمین شور اور کھاری تھی۔

ابن سعد (حماد بن خالد خیاط، عقبہ بن ابی الصھباء) حسن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری لحد میں چادر بچھادو، کیونکہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

لحد پر نو اینٹیں لگائی گئیں..... بیہقی (مسدد، عبدالواحد، معمر، زہری، سعید بن مسیب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا اور میں نے آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کوئی میل کچیل اور آلائش نہیں دیکھی جو کہ عام میت پر ہوتی ہے۔ آپ ﷺ حیات اور ممات دونوں حالت میں طیب وطاہر اور پاکیزہ تھے اور آپ ﷺ کی تدفین میں چار افراد (حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فضل رضی اللہ عنہ اور صالح رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ) نے حصہ لیا۔ آپ ﷺ کے لئے بغلی قبر تیار ہوئی اور قبر پر خام اینٹیں نصب کیں اور بیہقی نے کسی سے

نقل کیا ہے کہ نو عدد اینٹیں لگائیں۔

قبر میں کس طرح اتارا...... واقدی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی سبرہ، عبداللہ بن معید، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کو بعد از زوال سے منگل بعد از زوال تک چارپائی پر لٹائے رکھا۔ لوگ نماز جنازہ ادا کر رہے تھے اور چارپائی قبر کے کنارے پر بچھی ہوئی تھی اور جب لحد میں اتارنے لگے تو چارپائی کو پاؤں کی جانب سے سرکایا اور اسی جانب قبر میں اتارا اور آپ کی لحد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت قثم رضی اللہ عنہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور شقران رضی اللہ عنہ نیچے اترے۔

حافظ بیہقی نے (اسماعیل سدی از عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ اترے اور ایک انصاری نے لحد کو ہموار کیا اور اسی نے جنگ بدر میں شہداء کی قبروں کی لحد کو برابر اور درست کیا تھا۔ بقول ابن عساکر جنگ بدر کی بجائے جنگ احد درست ہے۔ قبل ازیں ابن اسحاق (حسین بن عبداللہ، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فضل رضی اللہ عنہ، حضرت قثم رضی اللہ عنہ اور شقران رضی اللہ عنہ اترے تھے اور پانچویں اوس بن خولی کا بھی انہوں نے نام لیا۔ اور اس چادر کا بھی بیان کیا ہے جو حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے قبر میں بچھائی تھی۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ...... حافظ بیہقی (ابوطاہر محمد آبادی، ابوقلابہ، ابوعاصم، سفیان بن سعید ثوری، اسماعیل بن ابی خالد، شعبی،) ابومرحب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی لحد میں گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں چار افراد ہیں ایک ان میں عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے بھی (محمد بن صباح، سفیان، اسماعیل بن ابی خلاد، شعبی) سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

میت کو خاندانی لوگ دفنائیں ... احمد بن یونس نے (زہیر، اسماعیل، شعبی) سے روایت کیا کہ مجھے مرحب یا ابومرحب نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی انہوں نے قبر میں شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میت کو خاندان کے لوگ ہی دفناتے ہیں۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اس کی سند جید اور قوی ہے اور صرف اسی سند سے مروی ہے۔ ''استیعاب'' میں ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ ابومرحب کا نام سوید بن قیس ہے اور ابن عبدالبر نے ایک اور ابومرحب کا نام ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میں اس کی ''خبر'' اور سوانح سے واقف نہیں۔ ''اسد الغابہ'' میں ابن اثیر نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ اس حدیث کا راوی ان دونوں میں سے ایک ہو، یا اس کے علاوہ کوئی تیسرا ہو۔ وللہ الحمد۔

نبی علیہ السلام سے آخری آدمی ملاقات کرنے والا...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب، ابوہ، ابن اسحاق، اسحاق بن یسار ''مقسم ابو القاسم، غلام، عبداللہ بن حارث بن نوفل) مولاہ عبداللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرے کے لئے گیا، وہ اپنی ہمشیرہ ام ہانی کے ہاں مقیم ہوئے، عمرے سے فارغ ہو کر آئے تو اس نے غسل کے لئے پانی رکھا اور آپ نے غسل کر لیا، غسل سے فارغ ہوئے تو چند عراقیوں نے آ کر پوچھا اے ابوالحسن! ہم آپ سے ایک بات پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں آگاہ کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا اندازہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تمہیں کہتا ہے کہ اس کی رسول اللہ ﷺ سے سب سے آخری اور تازہ ملاقات ہے۔ عراقیوں نے کہا کہ ہاں! یہی پوچھنے آئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے آخری اور تازہ ملاقات ہے۔ (تفرد به احمد من هذا الوجه)

حضرت قثم رضی اللہ عنہ...... یونس بن بکیر نے بھی ابن اسحاق از اسحاق اس روایت کی مثل روایت بیان کی ہے مگر اس نے آغاز روایت میں ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنی انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کی قبر میں پھینک دی اور میرا خیال تھا

کہ جب لوگ قبر سے فارغ ہو کر باہر آ جائیں گے تو میں کہوں گا کہ قبر میں میری انگوٹھی گر گئی ہے۔ حالانکہ میں نے جان بوجھ پھینکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو چھوؤں اور میں آخری انسان ہوں جس کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو۔

ابن اسحاق (اسحاق بن یسار، مقسم) عبداللہ بن حارث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرے کا پورا واقعہ بیان کرتے ہیں اور یہ جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس کا یہ تقاضا نہیں کہ ان کی امید بر آئی ہو ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قبر میں اترنے نہ دیا ہو اور کسی کو پکڑانے کا حکم دیا ہو۔ گذشتہ بیان کے مطابق جس کو آپ نے انگوٹھی پکڑانے کو کہا وہ "قثم بن عباس" ہے۔

واقدی (عبدالرحمان بن ابی الزناد، ابوالزناد، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر میں انگوٹھی گرادی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے محض اس لئے انگوٹھی گرائی ہے کہ تم کہہ سکو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر میں اترا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ قبر میں اترے، اور انگوٹھی ان کو دیدی یا کسی کو کہا جس نے نکال کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو دیدی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (بہز، ابو کامل، حماد بن سلمہ، ابو عمران جونی) ابو عسیب یا ابو غنم سے "بالفاظ بہز" روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نماز جنازہ کے وقت موجود تھا۔ سوال ہوا کہ کیسے نماز جنازہ ادا کریں؟ تو کسی نے کہا گروہ در گروہ اندر داخل ہو کر نماز ادا کرو چنانچہ لوگ ایک دروازے سے اندر داخل ہوتے، نماز جنازہ ادا کرتے اور دوسرے دروازے سے باہر چلے آتے۔ جب آپ ﷺ کو لحد میں اتار دیا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ﷺ کے پاؤں میں کچھ باقی رہ گیا ہے جو تم نے درست نہیں کیا۔ حاضرین نے کہا کہ تم اندر داخل ہو کر درست کردو۔ چنانچہ وہ قبر کے اندر اترے اور ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے قدموں کو چھوا اور کہا کہ مجھ پر مٹی ڈال دو۔ لوگوں نے ان پر مٹی ڈال دی جو کہ ان کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔ پھر وہ قبر سے باہر آئے اور وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات تم سب سے تازہ اور آخری ہے۔

نبی علیہ السلام کب دفن ہوئے؟ یونس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ بدھ کی رات کے درمیانی حصے میں ہمیں کسیوں اور پھاوڑوں کی آواز سن کر نبی علیہ السلام کے دفن کا علم ہوا۔

سحری کے وقت واقدی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی سبرہ، حلیس بن ہشام، عبداللہ بن وھب،) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب رو رہے تھے، رات سوئے نہ تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے گھروں میں چارپائی پر پڑے تھے۔ ہم ان کو دیکھ کر دل بہلا رہے تھے، اچانک ہم نے سحری کے وقت لوٹ کر آنے والوں کی آہٹ اور آواز سنی تو ہماری اور اہل مسجد کی چیخیں نکل گئیں۔ مدینہ ایک دم لرز اٹھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان کہی۔ جب اس نے "أشهد أنّ محمداً رسول الله" کہا، خود رویا اور چلایا اور اس نے ہمارے رنج والم میں اضافہ کر دیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا اور راستہ ان کے ورے بند تھا۔ ہائے وہ مصیبت کہ جس بعد سب غم بھول جاتے ہیں جب ہم آپ ﷺ کی وفات کا رنج والم یاد کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسحاق، عبدالرحمان بن قاسم، قاسم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر فوت ہوئے اور بدھ کی رات کو دفن ہوئے۔ کئی ایک احادیث میں یہ مفہوم بیان ہو چکا ہے۔ یہی سلف خلف سب ائمہ کا بیان ہے۔ سلیمان بن طرخان تیمی جعفر بن محمد بن صادق، ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کا۔ یعقوب بن سفیان (عبدالحمید، بکار، محمد بن شعیب) اوزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر نصف دن سے پہلے فوت ہوئے اور منگل کے دن دفن ہوئے۔

امام احمد عبدالرزاق، ابن جریج سے اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر ضحٰی کے وقت فوت ہوئے اور دوسرے دن ضحٰی کے وقت دفن ہوئے۔ یعقوب بن سفیان (سعید بن منصور، سفیان، جعفر بن محمد، محمد اور ابن جریج) ابی جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن فوت ہوئے، پیر کا دن منگل کی رات اور منگل کے دن آخر وقت تک پڑے رہے، یہ قول ضعیف ہے۔

جمہور کا قول جمہور کا وہ قول مشہور ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر کے دن فوت ہوئے اور بدھ کی رات دفن ہوئے۔

اس باب میں ضعیف اقوال یعقوب بن سفیان (عبدالحمید بن بکار، محمد بن شعیب، ابوالنعمان) مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے، پیر کو آپ ﷺ مبعوث ہوئے، پیر کے دن ہجرت کی، اور پیر کے دن ساڑھے باسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور تین دن تک دفن نہ ہوئے لوگ گروہ در گروہ آتے بغیر صف اور بغیر امام کے نماز جنازہ ادا کرتے رہے۔ اس میں تین دن تک دفن نہ ہونے کا قول غریب اور انوکھا ہے اور درست یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کا باقی دن اور منگل کی شب و روز تک دفن نہ ہوئے اور بدھ کی رات کو دفن ہوئے، واللہ اعلم۔

سیف بن ہشام، عروہ سے اس کے برعکس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر فوت ہوئے، پیر کے دن غسل دیا گیا اور منگل کی رات دفن ہوئے۔ سیف کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید نے ایک واقعہ یہ سارا بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ یہ نہایت غریب ہے۔

قبر پر پانی چھڑکنا واقدی (عبداللہ بن ابی جعفر، ابن ابی عون، ابوعتیق) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر بلال بن رباح نے مشک سے پانی چھڑکا، دائیں جانب سے سر سے لے کر پاؤں تک چھڑکا، پھر دیوار کی جانب پانی کا چھینٹا مارا لیکن وہ دیوار کی طرف سے گھوم نہ سکا۔

سعید بن منصور (دراوردی، یزید بن عبداللہ بن ابی یمن) (تیمور یہ نسخہ میں ہے شریک بن عبداللہ بن ابی یمن بن ابی سلمہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر فوت ہوئے اور منگل کے دن دفن ہوئے۔ ابن خزیمہ (مسلم بن حماد، ابوہ، عبداللہ بن عمر، کریب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر فوت ہوئے اور بروز منگل دفن کئے گئے۔

واقدی (ابی بن عیاش بن سہل بن سعید) عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن فوت ہوئے اور منگل کی رات دفن کئے گئے۔ ابوبکر بن ابی الدنیا محمد بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر ۱۲ کو فوت ہوئے اور بروز منگل دفن کئے گئے۔

عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا (حسن بن اسرائیل ابومحمد نہر تیری، عیسیٰ بن یونس، اسماعیل بن ابی خالد) عبداللہ بن ابی اوفی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر فوت ہوئے اور بروز منگل دفن کئے گئے۔ سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابوجعفر کا بھی یہی قول ہے۔

نبی علیہ السلام کی قبر کا بیان یہ بات تواتر سے معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں مدفون ہیں، مسجد نبوی ﷺ کے شرقی جانب، سامنے والے غربی کونے میں، اس کے بعد اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مقاتل، ابوبکر بن عیاش) سفیان تمار سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے نبی علیہ السلام کی قبر کو کوہان کی طرح دیکھا۔ تفرد بہ البخاری۔ ابوداؤد (احمد بن صالح، ابن ابی فدیک، عمرو بن عثمان بن ہانی) قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا اے اماجان! رسول اللہ ﷺ اور شیخین کی قبروں سے پردہ ہٹا کر مجھے دکھائیں۔ انہوں نے تین قبروں سے پردہ ہٹایا تو وہ نہ اونچی تھیں اور نہ پیوند زمین سرخ کنکریلی جگہ میں بچھی ہوئی تھیں۔ تفرد بہ ابوداؤد۔

❁ نبی علیہ السلام۔

❁ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث (ابن ابی فدیک از عمرو از قاسم) میں بیان کیا ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کی قبر کو مقدم دیکھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کا سرہانہ نبی علیہ السلام کی قبر کے کندھوں کے درمیان تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کا سرہانہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کے برابر تھا۔

❀ نبی علیہ السلام کی قبر۔

❀ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر۔

❀ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر۔

ایک عجیب توجیہ ...حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ان کی قبریں مسطح اور برابر تھیں کیونکہ کنکریاں صرف مسطح پر برقرار رہ سکتی ہیں۔ حافظ بیہقی کی یہ توجیہ نہایت عجیب ہے کیونکہ حصبہ اور کنکریوں کا ذکر تک روایت میں نہیں۔ اور ممکن ہے کہ قبر مسنم اور کوہان نما ہو اور اس پر سنگریزے مٹی وغیرہ پیوستہ ہوں۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ (دراوردی، جعفر بن محمد) ابو محمد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی قبر کو مسطح اور برابر کر دیا گیا ہے۔ (مسنم، بلند کر کے اونٹ کے کوہان کی طرح درمیان میں سے اونچا کرے، مسطح، بلند کرے اور بیچ میں سے اونچا نہ کرے، از مترجم)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (فروہ بن ابی المغراء علی بن مسہر، ہشام بن عروہ) عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عبد ملک کے عہد خلافت میں روضہ اطہر کی ایک دیوار گر گئی۔ اس کی تعمیر کرنے لگے تو ایک قدم ظاہر ہو گیا، وہ یہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور سمجھے کہ یہ نبی علیہ السلام کا قدم شریف ہے۔ کوئی شناخت کرنے والا موجود نہ تھا یہاں تک کہ عروہ نے کہا واللہ! یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصیت نامہ حضرت عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وصیت نامہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ وہ حجرہ میں ان کے پاس دفن نہ کریں، بلکہ دیگر ازواج مطہرات کے پاس جنت البقیع میں دفن کریں۔ میں ان کے ذریعہ اپنی ذات کو کبھی ترجیح نہ دوں گی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (۸۶ھ میں جب ولید بن عبد الملک خلافت پر سرفراز ہوئے تو جامع دمشق کی تعمیر شروع کی اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا۔ انہوں نے شرقی جانب سے اس قدر توسیع کی کہ "حجرۂ نبویہ" علی صاحبہا السلام بھی اس میں شامل ہو گیا۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی سند سے مدینہ پر عمر بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں زاذان مولی فرافصہ معمار مسجد نبوی سے روایت کیا ہے اور اس نے سالم بن عبداللہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق نقل کیا ہے اور تینوں قبروں کا بیان امام ابوداؤد کے موافق روایت کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی وفات اور صحابہ ﷺ کی دلی کیفیت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن حرب، حماد بن زید ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام کے مرض میں اضافہ ہوا آپ ﷺ پر غشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے میرے باپ کا کرب والم! تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا، آج کے بعد تیرے والد کو کوئی رنج وکرب نہ ہو گا۔ جب آپ کی روح پرفتوح پرواز کر گئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے میرے پیارے بابا! خدا کی دعوت حق کو قبول کر گئے، ہائے میرے بابا، جن کا مقام جنت الفردوس ہے۔ ہائے پیارے باپ! ہم جبرائیل کو ان کی موت کی خبر دیں گے۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اے انس رضی اللہ عنہ! کیا تم کو گوارہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈال دو، تفرد بہ البخاری۔

امام احمد (یزید، حماد بن زید، ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے انس! کیا تم نے رسول اللہ پر مٹی ڈال کر واپس آنا گوارا کر لیا۔ ابن ماجہ نے بھی اس کو حدیث حماد سے اسی طرح مختصر ذکر کیا ہے۔ اور ابن ماجہ میں حماد کا بیان ہے کہ ثابت بنانی یہ حدیث روایت کرتا تو اس قدر روتا کہ اس کی پسلیاں لرز جاتیں۔ یہ رونا، نوحہ اور بین نہیں بلکہ یہ نبی علیہ السلام کے برحق شمائل وفضائل کے یاد کرنے کے باب میں سے ہے۔ یہ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے نوحہ سے منع فرمایا ہے۔

نوحہ نہ کرنے پر وصیت...... امام احمد اور نسائی نے حدیث شعبہ بیان کی ہے کہ وہ (قتادہ، مطرف، حکیم بن قیس بن عاصم) قیس سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ تم مجھ پر نوحہ نہیں کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا، یہ حدیث ''نوادر'' میں (اسماعیل بن اسحاق قاضی نے از عمرو بن میمون از شعبہ از مطرف) بیان کی ہے۔ پھر علی بن مدینی نے (مغیرہ بن سلمہ، صعق بن حزن، قاسم بن مطیب، حسن بصری) قیس بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ تم مجھ پر نوحہ نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا، پھر اس کو روایت کیا ہے (علی، محمد بن فضل، صعق، قاسم، یونس بن عبید، حسن، قیس بن عاصم) سے۔

حافظ بزار نے (عقبہ بن سنان، عثمان بن عثمان، محمد بن عمرو ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، جعفر بن سلیمان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں جس دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ہر چیز روشن اور خوشنما تھی اور جس دن فوت ہوئے ہر چیز تاریک و تار تھی۔ ہم نے آپ ﷺ کو دفن کرنے کے بعد، ابھی مٹی سے ہاتھ نہیں جھاڑے تھے کہ ہم نے دلوں میں تبدیلی محسوس کی ترمذی، ابن ماجہ نے بھی یہ روایت از بشر از جعفر ضبعی سے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح غریب کہا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ سند شرط صحیحین پر ہے اور جعفر سلیمان کی حدیث محفوظ ہے اور ایک جماعت نے اس کی تخریج کی ہے اور جعفر سے راویوں نے اسی طرح روایت کیا ہے۔

موت کے وقت اندھیرا چھا گیا...... محمد بن یونس کدیمی نے اپنی روایت میں عجیب الفاظ بیان کئے ہیں۔ (ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسی، جعفر بن سلیمان ضبعی، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو مدینہ اس قدر تاریک و تار ہو گیا کہ ایک دوسرے کو نظر نہ آتا تھا اور اپنا ہاتھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم آپ ﷺ کے دفن سے ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر اور تبدیلی محسوس کی۔ حافظ بیہقی نے کدیمی کی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے حفاظ سے ابوالولید طیالسی کی معرفت اسی طرح روایت کیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور وہی محفوظ ہے۔ واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر (ابوحفص بن شاہین، حسین بن احمد بن بسطام در ابلہ، محمد بن یزید رواسی سلمہ بن علقمہ داؤد بن ابی ہند، ابونضرہ) حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جب مدینہ میں ورود مسعود ہوا تو ہر چیز خوشنما اور روشن تھی اور جس دن فوت ہوئے ہر چیز تاریک اور بدنما تھی۔

امام ابن ماجہ (اسحاق بن منصور، عبدالوھاب عجلی، ابن عون حسن) حضرت ابی بن کعب ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو ہمارا مقصد ایک ہی تھا۔ جب آپ ﷺ فوت ہو گئے تو دائیں بائیں، ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

نماز میں تبدیلی...... امام ابن ماجہ (ابراہیم بن منذر حزامی، خالد بن محمد بن ابراہیم بن مطلب بن سائب بن ابی وداعہ سہمی، موسیٰ بن عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی، مصعب بن عبداللہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ طیبہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں نمازی کی نگاہ اس کے پاؤں میں رہتی تھی۔ آگے تجاوز نہ کرتی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو نمازی کی نگاہ اسکے سامنے سے نہ ہٹتی تھی پھر وہ فوت ہو گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وقت آیا اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا تو لوگ نماز میں دائیں بائیں جھانکنے لگے۔

ام ایمن...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے تو ام ایمن رو دیں۔ ان سے پوچھا گیا آپ نبی علیہ السلام پر کیوں آنسو بہا رہی ہیں۔ تو انہوں نے کہا، مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو جائیں گے (اور ہر کسی کو فوت ہونا ہے) لیکن میں تو وحی کے انقطاع پر رو رہی ہوں۔ یہ اسی طرح مختصر بیان کی گئی ہے۔

بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوعبداللہ محمد بن یعقوب، محمد بن نعیم اور محمد بن نصر جارودی، حسن بن علی خولانی، عمرو بن عاصم کلابی سلیمان بن مغیرہ، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام ایمن کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو پانی پیش کیا آپ ﷺ نے واپس لوٹا دیا یا تو آپ ﷺ روزہ دار تھے یا پینے کی خواہش نہ تھی۔ پھر وہ آپ ﷺ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرنے لگیں، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا چلو ام ایمن کی زیارت کریں۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، اس سے وجہ آہ و بکا دریافت کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے بہت بہتر ہے۔ تو اس نے کہا، واللہ اس وجہ سے نہیں روتی کہ یہ بات مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بہت بہتر ہے لیکن میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہوگئی ہے۔ اس بات نے ان کو رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی رونے لگے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو (زہیر بن حرب از عمرو بن عاصم) روایت کیا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے رسول اللہ ﷺ قصہ وفات اور اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطاب کے متعلق بیان کیا ہے کہ خطبہ ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ واپس چلے آئے اور ام ایمن بیٹھی رو رہی تھی، تو کسی نے اس سے رونے کا سبب پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اعزاز و اکرام بخشا ہے اور ان کو جنت میں داخل کر کے دنیا کی تکالیف سے راحت بخشی ہے تو اس نے کہا میں تو صبح شام کی تازہ وحی جو آسمان سے آیا کرتی تھی کے انقطاع اور مرفوع ہونے پر رو رہی ہوں۔ لوگ اس کی یہ حکیمانہ بات سن کر حیران رہ گئے۔

''صحیح'' میں مسلم بن حجاج (ابراہیم بن سعید جوہری، ابواسامہ، یزید بن عبداللہ ابو بردہ) حضرت ابوموسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب اُمت کے لوگوں پر رحم کا ارادہ کرتا ہے تو نبی پر اس کی امت سے قبل موت طاری کر دیتا ہے اور نبی کو امت کے لئے اچھا پیش رو اور پیش خیمہ بنا دیتا ہے جو امت کا گواہ ہوگا اور جب کسی امت کی ہلاکت و تباہی کا ارادہ ہو تو نبی کی زندگی میں ہی اس کو برباد کر دیتا ہے اور نبی کی آنکھ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے کہ وہ نبی کی تکذیب کرتے ہیں اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ امام مسلم اس کی سند اور متن میں اکیلے ہیں۔

سلام پہنچانے والے فرشتے حافظ بزار (یوسف بن موسیٰ، عبدالحمید بن عبدالعزیز بن ابی رواد سفیان عبداللہ بن صائب، زاذان) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے سیاح فرشتے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں نیز فرمایا میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم بات کرتے ہو اور وہ بھی تم سے بات کرتا ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے خیر و برکت کا باعث ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اچھے اعمال پر میں خدا کی تعریف و ستائش کرتا ہوں اور بد اعمال دیکھ کر استغفار کرتا ہوں۔ حافظ بزار کہتے ہیں کہ حدیث کا آخری فقرہ جو عبداللہ سے مروی ہے صرف اسی سند سے مذکور ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

ان اللہ ملائکۃ سیاحین یبلغو نی عن امتی السلام

یہ جملہ امام نسائی نے متعدد طریقے سے سفیان ثوری، اور اعمش سے بذریعہ عبداللہ بن سائب از ابیہ روایت کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن علی جعفی، عبدالرحمان بن یزید بن جابر، ابوالاسود صنعانی) اوس بن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اس میں آدم ﷺ پیدا ہوئے، اسی دن فوت ہوئے اسی دن سور پھونکا جائے گا اور اسی دن میں صاعقہ ہے لہٰذا تم مجھ پر بروز جمعہ بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے آپ ﷺ پر ہمارا درود کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو بوسیدہ کرنے سے روک دیا ہے۔

ابن ماجہ کی فروگذاشت اس روایت کو ابوداؤد نے (ہارون بن عبداللہ اور حسن بن علی) سے روایت کیا ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق بن منصور سے یہ تینوں راوی حسین بن علی جعفی از عبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں اور امام ابن ماجہ (ابوبکر بن ابی شیبہ حسین بن علی، جابر

ابوالاشعث شداد بن اوس سے روایت کرتے ہیں، ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی کا بیان ہے کہ یہ ابن ماجہ کا وہم ہے۔ صحیح اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ ہے (شداد بن اوس نہیں) امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک نہایت عمدہ مشہور نسخہ میں اوس بن اوس ہے جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد اور نسائی نے از اوس بن اوس سے روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (عمرو بن سواد مصری، عبداللہ بن وھب عمرو بن حارث، سعید بن ابی ہلال، زید بن ایمن، عبادہ بن نسی) حضرت ابو الدرداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بروز جمعہ مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو یہ درود مشہور ہے اس میں فرشتے شریک اور شامل ہوتے ہیں جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس حال میں وہ پڑھ کر فارغ ہو جائے۔ ابوداؤد کہتے ہیں میں نے عرض کیا وفات کے بعد بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاء علیہ السلام کے اجسام کھانے سے منع کر دیا ہے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث ابن ماجہ کے ''افراد'' میں سے ہے۔

''روضہ اطہر'' کی زیارت کے بارے مروی احادیث کے بیان میں حافظ ابن عساکر نے ایک خاص عنوان قائم کیا ہے اس کو بالاستیعاب بیان کرنے کا مقام ''کتاب الاحکام الکبیر'' ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تعزیت ... امام ابن ماجہ (ولید بن عمرو بن سکین، ابو ہمام محمد بن زبرقان اھوازی موسیٰ بن عبیدہ، مصعب بن محمد ابوسلمہ بن عبدالرحمان) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازے کھولا جو اپنے اور لوگوں کے درمیان حائل تھا، یا پردہ اٹھا دیکھا! تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان کو بہتر حالت میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، امیدوار تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان میں جانشین بنائے گا۔ اس بہتر حالت میں جس میں ان کو دیکھا اور فرمایا اے لوگوں! کسی آدمی یا کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو چاہئے کہ وہ میری وفات کی مصیبت کی وجہ سے اپنی اس مصیبت پر صبر کرے جو اس کو میری فوتگی کے علاوہ لاحق ہوئی ہے بے شک کسی مسلمان کو میری وفات کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔ تفرد بہ ابن ماجہ۔

موت کے فرشتے کی اجازت طلب کرنا ... امام بیہقی (ابواسحاق ابراہیم بن محمد فقیہ، شافع بن محمد ابوجعفر بن سلامہ طحاوی، مزنی، شافعی، قاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص جعفر بن محمد) محمد سے روایت کرتے ہیں کہ چند قریشی میرے والد علی زین العابدین بن حسین کے پاس آئے تو اس نے کہا، کیا میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہ سناؤں؟ تو انہوں نے کہا کیوں نہیں، آپ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ضرور بیان فرمائیے تو اس نے کہا کہ رسول اللہ بیمار ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا یا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم وتکریم کی خاطر خصوصی طور پر مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے میں آپ ﷺ کی اس ذات کی طرف سے مزاج پرسی کرتا ہوں جو آپ سے بہتر جانتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے آپ نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام میری طبیعت غمناک ہے اور میں مصیبت زدہ ہوں پھر دوسرے دن آئے تو مزاج پرسی کی تو نبی علیہ السلام نے پہلے دن والا جواب دیا پھر تیسرے دن آئے اور طبیعت کا حال دریافت کیا تو آپ ﷺ نے وہی پہلے دن والا جواب دیا اس دن حضرت جبرائیل کے ساتھ ''اسماعیل'' نامی فرشتہ آیا اس کے ماتحت ایک لاکھ فرشتہ ہے اور ہر فرشتے کے تحت ایک لاکھ فرشتہ ہے۔ اس نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ ﷺ کی مزاج پرسی کی، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تعارف کروایا کہ یہ فرشتہ اجل ہے۔ آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتا ہے، اس نے آپ ﷺ سے قبل کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت طلب کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت دو۔ انہوں نے اجازت دے دی تو اس نے اندر آ کر آپ ﷺ کو سلام کہا پھر عرض کیا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اگر آپ روح قبض کرنے کا حکم دیں تو میں روح قبض کروں اگر آپ مجھے حکم نہ دیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے فرشتہ موت! کیا تو یہ کر سکے گا؟ اس نے کہا ''ہاں'' اور بتایا کہ میں اس بات پر مامور ہوں اور مجھے آپ کی اطاعت کا حکم ہوا ہے، پھر نبی علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرشتہ موت سے فرمایا، آپ جس بات کے مامور ہیں وہ کر گزریئے۔ چنانچہ اس نے آپ ﷺ کی روح

قبض کر لی۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو تعزیت کے الفاظ و کلمات انہوں نے گھر کے ایک کونے سے سنے، السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، اللہ تعالیٰ کی ذات میں، ہر مصیبت سے صبر و تسلی ہے۔ اور وہ ہر فوت ہونے والے کا خلف اور جانشین ہے اور ہلاک ہونے والے کا درمانی اور تلافی کرنے والا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ رکھو اور اسی کے امیدوار رہو۔ درحقیقت مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ خضر علیہ السلام ہے (یہ حدیث مرسل ہے، قاسم عمری کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو کئی ایک ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور کئی ایک نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔)

اسی روایت کو (ربیع، شافعی، قاسم عمری، جعفر بن محمد، محمد بن علی) حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور صرف تعزیتی کلمات نقل کرتے ہیں۔ اس کی سند میں بھی قاسم عمری ہے ہم نے اس کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے تا کہ دھوکہ کا اندیشہ نہ رہے۔ اس کے علاوہ اس کو حافظ بیہقی (حاکم، ابو جعفر بغدادی، عبداللہ بن حارث یا عبدالرحمان بن تعد صفانی، ابوالولید مخزومی، انس بن عیاض، جعفر بن محمد) حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو وہ آہٹ سنتے تھے اور جسم نہ دیکھتے تھے۔ اس نے کہا:

"السلام علیکم أهل البیت ورحمة الله وبرکاتهٗ ان فی الله عزاء من کل مصیبة وخلفا من کل فائت ودرکا من کل هالک فبالله فثقوا وایاه فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ"

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اصول۔ امام بیہقی کا بیان ہے کہ یہ دونوں سندیں گو ضعیف ہیں مگر ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور وضاحت کرتی ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث جعفر کا کوئی اصل ہے۔ واللہ اعلم۔

امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ، ابوبکر احمد بن بالویہ، محمد بن بشر بن مطر، کامل بن طلحہ، عباد بن عبدالصمد) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی چارپائی کو گھیر لیا۔ سب حضرات آپ ﷺ کے گرد گریہ کناں تھے کہ ایک سفید ریشمی موٹے جسم صحت مند جسم والا خوش شکل آدمی اندر آیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھا اور رو کر "اصحاب رسول اللہ" کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے کہا:

ان فی الله عزاء من کل مصیبة وعوضا من کل فائت وخلفا من کل هالک فالی الله فانیبوا والیه فارغبوا ونظره الیکم فی البلایا فانظروا.....

مصائب میں اس کی نظر تمہاری طرف ہے تم بھی اس کی طرف نظر کرو......

فان المصاب من لم یجبر

بے شک مصیبت زدہ وہ شخص ہے جس کے نقصان کا جبر نہ ہو۔

پھر وہ چلا گیا تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے اس آدمی کو جانتے ہو، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یہ رسول اللہ ﷺ کا بھائی خضر ہے۔ بقول بیہقی، عباد بن عبدالصمد ضعیف ہے اور قطعاً منکر ہے۔

حارث بن ابی اسامہ (محمد بن سعید، ہشام بن قاسم، صالح مری) ابو حازم مدنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو مہاجر لوگ گروہ در گروہ حجرہ کے اندر داخل ہوتے اور نماز جنازہ ادا کر کے باہر آتے پھر اسی طرح انصار نے نماز جنازہ ادا کی جب مرد نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو خواتین نماز جنازہ کے لئے آئیں، خواتین نے حسب عادت جزع و فزع اور شور غل کیا تو انہوں نے گھر کے اندر ایک جنبش کی آواز سنی اور خاموش ہو گئیں تو ایک کہنے والا کہہ رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان لگانے میں، ہر ہلاک ہونے والے سے صبر و سکون ہے۔ اور ہر مصیبت کا معاوضہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا خلف اور جانشین ہے مصیبت زدہ کے نقصان کی تلافی اس طرح ہے کہ اس کو ثواب تلافی کر دے اور حقیقت میں مصیبت زدہ وہ ہے جس کی ثواب تلافی نہ کرے۔

نبی علیہ السلام کے یوم وفات کے بارے میں اہل کتاب کا علم وعرفان ..... ابوبکر بن ابی شیبہ (عبداللہ بن ادریس، قیس بن ابی حازم) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں یمن میں تھا، یمن میں دو اہل یمن (ذوکلاع اور ذوعمر) سے ملاقات ہوئی، میں ان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگا۔ تو انہوں نے کہا اگر تمہاری احادیث نبوی ﷺ برحق اور سچ ہیں تو تیرے صاحب یعنی رسول اللہ ﷺ تین دن سے فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت جریر کہتے ہیں: وہ اور میں سب جمع ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے ہم ابھی راستے ہی میں تھے کہ مدینہ کا ایک قافلہ ظاہر ہوا۔ ہم نے ان سے کوئی تازہ خبر پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں، لوگ ٹھیک ٹھاک حالت میں ہیں۔ حضرت جریر کہتے ہیں ان دونوں نے مجھے پیغام دیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتا دینا ہم آئے تھے ان شاء اللہ تعالیٰ شاید ہم عنقریب واپس آئیں۔ وہ یمن چلے گئے اور میں مدینہ چلا آیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب ان کا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا آپ ان کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے؟ اس کے بعد ملاقات میں مجھے ذوعمر نے کہا جناب جریر! آپ مجھ سے محترم ہیں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں، آپ اہل عرب ہمیشہ خیر و برکت میں رہیں گے۔ جب آپ کا امیر فوت ہو جائے تو آپ دوسرا امیر بنالیں، اور جب حکومت بزور تلوار حاصل ہو تو آپ ملوک اور بادشاہ بن جاؤ گے۔ بادشاہوں کی طرح غضبناک ہو گے اور بادشاہوں کی طرح رضامند ہو گے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی شیبہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور حافظ بیہقی نے بھی امام حاکم، عبداللہ بن جعفر، یعقوب بن سفیان سے، اسی طرح روایت کیا ہے۔

حافظ بیہقی (حاکم علی بن متوکل، محمد بن یونس، یعقوب بن اسحاق حضرمی، زائدہ، زیاد بن علاقہ) حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یمن میں ایک یہودی عالم ملا۔ اس نے کہا کہ اگر تمہارا صاحب اور ساتھی برحق نبی ہے تو وہ بروز پیر فوت ہو گیا ہے۔ امام بیہقی نے اسی سند سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوسعید، زائدہ، زیاد بن علاقہ) حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے یمن میں ایک یہودی عالم نے کہا "ان کان صاحبکم نبیاً فقد مات الیوم" حضرت جریر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر فوت ہوئے۔

حضرت کعب کا عجیب واقعہ ..... حافظ بیہقی (ابوالحسین بن بشران معدل در بغداد، ابوجعفر محمد بن عمرو، محمد بن ہیثم سعید بن ابی کثیر بن عفیر، عبدالحمید بن کعب بن ... کعب بن عدی تنوخی، عمر بن حارث، ناعم بن اجیل) حضرت کعب بن عدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اہل حیرہ کے وفد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا ہم دائرہ اسلام میں داخل ہو کر واپس حیرہ چلے آئے۔ ہم وہاں پہنچے ہی تھے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کی اطلاع ملی تو میرے ساتھی شک میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر وہ نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ علیہ السلام سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں اور میں خود اسلام پر ثابت قدم رہا۔ پھر مدینہ کی جانب روانہ ہوا راستہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ ہم اس کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے، میں نے اسے کہا کہ آپ میرے دل کی بات بتائیں، میرا دل اس سے پریشان ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی نام لکھ کر لاؤ۔ میں نے وہ نام اس میں ڈال دیا تو اس نے کتاب میں غور کیا، دیکھا تو اس میں نبی علیہ السلام کی شکل وصورت کا بیان ہے، جیسا کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تھا اور آپ ﷺ کا اسی میں فوت ہونے کا ذکر ہے جس میں آپ ﷺ فوت ہوئے۔ یہ دیکھ کر میری ایمانی بصیرت میں اضافہ ہو گیا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر یہ سارا واقعہ ان کو بیان کیا، اور ان کے پاس کچھ دن مقیم رہا۔ پھر آپ نے مجھے مقوقس کی جانب روانہ کیا اور میں وہاں سے واپس آ گیا۔ نیز مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے خط دے کر مقوقس کے پاس بھیجا، میں اس کے پاس پہنچا تو جنگ یرموک کا زمانہ تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا اس نے مجھ سے پوچھا کیا معلوم ہے کہ روم نے عرب کا قتل وخون کر کے ان کو شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا: کیوں نہیں ہو سکتا؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پھر اس نے کہا تمہارے نبی ﷺ نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم! روم قوم عاد کی طرح قتل کر دیئے گئے۔

پھر اس نے مجھ سے اعیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور سرکردہ اشخاص کے بارے میں پوچھا، میں نے ان کو بتایا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اور سر برآوردہ اشخاص کے نام تحائف بھیجے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور غالباً حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تحائف قبول کرنے والوں میں شامل تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تنخواہ داروں کا رجسٹر تیار کیا تو "بنی عدی بن کعب" کے دیوان اور دفتر میں میری تنخواہ مقرر کی۔ یہ اثر غریب ہے۔ اس میں خبر عجیب ہے اور وہ صحیح ہے۔

وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد ارتداد کا دور، اور مکہ میں سہیل رضی اللہ عنہ کا کردار ...... محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد کی لہر دوڑ گئی۔ یہودیت اور عیسائیت سر بلند ہوگئی اور نفاق غالب آ گیا اور نبی علیہ السلام کی وفات کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت کمتر اور سردی کی رات میں، بارش زدہ بکریوں سی تھی۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق اور متحد کر دیا۔

ابن ہشام نے ابوعبیدہ وغیرہ اہل علم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر اہل مکہ نے مرتد ہونا اور اسلام سے پھر جانے کا ارادہ کر لیا تھا یہاں تک کہ امیر مکہ عتاب بن اسید، ان سے خوف زدہ ہو کر چھپ گیا اور حضرت سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا، حمد وثنا کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ بات اسلام میں قوت کی موجب ہے، جو شخص ہم میں بدگمانی پیدا کرے گا ہم اس کا سر قلم کر دیں گے۔ چنانچہ لوگ اپنے ارادے سے باز آ گئے اور مرتد ہونے سے رک گئے اور عتاب بن اسید حاکم مکہ برملا لوگوں کے سامنے آ گئے۔ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں اسیر ہو کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے دانت اکھاڑ دینے کا مشورہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، ممکن ہے کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہو کہ تو اس کی مذمت نہ کرے۔ یہ وہی مقام ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر عرب قبائل میں ارتداد اور اسلام سے انحراف کا زمانہ ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔ یمامہ میں متنبی مسیلمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی اور عام لوگوں میں انحراف اور اسلام سے اعراض کا حادثہ بیان کریں گے، یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی طرف لوٹ آئے اور ارتداد کی سفاہت اور جہالت کی حالت جس پر شیطان نے ان کو ابھارا تھا، چھوڑ کر اسلام کی طرف آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت و مدد کی اور ان کو دین اسلام پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ثابت قدم کر دیا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا کلام ...... ابن اسحاق وغیرہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بارے میں جیسا کہ عنقریب مفصل آئے گا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بہت سے قصیدے بیان کئے ہیں، سب سے اہم اور فصیح و بلیغ وہ قصیدہ ہے جو عبدالملک بن ہشام نے ابوزید انصاری سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ پر اشکبار ہو کے کہا:

بطیبة رسم للرسول ومعهد
منیر وقد تعفو الرسوم وتهمد
ولا تمتحی الآیات من دار حرمة
بها منبر الهادی الذی کان یصعد
وواضح آیات وباقی معالم
وربع له فیه مصلی ومسجد
بها حجرات کان ینزل وسطها
من الله نور یستضاء ویوقد
معارف لم تطمس علی العهد آیها
أتاها البلا فالآی منها تجدد

"مدینہ اور طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے آثار ہیں اور منزل ہے مینار نور اور گاہے نشانات مٹ جاتے ہیں اور پامال ہو جاتے

ہیں۔اور محترم منزل کے نشانات محو نہیں ہوتے۔وہاں پر "ہادی" کا وہ منبر ہے جس پر چڑھتا تھا اور واضح نشانات اور باقی رہنے والے علامات، اور ان کی منزل ہے اس میں عبادت گاہ اور مسجد ہے۔وہاں حجرے ہیں ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا نور نازل ہوتا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔معروف مقامات ہیں، سرور زمانہ کے باوصف اس کے نشانات محو نہیں ہوئے۔ان پر آفت آئی اور ان سے وہ اور تروتازہ ہو گئے"۔

عرفت بها رسم الرسول وعهده
وقبراً بها واراه في الترب ملحد
ظللت بها ابكي الرسول فاسعدت
عيون ومثلاها من الجن تسعد
يذكرن آلاء الرسول ولا ارى
لها محصيا نفسي فنفسي تبلد
مفجعة قد شفها فقد احمد
فظلت لآلاء الرسول تعدد
وما بلغت من كل أمر عشيره
ولكن لنفسي بعد ما قد توجد

"میں نے ان میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود کے آثار اور قبر کو دیکھا جس میں آپ کو قبر بنانے والے نے مٹی میں دفن کر دیا ہے۔میں وہاں رسول اللہ ﷺ پر اشکبار ہوں اور آنکھیں مدد کی گئیں اور اس سے دو چند جنات کی آنکھوں سے مدد کی گئی۔وہ رسول اللہ ﷺ کے احسانات یاد دلاتے ہیں اور ان کو میں شمار نہیں کر سکتا اور میں نا سمجھ ہوں۔وہ دردمند ہیں احمد ﷺ کی وفات نے ان کو ناتواں کر دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احسانات کو شمار کرنے لگتی ہیں۔اور ان کی ہر بات دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی لیکن میرا دل غمناک ہے"۔

أطالت وقوفاً تذرف العين جهدها
على طلل القبر الذي فيه احمد
فبوركت يا قبر الرسول وبوركت
بلاد ثوى فيها الرشيد المسدد
تهيل عليه الترب أيد واعين
عليه ..وقد غارت بذلك ..اسعد
لقد غيبوا حلما و علما ورحمة
عشية علوه الثرى لا يوسد
وراحوا بحزن ليس فيهم نبيهم
وقد وهنت منهم ظهور واعضد

"وہ اپنی کوشش سے دیر تک آنسو بہاتی رہی اس قبر کے نشانات پر جس میں احمد ﷺ مدفون ہیں۔اے قبر رسول! تجھ پر برکات نازل ہوں اور بابرکت ہو وہ علاقہ جس میں ہدایت راست رو مقیم ہے۔ہاتھ اس پر مٹی ڈالتے ہیں اور آنکھیں اس پر روتی ہیں اور وہ چپک گئی ہیں۔بردباری، علم اور رحمت کو انہوں نے عشاء کے وقت دفن کر دیا ہے۔اس کے اوپر گیلی مٹی

ڈال دی گئی ہے۔ ان کو وسادا اور تکیہ نہیں دیا گیا۔ وہ اندوہناک واپس چلے آئے ان میں ان کا نبی ﷺ موجود نہیں تھا، ان کی کمریں اور بازو کمزور ہو چکے ہیں۔"

ویبکون من تبکی السمٰوات یومہ
وقد بکتہ الأرض فالناس أکمد
وھل عدلت یوما رزیة ھالک
رزیة یوم مات فیہ محمد
تقطع فیہ منزل الوحی عنھم
وقد کان ذا نور یغور وینجد
یدل علی الرحمٰن من یقتدی بہ
وینقذ من ھول الخزایا ویرشد
امام لھم یھدیھم الحق جاھداً
معلم صدق ان یطیعوہ یسعدوا

"اور وہ اس ذات پر دن بھر روتے ہیں جس پر آسمان اور زمین گریہ کناں ہیں اور سب لوگ غمناک ہیں کیا کبھی کسی فوت ہونے والے کی مصیبت، اس مصیبت کے ہم پلہ ہوئی ہے جس دن محمد (ﷺ) فوت ہوئے۔ اس دن جبرئیل علیہ السلام ان سے منقطع ہو گیا اور وہ صاحب نور تھا جس کا پرتو، غوز اور نجد میں تھا۔ جو اس کی اتباع کرے اس کو وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتا ہے اور راہنمائی کرتا ہے اور رسوائیوں کی ہولناکیوں سے نجات دلاتا ہے۔ وہ ان کا امام ہے ان کو کوشش سے راہِ حق بتاتا ہے۔ اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو سعادت مند ہو جائیں"۔

عفوّ عن الزلات یقبل عذرھم
وان یحسنوا فاللہ بالخیر أجود
وان ناب أمر لم یقوموا بحملہ
فمن عندہ تیسیر ما یتشدد
فبیناھم فی نعمة اللہ وسطھم
دلیل بہ نھج الطریقة یقصد
عزیز علیہ أن یجوروا عن الھدیٰ
حریص علی أن یستقیموا ویھتدوا
عطوف علیھم لا یثنی جناحہ
الی کنف یحنوا علیھم ویمھد

"لغزشوں سے معاف کرنے والے معذرت قبول کرتے ہیں اگر وہ نیک کام کریں تو اللہ تعالیٰ بہت فیاض ہے۔ اگر ان کو کوئی مشکل درپیش ہو تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ پس وہ کون ہے جس کے پاس مشکلات کا حل ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ہیں۔ ان کے درمیان رہنما ہے اسی کے ذریعے سیدھے راستہ پر چلنے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ان کا راہِ راست سے ہٹنا اس کو ناپسند ہے۔ ان کی استقامت اور ہدایت کا وہ حریص اور آرزومند ہے۔ وہ ان پر مہربان ہے وہ اپنے بازوئے رحمت موڑتا نہیں وہ ان پر مشفق ہے اور ان کو ہموار رحمت میں رکھتا ہے"۔

فبینا هم فی ذلک النور اذ غدا
الی نورهم منهم من الموت مقصد
فاصبح محموداً الی الله راجعاً
یبکیه جفن المرسلات ویحمد
وأمست بلاد الحرم وحشا بقاعها
لغیبة ما کانت من الوحی تعهد
قفاراً سوی معمور ة اللحد ضافها
فقید یبکیه بلاط و غرقد
ومسجده فالموحشات لفقده
خلاء لـه فیها مقام ومقعد

''وہ اس نور میں پرسرور تھے، اچانک ان کے نور کی طرف موت کا تیر آیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف قابلِ ستائش لوٹا، اس پر فرشتوں کی آنکھیں روتی ہیں اور تعریف کرتی ہیں۔ اور حرم کے علاقے کے مقامات وحشت ناک ہو گئے ہیں وحی کے غائب ہونے کی وجہ سے جو معہود تھی۔ وہ بیابان ہے سوائے قبر کی جگہ کے اس میں ایک فقید المثال چلا گیا ہے اس پر فرش اور غرقد درخت روتے ہیں۔ اور اس کی مسجد یہ مقامات ان کے نہ ہونے کی وجہ سے وحشت ناک ہیں، خالی ہیں۔ ان کی ان مقامات میں نشست تھی''۔

وبالجمرة الکبری لـه ثم اوحشت
دیار و عرصات وربع ومولد
فبکی رسول الله یا عین عبرة
ولا أعرفنک الدهر دمعک یجمد
ومالک لا تبکین ذا النعمة التی
علی الناس منها سابغ یتغمد
فجودی علیه بالدموع واعولی
لفقد الذی لا مثله الدهر یوجد
وما فقد الماضون مثل محمد
ولا مثله حتی القیامة یفقد

''اور جمرہ کبریٰ میں بھی اس کا قیام تھا۔ پھر یہ علاقہ اور میدان اور گھر اور جائے ولادت خالی ہو چکے ہیں اے آنکھ! تو رسول اللہ ﷺ پر آنسو بہا اور میں تیرے آنسوؤں کو کبھی خشک نہ پاؤں۔ اور تجھے کیا ہے کہ تو نہیں روتی اس منعم پر جس کے لوگوں پر انعامات بہت زیادہ ہیں۔ اس پر آنسو بہا اور آہ و فغاں کر بے مثال انسان کے مفقود ہونے پر۔ سابقہ زمانہ کے لوگوں نے مثل محمد ﷺ مفقود نہیں پایا اور نہ ہی قیامت تک ان جیسا کوئی مفقود ہو سکتا ہے''۔

اعف وأوفی ذمة بعد ذمة
واقرب منه نائلا لا ینکد
وابذل منه للطریف وتالد

اذا ضن معطاء بما کان یتلد
واکرم صیتا فی البیوت اذا انتمی
واکرم جداً ابطحیا یسود
وامنع ذروات واثبت فی العلا
دعائم عز شاهقات تشید
واثبت فرعاً فی الفروع ومنبتاً
وعوداً غذاه المزن فالعود اغید

''نہایت مہربان اور پاکباز اور ایک کے بعد دوسرے عہد کو پورا کرنے والے اور عطیہ میں بھی اس کے کوئی قریب نہیں ہے اور نہ ہی ان پر بخل کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ اور بہت خرچ کرنے والا ان سے نئے اور پرانے مال کو جب فیاض اپنے مال سے بخل کرے۔ جب نسب بیان کرے تو خاندان میں معزز واعلیٰ ہیں اور ابطحی دادا کے لحاظ سے اعلیٰ سردار ہیں۔ اور بلندیوں کے محفوظ مقامات کی حفاظت کرنے والے اور اس نے بلندی میں عزت کے بلند اور مضبوط ترین ستون قائم کئے ہیں۔ اور شاخوں میں مضبوط شاخ اور اُگنے میں اور اس کی جڑ کو برساتی پانی نے سیراب کیا اور وہ ٹہنی نرم اور عمدہ ہے''۔

رباه ولیداً فاستتم تمامه
علی اکرم الخیرات رب ممجد
تناهت وصاة المسلمین بکفه
فلا العلم محبوس ولا الرای یفند
اقول ولا یلفی لما قلت عائب
من الناس الا عازب القول مبعد
ولیس هوائی نازعا عن ثنائه
لعلی به فی جنة الخلد صمد
مع المصطفی ارجو بذاک جواره
وفی نیل ذاک الیوم اسعی واجهد

''رب مجید نے ان کی بچپن میں ہی اچھے کاموں پر تربیت کی ہے اور وہ پایہ تکمیل کو پہنچے۔ اس کے دست مبارک سے مسلمانوں کی وصیت اختتام کو پہنچ گئی۔ پس نہ علم پر پابندی ہے اور نہ ہی رائے ملعون و مردود ہے۔ میں کہتا ہوں اور میری بات پر نکتہ چینی دور کی کوڑی لانے والے اور غلط بات کہنے والا ہی کر سکتا ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ اس کی تعریف وستائش میں زندگی بسر ہو جائے شاید میں اس کی بدولت جنت خلد میں ہمیشہ رہوں۔ مصطفیٰ ﷺ کے ہمراہ اس وجہ سے میں ان کی ہمسائیگی کا امیدوار ہوں۔ اور آج میں اسی کے حاصل کرنے میں کوشاں ہوں''۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اظہار غم...... روض الانف کے آخر میں امام سہیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ پر اشکبار ہوتے ہوئے کہا:

ارقت فبات لیلی لا یزول
ولیل اخی المصیبة فیه طول

واسعدني البكاء وذاك فيما
أصيب المسلمون به قليل
لقد عظمت مصيبتنا وجلت
عشية قيل قد قبض الرسول
وأضحت أرضنا مما عراها
تكاد بنا جوانبها تميل
فقدنا الوحي والتنزيل فينا
يروح به ويغدو جبرئيل

"مجھے نیند نہ آئی اور میری رات ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی اور مصیبت زدہ کی رات لمبی ہوتی ہے۔ اور مجھے بے ساختہ رونا آیا اور یہ آہ و بکا مسلمانوں کی نسبت بہت معمولی ہے۔ اس وقت ہماری مصیبت بے پایاں ہوگئی جب کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ اور ہمارا علاقہ اس مصیبت کی وجہ سے جو اس کو پہنچی ہے قریب تھا کہ اس کے اطراف و اکناف پر لرزہ طاری ہو جائے۔ ہم نے وحی اور قرآن شریف کے نازل ہونے کو مفقود پایا جس کو صبح شام حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے تھے"۔

وذاك أحق ما سالت عليه
نفوس الناس أو كربت تسيل
نبي كان يجلو الشك عنا
بما يوحىٰ اليه وما يقول
ويهدينا فلا نخشى ضلالاً
علينا والرسول لنا دليل
أفاطم ان جزعت فذاك عذر
وان لم تجزعي ذاك السبيل
فقبر ابيك سيد كل قبر
وفيه سيد الناس الرسول

"یہ حادثہ فاجعہ اس سے زیادہ مستحق ہے کہ اس پر لوگوں کا دم نکل جائے یا اس کے قریب نوبت پہنچ جائے۔ نبی علیہ السلام ہمارے شک کو وحی اور اپنے فرمان کی بدولت دور کرتے۔ وہ ہمارے راہنما تھے ہماری ضلالت کا اندیشہ نہ لاحق ہو، رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے دلیل راہ ہیں۔ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! اگر تو جزع فزع کرے تو یہ عظیم عذر ہے۔ اگر جزع فزع نہ کرے تو یہی طریقہ اچھا ہے۔ تیرے والد کی قبر کائنات کی تمام قبروں کی سردار ہے اور اس میں سید عالم رسول اللہ ﷺ دفن ہیں"۔

نبی علیہ السلام کے ترکے کا بیان

نبی علیہ السلام نے نہ کوئی درہم و دینار بطور ترکہ چھوڑا، نہ غلام اور کنیز اور نہ بکری اور شتر اور نہ کوئی ایسی چیز جو آپ ﷺ کی وراثت ہو۔ ہاں البتہ آپ ﷺ نے کچھ قبہ چھوڑا جس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیا کیونکہ پوری دنیا آپ ﷺ کی نگاہ میں ہیچ تھی۔ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نزدیک مچھر کے پر کے برابر نہیں) کہ آپ ﷺ اس کے حصول کے لئے کوشش کرتے یا پسماندگان کے لئے وراثت چھوڑتے۔

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، ابوالاحوص، ابواسحاق) عمرو بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار اور نہ غلام اور نہ کنیز۔ صرف ایک سفید خچر جس پر آپ ﷺ سوار ہوتے تھے۔ اسلحہ اور زمین جس کو آپ ﷺ نے فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔

اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو متعدد مقامات سے بیان کیا ہے۔ ابوالاحوص، سفیان ثوری اور زہیر بن معاویہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اسرائیل سے اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن اسحاق سے، یہ پانچوں راوی ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی سے روایت کرتے ہیں اور یہ عمرو بن حارث بن مصطلق بن ابی ضرار برادر ام المؤمنین جویریہ بنت حارث سے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو معاویہ، اعمش اور ابن نمیر، اعمش، شقیق، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم اور نہ بکری اور بعیر اور نہ ہی کسی چیز کی وصیت کی۔

یہ مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں متعدد طرق سے (سلیمان بن مہران، اعمش، شقیق بن سلمہ ابووائل، مسروق بن اجدع) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق رضی اللہ عنہ حبیبہ محبوب خدا جن کی برائت وصفائی ساتویں آسمان سے نازل ہوئی رضی اللہ عنہا وأرضاہا سے مروی ہے۔

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن یوسف، سفیان، عاصم، ذر بن حبیش) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار بکری اور بعیر نہیں چھوڑے۔

(۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان، سفیان، عاصم، ذر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار بکری اور بعیر نہیں چھوڑے۔ زیادہ تر مجھے اسی طرح معلوم ہے۔ عبد اور امہ کے ذکر میں مجھے شک لاحق ہے۔ شمائل میں ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بندار از عبدالرحمان بن مہدی سے نقل کیا ہے۔

(۵) ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، مسعر، عاصم بن ابی النجود، ذر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار، غلام اور کنیز بکری اور بعیر نہیں چھوڑا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بغیر کسی شک کے روایت کی ہے۔

(۶) حافظ بیہقی (ابوزکریا بن ابواسحاق مزکی، ابوعبداللہ محمد بن یعقوب، محمد بن عبدالوہاب، جعفر بن عون، مسعر، عاصم) ذر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے میراث کی بابت پوچھتے ہو۔ سنو! رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار اور غلام وکنیز ترکہ میں نہیں چھوڑی۔ مسعر راوی کہتا ہے میرا خیال ہے کہ عاصم نے بکری اور بعیر کا نام بھی لیا۔

(۷) مسعر (عدی بن ثابت) علی بن حسین سے مروی ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار اور غلام و لونڈی ترکہ نہیں چھوڑی۔

(۸) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اعمش، ابراہیم، اسود) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے مدت معینہ تک غلہ خریدا اور اس کے عوض لوہے کی زرہ گروی رکھی۔

(۹) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (قبیصہ، ثوری، اعمش، ابراہیم، اسود) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بھی ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع کے عوض آپ کی زرہ گروی تھی۔

(۱۰) ..... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن ہارون، ثوری، اعمش، ابراہیم، اسود) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت بھی آپ ﷺ کی زرہ تیس صاع جو کے عوض گروی تھی۔

(۱۱) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبدان، ابوبکر محمد بن حمویہ عسکری، جعفر بن محمد قلانسی، آدم، شیبان، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور سڑاندوالی چربی دعوت میں پیش کی گئی۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **والذی نفس محمد بیدہ** ! بخدا آل محمد ﷺ کے پاس گندم اور کھجور کا ایک صاع ذخیرہ نہیں ہے، آپ ﷺ کی اس وقت نو بیویاں تھیں اور آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس مدینہ میں ایک زرہ گروی رکھی اور اس سے غلہ لیا اور وفات تک آپ ﷺ اس زرہ کو آزاد نہ کرا سکے۔ ابن ماجہ نے اس روایت کا بعض حصہ شیبان بن عبدالرحمان نحوی از قتادہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، ثابت، ہلال، عکرمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جبل احد کی طرف دیکھ کر فرمایا والذی نفسی بیدہ، بخدا میرے لئے باعث مسرت نہیں ہے کہ آل محمد ﷺ کے پاس پورا جبل احد سونا ہو اور میں اس کو فی سبیل اللہ صرف کردوں اور وفات کے دن میرے پاس صرف ۲ دینار ہوں جن کو میں نے قرضہ چکانے کے لئے رکھا ہو چنانچہ جب آپ ﷺ فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے نہ درہم و دینار چھوڑا اور نہ غلام اور لونڈی اور ایک زرہ تھی جو یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض گروی تھی۔

اس حدیث کا آخری حصہ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن معاویہ جمحی، ثابت بن یزید) ہلال بن خباب عبدی کوفی سے روایت کرتے ہیں اور پہلا حصہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۱۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، ابوسعید، عفان ثابت بن یزید، ہلال بن جناب، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ چٹائی پر دراز تھے اور آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر چٹائی کے نشانات تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ ﷺ اس سے نرم بستر بنا لیتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، میرا دنیا سے کیا تعلق، میری اور دنیا کی مثال ایک سوار کی ہے۔ جو گرمی اور دھوپ کے وقت چلا اور اس نے دن میں معمولی وقت درخت کے سایہ کے نیچے بسر کیا پھر چھوڑ کر چل دیا۔ (تفرد بہ احمد)

اس کی سند جید ہے اور اس کا شاہد قصہ ایلاء میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کے زہد اور ترک دنیا کے بارے میں اور اعراض لذائذ دنیا اور اس کے نظر انداز کرنے کے بارے میں اور احادیث کے ساتھ اس کا تذکرہ ہوگا اور یہ ہمارے مدعا کی دلیل ہے کہ نبی علیہ السلام کے نزدیک مال دنیا کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

(۱۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، عبدالعزیز بن رفیع) سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ نہیں چھوڑا اسوائے اس کے جو دو لوحوں کے درمیان ہے۔ پھر ہم محمد بن علی زید العابدین کے پاس گئے تو اس نے بھی یہی کہا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قتیبہ از سفیان بن عیینہ اسی طرح سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، مالک بن مغول) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا نبی ﷺ نے کوئی وصیت کی، تو اس نے کہا نہیں، تو میں نے پوچھا پھر لوگوں پر وصیت کیونکر فرض کی یا وصیت کا ان کو حکم دیا گیا، تو اس نے کہا کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی۔ ابوداؤد کے علاوہ سب اہل سنن اور مسلم بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو متعدد طریقہ سے مالک بن مغول سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے کہ ہم مالک بن مغول کی سند کے علاوہ کوئی سند نہیں جانتے۔

نوٹ...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فصل کے بعد ہم بہت سی ایسی احادیث بیان کریں گے جن میں متعدد اشیا کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھیں۔ مثلاً ازواج مطہرات کے گھر، کنیزیں، غلام، گھوڑے، شتر بکریاں، اسلحہ، خچر، گدھا، بیاس، گھر کا اثاثہ اور انگوٹھی وغیرہ ہم ان کو باسناد اور بہ دلائل بیان کریں گے۔

ان میں سے اکثر نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی عدم وراثت کا وعدہ پورا کرنے کی خاطر خیرات کردی تھیں۔ لونڈیاں اور غلام آزاد کر دیئے تھے، کچھ سامان اور اثاثہ بمع اراضی بنی نضیر، خیبر اور فدک کے مسلمانوں کی مصلحت اور مفاد کے لئے رکھا ہوا تھا۔ جیسے کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بیان کریں گے کہ آپ ﷺ نے اس مال و متاع سے اپنے ورثاء کے لئے قطعاً! کچھ نہیں چھوڑا۔ و باللہ المستعان۔

فرمان رسول ''لا نورث'' کا بیان...... (۱)...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان ابوالزناد، اعرج) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے وارث درہم و دینار تقسیم نہ کریں گے۔ ازواج مطہرات اور عاملین کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔

(۲) ...امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم اور ابوداؤد کئی ایک اسناد سے (مالک بن انس، ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان، عبدالرحمان بن ھرمز اعرج) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے وارث دینار تقسیم نہ کریں۔ گے اہل وعیال اور عاملین کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔ (لفظ بخاری)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا عزم...... (۳) ...امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مسلمہ، مالک زہری عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے عزم کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میراث کی بابت بھیجیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" ہم انبیاء کی جماعت کے وارث نہیں ہوتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں ہے؟ یہ روایت مسلم نے یحیٰ بن یحیٰ ابوداؤد نے قعنبی اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے قتیبہ، یعنی ان تینوں نے مالک سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ بغرض محال اگر وراثت ہوتی بھی تو انہوں نے اعتراف کرلیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ترکہ صدقہ ہے مال موروث نہیں۔ ظاہر ہے کہ باقی امہات المومنین نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی موافقت کی ہوگی اور ان کی بات سے ان کو یہ مسئلہ یاد آ گیا ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ ان کے نزدیک طے شدہ تھا، واللہ اعلم۔

(۴) ...امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل بن ابان، عبداللہ بن مبارک، یونس زہری، عروہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، "لانورث ماترکنا صدقۃ"

(۵)... ..فرمان رسول اللہ ﷺ "لانورث ماترکنا صدقۃ" کے عنوان کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن محمد بن، ہشام، معمر زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی وراثت کے مطالبہ کے لئے آئے، وہ اس وقت فدک اور خیبر کی اراضی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے "لانورث ماترکنا صدقۃ" اس اراضی سے آل محمد ﷺ کا گزران چلے گا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! اس کے بارے میں وہی کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ملاقات چھوڑ دی اور مرنے تک ان سے بات نہیں کی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرزاق از معمر بیان کیا ہے۔

(۶) ..امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن ابراہیم، ابوہ، صالح بن کیسان، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ترکے سے وراثت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہمارے وارث نہیں ہوتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آ گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ دی اور مرنے تک ان سے ملاقات نہیں کی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ چھ ماہ زندہ رہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

(۷). امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بخاری شریف "کتاب المغازی" میں (ابن بکیر بلیث، عقیل، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سابقہ روایت کی طرح بیان کرتے ہیں اور اس میں اضافہ ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لوگوں میں وجاہت تھی۔ جب وہ فوت ہوگئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں انحراف اور اعراض محسوس کیا، اس وقت انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مصالحت اور تجدید بیعت کرنے کا خیال کیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لایئے، آپ کے ساتھ کوئی اور نہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت کی تیزی کی وجہ سے ان کے ساتھ آنے کو ناگوار سمجھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان کے پاس اکیلے نہ جائیں تو انہوں نے کہا ممکن نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ کریں۔ واللہ! میں ان کے پاس اکیلا ہی جاؤں گا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں آپ کی فضیلت اور بزرگی معلوم ہے اور جو مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا اور ہم خلافت پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے حسد نہیں کرتے۔ لیکن آپ لوگوں نے اکیلے ہی خلافت کا فیصلہ کر لیا (اور ہمیں نظر انداز کر دیا) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت اور رشتہ کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا بھی اس میں حق ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر ایسی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا والذی نفسی بیدہ بخدا! رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا خیال تو مجھے اپنی قرابت سے بھی زیادہ ہے۔ باقی رہا وہ نزاع جو وراثت کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے، میں نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ میں نے وہی کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر پڑھائی تو منبر پر تشریف لائے خطبہ مسنونہ پڑھا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال بیان کیا، بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور ان کا عذر بیان کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کی اور فضائل کا ذکر کیا اور بتایا کہ بیعت نہ کرنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حسد تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور لوگوں نے اس بات کی تحسین کی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اچھا طریقہ اختیار کر لیا تو لوگ آپ سے زیادہ محبت کرنے لگے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے اس روایت کو متعدد اسناد سے (از زہری از عائشہ رضی اللہ عنہا) اسی طرح روایت کیا ہے۔

یہ بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی بعد کی تھی، صلح کی پختگی کی بیعت تھی اور دوسری بیعت تھی۔ اس بیعت کے لحاظ سے جو سقیفہ بنی ساعدہ کے دن آپ نے کی تھی جیسے کہ ابن خزیمہ اور امام مسلم رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔ ان چھ ماہ کے عرصے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے الگ نہیں رہے بلکہ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے اور مشورہ کی خاطر ان کے پاس جاتے رہے اور معرکہ ذی قصہ میں ان کے ساتھ گئے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۸)..... بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چند دن بعد، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آئے تو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پایا، انہیں اپنے کندھے پر اٹھا کر کہنے لگے اے حسن رضی اللہ عنہ! میرے ماں باپ قربان، نبی علیہ السلام کے شبیہ ہو، علی کے شبیہ نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس کھڑے مسکرا رہے تھے۔ (یعنی تمہاری صورت نبی کے مشابہ ہے علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں، اور حضرت علی قریب ہی کھڑے مسکرا رہے تھے)۔

بیعت ثانی...... یہ دوسری بیعت، بیعتِ صلح جب معرضِ وجود میں آئی تو بعض لوگوں نے سمجھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے بیعت نہ کی تھی۔ اور انہوں نے پہلی بیعت کی نفی کر دی اور یہ اصول ہے کہ مثبت منفی سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ اثبات نفی سے بہتر ہے۔ باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض اور غصہ ہونا تو مجھے اس کا سبب معلوم نہیں اگر وراثت کے مطالبے کو مسترد کر دینے کی وجہ سے تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایسا عذر پیش کیا تھا، جس کا قبول کرنا بہت ضروری تھا، وہ عذر ان کے والدِ ماجد رسول اللہ ﷺ سے مروی تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "ہم انبیاء کی جماعت کے وارث نہیں ہوتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے"۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مطالبہ وراثت سے پہلے حدیث معلوم نہیں تھی، سنتے ہی انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا جیسا کہ بعض ازواج مطہرات کو معلوم نہیں تھا، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا اور انہوں نے اس کی تائید کی۔ نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر یہ بدگمانی لاحق نہیں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حدیث کے بارے میں متہم کیا ہو۔ ہرگز نہیں، یہ بات ان کی شان سے بہت دور ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے، حالانکہ اس حدیث کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی ہے۔ اگر اس روایت کو تنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے تو سب مسلمانوں پر اس کو قبول کرنا واجب تھا اور اس کے سامنے سر خم تسلیم کرنا ایک ضروری امر تھا۔

روافض کے لئے غور کرنے کا مقام . . حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اگر اس بناء پر تھی کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تھی کہ یہ اراضی قابل وراثت نہیں، صدقہ اور خیرات ہے تو اس کے نگران حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین اور خلیفہ ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کام کے مطابق ان کو عمل کرنا واجب ہے اور جس چیز کی رسول اللہ ﷺ نگرانی کرتے تھے، وہ اس کی نگرانی کریں گے۔ اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! جو کام رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے میں بھی وہی کروں گا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ملاقات نہیں کی اور وفات تک بات نہیں کی۔ ان حالات میں، قطع تعلقی اور ناراضگی نے روافض کے لئے شر و فساد اور جہل و نادانی کا وسیع عریض دروازہ کھول دیا اور اس وجہ سے وہ لایعنی باتوں میں الجھ گئے۔ اگر وہ حقائق کو سمجھتے اور صحیح صورت حال سے آگاہ ہوتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت کے قائل ہو جاتے اور ان کا وہ عذر خندہ پیشانی سے قبول کر لیتے جس کا قبول کر لینا ہر مسلمان کا فرض ہے لیکن روافض ایک ایسی رذیل اور گمراہ جماعت ہے متشابہ پر عمل کرتا ہے اور محکم امور کو چھوڑ دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ، تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر معتبر علماء کے فیصلے کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت کی متعدد صحابہ رضی اللہ عنہ سے تائید اور موافقت ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل) زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مالک بن اوس بن حدثان نے مجھے بتایا (اور محمد بن جبیر بن مطعم نے اس حدیث کا ذکر میرے پاس کیا تھا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے یہ حدیث پوچھی) تو اس نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کا دربان "یرفا" بھی آ گیا۔ اس نے عرض کیا، کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، اور سعد رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو ملاقات کی اجازت دیں گے تو انہوں نے کہا "ہاں" اور یرفا نے ان کو اجازت دیدی۔ پھر پوچھا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت دیں گے تو ان کو بھی اندر آنے کی اجازت دیدی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جناب امیر المؤمنین! میرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین وزماں قائم ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "لانورث ما ترکنا صدقہ" جماعت انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہوتے ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذات مراد تھی۔ حاضرین نے تائید کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی تو انہوں نے بھی تصدیق و تائید کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ قصہ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے "مال فیء" کو رسول اللہ ﷺ کے لئے مختص فرمایا، کسی کو اس میں حصہ دار نہ بنایا (۵۹/۶) اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے مفت دلایا سو تم نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غالب کر دیتا ہے۔ جس پر چاہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ مال "فے" خالص رسول اللہ ﷺ کا تھا، بخدا! یہ مال آپ نے تمہارے بغیر خاص اپنے لئے جمع نہیں کیا اور نہ ہی تم پر کسی کو ترجیح دی۔ بلکہ وہ تم کو دیا اور تم میں تقسیم کر دیا اور پھیلا دیا یہاں تک کہ اس میں سے یہ مال بچ گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس مال سے اپنے اہل وعیال کا سال بھر کے لئے خرچ لیتے تھے اور باقی ماندہ مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں اس پر عمل کیا۔ خدارا! بتاؤ کیا تم اس کو جانتے ہو؟ انہوں نے "ہاں" میں جواب دیا تو آپ نے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا خدارا! بتائیں کیا آپ اس بات کو جانتے ہیں؟ تو انہوں نے "ہاں" کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو قبضہ میں کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کے کام کے مطابق اس میں عمل کیا، پھر وہ فوت ہو گئے، تو میں نے کہا میں بھی رسول اللہ ﷺ کے جانشین کا جانشین ہوں دو سال وہ میرے زیر انتظام رہا۔ میں نے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق عمل کیا پھر تم دونوں میرے پاس آئے، تمہارا مطالبہ ایک ہی تھا اور تمہارا مقدمہ اکٹھا تھا، اے عباس رضی اللہ عنہ! آپ اپنے بھتیجے

کا حق وراثت لینے آئے تھے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کا حق وراثت لینے آیا جو اس کو اپنے والد ماجد سے ملتا ہے۔ میں نے اس وقت کہا تھا اگر چاہو تو اس میں اس کو، اسی طرز عمل پر تمہارے حوالے کر دیتا ہوں اس کے علاوہ تم مجھ سے کسی فیصلہ کی امید رکھو تو اس خدا کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے میں اس کے علاوہ قیامت تک کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اب اگر تم دونوں اس طرز عمل سے عاجز آ چکے ہو تو وہ میرے حوالے کر دو، میں تم دونوں کو اس عمل سے بری کر دوں گا۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح'' میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ مسلم اور اصحاب سنن نے زہری سے کئی ایک اسناد سے روایت کی ہے۔

متفق علیہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق کیا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ راست گو، ہدایت یافتہ اور حق راستے پر چلنے والے تھے۔ پھر تم میرے پاس آئے اور میں نے وہ تمہارے حوالے کر دیا کہ تم اس میں میرے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کے مطابق عمل کرو۔ خدارا بتاؤ کیا میں نے وہ اس شرط پر تمہارے حوالہ کر دیا تھا ان دونوں نے ''ہاں'' کہا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا خدارا تم بتاؤ کیا میں نے یہ تمہارے حوالے کر دیا تھا۔ ان دونوں نے ''ہاں'' کہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم مجھ سے اس کے علاوہ کسی فیصلہ کی امید رکھتے ہو۔ بالکل نہیں اس خدا کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ (سفیان، عمرو، زہری) مالک بن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے میں آپ کو اس خدا کے نام سے پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہے کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جماعت انبیا علیہم السلام کے وارث نہیں ہوتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ سب نے کہا ''ہاں'' (یہ صحیحین کی شرط پر ہے) امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ نگرانی کی سپردگی کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تھی کہ ان کے درمیان نگرانی تقسیم کر دیں اور ہر ایک کو اس کی وراثت کے مطابق نگرانی حوالے کر دیں اور انہوں نے اپنے جانے سے پہلے چند صحابہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان مشترکہ نگرانی کے باعث سخت جھگڑا برپا ہو گیا تھا۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہ جو ان دونوں سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے انہوں نے کہا جناب امیر المومنین ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک کو دوسرے سے راحت بخشیں۔

گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرسری نظر میں بھی بہ حساب وراثت نگرانی کو تقسیم کرنے سے گریز کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان (لانورث ماترکنا صدقة) کی تعمیل اور حفاظت کی خاطر، پس آپ ﷺ نے ان کی بات تسلیم کرنے سے سختی سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک مشترکہ نگرانی کرتے رہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اراضی پر غالب آ گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے روبرو، اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے مشورہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ (جیسا کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے مسند میں بیان کیا ہے) پھر یہ اراضی مسلسل علویوں کی زیر نگرانی رہی۔

مسند شیخین ... مسند شیخین (ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ) میں، میں نے اس حدیث کی سب اسناد اور الفاظ بالاستیعاب جمع کی ہیں۔ بحمداللہ تعالیٰ میں نے ہر مسند کی ایک ضخیم جلد تیار کر دی ہے جو ان کی رسول اللہ ﷺ سے روایات اور صحیح مفید فقہ پر مشتمل ہے۔ اور اس کو میں نے آج کل کے اصطلاحی ''ابواب فقہ'' پر مرتب کیا ہے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے آغاز کلام میں، قیاس اور آیت وراثت کے عموم سے استدلال کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث کے ساتھ جواب دیا جو خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ سے حق وراثت کی ممانعت پر دلالت کرتی تھی اور انہوں نے فرمان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قبول کر لیا اور یہی آپ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق گمان ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ (عفان، حماد بن سلمہ، محمد بن عمرو) ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جب آپ فوت ہوں گے تو آپ کا کون وارث ہوگا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "میری اولاد اور ازواج" تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا وجہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے وارث نہ ہوں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کی وراثت نہیں ہوتی (ان النبی لا یورث) لیکن میں اس کی پرورش کروں گا جس کی رسول اللہ ﷺ پرورش کیا کرتے تھے اور اس پر خرچ کروں گا جس پر رسول اللہ ﷺ خرچ کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع ترمذی" میں (محمد بن مثنی، ابوالولید طیالسی، محمد بن عمرو، ابو سلمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصول روایت کی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح ضعیف کہا ہے۔

حدیث ورثہ محل نظر ہے ..... باقی رہی وہ حدیث جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، محمد بن فضیل، ولید بن جمیع) ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کیا رسول اللہ ﷺ کے آپ رضی اللہ عنہ وارث ہیں یا ان کا اہل وعیال؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں بلکہ ان کا اہل وعیال وارث ہوگا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا ورثہ کہاں ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب نبی علیہ السلام کو کوئی دولت دیتا ہے پھر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو وہ دولت اور اراضی اس کے حوالے کر دیتا ہے جو اس کا جانشین ہو تو۔ چنانچہ میری رائے ہے کہ میں اس کو مسلمانوں کو واپس لوٹا دوں۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے (فرمان رسول اللہ ﷺ پہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے) کہا آپ جانیں اور جو آپ نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ (انت وما سمعت من رسول اللّٰہ)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عثمان بن ابی شیبہ از محمد بن فضیل سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے متن اور الفاظ میں غرابت ونکارت واجنبیت اور عجوبہ پن ہے۔ ممکن ہے کہ بعض راویوں نے اس کو اپنے حسب فہم بیان کر دیا ہو اور یاد رہے کہ اس کی سند میں بعض شیعہ راوی بھی ہیں اور اس حدیث میں یہ بہترین جملہ ہے۔ (انت وما سمعت من رسول اللّٰہ) یہی درست ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق گمان ہو سکتا ہے، ان کی حالت، سیادت، علمیت اور دیانت کے پیش نظر یہی بات لائق ہے۔

گو بعد ازاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تھی کہ ان کے شوہر کو اس اراضی کا نگران مقرر کر دیں مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست قبول نہیں کی۔ اس باعث وہ ان سے ناراض ہو گئیں۔ سنئے! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بھی حوا کی بیٹی ہیں اور آدم کی اولاد ہیں۔ اولاد آدم کی طرح وہ بھی ناراض ہوتی ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا معصوم نہیں کہ کوئی غلطی سرزد نہیں ہو سکے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ اور مخالفت خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وفات سے پہلے راضی کر لیا اور ان سے بہتر سلوک کیا بس وہ رضامند ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی .... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبداللہ محمد بن یعقوب، محمد بن عبدالوہاب، عبدان بن عثمان عتکی در نیسابور، ابوحمزہ، اسماعیل بن ابی خالد) شعبی سے روایت کرتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار پرسی کے لئے آئے اور اجازت طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار پرسی کے لئے آئے ہیں، اجازت کے طلب گار ہیں۔ تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ میرے اجازت دینے کو پسند کرتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "ہاں" میں جواب دیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ وہ اندر آئے اور ان کو راضی کرنے کی خاطر کہا، میں نے گھر بار، مال، اہل وعیال اور قبیلہ وخاندان صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی، رسول اللہ کی خوشنودی اور اہل بیت کی مسرت وپسندیدگی کی طلب میں ترک کیا ہے پھر آپ نے رضامند کیا اور وہ راضی ہو گئیں۔ یہ سند قوی اور جید ہے اور ظاہر ہے کہ عامر شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا یا اس سے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا۔

فیصلہ کی توثیق......اور علمائے اہل بیت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ حافظ بیہقی (محمد بن عبداللہ الحافظ، ابوعبیداللہ صفار، اسماعیل بن اسحاق قاضی، نصر بن علی، ابن داؤد) فضیل بن مرزوق سے نقل کیا ہے کہ زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ خلیفہ ہوتا تو اراضی فدک کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔

روافض کا استدلال اور اس کا جواب......روافض نے اس مقام پر جاہلانہ کلام کیا ہے اور بے وقوفی کا مظاہرہ کیا ہے اور انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جسے وہ سمجھ نہیں سکے اور ابھی اس کی حقیقت ان پر کھلی نہیں بے کار اور فضول باتوں میں خود کو الجھا لیا ہے اور ان میں سے بعض نے حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تردید کی سعی لاحاصل کی ہے کہ وہ نص قرآن شریف کے مخالف ہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے **وورث سلیمان داود** (۱۶/۲۷) اور سلیمان، داؤد کا وارث، اور زکریا علیہ السلام سے مذکور ہے **فھب لی من لدنک ولیا یرثنی** (۱۵/۹۱) تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ کلام الٰہی سے ان کا استدلال بوجوہ باطل ہے۔ داؤد علیہ السلام سے سلیمان علیہ السلام کی وراثت سے مراد حکومت و نبوت ہے کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کا حکومت اور رعایا کے مسائل سلجھانے اور بنی اسرائیل کے نزاع نپٹانے میں قائم مقام اور نائب بنایا اور اس کو والد ماجد کی طرح "نبی کریم" بنایا اور وہ باپ کی طرح حکومت و نبوت سے سرفراز تھے۔ اس سے مال و دولت کی وراثت مراد نہیں ہے کیونکہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق ان کی اولاد بہت تھی بعض کہتے ہیں سو افراد پر مشتمل تھی۔ اگر مال و زر کی وراثت مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر پر کیوں اکتفا کرتے، اس سے مقصد صرف اپنے بعد حکومت و نبوت کی وراثت کا قیام ہے اس بنا پر فرمایا **وورث سلیمان داؤد** (۱۶/۲۷) اور سلیمان، داؤد کا وارث ہوا **واوتینا من کل شیء** ہم کو ہر چیز عطا کی گئی ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہم نے اس بات پر مکمل بحث کی ہے۔ **وللہ الحمد والمنۃ کثیراً۔**

باقی رہا، حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ، تو ان کا شمار انبیاء کرام میں سے ہے دنیا کا مال و متاع ان کی نگاہ میں حقیر اور ناچیز ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا کریں جو ان کے مال و متاع کا وارث بنے یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ آپ صرف نجار اور بڑھئی تھے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ جیسا کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ ان کے پاس اپنے معاش اور روزی سے ذخیرہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے لڑکے کے طلبگار ہوں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے صرف ایک نیک بچے کا سوال کیا تھا جو ان کی نبوت کا وارث، اور بنی اسرائیل کے امور کو سنبھال سکے اور ان کو سیدھے راستے پر گامزن کر سکے۔ بنابریں قرآن پاک میں ہے **ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب** (۱۹/۶) وارث عطا کر جو میرا اور یعقوب کے خاندان کا وارث ہو۔ یعنی نبوت کا وارث ہو۔ جیسا کہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا ہے اس سے پہلے (ابوسلمہ از ابوہریرہ از ابوبکر) بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (**النبی لایورث**) لفظ نبی اسم جنس ہے اور جملہ انبیاء علیہ السلام کو محیط ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن کہا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے **نحن معاشر الانبیاء لانورث** ہم انبیاء علیہ السلام کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

نبی علیہ السلام دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بعض احکام میں مختص ہیں وہ آپ کا خاصہ ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام ان احکام میں آپ کے ساتھ شرکت نہیں رکھتے جیسا کہ ہم سیرت کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مستقل عنوان قائم کریں گے۔ بالفرض اگر آپ کے علاوہ دیگر انبیاء علیہ السلام کے وارث ہوتے، دراصل ایسا نہیں ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ کا یہ خاصہ ضرور بیان کرتے جن میں خلفاء اربعہ شامل ہیں۔

حدیث "**لانورث**" پر عمل واجب ہے اور اس کے مقتضی کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے جیسے کہ خلفاء نے فیصلہ کیا اور علماء اہل بیت نے اس مسئلہ کی صحت کا اعتراف کیا خواہ آپ کا یہ خاصہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "**لا نورث ماترکنا صدقۃ**" ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔

"**ماترکنا صدقۃ**" میں اجزاء ترکیبی کے لحاظ سے احتمال ہے کہ یہ صرف آپ کے حکم کی خبر ہو یا آپ کے ہمراہ جملہ انبیاء علیہم السلام کی بھی خبر ہو اور یہی ظاہر مفہوم ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ "**ماترکنا صدقۃ**" سے وصیت کی انشاء اور ایجاد مقصود ہو گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لانورث**"

ہمارے وارث نہیں ہوتے کیونکہ ہمارا سارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور تمام مال کو صدقہ قرار دینے کا جواز آپ کا خاصہ ہے پہلا احتمال زیادہ واضح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

اور دوسرے احتمال کی تائید حدیث مالک وغیرہ (ابوالزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ورثاء مال و دولت تقسیم نہ کریں۔ اہل و عیال اور عاملین کے اخراجات کے بعد باقی ماندہ مال صدقہ ہے) سے ہوتی ہے، یہ الفاظ مسلم رحمۃ اللہ علیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ اس حدیث میں ردّ ہے کہ بعض جاہل شیعہ نے اس حدیث میں تبدیلی کی ہے کہ "**ماترکنا صدقة**" مانافیہ بہ نصب صدقہ یعنی ہم نے صدقہ نہیں کیا اور یہ محرف حدیث کے پہلے جملہ "لانورث" کا کیا جواب دے گا اور مذکور بالا روایت (**ماترکنا بعد نفقة نسائی مؤنة عاملی فهو صدقة**) کا کیا مفہوم بیان کرے گا؟

اس تحریف کی وہ پوزیشن ہے جو کسی معتزلی سے منقول ہے کہ اس نے کسی اہل سنت کے عالم کے پاس (**کلم الله موسی تکلیما**) میں لفظ "اللہ" مفعول اور منصوب پڑھا (یعنی موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا) تو اہل سنت عالم نے کہا، صد افسوس! تو (**فکلمه ربه**) کی کیا تاویل کرے گا۔ غرضیکہ "**لانورث ماترکنا صدقة**" واجب العمل ہے۔ یہ حدیث لفظ اور معنی کے ہر احتمال کے لحاظ سے "آیت میراث" کی تخصیص کرتی ہے اور آپ ﷺ کی ذات کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے خواہ آپ ﷺ کی تنہا ذات گرامی کو، یا بمع دوسرے انبیاء علیہ السلام کے، صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات اور اولاد کا بیان ...... اے نبی ﷺ کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو تو دبی زبان سے بات نہ کہو کیونکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ لالچ کرے گا۔ اور بات معقول کہو اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور گذشتہ زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہیں پھرو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کرو اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے اے نبی ﷺ کے گھر والو! تم سے ناپاکی دور کرے۔ اور تمہیں خوب پاک کرے۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ راز چھپانے والا اور خبردار ہے۔ (۳۳/۳۴)

یہ بات بالاتفاق مروی ہے کہ بوقت وفات نبی علیہ السلام کی نو بیویاں تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ تیمیہ ۵۷ھ/۴۲۷ رمضان، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدویہ ۴۱ھ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابی سفیان رضی اللہ عنہ صخر بن حرب اموی ۴۴ھ، حضرت زینب بنت جحش اسدیہ ۲۰ھ، حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ رضی اللہ عنہ ۶۰ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہ ۵۱ھ، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ عامریہ رضی اللہ عنہ ۲۲ھ، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ مصطلقیہ ۵۶ھ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی **اسرائیلیہ** ۵۰ھ

اور نبی علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون قبطیہ مصریہ "انصنا" کے علاقہ سے ہیں والدہ ابراہیم بن محمد ﷺ متوفی ۲۹ ۔ ل ۱۰ھ المولود بماذی الاولیٰ ۹ھ اور حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت زید **قرظیہ** دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا وہ اپنے خاندان کے پاس چلی گئیں اور بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ ان کے ہاں بابردہ خاتون تھیں۔ اللہ اعلم۔ اس باب میں ہم مفصل اور ترتیب وار ائمہ کرام کے اقوال نقل کریں گے۔ وباللہ المستعان۔

چند ۔ شادیاں حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سعید بن ابی عروبہ، قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ شادیاں کیں تیرہ ۔۔۔ گیارہ ۔۔۔ ہمراہ شرکت اختیار کی اور نو بیویاں چھوڑ کر فوت ہوئے جن کے اسماء گرامی ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ روایت (سیف بن عمر از سعید از قتادہ)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تیمور یہ میں سعید کی بجائے بحیر بن کثیر ہے۔ پہلی موقوف روایت ہی درست صحیح ہے نیز (سیف بن عمر تمیمی سعید قتادہ انس اور ابن عباس)

✪ شادی کرنے سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دو خاوندوں سے شادی کی۔

(۱) عتیق بن عابد (روض الانف میں عائذ ہے) اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو محمد بن صیفی کی والدہ ہے۔
(۲) ابو ہالہ تمیمی سے نکاح کیا۔ اس سے ہند بن ہند پیدا ہوا۔ ابن اسحاق نے اس کا نام ذکر کیا ہے۔
پہلے خاوند ابن عابد کی وفات کے بعد ابو ہالہ نباش بن زرارہ یکے از بنی عمرو بن تمیم حلیف بنی عبدالدار سے نکاح کیا اس سے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے، پھر وہ فوت ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور آپ رضی اللہ عنہ سے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے بعد حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طیب رضی اللہ عنہ، اور حضرت طاہر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ شیر خوارگی کے دنوں میں سب لڑکے فوت ہو گئے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے ان کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ (عبدالرزاق، معمر از زہری از عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مذکور ہے۔ ہم ان سے شادی کی تفصیل اور ان کے فضائل بہ دلائل جلد اول میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ...... امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔ ان کے علاوہ کسی اور کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ان سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ایک بچے کا اسقاط ہو گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ''ام عبداللہ'' تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر بن عوام کے نام سے کنیت رکھتی تھی۔
امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بعض کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ سے شادی کی تھی۔ (قالہ ابن اسحاق وغیرہ) ہم یہ اختلاف اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ہجرت سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے بعد ہوئی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ... رسول اللہ ﷺ کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ وہ اس سے پہلے حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بن
حذافہ بن قیس بن عدی کی بیوی تھیں۔ وہ جنگ احد میں زخمی ہو کر فوت ہو گئے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۔ آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ ہند رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے شادی کی، وہ اس سے پہلے اپنے ابن عم ابو سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ کی زوجیت میں تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ۔ .. نبی علیہ السلام نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس سے شادی کی۔ اور وہ اس سے پہلے حضرت سکران رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عبد شمس کی بیوی تھیں۔ یہ دونوں میاں بیوی ہجرت سے حبشہ مکہ آ گئے اور حضرت سکران رضی اللہ عنہ مکہ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا .. رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب بن امیہ سے شادی کی۔ وہ اس سے پہلے عبیداللہ بن جحش بن رئاب یکے از بنی اسد کی بیوی تھیں، وہ حبشہ میں بہ حالت عیسائیت ہلاک ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سرزمین حبشہ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری کو روانہ کیا۔ اس نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کی نسبت کا پیغام دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان رضی اللہ عنہ نے نکاح کے فرائض سرانجام دیئے۔ (اسی طرح منقول ہے) لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص نے نکاح پڑھایا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نجاشی نے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ ہم یہ واقعہ تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ وللہ الحمد۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔۔ نبی علیہ السلام نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش بن رباب بن اسد بن حذیمہ سے شادی کی۔ان کی والدہ آپ ﷺ کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب ہیں،وہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے غلام حضرت زیدؓ حارثہ کی بیوی تھیں۔ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے ۲۰ھ میں فوت ہوئیں۔اور سب سے پہلے ان کے لئے تابوت بنایا گیا۔حضرت اسماء بنت عمیس نے یہ بنوایا جیسا انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا۔

ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔۔۔۔اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ یکے از بنی عبدمناف بن ہلال سے شادی کی،وہ اس سے پہلے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش کی بیوی تھیں،وہ جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں ۳ ماہ کی مختصر مدت رہنے کے بعد ۳ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں۔یونس،ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس سے پہلے حصین بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف یا اس کے بھائی طفیل بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی بیوی تھیں اور ابن ہشام میں ہے وہ اس سے پہلے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی بیوی تھیں اور عبیدہ سے پہلے وہ اپنے ابن عم جہم بن عمرو بن حارث کی بیوی تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔زہری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن حزن سے شادی کی اور آپ ہی نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات ہبہ کی تھی۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق۔۔۔۔امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں درست بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور پیغام رساں آپ ﷺ کا غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ تھا جیسا کہ عمرۃ القضا میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔زہری کا بیان ہے کہ قبل ازیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے دو شادیاں کیں۔پہلے ابن عبدیالیل سے اور سیف بن عمر کا بیان ہے کہ وہ پہلے عمیر بن عمرو یکے از بنی عقدہ بن ثقیف بن عمر ثقفی کی بیوی تھیں،وہ فوت ہوگیا تو ابورھم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حل بن عامر بن لوی سے نکاح کرلیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ مریسیع میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ابی ضرار بن حارث بن عامر بن مالک بن مصطلق خزاعی کو اسیر بنالیا،پھر آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا والد حارث اپنے خاندان کا سردار تھا،وہ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،اسلام لایا اور اپنی بیٹی کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔اس سے پہلے وہ اپنے ابن عم صفوان بن ابی السفر کی بیوی تھیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن مسیب،شعبی اور ابن اسحاق وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ خزاعہ کا یہ خاندان رسول اللہ ﷺ کے برخلاف ابوسفیان کا حلیف تھا،اسی بنا پر حسان نے کہا:

وحلف الحارث بن أبی ضرار وحلف قريظة فيكم سواء

سیف بن عمر،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنے ''ابن عم'' مالک بن صفوان بن تولب ذی شفر بن ابی سرح بن مالک بن مصطلق کی بیوی تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب یکے از بنی نضیر جنگ خیبر میں قید ہوئیں۔اور یہ کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں اور سیف بن عمر نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ وہ کنانہ سے پہلے سلام بن مشکم کی بیوی تھیں۔واللہ اعلم۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ گیارہ بیویاں تھیں۔جو آپ ﷺ کے گھر آباد رہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی ہر بیوی کو بارہ بارہ ہزار خرچہ دیا۔حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھ چھ ہزار دیا،کیونکہ قید ہوکر آئیں تھیں۔زہری رحمۃ اللہ علیہ کے قول

کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ان کو باپردہ رکھا اور ان کے لئے باری تقسیم کرتے تھے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے تفصیل سے حالات برمحل بیان کر چکے ہیں۔

عالیہ ...... امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے عالیہ بنت ظبیان بن عمرو یکے از بنی بکر بن کلاب سے شادی کی، اسے گھر بسایا پھر اسے طلاق دے دی۔ بقول بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، میری کتاب میں اس طرح مذکور ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو گھر آباد نہیں کیا اور اسے طلاق دے دی۔ محمد بن سعد (ہشام بن محمد بن سائب کلبی) یکے از بنی ابی بکر بن کلاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عالیہ بنت ظبیان سے نکاح کیا اور وہ کافی مدت آپ ﷺ کے گھر آباد رہی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو طلاق دے دی۔
یعقوب بن سفیان (حجاج بن ابی منیع اپنے دادا زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ضحاک بن سفیان کلابی نے نبی علیہ السلام کو عالیہ کے متعلق بتایا اور میں پس پردہ سن رہی تھی۔ اس نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ کو ام شبیب کی ہمشیرہ سے رغبت ہے اور ام شبیب ضحاک کی بیوی تھی۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو بن کلاب کی ایک خاتون سے شادی کی، آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کو طلاق دے دی اور گھر نہیں لائے۔ بقول ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہ بظاہر یہ وہی عورت ہے، جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

اسماء بنت نعمان ...... نبی علیہ السلام نے اسماء بنت نعمان بن جون کندیہ یکے از بنی جون کندی سے شادی کی۔ یہ قبیلہ بنی فزارہ کا حلیف تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے عظیم ہستی کے ساتھ پناہ مانگی ہے، اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے اس کو طلاق دے دی اور گھر نہیں بسایا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ...... رسول اللہ ﷺ کی کنیز ماریہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے شکم سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ وہ ۱۸ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے اور گہوارہ کو بھر دیا تھا۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ...... رسول اللہ ﷺ کی ایک باندی ریحانہ بنت شمعون کتابیہ تھی، خنافہ قبیلہ سے، یہ بنی قریظہ کا ایک خاندان ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ وہ پردہ کرتی تھیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ...... ابن عساکر نے اپنی سند سے علی بن مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت ہذیل بن ہبیرہ تغلبی سے شادی کی، اس کی والدہ دحیہ بن خلیفہ کی ہمشیرہ خرنق بنت خلیفہ ہے۔ یہ ملک شام سے آپ ﷺ کی خدمت میں آ رہی تھیں کہ راستہ میں فوت ہو گئیں۔

شراف رضی اللہ عنہا ...... پھر اس کی خالہ شراف بنت فضالہ بن خلیفہ سے نکاح کیا وہ بھی شام سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئی اور راستہ میں فوت ہو گئیں۔
حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ...... یونس بن بکیر از ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسماء رضی اللہ عنہ بنت کعب جونیہ سے شادی کی اس کو گھر بسانے سے پہلے طلاق دے دی۔ روض الانف میں ہے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت نعمان بن جون کندیہ۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا ...... رسول اللہ ﷺ نے عمرہ بنت زید یکے از خواتین بنی کلاب سے شادی کی۔ اس کو گھر بسانے سے پہلے طلاق دے دی۔ اور وہ اس سے پہلے فضل بن عباس بن عبدالمطلب کی بیوی تھی۔ بقول بیہقی کے یہی وہ دو (اسماء اور عمرہ) خواتین ہیں جن کا نام امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان نہیں کیا۔ اس کے علاوہ ابن اسحاق نے عالیہ کا نام نہیں ذکر کیا۔

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیہقی (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، زکریا بن ابی زائدہ) شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ چند عورتوں نے اپنی ذات رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کردی۔ آپ ﷺ نے بعض کو گھر بسایا اور بعض کو نظرانداز کردیا۔ فوت ہونے تک ان کے قریب نہیں گئے اور نہ انہوں نے اس کے بعد کسی سے شادی کی۔ ان میں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بھی ہے، فرمان الٰہی ہے (۳۳/۵۱) کہ پیچھے ہٹا دو ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جیسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے کردیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔

امیمہ جونیہ ...بیہقی نے کہا ہمیں ہشام بن عروہ از عروہ بتایا گیا ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم ان عورتوں میں شامل ہیں جنہوں نے اپنی ذات رسول اللہ ﷺ کے نذر کردی تھی۔ نیز حافظ بیہقی ابو رشید علوی سے اس جونیہ کے قصہ میں روایت کرتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تھی آپ ﷺ نے اس کو اس کے اہل کے پاس بھیج دیا تھا کہ اس کا نام ہے امیمہ بنت نعمان بن شراحیل۔

امینہ ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ زبیری، عبدالرحمان بن غسیل، حمزہ بن ابی اسید اور عباس بن سہل) ابو اسید اور سہل سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے ہم بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ ہم ''شوط'' باغ کی طرف روانہ ہو کر دو باغوں کے درمیان بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہیں بیٹھو اور خود آپ ﷺ باغ میں چلے گئے اور جونیہ کو لایا گیا اور وہ امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کے مکان میں علیحدہ ہوئے اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی تھی، جب آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا اپنی ذات مجھے ہبہ کردے تو اس نے کہا کیا ملکہ، رانی، اپنی رعایا کو اپنی ذات ہبہ کرسکتی ہے نیز اس نے کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے مجھ سے پناہ مانگی ہے۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے نکل کر ہمارے پاس آگئے اور فرمایا اے ابو اسید! اس کو دو کپڑے دے دو اور اس کے گھر بھیج دو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر راوی کہتے ہیں کہ بنی جون کی خاتون کا نام امینہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، عبدالرحمان بن غسیل، حمزہ بن ابی اسید) ابی اسید سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ''شوط'' باغ سے گزر کر دو باغوں کے درمیان پہنچ کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہاں بیٹھو اور خود آپ ﷺ باغ کے اندر چلے گئے، وہاں جونیہ کو لا کر امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کے مکان میں اتار دیا اور اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے اور اس کو کہا اپنی ذات مجھے نذر کردو۔ تو اس نے کہا کیا ملکہ بھی اپنی ذات رعایا کو ہبہ کرتی ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا اور اس کے جسم پر سکون کی خاطر رکھا تو اس نے کہا میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگی ہے یہ کہہ کر آپ ﷺ ہمارے پاس چلے آئے اور فرمایا اے ابو اسید! اس کو دو کپڑے پہنا دو اور اس کو گھر بھیج دو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن ولید، عبدالرحمان بن غسیل، عباس بن سہل بن سعد) سہل بن سعد اور ابو اسید سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے امیمہ بنت شراحیل سے شادی کی۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا گویا اس نے یہ ناگوار سمجھا۔ آپ ﷺ نے ابو اسید کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس کو دو کپڑے دے کر تیار کردے گھر جانے کے لئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن محمد، ابراہیم بن وزیر، عبدالرحمان بن حمزہ، حمزہ اور عباس بن سہل بن سعد) سہل بن سعد، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایات میں منفرد ہیں دوسرے اصحاب کتب سے۔

پناہ مانگنے والی کون تھی؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حمیدی، ولید) اوزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وہ کونسی بیوی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تھی تو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بتایا کہ بنت جون جب رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئی تو اس نے کہا ''اعوذ باللہ منک'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے عظیم و کبیر ہستی کے ساتھ پناہ مانگی ہے۔ اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔

یہ روایت (حجاج بن ابی منیع، دادا خود، زہری) عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بتایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اس میں مسلم سے منفرد ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ کی کتاب المعرفہ میں دیکھا ہے کہ پناہ مانگنے والی خاتون کا نام امیمہ بنت نعمان بن شراحیل ہے۔ بعض لوگ فاطمہ بنت ضحاک کہتے ہیں صحیح یہی ہے کہ اس کا نام ہے امیمہ، واللہ اعلم۔

عمرہ کلابیہ..... اہل علم کا خیال ہے کہ عمرہ کلابیہ کی، اس کے والد نے تعریف کی کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے بے رغبتی اور نفرت کا اظہار کیا۔

محمد بن سعد، زہری سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت ضحاک بن سفیان نے رسول اللہ ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ نے اس کو طلاق دے دی۔ وہ مینگنیاں چنا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی "انا الشقیہ" میں بدنصیب ہوں۔ آپ ﷺ نے اس سے ذی قعدہ ۸ ھ میں نکاح کیا اور وہ ۶۰ ھ میں فوت ہوئی۔

وہ خواتین جن سے آپ ﷺ نے نکاح کیا اور گھر میں نہیں بسایا...... یونس نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ وہ عورتیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا اور گھر آباد نہیں کیا۔ حضرت اسماء بنت کعب جونیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمرہ بنت یزید کلابیہ رضی اللہ عنہا ہے (ابن ہشام نے اسماء بنت نعمان بن جون کندیہ بیان کیا ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ وہ اسماء بنت نعمان بن ابی الجون ہے، واللہ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اس خاتون نے پناہ مانگی تو آپ ﷺ ناراض ہو کر وہاں سے چلے آئے تو اشعث نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! رنجیدہ نہ ہوں، میرے پاس اس سے زیادہ خوبصورت عورت ہے چنانچہ اس نے اپنی بہن قتیلہ کا آپ ﷺ سے نکاح کر دیا۔ زہری کے علاوہ دوسرے کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ربیع ۹ ھ کا ہے سعید بن بن ابی عروبہ، قتادہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۵ خواتین سے شادیاں کیں ان میں حضرت ام شریک انصاریہ نجاریہ رضی اللہ عنہ شامل ہے۔ اس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں انصار میں شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن میں ان کی خواتین کی غیرت کو پسند نہیں کرتا، پھر آپ ﷺ نے اس کو گھر نہ بسایا۔ اسماء بنت صلت یکے از بنی حرام سے شادی کی اور اس کو گھر آباد نہ کیا اور حمزہ بنت حارث مزنیہ کو شادی کا پیغام بھیجا۔

آپ ﷺ نے ۱۸ عورتوں سے شادی کی...... امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوعبیدہ معمر بن مثنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ عورتوں سے شادی کی ان میں اشعث بن قیس کی ہمشیرہ قتیلہ بھی شامل ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے دو ماہ پہلے اس سے شادی کی اور کچھ کہتے ہیں کہ مرض وفات میں اس سے شادی کی، نہ وہ آپ ﷺ کے پاس آئی نہ آپ ﷺ نے اسے دیکھا اور نہ ہی گھر بسایا۔

بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ قتیلہ کو اختیار ہے چاہے تو وہ باپردہ رہے اور حضرات امہات المومنین کی طرح وہ بھی امت پر حرام ہوگی، چاہے وہ نکاح کر لے۔ اس نے نکاح کرنے کو ترجیح دی اور حضر موت میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے کہا میرا عزم ہے کہ ان دونوں کو جلا کر بھسم کر دوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ عورت امہات المومنین میں شمار نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو گھر بسایا نہ اس کو پردہ میں داخل کیا۔

ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی۔ آپ ﷺ کے بعد وہ مرتد ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ استدلال پیش کیا چونکہ مرتد ہو گئی ہے اس لئے وہ امہات المومنین کے درجہ سے ساقط ہے۔ بقول ابن مندہ جو عورت مرتد ہوئی تھی وہ "برجاء" ہے یکے از بنی عوف بن سعد بن ذبیان۔ حافظ ابن عساکر نے متعدد اسناد سے (داؤد بن ابی ہند، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعث بن قیس کی بہن قتیلہ سے نکاح کیا اور اس کو اختیار دینے سے پہلے آپ ﷺ فوت ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے خلاصی دے دی۔

حماد بن سلمہ (داؤد بن ابی ہند) شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل نے جب قتیلہ سے شادی کر لی تو حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو گھر نہیں بسایا اور وہ اپنے بھائی کے ساتھ مرتد ہوگئی ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ذمہ سے بری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ دہراتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سر قلم کرنے سے باز آگئے۔

فاطمہ اور سبا کا اضافہ... امام حاکم کا بیان ہے کہ ابوعبیدہ نے ازواج مطہرات کی تعداد میں فاطمہ بنت شریح اور سبا بنت اسماء بن صلت سلمیہ کا اضافہ بیان کیا ہے (سہیلی میں ہے سنی بنت صلت یا سنا بنت اسماء بنت صلت) ابن عساکر نے اپنی سند سے بذریعہ ابن مندہ قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ نیز ابن کلبی سے محمد بن سعد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ یہ "سبا" ہے اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے کہ اس کا نسب یوں ہے سبا بنت صلت بن حبیب بن حارثہ بن ہلال بن حرام بن سماک بن عوف سلمی۔

ہشام بن محمد بن سائب کلبی، عرزمی، نافع، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں حضرت سبا رضی اللہ عنہ بنت سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب شامل ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابواسید کو بنی عامر کی خاتون عمرہ بنت یزید بن ربید بن کلاب کی طرف نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، آپ ﷺ نے اس سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو طلاق دے دی۔

حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا...... محمد بن سعد، واقدی، ابومعشر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا بنت کعب سے نکاح کیا۔ اس کا حسن و جمال ضرب المثال تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں اور اس کو کہا کیا تجھے حیا نہیں آتی کہ تو اپنے والد کے قاتل کی منکوحہ ہو (فتح مکہ کے دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اس کے والد کو قتل کر دیا تھا) چنانچہ اس نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی اور آپ ﷺ نے اس کو طلاق دے دی۔ اس کے خاندان کے لوگ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کم سن ہے۔ کوئی عقل و فکر نہیں رکھتی اور دھوکہ میں آگئی ہے آپ ﷺ رجوع فرمالیں، آپ ﷺ نے رجوع سے انکار کر دیا تو انہوں نے اجازت طلب کی کہ بنی عذرہ کے کسی عزیز سے شادی کر دیں تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

واقدی (عبدالعزیز جندعی، ابوہ) عطاء بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو رمضان ۸ھ میں گھر بسایا اور وہ آپ ﷺ کے ہاں فوت ہوئی، واقدی کا بیان ہے کہ مورخین اس بات کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا...... حافظ ابن عساکر (ابوالفتح یوسف بن عبدالواحد ماحانی، شجاع بن علی بن شجاع، ابوعبداللہ بن مندہ، حسن بن محمد حکیم مروزی، ابوالموجہ محمد بن عمر الموجہ فزاری، عبداللہ بن عثمان، عبداللہ بن مبارک، یونس بن یزید) زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں شادی کی، وہ اس سے پہلے عتیق بن عائذ مخزومی کی بیوی تھیں، پھر مکہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اس کے بعد مدینہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ سے شادی کی، وہ اس سے پہلے خنیس بن حذافہ سہمی کی زوجہ تھیں۔ پھر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ سے شادی کی، اور وہ اس سے پہلے سکران بن عمرو کیے از بنی عامر بن لوی کی بیوی تھی۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور وہ اس سے پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کی بیوی تھیں۔ پھر حضرت ام سلمہ ہند رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ سے شادی کی۔ اور وہ قبل ازیں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن عبدالاسد بن عبد العزیٰ کی بیوی تھیں۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ہلالیہ سے شادی اور حضرت عالیہ رضی اللہ عنہ بنت ظبیان کیے از بنی بکر بن عمرو بن کلاب سے شادی کی، اور بنی جون کندی کی ایک خاتون سے نکاح کیا۔ غزوہ مریسیع (جس میں "مناۃ" کو مسمار کیا) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ابی ضرار کیے از بنی مصطلق خزاعی کو اسیر بنایا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حی بن اخطب کیے از بنی نضیر کو بھی گرفتار کیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دونوں مال فے میں سے تھیں، آپ ﷺ ان کے لئے باری تقسیم کرتے تھے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سریہ اور لونڈی بنایا اور ان کے شکم سے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ریحانہ قریظیہ کو گرفتار کیا، پھر ان کو آزاد کر دیا اور وہ اپنے خاندان میں چلی گئیں اور باپردہ رہتی تھیں۔

آپ ﷺ نے عالیہ بنت ظبیان کو طلاق دی اور بنی عمرو بن کلاب کی خاتون سے علیحدگی اختیار کی، نیز بنو جون کندی کی خاتون سے برص کے باعث علیحدگی پسند کی۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ۳ھ میں فوت ہوگئیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عالیہ بنت ظبیان جس کو طلاق دی تھی حرمتِ نساء سے پہلے اس سے شادی کی تھی، چنانچہ اس نے اپنے ابن عم سے شادی کر لی اور اس سے اولاد پیدا ہوئی۔ اس حدیث میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مدینہ میں نکاح ہونے کی غرابت کی وجہ سے ہم نے یہ بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ کا نکاح مکہ میں ہوا، جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

نکاح کی بہترین ترتیب..... یونس بن بکیر محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں فوت ہوئیں، آپ ﷺ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے .....

(۱) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ سے شادی کی۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی اور ان سے کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی۔

(۳)..... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

(۴)..... حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

(۵) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت سفیان رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

(۶)..... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہند بنت ابی امیہ سے۔

(۷)..... حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے شادی کی۔

(۸) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

(۹)..... حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب سے۔ اس کے بعد حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

یہ ترتیب زہری کی ترتیب کی نسبت احسن اور صحت و درستگی کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

بنی غفار کی خاتون...... یونس بن بکیر (ابو یحییٰ، جمیل بن زید طائی) حضرت سہل بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی غفار کی خاتون سے شادی کی۔ آپ ﷺ اس کو گھر لائے تو معلوم ہوا کہ اس کے سینے میں برص کا داغ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سے علیحدہ ہو گئے اور صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے اس کو کامل مہر ادا کیا۔ ابو نعیم نے حدیث جمل طائی، سہل بن زید انصاری (ان لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے کا شرف حاصل ہے) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی غفار کی خاتون سے شادی کی پھر پوری حدیث بیان کی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے جن عورتوں سے نکاح کیا اور گھر آباد نہیں کیا۔ ان میں سے حضرت ام شریک رضی اللہ عنہ ازدیہ شامل ہے۔ بقول واقدی یہ بات ثابت ہے کہ وہ دوسیہ تھی۔ بعض اس کو انصاریہ کہتے ہیں اور "عامریہ" بھی کہا گیا ہے۔ اور اس کو حضرت خولہ رضی اللہ عنہ بنت حکیم سلمی بھی کہا گیا ہے۔ واقدی کے قول کے مطابق اس کا نام غزیہ بنت جابر بن حکیم ہے۔

ابن اسحاق (حکیم بن حکیم، محمد بن علی بن حسین) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ خواتین سے شادی کی۔ ان میں حضرت ام شریک انصاریہ بھی شامل ہے۔ جس نے اپنی ذات رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دی تھی۔ سعید بن ابی عروبہ، قتادہ سے روایت کرتے

ہیں کہ حضرت ام شریک انصاریہ نجاریہ سے رسول اللہ ﷺ نے شادی کی (اور فرمایا کہ میں انصار میں شادی کرنا پسند کرتا ہوں لیکن مجھے ان عورتوں کی غیرت پسند نہیں) اور اس کو گھر نہیں بسایا۔

محمد بن اسحاق (از حکیم از محمد بن علی زین العابدین از علی) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلیٰ بنت حطیم انصاریہ سے شادی کی، وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں۔ اس کو آپ ﷺ سے اندیشہ لاحق ہوا تو اس نے نکاح کے فسخ کی درخواست کی، آپ ﷺ نے وہ درخواست منظور فرمالی۔

وہ خواتین جن کو آپ ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا اور ان سے نکاح نہیں کیا۔ ...اسماعیل بن ابی خالد، ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا اور اس نے معذرت کرلی کہ اس کی چھوٹی چھوٹی اولاد ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ خیال ترک کردیا اور فرمایا شتر پر سواری کرنے والی بہترین عورتوں میں سے، قریش کی نیک عورتیں ہی بچوں پر شفیق و مہربان شوہر کے مال کی محافظ و نگران ہیں۔

عبدالرزاق (معمر، زہری، سعید بن مسیب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی بنت ابی طالب کو نکاح کا خط بھیجا تو اس نے معذرت کرلی، یا رسول اللہ ﷺ! میں عمر رسیدہ ہوں اور عیال دار ہوں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (عبد بن حمید، عبداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، سدی، ابو صالح) ام ہانی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا میں نے معذرت کی اور آپ ﷺ نے عذر قبول کرلیا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی (۳۳/۵۰) ''ہم نے تمہارے لئے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیویاں جن کو تم مہر دو اور تمہارے ہاتھ کا مال یعنی کنیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی'' ام ہانی کا بیان ہے کہ میں ان کے لئے حلال نہ تھی کہ میں نے آپ ﷺ کے ہمراہ ہجرت نہ کی۔ میں تو فتح مکہ کے آزاد شدہ لوگوں میں سے تھی۔ یہ حدیث حسن ہے صرف سدی کی سند سے ہم اس کو جانتے ہیں۔

غیر مہاجر خواتین۔ ...اس روایت کا تقاضا ہے کہ غیر مہاجر عورتیں آپ ﷺ کے لئے حلال نہ تھیں، قاضی ماوردی نے اپنی تفسیر میں مطلقاً یہ مسلک بعض علماء سے بیان کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ الاتی ھاجرن معک (۳۳/۵۰) سے مراد وہ قرابت داریاں ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

بقول قتادہ ''ھاجرن'' بمعنی اسلمن ہے۔ یعنی تم میں سے مسلمان خواتین آپ ﷺ کے لئے حلال ہیں، کفار کے علاوہ، پس انصاری عورتوں سے شادی کرنے سے یہ آیت منافی نہیں۔ اگر انصار میں شادی کرنے کی حدیث صحیح ہو لیکن آپ ﷺ نے کسی انصاری عورت کو گھر میں نہیں بسایا۔

ماوردی نے جو شعبی سے نقل کیا ہے کہ ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا انصاری عورت ہے، درست نہیں، کیونکہ وہ بلا اختلاف ہلالیہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

پیش گوئی۔ .....محمد بن سعد (ہشام بن کلبی، ابوہ، ابو صالح) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورج کی طرف پشت کئے تشریف فرما تھے، کہ لیلیٰ بنت حطیم آئی اور اس نے آپ ﷺ کے کندھے پر ہاتھ مارا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کون ہے؟ اس کو سیاہ بھیڑیا کھائے۔ اس نے کہا میں ہوں پرندوں کو کھلانے والے نہایت فیاض شخص کی بیٹی! میں ہوں لیلیٰ بنت حطیم، میں اپنی ذات آپ کے لئے نذر کرنے آئی ہوں، آپ مجھ سے نکاح کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے قبول کرلیا وہ اپنی قوم کے ہاں گئی اور اس نے بتایا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے شادی کرلی ہے، تو قوم نے کہا کہ تم نے برا کیا تو، تو غیرت مند عورت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی کئی بیویاں ہیں تو ان سے غیرت کرے گی تو رسول اللہ ﷺ بددعا کریں گے، اس لئے تو ان سے نکاح کی فسخ کی درخواست کر۔ پھر واپس آ کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا نکاح فسخ کردیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کی درخواست قبول فرمالی، پھر اس نے مسعود بن اوس بن سواد بن ظفر سے نکاح کرلیا اور اس کے ہاں اولاد ہوئی، وہ ایک مرتبہ مدینہ میں نہا رہی تھی کہ سیاہ بھیڑیا آیا اور اس نے حملہ کیا اور اس کے جسم کا کچھ حصہ کھا گیا اور وہ فوت ہوگئی۔

ضباعہ ۔ مذکورہ بالا سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ضباعہ بنت عامر بن قرط، عبداللہ بن جدعان کی بیوی تھیں۔اس نے ضباعہ کو طلاق دیدی تو اس سے ہشام بن مغیرہ نے شادی کرلی اور سلمہ بن ہشام پیدا ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کے بیٹے سلمہ کی معرفت نکاح کا پیغام دیا تو اس کے بیٹے نے کہا میں مشورہ کرلوں۔اس نے والدہ سے اجازت طلب کی تو والدہ نے کہا بیٹا! کیا تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مجھ سے اجازت طلب کرتا ہے؟ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔

گویا بیٹے کا خیال تھا وہ عمر رسیدہ ہو چکی ہے اور رسول اللہ ﷺ بھی خاموش رہے۔(دوبارہ نہ پوچھا)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ...بسند بالا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت بشامہ بن نضلہ عنبری کو نکاح کا پیغام بھیجا رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار دیتے ہوئے کہا چاہے تو مجھے پسند کرلے یا اپنے شوہر کو، تو اس نے کہا میں اپنے خاوند کو پسند کرتی ہوں۔آپ ﷺ نے اس کو خاوند کے پاس بھیج دیا اور بنی تمیم نے اس کو لعن طعن کی۔

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا......محمد بن سعد (واقدی، موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی) محمد بن ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ خاتون ام شریک یکے از بنی عامر بن لوی نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کی نذر کردیا آپ ﷺ نے اس کو قبول نہ فرمایا وہ شادی کے بغیر ہی فوت ہوگئی۔محمد بن سعد (وکیع، شریک، جابر، حکم) علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام شریک دوسیہ سے شادی کی۔بقول واقدی، ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ وہ از دقبیلہ کے دوس خاندان میں سے تھیں۔محمد بن سعد کے مطابق اس کا نام غزیہ بنت جابر بن حکیم ہے۔

لیث بن سعد، ہشام بن محمد) از محمد کلبی بیان کرتے ہیں کہ کسی نے بتایا حضرت ام شریک نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کے لئے پیش کیا اور وہ صالح عورت تھی۔

جن کو پیغام نکاح دیا.. ...ان خواتین میں سے جن کو پیغام دیا اور ان سے نکاح نہ ہوا۔وہ حمزہ بنت حارث بن عوف بن ابی حارثہ مری ہے۔اس کے والد نے کہا، اس کو برص ہے۔حالانکہ برص نہ تھی، وہ واپس گیا تو وہ برص میں مبتلا ہو چکی تھی۔اور یہ شبیب ابن برصاء شاعرہ کی والدہ ہے۔سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے رضاعی بھائی......آپ ﷺ نے حبیبہ بنت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کو بھی نکاح کا پیغام دیا، پھر معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں کہ ان کو ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی تین اقسام ......یہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کا تذکرہ ہے اور یہ تین قسم پر منقسم ہیں:

(۱) . جن کو گھر بسایا اور ان کو چھوڑ کر فوت ہوئے۔یہ کل نو حرم ہیں اور یہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بالا اجماع امت پر حرام ہیں اور ان کی عدت ان کی موت تک ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو، اور نہ یہ کہ تم آپ ﷺ کی بیویوں سے آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو، بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔(۳۳/۵۳)

(۲). وہ بیویاں جن کو گھر آباد کیا اور ان کو طلاق دیدی۔کیا ان کی عدت گزر جانے کے بعد، ان سے نکاح جائز ہے؟ اس میں دو مسلک ہیں۔

(۱)... سابقہ آیت کے عموم کی وجہ سے نکاح بالکل ناجائز ہے۔

(۲). آیت تخییر (۳۳/۲۹) کی وجہ سے جائز ہے۔اے نبی (ﷺ) اپنی بیویوں سے کہہ دو، اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو میں تمہیں کچھ دے کر اچھی طرح سے رخصت کردوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک بختوں

کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔(۲۹/۳۲)اگر رسول اللہ ﷺ سے فراق اور طلاق کے بعد ان کو نکاح کرنا روا نہ ہوتا تو دنیا اور آخرت میں سے ایک کو منتخب کرنے میں اس کو کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ کی طلاق غیر سے نکاح کو مباح نہیں کرتی تو ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا اور یہ قوی مسلک ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳) جس خاتون سے آپ ﷺ نے نکاح کیا اور گھر بسانے سے پہلے اس کو طلاق دیدی تو اس کو امتی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اس تیسری قسم میں میرے علم کے مطابق کوئی نزاع نہیں۔ باقی رہی وہ خاتون جس کو آپ ﷺ نے نکاح کا پیغام ارسال کیا اور نکاح نہیں کیا تو اس کو امتی سے نکاح کرنا بالا ولی جائز ہے۔ ''کتاب الخصائص'' میں ان مسائل سے متعلق آئندہ ایک باب منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نبی علیہ السلام کی لونڈیوں کے بیان میں

نبی علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ... حضرت ماریہ بنت شمعون قبطیہ اسکندریہ کے حکمران جریج بن مینا نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ارسال کیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بہن شیریں کو بھی تحفہ میں شامل کر دیا تھا۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو لونڈیاں تحفہ ارسال کی تھیں، واللہ اعلم۔ اور ایک خصی غلام، مابور نامی، ایک خچر جس کو ''دلدل'' کہتے تھے، آپ ﷺ نے اس تحفہ کو قبول فرمایا اور اپنی ذات کیلئے ماریہ کو مختص فرما لیا۔ وہ مصر میں علاقہ ''انصنا'' کی بستی ''حفن'' کی رہائشی تھیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خراج معاف کر دیا..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں ایک بستی کا خراج حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ کی تعظیم و تکریم کی خاطر معاف کر دیا تھا کہ ان کے بطن اطہر سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ پیدا ہوئے تھے۔

مابور، دلدل، ماریہ، شیریں.... ماریہ نہایت حسین و جمیل اور سفید فام تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو پسند تھیں اور آپ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی آپ ﷺ کے ہاں قدر و منزلت تھی۔ خصوصاً حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد۔ ان کی بہن شیریں کو آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہبہ کر دیا تھا، اس سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوئے۔ مابور، خصی غلام مصر میں اپنی عادت کے موافق حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور شیریں کے ہاں بغیر کسی کی اجازت کے آتا جاتا تھا۔ اس وجہ سے لوگوں نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا باتیں کیں۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ وہ خصی ہے۔ یہاں تک کہ صورتحال واضح ہوگئی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہ عنقریب بیان کریں گے) خچر پر رسول اللہ ﷺ سوار ہوا کرتے تھے۔ واضح رہے کہ جنگ حنین میں آپ ﷺ اسی پر سوار تھے، واللہ اعلم۔ یہ خچر عرصہ دراز تک زندہ رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے پاس تھا، اسی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور اس قدر عمر رسیدہ ہوگیا تھا کہ جو کا دلیہ اس کے لئے چارہ کے طور پر تیار کیا جاتا تھا۔

ابوبکر بن خزیمہ (محمد بن زیاد بن عبید اللہ، سفیان بن عیینہ، بشیر بن مہاجر، عبداللہ بن بریدہ بن خصیب) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر قبطہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں جو بہنیں تھیں اور ایک خچر کا تحفہ ارسال کیا۔ مدینہ میں خچر پر رسول اللہ ﷺ سوار ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک کنیز اپنے پاس رکھ لی۔ اس سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور دوسری ہبہ کر دی۔

آپ ﷺ کا حضرت ماریہ اور ان کی بہنیں، شیریں کو اسلام کی دعوت دینا...... واقدی، عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ حسین و جمیل سفید فام اور گھنگریالے بالوں والی تھیں۔ آپ ﷺ ان کو پسند کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ماریہ اور ان کی بہن شیریں کو ام سلیم بنت ملحان کے مکان پر رکھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت پیش کی، وہ مسلمان ہوگئیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو جو نہایت شریف تھیں، بطور کنیز اپنے گھر بسایا (اور ان کو ''عالیہ'' مقام میں منتقل کر دیا۔ اپنی اراضی میں جو بنی نضیر کی اراضی

میں سے آپ ﷺ کے پاس تھی۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا وہاں موسم گرما میں کھجور کے پھل کی کٹائی کے موسم میں مقیم تھیں۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا۔ سر کے بال منڈا کران کے برابر چاندی فقراء و مساکین میں تقسیم کی اور بالوں کو زمین میں دفن کرنے کا ارشاد فرمایا اور اس کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کی کنیز سلمٰی دایہ تھی، اس نے اپنے خاوند ابورافع کو بتایا کہ اس نے ایک بچہ کو جنم دیا ہے۔

ابورافع نے رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ نے اس کو ہار ہبہ فرمایا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ سے ایک بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے غیرت کھائی اور ان کو یہ نا گوار گزرا۔

حافظ دار قطنی (ابوعبید قاسم بن اسماعیل، زیاد بن ایوب، سعد بن زکریا مدائنی، ابن ابی سارہ، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس کے بچے نے اس کو آزادی سے ہمکنار کر دیا"۔

بقول دار قطنی، زیاد بن ایوب ثقہ ہے اور اس میں وہ منفرد ہے اس روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے (حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ از عکرمہ) از ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور یہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

ہم (ابن کثیر) نے "امہات الاولاد" کی خرید فروخت کا مسئلہ ایک مستقل تصنیف میں بیان کیا ہے۔ اور اس میں اہل علم کے تمام اقوال بیان کئے ہیں۔ جن کا خلاصہ آٹھ اقوال میں اور ہر قول و مسلک کی دلیل و حجت بیان کی ہے، وللہ الحمد۔

حضرت یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، ابراہیم بن علی بن ابی طالب، محمد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ام ابراہیم ماریہ کے بارے میں اس کے ابن عم مابور قبطی کی بابت چہ مگوئیاں کیں جوان کے پاس آتا جاتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! یہ تلوار لو اور جاؤ، اگر وہ اس کے پاس ہو تو اسے تہ تیغ کر دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی حکم کی تعمیل میں گرم لوہے کی طرح ہوں، مجھے آپ ﷺ کے ارشاد پر عمل درآمد کرنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔ کیا حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غائب نہیں ہو سکتا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالکل! بلکہ مشاہد اور حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جس کے دیکھنے سے غائب عاجز ہوتا ہے۔ میں تلوار حمائل کئے ہوئے اس کے پاس آیا تو "مابور" کو ام ابراہیم کے پاس پایا میں نے تلوار "میان" سے کھینچ لی تو وہ سمجھ گیا کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں، تو وہ دوڑ کر ایک کھجور پر چڑھ گیا پھر اس نے خود کو گدی کے بل گرا دیا اور ٹانگیں اوپر کو اٹھا دیں۔ دیکھا تو اس کا آلہ بول اور عضو تناسل کٹا ہوا تھا۔ وہ مردوں والی حالت سے قطعاً محروم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ آپ ﷺ کو بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے شکر ادا کیا کہ سب تعریف خدا کی ہے جس نے ہم "اہل بیت" سے اس تہمت کو رفع فرما دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن سعید، سفیان، محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب آپ مجھے روانہ فرما رہے ہیں تو میں آپ کے حکم کی تعمیل میں گرم لوہے کی طرح ہوں گا۔ کیا شاہد وہ ملاحظہ کرتا ہے جو غائب نہیں کر سکتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاہد وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مختصر بیان کی ہے اور یہ سابق طویل حدیث (جو ہم نے ذکر کی ہے) کا خلاصہ ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

طبرانی (محمد بن عمرو بن خالد حرانی، عمرو حرانی، ابن لہیعہ، یزید بن ابی حبیب اور عقیل، زہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تو قریب تھا کہ آپ کے دل میں کوئی شبہ پڑ جائے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل آئے اور اے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے والد! کہہ کر السلام علیکم کہا تو آپ کا وسوسہ دور ہو گیا۔

ابونعیم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ روم کے مالدار مقوقس نے شہزادی قبطیہ اور اس کے ساتھ نوخیز ابن عم کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ ارسال کیا، ایک دن رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تنہائی میں گئے، وہ امید سے ہو گئیں اور جب حمل واضح ہو گیا تو وہ پریشان ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ان کی چھاتی میں دودھ نہیں تھا، چنانچہ ایک شیر دار، دنبی خریدی جس سے بچہ خوراک حاصل کرتا، پھر اس غذا سے بچہ کا جسم صحیح ہو گیا۔ رنگ نکھر آیا اور خوبرو ہو گیا۔ وہ ایک دن بچے کو کندھے پر بٹھائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے

عا شہ رضی اللہ عنہا! تو کیسی مشابہت دیکھتی ہے تو میں نے عرض کیا، میں اور میرے علاوہ کوئی بھی مشابہت نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جسمانی ڈول ڈال بھی نہیں تو میں نے عرض کیا، میری زندگی کی قسم! بھیڑ کا دودھ اس کی غذا ہے کہ اس کا جسم توانا ہو۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی وفات بقول واقدی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ محرم ۱۵ھ میں فوت ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ مفضل بن غسان غلابی کا بھی یہی قول ہے۔ اور بقول خلیفہ، ابوعبیدہ یعقوب بن سفیان ۱۶ھ میں فوت ہوئیں۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

ریحانہ بنت زید نضیریہ یا قریظیہ م ۱۰ھ واقدی کے قول کے مطابق ریحانہ بنت زید از بنی نضیر، اپنے خاندان میں شادی شدہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ''مال فئی'' میں سے چنے ہوئے منتخب فرمایا تھا، وہ ایک خوب صورت عورت تھی۔ آپ ﷺ نے اسکے سامنے دعوت اسلام پیش کی تو اس نے یہودیت ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے علیحدہ مکان میں اس کی رہائش کا انتظام کر دیا اور اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے کافی غمگین ہوئے۔ اور ابن سعید کو بلایا اور اس صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر صدقے اوہ انشاء اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرے گی۔ چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور تبلیغ کرنے لگے کہ اپنی قوم کے دین کی پیروی نہ کر، تجھے معلوم ہے کہ حی بن اخطب کی وجہ سے تم پر کیسے مصائب ٹوٹے ہیں۔ اسلام قبول کر لے۔ رسول اللہ ﷺ تجھے اپنے لئے منتخب کر لیں گے۔ ابھی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ نے پاؤں کی آہٹ سنی تو فرمایا یہ ابن سعد کے پاؤں کی آہٹ ہے، وہ مجھے ریحانہ کے اسلام قبول کرنے کی بشارت دینے آیا ہے۔ چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا مژدہ سنایا اور آپ ﷺ یہ سن کر خوش ہوئے۔

آپ ﷺ کا بنی قریظہ پر فتح پانے کے بعد حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ کی ملکیت میں آنا

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بنی قریظہ پر فتح یاب ہوئے تو ریحانہ بنت عمرو بن خنافہ کو اپنے لئے مختص فرما لیا۔ وہ تاحیات آپ ﷺ کی ملکیت میں رہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت پیش کی تھی، اس کے بعد اس سے شادی کا اظہار کیا تھا، لیکن اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، پھر ابن اسحاق نے گذشتہ واقعہ کی طرح روایت بیان کی ہے۔

واقدی (عبدالملک بن سلیمان، ایوب بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ) ایوب بن بشیر المعوی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کو ام منذر سلمیٰ بنت قیس کے مکان پر منتقل کر دیا تھا۔ وہاں اس نے حیض کے ایام گزارے۔ اس کے بعد ام منذر نے رسول اللہ ﷺ کو صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ ام منذر کے مکان پر تشریف لائے اور اس سے مخاطب ہوئے، اگر پسند ہو تو میں تمہیں آزاد کر کے نکاح کر لوں، یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر چاہو تو کنیز بن کر رہو، میں تم سے کنیز کا سا برتاؤ کروں گا۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے ہاں بطور کنیز رہنا میرے اور آپ کے لئے مفید اور آسان ہے۔ چنانچہ وہ تاحیات آپ ﷺ کے ملک میں رہی۔

واقدی بن ابی ذئب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہ کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی کنیز تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا اور اپنے خاندان میں باپردہ قیام پذیر تھی اور کہا کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے کوئی بے پردہ نہ دیکھے گا۔ واقدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک زیادہ صحیح اور ثابت ہے، اس سے پہلے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہ حکم کی بیوی تھی۔

واقدی (عاصم بن عبداللہ بن حکم) عمر بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہ بنت یزید بن عمرو بن خنافہ کو آزاد کر دیا۔ وہ اپنے خاوند کی محبوب اور محترم بیوی تھیں۔ اس نے کہا کہ میں اس کے بعد کسی کی بیوی بننا نہیں چاہتی۔ وہ حسن و جمال

سے بہرہ ور تھی۔ جب بنو قریظہ قیدی بنا لئے گئے تو سب قیدی رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں بھی ان قیدیوں میں شامل تھی، جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے، آپ ﷺ نے میرے بارے میں حکم صادر فرمایا مجھے علیحدہ کر دیا گیا، رسول اللہ ﷺ کا ہر مال غنیمت میں کچھ مخصوص حصہ ہوتا تھا۔ جب میں باقی قیدیوں سے الگ کر دی گئی اور مجھے ام منذر کے مکان پر کئی دنوں کے لئے بھیج دیا یہاں تک کہ بالغ مرد قیدیوں کو تہ تیغ کر دیا اور قیدی عورتوں کو تقسیم کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں نے شرم حیا کے باعث آپ ﷺ سے اجتناب کیا تو آپ ﷺ نے مجھے سامنے بٹھا کر فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کو پسند کرلے گی تو رسول اللہ ﷺ تجھے اپنی ذات کے لئے پسند کرلیں گے۔ میں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کو پسند کرتی ہوں جب میں دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آزاد کر کے میرے ساتھ نکاح کرلیا اور مجھے ۱۲ اوقیہ سے کچھ زائد مہر دیا جیسے آپ ﷺ اپنی ازواج کو دیا کرتے تھے اور ام منذر کے مکان میں رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ شب باشی کی۔ اور باقی بیویوں کی طرح میرے لئے بھی باری تقسیم فرمایا کرتے تھے اور میرے پردہ کا اہتمام کیا۔ رسول اللہ ﷺ الفت ومحبت سے پیش آتے اور جو چیز مانگی آپ ﷺ اسے دیدیتے (اس صورت حال کو دیکھ کر) کسی نے کہا اگر تو رسول اللہ ﷺ سے بنی قریظہ کی رہائی اور آزادی کا سوال کرتی تو رسول اللہ ﷺ ان کو آزاد فرمادیتے تو وہ جواب میں کہتی قید عورتوں کی تقسیم کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے خلوت فرمائی اور بکثرت خلوت فرمایا کرتے تھے۔ وہ مسلسل آپ ﷺ کی خدمت میں رہی۔ اور حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد فوت ہوئی اور اس کو جنت البقیع میں دفن کیا اور اس سے شادی محرم ۶ ھ میں کی تھی۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کس قبیلہ سے ہیں؟...... ابن وہب (یونس بن زید) زہری سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریحانہ از بنی قریظہ کو بطور کنیز رکھا، پھر اس کو آزاد کر دیا اور وہ اپنے خاندان میں چلی گئی اور ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ کے قول کے مطابق، ریحانہ بنت یزید بن شمعون قبیلہ بنی نضیر میں سے تھی اور بعض کا خیال ہے کہ وہ بنی قریظہ میں سے تھیں رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ کے نخلستان میں رہا کرتی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ اس کے پاس کبھی کبھی قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اس کو شوال ۴ ھ میں قیدی بنایا تھا۔

ابوبکر بن خیثمہ (احمد بن مقدام، زہیر، سعید) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ماریہ اور ریحہ یا ریحانہ دو لونڈیاں تھیں، ور ریحانہ اس سے پہلے عبدالحکم کی بیوی تھیں جو اس کا چچازاد بھائی تھا اور رسول ﷺ کی وفات سے پہلے فوت ہوئیں۔

آپ ﷺ کی چار لونڈیاں...... ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چار لونڈیاں تھیں ماریہ قبطیہ، ریحانہ قرظیہ، ایک اور حسین وجمیل کنیز تھی۔ ازواج مطہرات نے اس سے کوئی تدبیر کی، ان کو اندیشہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ان سے غالب آجائے گی۔ اور ایک ''خوبصورت'' لونڈی تھی جو ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو ہبہ کی تھی۔

آپ ﷺ کا ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین ماہ کا بائیکاٹ. ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی کے بارے میں ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کچھ نازیبا الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ذوالحج، محرم اور صفر تین ماہ تعلق قطع رکھا اور ربیع الاول جس ماہ میں آپ ﷺ فوت ہوئے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے رضامند ہوئے اور ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا مجھے اپنی خوشی کا اندازہ نہیں کہ میں آپ ﷺ کی رضا وخوشنودی کا کیا صلہ دوں، پھر انہوں نے آپ علیہ السلام کو ''ایک خوبصورت لونڈی ہبہ کی۔ سیف بن عمر (سعید بن عبداللہ، ابن ابی ملیکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کو ایک بار، باری تقسیم کرتے اور ایک بار ان سے ناغہ کرتے۔

ابونعیم نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ۱۰ ھ میں فوت ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ واللہ الحمد۔

نبی علیہ السلام کی اولاد کا بیان

بلا اختلاف نبی علیہ السلام کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔

حضرت قاسم مکہ میں سب اولاد سے پہلے فوت ہوئے محمد بن سعد (ہشام بن کلبی، ابوہ، ابوصالح) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بڑا لڑکا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھا، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور آپ ﷺ کی اولاد میں سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ مکہ میں پہلے فوت ہوئے، پھر حضرت عبداللہ فوت ہوئے تو عاص بن وائل سہمی نے طعن مارا کہ اس (نبی علیہ السلام) کی نسل منقطع ہوگئی ہے۔
یہ لاولد اور ابتر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی (انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر) اس کے بعد مدینہ میں آپ ﷺ کے ہاں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ذوالحج ۸ھ میں پیدا ہوئے اور اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے والدہ کا دودھ پیا ابوالفرج المعافی بن زکریا جریری (عبدالباقی بن نافع، محمد بن زکریا، عباس رضی اللہ عنہ بن بکار، محمد بن زیاد اور فرات بن سائب، میمون بن مہران) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے نبی علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن محمد ﷺ پیدا ہوئے، پھر ان کے ہاں دیر تک اولاد نہ ہوئی تو اس اثنا میں رسول اللہ ﷺ کسی سے گفتگو فرما رہے تھے اور عاص بن وائل سہمی آپ ﷺ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ کسی نے اس سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو عاص نے کہا یہ "ابتر" ہے۔ (قریش کا دستور تھا کہ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اس کے بعد دوسرا لڑکا دیر بعد پیدا ہوتا تو وہ اس شخص کو ابتر کہتے ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے "ان شانئک ھو الابتر" نازل فرمائی یعنی تجھ سے بغض وعناد رکھنے والا، ہر خیر و برکت سے محروم ہے۔
پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، پھر حضرت طاہر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت مطہر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت طیب رضی اللہ عنہ، پھر حضرت مطیب رضی اللہ عنہ، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی بہن تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کو مرضعہ اور دایہ کے حوالے کر دیتیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خود دودھ پلایا۔
ھیثم بن عدی (ہشام بن عروہ، سعید بن مسیب) مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، حضرت طاہر رضی اللہ عنہ اور حضرت طیب رضی اللہ عنہ، ایک کا نام عبد شمس تھا اور دوسرے کا عبدالعزیٰ، اس روایت میں نکارت اور عجوبہ پن ہے۔ واللہ اعلم۔
محمد بن عائذ، سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طیب رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ عنہ، حضرت مطہر رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔
زبیر بن بکار، اپنے چچا مصعب بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت طاہر پیدا ہوئے۔ طاہر کو طیب بھی کہتے ہیں، یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے تھے، بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کا نام عبداللہ ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔
زبیر (ابراہیم بن منذر، ابن وہب، ابن لھیعہ) ابوالاسود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ عنہ، حضرت طیب رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، اور

ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

محمد بن فضالہ، بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ پیدا ہوئے، قاسم چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا (بعد از فوت ہو گیا) اور عبداللہ تو بالکل چھوٹا ہی فوت ہو گیا تھا۔

زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دورِ جاہلیت میں طاہرہ بنت خویلد کے نام سے معروف تھیں۔ نبی علیہ السلام سے ان کے ہاں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوا، یہ آپ ﷺ کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کے نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ عبداللہ، (عرف طیب) وطاہر بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں فوت ہوئے۔ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پھر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اس ترتیب سے یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ پھر مکہ میں حضرت قاسم سب سے پہلے پیدا ہوئے، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ پھر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جسے مقوقس صاحب اسکندریہ نے بطور تحفہ ارسال کیا تھا، اس کے ساتھ اس کی ہمشیرہ شیریں اور چچازاد مابور خصی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے شیرین حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، اس کے بطن سے عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی نسل ناپید ہو چکی ہے۔

ابو بکر بن برقی کا بیان ہے کہ حضرت طاہر اور حضرت طیب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ کے القاب ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں طیب اور مطیب توام پیدا ہوئے۔ اسی طرح طاہر اور مطہر جڑواں پیدا ہوئے۔ مفضل بن غسان، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل (عبدالرزاق ابن جریج) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ قاسم سات دن زندہ رہے۔

تعاقب۔۔۔ ابن غسان کا بیان ہے کہ یہ غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ۱۷ ماہ زندہ رہے، نیز حافظ ابو نعیم نے بھی مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قاسم پیدائش سے ساتویں دن فوت ہوئے۔ اور زہری کا بیان ہے کہ وہ دو سال کی عمر میں فوت ہوئے اور بقول قتادہ وہ اس قدر زندہ رہے کہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے۔ ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ عراقیوں نے طیب اور طاہر کا نام ساقط کر دیا ہے اور مشائخ کا قول ہے کہ ان کا نام عبدالعزیٰ، عبد مناف اور قاسم تھا اور لڑکیوں کے نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ، ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ہے۔ ابن عساکر نے اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ منکر اور غیر معروف ہے۔ اس کو منکر کہنا ہی معروف مسلک ہے۔

نوٹ۔۔۔ حضرت زینب کا نام بیان نہیں کیا، حالانکہ یہ ناگزیر ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا عبدالرزاق نے ابن جریج کی معرفت متعدد مشائخ سے بیان کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی بڑی صاحبزادی تھیں اور حضرت فاطمہ چھوٹی اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیاری تھیں۔

ابوالعاص بن ربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہا وہی بچی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نماز میں گود میں اٹھایا کرتے تھے، جب سجدہ ریز ہوتے تو فرش پر بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو گود میں اٹھا لیتے۔ غالباً یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ۸ھ کے بعد کا واقعہ ہوگا۔ گویا وہ چھوٹی بچی تھی۔ واللہ اعلم۔ جیسا کہ واقدی، قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم وغیرہ کا بیان ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

حماد بن سلمہ، عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جب مکہ سے ہجرت کی تو ھبار بن اسود نے مزاحمت کی اور آپ ایک چٹان پر گر پڑیں اور حمل ساقط ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو رضی اللہ عنہ مسلسل اس کی تکلیف رہی یہاں تک کہ وہ اسی مرض سے فوت ہو گئیں اور آپ کو شہید شمار کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ از عبداللہ بن ابی بکر بن حزم خلیفہ بن خیاط اور ابوبکر بن ابی خیثمہ وغیرہ کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ۸ھ میں فوت ہوئیں، نیز قتادہ نے ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ وہ ۸ھ کے شروع میں فوت ہوئیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا عتبہ بن ابی لہب سے پہلے ان کا نکاح ہوا جیسا کہ ان کی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عتبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا تھا پھر جب (سورۃ تبت یدا ابی لھب، الخ) نازل ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بغض وعناد کی وجہ سے ان کو گھر بسانے سے پہلے ہی طلاق دیدی تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلی گئیں۔

مشہور ہے کہ آپ حبشہ کی طرف پہلے مہاجر تھے، پھر مکہ مکرمہ واپس چلے آئے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، پھر مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ ان کے پاس عبداللہ بن عثمان پیدا ہوا، وہ چھ سال کا ہوا تو مرغ نے اس کی آنکھوں میں ٹھونگا مارا اور وہ فوت ہو گیا۔ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ تھی پھر انہوں نے ابوعمرو کنیت رکھ لی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر کے دن فوت ہوئیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب جنگ بدر کی فتح کی خوشخبری اور بشارت لے کر مدینہ آئے تو وہ ان کو دفن کر چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے مقیم رہے اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور ان کو اجر کی بھی خوشخبری سنائی۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر سے واپس مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔ اس لئے حضرت عثمان کو ''ذوالنورین'' کہتے ہیں۔ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی شعبان ۹ھ میں فوت ہو گئیں اور ان کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اگر ہمارے پاس کوئی اور لڑکی ہوتی تو ہم عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیدیتے۔ اور ایک روایت میں ہے اگر ہماری دس لڑکیاں ہوتیں تو ان سب کو ایک کے بعد دوسرے کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دیتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفر ۲ھ میں نکاح کیا۔ ان کی اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ (نیز محسن کا نام بھی بیان ہوا ہے) حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب پیدا ہوئیں اور حضرت ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں نکاح کیا۔ اور ان کی خوب تعظیم وتکریم کی اور رسول اللہ ﷺ ہی کے نسب میں ہونے کے باعث ان کو چالیس ہزار درہم مہر ادا کیا اور ان کے بطن اطہر سے زید بن عمر بن خطاب پیدا ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، عون بن جعفر، محمد بن جعفر اور عبداللہ ابن جعفر سے یکے بعد دیگرے شادی کی اور عبداللہ بن جعفر کی زوجیت میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں۔ نیز عبداللہ بن جعفر نے زینب بنت علی رضی اللہ عنہ دختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی شادی کی اور وہ بھی ان کی زوجیت میں ہی فوت ہوئی۔ (ان سے علی پیدا ہوئے، از مترجم)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات ....رسول اللہ ﷺ کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئی۔ مشہور قول کے مطابق یہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ یہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوجعفر باقر سے بھی منقول ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ۳ ماہ بعد کی تاریخ بھی منقول ہے اور ابوالزبیر سے ۲ ماہ بعد بھی مذکور ہے اور حضرت ابوہریرۃ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۷۰ دن تک زندہ رہیں اور عمرو بن دینار کا قول ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آٹھ ماہ زندہ رہیں۔ نیز عبداللہ بن حارث کا بھی یہی قول ہے۔ ایک اور روایت میں عمرو بن دینار سے چار ماہ بھی منقول ہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔ ذوالحج ۸ھ میں ابن لھیعہ وغیرہ نے عبدالرحمان بن زید سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا حمل برقرار ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا السلام علیک یا ابا ابراہیم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ام ولد حضرت ماریہ رضی اللہ عنہ سے ایک بچہ عنایت فرمایا اور اس کا ابراہیم نام رکھنے کا حکم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس میں خیر برکت کرے اور اس کو دنیا و

آخرت میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

حافظ بزار (محمد بن مسکین، عثمان بن صالح، ابن لھیعہ، عقیل اور یزید بن ابی حبیب، زہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہوا تو جبرئیل نے آ کر کہا، اے ابراہیم کے والد! السلام علیکم۔

اسباط نے اسماعیل بن عبدالرحمان سدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ وفات کے وقت کتنی عمر کے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اس نے (اپنے جسم سے) گہوارہ بھر دیا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا، لیکن وہ زندہ کیسے رہتا کیونکہ نبی علیہ السلام آخری نبی ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق بن مہدی، سفیان، سدی) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اگر ابراہیم بن محمد ﷺ زندہ رہتے تو وہ "صدیق نبی ہوتے"۔ ابو عبیدہ بن مندی (محمد بن سعد اور محمد بن ابراہیم، محمد بن عثمان عبسی منجاب، ابو عامر اسدی، سفیان، سدی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم بن محمد ﷺ ۱۶ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو جنت البقیع میں دفن کر دو۔ اس کو دودھ پلانے والی جنت میں ہے وہ اپنی مدت رضاعت جنت میں پوری کرے گا۔

ابو یعلی (ابوخیثمہ، اسماعیل بن ابراہیم، ایوب، عمرو بن سعید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نبی علیہ السلام سے زیادہ اپنے اہل وعیال پر رحم کرنے والا نہیں پایا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا "عوالی مدینہ" میں شیر خوارگی کا انتظام کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی جاتے۔ آپ ﷺ ایک دھوئیں والے مکان میں تشریف لے جاتے کہ دایہ کا شوہر لوہار تھا، پھر آپ ﷺ اس کو گود میں لیتے اور چومتے پھر واپس چلے آتے۔ عمرو کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ابراہیم رضی اللہ عنہ میرا لختِ جگر ہے، وہ شیر خوارگی کے دنوں میں فوت ہوا ہے، اس کی دو دایہ ہیں جو جنت میں اس کی مدت رضاعت کی تکمیل کریں گی۔

جریر اور ابو عوانہ (اعمش، مسلم بن صبیح ابوالضحیٰ) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ ۱۶ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا اس کو "بقیع" میں دفن کر دو۔ جنت میں اس کی دایہ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو از عامر از براء بیان کیا ہے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (از فراس از شعبی از براء بن عازب) اسی طرح بیان کیا ہے۔ نیز ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے از ابو اسحاق از حضرت براء رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا ہے۔

ابن عساکر نے بہ سند عتاب بن محمد بن شوذب از عبداللہ بن ابی اوفی بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی باقی ماندہ مدت رضاعت جنت میں پوری ہوگی۔

ابو یعلی موصلی (زکریا بن یحییٰ واسطی، ھشیم) اسماعیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا یا ان سے کسی نے سوال کیا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو میں نے جواب سنا کہ وہ بچپن میں فوت ہوئے اگر نبی علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کو نبی منظور ہوتا وہ تو زندہ رہتا۔ ابن عساکر (احمد بن محمد بن سعید الحافظ، عبید بن ابراہیم جعفی، حسن بن ابی عبداللہ فراء، مصعب بن سلام، ابو حمزہ ثمالی، ابو جعفر محمد بن علی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتا تو وہ نبی ہوتا۔ ابن عساکر (محمد بن اسماعیل بن سمرہ، محمد بن حسن اسدی، ابوشیبہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے کفن میں مت لپیٹو یہاں تک کہ میں اس کو دیکھ لو۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے اور اس پر جھک کر اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے دونوں جبڑے اور پسلیوں میں اضطراب اور ہیجان پیدا ہو گیا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ ابوشیبہ ہے اس کی روایت پر تعامل نہیں۔ ابن عساکر (مسلم بن خالد الزنجی، ابن خثیم، شہر بن حوشب) اسمائے بنت یزید بن سکن سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ روئے اور آپ ﷺ کے آنسو جاری ہو گئے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ علم الٰہی کے زیادہ حق دار ہیں اور آبدیدہ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمناک ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جو خدا کو ناپسند ہو۔ اگر موت کا سچا وعدہ اور باہمی محشر جمع ہونا اور پس ماندہ، پہلے کے تابع نہ ہوتا تو اے ابراہیم رضی اللہ عنہ! ہم اس

سے بھی زیادہ تجھ پر غمگین ہوتے اور اے ابراہیم رضی اللہ عنہ ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں۔

آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی : امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسود بن عامر، اسرائیل، جابر، شعبی) براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سولہ ماہ کی عمر میں فوت ہوا اور خود نبی علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی، اور فرمایا کہ جنت میں اس کی دایہ ہے جو کہ مدت رضاعت پوری کرے گی اور وہ صدیق کے مرتبہ پر فائز ہے۔ شعبی سے حکم بن عیینہ بھی اس روایت کو بھی بیان کرتے ہیں۔

ابو یعلی (قواریری، اسماعیل بن ابی خالد) ابن ابی اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کرائی، میں بھی مقتدی تھا اور آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں۔

یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق، محمد بن طلحہ بن یزید بن رکانہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے اور نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔

ابن عساکر (اسحاق بن محمد بن فروی، عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد عمر بن علی بن ابی طالب، عبداللہ بن محمد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا وہ مشربہ (مقام رضاعت) اور عالیہ میں مقیم تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جامہ دان اور تھیلے میں رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس کو سامنے رکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس کو غسل دیا، کفن پہنایا اور اس کا جنازہ لوگوں کے ساتھ لائے اور اس زقاق اور کوچہ میں دفن کیا جو محمد بن زید کے مکان کے متصل تھا قبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اترے اور اس کو ہموار اور درست کیا، اس میں نعش رکھ کر باہر آئے اور دفن کر کے قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی قبر میں ہاتھ ڈال کر کہا، سنو! واللہ! وہ نبی بن نبی ہے۔ رسول اللہ ﷺ روئے اور آپ ﷺ کے آس پاس جو مسلمان تھے وہ بھی رو پڑے۔ یہاں تک کہ رونے کی آواز بلند ہو گئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا، آنکھوں میں غم ہے، دل میں غم ہے۔ لب پر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اے ابراہیم! ہم تجھ پر غمناک ہیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ ﷺ بروز منگل ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے بنی مازن بن نجار کے محلہ میں، ام بردہ بنت منذر کے مکان پر اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن سورج گرہن ہو گیا تو لوگوں نے کہا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج گہنا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے دو علامات ہیں یہ کسی کی زندگی اور موت کی وجہ سے نہیں گہناتے۔

نبی علیہ السلام کے غلاموں کا بیان

حافظ ابن عساکر نے جو ذکر کیا ہے۔ ہم اسے معمولی کمی بیشی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وباللہ المستعان۔

(۱) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید بن حارثہ ابو زید کلبی : ان کی کنیت ابو یزید اور ابو محمد بھی بیان کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ کے غلام اور آپ ﷺ کے غلام زادے، محبوب اور محبوب کے بیٹے۔ ان کی والدہ ام ایمن ہے، مسماۃ برکت۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی کم سنی میں دایہ تھیں اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اولین ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر جیش مقرر کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال تھی، اس عظیم لشکر کی امارت کے دوران شہید ہوئے جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (اور ایک ضعیف قول کے مطابق) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے نماز کی امامت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ''جرف'' میں مقیم تھا (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مستثنٰی کروالیا کہ ان کی رائے کی روشنی میں فیصلہ کرسکیں، چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دیدی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تکرار اور مذاکرات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کر دیا۔ ہر ایک کے اعتراض کو دور فرما کر کہتے خدا کی قسم! میں اس علم کو نہیں کھولوں گا جس کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے چنانچہ وہ لشکر روانہ ہو کر علاقہ شام کی حدود ''بلقاء'' میں مقیم ہوگیا۔ جہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ شہید ہوئے تھے۔ پھر اس نے علاقہ پر حملہ کیا مال غنیمت جمع کیا، دشمنوں کو قیدی بنایا، صحیح سالم اور فتح ونصرت سے ہمکنار ہو کر واپس چلے آئے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے جب بھی ملتے تو ان کو کہتے اے امیر! السلام علیکم۔

امیرِ جیش بننے پر نکتہ چینی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر جیش مقرر کیا تو بعض نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے خطاب میں فرمایا اگر تم نے اس امارت پر نکتہ چینی کی ہے تو کوئی عجب بات نہیں'' تم اس کے باپ کی امارت پر اس سے پہلے نکتہ چینی کر چکے ہو۔ واللہ وہ امارت کا اہل ہے اور وہ مجھے زید رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے محبوب ہے اور یہ صحیح بخاری میں (موسیٰ بن عقبہ از سالم از ابیہ) مذکور ہے۔ نیز صحیح بخاری میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لے کر فرماتے، الٰہی! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب بنا اور شعبی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے اس کو اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معیار محبت اسی لئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تنخواہ داروں اور وظیفہ خواروں کی فہرست تیار کی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی پانچ ہزار تنخواہ مقرر کی اور اپنے بیٹے عبداللہ کی چار ہزار تنخواہ مقرر کی۔ اس تفاوت اور کمی بیشی کے بارے میں جب پوچھا گیا تو فرمایا وہ رسول اللہ ﷺ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ پیارا تھا، اور اس کا باپ عبداللہ کے باپ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو پیارا تھا

عبدالرزاق (معمر، زہری، عروہ) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر سے پہلے مجھے گدھے پر اپنے ساتھ سوار کیا، جب سعد بن عبادہ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لے گئے۔

میں (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ رسول اللہ نے اسی طرح عرفات سے واپسی کے وقت بھی مزدلفہ تک حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر ردیف بنایا تھا۔ (جیسا کہ حجۃ الوداع میں بیان ہو چکا ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شرکت سے معذرت۔۔۔ متعدد مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور یہ معذرت پیش کی کہ جب اس نے ایک ''کلمہ گو'' کو قتل کر دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ اور کلمہ توحید کے بالمقابل تیرا کون حامی وناصر ہوگا۔ کیا تو نے اس کلمہ توحید کہنے کے بعد تہ تیغ کر دیا؟ الخ۔ نیز ان کے بیشتر فضائل احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کے اوصاف سیاہ فام، چپٹی ناک، شیریں کلام، فصیح زبان اور ربانی عالم تھے۔ ان کے باپ حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی انہی اوصاف سے موصوف تھے مگر وہ سفید فام تھے۔ اس لئے بعض نادان لوگوں نے ان کے نسب کے بارے میں نکتہ چینی کی۔ ایک دفعہ باپ بیٹے دونوں چادر اوڑھے سو رہے تھے اور ان کے قدم کھلے تھے۔

حضرت اسامہ کے سیاہ اور زید کے سفید، ان کے پاس مجزز مدلجی گزرے تو ان کو دیکھ کر کہا، واہ! سبحان اللہ! یہ قدم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر بہت مسرور ہوئے اور ہشاش بشاش حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، آپ ﷺ کے رخ انور کی شکنیں روشن تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجزز قائف نے ابھی ابھی حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ باپ اور بیٹا دیکھ کر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے فقہاء محدثین نے اس حدیث سے قائف کے حکم کو بحال رکھنے اور اس پر مسرت کے اظہار کی حیثیت سے، سب کے وہم واختلاط کے موقعہ پر کام کرنے کا استنباط کیا ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اپنے مقام پر محقق ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سن وفات .. ابو عمر مؤرخ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی وفات کو ۵۴ھ میں صحیح قرار دیا ہے اور بعض نے سن وفات ۵۸ھ یا ۵۹ھ بیان کیا ہے اور بعض کا بیان ہے کہ وہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۳۵ھ سے پہلے فوت ہوئے۔ واللہ اعلم۔ صحاح ستہ میں ان کی روایات مذکور ہیں۔

اسلم ابو رافع قبطی ... بعض ان کا نام ابراہیم یا ثابت یا ھرمز بتاتے ہیں۔ غزوہ بدر سے پہلے مسلمان ہوئے، مگر اس میں شامل نہیں ہوئے کیونکہ وہ اپنے سادات آل عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ میں مقیم تھے۔ وہ تیر بنایا کرتے تھے۔ جب غزوہ بدر کی فتح کی خوشخبری مکہ میں آئی تو خبیث ابولہب کے ساتھ اس کا قصہ مشہور ہے جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے بعد انہوں نے ہجرت کی۔ غزوہ احد اور اس کے مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔ وہ کاتب اور محرر تھے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے کتابت کا کام سرانجام دیا۔ مفضل بن غسان غلابی کے قول کے مطابق۔ اور عہد فاروقی میں فتوحاتِ مصر میں شامل ہوئے۔

(۲) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ پہلے یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا اور آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنی لونڈی سلمی سے نکاح کر دیا اور سلمی کے بطن سے ان کی اولاد پیدا ہوئی۔ وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے سامان کے محافظ ہوتے تھے۔

امام احمد (محمد بن جعفر اور بہز، شعبہ، حکم، ابن ابی رافع) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مخزومی کو صدقات کی وصولی کے لئے مقرر کیا۔ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میرے ساتھ چلے چلو کہ تمہیں بھی کچھ مل جائے۔ انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں اور قوم کا غلام بھی ان میں شمار ہوتا ہے (اس روایت کو ثوری نے محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کی معرفت حکم سے بیان کیا ہے۔

سانپ کا واقعہ .... مسند ابو یعلی میں ابو رافع سے منقول ہے کہ خیبر میں قیام کے دوران سخت سردی کا موسم تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس لحاف ہے وہ اس شخص کو لحاف دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے لحاف میسر نہیں ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے مجھے لحاف ڈال دیا صبح تک ہم سوئے رہے، اٹھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاؤں کے پاس سانپ دیکھا تو فرمایا: اے ابو رافع! اسے مار دو، مار دو۔ اس کی روایت کتب حدیث میں ایک جماعت سے مروی ہے۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

(۳) انسہ رضی اللہ عنہ بن زیاد بن مشرح یا ابو مسرح ...... جبل سراۃ کے مولدین میں سے ہے، مہاجر ہے عروہ بن زہری موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کے مطابق وہ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مقام پر تشریف فرما ہوتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی دربانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

اپنی کتاب میں خلیفہ بن خیاط (علی بن محمد، عبدالعزیز بن ابی ثابت، داؤد بن حصین، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انسہ غلام رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر میں شہید ہوا۔ واقدی کا بیان ہے کہ بات ہمارے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ (اور میں نے دیکھا ہے کہ اہل علم ان کی غزوہ احد میں شمولیت بھی ثابت کرتے ہیں) اور وہ دیر تک زندہ رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

(۴)......ایمن رضی اللہ عنہ بن عبید بن زید حبشی۔ ابن مندہ نے اس کا نسب عوف بن خزرج تک بیان کیا ہے، جو محل نظر ہے۔ یہ ام ایمن برکت کا بیٹا ہے اور اسامہ بن زید کا ماں جایا بھائی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے وضو کا اہتمام کیا کرتا تھا اور غزوہ حنین میں ثابت قدم رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ایمن اور اس کے رفقاء کے بارے میں "**فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً**" (۱۸/۱۱۰) آیت نازل ہوئی۔

مجاہد کی منقطع روایت...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایمن غزوہ حنین میں شہید ہوئے نیز مجاہد کی روایت اس سے منقطع ہے، یعنی وہ روایت جو (ثوری، منصور، مجاہد، عطاء) ایمن حبشی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف مجن اور ڈھال کی چور میں ہاتھ قطع کیا۔ اس زمانے میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔ معجم صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں، ابوالقاسم بغوی (ہارون بن عبداللہ، اسود بن عامر، حسن بن صالح، منصور، حکم، مجاہد اور عطاء) ایمن سے نبی علیہ السلام سے اسی طرح روایت بیان کرتے ہیں۔ اس سند کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد فوت ہوئے ہوں بشرطیکہ حدیث میں تدلیس نہ ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ اس سے مراد کوئی دوسرا ایمن ہو۔ ابن اسحاق وغیرہ جمہور نے ان کو شہدائے حنین میں شمار کیا ہے واللہ اعلم۔ حجاج بن ایمن کا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مشہور واقعہ ہے۔

(۵) ......باذام...... باذام کا تذکرہ طہمان کے ترجمہ وتعارف میں بیان ہوگا۔

(۶)......ثوبان بن بجدد یا ابن جحر ابوعبداللہ...... بعض ان کی کنیت ابوعبدالکریم یا ابوعبدالرحمان بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ مکہ اور یمن کے مابین "سراۃ" کے مقام کے باشندوں میں سے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں، یمن میں حمیر قبیلہ میں سے ہیں۔ بعض "الھان" قبیلہ میں سے بیان کرتے ہیں اور بعض مذحج کے قبیلہ حکم بن سعد العشیرہ سے ذکر کرتے ہیں کہ وہ دور جاہلیت میں قید ہوئے ان کو رسول اللہ ﷺ نے خرید کر آزاد فرما دیا تھا۔ اور اختیار دیا کہ چاہے تو وہ اپنی قوم میں واپس چلا جائے اور اگر چاہے تو یہاں مقیم رہے۔ وہ اہل بیت میں سے ہیں۔

چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی "ولاء" میں مدینہ میں مقیم رہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات تک سفر وحضر میں آپ ﷺ کی خدمت میں رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں فتوحات مصر میں شامل تھے۔ اس کے بعد حمص میں چلے آئے، وہاں اپنا مکان تعمیر کروایا اور تا وفات ۵۴ھ تک وہیں مقیم ہوئے اور بعض لوگ سن وفات ۴۴ھ بیان کرتے ہیں جو غلط ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ مصر میں فوت ہوئے۔ مگر حمص میں ہی فوت ہونا صحیح ہے جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

الادب المفرد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت نقل کی ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح میں، نیز سنن اربعہ میں بھی ان کی روایت مذکور ہے۔

(۷) ......حنین غلام رسول اللہ ﷺ...... (ابراہیم بن عبداللہ بن حنین کے جدامجد) مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خدمت گار تھے اور وضو کا اہتمام کرتے تھے نبی علیہ السلام جب وضو سے فارغ ہوتے تو وہ وضو کا باقی ماندہ پانی لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتے۔ بعض لوگ اس پانی کو پی لیتے اور بعض حضرات اس کو جسم پر چھڑک کر مل لیتے اور حنین نے یہ پانی ایک گھڑے میں اپنے پاس محفوظ کر لیا یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا، اس پانی کا کیا کرے گا؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس ذخیرہ شدہ پانی کو پیوں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے کوئی ایسا غلام دیکھا ہے جس نے وہ محفوظ کیا ہو جو اس نے محفوظ کر لیا ہے؟ اس کے بعد

رسول اللہ ﷺ نے حنین، اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا اور انہوں نے حنین کو آزاد کر دیا۔

(۸)۔۔۔ ذکوان۔۔۔ ان کا ذکر و تعارف طہمان کے حالات میں بیان ہوگا۔

(۹)۔۔۔ رافع یا ابو رافع، ابوالبہی کنیت سے بھی معروف ہے۔۔۔ ابوبکر بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ وہ ابو احیحہ سعید بن عاص اکبر کا غلام تھا۔ اس کے بیٹے اس کے وارث ہوئے، ان میں سے تین نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، وہ ان کے ساتھ جنگ بدر میں شامل ہوا، وہ تینوں کام آ گئے، پھر اس نے اپنے آقا سعید کی اولاد کے تمام حصص کو خرید لیا سوائے خالد بن سعید کے حصہ کے۔ اور خالد بن سعید نے اپنا حصہ رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ہبہ قبول فرما کر ان کو آزاد کر دیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ اس کے بعد بنی سعید بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔

(۱۰)۔۔۔ رباح اسود۔۔۔ نبی علیہ السلام کے ہاں باریابی کی اجازت وہ دیا کرتے تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بالا خانے میں آنے کی اجازت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی تھی، جب آپ ﷺ ازواج مطہرات سے ''ایلاء'' کر کے بالا خانے میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ حدیث (عکرمہ بن عمار از سماک بن ولید از ابن عباس رضی اللہ عنہ از عمر رضی اللہ عنہ) میں ان کا نام اسی طرح بصراحت آیا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، عکرمہ بن عمار، ایاس بن سلمہ بن اکوع) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے ایک غلام کا نام رباح تھا۔

(۱۱)۔۔۔ رویفع غلام رسول اللہ ﷺ۔۔۔ مصعب بن عبداللہ زبیری اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ان کو موالی رسول اللہ ﷺ اور غلامان رسول ﷺ شمار کیا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں ان کا بیٹا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور ان کا بیان ہے کہ یہ لاولد تھا۔

مکتوب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔۔۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ غلامانِ رسول ﷺ کا خوب خیال رکھتے تھے، ان کو تلاش کر کے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرتے تھے، انہوں نے اپنے دور خلافت میں ''ابوبکر بن حزم'' عالم مدینہ اور یگانہ روزگار کو ایک مکتوب تحریر کیا کہ وہ غلامانِ رسول ﷺ مرد و عورت اور خدام کو تلاش کرے۔ (رواہ الواقدی) ابوعمر نے اس کو مختصر بیان کر کے کہا ہے کہ مجھے اس کی روایت کا علم نہیں ''اسد الغابہ'' میں ابن اثیر نے اس کو بیان کیا ہے۔

(۱۲)۔۔۔ حضرت زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ۔۔۔ جمادی ۸ھ میں ''غزوہ موتہ'' کے دوران ان کی شہادت کے بیان میں ان کے حالات ذکر کر چکے ہیں۔ وہ لشکر کے اولین امیر تھے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جس لشکر میں روانہ کیا، امیر ہی نامزد کیا، اگر وہ زندہ رہتے تو رسول اللہ ﷺ اس کو خلیفہ نامزد کرتے، رواہ احمد۔

(۱۳)۔۔۔ زید ابو یسار رضی اللہ عنہ۔۔۔ ''معجم صحابہ'' میں ابوالقاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ وہ مدینہ میں قیام پذیر تھے اور ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔ محمد بن علی جوزجانی (ابوسلمہ تبوذکی حفص بن عمر طائی، ابوعمر بن مرہ، بلال بن یسار بن زید غلام رسول اللہ ﷺ، یسار) زید ابو یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص (**استغفر اللّٰه الذی لاالہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ**) کا وظیفہ کرے گا اس کو بخش دیا جائے گا خواہ وہ میدان جنگ سے فرار ہوا ہو۔ امام ابوداؤد نے بھی اس روایت کو ابوسلمہ سے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل نقل کر کے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ کہ ہم صرف اسی سند سے اس حدیث کو جانتے ہیں۔

(۱۴) ..حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ابو عبدالرحمان مہران .... ان کی کنیت ابوالبختری بھی ہے۔اور نام مہران یا عبس یا احمر یا رومان ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک واقعہ کے باعث ان کو سفینہ کا لقب دیا۔(جو ہم ابھی بیان کریں گے) جو ان کے نام پر غالب آ گیا (اور وہ اسی سے معروف ہو گئے) یہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تاحیات رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزاری کے ساتھ مشروطاً آزاد کیا تھا۔انہوں نے یہ شرط قبول کرتے ہوئے کہا اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ شرط عائد نہ بھی کرتیں تو میں پھر بھی آپ ﷺ سے جدا نہ ہوتا (یہ حدیث سنن میں ہے)۔

یہ مولد بن عرب میں سے ہیں۔دراصل ''ابناء فارس'' میں سے ہیں سفینہ بن مافنہ۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنضر ،حشرج بن نباتہ عبسی کوفی، سعید بن جمہان) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں خلافت تیس برس ہوگی اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔پھر مجھے سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت شمار کر۔پھر اس نے کہا ہم نے شمار کیا تو (قریباً) تیس سال مدت خلافت پائی۔پھر اس کے بعد میں نے خلفاء کے بارے میں غور کیا تو کسی خلیفہ پر تیس آدمیوں کو متفق نہ پایا۔حشرج کوفی کا بیان ہے کہ میں نے سعید سے پوچھا آپ کی ملاقات سفینہ سے کہاں ہوئی تو اس نے کہا حجاج کے عہد میں، بطن نخلہ میں، میں نے ان کے پاس تین راتیں بسر کیں۔احادیث رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھتا رہا۔میں نے پوچھا آپ کا اسم گرامی؟ تو انہوں نے کہا، میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا، میرا نام رسول اللہ ﷺ نے سفینہ رکھا ہے۔میں نے وجہ تسمیہ پوچھی تو انہوں نے کہا سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام بھی تھے، ان پر ان کا سامان گراں اور بوجھل ہو گیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھادی تو سب نے اپنا سامان اس میں ڈال دیا۔اور مجھ پر لاد دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اٹھا لے، تو تو سفینہ ہے۔اس دن اگر میں ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا لیتا تو مجھ پر گراں نہیں گزرتا۔(میں کسی کو نہ بتاؤں گا) الا کہ وہ اصرار سے پوچھیں۔یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے۔اور ان میں یہ الفاظ ہیں۔(خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم تكون ملكا)

امام احمد (بہز حماد بن سلمہ، سعید بن جمہان) سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے، جب بھی کوئی ساتھی تھک جاتا وہ اپنا سامان از قسم لباس، ڈھال یا تلوار مجھ پر ڈال دیتا یہاں تک کہ میں بہت سا سامان اٹھائے ہوئے تھا کہ مجھے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو سفینہ رحمۃ اللہ علیہ اور کشتی ہے سفینہ کی وجہ تسمیہ میں یہ۔بات مشہور ہے۔

ابوالقاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالربیع سلیمان بن داؤد زہرانی اور محمد بن جعفر ورکانی، شریک بن عبداللہ نخعی، عمران بجلی) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم نے ایک وادی یا نہر پار کی، اور میں پار کرنے میں سب سے زیادہ تیز تھا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس دن تو، تو سفینہ اور کشتی ہے۔اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے از اسود بن عامر از شریک سے نقل کیا ہے۔

شیر کا واقعہ .....ابو عبداللہ بن مندہ (حسن بن مکرم، عثمان بن عمر اسامہ بن زید، محمد بن منکدر) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں سمندر میں کشتی پر سوار ہوا اور وہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں اس کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔اس نے مجھے ایک ایسے جزیرہ کے ہم کنار کر دیا جس میں شیر تھا میں ناگاہ اس سے ڈر گیا۔پھر میں نے کہا اے ابوالحارث! اے شیر میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں پھر وہ اپنے کندھے سے چھو کر مجھے اشارہ کرنے لگا کہ مجھے اس نے صحیح راستہ پر ڈال دیا پھر وہ دھاڑا میں سمجھا کہ وہ الوداع ہو کر سلام کہہ رہا ہے۔یہ روایت ابوالقاسم بغوی نے رحمۃ اللہ علیہ (ابراہیم بن ہانی، عبیداللہ بن موسیٰ، یکے از رجال) محمد بن منکدر سے نقل کی ہے نیز یہ روایت بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبداللہ مخرمی، حسین بن محمد، عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ، محمد بن منکدر) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔نیز یہ حدیث ابوالقاسم بغوی (ہارون بن عبداللہ، علی بن عاصم، ابو ریحانہ) حضرت سفینہ غلام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے شیر ملا میں نے کہا میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ہوں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں تو اس نے زمین پر اپنی دم ماری اور بیٹھ گیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب سنن نے سفینہ کی روایت نقل کی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مروی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ بطن نخلہ

میں رہائش پذیر تھا اور حجاج کے عہد تک زندہ رہا۔

(۱۵)... حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ مولائے اسلام ...ان کا اصل وطن فارس ہے گردش اور انقلاب زمانہ سے وہ مدینہ کے ایک یہودی کے غلام بن گئے، رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا تو انہوں نے اپنے یہودی آقا سے مکاتبت کر لی اور رسول اللہ ﷺ نے مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں ان کی مدد فرمائی پھر وہ آپ ﷺ کی طرف منسوب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سلمان منا اھل البیت) سلمان ہم اھل بیت میں سے ہے اس سے ہم (امام ابن کثیر) ان کے ہجرت کرنے اور ایک کے بعد راہبوں کے پاس رہنے کا واقعہ بیان کر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ حالات کے تھپیڑوں نے انہیں مدینہ منورہ میں پہنچا دیا اور شروع ہجرت رسول اللہ ﷺ میں ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی درج کر چکے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری دنوں میں ۳۵ھ میں یا ۳۶ھ کے شروع میں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے لیکن پہلا قول اکثر مشہور ہے۔

عباس بن یزید بحرانی کا بیان ہے کہ مورخ بلا شک وارتیاب روایت کرتے ہیں کہ وہ ۲۵۰ سال زندہ رہے اور مزید برآں ۳۵۰ سال تک زندہ رہنے میں اختلاف ہے اور بعض متاخرین حفاظ کا دعویٰ ہے کہ ان کی سو سال سے زائد نہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۶) شقران حبشی رضی اللہ عنہ ......ان کا نام صالح بن عدی ہے۔ رسول اللہ کو اپنے والد ماجد کے ترکہ سے ورثہ میں ملے بقول مصعب زبیری اور محمد بن سعد، یہ غلام حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا تھا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل نے اسحاق بن عیسیٰ کی معرفت ابو معشر سے نقل کیا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شامل ہونے والوں میں سے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ نہیں دیا۔

اسی طرح محمد بن سعد نے بھی ان کو شاہدین بدر میں شمار کیا ہے۔ وہ غلام تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ نہیں دیا بلکہ ان کو بدر کے قیدیوں پر عامل اور نگران مقرر کر دیا اور ہر قیدی کے وارث نے ان کو کچھ مال دیا یہاں تک کہ ان کو مال غنیمت کے حصہ سے زائد مال مل گیا۔

غزوہ بدر میں غلاموں کی شرکت... ...اس کے علاوہ غزوہ بدر میں تین غلام شریک ہوئے۔

(۱) حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف کا غلام۔

(۲) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کا غلام۔

(۳) حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن معاذ کا غلام۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو گھر میں استعمال کا سامان دیا اور پورا حصہ نہیں دیا۔

ابوالقاسم بغوی کا بیان ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اور ابن اسحاق کی کتاب میں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں ان کا نام نہیں۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ) ابوبکر بن عبداللہ بن ابی ضم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام شقران کو غزوہ مریسیع کے پڑاؤ میں تمام مال غنیمت از قسم متاع بیت اسلحہ، اونٹوں اور بکریوں پر نگران اور عامل مقرر کیا اور بچوں کو علیحدہ کونے میں جمع کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسود بن عامر، مسلم بن خالد، عمرو، عمرو بن یحییٰ مازنی، ابوہ) شقران غلام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو خیبر کی جانب جاتے ہوئے گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ اشارہ سے نماز ادا کر رہے تھے۔ ان احادیث میں، اس بات کے دلائل موجود ہیں کہ حضرت شقران رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں شریک ہوئے۔

امام ترمذی رضی اللہ عنہ (زید بن اخزم، عثمان بن فرقد، جعفر بن محمد، ابن ابی رافع) شقران سے روایت کرتے ہیں کہ واللہ تعالیٰ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر میں چادر بچھائی تھی نیز جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر بنائی اور شقران نے نیچے چادر بچھائی، بقول ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث حسن ضعیف ہے۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شقران نبی علیہ السلام کی قبر میں اترا اور اس نے قبر میں وہ چادر ڈالی جس پر آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور کہا

واللہ آپ ﷺ کے بعد اس کو کوئی استعمال نہیں کرے گا۔

اسد الغابہ میں حافظ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ ان کی نسل منقطع ہوگئی ہے۔ خلیفہ ہارون رشید رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ مدینہ، میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے آخر میں فوت ہوئے۔

(۱۷)۔۔ **ضمیرہ بن ابی ضمیرہ حمیری** ۔۔۔۔ یہ جاہلی زمانے میں قید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ معصب زبیری نے ان کے تعارف میں بتایا ہے کہ ان کا بقیع میں گھر تھا اور صاحب اولاد تھے عبداللہ بن وھب (ابن ابی ذئب حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ، ابوضمیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ام ضمیرہ کے پاس سے گزرے اور وہ رو رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ کیا بھوکی ہے یا کپڑے درکار ہیں؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے بیٹے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماں اور بیٹے کے درمیان تفریق نہیں کی جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلایا جس کے پاس ضمیرہ تھا، آپ ﷺ اس سے ایک اونٹ کے عوض خرید لیا۔

مکتوب نبوی ﷺ ۔ ابن ابی ذئب کا بیان ہے کہ حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ''مکتوب نبوی'' پڑھوایا، محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام ابوضمیرہ اور اس کے خاندان کے یہ مکتوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا ہے اور وہ عرب خاندان سے ہے دل چاہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قیام کریں اگر وہ اپنی قوم کے پاس جانا پسند کریں تو چلے جائیں کسی حق کے بغیر کوئی امر ان کے جانے کے درمیان حائل نہ ہو اور جو مسلمان ان سے ملے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ وکتب ابی بن کعب۔

(۱۸)..... **طہمان** ..... ان کا نام، ذکوان، مہران، میمون، کیسان اور باذام بھی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ صدقہ میرے اور میرے اہل بیت کے لئے حلال نہیں۔ اور قوم کا غلام قوم میں شمار ہوتا ہے۔

اس روایت کو بغوی رحمۃ اللہ علیہ (منجاب بن حارث وغیرہ، شریک، عطاء بن سائب) حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے غلام طہمان یا ذکوان نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الصدقة لاتحل لی و لا لاهل بیتی وان مولی القوم منهم

(۱۹)۔۔۔ **عبید، غلام رسول اللہ ﷺ** ۔۔۔ ابوداؤد طیالسی (شعبہ، سلیمان تیمی) شیخ گمنام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبید غلام رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے علاوہ بھی کسی نماز کے پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے تو اس نے کہا مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

تعاقب...... ابوالقاسم بغوی کا بیان ہے مجھے معلوم نہیں کہ کسی اور نے بھی یہ روایت نقل کی ہو اور ابن عساکر کا بیان ہے کہ یہ روایت اس طرح نہیں جیسے اس نے بیان کی۔

پھر ابن عساکر (ابویعلی موصلی، عبدالاعلی بن حماد، حماد بن سلمہ، سلیمان تیمی) عبید غلام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ دو خواتین روزہ دار تھیں اور لوگوں کی چغلی کھاتی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے پیالہ منگوا کر ان کو کہا اس میں قے کرو، تو انہوں نے خون اور تازہ گوشت کی قے کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان عورتوں نے حلال چیز سے روزہ رکھا اور حرام پر افطار کیا۔ اس حدیث کو امام احمد (یزید بن ہارون اور ابن ابی عدی سلیمان تیمی، گمنام آدمی اور مجلس ابی عثمان) عبید غلام رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ نیز امام احمد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو غندر کی معرفت عثمان بن غیاث سے نقل کیا ہے کہ میں ابوعثمان کے ساتھ تھا کہ کسی شخص نے کہا کہ: سعید یا عبید غلام رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے اور یہ شک عثمان بن غیاث کی جانب سے ہے۔

(۴۰) فضالہ غلام رسول اللہ ﷺ (محمد بن سعید، واقدی، عتبہ بن خیرہ اشہلی) سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو مکتوب لکھا کہ میری خاطر رسول اللہ ﷺ کے خدام مرد و زن اور موالی کو تلاش کرو۔ چنانچہ اس نے تحریر کیا کہ فضالہ رسول اللہ ﷺ کا یمنی غلام تھا، شام میں رہائش پذیر ہوا اور ابو مویہبہ مزینہ کے مولدین میں سے تھا۔ (آپ ﷺ نے اس کو خرید) آزاد کر دیا، ابن عساکر کا بیان ہے کہ میں نے صرف اسی سند میں فضالہ کا نام موالی کی فہرست میں دیکھا ہے۔

(۴۱) حضرت قفیز رضی اللہ عنہ ابوعبداللہ بن مندہ (سہل بن سری، احمد بن محمد بن منکدر، محمد بن یحییٰ، محمد بن سلیمان حرانی، زبیر بن محمد) ابوبکر بن عبداللہ بن انیس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا غلام "قفیز" تھا تفرد بہ محمد بن سلیمان حرانی۔

(۴۲) کرکرہ بعض غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے سامان کا نگران تھا اور ابوبکر بن حزم نے اس کا نام خدام کی اس فہرست میں درج کیا ہے جو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ارسال کی تھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، عمرو، سالم بن ابی الجعد) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے سامان کا کرکرہ نامی آدمی نگران تھا، وہ فوت ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ آتش جہنم میں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ چوغہ یا چادر پہنے ہوئے ہیں جو اس نے مال غنیمت سے حاصل کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت علی بن مدینہ کی معرفت سفیان سے نقل کی ہے۔ میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ یہ قصہ اس مدعم غلام کے قصہ کے مشابہ ہے جو آپ ﷺ کو رفاعہ تصیبی نے بطور ہدیہ دیا تھا۔

(۴۳) کیسان ..... بغوی (ابوبکر بن ابی خثیمہ، ابن فضیل) عطاء بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام کیسان کو صدقہ کے بارے میں بتایا کہ ہم اہل بیت کو صدقہ کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ ہمارا غلام بھی ہم میں شمار ہے لہٰذا تو صدقہ کا مال نہ کھا۔

(۴۴) حضرت مابور خصی رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا شیریں رضی اللہ عنہا اور دلدل (خچر) کے ساتھ والئی اسکندریہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ ارسال کیا تھا، ہم اس کے حالات حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ترجمہ و تعارف میں بیان کر چکے ہیں جو کافی ہیں۔

(۴۵) .. حضرت مدعم ..... یہ غلام سیاہ فام تھا، حیثمی کے مولدین میں سے (علاقہ، شام میں حیثمی اور وادی القریٰ کے درمیان دو رات کی مسافت کا فاصلہ ہے وہاں جذام قبیلہ سکونت پذیر ہے) خیبر سے واپسی کے دوران وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک میں ہی فوت ہو گیا جب وہ خیبر سے واپسی کے دوران "وادی القریٰ" میں فروکش ہوئے اور "مدعم" رسول اللہ ﷺ کی ناقہ سے پالان اتار رہا تھا کہ اچانک ایک نامعلوم تیر آیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا، تو لوگوں نے کہا اسے شہادت مبارک ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا! والذی نفسی بیدہ! جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت سے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اچک لی تھی وہ چادر اس پر شعلہ زن ہے۔ یہ سن کر ایک شخص نے ایک یا دو تسمے لئے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا دو۔ یہ حدیث مسلم بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں (مالک از ثور بن یزید از ابوالغیث از ابوہریرہ) مروی ہے۔

(۴۵) ... مہران ...اس کو طہمان بھی کہتے ہیں، اسی سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم اور ان کے غلاموں پر صدقہ کی حرمت کی روایت بیان کی ہے کما تقدم۔

(۴۶) میمون ... یہ وہی ہے جس کا تذکرہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۲۷) نافع غلام رسول اللہ ﷺ... حافظ ابن عساکر (ابو الفتح ماہانی، شجاع صوفی، محمد بن اسحاق، احمد بن محمد بن زیاد محمد بن عبدالملک بن مروان، یزید بن ہارون، ابو مالک، اشجعی، یوسف بن میمون) نافع مولائے نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ بوڑھا بدکار اور زانی، متکبر مسکین اور اپنے عمل کا اللہ تعالیٰ پر احسان کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲۸) نفیع بعض مسروح اور بعض نافع بن مسروح کہتے ہیں صحیح نام ہے نافع بن حارث بن کندہ بن عمرو بن علاج بن سمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرۃ بن عوف بن قیس (اور یہ ثقفی ہیں اور خلاصہ میں نافع کی بجائے نفیع ہے۔ اور قیس بن ثقیف مذکور ہے) ابوبکر رضی اللہ عنہ ثقفی، ان کی والدہ سمیہ ام زیاد ہے وہ اور غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ طائف کی فصیل سے نیچے اتر آیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور نفیع چونکہ ایک چرخی کے ذریعہ نیچے اترے تھے، اس لئے حضور اقدس ﷺ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی۔ بقول ابونعیم وہ ایک نیک مرد تھا، رسول اللہ ﷺ نے ابو برزہ اسلمی اور ان کے درمیان مواخات قائم کی۔ میں (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں ایک وصیت کے مطابق ابو برزہ اسلمی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنگ جمل اور صفین میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کی وفات ہے ۵۱ھ میں یا ۵۲ھ میں۔

(۲۹) واقد یا ابو واقد حضور اقدس ﷺ کا غلام... حافظ ابونعیم اصبہانی (ابوعمرو بن حمدان، حسن بن سفیان، محمد بن یحییٰ بن عبدالکریم، حسنین بن محمد، ہشیم بن حماد، حارث بن غسان، ایک مدنی قرشی، زاذان) واقد غلام نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، خواہ اس کی نماز، تلاوت اور روزہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، خواہ اس کی نماز تلاوت اور روز بہت زیادہ ہو۔

(۳۰) ھرمز ابو کیسان ..... ھرمز یا کیسان بھی ان کا نام لیا جاتا ہے، ان کو طہمان بھی کہتے ہیں۔ ابن وھب (علی بن عباس، عطاء بن سائب) فاطمہ بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے غلام ابو کیسان ھرمز سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہم اہل بیت کے لئے صدقہ حلال نہیں، اور ہمارے غلام بھی ہم سے پیوستہ ہیں۔ پس تم صدقہ کا مال نہیں کھاؤ۔

ربیع بن سلیمان (اسد بن موسیٰ ورقاء) عطا بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ام کلثوم دختر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ ھرمز یا کیسان نے حضور اقدس ﷺ کا فرمان بیان کیا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

جنگ بدر میں ۲۰ غلام شامل ہوئے ... ابوالقاسم بغوی (منصور بن ابی مزاحم، ابوحفص ابار، ابن ابی زیاد) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو غلام شریک ہوئے ان میں سے ھرمز بھی ہے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر دیا تھا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے آزاد کیا ہے اور قوم کا غلام قوم میں شمار ہوتا ہے اور ہم اہل بیت ہیں، ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے تو صدقہ نہیں کھا۔

(۳۱) ... رسول اللہ ﷺ کا غلام، ہشام... محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن عبداللہ الرقی، محمد بن ایوب رقی، سفیان عبدالکریم، ابوالزبیر) ہشام غلام نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری بیوی کسی طلبگار کے ہاتھ کو نہیں روکتی (بلکہ میرا مال بے دریغ لٹا دیتی ہے) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کو طلاق دے دے۔ تو اس نے عرض کیا وہ مجھے اچھی لگتی ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس سے تمتع اور فائدہ اٹھا۔ بقول ابن مندہ، سفیان ثوری سے متعدد تلامذہ نے ابوالزبیر کی معرفت از مولی بنی ہاشم از رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے اور اس کا نام نہیں لیا اور اس روایت کو عبیداللہ بن عمرو نے از عبدالکریم از ابوالزبیر از جابر سے بھی سے نقل کیا ہے۔

(۳۲) یسار ... کہتے ہیں کہ اسی غلام کو "عرنیوں" نے قتل کر کے ناک کان کاٹ کر مثلہ بنایا تھا۔ واقدی نے اپنی سند سے یعقوب بن عتبہ

سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (محرم ۳ھ میں) ان کو بنی غطفان و رسلیم کے اونٹوں کے ساتھ گرفتار کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ہبہ کر دیا، آپ ﷺ نے ان سے یہ ہبہ قبول فرمالیا کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تھا کہ وہ نماز عمدہ طریق سے پڑھتے ہیں۔ پھر آپ نے ان کو آزاد کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو لشکر میں تقسیم کیا، ہر فوجی کے حصہ میں ساتھ اونٹ آئے اور لشکر کی تعداد دو سو تھی۔

(۳۳) ابوالحمراء بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام ہے ھلال بن حارث یا ھلال بن مظفر اور بعض کہتے ہیں ھلال بن حارث بن ظفر سلمی۔ یہ جاہلی دور میں گرفتار ہوئے۔

ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم (احمد بن حازم، عبیداللہ بن موسیٰ اور فضل بن دکین، یونس بن ابی اسحاق، ابوداؤد وقاص) ابوالحمراء سے روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں سات ماہ مقیم رہا (فرط محبت کے باعث) یہ لمبا عرصہ ایک دن کے برابر تھا، نبی علیہ السلام روزانہ صبح سویرے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر دستک دیتے اور کہتے:

نماز، نماز انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا.

احمد بن حازم (عبیداللہ بن موسی اور فضل بن دکین واللفظ لہ، یونس بن ابی اسحاق) ابوداؤد حضرت ابوالحمراء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک تاجر کے پاس سے گزرے، اس کے پاس بوری میں غلہ تھا آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کہا تو نے اس کو دھوکہ دیا ہے، جو شخص ہم مسلمانوں کو دھوکہ فریب دے وہ ہم میں سے نہیں۔ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت از ابن ابی شیبہ از ابی نعیم بیان کی ہے اس کے علاوہ ابن ماجہ میں ان کی کوئی روایت نہیں۔ یہ ابوداؤد تلمیذ ابوالحمراء نفیع بن حارث اعمی ہے جو ضعیف اور متروک لوگوں میں سے ہے۔

عباس دوری، ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابوالحمراء صحابی رسول کا نام ہے ہلال بن حارث رضی اللہ عنہ۔ وہ حمص میں مقیم تھے، میں نے وہاں ان کا لڑکا دیکھا اور بعض مورخ روایت کرتے ہیں کہ ان کی قیام گاہ 'باب حمص کے بیرون تھی۔ ابوالحمراء کا شمار موالی میں ہے۔

(۳۴) ابو سلمیٰ رسول اللہ ﷺ کا چرواہا بعض ابوسلام بھی کہتے ہیں اس کا نام ہے حریث۔ ابوالقاسم بغوی (کامل بن طلحہ، عباد بن عبدالصمد) ابوسلمیٰ رسول اللہ ﷺ کے چرواہے سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کلمہ توحید کا قائل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا معتقد ہے۔ دوبارہ مرنے کے بعد اٹھنے پر اور حساب وکتاب پر ایمان رکھتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

عباد بن عبدالصمد کہتے ہیں ہم نے اس سے پوچھا کیا تم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر کہا میں نے حضور اقدس ﷺ سے یہ حدیث کئی بار سنی۔ ابن عساکر نے اس سے صرف یہی ایک حدیث نقل کی ہے۔ الیوم واللیلۃ میں نسائی نے ایک اور روایت بھی بیان کی ہے اور امام ابن ماجہ نے اس سے تیسری حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۳۵) ابوصفیہ ابوالقاسم بغوی (احمد بن مقدام معتمر، ابوکعب اپنے دادا بقیہ سے) ابوصفیہ مولائے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ ان کے سامنے چمڑے کا ایک ٹکڑہ بچھا دیا جاتا اور کنکریوں والی زنبیل اس میں انڈیل دی جاتی، وہ آدھے دن تک تسبیح پڑھتے رہتے، پھر یہ چمڑا اٹھا دیا جاتا۔ ظہر کے بعد پھر شام تک تسبیح میں مصروف رہتے۔

(۳۶) ابوضمیرہ غلام رسول اللہ ﷺ سابق بیان شدہ ضمیرہ کا والد ہے اور ام ضمیرہ کا شوہر ہے۔ ضمیرہ کے حالات میں کچھ ابوضمیرہ کے حالات بھی بیان ہو چکے ہیں۔

مکتوب رسول اللہ ﷺ کی قدر ومنزلت طبقات میں (محمد بن سعد، اسماعیل بن عبداللہ بن اویس مدنی حسین بن عبداللہ بن ابی ضمیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مکتوب جو رسول اللہ ﷺ نے ابوضمیرہ کے نام تحریر کیا تھا وہ یہ ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کتاب من محمد رسول اللّٰہ لابی ضمیرۃ واھل بیتہ انھم کانوا اھل بیت

من العرب و كانوا ممن افاء الله على رسوله فاعتقهم ثم خير اباضميرة ان احب ان يلحق بقومه فقد اذن له وان احب ان يمكث مع رسول الله فيكونوا من اهل بيته فاختار الله و رسوله و دخل في الاسلام، فلا يعرض لهم احد الا بخير، و من لقيهم من المسلمين فليستوص بهم خير او كتب ابي بن كعب

(اس کا ترجمہ سترہ نمبر میں گزر چکا ہے)۔

اسماعیل بن ابی اویس کا بیان ہے کہ ابوضمیرہ رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے اور حمیری ہے۔ یہ لوگ ایک سفر میں تھے" یہ مکتوب نبوی" بھی ان کے ساتھ تھا، راستہ میں غارت گروں نے ان کا مال ومتاع چھین لیا پھر انہوں نے یہ مکتوب نبوی ان کو دکھایا تو مکتوب گرامی پڑھ کر ان سے چھینا ہوا مال واپس کر دیا اور ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔ حسین بن عبداللہ بن ابی ضمیرہ یہ مکتوب گرامی لے کر خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا خلیفہ مہدی نے یہ مکتوب لے کر اپنی آنکھوں پر رکھا، اور حسین کو تین سو دینار ہدیہ پیش کیا۔

(۳۷) ابوعبید غلام رسول اللہ ﷺ... امام احمد (عفان، ابان، عطار، قتادہ، شھر بن حوشب) ابوعبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ہانڈی میں گوشت پکایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے دستی دو، میں نے دستی آپ علیہ السلام کو پیش کر دی۔ آپ علیہ السلام نے وہ تناول فرما کر پھر دستی طلب کی تو میں نے دوسری "دستی" پیش کر دی، آپ ﷺ نے وہ بھی تناول فرما کر تیسری دستی طلب فرمائی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بکری کی کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟ یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا "والذی نفسی بیدہ" تو اگر خاموش رہتا تو، مجھے دستیاں پیش کرتا رہتا جب تک میں طلب کرتا رہتا۔ "شمائل" میں امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بندار از مسلم بن ابراہیم از ابان بن یزید العطار سے نقل کی ہے۔

(۳۸) ابوعشیب۔ بعض ابوعسیب کہتے ہیں صحیح ابوعسیب ہی ہے۔ بعض نے ان دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔ (اور دو شمار کئے ہیں) یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ کے دفن کے وقت بھی موجود تھے، انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ حارث بن ابی اسامہ، یزید بن ہارون مسلم بن عبید ابونصیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے غلام ابوعسیب سے سنا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تپ اور طاعون لے کر حاضر ہوئے، میں نے تپ کو اہل مدینہ کے لئے رکھ لیا اور طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا۔ مرض طاعون میری امت کے لئے شہادت اور رحمت ہے اور کافر پہ عذاب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ہارون سے اسی طرح سے نقل کیا ہے۔

قیامت کے دن دنیا کی آرام وراحت سے پرسش ہوگی ابوعبداللہ بن مندہ (محمد بن یعقوب، محمد بن اسحاق صاغانی یونس بن محمد، حشرج بن نباتہ، ابونصیر بصری) ابوعسیب مولائے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات گھر سے باہر آئے، میرے مکان کے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رہائش کے پاس سے گزرے اور ان کو بلایا وہ باہر آ گئے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ کے پاس سے گزرے ان کو بلایا وہ باہر آ گئے پھر آپ چلتے چلتے کسی انصاری کے باغ میں پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے باغ والے کو کہا ہمیں گدر اور تازہ کھجور کھلا۔ اس نے کھجوریں لا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ رسول اللہ ﷺ اور سب نے کھائیں پھر آپ ﷺ نے پانی منگوا کر پیا۔ تو پھر کہا بے شک یہ نعمت قیامت کے دن ہم سے اس کا حساب ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خوشہ پکڑا اور زمین پر اس قدر زور سے مارا کہ خوشہ کی کھجوریں بکھر گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا قیامت کے دن ہم سے اس کی بابت پرسش ہوگی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دے کر فرمایا صرف تین چیزوں کی پرسش نہ ہوگی۔

(۱) اس قدر لباس جس سے آدمی اپنی شرمگاہ کو چھپا سکے۔

(۱) ستا جانا جس سے اپنی بھوک رفع کر سکے۔

(۲) اس قدر قیام گاہ جس سے انسان گرمی سردی سے بچ سکے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شریح از حشرج سے نقل کیا ہے۔

طبقات میں ابن سعد، سلمہ بنت ابن قریصہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونہ بنت ابی عسیب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ابو عسیب متواتر تین رات دن کا روزہ رکھتے تھے اور چاشت کی نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، پھر کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ ایام بیض اور ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھتے تھے حضرت میمونہ رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہے ان کی چارپائی پر گھنٹی لگی ہوئی تھی، وہ بول نہ سکتے تو اس کے ذریعہ مجھے بلا لیتے، چنانچہ جب وہ مجھے بلاتے تو میں جاتی۔

(۳۹) ابوکبشہ انماری انمار مذحج میں سے ہیں مشہور قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں، ان کے نام کے بارے میں متعدد اقوال مروی ہیں مشہور ترین قول یہ ہے کہ ان کا نام سلیم ہے یا عمرو بن سعد یا سعد بن عمرو ہے۔ دراصل وہ علاقہ دوس کے مولدین میں سے ہیں اور وہ بدریوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے یہ قول زہری سے نقل کیا ہے نیز ابن اسحاق، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، واقدی رحمۃ اللہ علیہ، مصعب زبیری اور ابوبکر بن ابی خیثمہ نے بھی ان کو بدریوں میں بیان کیا ہے۔ اور امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ وہ غزوہ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شامل رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بروز منگل ۲۸ جمادی الآخر ۱۳ھ کو فوت ہوئے اور خلیفہ بن خیاط ﷺ ابوکبشہ غلام رسول اللہ ﷺ ۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابوکبشہ کے بارے میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک جاتے ہوئے "حجر" کے مقام کے پاس سے گزرے تو لوگ ان کے کھنڈرات اور مکانوں میں داخل ہونے لگے تو ہنگامی اعلان ہوا "الصلوۃ جامعۃ" لوگ یہ اعلان سن کر جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [illegible] علیہ قوم اور غضب الہٰی کی مورد قوم کے گھروں میں کیوں داخل ہو رہے ہو؟ تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ تعجب و حیرت کی بنا پر۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے عجیب بات نہیں بتاؤں تم میں سے ایک شخص ہے جو گزشتہ اور مستقبل کے حالات اور واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔ (الحدیث)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمان بن مہدی، معاویہ بن صالح) ازھر بن سعید حرازی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوکبشہ انماری سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ گھر گئے اور ضروری غسل کر کے باہر چلے آئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا بات تھی؟ فرمایا فلاں عورت میرے پاس سے گزری تو میرے دل میں نفسانی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس [illegible] خواہش کی تکمیل کی۔ تم بھی ایسا ہی کیا کرو کیونکہ تمہارے نیک اعمال میں سے بیوی سے ہمبستری اور یہ نفسانی خواہش کی تکمیل ہے۔

یہ روایت [illegible] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اعمش، سالم بن ابی الجعد) ابوکبشہ رحمۃ اللہ علیہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت کی مثال چار آدمیوں کی مانند ہے۔ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور علم و عرفان سے نوازا ہے پس وہ اپنے علم کے مطابق [illegible] مال میں حق کے مطابق صرف کرتا ہے۔ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان سے آراستہ کیا ہے اور مال و دولت سے تہی دست رکھا ہے وہ [illegible] کہتا ہے اگر میرے پاس بھی اس جیسا مال ہوتا تو میں بھی اس جیسی سخاوت کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں شخص اجر و ثواب میں یکساں اور برابر ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ نے مال و متاع بخشا ہے اور علم سے محروم رکھا ہے وہ اسے فضول خرچ کرتا ہے اور ناحق صرف کرتا ہے اور ایک شخص ہے کہ [illegible] مال اور علم دونوں سے تہی دست رکھا ہے پھر وہ آرزو کرتا ہے اگر میرے پاس اس جیسا مال ہوتا تو میں بھی اس کی طرح فضول خرچ [illegible] گناہ میں برابر ہیں (امام ابن ماجہ نے یہ روایت ابوبکر بن ابی شیبہ اور علی بن محمد سے وکیع کی معرفت سے نقل کی ہے۔ نیز امام [illegible] (منصور، سالم بن ابی الجعد، ابن ابی کبشہ، ابوکبشہ) بھی یہ روایت نقل کی ہے بعض نے سند میں ابن ابی کبشہ رضی اللہ عنہ [illegible] ابن ابی کبشہ سے نقل کیا ہے۔

[illegible] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن عبد ربہ، حرب زبیدی، راشد [illegible])

انماری سے روایت کرتے ہیں کہ ابو کبشہ رضی اللہ عنہ نے آ کر مجھے کہا، کہ اپنا گھوڑا مجھے، وہ چڑھانے کے لیے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو اپنا گھوڑا مادہ پر چڑھانے کے لئے دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بچہ پیدا ہو، تو اس کو ستر گھوڑوں کا ثواب ہوگا جو اس نے اللہ کے راستے تعالیٰ میں فی سبیل اللہ تعالیٰ دیئے۔

سوال فقر پیدا کرتا ہے ۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسماعیل، ابو نعیم عبادہ بن مسلم، یونس بن خباب، سعید ابوالبختری حائی) ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین باتوں کی میں قسم کھاتا ہوں اور تمہیں حدیث بیان کرتا ہوں تم اس کو یاد کرو صدقہ، خیرات کسی انسان کے مال میں کمی پیدا نہیں کرتا۔ کوئی انسان ظلم و تعدی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت و عظمت میں اضافہ فرماتا ہے، کوئی شخص سوال اور بھیک مانگنے کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر اور غربت کا دروازہ کھول دیتا ہے (الحدیث یہ حسن صحیح ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ منذر شعبہ اعمش، سالم بن الجعد سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (وسید بن مسلم، ابن ثوبان، ثوبان) ابو کبشہ رضی اللہ عنہ انماری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر اور کندھوں کے درمیان لگوایا کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (حمید بن مسعدہ، محمد بن حمران) ابو سعید عبد اللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو کبشہ رضی اللہ عنہ انماری سے سنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ٹوپیاں، سروں سے چپکی ہوئی ہوتی تھیں، بلند نہ ہوتی تھیں۔

(۴۰) ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ غلام رسول اللہ ﷺ ۔ مزینہ کے مولدین میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا، ان کا نام معلوم نہیں۔ بقول ابو مصعب زبیری وہ غزوہ مریسیع میں شامل تھے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کے قائد اور ساربان تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت نقل کی ہے جو آغاز مرض وفات کے سلسلہ میں بیان ہو چکی ہے کہ ... رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ... کو جنت بقیع قبرستان میں گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر اہل جنت بقیع کے لئے دعا کی اور استغفار کیا۔ اس کے بعد فرمایا دنیا میں لوگوں کے حالات کی بہ نسبت، تمہارے حالات تم کو مبارک ہوں، اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح ایک کے بعد دوسرا ... فساد ... آ ... دوسرا فتنہ پہلے سے سخت ہوگا۔ پس تم کو تمہاری حالت مبارک ہو۔ پھر آپ ﷺ دعا سے فارغ ہو کر آئے تو فرمایا اے ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ میری ... کے بعد، امت کی فتوحات کی چابیاں مجھے پیش کی گئی، پھر جنت اور موت پیش کر کے، مجھے اختیار دیا گیا ... اور موت کو پسند کر لیا ہے۔ ابو مویہبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے بعد سات یا آٹھ دن بعد فوت ہو گئے۔

پس یہ ہے غلامان رسول اللہ ﷺ کی فہرست، رضی اللہ عنہم۔

نبی علیہ السلام کی کنیزوں کا بیان

(۱) امۃ اللہ بنت رزینہ رضی اللہ عنہ ... یہ ہے کہ صحابیت اور خدمت ... کی والدہ رزینہ کو حاصل ہے۔ ... ابی عاصم (عقبہ بن مکرم، محمد بن ... سعیدہ بنت ...) ... رسول اللہ ﷺ نے یوم قریظہ ... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قید ... رحمۃ اللہ ... یہ حدیث نہایت ضعیف ہے ... رزینہ ایک الگ کنیز کا ذکر کیا ہے ... رزینہ نام کی کوئی کنیز نہیں ہے۔

(۲) امیمہ شامی لوگ ان کی حدیث روایت کرتے ہیں اور جبیر بن نفیر نے ان سے نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ... کرتی ... ایک دن ایک شخص نے آ کر عرض کیا مجھے آپ علیہ السلام وصیت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا ...

تیری تکا بوٹی کر دی جائے یا تو آگ میں جلا دیا جائے اور جان بوجھ کر نماز نہ ترک کر جس شخص نے نماز ترک کر دی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ کی امان اور ذمہ داری سے بری ہے۔ نشہ آور چیز کو نہیں پی، کیونکہ وہ ہر برائی کی بنیاد ہے۔ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر خواہ وہ تجھے بیوی اور مال و دولت سے الگ ہونے کا حکم دیں۔

(۳) ... برکت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا والدہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ ... وہ ہے برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصین (اصابہ میں حصین کی بجائے حصن ہے) بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان حبشہ۔ ان کی کنیت ایمن رضی اللہ عنہ ان کے نام پر غالب آ گئی ہے۔ ان کا بیٹا ایمن، پہلے خاوند عبید بن زید حبشی کا ہے اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ نے ان سے شادی کی تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یہ ''ام الظباء'' کی کنیت سے بھی معروف ہیں۔ انہوں نے دو مرتبہ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب کے ساتھ یہ رسول اللہ ﷺ کی دایہ اور کھلائی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے والد ماجد کے ترکہ سے ان کے وارث ہوئے۔ یہ واقدی کا بیان ہے اور واقدی کے علاوہ مورخین کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ محترمہ کی جانب سے ان کے وارث ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کی لونڈی تھیں۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دی۔ ام ایمن رضی اللہ عنہ شروع اسلام میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی اور نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد دیر تک زندہ رہیں۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے ملاقات کی اور وہ اشکبار ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے بہتر ہے تو انہوں نے کہا کیوں نہیں، لیکن میں تو اس وجہ سے اشکبار ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہو چکی ہے۔ یہ سن کر وہ بھی ام ایمن کے ساتھ رونے لگے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں (عبداللہ بن یوسف، ابن وہب، یونس بن یزید) زہری سے روایت کرتے ہیں کہ ام ایمن رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی کھلائی تھی حتیٰ کہ آپ علیہ السلام بڑے ہو گئے پھر آپ علیہ السلام نے ان کو آزاد کر کے زید بن حارثہ کی وصیت میں دے دیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ۵ یا ۶ ماہ بعد فوت ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔ یہ بات امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوالطاہر اور حرملہ، ابن وہب، یونس بن) زہری سے نقل کی ہے۔ محمد بن سعد، واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں فوت ہوئیں۔

واقدی (سعید بن دینار) شیخ کے از بنی سعد بن بکر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ کو ''یا امی'' اے میری ماں کہہ کر پکارتے تھے اور ان کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے یہ میرے اہل بیت اور خاندان کا حصہ ہے۔ ابوبکر بن ابی خیثمہ، سلیمان بن ابی شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ اسلام فرمایا کرتے تھے ام ایمن میری ماں کے بعد میری ماں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو پانی پلایا .. واقدی اپنے مدنی اساتذہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پانی نوش فرما رہے تھے تو ام ایمن رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر عرض کیا مجھے بھی پلائیے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا (اتنی بدتمیزی) کیا تو رسول اللہ ﷺ کو پانی پلانے کے لئے کہہ رہی ہے تو انہوں نے کہا، آپ ﷺ کے لئے میری خدمات بہت ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اس نے صحیح کہا ہے، پھر آپ ﷺ نے پانی لا کر ان کو پلایا۔

کرامت ..... مفضل بن غسان (وہب بن جریر) عثمان بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہجرت کے اثنا میں ''روحاء'' سے ادھر ''منصرف'' مقام میں شام کے وقت تھی اور وہ روزہ سے تھیں کہ ان کو پیاس نے لاچار کر دیا۔ عثمان کا بیان ہے کہ ان پر آسمان سے پانی کا بھرا ہوا ڈول، سفید رسی کے ساتھ اترا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے وہ پی لیا اس کے بعد مجھے کبھی پیاس محسوس نہیں ہوئی۔ میں روزہ رکھ کر دوپہر

کے وقت کام کرتی اور پیاس کی طلب بھی ہوتی مگر مجھے اس کے بعد پیاس نہ لگی۔

حافظ ابویعلی (محمد بن ابی بکر مقدمی، مسلم بن قتیبہ، حسین بن حرب، یعلی بن عطاء، ولید بن عبدالرحمان) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک برتن تھا اس میں پیشاب کیا کرتے اور صبح کے وقت فرماتے اے ام ایمن رضی اللہ عنہا جو برتن میں ہے اسے انڈیل دے۔ ایک رات میں اٹھی اور مجھے پانی پینے کی ضرورت تھی۔ میں نے اس برتن سے پی لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا برتن انڈیل دو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے رات کو پانی پینے کی ضرورت محسوس ہوئی، میں نے وہ پی لیا تو آپ نے فرمایا آج کے بعد تجھے پیٹ کا عارضہ نہ ہوگا۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر کا بیان ہے کہ (حجاج بن محمد، ابن جریج، حکیمہ بنت امیمہ) امیمہ بنت رقیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا لکڑی کا برتن تھا آپ ﷺ اس میں پیشاب کر کے چارپائی کے نیچے رکھ دیتے ایک عورت مسماۃ برکت آئی اس نے وہ پی لیا آپ ﷺ نے دیکھا تو وہاں نہیں پایا تو معلوم ہوا کہ وہ خاتون برکت نے پی لیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ کی آگ سے آڑ اور حصار میں محفوظ ہوگئی ہے۔

حافظ ابن اثیر کا بیان ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس عورت نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا تھا وہ برکت حبشیہ جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی اور ان دونوں برکت حبشیہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے واللہ اعلم۔

(۴) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ آل ابو احمد بن جحش کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اس سے مکاتبت کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو ان سے خرید لیا اور آزاد کر دیا چنانچہ اس کی ''ولاء'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھی جیسا کہ صحیحین میں یہ روایت مروی ہے کہ لیکن ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔

(۵) خضرہ رضی اللہ عنہا اس کا نام ابن مندہ نے بیان کیا ہے۔ معاویہ (ہشام، سفیان، جعفر بن محمد) محمد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھی جس کا نام ہے خضرہ۔

محمد بن سعد واقدی، فائد مولی عبداللہ بن علی بن ابی رافع، اپنی دادی سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں، خضرہ رضی اللہ عنہ اور میمونہ رضی اللہ عنہ بنت سعد سب آپ ﷺ کی خادمہ تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

(۶) خلیسہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی لونڈی ہیں۔ اسد الغابہ میں ہے کہ علیلہ بنت کیست، اپنی دادی کی معرفت خلیسہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باندی سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ اور مزاح حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ دجال ظاہر ہو چکا ہے وہ ڈر کے مارے ایک چھوٹے سے کمرہ میں گھس گئیں۔ جس میں وہ آگ جلایا کرتی تھیں اور وہ ہنسنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ کے ساتھ مذاق کا واقعہ بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا دجال کا خروج ہو چکا ہے؟ آپ نے کہا نہیں تو، لیکن اس کے خروج کا زمانہ قریب ہے۔ چنانچہ وہ باورچی خانہ سے باہر آ کر اپنے جسم اور لباس مکڑی کے انڈے اور جالے صاف کرنے لگیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مالکہ خلیسہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے خلیسہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آقا اور مالکہ کا حتی کہ ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ یہ تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے اور ان کو آزاد کرنے میں موجود ہے اور آزادی کے سلسلہ میں ان کو تین سو کھجور کے پودے لگا کر دینے تھے۔ میں (ابن کثیر نے اس کا تذکرہ محض امتیاز کی خاطر بیان کیا ہے۔

(۷)..... خولہ رضی اللہ عنہا ۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ اس کی حدیث حافظ ابونعیم (حفص بن سعید قرشی والدہ، ان کی والدہ کی والدہ) خولہ رضی اللہ عنہ خادمہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر کچھ دیر وحی نازل نہ ہوئی، کہتے کہ اس بچے کے سبب جو رسول اللہ ﷺ کی چارپائی کے نیچے مر گیا تھا اور معلوم نہ ہو سکا جب اس کو باہر نکال کر پھینکا تو وحی نازل ہوئی۔ والضحیٰ واللیل اذا سجی یہ حدیث غریب ہے۔

لیکن سورۂ والضحیٰ کا شان نزول مشہور ہے واللہ اعلم۔

(۸)..... رزینہ ..... رسول اللہ ﷺ کی خادمہ۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے خیال کے مطابق درست بات یہ ہے کہ وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی کی کنیز تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھی۔ جب کہ ہم نے رزینہ رضی اللہ عنہ کی بہن لمۃ اللہ کے ترجمہ واتی رف میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو اس کی والدہ رزینہ کو بطور مہر دیا تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اصل میں وہ نبی علیہ السلام کی لونڈی تھی۔

حافظ ابویعلی (ابوسعید، جشمی، علیلہ بنت کمیت، والدہ امینہ) لمۃ اللہ بنت رزینہ رسول اللہ ﷺ کی لونڈی سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بنو قریظہ اور نضیر میں نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتح نصیب کی تو آپ علیہ السلام ان کو بطور قید لائے۔ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو دیکھا تو وہ کلمہ توحید اور رسالت کا اقرار کر کے اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ان کا بازو تھا، پھر آپ علیہ السلام نے وہ چھوڑ دیا اور انہیں آزاد کر کے نکاح کا پیغام بھیجا، پھر ان سے نکاح کیا اور حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا لونڈی کو بطور مہر دیا۔

اس متن میں اسی طرح منقول ہے اور یہ سیاق ابن ابی عاصم کی سابقہ روایت سے نہایت عمدہ ہے۔

لیکن درست یہی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خیبر کے مال غنیمت سے صفی کے طور پر لیا تھا پھر ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ اور اس روایت میں جو یوم قریظہ اور نضیر کا ذکر واقعہ ہے وہ غلط اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ یہ دو غزوہ ہیں ان کے دونوں کے درمیان دو سال کا وقفہ ہے، واللہ اعلم۔

حضور اقدس ﷺ نے شیر خوار بچوں کو بھی روزہ کی مشق کرائی ۔۔ دلائل میں، حافظ بیہقی (ابن عبدان، احمد بن عبید صفار، علی بن حسن سکری، عبید اللہ بن عمر قواریری، علیلہ بنت کمیت عتکیہ) والدہ امینہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے لمۃ اللہ بنت رزینہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی کنیز سے پوچھا اے لمۃ اللہ! کیا تم نے اپنی والدہ رزینہ سے سنا ہے کہ وہ بیان کرتی تھیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ عاشوراء کے روزہ کا ذکر کر رہے تھے، اس نے ہاں میں جواب دے کر کہا کہ آپ ﷺ اس کی خوب تعظیم کرتے تھے۔ اپنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شیر خوار بچوں کو بلا کر ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالتے اور ان کی ماؤں کو تلقین کرتے کہ ان کو مغرب تک دودھ نہیں پلائیں۔ اس روایت کا شاہد بخاری میں موجود ہے۔

(۹) رضوی..... ابن اثیر کہتے ہیں کہ سعید، قتادہ، رضوی بنت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا حیض والی عورت مہندی لگا سکتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ (رواہ موسیٰ لمدینی)

(۱۰) ریحانہ بنت شمعون قرظیہ اس کا ذکر ازواج مطہرات کے بعد گذر چکا ہے۔

(۱۱)..... سائبہ رسول اللہ ﷺ کی کنیز..... اس نے نبی علیہ السلام سے لقطہ کے بارے میں حدیث نقل کی ہے اور اس سے طارق بن عبدالرحمان نے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس کی یہ حدیث ابوموسیٰ مدینی نے بیان کی ہے۔ اسد الغابہ میں ابن اثیر نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

(۱۲) سدیسہ انصاریہ ... بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیز ہے، اس نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں شیطان ان کو دیکھ کر منہ کے بل گر پڑتا ہے ابن اثیر کے قول کے مطابق اس روایت کو (عبدالرحمان بن فضل بن موفق، فضل بن موفق، اسرائیل، اوزاعی، سالم) سدیسہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ اس روایت کو اسحاق بن یسار (فضل، سدیسہ رضی اللہ عنہا) انے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، پھر وہ سابق روایت بیان کی۔ رواہ ابونعیم ابن مندہ۔

(۱۳)..... سلامہ، ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی دایہ اور کھلائی...... اس نے نبی علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حمل وروزہ، رضاعت اور بچہ کے لئے رات کو بیداری کی فضیلت مذکور ہے اس حدیث میں سند اور متن دونوں لحاظ سے غرابت اور نکارت موجود ہے۔ اس روایت کو ابونعیم اور ابن مندہ نے (ہشام بن عمار بن نصیر خطیب دمشق، عمرو بن سعید خولانی، انس) سلامہ سے روایت کیا ہے۔ (ذکرھا ابن الاثیر)

(۱۴) ... سلمٰی ام رافع زوجہ ابورافع ..... واقدی کی روایت کے موافق، اس کا بیان ہے کہ میں، خضرہ رضویٰ اور میمونہ بنت سعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں ہم سب کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد فرما دیا امام احمد (ابو عامر اور ابوسعید مولی بنی ہاشم، عبدالرحمان بن ابی الموالی، فائد مولیٰ بن ابی رافع) اپنی دادی سلمٰی رسول اللہ ﷺ کی خادمہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس سر درد کا اظہار کرتا تو آپ ﷺ اسے فرماتے سینگی لگواؤ، اگر کوئی پاؤں میں درد کا شکوہ کرتا تو آپ ﷺ فرماتے حنا لگاؤ۔

اسی طرح امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے ابن ابی الموالی، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ نے (زید خباب، یہ دونوں فائدہ اپنے مولیٰ عبیداللہ بن علی بن ابی رافع سلمٰی) نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو ضعیف کہا ہے نیز یہ بھی کہا کہ ہم اس حدیث کو صرف فائدہ سے جانتے ہیں۔ سلمٰی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد روایات نقل کی ہیں، ان کا استیعاب اور استقصاء طوالت بخش ہے۔ مصعب زبیری کے قول کے مطابق سلمٰی رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں شامل تھیں۔

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مذکور ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے لئے حیرہ آٹے، روغن اور پانی سے تیار کردہ حلوا تیار کیا کرتی تھیں، آپ علیہ السلام اسے خوب پسند کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حیات تھیں، حضرت فاطمہ کی وفات کے وقت موجود تھیں۔ سلمٰی ابتداء میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی لونڈی تھیں، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں منتقل ہو گئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تمام اولاد کی دایہ اور قابلہ ہیں اور یہ حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی بھی دایہ اور قابلہ ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنضر، ابراہیم بن سعد، محمد بن اسحاق، عبیداللہ بن علی بن ابی رافع، علی) حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض وفات میں بیمار ہوئیں، میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ چنانچہ وہ ایک دن حسب سابق بیماری میں مبتلا تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر کسی ضرورت کیوجہ سے جا چکے تھے انہوں نے مجھے کہا امی! غسل کے لئے پانی رکھ دو۔ میں نے ان کے غسل کے لئے پانی تیار کر لیا، انہوں نے نہایت عمدگی سے غسل کیا، پھر انہوں نے کہا امی! مجھے میرا نیا لباس دے دو۔ چنانچہ انہوں نے نیا لباس پہن لیا، پھر انہوں نے کہا امی! گھر کے درمیان میرا بستر بچھا دو۔ میں نے حسب طلب بستر بچھا دیا اور وہ قبلہ رخ ہو کر گال کے نیچے ہاتھ رکھ کر لیٹ گئیں۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا امی! میری روح اب پرواز ہونے کو ہے، میں غسل کر چکی ہوں، میرا لباس کوئی نہیں اتارے۔ چنانچہ وہ اسی جگہ فوت ہو گئیں۔ حضرت سلمٰی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کر دیا۔ یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔

(۱۵) .. شیریں ... بعض شیرین کہتے ہیں، ماریہ قبطیہ کی ہمشیرہ حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی خالہ۔ اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ

مقوقس حاکم اسکندریہ، جریج بن میناء نے ماریہ اور شیریں کے ساتھ ایک غلام مابور ساتھ دلدل خچر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تحفہ روانہ کیا تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے شیریں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت کو ہبہ کر دی اس سے عبدالرحمان بن حسان پیدا ہوئے۔

(۱۶) عنقودہ ام ملیح حبشیہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھی اس کا نام "عنبہ" تھا رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عنقودہ رکھ دیا بعض کہتے ہیں اس کا نام ہے غفیرہ، رواہ ابو نعیم رضی اللہ عنہ۔

(۱۷) فروہ نبی علیہ السلام کی مرضعہ اور رضاعی ماں ان کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو بستر پر سوئے تو **قل یا ایھا الکافرون** پڑھ کیوں کہ یہ شرک سے برأت ہے ابو احمد رضی اللہ عنہ عسکری نے اس کو نقل کیا ہے اور اسد الغابہ میں ابن اثیر نے ذکر کیا ہے۔
باقی رہا فضہ نوبیہ کا قصہ، تو یہ ابن اثیر رضی اللہ عنہ نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ فضہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھی، پھر اس نے نہایت تاریک اور ضعیف تر سند (محبوب بن حمید بصری، قاسم بن بھرام، لیث، مجاہد) سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے **ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا** کا شان نزول روایت کیا ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں بھائی بیمار پڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور اکثر عرب ان کی مزاج پرسی کے لئے آئے اور عیادت کرنے والوں نے کہا اے علی اگر آپ رضی اللہ عنہ نذر مانیں تو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ اپنے اس مرض سے جس میں وہ مبتلا ہیں، تندرست ہو گئے تو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تین روزے رکھوں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی طرح نذر مانی اور فضہ نوبیہ نے بھی یہی نذر مانی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت یاب فرمایا تو ان سب نے روزے رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "شمعون خیبری" سے تین صاع جو قرض پر لئے۔ پھر ایک صاع کا انہوں نے کھانا تیار کیا اور تناول کرنے کے لئے اپنے سامنے رکھا تو دروازہ پر سائل نے آواز لگائی مسکین کو کھانا کھلاؤ، تمہیں اللہ تعالیٰ جنت کے دسترخوان پر کھانا کھلائے گا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور سارا کھانا اس سائل کو دے دیا اور خود بھوکے سوئے رہے۔ دوسری رات ہوئی تو دوسرے صاع سے کھانا تیار کیا جب سامنے رکھ کر کھانے کو تیار ہوئے تو سائل نے دروازے پر آواز لگائی یتیم کو کھانا کھلاؤ تو یہ سارا کھانا اس کو دے دیا اور خود بھوکے رہے۔ جب تیسری رات ہوئی تو سائل نے آواز لگائی، قیدی کو کھانا کھلاؤ، چنانچہ انہوں نے یہ کھانا بھی اس کو عنایت کر دیا اور خود مسلسل تین شب و روز بھوکے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورہ دھر (۶/۱) **ھل اتی علی الانسان** سے لے کر **ان ھذا کان لکم جزاء و** شکورا (۶/۹) نازل فرمائی۔ یہ حدیث منکر ہے۔ اور بعض آئمہ اس کو موضوع قرار دیتے ہیں اور اس کی جعل سازی نکارت الفاظ میں مضمر ہے۔ نیز یہ سورۂ دھر مکی ہے اور حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اور بیماری کا واقعہ مدینہ میں ظاہر ہوا ہے واللہ اعلم۔

(۱۸) لیلیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیز اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بیت الخلاء سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے ہیں میں آپ ﷺ کے بعد بیت الخلاء میں داخل ہوتی ہوں تو سوائے کستوری کی مہک کے خوشبو کچھ نہیں پاتی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہم انبیاء علیہ السلام جماعت کے اجسام کی نشوونما جنتیوں کی ارواح کے مطابق ہوتی ہے۔ ہمارے جسموں سے جو غلاظت خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل جاتی ہے اس روایت کو ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے ابو عبداللہ المدنی سے نقل کیا ہے اور وہ ایک مجہول راوی ہے جو اس سے روایت نقل کرتا ہے۔

(۱۹) حضرت ماریہ قبطیہ ان کا ذکر امہات المومنین کے بیان میں گذر چکا ہے۔ ابن اثیر رضی اللہ عنہ نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور ماریہ ام الرباب کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی لونڈی تھی۔ اس کی حدیث اہل بصرہ نے (عبداللہ بن حبیب السہمی از والد خود) حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کے لئے روانہ ہوئے میں آپ ﷺ کے لئے نیچے جھکی اور آپ ﷺ میرے سہارے سے دیوار کے اوپر چڑھ گئے۔ ابن اثیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی معرفت مثنیٰ بن صالح سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنی دادی ماریہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی کو چھوا اور اس سے زیادہ کوئی چیز نرم نہیں دیکھی۔

استیعاب میں ابن عبدالبر کا بیان ہے معلوم نہیں کہ یہ ماریہ وہی ہے جس کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے یا کوئی اور ہے۔

(۲۰)...**حضرت میمونہ بنت سعد** امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن بحر، عیسیٰ بن یونس، ثور بن یزید) زیاد بن ابوسودہ کے برادر سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی لونڈی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کے بارے میں ارشاد فرمائیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ حشر نشر کی سرزمین ہے۔ وہاں جاؤ اور اس میں نماز پڑھو، اس میں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو (تو وہ کیا کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا (وہاں چراغ جلانے کی خاطر تیل ارسال کرے۔ جس نے چراغ روشن کرنے کے لئے وہاں تیل بھیجا اس کو وہاں نماز پڑھنے والے کے جیسا ثواب ملے گا۔

دو اسناد کا موازنہ... اسی طرح امام ابن ماجہ نے (اسماعیل بن عبداللہ رقی، عیسیٰ بن یونس، ثور، زیاد، عثمان بن ابی سودہ) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول ﷺ کی کنیز سے نقل کیا ہے۔

اور امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے (فضل بن مسکین بن بکیر، سعید بن عبدالعزیز، ثور، زیاد) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے مگر زیاد اور میمونہ رضی اللہ عنہ کے درمیانی راوی عثمان بن ابی سودہ کا ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین اور ابونعیم، اسرائیل، زید بن جبیر ابویزید ضبی) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ بنت سعد رسول اللہ ﷺ کی کنیز سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ولد زنا اور حرام زادے کے بارے میں دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا "لاخیر فیہ" اس میں کوئی خیر و رشد نہیں ہے جوتے کا جوڑا جس کو پہن کر میں فی سبیل اللہ جہاد کروں، وہ مجھے "ولد زنا" کے آزاد کرنے سے زیادہ اچھا اور محبوب ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عباس دوری اور ابن ماجہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے اور ان دونوں نے ابونعیم فضل بن دکین سے نقل کیا ہے۔

حافظ ابویعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابوبکر بن ابی شیبہ محاربی، موسیٰ بن عبیدہ ایوب بن خالد) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت گزار تھیں ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیر محرموں میں خوبصورتی کا اظہار کرنے والی عورت کی مثال بروز قیامت میں اس تاریکی جیسی ہے جس میں کوئی روشنی نہیں۔ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے اس کو موسیٰ بن عبیدہ سے نقل کر کے کہا ہے کہ میرے علم کے مطابق یہ روایت صرف اسی سے مروی ہے اور وہ حدیث کے بیان میں ضعیف اور بعض راویوں نے اس کو موقوف بیان کیا ہے۔

(۲۱)......**شفا بخش دعا**...... میمونہ بنت ابی عسیبۃ یا عنبسۃ، ابوعمرو بن مندہ کے قول کے مطابق ابونعیم یہ تصحیف اور غلط ہے۔ صحیح نام میمونہ بنت ابی عسیب ہے، اسی نام سے اس کی روایت مشمعج بن مصعب ابوعبداللہ العبدی ربیعہ بنت یزید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بنو قریع کے محلّہ میں رہائش پذیر تھی۔ اس کو منبہ نے میمونہ بنت ابی عسیب یا بنت ابی عنبسۃ کنیز رسول اللہ ﷺ سے بتایا کہ ایک قریشی خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا اے عائشہ رضی اللہ عنہا آپ رسول اللہ ﷺ سے دعا کروا کر میری اعانت فرما دیں کہ مجھے سکون و اطمینان حاصل ہو۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے اس کو کہا، دایاں ہاتھ اپنے دل پر رکھ کر پھیر اور مسل۔ یہ دعا پڑھ **بسم اللہ اللھم داونی بدوائک واشفنی بشفائک واغننی بفضلک عمن سواک** ربیعہ بنت یزید کا بیان ہے کہ یہ دعا پڑھی اور اس کو نہایت اچھا پایا۔

(۲۲)... **حضرت ام ضمیرہ زوجہ ابوضمیرہ**...... ان کا تذکرہ پہلے بیان ہو چکا م رضی اللہ عنہم۔

(۲۳)...... **حضرت ام عیاش**...... رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی بیٹی کے ساتھ حضرت عثمان کے پاس بھیجا تھا، جب ان کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دیا تھا۔

ابوالقاسم بغوی (عکرمہ، عبدالواحد بن صفوان، صفوان، اپنے والد سے) وہ اپنی دادی ام عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت

گزارتھیں۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی لخت جگر کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔ان کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے صبح کو کھجوریں مسل کر بھگو دیتی اور آپ رضی اللہ عنہ اسے شام کو نوش فرمالیتے اور شام کو بھگو دیتی وہ آپ رضی اللہ عنہ صبح پی لیتے۔ایک دن مجھ سے آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اس مشروب میں کسی چیز کا آمیزہ کرتی ہو؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی لونڈیوں کی فہرست، رضی اللہ عنھن۔

امام احمد (وکیع، قاسم بن فضل) ثمامہ بن حزم سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے "نبیذ" کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا اس حبشیہ لونڈی سے پوچھو یہ رسول اللہ ﷺ کی خادمہ تھی۔اس نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے عشاء کو ایک مشکیزہ میں کھجوریں ڈال کر مشکیزہ کا منہ بند کر دیتی تھی، صبح سویرے آپ نوش فرمالیتے تھے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو قاسم بن فضل سے روایت کیا ہے "اصحاب اطراف" نے اس روایت کو "مسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا" میں ذکر کیا ہے۔جاریہ حبشیہ کی مسند میں اسے درج کرنا زیادہ مناسب تھا۔یہ جاریہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتی تھی۔یہ گذشتہ بیان کردہ لونڈیوں کی فہرست میں شامل ہے یا ان سے الگ ہے۔واللہ اعلم۔

حضور اقدس ﷺ کے ان خادموں کا بیان جو آپ ﷺ کے غلام نہیں تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ...... بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عاصم بن غنم بن عدی بن نجار، انصاری نجاری ابوحمزہ مدنی، نزیل بصرہ، آپ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی دس سال قیام مدینہ کے دوران خدمت کی آپ ﷺ نے اس قدر لمبا عرصہ میں ان کو کسی معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی اور نہ ہی ان کے کسی کام پر نکتہ چینی کی اور نہ ہی کام نہ کرنے پر ان سے باز پرس کی۔ان کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ ﷺ نے بطور خادم قبول فرمالیا۔نیز اس نے درخواست پیش کی کہ آپ ﷺ انس رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمادیں۔چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، الٰہی! اس کے مال و دولت اور اہل وعیال میں برکت اور کثرت عطا فرما، اس کی عمر لمبی کر، اور اس کو جنت نصیب کر انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دو باتوں میں تو، میں رسول اللہ ﷺ کی دعا کی قبولیت کی تاثیر دیکھ چکا ہوں اور تیسری کا منتظر ہوں۔واللہ تعالیٰ میرا مال کثیر ہے میری اولاد اور پوتے سو سے بھی زائد ہیں۔ایک اور روایت میں ہے کہ میرے انگور سال میں دو بار بارآور ہوتے ہیں اور میرے حقیقی بیٹے ۱۰۶ ہیں۔

جنگ بدر میں ان کے شامل ہونے کے بارے میں اختلاف منقول ہے انصاری نے اپنے والد کی معرفت ثمامہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا آپ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شامل تھے تو انہوں نے کہا لا ام لک تیری ماں مرے! میں جنگ بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا۔مشہور قول یہ ہے کہ وہ کم سنی کی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے، نیز جنگ احد میں بھی وہ شامل نہیں ہو سکے اس کے علاوہ جنگ حدیبیہ، خیبر، عمرۃ قضاء، فتح مکہ، حنین اور طائف وغیرہ غزوات میں شریک ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی نماز...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے زیادہ کسی کو حضور اقدس ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ابن سیرین کے قول کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ سفر اور حضر میں لوگوں سے بہت اچھی نماز پڑھتے تھے علی بن مدینی کے قول کے مطابق بصرہ میں وہ آخری صحابی تھے جو فوت ہوئے ۹۰ھ میں یا ۹۱ھ میں یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں اور قول مشہور ہے اور اکثر مورخین سے منقول ہے۔بروز وفات ان کی عمر کے بارے میں امام احمد بذریعہ معتمر بن سلیمان، حمید سے روایت کرتے ہیں کہ ۹۹ سال تھی۔نیز کم از کم ان کی عمر ۹۶ سال منقول ہے۔اور بعض ایک سو تین سال بھی نقل کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

(۲)...... **حضرت اسلع بن شریک بن عوف اعرجی رضی اللہ عنہ**...... ابن سعد کے قول کے مطابق، ان کا نام ہے میمون:

سنباز (ربیع بن بدر اعرجی، بدر اعرجی، جدہ اسلع اعرجی سے روایت کرتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کا خدمت گذار تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ سفر کرتا تھا۔ ایک رات مجھے آپ ﷺ نے فرمایا اے اسلع! اٹھو کجاوہ ڈال دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جنبی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آیت تیمم لے کر نازل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اسلع غسل کر لے۔ حضرت اسلع اعرجی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تیمم کر کے دکھایا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر ان کو جھاڑا اور منہ پر مسح کیا۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، ان کو جھاڑا اور بازوؤں پر مسح کیا۔ دائیں ہاتھ سے بائیں پر اور بائیں سے دائیں پر اندرونی اور بیرونی دونوں طرف۔

اس روایت کے راویوں کا بیان ہے کہ مجھے میرے باپ نے تیمم کر کے دکھایا جیسا کہ اس والد نے اس کو بتایا پھر اسلع نے اس کو تیمم کر کے دکھایا جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو تیمم کر کے دکھایا۔ ربیع اعرجی کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث عوف بن ابی جمیلہ کو بتائی تو اس نے کہا میں نے حضرت حسن بصری کو اسی طرح تیمم کرتے دیکھا۔ ابن مندہ اور بغوی نے ''معجم صحابہ'' میں ربیع بن بدر اعرجی کی یہ روایت نقل کی ہے اور بغوی نے مزید کہا ہے کہ میرے علم میں اس حدیث کو کسی اور نے روایت نہیں کیا۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس حدیث کو ہثیم بن رزیق مالکی مدلجی نے اپنے والد کی معرفت اسلع بن شریک سے نقل کیا۔

(۳)...... **حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ**...... اسماء بن حارثہ بن سعد بن عبداللہ بن عباد بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی، یہ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ اور ان کا بھائی ہند بن حارثہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خدمت گزار تھے۔

صوم عاشوراء...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، وھیب، عبدالرحمان بن حرملہ، یحییٰ بن ہند بن حارثہ) (ہند صلح حدیبیہ میں شریک تھا) حضور اقدس ﷺ نے اس کے بھائی اسماء بن حارثہ کو اس کی قوم کے پاس عاشورا کا روزہ رکھنے کا پیغام دے کر روانہ کیا کہ اپنی قوم کو یوم عاشورا کے روزہ رکھنے کا حکم دے۔ اس نے عرض کیا اگر وہ اس دن کھانا کھا چکے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے باقی کے دن کا روزہ مکمل کریں۔

اس روایت کو احمد بن خالد وھبی (محمد بن اسحاق، عبداللہ بن ابی بکر، حبیب بن ہند بن اسماء سلمی) ہند اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے ''اسلم قوم'' کی طرف یہ پیغام دے کر روانہ فرمایا کہ اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ اس دن کا روزہ رکھے جس شخص نے دن کے شروع حصہ میں کچھ کھا پی لیا ہو وہ باقی کے دن کا روزہ رکھے۔

محمد بن سعد (واقدی، محمد بن نعیم بن عبداللہ مجمر نعیم بن عبداللہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ ہند اور اسماء پسران حارثہ حضور اقدس ﷺ کے غلام ہی ہیں۔ واقدی کہتے ہیں کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خدمت گزار تھے۔ وہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سب رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر حاضر رہتے تھے۔ محمد بن سعد کے قول کے مطابق حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ ۸۰ سال کی عمر میں بصرہ میں ۶۶ ھ میں فوت ہوئے۔

(۴) ...**حضرت بکیر بن شداخ لیثی رضی اللہ عنہ**...... (ابن مندہ، ابوبکر ھذلی) عبدالملک بن یعلی لیثی سے روایت کرتے ہیں کہ بکیر لیثی آپ ﷺ کا خادم تھا۔ وہ بالغ ہو گیا تو اس نے آپ علیہ السلام کو بتایا کہ میں آپ ﷺ کے اہل وعیال کے ہاں آتا جاتا ہوں اور اب میں یا رسول اللہ ﷺ بالغ ہو چکا ہوں تو آپ نے اس کو دعا دی الٰہی! اُس کی بات کو صداقت کا جامہ پہنا اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کر۔

یہودی کا قتل...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک یہودی قتل ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران فرمایا، خدارا! جس شخص کو اس قتل کے بارے میں علم ہو جائے وہ بتادے تو حضرت بکیر رضی اللہ عنہ نے کہا یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں نے اس کو قتل کیا

ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم نے اس کے قتل کا اعتراف کر لیا ہے، اب اس سے خلاصی کا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! ایک مجاہد نے مجھے اپنے اہل و عیال کا جانشین اور نگران مقرر کیا تھا چنانچہ میں مجاہد کے گھر آیا تو یہودی اس کی عورت کے پاس موجود تھا اور وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا:

واشعث غره الاسلام منی
خلوت بعرسه ليل التمام
ابيت على ترائبها ويمسی
على حرد الأعنة والحزام
كان مجامع البربلات منها
فنام ينهضون إلى فنام

''پراگندہ بال اور حال، اس کو اسلام نے میرے بارے میں دھوکہ دیا ہے، میں اس کی بیوی کے ساتھ رات بھر تنہا رہا ہوں۔
میں اس کی چھاتی پر رات گزارتا ہوں اور وہ گھوڑوں کے لگام اور تنگ پر رواں رہتا ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کو صحیح تسلیم کر لیا اور یہودی کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا رسول اللہ ﷺ کی دعا کی بدولت۔

(۵)۔ ... حضرت بلال بن رباح حبشی عرف بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ حمامہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے بعوض زر کثیر خرید لیا کیونکہ امیہ ان کو سخت تکلیف پہنچایا کرتا تھا کہ وہ اسلام سے پھر جائیں اور وہ اسلام پر جان سے فدا تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد فرما دیا۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جنگ بدر اور احد وغیرہ میں شرکت کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فصیح اور بلیغ تھے۔ بعض لوگوں کے غلط زعم کے مطابق نہیں تھے کہ وہ ''ش'' فصیح زبان سے ادا نہ کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اشخاص نے ایک بے بنیاد حدیث بھی رسول اللہ ﷺ سے منسوب کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''ان سین بلال شینا'' کہ بلال کا سین ''شین کا حکم رکھتا ہے''۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے موذن ہیں اور حضور اقدس ﷺ کے چار موذنوں میں شمار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال کے نان و نفقہ کے نگران تھے اور آپ ﷺ کے خزانچی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد علاقہ شام میں جنگ و جہاد کے لئے چلے گئے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ اذان دیتے رہے لیکن پہلا قول صحیح تر اور مشہور ہے۔

واقدی کے قول کے مطابق وہ دمشق میں ۹۶ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ فلاس کا بیان ہے کہ ان کی قبر دمشق میں موجود ہے۔ بعض ''داریا'' بتاتے ہیں، بعض لوگوں کا قول ہے کہ وہ ''حلب'' میں فوت ہوئے مگر صحیح بات یہ ہے کہ حلب میں ان کے بھائی خالد فوت ہوئے۔

مکحول کا قول ہے کہ جس شخص نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اس نے مجھے بتایا کہ وہ نہایت سیاہ فام، نحیف و نزار اور خمیدہ کمر تھے۔ بال گھنے تھے اور خضاب نہیں لگاتے تھے۔

(۶/۷) ..... حضرت حبہ اور سواء پسران خالد رضی اللہ عنہما ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو معاویہ، وکیع، اعمش، سلام بن شرحبیل) آپ ﷺ کے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کچھ درست کر رہے ہیں تو ہم نے تعاون کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تک زندہ رہو تمہارا رزق نہ ہوگا انسان کو اس کی والدہ ''سرخ'' جنم دیتی ہے اس پر کھال اور چھڑا تک نہیں ہوتا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو روزی اور رزق سے نوازتا ہے۔

(۸) ..... حضرت ذوتخمر یا ذومخمر رضی اللہ عنہ ...... یہ نجاشی شاہ حبشہ کے برادرزادہ ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بھانجے ہیں مگر صحیح پہلا ہے۔ نجاشی نے انہیں اپنی بجائے رسول اللہ ﷺ کا خدمت گزار مقرر کیا تھا۔

سورج نکلنے کے بعد نمازِ فجر ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنضر، جریر، یزید بن صلیح) ذومخمر حبشی خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نہایت تیز رفتار تھے اور یہ تیز رفتاری زادِراہ کے باعث تھی۔ آپ ﷺ سفر سے رک گئے تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ پھر حضور اقدس ﷺ بیٹھ گئے اور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کر لیا تو ان کو کہا، کیا ہم تھوڑی دیر کے یہاں قیام کر لیں؟ چنانچہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء سفر سواریوں سے اتر پڑے تو انہوں نے کہا، رات کو ہماری حفاظت وصیانت کون کرے گا؟" تو میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان! میں حفاظت کے فرائض انجام دوں گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی سواری کی مہار تھمادی اور فرمایا کہ اس کو پکڑ لے، بیوقوفی اور رزالت کا اظہار نہ ہو۔ (ھاک لاتکونن لکعا) اس کا بیان ہے کہ میں نے اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہار پکڑ لیں تھوڑی دور جا کر ان کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ میں ان کی نگرانی کر رہا تھا کہ مجھے نیند آگئی، مجھے چہرے پر سورج کی تپش کا احساس ہوا، میں بیدار ہوا، دائیں بائیں دیکھا تو سواریاں قریب ہی موجود تھیں۔ میں ان کو پکڑ کر لے آیا اور سب سے نزدیک آدمی کو جگا کر پوچھا کہ کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا، نہیں، پھر لوگوں نے ایک دوسرے کو جگایا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہو کر فرمایا. بلال رضی اللہ عنہ! کیا لوٹے میں پانی ہے؟ اس نے کہا کہ میں قربان ہو جاؤں! ہاں ہے۔ پھر وہ وضو کا پانی لایا، آپ ﷺ نے وضو کیا اور نیچے سے مٹی بھی تر نہ ہوئی۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا اشارہ فرمایا، اس نے اذان کہی، پھر آپ نے صبح کی نماز کی دو سنتیں اطمینان سے پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو تکبیر اور اقامت کہنے کا حکم فرمایا اس نے تکبیر کہی اور پورے اعتدال اور سکون سے نماز پڑھائی۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم سے کوتاہی اور کاہلی سرزد ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بالکل نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا اور پھر لوٹا دیا اور ہم نے نماز پڑھی۔

(۸) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی ابوفراس رضی اللہ عنہ ...اوزاعی (یحییٰ بن ابی کثیر، ابوسلمہ) ربیعہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزارتا تھا۔ میں آپ ﷺ کے پاس وضو کا پانی لاتا اور ضروری اشیاء، آپ رات کو بیدار ہو کر دیر تک "سبحان ربی وبحمدہ" اور سبحان رب العالمین" کہتے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا کوئی ضرورت اور حاجت ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کثرت نماز سے اپنی مدد کر۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یعقوب بن ابراہیم، ابراہیم، محمد بن اسحاق، محمد بن عمرو بن عطاء، نعیم بن محمد) ربیعہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ میں دن بھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا رہتا حتیٰ کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھتے تو میں آپ علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھ جاتا، جب وہ گھر میں داخل ہوتے تو سوچتا شاید رسول اللہ ﷺ کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔ میں رسول اللہ ﷺ کو "سبحان اللہ وبحمدہ" کہتے سنتا رہا حتیٰ کہ میں اکتا کر واپس چلا آتا یا وہیں نیند آجاتی اور میں سو جاتا، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میری خدمت اور تواضع کے پیش نظر فرمایا اے ربیعہ! کچھ مانگو، میں عطا کروں گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں غور کروں گا اور پھر آپ ﷺ کو آگاہ کروں گا۔ میں نے دل میں سوچا کہ دنیا ختم ہونے والی اور زوال پذیر ہے مجھے اس میں رزق بقدر کفایت ملتا رہے گا۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے آخرت کے لئے سوال کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ﷺ کی ایک خاص قدر و منزلت ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا ربیعہ! تم نے کیا سوچا؟ میں نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! میرا سوال ہے کہ آپ میری اپنے پروردگار کے پاس سفارش کریں کہ مجھے جہنم سے آزاد کر دے یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ربیعہ! یہ بات تجھے کس نے بتائی ہے۔ میں نے عرض کیا بخدا! "والذی بعثک بالحق" مجھے کسی نے یہ بات نہیں بتائی جب آپ نے مجھے فرمایا کہ مانگو عطا کروں گا اور آپ کا مرتبہ اللہ کے ہاں وہ ہے جو آپ جانتے ہیں پھر میں نے غور و خوض کیا اور سمجھ گیا کہ دنیا فانی ہے اور زوال پذیر ہے اور دنیا میں مجھے بقدر کفایت روزی ملتی رہے گی۔ تو میں نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ سے آخرت کے بارے میں سوال کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر کافی دیر تک خاموش کھڑے رہے پھر مجھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہاری آرزو کے لئے دعا کروں گا، کثرت نماز سے اپنی ذات کے لئے میرے ساتھ تعاون کر۔

ربیعہ کی شادی..... حافظ ابو یعلیٰ (ابوخیثمہ، یزید بن ہارون، مبارک بن فضالہ، ابوعمران جونی) ربیعہ اسلمی خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت

کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ربیعہ! کیا شادی نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز آپ کی خدمت کرنے میں حائل ہو، نیز میرے پاس بیوی کا حق مہر ادا کرنے کے لئے کوئی مال نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حال سے مجھ سے زیادہ باخبر ہیں۔ مجھے آپ ﷺ شادی کی پیشکش فرما رہے ہیں اگر مجھے دوبارہ یہ بات پیش کی تو میں ضرور قبول کروں گا۔ ان کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ! شادی نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی رشتہ دے گا؟ میرے پاس تو بیوی کے نان و نفقہ کے لئے کچھ بھی نہیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بنی فلاں'' کے پاس جا کر ان کو پیغام دے کہ رسول اللہ ﷺ حکم فرما رہے ہیں کہ تم اپنی فلاں دوشیزہ کا مجھ سے نکاح کر دو۔ چنانچہ میں حسب ارشاد ''بنی فلاں'' کے پاس گیا اور رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے استفسار کیا کہ ''فلاں دوشیزہ'' میں نے کہا جی ہاں! تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے پیغام بر کو خوش آمدید کہا اور انہوں نے میرا نکاح کر دیا۔

پھر میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک بہتر اور اچھے خاندان کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں تو انہوں نے مجھے سچا قرار دیا اور میرا نکاح کر دیا۔ فرمایئے حق مہر ادا کرنے کا کیا راستہ ہے؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ربیعہ رضی اللہ عنہ کے حق مہر کے لئے گٹھلی کے وزن کے برابر سونا جمع کرو پھر انہوں نے چندہ جمع کر کے یہ سونا مجھے دیدیا میں یہ سونا دوشیزہ کے رشتہ دار کے پاس لایا انہوں نے قبول کر لیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتائی اور عرض کیا کہ اب میں ولیمہ کہاں سے کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ربیعہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت جمع کرو چنانچہ انہوں نے یہ قیمت جمع کر کے مجھے دیدی اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ اس کے پاس ''جو'' پڑے ہیں وہ دیدے۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انہوں نے مجھے ''جو'' مرحمت'' کر دیئے۔ پھر میں مینڈھا اور ''جو'' لئے حاضر ہوا تو انہوں نے کہا جو تم ہم پیس دیتے ہیں اور مینڈھے کے بارے میں اپنے احباب کو کہو وہ ذبح کر دیں۔ انہوں نے جو پیس دیئے۔ پھر واللہ! ہمارے پاس جو کی روٹیاں اور گوشت موجود تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت...... پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی اراضی میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک ٹکڑا زمین دیدیا۔ ہمارا کھجور کے ایک درخت میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ وہ درخت میری زمین میں واقع ہے۔ اسی جھگڑے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ناگوار بات کہی، پھر وہ شرمندہ ہوئے اور مجھے بلا کر کہا، جیسا میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نازیبا کلمہ کہا ہے، آپ بھی مجھے کہہ لیں۔ میں نے کہا واللہ! میں آپ کو وہ کلمہ نہیں کہوں گا جو آپ نے مجھے کہا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایسا نہیں کرتے تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے اور میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا اور میری قوم کے افراد میرے پیچھے تھے اور وہ کہہ رہے تھے، وہ خود ہی نازیبا کلمات کہنے والا ہے اور خود ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کر رہا ہے۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے ان کو مخاطب کر کے کہا، جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور مسلمانوں کے بزرگ ہیں تم واپس لوٹ جاؤ وہ مڑ کر تمہیں دیکھ نہ لیں اور وہ سمجھیں گے کہ تم میری مدد کے لئے آئے ہو۔ اور وہ ناراض ہو جائیں اور رسول اللہ ﷺ کو جا بتلائیں اور ربیعہ رضی اللہ عنہ ہلاک اور نامراد ہو جائے۔

چنانچہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں نے ربیعہ رضی اللہ عنہ کو ایک ناگوار بات کہی ہے۔ میں نے اُسے کہا وہ بھی مجھے کہہ لے جیسا کہ میں نے اسے نازیبا کلمہ کہا ہے اور اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا ہے چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ربیعہ رضی اللہ عنہ! تیری صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت ہے؟ ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! جو مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ناشائستہ کلمہ کہا ہے میں اُسے نہیں کہوں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں! تو اس کو وہ نازیبا کلمہ نہ کہنا جو اس نے تجھے کہا تھا، لیکن تو کہہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! غفر اللہ لک، اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ غلام ابوبکر رضی اللہ عنہ...... بعض لوگ انہیں رسول اللہ ﷺ کا غلام بھی کہتے ہیں۔ ابوداؤد طیالسی (ابو عامر،

حسن) سعد رضی اللہ عنہ غلام ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد کو آزاد کردو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خدمت وتواضع بہت پسند تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس یہاں کوئی اور خادم نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اتتک الرجال اتتک الرجال) تیرے پاس بہت خادم آئیں گے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابوداؤد طیالسی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعامر، حسن) حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھجوریں پیش کیں دسترخوان پر بیٹھے تناول کرنے والے دودو کھجوریں ملا کر کھانے لگے تو حضور اقدس ﷺ نے دو کھجوریں ملا کر کھانے سے روک دیا۔ اس روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بندار کی معرفت ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ... عمرہ قضا کے دن، مکہ میں داخل ہوئے آپ علیہ السلام کی سواری کی مہار پکڑے آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ
الیوم نضربکم علی تاویلہ
کما ضربناکم علی تنزیلہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ
ویشغل الخلیل عن خلیلہ

''اے اولادِ کفار! تم ان کا راستہ خالی کردو، آج ہم تم کو قرآن کریم کے احکام کے موافق قتل کریں گے، جیسا کہ اس کے نزول کے مطابق تم کو قتل کیا، ایسے قتل کریں کہ سر کو گردن سے الگ کردے اور دوست کو دوست سے بے نیاز کردے''۔
یہ قصہ ہم مکمل بیان کر چکے ہیں۔ چند ماہ بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہوگئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بن غافل بن حبیب شیخ ابوعبدالرحمان ھذلی...... بڑے صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہیں، ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے سرفراز جنگِ بدر اور دوسرے غزوات میں شامل تھے، نبی علیہ السلام کے پاپوش مبارک کے حامل تھے۔ آپ ﷺ کے وضو کا اہتمام کیا کرتے تھے، سواری پر کجاوہ ڈالتے تھے جب آپ علیہ السلام سوار ہونا چاہتے تھے۔ قرآن کریم کے عظیم اور جید مفسر تھے، آپ رضی اللہ عنہ ممتاز عالم، فاضل اور نہایت حلیم و بردبار تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نحیف ونزار اور باریک پنڈلیوں کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے، مخاطب کر کے فرمایا، خدا کی قسم! والذی نفسی بیدہ! یہ پنڈلیاں قیامت کے دن میزان میں کوہ احد سے بھی گراں اور بھاری ہونگی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ علم کا ایک بھرپور تھیلا ہیں۔
اہل علم ان کا حلیہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دبلے پتلے اور خوش اخلاق انسان تھے۔ نیز جب چلتے تو بیٹھے ہوئے آدمی کے برابر ہوتے تھے اور وہ نبی علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ سیرت میں، خصلت میں، اور چال ڈھال میں یعنی آپ کی حرکات وسکنات میں اور کلام میں آپ علیہ السلام کے مشابہ تھے اور وہ حسب استطاعت آپ کی عبادت میں بھی مشابہت میں کوشش کرتے تھے۔ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوفہ میں فوت ہوئے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(۱۲) ...**حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ**...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ولید بن مسلم، ابن جابر، قاسم ابوعبدالرحمان) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ان گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی (وہ راستہ جو دو پہاڑوں کے درمیان ہوتا ہے) میں رسول اللہ

ﷺ کی مہار تھامے آگے چل رہا تھا کہ مجھے نبی علیہ السلام نے فرمایا عقبہ! کیا تم سوار نہ ہوگے؟ وہ کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا سوار ہونا معصیت ہو گا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نیچے اتر آئے اور میں کچھ دیر سوار ہوا۔ پھر آپ علیہ السلام نے سوار ہو کر فرمایا، اے عقبہ! کیا میں تجھے دو بہتر سورتیں نہ سکھاؤں جن کو لوگ پڑھتے ہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ فرمائیے، پھر آپ علیہ السلام نے مجھے معوذتین پڑھائیں، پھر جماعت ہوتی تو تو نماز میں بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کی تلاوت فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا سوتے اور جاگتے وقت ان کو پڑھ۔

یہ روایت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ولید بن مسلم اور عبداللہ بن مبارک از ابن جابر بیان کی ہے۔ نیز یہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن وھب، معاویہ بن صالح، علاء بن حارث، قاسم ابوعبدالرحمان، از عقبہ) بھی نقل کی ہے۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں وہی تھا جو امیر کے ہاں پولیس افسر کا ہوتا ہے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نہایت لمبے قد کے تھے، صرف ٹھوڑی پر بال تھے لمبے سے لمبے شخص بھی ان کی شلوار پہنتا تو اس کے ناک تک پہنچ جاتی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی شلوار شاہِ روم کے پاس بھیجی کیا تمہارے ہاں کوئی اس قدر طویل قامت انسان ہے؟ جس کو یہ شلوار پوری آسکے۔ شاہِ روم یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، حضرت قیس رضی اللہ عنہ نہایت کریم اور فیاض تھے، دانشمند اور مدبر تھے۔ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے۔ مسعر نے معبد بن خالد سے نقل کیا ہے کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ شہادت والی انگلی کو مسلسل اٹھائے ہوئے دعا کرتے تھے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور خلیفہ بن خیاط وغیرہ وہ مدینہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دن میں فوت ہوئے۔

حافظ ابوبکر رضی اللہ عنہ بزار (عمر بن خطاب بجستانی، علی بن یزید حنفی، سعید بن صلت، اعمش، ابوسفیان) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیس نوجوان انصاری رسول اللہ ﷺ کی ضروریات کے لئے حاضر رہتے تھے آپ علیہ السلام کو جب کوئی امر درپیش ہوتا تو آپ علیہ السلام ان کو روانہ فرماتے۔

(۱۴) ... **حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ** ...آپ بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک مسلح جوان کی طرح رہتے تھے جیسا کہ وہ شمشیر بکف حدیبیہ کے دن، خیمہ میں آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا چچا عروہ بن مسعود ثقفی جب پیغام لے کر آیا، وہ عرب کے دستور کے مطابق بات کرتا ہوا اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف بڑھاتا تو وہ اس کے ہاتھ کو تلوار کے دستہ سے ٹھونک کر کہتے اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے پیچھے ہٹا کر رکھ۔ اس سے پہلے کہ تجھے وہ پہنچ نہ جائے۔ یہ حدیث گزر چکی ہے۔

محمد بن سعد وغیرہ کے قول کے مطابق، تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر بنا کر روانہ کیا جب وہ اہلِ طائف کے "ربتہ" نامی لات مسمار کرنے کی غرض سے گئے تھے۔ آپ عرب کے مدبر اور داھیہ تھے۔ شعبی کہتے ہیں کہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا مجھ پر کوئی غالب نہیں آیا۔

شعبی کا بیان ہے کہ قبیصہ بن جابر نے کہا، میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور کسی سے بھی بغیر عقل وفکر اور سوچ وتدبر کے نہ نکلا جاسکتا ہو تو وہ مغیرہ ہی ہیں جو ان آٹھ دروازوں میں سے کسی سے باہر آسکتا ہے۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول قاضی اور جج چار ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ دانشمند اور مدبر بھی چار ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عاص، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور دو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقاء۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نکاح کے رسیا تھے، وہ کہتے ہیں ایک بیوی والا مرد تو ایسا ہے اگر اس کی بیوی حیض سے ہوگئی تو وہ بھی حیض میں مبتلا ہوگیا، وہ بیمار پڑ گئی تو وہ بھی بیمار ہوگیا۔ اور دو بیویوں والا مرد دو سلگتی آگوں کے درمیان ہے چنانچہ وہ بیک وقت چار سے نکاح کرتے اور چار کو ہی بیک وقت طلاق دے دیتے۔ کسی مؤرخ کا بیان ہے کہ انہوں نے اسی خواتین سے نکاح کیا۔ بعض لوگ

تین سو عورتوں سے نکاح کرنے کو روایت کرتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک ہزار عورتوں سے شادی کی واللہ اعلم۔ ان کے زمانہ وفات میں شدید اختلاف ہے۔ صحیح اور مشہور قول وہ ہے جس پر خطیب بغداد نے اجماع نقل کیا ہے کہ وہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

(۱۵) حضرت مقداد بن اسود ابو معبد کندی حلیف بنی زہری رضی اللہ عنہ　امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد بن سلمہ، ثابت، عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ) مقداد بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مدینہ آیا ہم نے لوگوں سے ملاقات کی کسی نے ہماری مہمانی نہیں کی۔ چنانچہ ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنا ماجرا بیان کیا تو آپ علیہ السلام ہمیں اپنے دولت کدہ پر لے گئے۔ آپ ﷺ کے پاس چار بکریاں موجود تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا مقداد! ان کو دوہو اور دودھ کو چار حصوں میں تقسیم کر دے اور ہر فرد کو اس کا حصہ دیدے چنانچہ میں ایسا ہی کرتا تھا، ایک رات میں نے نبی علیہ السلام کا حصہ اٹھا کر رکھ دیا آپ علیہ السلام دیر تک تشریف نہیں لائے اور میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ میرے دل میں آیا کہ نبی علیہ السلام کسی انصاری کے پاس تشریف لے گئے ہیں، وہ دودھ پی کر ہی آئیں گے۔ اگر میں یہ دودھ پی لوں تو کوئی مضائقہ نہیں، یہ وسوسہ مجھے دیر تک لاحق رہا یہاں تک کہ میں نے دودھ پی لیا۔ جب میں دودھ پی چکا تو مختلف خیالات اور وسوسے میرے ذہن میں سما گئے کہ نبی علیہ السلام ابھی بھوکے پیاسے تشریف لائیں گے اور پیالہ میں دودھ نہیں پائیں گے (تو کیا حشر ہوگا) چنانچہ میں نے اس ادھیڑ بن میں منہ پر کپڑا ڈال لیا، نبی علیہ السلام تشریف لائے، آپ علیہ السلام نے اس انداز سے سلام کیا کہ جاگتے ہوئے سن لے اور سوتے کو بیدار نہ کرے پھر آپ علیہ السلام نے پیالے سے ڈھکنا اٹھایا اور اس میں کچھ نہیں پایا تو آسمان کی جانب سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! اس شخص کو جو میرے خورد و نوش کا اہتمام کرے تو اس کے کھانے پینے کا انتظام کر۔ میں آپ علیہ السلام کی دعا مستجاب کو غنیمت سمجھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ چھری پکڑ کر بکریوں کو ڈھونڈنے لگا کہ کون سی موٹی ہے کہ اسے ذبح کرے، اتفاقاً میرا ہاتھ بکری کے تھنوں پر پڑا وہ دودھ سے بھرے تھے، دوسری کو ٹٹولا تو وہ بھی دودھ سے لبریز تھے پھر میں نے باقی ماندہ کو دیکھا تو ان کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کا دودھ دوہا اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا ''نوش فرمائیے'' پھر آپ ﷺ نے پوچھا مقداد! بات کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ''نوش فرمائیے'' پھر واقعہ سناؤں گا، یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فرمایا مقداد! یہ تیری کوئی شرارت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پیا اور فرمایا ''پیو'' میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نوش فرمائیے، آپ علیہ السلام نے اس قدر نوش فرمایا کہ خوب سیر ہو گئے۔ پھر میں نے پیا اور آپ علیہ السلام کو سارا قصہ سنایا۔ میں نے ذرا تفصیل سے عرض کیا کہ ایسے ایسے ہوا، یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ برکت ہے جو آسمان سے نازل ہوئی تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارے ساتھیوں کو بھی پلاتا تو میں نے عرض کیا جب یہ مبارک دودھ آپ علیہ السلام اور میں نے نوش کر لیا تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کسی نے پیا یا نہیں۔

نیز اس واقعہ کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنضر، سلیمان بن مغیرہ، ثابت، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ انہوں نے ایسے برتن میں دوہا جس میں دودھ دوہا نہ کرتے تھے۔ اس قدر دوہا کہ اس پر جھاگ آ گئے، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''مقداد! کیا تم نے آج رات دودھ نہیں پیا'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نوش فرمائیے، آپ علیہ السلام نے پیا، پھر مجھے دیا، میں نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی نوش فرمائیے۔ آپ علیہ السلام نے پی لیا پھر مجھے دیا۔ میں باقی بچا ہوا پی گیا جب میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ خوب سیر ہو گئے ہیں اور آپ کی دعا میرے حق میں قبول ہو گئی ہے اور میں سیراب ہو چکا ہوں تو میں ہنستے ہنستے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقداد! یہ تیری کوئی شرارت ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایسا ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام کے حصہ کا دودھ پی لیا پھر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یہ محض اللہ کی رحمت ہے تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ اپنے ساتھیوں کو جگاتا وہ بھی اس برکت سے مستفیض ہوتے۔ میں نے عرض کیا جب آپ علیہ السلام نے نوش فرما لیا اور میں بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ پی چکا تو مجھے پرواہ نہیں کسی کو ملے یا نہ ملے۔ اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ، سلیمان بن مغیرہ سے نقل کیا ہے۔

(۱۶) حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ مولیٰ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا　[illegible]

عبداللہ بن بکیر، ابراہیم بن عبداللہ بکیر) بہ جز غلام ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی متعدد سال خدمت کی۔ آپ ﷺ نے میرے کسی کام پر نکتہ چینی نہیں کی اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر باز پرس کی۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کی ۵ یا ۵ سال خدمت کی۔

(۱۷) حضرت ابوالسمح رضی اللہ عنہ ... ابوالعباس محمد بن اسحاق ثقفی رحمۃ اللہ علیہ (مجاہد بن موسیٰ، عبدالرحمان بن مہدی، یحییٰ بن ولید، بن خلیفہ) حضرت ابوالسمح رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خدمت گزار تھا، جب آپ علیہ السلام غسل کرنا چاہتے تو مجھے فرماتے میرا منہ پھیر دو، مجھے پکڑا دیتا اور آپ ﷺ کو پردہ مہیا کر دیتا۔ ایک دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر پیشاب کر دیا میں اس کو دھونے کے لئے تیار ہوا تو فرمایا کہ لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی کا چھینٹا مارا جاتا ہے۔ ابوداؤد، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مجاہد بن موسیٰ سے نقل کیا ہے۔

(۱۸) خلیفہ رسول اللہ ﷺ یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ... آپ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مطلقاً افضل و برتر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت میں حضور ﷺ کی بنفس نفیس خدمت کی، خصوصاً غار ثور میں اور وہاں سے نکلنے کے بعد بھی یہاں تک کہ آپ ﷺ سلامتی سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ (پہلے ہی مختلف مقامات پر آپ ﷺ کی خدمت گزاری کا مفصل بیان ہو چکا ہے)۔

وحی اور مکاتیب وغیرہ لکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

خلفاء اربعہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے کاتبین رسول اللہ ﷺ درج ذیل ہیں

(۵) حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ حضرت ابان بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی اموی اپنے دونوں بھائیوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے صلح حدیبیہ کے بعد کیونکہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی جب انہیں حضور اقدس رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا اور خیبر سے پہلے کیونکہ ان کا غنائم خیبر کی تقسیم میں شریک ہونا بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ذکر موجود ہے۔

حضرت ابان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ شام میں کاروبار کے سلسلہ میں گئے۔ وہاں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے راہب کے پاس رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کیا۔ راہب نے پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ بتایا محمد ﷺ ہے تو راہب نے کہا میں ان کی آپ ﷺ کے سامنے صفات بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی ہو بہو صفات بیان کر دیں اور حضرت ابان رضی اللہ عنہ سے کہا جب واپس جاؤ تو ان کو میرا سلام کہنا۔ چنانچہ وہ واپسی کے بعد مسلمان ہو گئے اور حضرت ابان رضی اللہ عنہ عمرو بن سعید "اشدق" کے برادر حقیقی ہیں جو اموی خلفاء میں سے قتل کیا تھا۔

پہلا کاتب ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سب سے پہلا کاتب وحی ابی بن کعب ہے۔ ابی موجود نہیں ہوتے تو زید بن ثابت لکھا کرتے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید اور حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ بھی مدینہ میں آپ ﷺ کے کاتب تھے۔ مکی سورتیں کے نزول کے وقت ابی بن کعب نہیں تھے تو وہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائیں۔

حضرت ابان بن سعید کی وفات حضرت ابان رضی اللہ عنہ کے سن وفات میں شدید اختلاف ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کے قول کے

مطابق، مصعب بن زبیر، زبیر بن بکار اور اکثر اہلِ نسب کے وہ جنگ اجنادین میں جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں فوت ہوئے اور بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ وہ جنگ ''مرج صفر'' میں ۱۴ھ میں شہید ہوئے۔ محمد بن اسحاق کے قول کے مطابق وہ اور ان کے بھائی عمرو دونوں جنگ یرموک میں ماہ رجب ۱۵ھ میں شہید ہوئے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئے۔ وہ ''مصحف امام'' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھوایا کرتے تھے اور ۲۹ھ میں فوت ہوئے، واللہ اعلم۔

(۶)...... سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ... حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید خزرجی انصاری ابو المنذر یا ابو الطفیل عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ جنگِ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک تھے۔ معتدل قامت، نحیف دراز سر اور داڑھی کے بال سفید، خضاب استعمال نہیں کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ چار انصاریوں نے قرآن کریم جمع کیا۔ حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو یزید انصاری نے، رضی اللہ عنہم۔ (متفق علیہ)

''قرآن سناؤں'' کا مطلب ... صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن کریم سناؤں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے حیرت سے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا میرا نام لے کر آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے؟ آپ نے ہاں میں جواب دیا تو وہ فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو گئے ''ان اقرء علیک'' کہ میں تجھے قرآن کریم سناؤں کا مطلب ہے، کہ تبلیغ وارشاد کی خاطر سناؤں۔ تعلم اور سیکھنے کے لئے نہیں۔ اس مفہوم کو اہلِ علم کم ہی سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس کی وضاحت اس لیے کی ہے کہ تعلم اور سیکھنے کا کوئی خیال نہ کرے۔

تلاوت کا سبب .... نیز ہم نے اس قراءت اور تلاوت کا سبب بھی بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سورہ (۹۸/۱) لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین پڑھ کر سنائی کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب نے ایک قاری پر اعتراض کیا تھا جس نے اس کی قراءت کے خلاف پڑھا تھا۔ پھر یہ معاملہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا تم پڑھو، انہوں نے تلاوت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسے ہی یہ سورہ نازل ہوئی ہے۔ ''یہ فیصلہ سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں شک وارتیاب اور تذبذب میں مبتلا ہو گیا حالانکہ میں اس وقت مسلمان تھا۔ وہ کہتے ہیں (رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور میں پسینے سے شرابور ہو گیا، گویا میں خوف سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یہ سورت تلاوت کر کے سنائی، ان کی استقامت اور ثابت قدمی کے لئے اور اس وضاحت کی خاطر کہ قرآن کریم حق اور سچ ہے اور متعدد قراءتوں پر نازل ہوا ہے۔ قراءت کرنے والوں پر رحمت وشفقت کی خاطر۔ ابن ابی خیثمہ کے قول کے مطابق حضرت ابی رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وحی کی کتابت کی۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کی وفات سن وفات میں اختلاف ہے۔ ۱۹ھ یا ۲۰ھ یا ۳۲ھ میں ... بعض کے نزدیک شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک جمعہ پہلے، واللہ اعلم۔

(۷) حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ ارقم بن ابی الارقم عبد مناف بن ... بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی، آغازِ اسلام میں اسلام قبول کیا۔ انہی کے مکان میں جو صفا کے پاس تھا رسول اللہ ﷺ چھپے ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ مکان ''خیزران'' کے نام سے معروف ہوا۔ انہوں نے ہجرت کی، غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی ان کے اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے

درمیان رسول اللہ ﷺ نے اخوت قائم کی۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی سے عظیم بن حارث محاربی کے نام قطعات رضی تحریر کی۔ یہ وثیقہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (عتیق بن یعقوب زبیری، عبدالملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، ابوہ ابوبکر) جدہ عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ ۸۵ سال کی عمر میں ۵۳ھ یا ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔

دو حدیثیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دو احادیث نقل کی ہیں۔

(۱) محمد و حسن بن عرفہ۔ (اللفظ لاحمد) (عباد بن عباد مہلبی، ہشام بن زیاد، عمار بن سعد، عثمان بن ارقم) حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں لتاڑتا ہوا آگے گزرتا ہے اور امام کے خطبہ کے لئے آنے کے بعد دو آدمیوں میں تفریق پیدا کرتا ہے وہ دوزخ میں آنتیں گھسیٹنے والے کی مانند ہے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عصام بن خالد، عطاف بن خالد، یحییٰ بن عمران، عبداللہ بن عثمان بن ارقم) حضرت ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہاں، اور ہاتھ سے بیت مقدس کی جانب اشارہ کیا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تجارت کی غرض سے جا رہے ہو؟ اس نے عرض کیا جی نہیں، میں تو صرف وہاں نماز پڑھنے کی خاطر جانا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا وہاں نماز پڑھنا" ہاتھ سے مکہ کی جانب اشارہ فرمایا) ہزار نماز سے بہتر ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ کیا۔ (تفرد بہ احمد)

(۸) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری خزرجی ابو عبدالرحمان یا ابو محمد مدنی خطیب انصار، بعض خطیب النبی ﷺ کہتے ہیں۔

مکتوب نبوی ﷺ محمد بن سعد علی بن محمد مدائنی سے ان کی اسانید سے متعدد شیوخ سے وفود عرب کے بارے میں روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا کرتے تھے عبداللہ بن عبس یمانی اور مسلمہ بن ہاران حدانی اپنی قوم کے وفد میں فتح مکہ کے بعد حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ... انہوں نے ... اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ایک خط تحریر کروا دیا، ... ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بن شماس نے لکھا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کے شہداد گواہ ہیں۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق صحیح مسلم میں ہے کہ ان کو حضور اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ جامع ترمذی میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی مسلم کی حامل سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اچھے شخص ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اچھے آدمی ہیں، حضرت ابو عبیدہ بن جراح اچھے شخص ہیں، اسید بن حضیر اچھے شخص ہیں، ثابت بن قیس بن شماس اچھے آدمی ہیں، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو بن جموح اچھے شخص ہیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

(۹) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ حضرت حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن ریاح بن حارث بن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم تمیمی اسیدی کاتب نبوی۔ ان کا بھائی ریاح بھی صحابی ہے اور چچا اکثم بن صیفی دانائے عرب میں سے ہے واقدی کے قول کے مطابق انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے نوشت تحریر کی۔ مگر بعض بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف کی طرف صلح کے لئے روانہ کیا ... حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ عراق وغیرہ کے معرکوں میں شامل رہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بقید حیات تھے مگر جنگ جمل وغیرہ میں ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوئے اور جب

کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی گلوچ دی جانے لگی تو وہ وہاں سے اپنی رہائش چھوڑ کر چلے آئے اور خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئے۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات کے بعد بیوی نے ان پر جزع وفزع کا اظہار کیا اور ہمسایہ عورتوں نے اس پر طعن ملامت کی تو اس نے کہا

تعجبت دعد لمخروبة
تبكي على ذي شية شاحب
ان تسأليني اليوم ما شفى
أخبرك قولا ليس بالكاذب
ان سواد العين أودى به
حزن على حنظلة الكاتب

"یک غمگین عورت پر "دعد" نے حیرت واستعجاب کا اظہار کیا ہے۔ جو ایک پیلے چہرے والے بوڑھے پر آہ وفغاں کر رہی ہے۔
اگر تو آج مجھ سے پوچھے کہ کس چیز نے کمزور وناتواں بنا دیا ہے۔ تو میں تجھے سچی بات بتاؤں گی کہ آنکھ کی پتلی کو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب کے رنج وغم نے خراب کر دیا ہے"۔

احمد بن عبد اللہ بن رقی کا بیان ہے کہ وہ فتنہ وفساد سے الگ تھلگ رہے اور خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد فوت ہوئے اور ان سے دو حدیثیں مروی ہیں۔ میں کہتا ہوں بلکہ تین روایات مروی ہیں۔

(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبد الصمد اور عفان، ہمام، قتادہ) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص پانچ وقت نماز کے رکوع وسجود، وضو اور اوقات کی پابندی اور حفاظت کرے اور اس کا اعتقاد ہو کہ میں منجانب اللہ حق اور سچ ہوں تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا فرمایا اس کے لئے جنت واجب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں اکیلے ہیں، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات نہ ہونے کے باعث منقطع ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) احمد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ (سعید جریری، ابوعثمان نہدی) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (کہ آپ ﷺ نے فرمایا) اگر تمہاری ہمیشہ وہ حالت رہے جس حالت میں تم میرے پاس موجود ہوتے ہو تو فرشتے تم سے تمہاری محفلوں، راستوں اور بستروں پر تم سے مصافحہ کریں، لیکن وقت وقت کی بات ہے۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (عمران بن داؤد قطان، قتادہ، یزید بن عبد اللہ بن شخیر) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔

(۳) احمد رحمۃ اللہ علیہ، نسائی، اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (سفیان ثوری، ابوالزناد، مرقع بن صیفی بن حنظلہ) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو جنگ میں قتل کرنے سے منع فرمایا۔

تیسری روایت پر بحث اور تحقیق مگر اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبد الرزاق، ابن جریج، ابوالزناد، مرقع بن صیفی بن رباح بن ربیع) جد و رباح بن ربیع برادر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کاتب سے روایت کرتے ہیں۔ نیز اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن محمد، اور ابراہیم بن ابی العباس، مغیرہ بن عبد الرحمان، ابو عبد الرحمان) نیز (حسین بن محمد، ابراہیم بن ابی العباس، سعید بن منصور، اور ابو عامر عقدی، مغیرہ بن عبد الرحمان، ابوالزناد، مرقع) جد و سے روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن عبد الرحمان کی سند سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن مرقع، مرقع، جد و رباح) سے روایت کرتے ہیں۔ بہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث رباح سے مروی ہے نہ کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے۔ اسی وجہ سے ابن ابی شیبہ نے کہا ہے کہ سفیان ثوری اس حدیث میں غلطی کرتے تھے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ احمد بن عبداللہ بن رقی کا قول صحیح ثابت ہوا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے صرف دو ہی روایات مروی ہیں۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبد مناف ابوسعید اموی، ابتدائے اسلام میں ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تین یا چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ دن بعد مسلمان ہوئے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب خواب...... اوران کے اسلام قبول کرنے کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ دوزخ کے کنارے کھڑے ہیں، اورانہوں نے دوزخ کی اس قدر وسعت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتا ہے اورانہوں نے کہا گویا میرا والد مجھے اس میں دھکیل رہا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ میرا ہاتھ تھامے ہیں۔ مجھے گرنے سے روک رہے ہیں انہوں نے یہ خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا، تمہاری خیر خواہی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ موجود ہیں۔ ان کی پیروی کر، خوفناک چیز سے نجات پا جاؤ گے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ جب ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع والد کو ملی تو وہ ناراض ہو گیا اور ہاتھ میں موجود عصا سے اس قدر مارا کہ عصا ان کے سر پر توڑ دیا اوران کو گھر بدر کر دیا۔ خورد ونوش بند کر دیا اور باقی بھائیوں کو بات چیت کرنے سے روک دیا۔

چنانچہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ رات دن رسول اللہ ﷺ کے پاس رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کے بھائی عمرو بھی مسلمان ہو گئے۔ پھر دونوں نے لوگوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حبشہ میں نکاح کے ولی بنے جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔ پھر وہ حبشہ سے جعفر طیار کے ساتھ ہجرت کر کے چلے آئے اور خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ آپ خیبر فتح کر چکے تھے اور ان دونوں کو مسلمانوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد غنیمت خیبر سے دیا اوران کا بھائی ابان بن سعد بھی آیا اور وہ بھی خیبر کی فتح میں شامل تھا پھر رسول اللہ ﷺ ان کو یمن کا حکومت سپرد کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں، وہ شام کی طرف جہاد کے لئے گئے اور ''اجنادین'' میں شہید ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں ''مرج صفر'' میں واللہ اعلم۔

مکتوب نبوی ﷺ عتیق بن یعقوب رضی اللہ عنہ (عبدالملک بن ابی بکر، ابی، ابوہ ابوبکر، جدہ) عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ایک مکتوب تحریر کیا۔

''بسم اللہ الرحمان الرحیم، یہ ہے وہ عطیہ جو محمد رسول اللہ ﷺ نے راشد بن عبدرب سلمی کو عطا کیا۔ اس کو رحاط مقام میں تین بار پتھر پھینکنے کی مسافت تک قطعہ اراضی عطا کیا بس جو شخص اس کو ڈرائے اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا اوراس کا حق ہی صحیح ہے'' یہ نوشت خالد بن سعید نے تحریر کی۔

محمد بن سعد (واقدی، جعفر بن محمد بن خالد) محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حبشہ سے واپسی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم ہو گئے اور وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ انہی نے وفد ثقیف کے لئے اہل طائف کو تحریر لکھ کر دی تھی اور انہوں نے ہی ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صلح کے فرائض انجام دیئے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی صفات ... حضرت خالد بن ولید بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابوسلیمان مخزومی، وہ ہیں فاتح اسلامی، محمدی لشکروں، قابل ستائش مجلسوں اور کامیاب معرکوں کے امیر اور سپہ سالار، صائب الرائے، نہایت جری اور دلیر اور عمدہ طرز زندگی کے حامل۔

مشہور ہے کہ وہ جس لشکر میں شامل ہوتے وہ لشکر شکست سے دوچار نہیں ہوتا، نہ ہی اسلام کے زمانے میں اور نہ ہی کفر کے عہد میں۔ زبیر بن بکار کے قول کے مطابق قریش میں خیمہ جات اور گھوڑوں کی لگامیں ان کے حوالے تھیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن

ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن طلحہ بن ابی طلحہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے بعض کہتے ہیں خیبر میں مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ انہیں سپہ سالار اور امیر ہی نامزد کر کے روانہ کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ تمام عساکر اسلامیہ کے سربراہ اور امیر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے امین امت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو امیر عساکر مقرر کر دیا بشرطیکہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف نہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں فوت ہوئے (پہلا قول زیادہ صحیح ہے) حمص سے ایک میل کی مسافت پر ایک بستی میں۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے اس بستی کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا وہ نابود ہو چکی ہے۔ دحیم کے قول کے مطابق مدینہ میں فوت ہوئے مگر پہلا قول صحیح تر ہے۔ متعدد احادیث روایت کی ہیں جن کا استیعاب طوالت کا باعث ہے۔

مکتوب نبوی ﷺ .... عتیق بن یعقوب (عبدالملک بن ابی ابوہ، جدہ) عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ قطعات اراضی رسول اللہ ﷺ نے ان کو بطور جاگیر دیں۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم، محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے بنام جمیع اہل اسلام، بے شک وادی "صیدوج" در میں کا شکار نہ ہی اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا شکار کیا جائے۔ جو شخص اس کا ارتکاب کرے اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کا لباس اتار لیا جائے گا۔ پھر بھی وہ باز نہ آئے تو اسے پکڑ کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ حکم محمد نبی علیہ السلام کی جانب سے ہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تحریر کیا۔ کوئی اس سے تجاوز نہیں کرے۔ جو تجاوز کرے گا وہ خود پر ظلم کرے گا، محمد ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے۔

(۱۲) **حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ** ۔ حضرت زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ ابوعبداللہ اسدی۔ یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از شش اصحاب شوریٰ، جن سے بوقت وفات رسول اللہ ﷺ خوش و خرم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حواری اور معاون ہیں۔ آپ ﷺ کی پھوپھی صفیہ کے لخت جگر اور اسماء بنت ابی بکر کے شوہر نامدار ہیں۔ عتیق بن یعقوب نے اپنی گذشتہ سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام نے بنی معاویہ بن جرول کا وہ مکتوب تحریر کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم صادر فرمایا تھا۔ ابن عساکر نے بھی یہ عتیق سے نقل کیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آٹھ یا سولہ سال کی عمر میں عہد اسلام کے شروع میں مسلمان ہوئے۔ دو ہجرتیں کیں۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے خدا کے راستے میں تلوار سونتی۔ جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور کارکردگی میں سب سے افضل تھے۔ دشمن کی صفوں کو اول سے آخر تک دو مرتبہ چیر کر عبور کیا دوسری جانب صحیح سالم نکل گئے۔ صرف گدی پر دو زخم آئے جنگ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا تھا "فداک ابی وامی" میرے ماں باپ تجھ پر قربان' نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔ آپ کے بے شمار فضائل مناقب اور محاسن ہیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی وفات جنگ جمل میں شہید ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ جنگ سے واپس آرہے تھے کہ "وادی سباع" میں آپ رضی اللہ عنہ کی عمرو بن جرموز، فضالہ بن حابس اور نفیع تمیمی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ابن جرموز نے بڑھ کر حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو نیند کی حالت میں قتل کر ڈالا۔ بروز جمعرات ۱۰ جمادی اولی ۳۶ھ میں ۶۷ سال کی عمر میں۔

حضرت زبیر بن عوام کا وسیع ترکہ ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وفات کے بعد ترکہ میں کثیر سرمایہ چھوڑا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے دو کروڑ دولاکھ قرض ادا کرنے کے بعد ایک تہائی مال کی وصیت فرمائی۔ قرض کی ادائیگی اور وصیت شدہ مال نکالنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی چار بیویوں میں سے ہر بیوی کے حصہ ایک ایک کروڑ اور دو دو لاکھ درہم آئے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے سارے ترکہ کی میزان ہے۔ ۵۹ کروڑ اسی لاکھ۔ یہ سارا سرمایہ حلال ذرائع سے حاصل کیا تھا۔ مال غنیمت اور تجارتی وسائل آمدنی سے یہ سارا سرمایہ اور ترکہ بروقت زکوۃ کی ادائیگی، احباب اور ضرورت مند لوگوں

کی ضروریات پورا کرنے کے بعد باقی بچا تھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنت عطا فرمادی کیونکہ سید کائنات ﷺ نے آپ ﷺ کو جنت کا مژدہ سنایا تھا، وللہ الحمد والمنہ۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو خراج ادا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ یہ خراج صدقہ وخیرات میں صرف کردیتے تھے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعریف وستائش میں کہا:

اقام علی عهد النبی وهدیه
حواریه والقول بالفعل یعدل
أقام علی منهاجه وطریقه
یوالی ولی الحق والحق أعدل
هو الفارس المشهور والبطل الذی
یصول اذا ما کان یوم محجل
وان امرأ کانت صفیة أمه
ومن أسد فی بیته لمرسل

"نبی علیہ السلام کا حواری، نبی کے عہد اور سیرت پر گامزن رہا۔ ان کی خوبی اور بڑائی بیان کرنا عدل وانصاف ہے۔ وہ آپ ﷺ کے منہج اور راہ پر قائم رہا، حق دار کی حق رسی کرتا تھا اور صداقت، عدالت انصاف کا حامل ہے۔ وہ شہرہ آفاق فارسی اور شاہ سوار ہے۔ وہ ایسا جری بہادر ہے جو گھمسان کی جنگ میں حملہ آور ہوتا ہے۔ بے شک وہ شخص جس کی والدہ صفیہ ہے اور وہ اسدی خاندان سے ہے اپنے گھر میں خوشحال ہے"۔

له من رسول اللّٰه قربی قریبة
ومن نصرة الاسلام مجد مؤثل
فکم کربة ذب الزبیر بسیفه
عن المصطفی واللّٰه یعطی ویجزل
اذا کشفت عن ساقها الحرب حشها
بأبیض [سیاف] الی الموت یرفل
فما مثله فیهم ولا کان قبله
ولیس یکون الدهر مادام یذبل

"ان کی رسول اللہ ﷺ سے نزدیکی رشتہ داری ہے اور اسلام کی نصرت ومدد میں ان کی قدیم مجد وعزت ہے۔ کتنے ہی مصائب اس نے حضور اقدس ﷺ سے اپنی تلوار سے روکے، اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا اور بہت دے گا۔ جب جنگ برپا ہو جاتی ہے تو چمکدار سفید تلوار کو لے کر دیوانہ وار موت کی طرف ناز ونخرے سے چلتا ہے۔ اس کی مثل نہ ان میں کوئی تھا اور نہ اب ہی ہے اور نہ کبھی ہوگا جب تک زمانہ ہی کا شکار رہے گا"۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو وادی سباع میں ابن جرموز تمیمی نے نیند کی حالت میں تہ تیغ کر دیا تھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ دہشت زدہ نیند سے اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ابن جرموز نے آپ رضی اللہ عنہ کو مبارزت اور آمنے سامنے لڑائی کی دعوت دی تو زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اس پر حملہ کیا تو ابن جرموز کے دو ساتھیوں نے اس کا تعاون کر کے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ ابن جرموز نے آپ رضی اللہ عنہ کا سر اور تلوار لے لی جب سر اور تلوار لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

کی تلوار دیکھ کر کہا، بے شک اس تلوار نے بارہا حضور اقدس ﷺ کی ذات سے مصائب کو دفاع کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا، کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو دوزخ کا مژدہ سناؤ۔ کہتے ہیں کہ ابن جرموز نے یہ سن کر خودکشی کر لی۔

مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ دیر تک زندہ رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت مصعب بن زبیر کو عراق کا گورنر مقرر کیا تو وہ اس خطرہ سے روپوش ہو گیا کہ وہ اپنے والد کے عوض اس کو تہ تیغ کر دیں گے۔ لیکن مصعب نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس کو بتا دو وہ امن وامان میں ہے کیا۔ کا گمان ہے کہ میں اس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بدلے قتل کر دوں گا۔ ہرگز نہیں! واللہ تعالیٰ وہ دونوں ایک جیسے نہیں:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ ہے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا حلم وتدبیر اور فہم وفراست۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے متعدد احادیث بیان کی ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے وادی سباع میں ان کی شہادت کے بعد، ان کی زوجہ محترمہ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے مرثیہ کہا:

غدر ابن جرموز بفارس بهمة
یوم اللقاء وکان غیر معرد
یا عمرو لو نبهته لوجدته
لا طائشا رعش الجنان ولا الید
کم غمرة قد خاضها لم یثنه
عنها طراد یا بن فقع القردد
ثکلتک أمک ان ظفرت بمثله
فیمن مضی فیمن یروح ویغتدی
والله ربک ان قتلت لمسلما
حلت علیک عقوبة المتعمد

”ابن جرموز نے بے مثال شاہسوار سے جنگ کے دن غداری کی اور وہ دور نہ پھینکا گیا تھا۔ اے عمرو بن جرموز! تو اگر اسے بیدار کر دیتا تو اسے پریشان اور کمزور دل اور بے دست وپانہ پاتا کتنی ہی مشکلات میں وہ بے خطر کود پڑا کسی دفاعی حملے نے اس کو پسپا نہیں کیا اے چٹیل میدان کی کھمبی کے بیٹے! تیری والدہ تجھے گم پائے! اگر تو اس کی مانند ماضی میں کامیاب ہوتا ان میں جو صبح شام جنگ میں مصروف ہوتے ہیں۔ تیرے پروردگار خدا تعالیٰ کی قسم! کہ تو نے ایک مسلم کو تہ تیغ کیا ہے تجھ پر دانستہ قتل کرنے والے کی سزا نازل ہو“۔

(۱۴) ..... حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ...... زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبید بن عوف بن غنم بن لک بن نجار نجاری انصاری ابوسعید یا ابوخارجہ یا ابوعبدالرحمان مدنی حضور اقدس ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت زید گیارہ برس کے تھے۔ اس لئے زوہ بدر میں کم سنی کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ بعض کہتے ہیں غزوہ احد میں بھی شریک نہ ہوئے اور پہلی بار غزوہ خندق میں شامل ہوئے، پھر اس کے رتمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ زیرک وذہین، ممتاز عالم اور قوت حافظہ سے بہرہ ور تھے بخاری میں مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو یہود کا طرز نوشت سیکھنے کا ارشاد فرمایا کہ جب یہود آپ کو کوئی تحریر ارسال کریں تو یہ آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا کریں چنانچہ انہوں نے صرف ۱۵ نا میں یہود کی زبان سیکھ لی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد، عبدالرحمان، ابوالزناد) حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے

والد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہ مجھے حضور اقدس ﷺ کے پاس لے گئے حضور اقدس ﷺ مجھے دیکھ کر خوش ہوئے۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ نجاری لڑکا ہے۔ اس کو دس سے زائد سورتیں یاد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرط مسرت سے فرمایا حضرت زید میری خاطر، یہود کی زبان سیکھو۔ واللہ تعالیٰ مجھے یہود کی زبان اور تحریر اعتماد نہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، میں نے ان کی زبان اور بولی میں صرف پندرہ دن میں مہارت حاصل کر لی۔ جب یہود آپ ﷺ کے پاس کوئی تحریر ارسال کرتے تو وہ میں آپ ﷺ کے سامنے پڑھا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی طرف سے خطوط کا جواب لکھا کرتا تھا۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (شریح بن نعمان، ابن ابی الزناد، ابوالزناد، خارجہ) حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ احکام میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ بن زید سے بہ صغیہ جزم (قال) معلق کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بن یونس سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (علی بن حجر سے اور ان دونوں نے عبدالرحمان سے۔ اتنی جلدی زبان سیکھ لینا نہایت ذکاوت اور ذہانت کی علامت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قراء اور حفاظ میں شمار تھے جنہوں نے حضور اقدس کے عہد مبارک میں قرآن جمع کیا تھا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوقلابہ کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہیں اور دین کے احکام میں سب سے زیادہ سخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ حیادار اور شرمیلے حضرت عثمان ہیں اور سب سے زیادہ منصف اور عادل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حلال اور حرام کے سب سے زیادہ عالم حضرت معاذ بن جبل ہیں۔ فرائض اور وراثت کے مسائل کے سب سے زیادہ عالم حضرت زید بن ثابت ہیں۔ ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے۔ امت محمد ﷺ یہ اور مسلمان قوم کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح ہیں بعض حفاظ نے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے اس کے علاوہ اس فقرہ کے جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی اسی سند سے مروی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے بارہا وحی تحریر کی۔ اس میں واضح ترین وہ روایت ہے جو بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں مروی ہے کہ جب "یستوی القاعدون من المومنین والمجاہدون فی سبیل اللہ نازل ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا لکھو، **لایستوی القاعلون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ** میں لکھ چکا تو ابن حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ کر اپنی نابینائی اور عدم بصارت کا شکوہ کرنے لگے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور آپ کی ران میری ران پر تھی مجھ پر اس قدر بوجھ پڑا قریب تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے پھر **غیر اولی الضرر** فقرہ نازل ہوا چنانچہ آپ علیہ السلام نے مجھے اس فقرہ کے الحاق کا حکم فرمایا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس ہڈی میں، میں اس فقرہ کے الحاق کو، اب بھی جانتا ہوں کہ وہ شگاف کے قریب تھا۔ (الحدیث)

حضرت زید جنگ یمامہ میں شریک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا مگر ضرور رساں نہ تھا اس کے بعد ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ قرآن شریف کی آیات کو تلاش کر کے جمع کریں۔ نیز فرمایا آپ ذہین نوجوان ہیں، ہم آپ کو متہم نہیں سمجھتے، آپ رسول اللہ ﷺ کے لئے وحی لکھا کرتے تھے، لہٰذا آپ قرآنی آیات کو تلاش کر کے جمع کیجئے۔ چنانچہ جو کام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا وہ آپ رضی اللہ عنہ نے انجام دیا، اس میں امت کی بہت بھلائی تھی۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دو بار دو حجوں میں مدینہ کا نائب حاکم مقرر کیا اور جب شام کی طرف روانہ ہوئے تو بھی آپ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کو نائب متعین کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ سے پیار، محبت کرتے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مگر آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگوں میں شامل نہیں ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد تک بقید حیات رہے۔ ۴۵ھ یا ۵۱ھ یا ۵۵ھ میں فوت ہوئے۔ اور وہ "مصاحف ائمہ" کے کتابت کرنے والوں میں شامل تھے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلامی دنیا کے آفاق واطراف میں ارسال کیا تھا جن کے رسم خط کے مطابق تلاوت پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فضائل القرآن" میں بیان کیا ہے جو "تفسیر ابن کثیر" کا مقدمہ اور دیباچہ ہے، وللہ الحمد۔

(۱۴) سجل...... اس کے بارے میں ابن عباس سے ایک روایت مروی ہے کہ جو قابل اعتراض ہے۔ ابوداؤد کی موضوع روایت...... ابوداؤد (قتیبہ بن سعید، نوح بن قیس یزید بن کعب، عمرو بن مالک، ابوالجوزاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سجل نبی علیہ السلام کا کاتب ہے۔

اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (قتیبہ از ابوالجوزاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ آیت یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کی تفسیر میں کہتے ہیں سجل ایک شخص ہے۔ (حذ لفظہ)

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں (یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب) کے تحت نصر بن علی کی معرفت نوح بن قیس سے روایت نقل کی ہے۔ نوح ثقہ ہے اور مسلم شریف کے راویوں میں سے ہے۔ ابن معین نے اس کو ایک روایت میں ضعیف قرار دیا ہے۔ باقی رہا وہ اور اس کا استاذ یزید بن کعب عوفی بصری اس سے بجز نوح بن قیس کے کسی نے یہ روایت نقل نہیں کی اس کے علاوہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں بیان کیا ہے۔

میں نے یہ حدیث اپنے استاذ حافظ کبیر ابوالحجاج مزی کے سامنے پیش کی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت نکتہ چینی کی نیز میں نے ان کو بتایا کہ ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے گو وہ سنن امام ابوداؤد وہ میں مذکور ہے تو شیخ مزی نے کہا میں بھی اس کو موضوع کہتا ہوں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو "کامل" میں حافظ ابن عدی نے (محمد بن سلیمان ملقب "بحصومۃ" یحیٰی بن عمرو، مالک نکری، ابوہ، ابوالجوزاء) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا کاتب سجل تھا اور اس کی تائید (یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب) سے ہوتی ہے فرمایا جیسے سجل کتاب کو لپیٹتا ہے ایسے ہی آسمان لپیٹ دیا جاوے گا۔

امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو اسی طرح (ابونصر بن قتادہ، ابوعلی الرفاعلی بن عبدالعزیز، مسلم بن ابراہیم) یحیٰی بن عمرو بن مالک سے نقل کیا ہے یحیٰی راوی، نہایت ضعیف ہے متابعت کی صلاحیت نہیں رکھتا واللہ اعلم۔ اس سے بھی ضعیف تر وہ روایت ہے جو حافظ ابوبکر خطیب اور ابن مندہ نے (احمد بن سعید بغدادی عرف "حمدان" بہذ، بعبیداللہ نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام کا کاتب سجل تھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب ابن مندہ کے قول کے مطابق یہ روایت غریب ہے اور اس میں امام "حمدان" متفرد ہے۔ برقانی نے ابوالفتح ازدی سے نقل کیا ہے کہ ابن نمیر اس میں متفرد ہے بشرطیکہ یہ روایت درست ہو، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے یہ روایت بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منکر ہے جیسا کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منکر اور قابل اعتراض ہے۔

دوسرا معنی...... نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف بھی مروی ہے۔ والبی اور عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے (کطی الصحیفة علی الکتاب) جیسے ورق کتاب لپیٹ دیا جاتا ہے۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ لغت میں یہی معروف ہے کہ سجل کا معنی ورق ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کا نام "سجل" نہیں۔ نیز سجل کسی فرشتے کا نام بھی نہیں جیسا کہ ابوکریب (ابن یمان، ابوالوفا ماشجعی، ابوہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے (یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب) کی تفسیر میں مروی ہے کہ سجل ایک فرشتہ ہے جب وہ استغفار کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو نور سے تحریر کر۔

بندار (مؤمل، سفیان) سدی سے بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ابوجعفر باقر نے ابوکریب۔ مبر رک، معروف بن خربوذ سے اس کی معرفت بیان کیا ہے جس نے ابوجعفر سے سنا ہے کہ سجل ایک فرشتہ ہے۔ اسی روایت کا ابن جریر نے انکار کیا ہے کہ سجل کسی صحابی یا فرشتے کا نام ہو۔ اور حدیث اس مفہوم میں نہایت ضعیف ہے۔ ابن مندہ، ابونعیم اصبہانی اور اسد الغابہ میں حضرت ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے سجل کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی میں بیان کیا ہے۔ محض اس حدیث پر حسن ظن کرتے ہوئے یا اس حدیث کی صحت پر اس کو معلق رکھا ہے، واللہ اعلم۔

حضرت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ...... خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق سعد کاتب ہے مگر اس سے غلطی ہوگئی ہے۔ دراصل اس کا

بیٹا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بیان ہوگا۔

(۱۵).. حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، زہری، عبدالملک بن مالک مدلجی برادرزادہ سراقہ بن مالک، مالک مدلجی) سراقہ سے نبی علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا کہ قریش نے آپ ﷺ کے بارے میں "دیت" کا انعام مقرر کیا ہے اور میں نے بھی ان لوگوں کے سفر کے بارے میں بتایا اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا اور میں نے زادِراہ اور مال و متاع کی بھی پیشکش کی، آپ نے کچھ نہ لیا اور صرف یہ کہا کہ ہمارا سفر لوگوں سے راز میں رکھ پھر میں نے پروانہ امن کی درخواست کی جس کے باعث میں بھی امن میں رہوں چنانچہ آپ علیہ السلام نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر "امان نامہ" لکھ دیا پھر آپ روانہ ہوگئے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کے بیان میں یہ حدیث مکمل بیان ہو چکی ہے اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو یہ پروانہ لکھ کر دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ابوعمرو رضی اللہ عنہ قبیلہ ازد کے مولدین میں سے تھے، سیاہ فام تھے۔ ابتداء میں طفیل بن حارث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں جائے بھائی، غلام۔ حضور اقدس ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے (جس میں آپ روپوش تھے) اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو مکہ کے کمزور اور ناتواں مسلمانوں کے ساتھ تکلیف و اذیت میں مبتلا کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے دین سے پھر جائے اور مرتد ہو جائیں لیکن وہ مرتد ہونے سے انکار کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا، پھر وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بکریاں مکہ کے باہر چرایا کرتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ردیف تھے۔ نیز ان کے ساتھ صرف دئلی بطور راہنما تھا جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

مدینہ میں پہنچے تو حضرت عامر، سعد بن خیثمہ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت اوس رضی اللہ عنہ بن معاذ کے درمیان اخوت قائم کی۔ وہ جنگ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور ۴ھ میں جنگ معونہ میں چالیس سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم۔

عروہ، ابن اسحاق اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا بیان ہے کہ جنگ بیئر معونہ میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ کو جبار بن سلمی کلابی نے قتل کیا تھا، جب اس نے نیزہ مارا تو انہوں نے بے ساختہ کہا (فزت ورب الکعبہ) رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب و کامران ہوگیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کی لاش کو آسمان کی طرف اٹھالیا گیا یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی حضرت عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ وہ اس قدر اونچے اٹھالئے گئے کہ میں نے بادلوں کو ان کے نیچے دیکھا۔ حضرت عمرو بن امیہ سے ان کے بارے میں دریافت ہوا تو بتایا وہ ہم سے افضل اور اعلیٰ تھے اور نبی علیہ السلام کے اولین اہل بیت میں سے تھے۔

حضرت جبار رحمۃ اللہ علیہ کا اسلام قبول کرنا...... جبار کا بیان ہے کہ میں نے ضحاک بن سفیان سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے مقولہ کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا اس کا مقصد تھا جنت پھر مجھے ضحاک نے اسلام کی دعوت پیش کی اور میں حضرت عامر بن فہیرہ کے قتل کا منظر دیکھنے کی وجہ سے مسلمان ہوگیا اور ضحاک نے میرے اسلام قبول کرنے کی اطلاع بذریعہ خط رسول اللہ ﷺ کو دے دی اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے قتل کا منظر بھی تحریر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو فرشتوں نے دفن کر دیا ہے اور علیین میں اتار دیا گیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ ان کے بارے میں قرآن شریف نازل ہوا تھا کہ "ہماری طرف سے قوم کو یہ پیغام دے دو، ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے وہ ہم سے راضی ہوگیا ہے اور اس نے ہمیں راضی کر دیا ہے" (غزوہ بیئر معونہ میں یہ مفصل بیان ہو چکا ہے)۔

محمد بن اسحاق (ہشام بن عروہ) عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عامر بن طفیل پوچھا کرتا کہ تم میں سے وہ کون شخص ہے جب وہ قتل

ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ فضا میں اٹھا لیا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان اس کے ورے ہے تو مسلمانوں نے کہا وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

واقدی رضی اللہ عنہ (محمد بن عبداللہ، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ زمین پر ان کی لاش موجود نہیں تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ فرشتوں نے ان کو دفن کیا۔

(۱۶)۔ حضرت عبداللہ بن ارقم بن ابی ارقم مخزومی رضی اللہ عنہ۔۔۔۔۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے اور حضور اقدس ﷺ کے کاتب تھے۔ امام مالک کے قول کے مطابق جو وہ کام کرتے اس کو اچھے طریقہ سے انجام دے کر پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔ سلمہ (محمد بن اسحاق بن یسار، محمد بن جعفر بن زبیر) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ارقم کو کاتب مقرر کیا۔ وہ آپ علیہ السلام کی جانب سے بادشاہوں کے مکاتیب کے جوابات تحریر کیا کرتے تھے اور وہ دیانت و امانت میں مسلم اور معتمد تھے حضور اقدس ﷺ ان کو، کسی شاہ کے خط کا جواب تحریر کرنے کو فرماتے، وہ جواب لکھ کر دیتے تو ان کی امانت و دیانت کی وجہ سے اس کے پڑھے بغیر ہی مہر لگا دیتے۔ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھی کاتب تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خزانہ ان کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اس منصب پر قائم رکھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو دونوں منصبوں سے علیحدہ کر دیا۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو استعفا کے بعد معزول کر دیا تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو تین لاکھ درہم ان کے کام کی اجرت پیش کی تھی تو حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کیا اور عرض کیا کہ میں تو یہ کام خدا کی راہ میں مفت کرتا ہوں۔ میرا اجر میرے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ زید بن ثابت حضور اقدس ﷺ کے کاتب تھے اور جب ابن ارقم حاضر نہ ہوتے تو حاضرین میں سے کوئی کاتب لکھ دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن عاص وغیرہ جن کا اہل عرب نے نام لیا ہے، سب کاتب تھے۔

اعمش کا بیان ہے کہ میں نے شقیق بن سلمہ سے پوچھا کہ حضور اقدس ﷺ کا کاتب کون تھا تو اس نے بتایا عبداللہ ابن ارقم۔ قادسیہ میں ہمیں ایک خط موصول ہوا اور اس کے آخر میں تحریر تھا (وکتب عبدالله بن الارقم) عبداللہ بن ارقم اس کا کاتب ہے۔

امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ، محمد بن صالح بن ہانی، فضل بن محمد بیہقی، عبداللہ بن صالح، عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون، عبدالواحد بن ابی عون، قاسم بن محمد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کا خط آیا، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن الارقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا اس کا جواب لکھ۔ چنانچہ انہوں نے جواب لکھ کر حضور اقدس ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے درست لکھا ہے اور عمدہ تحریر کیا ہے، الٰہی! اس کو مزید توفیق عطا کر۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے تو ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ حکومت کے کارکنوں میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔ وفات سے پہلے بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔

(۱۷)۔۔۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ الانصاری خزرجی ۔۔۔۔۔ صاحب اذان شروع اسلام میں ہی اسلام قبول کیا۔ ستر افراد کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے، جنگ بدر اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کی عظیم منقبت اور فضیلت میں اذان اور تکبیر کہنا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ خواب پیش کرنا اور رسول اللہ ﷺ کا اس خواب کو بعینہ بحال اور قائم رکھنا اور رسول اللہ ﷺ کا ان کو بشارت دینا کہ یہ خواب سچ ہے، یہ اذان کے کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتا کہ وہ اذان کہے، کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند اور اونچی ہے۔ یہ واقعہ ہم بر محل بیان کر چکے ہیں۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسانید سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جرش قبیلہ کے مسلمانوں کے لئے ایک خط لکھا اس میں ان کے لئے حکم تھا نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ وہ ۶۴ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں فوت ہوئے،

خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۸)... حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت ام عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ کاتب وحی تھے۔ پھر مرتد ہو کر مکہ میں مشرکین کے ساتھ جا ملے۔ فتح مکہ کے دن حضور اقدس ﷺ نے جن لوگوں کا قتل مباح کیا یہ بھی ان میں شامل تھے۔ یہ حضرت عثمان کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے امن طلب کیا تو حضور اقدس ﷺ نے امان دے دی جیسا کہ فتح مکہ میں بیان کر چکے ہیں۔ پھر وہ بہت اچھے مسلمان بن گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد مروزی، علی بن حسین بن واقدی، ابوہ، یزید نحوی، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے شیطان نے ان کو بہکا دیا اور وہ کافروں کے ساتھ جا ملے حضور اقدس ﷺ نے ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے پناہ طلب کی تو آپ ﷺ نے ان کو پناہ دے دی۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو علی بن حسین بن واقد سے نقل کیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۲۰ھ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے مصر فتح کیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سعد لشکر کے میمنہ پر مامور تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپؓ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کو معزول کر کے ۲۵ھ میں عبداللہ بن سعد کو گورنر مقرر کر دیا اور افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے افریقہ کو فتح کر لیا اور وہاں سے غیر معمولی مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہر شاہ سوار کو یعنی گھڑ تین ہزار مثقال سونا دیا اور پیدل کو ایک ہزار۔ اس لشکر میں ان کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ افریقہ کے بعد سوڈان کے علاقہ اساود میں جہاد کیا پھر ان سے ۳۱ھ میں صلح کر لی جو آج تک قائم ہے پھر بحری راستہ سے روم کے ساتھ "صواری" میں جہاد کیا، یہ ایک عظیم جہاد تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جب لوگوں نے اختلاف برپا کیا تو یہ اپنا نائب مقرر کر کے مصر سے چلے آئے اور جب ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع راستہ میں پہنچی تو یہ عسقلان یا رملہ میں مقیم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ نماز میں ان کی روح پرواز ہو۔ چنانچہ اس نے ایک دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ عادیات تلاوت کی اور دوسری میں فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت، تشہد سے فارغ ہو کر دائیں طرف سلام پھیرا اور بائیں طرف سلام پھیرنے سے پہلے روح پرواز کر گئی، ۳۶ھ میں یا ۳۷ھ میں بعض کہتے ہیں وہ ۵۹ھ تک زندہ رہے مگر پہلا قول صحیح ہے۔ امام ابن کثیر کے قول کے مطابق صحاح ستہ اور مسند احمد میں ان کی کوئی روایت منقول نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ...حضرت عبداللہ بن عثمان یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہم نے ان کی سیرت ایک مجلد میں تیار کی ہے اس میں ان کی روایات اور آثار جمع کئے ہیں۔

ان کے کاتب ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جو (موسیٰ بن عقبہ، زہری، عبدالرحمان بن مالک بن جعشم ابوسراقہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور سے نکل کر، ان کے علاقہ کے پاس سے گزرے تو وہ ان کے پیچھے ہولیا جب ان کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ وہ پروانہ امان تحریر کر دیں چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا اور انہوں نے پروانہ لکھ کر اس کو دے دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سند زہری نقل کیا ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ پروانہ تحریر کیا تھا تو یہ احتمال ہے کہ پروانہ امن کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہو اور باقی ماندہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے مکمل کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ......ان کا ترجمہ و تعارف اپنے مقام پر بیان ہوگا۔ میں نے ایک مستقل کتاب میں ان

کی سیرت بیان کی ہے۔ اس میں وہ احادیث بیان کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں آثار اور دیگر احکام بھی جو ان سے منقول ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ترجمہ و تعارف میں ان کے کاتب ہونے کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کا مکمل ترجمہ و تعارف ان کے دور خلافت میں بیان ہوگا۔ ان کا وحی کی کتابت کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ واقدی نے اپنی اسانید سے نقل کیا ہے کہ جب نہشل بن مالک وائلی رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک خط لکھ کر دیا، اس میں اسلام کے اصول و ضوابط بیان تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ...... صلح حدیبیہ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ اور قریش کے درمیان صلح نامہ تحریر کیا تھا کہ سب لوگ امن و امان میں ہوں گے۔ خیانت اور چوری چکاری نہ ہوگی، اور دس سال تک جنگ بند رہے گی، اس کے علاوہ مکاتیب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے تحریر کیے۔

یہود کا ایک جعلی خط...... باقی رہا وہ خط جس کا ادعا خیبر کے یہود کا ایک گروہ کرتا ہے کہ ان کے پاس ابن ابی طالب کی تحریر ہے' اور اس میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا نام بھی گواہان کی فہرست میں ہے۔ یہ خط خود ساختہ، مصنوعی اور جعلی ہے، کذب اور بہتان کا پلندہ ہے۔ بعض متقدمین نے اس سے دھوکہ کھایا ہے اور یہود سے جزیہ کے معاف ہونے کا کہا ہے۔ اکثر اہل علم نے اس کے باطل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ اس میں اس کے باطل ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں۔ یہ خود ساختہ ہے۔ اور یہود اس کے ارتکاب کے مجرم ہیں۔ میں نے ائمہ کرام پر کلام کو بیان کیا ہے، الحمد للہ۔

(۱۹).... **حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ**...... حضرمی کا نام عباد ہے، بعض لوگ یہ نسب بیان ہیں، عبداللہ بن عباد ابن اکبر بن ربیعہ بن عریقہ بن مالک بن خزرج بن ایاد بن الصدق بن زید بن مقنع بن حضر موت، اس کے اور نسب بھی بیان کئے گئے ہیں، آپ بنو امیہ کے حلیف تھے۔ ابان بن سعید کے حالات میں ان کے کاتب ہونے کا بیان ہو چکا ہے۔

علاء بن حضرمی کے دس بھائی ہیں، عمرو بن حضرمی، مشرکین کا یہ پہلا مقتول ہے، جس کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش کے سریہ میں شامل مسلمانوں نے قتل کر دیا تھا اور یہ پہلا سریہ تھا جو حضور اقدس ﷺ نے بھیجا تھا۔

عامر بن حضرمی جس کو ابو جہل ملعون نے اکسایا اور اس نے برہنہ ہو کر کہا، واعمراہ ہائے عمرو بن حضرمی، جب مسلمان اور مشرک غزوہ بدر کے دن آمنے سامنے صف بستہ کھڑے تھے لڑائی برپا ہوگئی اور گھمسان کا رن پڑا اور جو ہوا وہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت شریح بن حضرمی رضی اللہ عنہ...... بہترین صحابہ کرام میں سے تھے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ قرآن کریم کو تکیہ نہیں بناتا، رات کو سوتا نہیں، قرآن کریم کی تلاوت ترک نہیں کرتا بلکہ رات دن تلاوت کر کے قیام کرتا ہے۔ ان کی ایک اکلوتی بہن ہے، جس کا نام صعبہ بنت حضرمی ام طلحہ بن عبید اللہ ہے۔

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ نے بادشاہ بحر بن منذر بن ساوی کے پاس بھیجا تھا۔ پھر آپ علیہ السلام نے ان کو فتح کے بعد گورنر مقرر کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو برقرار رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اس منصب پر بحال رکھا، پھر معزول کر کے بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ بصرہ پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں ۲۱ھ کو فوت ہوئے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان کی بیشتر روایات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ سمندر کی سطح پر اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوئے، وہ ان گھوڑوں کے گھٹنوں تک بھی گہرا نہ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے گھوڑوں کی نعلیں بھی تر نہ ہوئیں اور سب کو یہ وظیفہ پڑھنے کی تاکید کی "یا حلیم! یا عظیم! وہ اپنے لشکر میں موجود تھے کہ پانی کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ انہوں نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے بقدر و کفایت بارش

برسادی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر کا نام ونشان تک نہ رہا کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ قبر کا نشان نہ رہے۔ یہ بیان دلائل نبوت میں بوضاحت بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ان سے تین احادیث مروی ہیں: ...(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان بن عیینہ، عبدالرحمان بن حمید بن عبدالرحمان بن عوف، سائب بن یزید) علاء بن حضرمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہاجر حج کے بعد تین دن مکہ میں قیام کرسکتا ہے۔ ایک جماعت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ھیثم، منصور، ابن سیرین) ابن علاء بن حضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے والد نے حضور اقدس ﷺ کو خط لکھا اور اپنے نام سے خط کا آغاز کیا۔

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن زید، حیان اعرج) حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بحرین سے ایک خط حضور اقدس ﷺ کو تحریر کیا کہ باغ کے دو بھائی مالک ہیں اور مسلمان اور دوسرا غیر مسلم۔ تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ مسلمان سے عشر لے اور غیر مسلم سے خراج۔

(۲۰)... حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ .. حضرت ابن عساکر کے قول کے مطابق، رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے ابن عساکر کے علاوہ یہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ اس نے عتیق بن یعقوب (عبدالملک بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور جدہ) عمرو بن حزم سے نقل کیا ہے کہ قطعاتِ اراضی محمد رسول اللہ ﷺ نے اس قوم کو دئے۔ پھر ان کو ذکر کیا ہے۔ اور اس میں مکتوب بھی بیان کیا ہے۔ "بسم اللہ الرحمان الرحیم" یہ بے آباد قطعات اراضی محمد رسول اللہ ﷺ نے عباس بن مرداس سلمی کو عطا کئے۔ جو شخص ان سے نزاع برپا کرے گا اس کا کوئی حق نہیں، حق دراصل انہی کا ہے۔ حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا اور گواہ بنایا۔"

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسانید سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جھینہ قبیلہ کے بنی سخ کا قطعہ ارضی دیا اور یہ وثیقہ حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا اور گواہ ہوئے۔

اسد الغابہ میں ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علاء بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہایت مختصر بیان کیا ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ ان کا عمرو بن حزم کی حدیث میں ذکر کیا ہے۔ ان کو جعفر نے بھی بیان کیا ہے۔ ابوموسیٰ مدینی نے ان کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

(۲۱)...... حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ...... بن جریس بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج انصاری حارثی ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمان یا ابوسعید مدنی خلیف بنی عبدالاشھل)۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مدینہ آئے تو ان کے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات قائم کی۔ اور بدر اور دوسرے غزوات میں بھی شامل ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو غزوہ تبوک کے سال اپنا جانشین مقرر کیا۔

استیعاب میں حضرت ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ نہایت گندم گوں، ذرا لمبے قد والے، سر کے اگلے حصہ کے بال نہیں تھے، اور ذرا موٹے جسم والے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کا شمار افضل صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے تھا۔ آپ فتنہ وفساد سے الگ تھلگ رہے۔ آہنی تلوار کی بجائے چوبی تلوار بنائی تھی۔ جمہور کے نزدیک مدینہ میں ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ نماز جنازہ مروان نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیشتر روایات نقل کی ہیں۔ محمد بن سعد علی بن محمد مدائنی سے اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مرہ کے وفد کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مکتوب تحریر کر کے دیا تھا۔

(۲۲)... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ.... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ اموی۔ ان کا ترجمہ

وتعارف ان کے دورِ حکومت میں بیان ہوگا، انشاء اللہ۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا اپنی کتاب صحیح مسلم میں نبی علیہ السلام کے کاتبوں میں ذکر کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (عکرمہ بن عمار، ابوزمیل سماک بن ولید) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ امیرے تین سوال قبول فرمالیں۔ آپ علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے عرض کیا، مجھے آپ حکم دیں کہ میں کافروں سے اس طرح جہاد کروں جیسے کہ میں مسلمانوں سے کیا کرتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اچھا، پھر عرض کیا کہ آپ ﷺ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ! اپنے روبرو کاتب مقرر فرمادیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا، اچھا الخ۔ میں نے اس حدیث کے متعلق ایک رسالہ مرتب کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ اس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے عقدِ نکاح کا بھی سوال ہے۔ لیکن اس روایت میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کرنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو منصب کتابت حوالے کرنے کا حصہ محفوظ ہے اور اس قدر حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔

باقی رہی یہ حدیث جو ابن عساکر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں بیان کی ہے کہ (ابو غالب بن بناء، ابومحمد جوہری، ابوعلی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عبداللہ عطشی، احمد بن محمد بن بورانی، سری بن عاصم، حسن بن زیاد، قاسم بن بھرام، ابوالزبیر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اس کو کاتب بنالیجئے، وہ امین ہے۔ یہ حدیث غریب بلکہ منکر ہے۔

تحقیقِ حدیث... راوی سری بن عاصم ابوعاصم ہمدانی ہے۔ معتمد باللہ کا اتالیق تھا۔ ابن خراش نے اس کو حدیث میں "کاذب" کہا ہے۔ ابن حبان اور ابن عدی کے قول کے مطابق حدیث کا سرقہ کرتا ہے۔ ابن حبان نے مزید بیان کیا ہے کہ وہ موقوف روایات کو مرفوع بنادیتا ہے۔ یہ قابل حجت نہیں۔ بقول دارقطنی ضعیف الحدیث ہے اور اس کا شیخ حسن بن زیاد ہے۔ اگر یہ لؤلؤی ہے تو اس کو متعدد ائمہ کرام نے متروک قرار دیا ہے اور اکثر نے اس کے کاذب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ اگر کوئی اور ہے، تو وہ مجہول اور گمنام ہے۔

قاسم بن بہرام دو ہیں:

(۱) قاسم بن بہرام اسدی واسطی اعرج ہے وہ اصبہانی ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث قنوت نقل کی ہے۔ ابن معین، ابوحاتم، امام ابوداؤد اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔

(۲) قاسم بن بہرام ابوحمدان قاضی ھیت ہے۔ ابن معین کے قول کے مطابق وہ کذاب ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ حدیث اس سند سے ثابت نہیں، اس سے دھوکہ نہ کھایا جائے۔

حافظ ابن عساکر کی عظمتِ شان اور علمائے عصر بلکہ بیشتر متقدمین کی نسبت فنِ حدیث میں مہارت تامہ کے باوجود، حیرت ہے کہ انہوں نے اس حدیث اور اس قسم کی دوسری احادیث کو اپنی تاریخ میں بغیر کسی توضیح وتشریح اور حدیث کے سقم کی طرف اشارہ کے بغیر ہی بیان کیا ہے۔ اس قسم کا اسلوب بیان قابلِ اعتراض ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ۔ ان کا تعارف ان خدمت گار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بیان ہو چکا ہے۔ جو آپ ﷺ کے غلام نہ تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے برہنہ تلوار سے کھڑے رہتے تھے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عتیق بن یعقوب سے گذشتہ سند کے ساتھ بار ہا بیان کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہی حصین بن نضلہ اسدی کو قطعاتِ اراضی نبی علیہ السلام کے حکم سے تحریر کردیئے تھے۔

یہ ہے نبی علیہ السلام کے کاتبوں کی فہرست جو آپ علیہ السلام کے سامنے آپ علیہ السلام کے حکم سے لکھا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام کے امین افراد

ابن عساکر نے آپ ﷺ کے امینوں کی فہرست میں حضرت ابوعبیدہ عامر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن جراح قرشی فہری کے (عشرہ مبشرہ) اور حضرت عبدالرحمان بن عوف زہری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوقلابہ کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہر قوم کا ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت اور قوم کا امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے نجران کے عبدالقیس کے وفد کو بتایا کہ میں تمہارے ساتھ نہایت امین شخص کو روانہ کروں گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ غلام بنی عبدشمس..... آپ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی اور مہر کے امین اور نگہبان تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ خدمت گزار تھے۔

مورخین کے قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ شروع اسلام میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ حبشہ کی جانب ہجرت کی، پھر مدینہ کی جانب ہجرت کر کے آئے، بدر اور دوسرے غزوات میں شامل ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا محافظ مقرر کیا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو مرض جذام لاحق ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اندرائن اور تمہ سے علاج کرنے کا بتایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علاج کیا تو مرض رک گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان کے عہد خلافت میں فوت ہوئے، یہ ۴۰ھ میں، واللہ اعلم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، شیبان، یحییٰ بن ابی کثیر، ابوسلمہ) حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نمازی کے متعلق فرمایا جو سجدہ کی جگہ سے مٹی دور کرتا ہے کہ اگر وہ لازماً ہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک بار کرے۔ شیبان نحوی کی یہ متفق علیہ روایت ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں ہشام دستوائی کا اضافہ کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اوزاعی کا اضافہ کیا ہے۔ ان تینوں (شیبان نحوی ہشام دستوائی اور اوزاعی) نے یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (خلف بن ولید، ایوب، عتبہ، یحییٰ بن ابی کثیر، ابوسلمہ) حضرت معیقیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ (تفرد بہ امام احمد)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعتاب بن سہل بن حماد دلال، ابومکین نوح بن ربیعہ، ایاس بن حارث بن معیقیب) حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی انگوٹھی کا نگران تھا۔ وہ انگوٹھی لوہے کی تھی، اس پر چاندی کا ملمع تھا اور بعض اوقات وہ میرے ہاتھ میں بھی ہوتی تھی۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق درست یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا جیسا کہ مسلم و بخاری میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ آپ علیہ السلام نے تھوڑی دیر پہنی پھر اس کو پھینک دیا اور فرمایا خدا کی قسم! میں اُسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا، اس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) منقش تھا۔ ایک سطر میں محمد ﷺ اور دوسری میں رسول اور تیسری میں اللہ (کے الفاظ نقش تھے)۔

یہ انگوٹھی رسول اللہ کے دست مبارک میں تھی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھ سال رہی پھر اریس نامی ایک کنویں میں گر پڑی۔ بہت تلاش کرنے کے بعد بھی نہ مل سکی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صرف انگوٹھی کے بارے میں ایک مستقل باب باندھا ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حسب ضرورت آئندہ بیان کریں گے۔ باقی رہا، حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کا اس انگوٹھی کو پہننا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے جذام میں مبتلا ہونے کی خبر درست نہیں،

جیسا کہ ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے لیکن یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ شاید ان کو یہ مرض نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد لاحق ہوا ہو، یا وہ اس مرض میں مبتلا ہوں اور وہ متعدی نہ ہو۔ یا کامل توکل کی وجہ سے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ہو۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے مجذوم کا ہاتھ پیالہ میں رکھ کر کہا تھا "اللہ پر بھروسا اور توکل کرتے ہوئے کھا" رواہ ابوداؤد۔ حالانکہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

"فر من المجذوم فرارک من الاسد" تو کوڑھی سے اس طرح فرار اختیار کر جیسا کہ شیر سے کرتا ہے۔

باقی رہے نبی علیہ السلام کے امراء ان کا ذکر ہم نے نام وار قافلوں اور سرایا کے بھیجنے کے مقام پر کیا ہے۔

تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین...... صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ابوزرعہ سے منقول ہے کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ علیہ السلام کو دیکھنے اور سننے والوں کی تعداد اندازاً ساٹھ ہزار تھی۔ امام حاکم ابوعبداللہ کا بیان ہے کہ تقریباً پانچ ہزار صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین سے حدیث مروی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کثرت روایت، قوت برداشت، وسعت، رحلت اور فن حدیث میں امامت کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود جن صحابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ ۹۸۷، افراد ہیں اور صحاح ستہ میں تقریباً تین سو صحابی کرام رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ ہیں۔

حافظان حدیث کی ایک جماعت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے نام ایام اور ان کی وفیات کے ذکر کا خوب اہتمام کیا ہے۔ ان میں سے جلیل القدر شیخ ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں اور ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ اور ابوموسیٰ مدینی نے خوب تذکرہ کیا ہے۔ پھر ان تمام معلومات کو حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم جزری عرف "ابن صحابیہ" نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں جمع کر دیا ہے۔ اس عمدہ اور مفید کام کیا، خوب مرتب اور مدون کیا اور اپنے گوہر مقصود کو پالیا۔

رحمه الله و أثابه و جمعه و الصحابة، آمين يارب العلمين.

ختم شد

البدایہ معروف بہ تاریخ ابن کثیر

حصہ پنجم

البدایہ والنہایہ

(معروف بہ)

تاریخ ابن کثیر

(حصہ ششم)

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۷۷۴ھ

حضور اکرم ﷺ کی سیرت و معجزات کا بیان

تاریخ ابن کثیر.....حصہ ششم

حضور اقدس ﷺ کے لباس، اسلحہ اور سواریوں کا بیان

اس انگوٹھی کا بیان جو آپ علیہ السلام پہنتے تھے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن میں اس بارے میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ ہم کچھ اضافے کے ساتھ ان کے بیان کردہ مسائل کا ذکر کریں گے۔ اور اس مسئلے میں ہم نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحیم بن مطرف رواسی، عیسیٰ، سعید، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض عجمیوں کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ لوگ خط کو مہر کے بغیر نہیں پڑھتے (اور اس کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں (محمد رسول اللہ) لکھا ہوا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح (عبدالاعلیٰ بن حماد، یزید بن زریع، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (وھب بن بقیہ، خالد، سعید، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عیسیٰ بن یونس کی روایت کے معنی کے مطابق روایت بیان کر کے اس میں اضافہ نقل کرتے ہیں کہ وہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا پھر وہ تاحیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی شہادت تک رہی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی۔ ایک مرتبہ وہ اریس کنویں کے منڈیر پر تشریف فرما تھے اور انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی کہ وہ کنوئیں میں گر گئی۔ آپ نے اس کنوئیں کا سارا پانی نکلوایا لیکن پھر بھی نہ مل سکی۔ (تفرد به ابو داؤد من هذا الوجه)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ بن سعید اور احمد بن صالح، ابن وھب، یونس، ابن شہاب زہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ حبشی تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لیث سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن وھب، طلحہ بن یحییٰ انصاری اور سلیمان بن بلال سے، امام نسائی، ابن ماجہ اور عثمان بن ابی شیبہ نے عمر سے، اور ان پانچوں نے یونس بن یزید ایلی سے روایت بیان کی ہے۔ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند سے اس حدیث کو حسن صحیح اور غریب کہا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن یونس، زہیر، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو زہیر بن جعفی ابوخیثمہ کوفی سے روایت کیا ہے بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابومعمر، ابوالوارث، عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی بنوا کر فرمایا "ہم نے انگوٹھی بنوائی اور اس پر نقش کروایا ہے، لہٰذا کوئی ایسا نقش نہ بنوائے"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے گویا میں انگوٹھی کی چمک کو آپ ﷺ کی چھنگلی میں دیکھ رہا ہوں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (نصیر بن فرج، ابو اسامہ، عبیداللہ، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھا اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کروایا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں

بنوالیں۔ جب آپ ﷺ نے ان کو پہنے دیکھا تو آپ علیہ السلام نے سونے کی انگوٹھی کو پھینک کر فرمایا میں اسے کبھی نہ پہنوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس میں نقش تھا ''محمد رسول اللہ'' پھر یہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہنی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حتیٰ کہ وہ اریس کنویں میں گر پڑی۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف بن موسیٰ کی معرفت ابواسامہ حماد بن اسامہ سے بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن ابی شیبہ، سفیان بن عیینہ، ایوب بن موسیٰ، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس انگوٹھی میں ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی بھی اس انگوٹھی کے نقش کی طرح نقش نہ بنوائے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب سنن اربعہ نے سفیان بن عیینہ سے بھی بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن یحییٰ بن فارس، ابوعاصم، مغیرہ بن زیاد، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ وہ انگوٹھی چاہ اریس میں گر پڑی۔ بہت تلاش کرنے کے بعد اس کو نہ پایا، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نئی انگوٹھی بنوائی، اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا، آپ اس سے مہر لگاتے اور پہنا کرتے تھے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو محمد بن معمر کی معرفت ابوعاصم ضحاک بن مخلد نبیل سے نقل کیا ہے۔

انگوٹھی کو ترک کرنے کا بیان... امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن سلیمان لوین، ابراہیم بن سعد، امام زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں، پھر نبی علیہ السلام نے وہ انگوٹھی پھینک دی تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی وہ انگوٹھیاں پھینک دیں۔ زیاد بن سعد، شعیب اور ابن مسافر نے بھی امام زہری سے ''چاندی کی انگوٹھی'' بیان کی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب زہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک دن، چاندی کی انگوٹھی دیکھی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سعد زہری مدنی، شعیب بن ابی حمزہ اور زیاد بن سعد خراسانی سے معلق بیان کیا ہے۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زہری کی روایت بیان کی ہے۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرحمان بن خالد بن مسافر سے اس روایت میں منفرد ہیں۔ ان سب راویوں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ''چاندی کی انگوٹھی'' بیان کی ہے جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق   صحیح بات یہ ہے کہ جو انگوٹھی نبی علیہ السلام نے ایک دن پہن کر پھینک دی تھی وہ ''سونے کی تھی'' چاندی کی نہ تھی۔ کیونکہ متفق علیہ روایت (مالک، عبداللہ بن دینار) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس کو پھینک کر فرمایا، اسے کبھی بھی نہ پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔ رسول اللہ ﷺ چاندی کی انگوٹھی بکثرت پہن کرتے تھے اور وہ وفات تک آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں رہی۔ اس کا نگینہ چاندی کا تھا کسی الگ دھات کا نہ تھا۔

انگوٹھی پر تصویر نا ممکن ہے   اور جس نے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں کسی کی تصویر تھی اس نے بعید از امکان بات کہی اور غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ وہ انگوٹھی مکمل چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا اور اس میں تین سطر میں ''محمد رسول اللہ ﷺ'' نقش تھا۔ ایک میں ''محمد'' دوسری میں ''رسول'' تیسری میں ''اللہ'' گویا یہ الفاظ اس میں کندہ تھے (واللہ اعلم) اور ان کی کتابت الٹی تھی تا کہ حسب دستور اس کی مہر سیدھی لگے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی کتابت سیدھی تھی اور وہ اس طرح لگتی تھی، اس کی صحت میں نظر ہے، میری نظر میں اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے نہ صحیح نہ ضعیف۔

لوہے کی نہیں تھی۔ ...... یہ تمام احادیث جو ہم نے بیان کی ہیں کہ نبی علیہ السلام کی چاندی کی انگوٹھی تھی۔ان احادیث کی تردید کرتی ہیں جو ہم نے سنن ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے (ابوعتاب سہل بن حماد دلال، ابومکین نوح بن ربیعہ، ایاس بن حارث بن معیقیب بن ابی فاطمہ، جدہ سے) نقل کی ہیں کہ نبی علیہ السلام کی انگوٹھی لوہے کی تھی، اس پر چاندی چڑھی ہوئی تھی۔اس حدیث کے ضعف میں، وہ روایت مزید اضافہ کرتی ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ (ابوطیبہ عبداللہ بن مسلم سلمی مروزی، عبداللہ بن بریدہ) حضرت ابو بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے مجھے تم سے بتوں کی بدبو آرہی ہے؟ اس نے وہ پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تجھے دوزخیوں کا زیور پہنے دیکھ رہا ہوں؟ پھر اس نے اتار کر پھینک دی اور دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں کس دھات کی انگوٹھی بنواؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی اور مثقال سے کم ہو۔

نبی علیہ السلام یہ دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں نقل کیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے یا بائیں ہاتھ میں۔ ...... امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (شریک، ابوسلمہ بن عبد ارحمان قاضی، ابراہیم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن حسن، ابوہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ بائیں ہاتھ میں پہننا بھی مروی ہے۔ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالعزیز بن ابی داؤد، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور اس کا نگینہ آپ ﷺ کی ہتھیلی کی جانب ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ابواسحاق اور اسامہ بن زید کی معرفت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ دائیں میں پہنا کرتے تھے۔اور ھناد، عبدہ، عبیداللہ، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن سعید، یونس بن بکیر) حضرت محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صلت بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب کی دائیں چھنگلی میں انگوٹھی دیکھ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح پہنے دیکھا ہے اور انھوں نے نگینہ باہر کی طرف کیا تھا۔اس کا بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی گمان ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ اسی طرح پہنا کرتے تھے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے صحت سے جو حدیث نقل کی ہے وہ حدیث حسن ہے۔

شمائل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ انصاری، ابوہ، ثمامہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو آپ کے لئے تحریر کیا جاتا (اور آپ اس پر مہر لگاتے) اور انگوٹھی پر تین سطر نقش تھیں، ایک میں ''محمد'' دوسری میں ''رسول'' تیسری میں ''اللہ''

ابوعبداللہ کا بیان ہے کہ (ابواحمد، انصاری، ابوہ ثمامہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ روایت کرتے ہیں کہ انگوٹھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں۔جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے اس اثنا میں آپ چاہ اریس کے منڈیر پر تشریف فرما تھے۔آپ رضی اللہ عنہ انگوٹھی کو ہاتھ سے اتار کر ادھر، ادھر اچھال کر، کھیلنے لگے تو وہ چاہ اریس میں گر پڑی۔ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن جاتے رہے اور پانی کھینچتے رہے مگر وہ دستیاب نہ ہوئی۔

وہ حدیث جو شمائل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، ابوعوانہ، ابوبسر، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔آپ ﷺ اس سے مہر لگایا کرتے تھے، پہنتے نہیں تھے، نہایت ضعیف ہے۔سنن میں ابن جریج، زہری کی معرفت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رفع حاجت کے لئے بیت الخلا میں جاتے تو انگوٹھی ہاتھ سے اتار لیتے تھے۔

نبی علیہ السلام کی تلوار کا بیان..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (شریح، ابن ابی الزناد، ابوہ، اعمیٰ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسو اللہ ﷺ نے اپنی تلوار "ذوالفقار" جنگِ بدر کی غنیمت سے حاصل کی تھی۔

حضور اقدس ﷺ کا خواب..... یہ وہی تلوار ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے جنگ احد میں خواب دیکھا تھا کہ میں نے اپنی تلوار ذوالفقار میں رخنہ اور دندانہ دیکھا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر کی ہے کہ تم کو شکست ہوگی۔ نیز میں نے دیکھا ہے کہ میں نے مینڈھے کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا ہے، میں نے اس کی تعبیر کی ہے کہ وہ فوج کا رئیس ہے۔

نیز میں نے اپنے آپ کو مضبوط زرہ میں ملبوس دیکھا ہے میں نے اس کی تعبیر کی ہے "مدینہ" اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائیں ذبح کی جارہی ہیں۔ پس گائیوں کا ذبح ہونا واللہ! بہتر ہے، پس رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا وہی وقوع پذیر ہوا۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمان بن ابی الزناد از ابوالزناد سے نقل کیا ہے اصحاب سنن نے بیان کیا ہے کہ کسی کو کہتے ہوئے سنا گیا کہ تلوار صرف ذوالفقار ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نوخیز جوان ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (محمود بن عبد اللہ بن سعید) حضرت جدہ مزیدہ بن جابر عبدی عصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ علیہ السلام کی تلوار پر سیم وزر کا ملمع تھا (بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث غریب ہے)۔

شمائل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن بشار، معاذ بن ہشام، ہشام، قتادہ) سعید بن ابی الحسن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

حضور اقدس ﷺ کی تلوار کربلا میں..... نیز عثمان بن سعد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے نمونہ کی بنائی اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی تلوار حضور اقدس ﷺ کے نمونہ پر بنوائی اور وہ تلوار خم دار تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک تلوار آل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے تو یہ تلوار ان کے پاس تھی۔ پھر اس کو حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ دمشق میں لائے جب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پھر اس کو مدینہ منورہ لے آئے۔

صحیحین میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو راستہ میں ملے تو ان سے عرض کیا' کیا آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہے؟ تو حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جی نہیں۔ تو حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار دے دیں گے، مجھے خطرہ ہے کہ لوگ آپ سے یہ چھین لیں گے۔ واللہ اگر آپ مجھے دے دیں تو میری زندگی میں مجھ سے کوئی چھین نہیں سکتا۔

اس کے علاوہ بھی نبی علیہ السلام کے پاس اور بھی اسلحہ تھا من جملہ اس کے آپ کے پاس زرہیں تھیں جیسا کہ کئی ایک نے آپ سے بیان کیا ہے من جملہ ان کے [illegible] ابن یزید اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد میں اوپر تلے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں آئے تو آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر خود تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے خود اتار دیا تو کسی نے بتایا یہ ہے ابن خطل کعبہ کے غلاف سے لٹکا ہوا' تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ مسلم شریف میں [illegible] حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

[illegible] عمرو بن حریث سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ علیہ السلام کے سر مبارک پر چکنائی دار سیاہ عمامہ تھا۔

ان دو روایات کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمائل'' میں بیان کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (دراوردی' عبداللہ' نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمامہ باندھتے تو اس کا ایک کنارہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس عصا تھا...... اپنی مسند میں ابوبکر بزار (ابوشیبہ' ابراہیم بن عبداللہ بن محمد مخول بن ابراہیم' اسرائیل' عاصم' محمد بن سیرین) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک چھوٹا سا عصا تھا جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ساتھ قمیص اور پہلو کے درمیان رکھ کر دفن کر دیا گیا۔

بزار کا بیان ہے کہ ہماری نظر میں مخول بن راشد کے بغیر کسی نے اس کو بیان نہیں کیا۔ وہ صدوق ہے اور اس میں تشیع ہے' اس پر غلطی کا احتمال کیا گیا ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ''مخول'' اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ شیعہ ہے اسرائیل سے ایسی منفرد روایات نقل کرتا ہے جو کوئی نہیں نقل کرتا ہے اس کی روایات پر ضعف واضح اور بین ہے۔

نبی علیہ السلام کے جوتوں کا بیان جن کو پہن کر آپ ﷺ چلتے تھے... صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چمڑے کا جوتا پہنتے تھے جس پر بال نہیں تھے۔

اپنی صحیح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مقاتل' عبداللہ بن مبارک) حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس جوتا پہن کر آئے۔ اس کے دو تسمے تھے' تو ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا جوتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخمس'' میں اس روایت کو (عبداللہ بن محمد' ابواحمد زبیر' عیسیٰ بن طہمان) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ہمیں بغیر بال کے جوتا دکھایا' اس کے دو تسمے تھے اس کے بعد ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی معرفت بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جوتا ہے' ''شمائل'' میں اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بن منیع کی معرفت ابواحمد زبیر سے نقل کیا ہے۔

''شمائل'' میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابوکریب' وکیع' سفیان' خالد حذاء' عبداللہ بن حارث) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے' ان کا تسمہ دوہرا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن منصور' عبدالرزاق' معمر' ابن ابی ذئب' صالح مولی التوامہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مرزوق ابوعبداللہ' عبدالرحمان بن قیس ابومعاویہ' ہشام' محمد) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوتے کے بھی دو تسمے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ایک تسمہ بنایا۔ جوہری لغوی کے قول کے مطابق قبال سے مراد وہ تسمہ ہے جو درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان ہوتا ہے۔

۶۰۰ھ میں رسول اللہ ﷺ کے جوتے کا انکشاف۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۶۰۰ھ کے بعد یہ بات مشہور ہوئی کہ ایک تاجر ابن ابی حدرد کے پاس جوتے کا ایک پیر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کا جوتا ہے۔ الملک الاشرف موسیٰ بن الملک العادل ابی بکر بن ایوب نے کثیر مال دے کر اسے خریدنا چاہا مگر اس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ معمولی عرصہ بعد وہ فوت ہو گیا تو وہ جوتا الملک الاشرف مذکور کو حاصل ہو گیا۔

اس نے خوب تعظیم و تکریم کی۔ جب اس نے قلعہ کے ایک گوشہ میں ''دار الحدیث الاشرفیہ'' کا سنگ بنیاد رکھا تو اسے ایک کمرہ میں محفوظ کر دیا اور ایک خادم مقرر کر دیا جس کا مشاہرہ چالیس درہم تھا۔ یہ آج تک دار الحدیث الاشرفیہ میں موجود ہے۔

خوشبودان ... شمائل میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن رافع وغیرہ ابواحمد زبیری شیبان عبداللہ بن مختار موسیٰ بن انس) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک ڈبہ تھا آپ علیہ السلام اس سے خوشبو استعمال کیا کرتے تھے۔

نبی علیہ السلام کے پیالے کا بیان...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن آدم شریک) حضرت عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس نبی علیہ السلام کا ایک پیالہ دیکھا اس میں چاندی کی تار کا جوڑ لگا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی مصنوع کو خریدنا ... حافظ بیہقی (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ احمد بن محمد نسوی حماد بن شاکر محمد بن اسماعیل امام بخاری حسن بن مدرک یحییٰ بن حماد ابوعوانہ حضرت عاصم احول سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیالہ دیکھا۔ وہ ٹوٹ چکا تھا پھر اس کو چاندی کی تار سے جوڑ دیا۔ راوی عاصم کا بیان ہے وہ بہت عمدہ اور جھاؤ کے درخت کا چوڑا پیالہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ ﷺ کو کئی بار پانی پلایا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ اس میں لوہے کا حلقہ اور چھلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہوا کہ لوہے کی بجائے اس میں سونے چاندی کا حلقہ ڈال دے تو حضرت ابوطلحہ نے کہا کہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے بنائی ہے اسے تبدیل نہیں کرو چنانچہ انہوں نے اس تبدیلی کا خیال چھوڑ دیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روح بن عبادہ حجاج بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک برتن منگوایا اس میں لوہے کی تار کے تین جوڑ تھے اور لوہے کا حلقہ اور چھلا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سیاہ غلاف سے باہر نکالا وہ درمیانے پیالہ سے کم تھا اور درمیانے کے نصف سے زائد تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس سیاہ غلاف سے باہر نکالا وہ درمیانے پیالہ سے کم تھا اور درمیانے کے نصف سے زائد تھا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس میں پانی لانے کا کہا تو اس میں پانی لایا گیا۔ ہم نے پیا سروں اور چہروں پر چھڑکا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ (انفرد بہ احمد)

نبی علیہ السلام کی سرمہ دانی ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید عبداللہ بن منصور عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ علیہ السلام سوتے وقت سرمہ لگایا کرتے تھے ہر آنکھ میں تین سلائی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ نے اس روایت کو یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔ حضرت علی بن مدینی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے عباد بن منصور سے پوچھا کیا تو نے یہ حدیث عکرمہ سے سنی ہے تو اس نے کہا مجھے یہ حدیث ابن ابی یحییٰ نے داؤد بن حصین کی معرفت عکرمہ سے نقل کی ہے۔
امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ مصری علاقہ میں ایک مزار ہے اس میں حضور اقدس ﷺ کی بہت سی یادگار اشیاء ہیں بعض متاخرین وزراء نے ان کے جمع کرنے کا خوب اہتمام کیا تھا ان متبرک آثار میں سے وہاں سرمہ دانی ہے بعض کنگھی وغیرہ بھی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضور اقدس ﷺ کی چادر مبارک...... وہ بردہ اور چادر جو عباسی خلفاء کے پاس تھی اس کے بارے میں محمد بن اسحاق بن یسار نے قصہ تبوک میں بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "ایلہ" کے باشندوں کو پروانہ امن کے ساتھ ایک چادر بھی دی تھی۔ ابوالعباس عبداللہ بن محمد "سفاح" عباسیہ کے اول خلیفہ نے اس کو ان سے تین سو دینار کے عوض خرید لیا تھا ایک کے بعد دوسرے عباسی خلفاء اس کے وارث بنتے رہے۔ خلیفہ وقت اس کو بروز عید اپنے کندھوں پر ڈالتا اور ایک ہاتھ میں وہ عصا اور چھڑی پکڑتا جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب تھی اور آپ علیہ السلام کی ملکیت بتائی جاتی تھی۔

خلفاء کا سیاہ لباس...... خلیفہ اس سج دھج سے عوام کے سامنے آتا کہ اس پر طمانیت و وقار اور ہیبت و عظمت کا پرتو ہوتا ہے۔ اس کے رعب داب سے دل مرعوب ہو جاتے اور آنکھیں خیرہ۔
خلفاء جمعہ اور عید کے دن سیاہ لباس پہنا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سید عالم کی اقتدا و اتباع کی خاطر کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری نے (زہری از انس) امام مالک سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود تھا۔ (اور ایک روایت میں ہے) سیاہ عمامہ تھا (اور دوسری روایت میں ہے) کہ اس کا ایک کنارہ کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (مسدد' اسماعیل' ایوب' محمد) حضرت ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا کمبل اور موٹا تہ بند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح ان کپڑوں میں پرواز ہوئی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (زہری' عبیداللہ بن عبداللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شدید مرض میں مبتلا ہوتے تو آپ علیہ السلام اپنے چہرے مبارک پر چادر ڈال لیتے اور جب مزید شدت ہوتی تو اس کو چہرہ اقدس سے ہٹا دیتے۔ آپ علیہ السلام نے اسی کیفیت میں فرمایا' یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد اور عبادت گاہ بنا لیا' آپ علیہ السلام ان کی اس تشنیع حرکت سے آگاہ فرما رہے تھے اور متنبہ کر رہے تھے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان تین کپڑوں (کساء، ازار، غلیظ اور خمیصہ) کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کا کیا حال ہوا۔

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ علیہ السلام کی قبر مبارک کے نیچے سرخ چادر بچھا دی گئی تھی۔ اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور حیات طیبہ کے تمام لباس کو جو آپ علیہ السلام پہنا کرتے تھے بیان کریں تو یہ باب نہایت طویل ہو جائے گا۔ اور اس کے بیان کرنے کا مقام (کتاب احکام کبیر) میں کتاب اللباس ہے۔ **وباللہ الثقاۃ وعلیہ التکلان۔**

نبی علیہ السلام کے گھوڑوں اور سواریوں کا بیان..... امام ابن اسحاق (یزید بن حبیب' مرثد بن عبداللہ مزنی عبداللہ بن رزین) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا ایک گھوڑا تھا "مرتجز" نامی اور گدھا تھا "عفیر" نامی اور خچر تھا دل دل' نامی اور آپ علیہ السلام کی ایک تلوار ذوالفقار تھی اور زرہ ذوالفضول تھی۔ اس روایت کو حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (حکم از یحییٰ بن جزار از علی رضی اللہ عنہ) اسی طرح نقل کیا ہے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں "کتاب السنن" میں ہم نے آپ ﷺ کے گھوڑوں کے نام بیان کئے ہیں جو بنی ساعدہ کے پاس تھے لزاز اور لحیف۔ بعض کہتے ہیں لخیف اور ظرب۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے جس گھوڑے پر آپ علیہ السلام سوار ہوئے تھے اس کا نام تھا مندوب اور آپ علیہ السلام کی اونٹنی کا نام تھا قصواء عضباء اور جدعاء اور آپ ﷺ کا خچر شہباء اور بیضا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ آپ علیہ السلام ان اشیاء کو ترکہ میں چھوڑ کر فوت ہوئے بجز اس روایت کے جس میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنا سفید خچر اسلحہ اور اراضی صدقہ کر دیا تھا نیز آپ علیہ السلام کا لباس خچر اور انگوٹھی جو اس باب میں بیان کر چکے ہیں۔

ابوداؤد طیالسی (از معہ بن صالح' ابو حازم) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ علیہ السلام کا ایک اونی جبہ بنا جا رہا تھا۔ (ھذا اسناد جید) "مسند" میں حافظ ابو یعلیٰ (مجاہد' موسیٰ' علی بن ثابت' غالب جزری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ علیہ السلام کے لئے ایک اونی کمبل بنا جا رہا تھا۔ (یہ روایت پہلی کی شاہد ہے)

ابو سعید اعرابی (سعدان بن نصیر' سفیان بن عیینہ' ولید بن کثیر' حسین) حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ بنت حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ علیہ السلام کے لئے "حف" میں دو چادریں تیار کی جا رہی تھیں (یہ روایت مرسل ہے)۔

حضور اقدس ﷺ کے آثار کے نام...... ابو القاسم طبرانی (حسن بن اسحاق تستری' ابو امیہ عمرو بن ہشام حرانی عثمان بن عبدالرحمان بن علی بن عروہ' عبدالملک بن ابی سلیمان' عطاء اور عمرو بن دینار) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا قبضہ اور ندتلوار چاندی کا تھا۔ آپ علیہ السلام اس کو ذوالفقار کہتے تھے۔ اور آپ علیہ السلام کی کمان تھی اس کا نام "سداد" تھا۔ آپ علیہ السلام کا ایک ترکش تھا اس کا نام "جمع" تھا آپ علیہ السلام کی ایک زرہ تھی جس پر تانبے کا کام کیا ہوا تھا "ذات الفضول" اس کا نام تھا' آپ علیہ السلام کے نیزہ کا نام "سغاء" تھا اور آپ علیہ السلام کی ڈھال کو "ذقن" کہا جاتا تھا نیز سفید ڈھال کا نام "موجز" تھا۔ آپ علیہ السلام کے ادھم گھوڑے کا نام "سکب" تھا اور آپ علیہ

السلام کی زین کو "داج" کہا جاتا تھا اور آپ علیہ السلام کے سفید خچر کا نام "دل دل" تھا اور آپ علیہ السلام کی ناقہ کا نام "قصواء" اور آپ علیہ السلام کے گدھے کو "یعفور" کہا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام کے بستر کا نام "الکز" تھا اور آپ علیہ السلام کی دھاری دار چادر کا نام "نمر" تھا۔ آپ علیہ السلام کے ایک چھاگل اور لوٹے کا نام "صادر" تھا اور آئینہ کا "مراۃ" اور قینچی کا نام "الجاح" اور آپ علیہ السلام کی چھڑی کا نام "ممشوق" تھا۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا بیان نقل ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے درہم و دینار اور غلام و کنیز ترکہ میں نہیں چھوڑے اس کے علاوہ خچر اور اراضی کے وہ بھی صدقہ و خیرات کر دیئے۔ اس حدیث کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ تمام غلام اور لونڈیاں آزاد فرما دی تھیں۔ اور تمام اسلحہ اور مویشی اور گھر کا مال و متاع سب صدقہ کر دیا تھا جو ہم نے ذکر کیا ہے یا نہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا خچر۔۔۔ آپ ﷺ کا خچر شہبا تھا (اور اس کو بیضا بھی کہتے ہیں' واللہ اعلم) مقوقس جریج بن مینا شاہ اسکندریہ نے تحفہ ارسال کیا تھا دیگر تحائف کے ساتھ غزوہ حنین میں آپ علیہ السلام اسی پر سوار تھے شجاعت و جسارت اور توکل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے سامنے بار بار اپنے اسم گرامی کو دہرا رہے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ خچر آپ علیہ السلام کے بعد دیر تک زندہ رہا۔ خلافت کے ایام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ضعف کی وجہ سے بطور چارہ اس کے لئے جو کے دلیہ کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کا گدھا۔ ۔۔۔اس کا نام یعفور ہے یا عفیر رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اس پر سوار ہوتے تھے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن اسحاق یزید بن ابی حبیب یزید بن عبداللہ عونی' عبداللہ بن رزین) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "عفیر" نامی گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ حافظ ابویعلی نے اس کو عون بن عبداللہ' معرفت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز متعدد احادیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سوار ہوئے۔

متفق علیہ حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام گدھے پر سوار' ایک مجلس کے پاس گزرے اس میں عبداللہ بن ابی ابن اسلول' مسلمان مشرک اور یہود ملے جلے اور مخلوط تھے۔ وہاں آپ علیہ السلام سواری سے اتر پڑے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت پیش کی (یہ غزوہ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے اور آپ ﷺ کا ارادہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت اور بیمار پرسی کا تھا۔)

عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا جناب! میں آپ علیہ السلام کی باتوں کو اچھا نہیں سمجھتا اگر چہ وہ برحق ہوں۔ آپ علیہ السلام ہماری محفلوں میں مت تشریف لائیے۔ یہ اسلام کے غلبہ اور بول بالا سے پہلے کا واقعہ ہے۔ مورخ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کے غبار کی وجہ سے اس نے اپنے ناک کو ڈھانپ کر کہا' جناب! اپنے گدھے کی بدبو سے ہمیں اذیت نہ پہنچائیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بدبو تری خوشبو سے بہتر اور عمدہ ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ ہماری مجالس میں تشریف لائیے' ہم آپ ﷺ کی تشریف آوری کو پسند کرتے ہیں۔ دونوں قبیلے آپس میں بھڑک اٹھے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کو تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو صبر و سکون کی تلقین کی۔

پھر آپ علیہ السلام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کے پاس عبداللہ بن ابی ابن سلول کا شکوہ کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس سے کچھ نرم برتاو کیجئے۔ اس پروردگار کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حق و صداقت سے نواز کر مبعوث فرمایا ہے۔ ہم اس کو رئیس اور سربراہ قوم بنانے کے انتظامات کر رہے تھے (کہ آپ تشریف لے آئے) جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں حق و صداقت کا بول بالا کیا تو اس کا حلق خشک ہو گیا۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی علیہ السلام خیبر میں بعض دن گدھے پر سوار ہوئے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو گدھے پر اپنے پیچھے بٹھایا اگر ہم یہ سارے واقعات متن اور سند سمیت درج کریں تو بحث طویل ہو جائے گی' واللہ اعلم۔

شفاء کے ایک قصہ کی تردید۔۔۔۔۔ باقی رہا وہ قصہ جو "شفا" میں قاضی عیاض بن موسیٰ البستی اور اس سے پہلے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے

''اصول الدین'' وغیرہ میں بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک گدھا تھا اس کا نام زیاد بن شہاب تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کو مطلوب شخص کی تلاش میں روانہ کرتے تھے، وہ اس کے گھر کے دروازے پر کھٹکھٹاتا اور صاحب خانہ سمجھ جاتا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو بلا رہے ہیں۔ اس گدھے نے رسول اللہ ﷺ کو بتلایا تھا کہ وہ پشت در پشت ایسے ستر گدھوں کی اولاد ہے جس پر کوئی نبی سوار ہوا ہے۔ نیز جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو وہ کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ اس کی سند قطعاً معروف نہیں متعدد حفاظ حدیث نے اس کو منکر قرار دیا ہے ان میں عبدالرحمان بن ابی حاتم باپ بیٹا دونوں شامل ہیں۔

میں نے اپنے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی سے کئی بار سنا ہے وہ اس قصہ کا شدومد سے انکار کیا کرتے تھے۔ دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر احمد بن محمد بن موسیٰ عنبری، احمد بن محمد بن یوسف، ابراہیم بن سوید جذوعی، عبداللہ بن اذین طائی، ثور بن یزید، خالد بن معدان) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں نبی علیہ السلام کے سامنے آ کر ایک سیاہ گدھا کھڑا ہو گیا آپ علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا میں عمرو بن فلاں ہوں، ہم سات بھائی تھے، ہر ایک پر نبی سوار ہوا ہے۔ میں سب سے چھوٹا تھا اور میں آپ علیہ السلام کی سواری کے لئے تھا ایک یہودی میرا مالک بن گیا، میں جب آپ علیہ السلام کو یاد کرتا تو میں اسے گرا دیتا تھا اور وہ مجھے خوب مارتا۔ یہ شکوہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اب یعفور ہے۔ یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے متعلقہ مباحث و معلومات کے بیان کرنے کا یہ مقام ہے اور یہ چار حصوں میں ہے۔

(۱) کتاب شمائل۔
(۲) کتاب دلائل۔
(۳) کتاب فضائل۔
(۴) اور کتاب خصائص۔

و باللہ المستعان و علیہ التکلان و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم

کتاب الشمائل

رسول اللہ ﷺ کی عادات و شمائل اور آپ ﷺ کے پاک اخلاق کا ذکر

اس عنوان پر متقدمین اور متاخرین سب لوگوں نے بیشتر کتب تصنیف کی ہیں۔ مستقل اور ضمناً اور نسبتاً۔ سب سے بہترین مفید اور عمدہ کتاب اس عنوان پر امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی کتاب ہے جو شمائل کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہمیں اس کے سماع کا مفصل سند کے ساتھ شرف حاصل ہے۔ ہم ان کے ذکر کردہ مسائل بیان کریں گے اور اس پر قابل قدر اضافہ کریں گے جس سے کوئی محدث اور فقیہ بے بار اور مستغنی نہیں ہوسکتا۔ شروع میں ہم آپ ﷺ کے حسن کمال اور روشن جمال کا بیان کریں گے، پھر اس کو مفصل بیان کریں گے، واللہ حسبنا و نعم الوکیل۔

نبی علیہ السلام کے حسن روشن کا بیان...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک سب سے خوبصورت تھا اور اخلاق سب سے اعلیٰ و ارفع تھے۔ نہ آپ ﷺ زیادہ طویل تھے اور نہ ہی پستہ قد۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوکریب کی معرفت، اسحاق بن منصور سے نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام قد و قامت میں معتدل تھے۔

آپ علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان کچھ بعد تھا۔ آپ علیہ السلام کے بال کانوں کی لو تک تھے میں نے آپ علیہ السلام کو سرخ جوڑے میں دیکھا، کسی کو آپ علیہ السلام سے زیادہ حسین و جمیل نہیں دیکھا اور یوسف بن ابو اسحاق اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ بال

کندھوں تک تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اسرائیل، ابواسحاق) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی طویل قد والے شخص کو سرخ حلہ (جوڑا) میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ علیہ السلام کے بال کندھوں تک تھے دونوں کندھوں کے درمیان معمولی فاصلہ تھا۔ آپ علیہ السلام نہ طویل تھے نہ پست قامت۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد، رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی، رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع سے نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسود بن عامر، اسرائیل، ابواسحاق، براء رضی اللہ عنہ، یحییٰ بن ابی بکیر، اسرائیل، ابواسحاق) حضرت براء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کائنات میں سے سرخ جوڑے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا اور آپ علیہ السلام کے بال کندھوں پر پڑتے تھے، ابن ابی بکیر کے قول کے مطابق کندھوں کے قریب تھے۔ ابواسحاق کا بیان ہے کہ میں نے براء سے یہ حدیث بارہا سنی ہے وہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو مسکرا پڑتے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اللباس میں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزینہ میں، سرائیل از ابواسحاق نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور، تلوار جیسا تھا؟ انھوں نے جواب دیا نہیں بلکہ قمر اور چاند کی شکل تھا۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر بن معاویہ جعفی کوفی کی معرفت ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی کوفی سے اس نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

دلائل میں حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسن بن الفضل قطان در بغداد، عبداللہ بن جعفر بن درستویہ، ابو یوسف یعقوب بن سفیان، ابونعیم اور عبد اللہ، اسرائیل، سماک) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور تلوار جیسا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند جیسا منور تھا، امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اسی طرح ابوبکر بن ابی شیبہ کی معرفت عبید بن موسیٰ سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس طویل حدیث کو بیان کیا ہے۔ وہ (عبدالرزاق، اسرائیل، سماک) حضرت جابر بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک کے اگلے حصے کے کچھ سفید بال، سیاہ بالوں میں مخلوط تھے۔ جب تیل لگا کر کنگھی کرتے تو نمایاں نہیں ہوتے اور جب بال پراگندہ ہو جاتے تو وہ سفید بال واضح ہو جاتے۔ آپ علیہ السلام کے سر مبارک اور داڑھی کے بال گھنے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا آپ علیہ السلام کا رخ انور تلوار جیسا تھا تو انھوں نے کہا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح گول تھا۔ نیز انھوں نے مزید کہا کہ میں نے مہر نبوت آپ کے کندھے کے پاس دیکھی۔ کبوتری کے انڈے جیسی جو آپ علیہ السلام کے جسم کے رنگ کے مشابہ تھی۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوطاہر فقیہ، ابوحامد بن بلال، محمد بن اسماعیل احمسی محاربی، اشعث، ابواسحاق) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں سرخ "جوڑے" پہنے دیکھا۔ میں چاند کو دیکھنے لگا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام میری نگاہ میں چاند سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

محاکمہ ...... یہ روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (ھناد بن یسری، عبثر بن قاسم) اشعث بن سوار سے نقل کی ہے۔ بقول امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعث ضعیف راوی ہے اور اس نے غلط بیان کیا ہے اور صحیح یہ بات ہے کہ ابواسحاق، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اور یہ حدیث حسن ہے اور میری نظر میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اسے صرف اشعث ہی بیان کرتا ہے۔ اور میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا ابواسحاق از براء رضی اللہ عنہ زیادہ صحیح ہے یا از جد تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایات کو صحیح سمجھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی "حدیث توبہ" میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسرور یعنی خوش ہوتے تو

آپ علیہ السلام کا چہرہ مبارک چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک اٹھتا۔ (یہ حدیث اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے)۔

یعقوب بن سفیان (سعید، یونس بن ابی یعفور عبدی، ابواسحاق ہمدانی) ہمدانی خاتون (جس کا اس نے نام لیا تھا) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، میں نے آپ علیہ السلام کو شتر پر سوار دیکھا۔ آپ علیہ السلام بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ علیہ السلام دو سرخ چادروں میں ملبوس تھے جو آپ علیہ السلام کے کندھوں پر تھیں۔ جب حجر اسود کے پاس سے گزرتے تو عصا سے اس کو چومتے اور اس کو قریب کر کے چوم لیتے۔

ابواسحاق نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے آپ علیہ السلام کو کس سے تشبیہ دی تو اس نے کہا ۱۴ ویں رات کے چاند کی طرح وہ بے نظیر تھے۔ آپ علیہ السلام ایسے حسین وجمیل تھے کہ نہ آپ علیہ السلام جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

یعقوب بن سفیان (ابراہیم بن منذر، عبداللہ بن موسیٰ تیمی، اسامہ بن زید) ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان فرمایئے۔ تو انھوں نے کہا، بیٹا! اگر تو آپ ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج طلوع ہو چکا ہے۔

اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن موسیٰ تیمی سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ اس ہمدانی خاتون نے کہا اگر تو آپ علیہ السلام کو دیکھ پاتا تو کہتا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی متفق علیہ روایت میں عروہ کی معرفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس ہشاش بشاش تشریف لائے، آپ علیہ السلام کے رخ زیبا کی شکنیں چمک رہی تھیں۔

نبی علیہ السلام کے رنگ کا بیان...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن بکیر، لیث، خالد بن یزید، سعید بن ہلال، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کر رہے تھے کہ آپ علیہ السلام درمیان قامت تھے، نہ لمبے نہ پست، رنگ صاف ستھرا، نہ بالکل سفید نہ گندم گوں اور آپ علیہ السلام کے بال، نہ گھنگریالے تھے نہ سیدھے۔ آپ علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے، دس سال آپ علیہ السلام پر مکہ میں وحی نازل ہوئی اور دس سال مدینہ میں، آپ علیہ السلام کے سر اور داڑھی میں بیس بال سفید نہیں تھے۔ ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کا ''سرخ بال'' دیکھا میں نے پوچھا یہ کیا وجہ ہے تو مجھے کسی نے بتایا کہ وہ خوش بو کے کثرت استعمال کی وجہ سے سرخ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن یوسف، مالک بن انس، ربیعہ بن ابی عبدالرحمان) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پست قامت، رنگ نہ زیادہ سفید تھا نہ گندم گوں اور بال نہ گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا مکہ میں دس سال قیام کیا اور مدینہ میں بھی دس سال، آپ علیہ السلام فوت ہوئے تو آپ علیہ السلام کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ کی معرفت) مالک بن انس سے روایت کرتے ہیں۔ نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (قتیبہ، یحییٰ بن ایوب اور علی بن حجر بن جعفر، اور قاسم بن زکریا، خالد بن مخلد، سلیمان بن بلال) اور یہ تینوں ربیعہ بن ابی عبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ قتیبہ کی معرفت مالک بن انس سے روایت کرتے ہیں اور امام ترمذی کے قول کے مطابق یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ صاف ستھرا تھا اور بیہقی (بیان کرتے ہیں کہ ثابت کی طرح حمید طویل نے بھی بیان کیا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گندم گوں تھے۔ اس حدیث کو حافظ بزار نے (علی، خالد بن عبداللہ، حمید، انس) سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن مثنیٰ، عبدالوھاب، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طویل قامت تھے نہ

پست۔ جب آپ علیہ السلام چلتے تو گویا بہت تیز چلتے اور آپ علیہ السلام گندم گوں تھے۔ حافظ بزار کا بیان ہے کہ ہماری نظر میں یہ ہے کہ ماسوائے خالد اور عبدالوہاب کے کسی نے حمید طویل سے یہ بیان نہیں کیا۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسین بن بشران، ابوجعفر بزار، یحییٰ بن جعفر، علی بن عاصم حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کیا کہ آپ علیہ السلام کا رنگ سفید، گندمی مائل تھا۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ فقرہ پہلے فقرے سے بہتر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر گندمی رنگ نمایاں رہتا تھا، کثرت اسفار اور دھوپ میں چلنے پھرنے کی وجہ سے، واللہ اعلم۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ آخری صحابی رضی اللہ عنہ ... یعقوب بن سفیان فسوی (عمرو بن عون اور سعید بن منصور، خالد بن عبداللہ بن جریری) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میرے علاوہ اب روئے زمین پر ان کو دیکھنے والا زندہ نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا، رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیجئے۔ انھوں نے کہا آپ علیہ السلام سفید فام اور خوبرو تھے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سعید بن منصور سے نقل کیا ہے۔ نیز اس کو امام ابوداؤد نے سعید بن ایاس جریری کی معرفت حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفید فام خوبصورت تھے، جب چلتے تو تیز چلتے گویا آپ علیہ السلام ڈھلوان میں اتر رہے ہیں۔ (لفظ ابی داؤد) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ زید بن ہارون جریری سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کررہا تھا تو انھوں نے بتایا، دنیا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے والا میرے علاوہ کوئی زندہ نہیں۔ میں نے پوچھا آیا آپ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو میں نے پوچھا آپ ﷺ کا حلیہ کیسا تھا؟ تو انھوں نے کہا نبی علیہ السلام سفید فام، خوبصورت اور معتدل قامت تھے۔ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سفیان بن وکیع اور محمد بن بشار کی معرفت یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، عبداللہ بن جعفر یا ابوالفضل محمد بن ابراہیم، احمد بن سلمہ، واصل بن عبدالاعلیٰ اسدی محمد بن فضیل، اسمٰعیل بن ابی خالد) حضرت ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ علیہ السلام سفید فام اور بوڑھے ہو چکے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو واصل بن عبدالاعلیٰ سے نقل کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن علی کی معرفت محمد بن فضیل سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اور یہ اصل حدیث صحیحین میں مذکور ہے لیکن اور الفاظ کے ساتھ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگی۔ محمد بن اسحاق (زہری، عبدالرحمان بن مالک بن جعشم، ابوہ) سے روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک نے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور آپ علیہ السلام اونٹنی پر سوار تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی دیکھ رہا تھا گویا کہ وہ کھجور کا گابھ ہے (اور یونس کی روایت میں ابن اسحاق سے ہے) واللہ گویا میں آپ علیہ السلام کی پنڈلی رکاب میں دیکھ رہا ہوں کھجور کے گابھے کی طرح (سفید سفید چمکدار) میں نے کہا خوب سفید ہونے کی وجہ سے گویا وہ کھجور کا گابھ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید (یکے از خزاعہ قبیلہ محرش یا مخرش) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام جعرانہ سے رات کو آئے عمرہ کیا اور واپس چلے آئے وہاں آپ علیہ السلام نے صبح کی جیسا کہ یہیں رات بسر کی ہو، میں نے آپ علیہ السلام کی پشت دیکھی گویا وہ چاندی کا ٹکڑا ہے، اس حدیث کو یعقوب بن سفیان نے حمیدی کی معرفت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے۔

یعقوب بن سفیان (اسحاق بن ابراہیم بن علاء، عمرو بن حارث، عبداللہ بن سالم، زبیدی، محمد بن مسلم) سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ علیہ السلام بہت سفید تھے، یہ سند حسن ہے اور اصحاب صحاح ستہ نے اس کو بیان نہیں کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسن، عبداللہ بن لھیعہ) ابویونس سلیم بن جبیر غلام حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حضرت

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے تھے گویا سورج کی چمک، آپ علیہ السلام کی پیشانی میں رواں ہے، آپ علیہ السلام سے تیز رفتار میں نے کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ علیہ السلام کے لئے لپیٹی جارہی ہے اور ہم خوب تگ و دو سے چلتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رفتار سے چل رہے ہوتے تھے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قتیبہ کی معرفت ابن لھیعہ سے نقل کیا ہے اور اس میں ہے گویا سورج کی چمک آپ علیہ السلام کے رخ زیبا میں رواں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (عبداللہ بن مبارک، رشدین بن سعد مصری، عمرو بن حارث، ابو یونس) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حافظ ابن عساکر نے اسی طرح (حرملہ، ابن وھب، عمرو بن حارث، ابو یونس) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، ابراہیم بن عبداللہ، حجاج، حماد، عبداللہ بن محمد بن عقیل، محمد بن علی ابن الحنفیہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چمکدار تھا۔ امام ابوداؤد طیالسی (مسعودی، عثمان بن عبداللہ بن ہرمز، نافع بن جبیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا سرخی مائل تھا۔

یعقوب بن سفیان (ابن اصفہانی، شریک، عبدالملک بن عمیر) نافع بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کیا کہ آپ علیہ السلام کا رنگ سفید سرخی مائل تھا اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طریق مسعودی، عثمان بن مسلم، ھرمز سے بیان کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے بھی روایت ہوئی ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو ابن جریج (صالح بن سعید، نافع بن جبیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے اور کہا گیا ہے کہ سرخی مائل وہ جسم تھا جو دھوپ اور ہوا کے سامنے کھلا رہتا تھا اور جو لباس کے اندر پوشیدہ رہتا تھا وہ سفید چمکدار تھا۔

نبی علیہ السلام کے چہرۂ مبارک کی خوبیوں اور محاسن کا بیان

اس سے پہلے حضرت ابوالطفیل کا قول بیان ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید فام خوبرو تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول بھی بیان ہو چکا ہے کہ آپ علیہ السلام کا رنگ صاف ستھرا تھا اور حضرت براء رضی اللہ عنہ کا قول بھی کہ ان سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک دمک میں تلوار کی مانند تھا تو انہوں نے کہا نہیں! بلکہ وہ چاند کی طرح تھا۔ نیز حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کا قول بھی بیان ہو چکا ہے کہ ان سے اسی قسم کا سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا تلوار جیسا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح روشن تھا اور حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ کا قول بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے کہا اگر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ تو دیکھتا سورج طلوع ہو رہا ہے اور ابو اسحاق نے ایک ھمدانی خاتون سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ابو اسحاق نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا گویا کہ آپ علیہ السلام کا چہرہ مبارک بدر منیر ہے، میں نے اس سے پہلے ایسا نہیں دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے گویا کہ سورج کی چمک آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک میں رواں ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی پیشانی میں سورج کی چمک رواں ہے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ (عفان اور حسن بن موسیٰ، حماد بن سلمہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، محمد بن علی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ضخیم تھا، آنکھیں موٹی تھیں، پلکیں لمبی تھیں، [illegible] سرخی مائل تھیں، ڈاڑھی کے بال گھنے، رنگ صاف ستھرا تھا، ہتھیلیاں اور پاؤں مضبوط تھے، جب چلتے تو گویا معلوم ہوتا آپ علیہ السلام بلندی میں چڑھ رہے ہیں اور جب مڑتے تو اچانک مڑ جاتے۔ (تفرد احمد)

ابویعلیٰ (زکریا اور یحییٰ واسطی، عباد بن عوام، حجاج، سالم مکی، ابن حنیفہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا گیا تو بتایا کہ پست قامت تھے نہ طویل قامت، خوبصورت بال، معمولی گھنگریالے، چہرہ مبارک سرخی مائل، ضخیم جوڑوں والے، ٹخنے اور قدم پر گوشت موٹے سر ضخیم، سینہ سے ناف تک بالوں کی طویل لکیر، میں نے اس سے پہلے آپ جیسا دیکھا نہ اس کے بعد، جب آپ چلتے تو جھک کر گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔

محمد بن سعد (واقدی، عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ، ابوہ، جدہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن میں قاصد مقرر کیا۔ میں ایک دن خطبہ دے رہا تھا اور ایک یہودی عالم ہاتھ میں کتاب لئے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا ابوالقاسم کا حلیہ مبارک بتائیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پست قد تھے نہ دراز قامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ زیادہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے آپ علیہ السلام کے بال سیاہ معمولی گھنگریالے تھے سر ضخیم تھا آپ علیہ السلام کا رنگ سرخی مائل تھا، آپ علیہ السلام کے مفاصل اور جوڑ بڑے تھے، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت موٹے تھے، سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی، پلکوں کے بال گھنے تھے، دونوں ابرو ملے ہوئے تھے پیشانی روشن کشادہ دونوں کندھوں کے درمیان معمولی فاصلہ تھا، جب چلتے تو جھک کر مستعد ہو کر چلتے گویا کہ ڈھلوان سے اتر رہے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کے مثل کسی کو، نہ اس سے پہلے دیکھا نہ اس کے بعد۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں خاموش ہو گیا تو یہودی عالم نے کہا" اور" تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہی مجھے یاد ہے تو یہودی عالم نے کہا، آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں، داڑھی اور منہ خوبصورت ہے، کان پورے ہیں، یکبارگی سامنے آتے اور اچانک پیٹھ پھیرتے ہیں، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! یہی آپ صلی اللہ علیہ والسلام کی صفات ہیں۔ یہودی عالم نے مزید پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اور کیا؟ تو یہودی عالم نے کہا آپ علیہ السلام میں جھکاؤ ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا وہی جو آپ کو میں نے بتایا ہے گویا آپ ڈھلوان سے اتر رہے ہیں، یہ سن کر یہودی عالم نے کہا یہ آپ علیہ السلام کی صفات ہیں، اپنے آباء کی کتاب میں تحریر پاتا ہوں۔ ہم آپ علیہ السلام کی دیگر صفت یہ بھی موجود پاتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اللہ کے حرم، امن کے مقام، اور بیت اللہ کے حرم کی طرح محترم ہوں گے۔

ہم یہ بھی تحریر پاتے ہیں کہ جن انصار کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کریں گے وہ عمرو بن عامر کی اولاد ہیں نخلستان والے اور ان سے پہلے وہاں یہود آباد تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا وہی، وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ سن کر یہودی عالم نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور عالم گیر رسول ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس عقیدہ پر میرا مرنا اور جینا ہوگا، اور اسی پر میرا حشر ہوگا، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ رضی اللہ عنہ اس کو قرآن شریف پڑھاتے اور اسلامی عقائد سے آگاہ فرماتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور یہودی عالم وہاں سے مدینہ آئے اور وہ یہودی عالم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے، اور وہ مشرف باسلام تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مذکورہ بالا صفات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد اسناد سے مروی ہیں۔

یعقوب بن سفیان (سعید بن منصور، خالد بن عبداللہ، عبید اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب، محمد بن عمر بن عمر) روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، یا گزارش کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بتائیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا آپ علیہ السلام سفید فام سرخی مائل تھے، آنکھ کی پتلی اور تیا سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں۔

یعقوب (عبداللہ بن سلمہ اور سعید بن منصور، عیسیٰ بن یونس، عمر بن عبداللہ مولی عفرہ، ابراہیم بن محمد) اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مسرور اور سفید تھا، آنکھیں موٹی، پلکیں لمبی۔ جوھری لغوی کے قول کے مطابق: دعج، عبارت ہے آنکھوں کی سیاہی مع فراخی کے، امام ابوداؤد طیالسی (شعبہ، سماک) جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی سیاہی میں سرخی تھی، ہلکی ایڑی کم گوشت اور کشادہ منہ، ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں شعبہ سے منقول ہے، اشھل العینین۔

شھلہ اور شکلہ کا معنی... ابوعبید لغوی کے قول کے مطابق شھلہ کا معنی ہے آنکھ کی سیاہی میں سرخی اور شکلہ کا مفہوم ہے، آنکھ کی سفیدی میں سرخی، میں (ابن کثیر) کہتا ہوں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں (ابوموسیٰ اور بندار، احمد بن ابوقطن) شعبہ سے روایت کیا ہے، اور اس نے اشکل العینین نقل کیا ہے اور اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور صحیح مسلم میں "شکلہ" کا معنی "لمبی پلکیں" بیان کیا ہے اور یہ کسی راوی کی تفسیر ہے اور ابوعبید کا قول اور معنی "حمرۃ فی بیاض العین" آنکھ کی سفیدی میں سرخ ڈورا، زیادہ مشہور اور صحیح تر ہے اور آنکھوں کی یہ کیفیت قوت وشجاعت اور طاقت کا مظہر ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

یعقوب بن سفیان (اسحاق بن ابراہیم، عمرو بن حرث، عبداللہ بن سالم، زبیدی، زہری، سعید بن مسیب) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی تھے، پلکوں کے بال لمبے تھے، یعقوب بن سفیان (ابوغسان، جمیع عمر بن عبدالرحمان عجلی، ایک راوی درمکہ، ابوھالہ تمیمی کا بیٹا، حسن بن علی) اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی، جھکیے ابرو، پورے باہمی متصل نہ تھے، ان کے درمیان ایک رگ تھی، غصہ کے وقت پھول جاتی، بلند بینی، اس پر نور برستا رہتا تھا، آپ علیہ السلام کو غور سے نہ دیکھنے والا بلند بینی، ہلکے رخسار، کشادہ منہ اور کشادہ دانت سمجھتا تھا۔

یعقوب (ابراہیم بن منذر، عبدالعزیز بن ابی ثابت زہری، اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ، عمہ موسیٰ بن عقبہ، کریب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی، آپ علیہ السلام بات کرتے تو آپ علیہ السلام کے سامنے والے دانتوں سے نور کی طرح چمک دکھائی دیتی تھی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عبداللہ بن عبدالرحمان کی معرفت ابراہیم بن منذر سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن سفیان (ابوبکر بن ابی شیبہ، عباد بن حجاج، سماک) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھتا تو کہتا آنکھوں میں کاجل ڈالا ہے حالانکہ آپ علیہ السلام نے سرمہ لگایا ہوتا تھا، آپ علیہ السلام کی پنڈلیاں باریک تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے اور مسکراتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، مجمع بن یحییٰ، عبداللہ بن عمران انصاری، علی اور مسعودی، عثمان بن عبداللہ، ہرمز، نافع بن جبیر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ چھوٹے قد تھے نہ لمبے قد آپ علیہ السلام کے بال نہ زیادہ گھنگریالے نہ بالکل سیدھے تھے۔ آپ علیہ السلام کے بال سیاہ معمولی گھنگریالے تھے سر ضخیم تھا آپ علیہ السلام کا رنگ سرخی مائل تھا، آپ علیہ السلام کے مفاصل وہ جوڑ بڑے تھے، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت موٹے تھے، سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی، پلکوں کے بال گھنے تھے دونوں ابرو ملے ہوئے تھے پیشانی روشن کشادہ دونوں کندھوں کے درمیان معمولی فاصلہ تھا، جب چلتے تو جھک کر مستعد ہو کر چلتے گویا کہ ڈھلوان سے اتر رہے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کی مثل کسی کو نہ اس سے پہلے دیکھا نہ اس کے بعد۔

سند... ابن عساکر کے قول کے مطابق، اس روایت کو عبداللہ بن داؤد خریبی نے مجمع بن یحییٰ سے نقل کیا ہے، ابن عمران انصاری اور علی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ایک مجہول راوی کا اضافہ کیا ہے۔

پھر آپ نے (عمرو بن علی فلاس، عبداللہ بن داؤد، مجمع بن یحییٰ انصاری، عبداللہ بن عمران انصاری) مجہول راوی انصاری سے سند نقل کر کے کہا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حلیہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا اور آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں تلوار کے پرتلہ سے گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ علیہ السلام کا رنگ سفید تھا سرخی مائل، آنکھیں موٹی، بال قریباً سیدھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی پتلی دھار، ہلکے اور کم گوشت رخسار، داڑھی گھنی، سر کے بال کانوں کی لو تک، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن چاندی کی صراحی ہے، سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر اور دھاری آپ علیہ السلام کے شکم اور سینہ پر اس کے علاوہ بال نہ تھے، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے جب آپ علیہ السلام چلتے تو گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں اور جب چلتے تو گویا مستعدی سے پہاڑ سے نیچے آ رہے ہیں اور جب مڑتے

تو معلوم ہوتے نہ طویل قد تھے نہ پست قد نہ عاجز تھے نہ درشت خو، گویا کہ آپ علیہ السلام کا پسینہ چہرے مبارک پر آبدار موتی ہیں اور آپ کے پسینہ کی خوشبو کستوری سے زیادہ نکہت اور مہک دار ہے، میں نے ان کی مثل نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

یعقوب بن سفیان (سعید بن منصور، نوح بن قیس حرانی، خالد بن خالد تمیمی) یوسف بن مازن مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان فرمادیں تو بتایا آپ علیہ السلام سفید فام تھے سرخی مائل، سر ضخیم، چہرہ مبارک روشن چمکدار، لمبی پلکیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ضخیم تھا، رنگ سفید سرخی مائل تھا ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت اور موٹے تھے داڑھی گھنی تھی، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، جسم مبارک کے جوڑ موٹے تھے، ڈھلوان میں چلتے معلوم ہوتے آگے کو جھک کر چلتے نہ پست قد نہ لمبا قد، میں نے اس سے پہلے آپ علیہ السلام جیسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ اس روایت کے بیشتر شواہد حضرت علی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔

خضاب ... واقدی، زیاد بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا؟ تو آپ نے کہا نہ لگایا اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور (ہونٹ اور تھوڑی کے درمیانی حصہ) میں چند بال سفید تھے میں ان کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر لیتا۔ میں نے مزید پوچھا آپ علیہ السلام کا حلیہ مبارک بتائیے تو انہوں نے بتایا آپ قد تھے، نہ دراز نہ پست اور نہ ہی زیادہ سفید اور نہ ہی گندم گوں، اور آپ علیہ السلام کے بال نہ گھنگریالے نہ سیدھے تھے آپ علیہ السلام کی داڑھی مبارک خوبصورت تھی آپ علیہ السلام کی پیشانی روشن تھی رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ انگلیاں پر گوشت تھیں سر اور داڑھی کے بال نہایت سیاہ تھے۔

پہلی ملاقات ... ابو نعیم اصبہانی (ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس، یحییٰ بن حاتم عسکری، بسر بن مہران، شریک، عثمان بن مغیرہ، زید بن وہب) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلی بات جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم ہوئی کہ میں اپنے چچا اس کے ساتھ مکہ آیا، لوگوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی طرف ہماری راہنمائی کی۔ ہم ان کے پاس چلے آئے، وہ زمزم کے پاس تشریف فرما تھے، ہم ان کے پاس بیٹھ گئے، ہم ان کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ "باصفا" سے ایک شخص آیا، سفید رنگ پر سرخی غالب ہے، اس کے گھنگریالے بال ہیں، نصف کان تک بلند بینی، اگلے دانت چمکدار، آنکھیں سیاہ، داڑھی گھنی، سینہ مبارک میں ناف تک بالوں کی ہلکی لکیر، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو چادریں تن کیے ہوئے تھے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند ہیں چودھویں کا۔

راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طواف کرنا، بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنا مذکور ہے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے، محمد بن عبداللہ اور اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

خواب ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (جعفر، عوف بن ابی جمیلہ) یزید فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور یزید فارسی قرآن پاک کی کتابت کیا کرتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میرا روپ اختیار کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا۔ اے یزید فارسی! کیا تو نے جس کو خواب میں دیکھا اس کا حلیہ بیان کر سکتا ہے؟ میں نے "جی ہاں" میں جواب دے کر بتایا کہ میں نے معتدل قامت انسان دیکھا ہے۔ اس کا جسم گندم گوں سفیدی مائل ہے۔ عمدہ مسکراہٹ سرمگیں آنکھیں، گول خوبرو چہرہ، داڑھی ٹھوڑی سے لے سینہ تک بھرپور تھی۔

عوف بن ابو جمیلہ کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس حلیہ مبارک کے ساتھ اور کیا بیان تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر کہا

اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کے عالم میں دیکھتا تو اس سے زیادہ بیان نہیں کرسکتا۔

محمد بن یحییٰ ذہلی (عبدالرزاق، معمر) زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ دریافت کیا تھا تو انہوں نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین وجمیل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد والے تھے، دونوں کندھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا، رخسار پر گوشت نہ تھے، بال بہت سیاہ، سرمگیں آنکھوں والے، لمبی پلکوں والے، زمین پر پورا پیر لگاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایڑی اور پنجہ کے درمیان خلا نہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر چادر رکھتے تو گویا کہ چاندی کی لکیر ہے اور جب مسکراتے تو قریب تھا کہ دیواریں چمک اٹھیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں دیکھا۔ یعنی آپ علیہ السلام فقید المثال تھے۔

محمد بن یحییٰ ذہلی نے اس روایت کو اور متصل سند کے ساتھ (اسحاق بن ابراہیم زبیدی، عمرو بن حارث، عبداللہ بن سالم، زبیدی، زہری، سعید بن مسیب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا روایت کی طرح نقل کیا ہے، اس حدیث کو امام ذہلی نے (اسحاق بن راھویہ، نصر بن شمیل، صالح، ابوالاخضر، زہری، ابوسلمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق گویا چاندی سے ہے۔ قریباً سیدھے بال، پیٹ سینے کے برابر تھا، مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں، زمین پر پورے قدم سے چلتے تھے، جب متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب مڑتے تو پوری طرح مڑتے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالملک، سعید بن عبید بن سباق) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں اور ہتھیلیاں پر گوشت تھیں، پنڈلیاں مضبوط تھیں، کلائیاں لمبی تھیں، بازو اور کندھے ضخیم تھے اور کندھوں کے درمیان ذرا بعد تھا۔ سینہ چوڑا، سر کے بال تقریباً سیدھے، لمبی پلکیں، منہ خوبصورت، داڑھی حسین، کان پورے درمیانہ قد نہ لمبے نہ پست کہ رنگ میں سب سے فائق، اچانک متوجہ ہوتے اور اچانک مڑتے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند نہ دیکھا نہ سنا۔

حافظ بیہقی (ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابوالحسن الحمودی المروزی، ابوعبداللہ محمد بن علی الحافظ، محمد بن مثنیٰ، عثمان بن عمر... بن سریج، صحاب الحلوانی) مجہول راوی، اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ میں مدینہ کی جانب روانہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدار کی بات یاد کرتا ہوا۔ چنانچہ میری ملاقات اچانک ایسے شخص سے ہوئی جو خوبصورت ہے، اس کی زلفیں طویل ہیں، باریک ناک، باریک ابرو، ان کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر ہے، سر پر دو چادروں کے دامن میں۔ انہوں نے میرے قریب ہو کر ''السلام علیکم'' کہا۔

نبی علیہ السلام کے موئے مبارک کا بیان

زہری کی متفق علیہ روایت میں عبیداللہ بن عبداللہ کی معرفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں نازل ہوتی تو اس مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے اہل کتاب اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے اور مشرکین مانگ نکالتے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بال لٹکائے اور بعد میں مانگ نکالی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حماد بن خالد، مالک، زیاد بن سعد) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک چاہا اپنی پیشانی پر بال لٹکائے نصاریٰ کی طرح فیشن) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ نکالنے لگے۔ (تفرد بہ من ھذا الوجہ)

محمد بن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی مانگ نکالی، میں نے سر کی چوٹی سے بالوں کو دو حصہ میں تقسیم کر دیا اور پیشانی کے بالوں کو آنکھوں کے درمیان سے الگ کر دیا۔

فیشن محمد بن جعفر بن زبیر جو ایک پابند اسلام فقیہ ہیں کا مقولہ ہے کہ موجودہ فیشن عیسائیوں کا شعار ہے جس کو عیسائیوں نے اختیار کیا

ہے، صحیحین میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں تک ہوتے تھے، نیز بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کندھوں تک تھے، ان دونوں باتوں میں تضاد اور ایک دوسرے کی نفی نہیں کیونکہ بال کبھی لمبے ہوجاتے اور کبھی چھوٹے۔ پس ہر ایک نے اپنا چشم دید بیان کردیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ابن نفیل، ابن رواد، ہشام بن عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال "وفرہ" اور کانوں کی لو سے زائد ہوتے، جمہ اور مونڈھوں سے کم ہوتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ۸۱ دن بعد فوت ہوئے اور یہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا سر منڈوایا اور اکیاسی (۸۱) دن بعد فوت ہوگئے۔ (صلوات اللہ علیہ دائما الی یوم الدین)

یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن مسلم اور یحییٰ بن عبدالحمید، سفیان، ابن نجیح) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مکہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کے چار لٹ اور گیسو تھے، امام نے اس روایت کو سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے، صحیحین میں ربیعہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے تذکرہ (کہ آپ کے بال نہ سیدھے تھے نہ گھنگریالے) کے بعد بیان کیا ہے کہ وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

خضاب۔ صحیح بخاری میں ایوب، ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال سفید تھے، اسی طرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ میں بہ سند (حماد بن زید از ثابت از انس رضی اللہ عنہ) مذکور ہے۔ حماد بن سلمہ، ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے ہوگئے تھے اور بال سفید ہوگئے تھے تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کے عیب سے محفوظ رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں صرف ۱۷ یا ۱۸ بال سفید تھے۔

مسلم میں (بہ سند مثنی بن سعید از قتادہ از انس رضی اللہ عنہ) مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا، آپ علیہ السلام کے ہونٹ کے نیچے چند بال سفید تھے، اسی طرح کنپٹی اور سر میں بھی معمولی بال سفید تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (عصام بن خالد، جریر بن عثمان) روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن بسر سلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے ہوگئے تھے؟ تو انہوں نے کہا آپ علیہ السلام کے ہونٹ کے نیچے چند بال سفید تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے الفاظ بیان ہوچکے ہیں۔

ابواسحاق کی متفق علیہ روایت میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر لب عنفقہ میں چند بال سفید دیکھے، یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن عثمان، ابوحمزہ سکری) عثمان بن عبداللہ بن موہب قرشی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لائیں وہ حنا اور وسمہ سے رنگے ہوئے سرخ تھے، اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (اسمٰعیل بن موسیٰ، سلام بن ابی مطیع، عثمان بن عبداللہ بن موہب) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔

بال سے شفا حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، ابوالعباس محمد بن یعقوب، محمد بن اسحاق صغانی، یحییٰ بن بکیر، اسرائیل) عثمان بن موہب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چاندی کی گھونگرو نما ڈبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تھے۔ کسی کو بخار لاحق ہوجاتا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیجتا۔ وہ (پانی میں) ڈبو دیتیں، پھر بخار والا شخص وہ اپنے چہرے پر چھڑک لیتا، عثمان کا بیان ہے کہ مجھے میرے اہل خانہ نے ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے وہ بال نکالے اور وہ گھونگرو نما ڈبہ تھا۔ (اور اسرائیل راوی نے تین انگلیوں سے اشارہ کرکے اس کی ہیئت بیان کی) اور اس میں پانچ بال تھے۔ اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن اسمٰعیل

از اسرائیل سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن سفیان (ابونعیم، عبید اللہ بن ایاد، ایاد) ابو رمثہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میرے والد نے کہا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں! تو والد نے کہا آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا، میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی نرالی شئ ہیں جو آدمیوں کے مشابہ نہیں ہوتی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان ہیں۔ کانوں کی لو تک بال ہیں، ان پر مہندی کے نشان ہیں اور دو سبز چادروں میں ملبوس ہیں۔

یہ روایت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (عبید اللہ بن ایاد بن لقیط، ابوہ) ابو رمثہ حبیب بن حیان (ان کا نام رفاعہ بن یثربی بھی بتایا گیا ہے) سے روایت کی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں کہا ہے۔ یہ حدیث ہم صرف ایاد بن لقیط سے ہی جانتے ہیں۔ (نیز اس روایت کے بعض حصہ کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری اور عبد الملک بن عمیر کی معرفت ایاد بن لقیط سے بھی روایت کرتے ہیں) نیز اس روایت کو یعقوب بن سفیان بھی (محمد بن عبد اللہ المخر می، ابوسفیان حمیری، ضحاک بن حمزہ بن غیلان بن جامع) ایاد بن لقیط بن ابی رمثہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہندی اور وسمہ لگایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں تک تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عبد الرحیم بن مطرف بن سفیان، عمرو بن محمد منقری، ابن ابی رواد، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبتی (بن بال کے چمڑے کا) جوتا پہنتے اور داڑھی کو ورس اور زعفران لگاتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دستور تھا، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عبدہ بن عبد الرحیم مروزی از عمرو بن محمد منقری سے نقل کیا ہے۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ الحافظ، ابوالفضل محمد بن ابراہیم، حسن بن محمد بن زیاد، اسحاق بن ابراہیم یحییٰ بن آدم) (دوسری سند) (ابوالحسین بن الفضل، عبد اللہ بن جعفر، یعقوب بن سفیان ابوجعفر محمد بن عمر بن ولید کندی کوفی، یحییٰ بن آدم، شریک عبد اللہ بن عمر، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً بیس بال سفید تھے اور اسحاق بن ابراہیم کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اگلے حصہ میں تقریباً بیس بال سفید دیکھے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبد اللہ الحافظ، احمد بن سلیمان فقیہ، ہلال بن علاء رقی، حسین بن عباس رقی، جعفر بن برقان) عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے، اس وقت حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ گورنر تھے تو حضرت عمر نے ایک قاصد روانہ کیا اور اس کو کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کرو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب لگایا کرتے تھے؟ میں نے آپ علیہ السلام کے "موئے مبارک" رنگین دیکھے ہیں۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ خضاب لگانے سے منع فرمایا تھا۔ اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اور سر کے سفید بال شمار کرتا تو وہ گیارہ سے زائد نہ ہوتے اور بالوں پہ رنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کے باعث تھا، اس خوشبو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال رنگین ہو گئے تھے۔

مسلم اصول میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا خضاب کی نفی کرنا، خضاب لگانے کی گذشتہ روایات کے منافی ہے اور مسلمہ اصول یہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم اور راجح ہوتا ہے کیونکہ اثبات والے کے پاس وہ مزید علم ہوتا ہے جو نفی کرنے والے کے پاس نہیں ہوتا۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا قول مقدم ہوگا، مزید علم کے باعث خصوصاً حضرت ابن عمر سے یہ منقول ہے کہ جن کے بارے میں غالب گمان ہے کہ انہوں نے یہ بات اپنی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے اخذ کی ہوگی کیونکہ ان کی اطلاع و واقفیت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علم و آگہی سے زیادہ ہے کہ بسا اوقات انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے جوئیں کو دیکھ کر نکالا ہوگا۔

نبی علیہ السلام کے اعضاء کے بارے میں احادیث شعبہ کی متفق علیہ روایت جو ابو اسحاق از براء بن عازب مروی ہے اس

سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قامت تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابوالنعمان، جریر، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا سر اور پاؤں ضخیم تھے اور ہتھیلیاں لمبی تھیں، نیز متعدد اسناد سے بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہتھیلیوں اور پاؤں پر گوشت تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہتھیلیاں اور پاؤں ضخیم تھے۔

یعقوب بن سفیان (آدم اور عاصم بن علی، ابن ابی ذئب) حضرت صالح مولی التوامہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو لمبے تھے، کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکیں لمبی اور گھنی تھیں۔ نافع بن جبیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے، مفاصل اور جوڑ مضبوط تھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی۔ حجاج از سماک از جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں باریک تھیں یعنی ضخیم نہیں تھیں، سراقہ بن مالک بن جعشم کی روایت میں گزر چکا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر رکاب میں دیکھے گویا وہ سفید ہونے کی وجہ سے کھجور کا گابھ ہے۔

چند الفاظ کی تشریح صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ دہن تھے، ''ضلیع الفم'' کی تشریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''عظیم الفم'' تھے ''اشکل العینین'' کی تشریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا شگاف اور دھانہ طویل تھا ''طویل شق العینین'' اور ''منھوس العقب'' کی تفسیر بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیاں ہلکی تھیں کم گوشت، ''قلیل لحم العقب'' ایڑی کا ہلکا اور باریک ہونا، مردوں کے لئے زیادہ اچھا اور مناسب ہے۔

حارث بن ابی اسامہ (عبداللہ بن بکر، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، کاتب لڑکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام کی نو سال خدمت کی، میرے کسی کام پر نکتہ چینی نہیں کی اور نہ ہی میرے کام کو برا کہا، میں نے کسی ریشم اور کمخواب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم محسوس نہیں کیا اور نہ ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے کسی عنبر اور کستوری کو زیادہ مہک والا اور خوشبودار پایا، اسی طرح اس روایت کو (معتمر بن سلیمان، علی بن عاصم، مروان بن معاویہ فزاری اور ابراہیم بن طہمان نے حمید از انس رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی نرم وگداز اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کے بارے میں نقل کیا ہے۔

زبیدی (زہری، سعید) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پورا پیر زمین پر لگاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کا اخمص (وہ جوف جو ایڑی اور پنجے کے درمیان ہوتا ہے) نہ تھا، اس کے برعکس بھی روایت مروی ہے۔

یزید بن ہارون (عبداللہ بن یزید بن مقسم، اپنی پھوپھی سارہ بنت مقسم) میمونہ بنت کردم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں اونٹنی پر سوار دیکھا، میں اپنے والد کے ساتھ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اساتذہ کے کوڑے کی طرح کوڑا تھا، میرے والد ان کے قریب ہوئے اور ان کے پیر مبارک کو پکڑ لیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے رک گئے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے اب تک یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی درمیانی انگلی باقی انگلیوں سے دراز تھی۔

اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ہارون سے طویل نقل کیا ہے، اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ہارون سے اس روایت کا بعض حصہ نقل کیا ہے۔ نیز احمد بن صالح (عبدالرزاق، ابن جریج، ابراہیم بن میسرہ، اپنی خالہ) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دوسری سند سے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبداللہ بن بشران، اسماعیل بن محمد، محمد بن اسحاق ابوبکر، مسلمہ بن حفص سعدی، یحییٰ بن یمان، اسرائیل، سماک) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کی چھنگلی دوسری انگلی پر چڑھی ہوئی تھی۔

نبی علیہ السلام کے قامت اور عمدہ خوشبو کا بیان

بخاری میں ربیعہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے نہ لمبے نہ پست قامت۔ ابواسحاق، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ زیبا، سب سے خوبصورت تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بااخلاق تھے، آپ علیہ السلام نہ لمبے تھے نہ پستہ قامت اور چھوٹے (اخرجہ فی الحسین نافع بن جبیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ قامت تھے، نہ پست قامت، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں (آپ فقید المثال تھے)

سعید بن منصور (خالد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی رضی اللہ عنہ، ابوہ عبداللہ، عمر) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نہایت لمبے تھے، نہ کوتاہ قامت، اور لمبے قد کے قریب تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ موتی جیسا تھا، سعید (روح بن قیس، خالد بن خالد تمیمی، یوسف بن مازن راسبی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لمبے نہ تھے اور میانہ قامت سے کچھ زائد تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں ہوتے تو ان کو ڈھانپ دیتے آپ علیہ السلام کا پسینہ آپ علیہ السلام کے چہرہ پر موتی کی مانند تھا۔ (الخ)

زبیدی (زہری، سعید) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قامت تھے، اور آپ علیہ السلام طویل قامت کے قریب تر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک متوجہ ہوتے اور یکبارگی مڑ جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ بخاری میں (حماد بن زید، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دیباج وریشم اور اس سے کسی نرم و نازک چیز کو نہیں چھوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم و گداز ہو، اور میں نے عنبر اور کستوری کو سونگھا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ معطر اور خوشبو دار ہو، امام مسلم رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو (سلیمان بن مغیرہ از ثابت از انس) روایت کیا ہے نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (حماد بن سلمہ اور سلیمان بن مغیرہ از ثابت از انس رضی اللہ عنہ) سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ صاف ستھرا تھا، آپ علیہ السلام کے پسینے کے قطرات گویا آبدار موتی ہیں، جب آپ علیہ السلام چلتے تو آگے جھک کر چلتے، میں نے کسی ریشم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا اور نہ میں نے کسی خوشبو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار محسوس کیا۔

ثلاثی سند...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی عدی، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ریشم اور دیباج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم محسوس کیا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ کسی خشبو کو سونگھا، یہ سند ثلاثی ہے اور شرط صحیحین پر ہے اور اس سند سے صحاح ستہ میں مروی نہیں۔

یعقوب بن سفیان (عمرو بن حماد بن طلحۃ القناد (اور بیہقی نے اس روایت کو احمد بن حازم بن ابی عروہ از عمرو بیان کیا ہے (اسباط بن نصر، سماک) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز ظہر پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیا۔ بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بعد دوسرے ہر ایک کے رخسار کو سہلانے لگے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے رخسا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہلایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو کو ایسے محسوس کیا گویا عطار کے عطردان سے نکالا ہے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو عمرۃ بن حماد سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جعفر، شعبہ اور حجاج، حکم) حضرت ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحاء کی طرف دوپہر کے وقت نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور نماز ظہر دوگانہ ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیزہ گڑا تھا (اس حدیث میں عون از والد خود

سے اضافہ مروی ہے) کہ اس سترہ کے پیچھے سے گدھے اور عورتیں گزر رہی تھیں۔ حجاج راوی کے الفاظ ہیں کہ نماز کے بعد لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست رحمت کو پکڑتے اور اپنے چہرے پر ملتے، ابوجحیفہ کا بیان ہے میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ اولے سے زیادہ یخ تھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا، اس روایت کو اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (حسن بن منصور، حجاج بن محمد اعور) شعبہ سے روایت کرتے ہیں۔ مسلم، بخاری میں اصل حدیث بھی اسی طرح مذکور ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنا ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن ہارون، ہشام بن حسان، شعبہ اور شریک، یعلی بن عطاء، جابر بن یزید ابو) حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''منی'' میں نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دو آدمیوں کو نمازیوں کے پیچھے دیکھا، ان کو بلایا، پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو ان کے کندھوں کا گوشت ڈر کے مارے پھڑک رہا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا امر مانع تھا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا نہ کرو، جب تم میں سے کوئی مسلمان اپنے گھر میں نماز پڑھ لے پھر وہ جماعت کو پالے تو وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ یہ نماز اس کے لئے نفلی عبادت ہوگی، ان میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے استغفار کیا اس کے بعد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا، میں اس وقت خوب تندرست جوان تھا، میں لوگوں کو چیرتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست رحمت پکڑ کر اپنے چہرے یا سینے پر رکھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے کسی چیز کو معطر اور یخ نہیں محسوس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منیٰ میں مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔

نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (اسود بن عامر اور ابوالنضر ، شعبہ، یعلی بن عطاء، جابر بن یزید بن اسود) حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر انہوں نے حسب سابق روایت بیان کی۔ نیز اس روایت کو ابوداؤد نے شعبہ سے ترمذی اور نسائی نے ہشیم از یعلی سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

پانی سے خوشبو.... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم ، مسعر) حضرت عبدالجبار وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے اہل خانہ نے مجھے میرے والد کی بات بتائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ڈول لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نوش فرمایا اور ڈول میں بھی کلی کی، پھر وہ ڈول کنوئیں میں ڈال دیا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول سے پانی پیا پھر کنوئیں میں کلی کر دی، تو اس سے کستوری کی خوشبو مہک اٹھی، اس روایت کو حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن سفیان کی معرفت ابونعیم فضل بن دکین سے نقل کیا ہے۔

تبرک .. امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہاشم، سلیمان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو مدینہ کے خادم اپنے اپنے برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے، بہ اوقات وہ سخت سردی میں پانی لاتے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے۔ اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالنضر ہاشم بن قاسم سے روایت لیا ہے۔

پسینہ مبارک.... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تحبین (بن مثنیٰ، عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف لاتے اور اس کی عدم موجودگی میں بستر سو جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب دستور اس کے بستر پر سو گئے، وہ گھر میں آئی تو کسی نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آپ کے بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، چنانچہ وہ آئیں اور نبی علیہ السلام پسینہ میں شرابور تھے اور آپ کا پسینہ بستر پر چمڑے کے ایک ٹکڑے پر جمع ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی خوشبو والی شیشی کھولی اور وہ یہ پسینہ پونچھ کر اپنی شیشی

میں ڈالنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھبرا کر کہا، اے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا یہ کیا کر رہی ہو؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے بچوں کے لئے پسینہ کی برکت کے خواہاں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو مقصد میں کامیاب و کامران ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو محمد بن رافع کی معرفت حجین سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہاشم بن قاسم، سلیمان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ (دوپہر کا سونا) فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا اور میری امی شیشی لے آئی اور اس میں پسینہ ڈالنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور پوچھا اے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا! یہ کیا کر رہی ہو؟ تو اس نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہم اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں اور یہ بہترین خوشبو ہے، اس روایت کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے زہیر بن حرب کی معرفت ابوالنضر ہاشم بن قاسم سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن منصور السلولی، عمارہ بن زاذان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسینہ آتا تھا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر تیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بستر پر سوتے تھے اور وہ بستر بچھا دیتی تھیں اور پسینے کو پونچھ کر اٹھا لیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہے، میں اس کو اپنی خوشبو میں ڈال لیتی ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا خیر کی۔ تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ۔

ثلاثی سند...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبداللہ حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سو جاتے تو پسینہ میں شرابور ہو جاتے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ روئی کے پنبہ سے پسینہ کو شیشی میں ڈال لیتی پھر اپنی خوشبو میں لا لیتی، یہ سند ثلاثی ہے اور مسلم اور بخاری کی شرط کی حامل ہے۔ لیکن مسلم اور بخاری میں مذکور نہیں۔

حافظ بیہقی (محمد بن عبداللہ الحافظ، ابو عمرو مغربی، حسن بن سفیان، ابوبکر بن ابی شیبہ، (اور امام مسلم نے بیان کیا ابوبکر بن شیبہ) عفان، وھیب، ایوب، ابوقلابہ، انس رضی اللہ عنہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے اور قیلولہ کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ چمڑے کا بستر بچھا دیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سو جاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت آتا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ اکٹھا کر کے اپنی خوشبو اور عطر کی شیشیوں میں ڈال لیتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہے؟ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ میں خوشبو میں حل کر لیتی ہوں۔ (لفظ مسلم)

شادی میں تعاون لینا...... اپنی مسند میں ابو یعلی موصلی (بسر حلیس بن غالب، سفیان ثوری، ابوالزناد) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیٹی کی شادی میں تعاون کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب میرے پاس کچھ نہیں، لیکن کل میرے پاس کھلے منہ والی شیشی اور درخت کی لکڑی لانا اور ہمارے مابین علامت یہ ہے کہ دروازے پر ایک کنارے سے دستک دینا چنانچہ حسب فرمان شیشی اور لکڑی لے کر حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بازوؤں سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں ڈالنے لگے حتیٰ کہ وہ شیشی بھر گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اسے لے جاؤ اور اپنی بیٹی کو کہنا کہ یہ لکڑی شیشی میں ڈالے اور اس کے ذریعہ خوشبو استعمال کرے چنانچہ جب وہ خوشبو استعمال کرتی تو اہل مدینہ اس کی خوشبو سے محظوظ ہوتے اور اہل مدینہ نے ان کا نام (بیت المطیبین) رکھ دیا۔ (یہ حدیث نہایت غریب ہے)۔

راستہ معطر ہو جاتا...... ابوبکر بزار (محمد بن ہشام، موسیٰ بن عبداللہ، عمر بن سعید، سعید، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کے کسی راستے سے گزرتے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو پاتے اور کہتے کہ اس راستہ سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں۔ نیز اس حدیث کو (معاذ بن ہشام، ہشام ابوہ،) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب و طاہر تھے اور آپ علیہ السلام کی خوشبو بھی طاہر و طاہر تھی اور بایں ہمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو پسند بھی فرماتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبیدۃ، سلام ابو المنذر، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے عورت اور خوشبو محبوب ہے اور نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔

ابو سعید مولی بنی ہاشم (سلام ابو المنذر القاری، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور اس عالم رنگ و بو میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، یہی الفاظ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (حسین بن عیسیٰ قرشی، عفان بن مسلم، سلام بن سلیمان ابو المنذر البصری، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور ایک سند سے یہ الفاظ منقول ہیں (حبب الی من دنیاکم ثلاث الطیب والنساء وجعل قرۃ عینی فی الصلوٰۃ) کہ تمہاری دنیاوی چیزوں میں سے مجھے تین چیزیں "خوشبو، عورتیں اور نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک" محبوب ہیں اس سند سے یہ محفوظ نہیں کیونکہ نماز دنیاوی امور میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو آخرت کے اہم اور اعلیٰ امور میں سے ہے۔

نبی علیہ السلام کی مہر نبوت کا بیان جو کندھوں کے درمیان تھی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبید اللہ، حاتم، جعد) حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بھانجہ بیمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی پیا، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو قتیبہ اور محمد بن عباد کے ذریعہ حاتم بن اسماعیل سے نقل کیا ہے، بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، "حجلہ" گھوڑے کی اس "حجلہ" سفیدی سے ماخوذ ہے جو آنکھوں کے مابین ہوتی ہے۔ ابراہیم بن حمزۃ "رز الحجلۃ" پڑھتے ہیں اور بقول ابو عبداللہ "رز" "ر" "ز" سے پہلے ہے، واللہ اعلم۔

"رز الحجلہ" حجلہ سے مراد وہ ڈولی ہے جو دلہن کے لئے پردے لٹکا کر تیار کی جاتی ہے اور پردوں کے بڑی بڑی گھنڈیاں اور بٹن ہوتے ہیں دوسری روایت میں ہے "الحجلہ" چکور کے انڈے کی طرح، حجلہ سے مراد چکور ہے، جو نڈی کی طرح زمین میں دم دبا کر انڈے دیتی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (ابو بکر بن ابی شیبہ، عبید اللہ، اسرائیل، سماک) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے اگلے حصہ میں اور داڑھی میں چند بال سفید تھے جب تیل لگا لیتے تو نمایاں نہ ہوتے اور جب بال پراگندہ ہوتے تو سفید بال نمایاں ہو جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی گھنی تھی، حاضرین سے کسی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور تلوار جیسا تھا تو اس نے کہا نہیں بلکہ آفتاب و مہتاب جیسا مدور اور چمکدار تھا اور میں نے آپ کی مہر نبوت کندھے کے پاس دیکھی کبوتری کے انڈے جیسی اس کی رنگت جسم کے رنگ کے مشابہ تھے۔

محمد بن مثنیٰ (محمد بن حزم، شعبہ، سماک) حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر مہر نبوت دیکھی گویا وہ کبوتری کا انڈا ہے، نیز ابن نمیر، عبید اللہ بن موسیٰ، حسن بن صالح، سماک سے بھی اس سند کے ساتھ حسب سابق مذکور ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبد الرزاق، معمر، عاصم بن سلیمان) حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس بوڑھے کو دیکھتے ہو، یعنی مجھے، نبی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور کھانا کھانے کا شرف حاصل ہے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت دیکھی جو بائیں کندھے کی پتلی ہڈی کے پاس تھی گویا بند مٹھی (اور انہوں نے اپنی مٹھی بند کر کے دکھائی) اس پر تل تھے رسولی اور

بتوڑی کی شکل و ہیئت پر۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہاشم بن قاسم اور اسود بن عامر، شریک، عاصم) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خورد و نوش کا شرف حاصل ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت دیکھی ہے ہاشم بن قاسم راوی کا بیان ہے کہ وہ بائیں کندھے کی پتلی ہڈی پر تھی گویا بند مٹھی اس پر سیاہ تل ہیں گویا کہ وہ رسولی اور بتوڑی کی شکل پر ہے۔

یہ روایت (غندر از شعبہ از عاصم از عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ) مروی ہے اس نے شعبہ سے اپنا شک بیان کیا ہے، مہر نبوت بائیں یا دائیں کندھے کی پتلی ہڈی پر تھی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (حماد بن یزید علی بن مسہر اور عبدالواحد بن زیاد، عاصم) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روٹی اور گوشت یا ثرید کھایا۔ میں نے دعا کی **غفر اللہ لک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا اور تجھے بھی اللہ تعالیٰ بخشے، عاصم نے پوچھا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا، اثبات میں جواب دے کر کہا اور تمہارے لئے بھی پھر یہ آیت (**واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات**) تلاوت کی، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف ہوا تو میں نے بائیں کندھے کی پتلی ہڈی کے پاس مہر نبوت دیکھی، بند مٹھی کی طرح اس پر تل ہیں وہ رسولی اور بتوری کی طرح ابھری ہوئی نمایاں ہے۔

ابوداؤد طیالسی (قرہ بن خالد، معاویہ بن قرہ) حضرت قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے مہر نبوت دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا ہاتھ کپڑے کے اندر داخل کر لے چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو ٹٹولنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ علیہ السلام کے کندھے کی پتلی ہڈی پر انڈے کی طرح ہے، اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرماتے رہے اور میرا ہاتھ آپ علیہ السلام کے گریبان میں تھا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو (احمد بن سعید، وہب بن جریر) قرہ بن خالد سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، سفیان، ایاد بن لقیط سدوسی) حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے آپ علیہ السلام کے سر پر حنا کا نشان دیکھا اور آپ علیہ السلام کے کندھے پر ایسی مہر نبوت دیکھی تو میرے والد نے کہا میں معالج اور طبیب ہوں کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آزار کا علاج نہ کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا طبیب، اس کا خالق ہے اور میرے والد سے پوچھا یہ تیرا بیٹا ہے؟ میرے والد نے اعتراف کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! وہ تجھ پر زیادتی نہ کرے اور تو اس پر زیادتی نہ کرے۔

یعقوب بن سفیان (ابو نعیم، عبیداللہ بن زیاد، زیاد) ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ یا رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رسولی کی طرح غدود دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ماہر طبیب ہوں کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آزار کا علاج کروں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اس کا طبیب اس کا خالق ہی ہے۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ اس حدیث میں ثوری نے "ایاد" سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے کندھوں کے پیچھے سیب کی مانند مہر نبوت تھی، اور عاصم بن بھدلہ نے ابو رمثہ سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے کندھے کی پتلی ہڈی پر مہر نبوت تھی، اونٹ کے لینڈ یا کبوتری کے انڈے کے موافق، حافظ بیہقی (سماک بن حرب، سلامہ عجلی) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اپنی چادر کندھے سے اتار کر فرمایا، اے سلمان رضی اللہ عنہ! اسے دیکھ جس کے دیکھنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتری کے انڈے کے موافق تھی۔

یعقوب بن سفیان (حمیدی، یحییٰ بن سلیم، ابوخیثم) سعید بن ابی راشد، اس تنوخی سے جس کو ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک میں بھیجا تھا اس نے طویل حدیث بیان کی جو ہم غزوہ تبوک میں بیان کر چکے ہیں یہاں تک کہ اس نے کہا کہ آپ نے گوٹھ والی چادر کو پشت سے الگ کیا اور فرمایا جس بات کے تم مامور ہو وہ اب کر گزرو، چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کو پیچھے ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مہر نبوت ہے کندھے کی پتلی ہڈی کے مقام پر ضخیم سینگی جیسی۔

یعقوب بن سفیان (مسلم بن ابراہیم، عبداللہ بن میسرہ، عتاب) ابوسعید سے روایت کرتے ہیں وہ مہر نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان تھی ابھرا ہوا گوشت تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (شریح، ابویعلی عبداللہ بن میسرہ خراسانی) غیاث بکری سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں جایا کرتے تھے، میں نے ان سے خاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دریافت کیا جو آپ علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان تھی تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ اس طرح کندھوں کے درمیان گوشت ابھرا ہوا تھا۔ (تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ)

مہر نبوت کی تحریر...... التنویر فی مولد البشیر النذیر میں حافظ ابوخطاب بن دحیہ مصری نے ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین بن بشر عرف ''حکیم ترمذی'' سے روایت کیا ہے کہ وہ مہر نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان موجود تھی گویا وہ کبوتری کا انڈا ہے اس کے اندرونی حصہ میں ''اللہ وحدہ'' مکتوب تھا اور بیرونی حصہ پر منقوش تھا ''توجہ حیث شئت فانک منصور'' آپ جہاں چاہیں، جائیں، آپ کامیاب ہیں، پھر اس نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور اس کو منکر قرار دیا ہے۔ ابن دحیہ کا بیان ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نور سے مخلوق تھی، اس قول کو ابوزکریا یحییٰ بن مالک بن عائذ نے اپنی کتاب (تنقل الانوار) میں ذکر کیا ہے نیز اس نے اس کے علاوہ بیشتر عجیب وضعیف اقوال نقل کئے ہیں۔

مہر نبوت کا فلسفہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کے واقع ہونے کا سب سے بہترین فلسفہ وہ ہے جو ابن دحیہ وغیرہ دیگر اہل علم نے بیان کیا ہے کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے، اور کندھے کی پتلی ہڈی پر واقع ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس مقام سے شیطان انسان کے جسم کے اندر داخل ہوتا ہے چنانچہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شیطان سے عصمت کا باعث تھی۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم، الخ، (۳۳/۴۰) کے تحت وہ اہم احادیث بیان کر دی ہیں جن سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ رسول آئے گا نہ نبی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں متفرق احادیث کا بیان

نافع بن جبیر از حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذشتہ بیان ہو چکا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن مسلم قعنبی اور سعید بن منصور، عمر بن یونس، عمر بن عبداللہ مولیٰ عفرہ) ابراہیم بن محمد علوی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے تو کہتے، آپ علیہ السلام نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ چھوٹے پست قامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد وقامت رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فربہ جسم نہ تھے اور نہ چہرہ بالکل گول مٹول تھا چہرہ مناسب مدور تھا، رنگ سفید سرخی مائل تھا، آنکھیں سیاہ تھیں پلکیں لمبی تھیں، تمام جوڑ اور مفاصل مثلاً گھٹنے، کہنیاں، کندھے اور ان سے متصل جسم کے حصہ مضبوط اور ضخیم تھے، جسم پر بال کم تھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک طویل لکیر تھی۔ کندھے اور پیر مضبوط اور ضخیم تھے جب چلتے تو آگے جھک کر چلتے گویا ڈھلوان سے اتر

رہے ہیں جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو فورا متوجہ ہو جاتے کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، سب سے فیاض اور سخی تھے فراخ دل اور صاف نظر تھے، راست باز، وفا کش تھے، نرم طبع تھے، حسن معاشرت کے دلدادہ تھے جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکا یک دیکھ لیتا خوف زدہ ہو جاتا اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جل کر رہتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا، ان کا سراپا بیان کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ اس حدیث کو ''کتاب الغریب'' میں امام ابوعبید قاسم بن سلام نے نقل کیا ہے، کسائی اصمعی اور ابوعمرو ائمہ لغت نے اس کے غریب اور نادر الفاظ کی تشریح نقل کی ہے، اس کے بیان کا خلاصہ اور ماحاصل یہ ہے، **المطهم: فربہ جسم، المكلثم** نہایت گول مٹول چہرہ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بالکل فربہ اور جسیم تھے اور نہ ہی دبلے پتلے بلکہ اس کے بین بین تھے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بالکل حد درجہ گول تھا بلکہ اس کے درمیان تھا، یہ عرب اور حسن و جمال کے آشناؤں کے نزدیک ایک نہایت عمدہ وصف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا اور یہ بہترین رنگ ہے، لہٰذا آپ علیہ السلام کا رنگ بالکل سفید نہ تھا۔ ادعج۔ آنکھ کی سیاہی نہایت شدید تھی، جلیل المشاش گھٹنوں، کہنیوں اور مونڈھوں اور اس کے متصل جسم کے مفاصل اور جوڑ، مضبوط اور ضخیم تھے، الکتد: کندھا اور اسکے متصل اعضاء، ششن: نہایت غلیظ اور مضبوط، تقلع: سبک رفتار اور تیز گام، شکلہ اور شہلہ کا مفہوم و معنی اور ان کا باہمی تفاوت پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اهدب۔ آنکھوں کی پلکیں دراز، شثن الذراعین: دونوں بازوؤں پر گوشت اور غلیظ و ضخیم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں حدیث ..... حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے باب میں یہ حدیث مکمل گزر چکی ہے، جب نبی علیہ السلام، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، دلیل راہ اور راہ نما، عبداللہ بن اریقط دیلی، حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا کیا آپ کے ہاں دودھ یا گوشت ہے جو وہ خرید لیں، اس کے پاس کھانے پینے کا سامان نہیں تھا اور اس نے عرض کیا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو آپ کی مہمان نوازی گراں نہ گزرتی، یہ لوگ قحط زدہ تھے، نبی علیہ السلام نے اس کے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھ کر کہا، اے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا ناتوانی اور کمزوری کے باعث ریوڑ میں نہ جاسکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس کے دوہنے کی اجازت ہے؟ تو اس نے کہا اگر دودھ ہو تو بصد شوق دوھ لیجئے! چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کو منگوایا اور بسم اللہ پڑھ کر اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر اس نے اس قدر دودھ دوہنے کا ذکر کیا جو سب کے لئے کافی تھا، اس کے بعد پھر اس کو دوھا اور اس کے پاس دودھ سے لبالب بھرا ہوا برتن چھوڑا، جو ایک خاندان کو کافی تھا، جب اس کا شوہر آیا تو وہ دودھ دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا اے حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریاں جنگل میں تھیں، گھر میں کوئی دودھیل جانور نہ تھا اس نے عرض کیا واللہ! ہمارے پاس سے ایک بزرگ اور مبارک شخص گزرا ہے، اس کی ایسی ایسی ہیئت اور کیفیت ہے، تو اس نے کہا، ذرا اس کا حلیہ مبارک بیان کرو، واللہ! میرا خیال ہے کہ وہ قریش کی مطلوبہ شخصیت ہے، پھر حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے ایسا شخص دیکھا ہے، جو حسن و جمال اور خوش اخلاقی کا پیکر ہے، خوبصورت چہرہ ہے، نہ توند بڑھی ہوئی ہے نہ سر چھوٹا ہے، خوبصورت، حسین ہے آنکھیں سرگیں ہیں، پلکیں لمبی ہیں، آواز بھاری ہے، کالی آنکھ، سرمگیں، ابرو تیکھے، باہم ملے ہوئے، لمبی گردن، گھنی داڑھی، خاموش ہو تو پروقار، گویا ہو تو مجلس پر چھا جائے، چہرہ مبارک پر رونق اور خوبصورت، شیریں کلام، گفتگو متوازن، نہ کم نہ بیش گویا وہ موتیوں کا ہار ہے جو یکے بعد دیگرے جھڑ رہے ہیں، لوگوں سے حسین تر، اور سب سے حسین و جمیل، قریب سے شیریں کلام اور خوش گفتار، میانہ قامت ہے، طوالت آنکھ کو ناگوار نہیں گزرتی، اور نہ ہی چھوٹا قامت کہ آنکھ نہ ...... دو شاخوں اور ٹہنیوں کے درمیان، سرسبز شاخ، وہ نگاہ میں سب سے تروتازہ اور حسین قامت، رفقاء اس کو گھیرے ہوئے ہیں، بات کرے تو کان لگا کر سنتے ہیں، حکم دے تو لپک کر تعمیل کرتے ہیں اور حکم بجالاتے ہیں، مخدوم اور مرجع خلائق، نہ ترش رو، نہ حواس باختہ اور فاتر العقل، یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا واللہ یہ تو قریش کا وہی شخص ہے جس کو وہ تلاش کر رہے ہیں، اگر میں اس کو پالیتا تو رفاقت کی درخواست کرتا، اگر مجھے کوئی موقعہ ملا تو ہاتھ سے نہ جانے دوں گا، راوی کا بیان ہے کہ مکہ کے اندر فضا سے لوگ ایک بلند آواز سن رہے تھے اور آواز دینے والے کو دیکھ نہیں پاتے تھے، وہ کہہ رہا تھا:

جــری الــلّــــه رب الــنــــاس خیــر جــزائـــه
رفیــقیـــن حــلا خیــمتـــی ام مــعبـــد
هــمـــا نـــزلا بـــالبـــر وارتــحـــلا بـــه
فـــافـــلـــح مـــن امـــســی رفیـــق مـحـمـــد
فیــــال قــصـــی مـــازوی الـلـــه عـــنکـــم
بـــه مـــن فـعـــال لا تـــجـــازی وســؤدد
ســلـــوا اختـکـــم عـــن شـــاتهـــا وانـــائهـــا
فـــانــکـــمـــوا ان تـــســـالـــوا الشـــاة تشهـــد

''اللہ، پروردگار عالم دو ساتھیوں کو بہترین جزائے خیر سے نوازے جو ام معبد کے دو خیموں میں فروکش ہوئے، وہ دونوں نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اترے اور کوچ کر گئے، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی وہ کامیاب ہوگیا، پس اے اولاد قصی! اللہ تعالیٰ نے تم کو لاجواب کارناموں اور سیادت وقیادت سے محروم کر دیا ہے، اپنی بہن حضرت ام معبد رضی اللہ عنہ سے بکری اور دودھ کے برتن کے بارے میں پوچھو، اگر تم بکری سے بھی پوچھو تو وہ بھی گواہی دے گی''۔

فـــغـــادره رهـــنـــا لـــدیهـــا لـــحـــالـــب
یـــدرلهـــا فـــی مـــصـــدر ثـــم مـــورد
دعـــاهـــا بشـــاة حـــائـــل فتـــحـــلبـــت
لـــه بـــصـــریـــح ضـــره الشـــاة مـــزبـــد

''اس نے حائل اور بے دودھ کی بکری کو بلایا، اس کے تھن خالص جھاگ دار دودھ سے بھر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس دوہنے والے کے لئے چھوڑ دیا، وہ ریوڑ کے آنے اور جانے کے وقت اس کو دودھ دیتی ہے''۔

ان مبارک اشعار کا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جو رد عمل فصیح اشعار میں ظاہر کیا تھا وہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، الغرض حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو (عبدالملک بن وہب مذحجی، حسن بن صباح) ابو معبد خزاعی سے روایت کیا ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں، نیز حافظ یعقوب بن سفیان فسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو بیان کیا ہے اور حافظ ابونعیم نے اس روایت کو ''دلائل النبوۃ'' میں نقل کیا ہے۔

عبدالملک کا بیان ہے کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ابو معبد اس کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا تھا۔ نیز ام حضرت معبد رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت اختیار کی اور مشرف بہ اسلام ہوئی۔

ضعیف اور نادر الفاظ کی تشریح...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان کر کے اس کے ضعیف اور نادر الفاظ کی تشریح کی ہے، ان میں سے کچھ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، اس کے کچھ نکات اور نوادر یہاں بھی بیان کرتے ہیں۔

''ظاہر الوضاۃ'' یعنی حسن و جمال ظاہر باہر تھا، ''ابلج الوجہ'' یعنی منور اور پر نور چہرہ، ''لم تعبہ ثجلۃ'' بقول ابو عبید اس کو توند کے معیوب نہیں بنایا، بعض کہتے ہیں کہ ''ثجلہ'' کا معنی ہے ''بڑا سر'' جس راوی نے اس لفظ ''ثجلہ'' کو ''ث'' کی بجائے ''ن'' سے ''نحلۃ'' پڑھا ہے بہ معنی نحیف و نزار مشتق از نحول، اس کی ابوعبیدہ لغوی نے خوب تردید کی ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی یہی تشریح کی ہے اور ابوعبیدہ لغوی کا قول صحیح ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں یہ بیان کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر بڑا تھا تو یہ مفہوم بھی درست اور برمحل ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اس نے بیان کیا ''لم تزر بہ صعلۃ'' اور صعلۃ کا معنی بلا اختلاف ''چھوٹا سر'' ہے اور چھوٹے سر کی وجہ سے ہی شتر مرغ کے بچہ کو ''صعل'' کہتے ہیں اور

اس کو ظلیم بھی کہا جاتا ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لم تعبہ نحلۃ'' روایت کیا مشتق از نحول بہ معنی ضعف اور ''ولم تزر بہ صعلۃ'' یعنی ان کا پہلو لاغر نہ تھا، غرضیکہ آپ علیہ السلام میانہ قد نہ فربہ نہ دبلے تھے اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ لم تعبہ ثجلۃ اور لم تزر بہ صعلۃ بھی مروی ہے۔ (اس کا معنی پہلے بیان ہو چکا ہے)

باقی رہا ''قسیم'' اور ''وسیم'' تو اس کا معنی حسین وجمیل ''دعج'' آنکھ کی پتلی کا انتہائی سیاہ ہونا اور ''وطف'' کا معنی ہے پلکوں کا دراز ہونا، قتیبی لغوی نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکیں خمدار تھیں اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اتباع کی ہے۔ اور ابن قتیبہ لغوی کا بیان ہے کہ یہ میری نظر میں نہیں کیونکہ اس کی روایت میں غلطی واقع ہوئی ہے اور وہ اس کی تفسیر وتشریح میں حیران و پریشان ہو گیا ہے، صواب وصحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کیا، واللہ اعلم۔

''وفی صوتہ صحل'' آواز قدرے بھاری تھی اور یہ بہ نسبت تیز آواز کے شیریں اور خوش الحان ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ کے قول کے مطابق ایسی آواز غزالوں اور ہرنوں کی صفات میں بیان کی جاتی ہے اور ''صھل'' بیان کرنے والا غلط کار ہے۔ کیونکہ صہیل گھوڑے کی آواز کو کہتے ہیں نہ کہ انسان کی آواز کو۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں یہی حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ صحل بھی مروی ہے لیکن ابو عبید کا قول درست ہے، واللہ اعلم۔ ''احور'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک میں عجیب ہے اور وہ آنکھ میں ناک کی جانب سیاہی جو خوشنما ہے بھینگا پن کی طرح بدنما نہیں۔ ''ازج'' ابو عبید کے قول کے مطابق وہ ہے کمان کی طرح خمدار ابرو ''اقرن'' آنکھ کے دونوں ابروؤں کا باہم ملنا، نبی علیہ السلام کی یہ صفت اس حدیث کے علاوہ معروف نہیں، نبی علیہ السلام کی صفات میں ابلج الحاجبین (ابرو جدا جدا تھے) معروف ہے ''فی عنقہ سطع'' ابو عبید کے قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن لمبی تھی۔ اور بعض نے ''سطع'' کا معنی ''نور'' بیان کیا ہے، میں (ابن کثیر) کہتا ہوں ان دونوں صفات کا اجتماع ممکن ہے بلکہ مسلمہ ہے۔

''اذا صمت فعلیہ الوقار'' خاموشی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ہیبت ہوتی تھی ''واذا تکلم سما'' گفتگو کے دوران، ماحول پر چھا جاتے ''علاہ البہاء'' چہرہ مبارک پر تروتازگی اور خوشگواری ہوتی۔ ''حلو المنطق'' شیریں کلام ''فصل'' فصیح بلیغ، ایک کلمہ دوسرے سے ممتاز ''لانزر ولا ھذر'' افراط تفریط اور کمی بیشی سے مبرا، ''کان منطقہ خرزات نظم'' گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام فصاحت وبلاغت، حسن بیان اور شیرینی زبان کی بدولت موتیوں کا ہار ہے ''ابھی الناس واجملہ من بعید'' اور ''واحلاہ واحسنہ من قریب'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب اور دور ہر حالت میں حسین وجمیل تھے۔ نہ لمبے قامت تھے نہ پست قامت بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمبے اور کوتاہ قامت سے حسین وجمیل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر بجا لاتے، خدمت کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دیوانہ وار کرتے اور یہ جذبہ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے باعث تھا اور آپ علیہ السلام کی قدر ومنزلت درمنصب کی بدولت تھا، ''لیس لعابس'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترش رو نہ تھے، ''ولا یفند'' کسی پر نکتہ چینی نہ کرتے اور کم عقل نہیں کہتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن معاشرت اور خوش گفتاری کا مجسمہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عزیز اور حبیب ہوتا تھا۔

حدیث حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ

حضرت ہند رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر ابو ہالہ کے فرزند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''ربیب'' ہیں۔

یعقوب بن سفیان فسوی رحمۃ اللہ علیہ حافظ (سعید بن حماد انصاری مصری اور ابو غسان، مالک بن اسماعیل ہندی، جمیع بن عمر بن عبد الرحمان عجلی، جنہوں نے روئی در معہ فرزند ابو ہالہ تمیمی) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند رضی اللہ عنہ بن ابی ہالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا کہ وہ حلیہ بیان کرتے ہوئے گویا تصویر کھینچ دیتے تھے۔ میری خواہش تھی کہ وہ میرے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اوصاف بیان کریں جن کو میں، بعینہٖ اور ازبر یاد کرلوں چنانچہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب رو تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک بدر منیر کی طرح منور تھا، میانہ قد سے کچھ لمبے، لمبے تڑنگے سے پستہ قد، سر بڑا، بال قدرے سیدھے، جب سر کے

جب کنگھی ہوتی تو کنگھی سے مانگ نکالتے ورنہ نہ نکالتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کان کی لو سے متجاوز نہ ہوتے، کانوں کے نصف تک ہوتے، رنگ سرخ سفید شفاف، کشادہ پیشانی باریک اور تیکھے خمدار ابرو، گھنے، باہمی متصل نہ تھے، دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی تھی، بلند بینی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرنور برستا رہتا تھا، بلا تامل، غور سے نہ دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند بینی خیال کرتا تھا، داڑھی گھنی، سرمگیں آنکھیں، رخسار رواں پر گوشت کم ہموار کشادہ دہن، دانت آبدار چمکدار اور کشادہ، سینے سے ناف تک بالوں کی باریک تحریر، گردن گویا گڑیا کی طرح قرینے سے، معتدل، پر گوشت گٹھا ہوا بدن، پیٹ اور سینہ برابر، اور سینہ چوڑا دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ مفاصل اور جوڑ ضخیم، بالوں سے برہنہ اور ننگا جسم نورانی اور چمکدار تھا، سینہ اور ناف کے مابین لکیر کی طرح بالوں کی دھاری تھی، اس کے علاوہ سینے اور پیٹ پر بال نہیں تھے، بازو کندھے اور سینے کے بالائی حصہ پر بال تھے، کلائیاں لمبی اور لمبے پہونچے ہتھیلی فراخ اور کشادہ، بازو اور پنڈلیاں سیدھی اور لمبی، ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت، لمبی انگلیاں کم خمصان اور خمصین یعنی (پنجے اور ایڑی کے درمیان) خلا تھا پاؤں کے تلوے ہموار اور سپاٹ تھے پاؤں سے پانی پھسلتا تھا (مگر یہ خصمان الاخمصین کے برعکس ہے، ندوی) جب چلتے تو فوراً تیز رفتار ہو جاتے اور آگے کو جھک کر چلتے، متواضع چلتے، قدم بڑھا کر تیز رفتار، جب چلتے گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں اور جب مڑتے اور متوجہ ہوتے تو یکبارگی مڑتے اور التفات کرتے، نگاہ نیچی، آسمان کی طرف نگاہ کی نسبت، زمین کی طرف نگاہ زیادہ رہتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا گوشہ چشم سے تھا جو کنپٹی کی طرف تھا، از راہ تواضع، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پیچھے چلتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام میں سبقت کرتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار..... عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار اور گویائی کے بارے میں بتائیے تو انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور متفکر رہتے افکار کی بدولت آرام و راحت نہ تھی، بے ضرورت بات نہ کرتے، زیادہ تر خاموش رہتے، کلام کی ابتدا اور انتہا منہ بھر کر کرتے نہ گوشہ زبان سے کرتے نہ نوک زبان سے جامع کلمات (الفاظ کم، معنی زیادہ) بولتے، ایک فقرہ دوسرے سے الگ ہوتا، کلام میں کمی بیشی نہیں ہوتی، نرم مزاج تھے، سخت مزاج نہیں تھے، کسی کو ذلیل و حقیر نہیں سمجھتے، معمولی احسان کی بھی قدر کرتے، مذمت نہیں کرتے اور بے جا تعریف کرتے، جب حق کے نفاذ میں، کوئی امر مانع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیظ و غضب کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی، (اور ایک روایت میں ہے) دنیوی امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشتعل اور غضبناک نہیں کرتے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درپے تھے جب حق و صداقت کو کوئی نظر انداز کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درپے ہو جاتے یہاں تک آپ علیہ السلام اس کا بدلہ دلوا دیتے، اپنی ذات کے لئے نہ ناراض ہوتے اور نہ ہی بدلہ لیتے، جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، کسی بات پر تعجب کا اظہار کرتے تو ہتھیلی کا رخ پلٹ دیتے۔

تقریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پر مارنا ..... اور جب تقریر کرتے تو دائیں ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کی اندرونی جانب مارتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں ہوتے منہ پھیر لیتے اور ناگواری کے ساتھ روگردانی کرتے اور جب مسرت کی کیفیت طاری ہوتی تو نگاہ نیچی کر لیتے، عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہلکی تبسم اور مسکراہٹ ہوتی، اولوں کی طرح، دانت، تبسم کے وقت چمکتے۔

حضرت حسن کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے دیر تک مخفی رکھا۔ پھر میں نے انہیں یہ حدیث سنائی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ان سے پوچھ چکے ہیں نیز معلوم ہوا کہ وہ والد محترم سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت، نشست و برخاست اور شکل و صورت کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک گھریلو اوقات میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آمد کے بارے میں پوچھا تو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی راحت کے لئے گھر تشریف لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اجازت مرحمت تھی۔ گھر میں تشریف لاتے تو اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیتے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے لئے، ایک حصہ اہل و عیال کے لئے اور ایک حصہ اپنے آرام و راحت کے لئے، آرام و راحت کے اوقات میں سے ایک حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عوام اور خواص کے لئے صرف فرما دیتے اور اس میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا طریق کار یہ تھا کہ اہل علم وفضل کو آداب واطوار سے روشناس کرانے میں ترجیح دیتے، دینی حالت ومرتبہ کے موافق ان کی تربیت میں اس وقت کو تقسیم کرتے، بعض لوگوں کو ایک ضرورت لاحق ہوتی اور بعض لوگوں کو دو، اور بعض لوگوں متعدد ضروریات میں مبتلا ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مشغول ہو جاتے اور ان کو اصلاحی امور میں معروف رکھتے اور ان کو مناسب احوال سے آگاہ کرتے اور ان کو مسائل سے باخبر کر کے فرماتے (لیبلغ الشاھد الغائب) ''حاضر کو چاہئے کہ غائب تک یہ بات پہنچادے'' جو شخص اپنی ضرورت و شرم کی وجہ سے مجھے نہیں بتا سکتا اس کی ضرورت سے مجھے مطلع کریں کیونکہ جو شخص ایسے ضرورت منداور درماندہ شخص کی خواہش بادشاہ کے سامنے پیش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا، صرف ایسی ہی ضروری باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اس کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں فرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم وآداب حاصل کر کے جاتے (اور ایک روایت میں ہے) کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل کر کے جاتے، فقہاء وعلماء بن کر جاتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر آنے کے بعد میں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کیا کیا امور انجام دیتے تھے؟ تو فرمایا کہ آپ علیہ السلام بلاضرورت بات نہیں کرتے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں الفت ومحبت پیدا کرتے، نفرت وکدورت دور رکھتے، ہر قوم کے معزز شخص کی تعظیم وتکریم کرتے اور اس کو ان کا امیر اور حاکم مقرر کرتے، بداعمالی پر لوگوں کو تنبیہ کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حزم واحتیاط کرتے، اپنی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے محروم کئے بغیر، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات کی جستجو اور خبر گیری کرتے اور لوگوں سے پبلک کے حالات پوچھا کرتے، اچھی بات کی تحسین وستائش کرتے اور اس کی تقویت وتائید فرماتے، بری بات کی مذمت کرتے اور واہیات قرار دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امور معتدل اور میانہ تھے، متضاد نہ تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی غفلت کے خطرے اور غلط رجحان سے غافل نہ رہتے، ہر حال اور مقام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خاص نظام تھا حق بات میں نہ کوتاہی کرتے اور نہ حد سے تجاوز کرتے، کائنات کے بہترین افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعلیٰ اور افضل وہ شخص ہوتا تھا، جو لوگوں کا زیادہ خیر خواہ اور غمگسار تھا۔ اور سب سے زیادہ قدر ومنزلت والا وہ شخص تھا جو لوگوں کا زیادہ ہمدرد ومعاون ہو۔

آداب مجلس پھر میں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کی کیفیت دریافت کی، تو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے اٹھتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، کسی مقام کو مخصوص نہیں فرماتے تھے، اور کسی مقام کے مخصوص کرنے کو منع فرماتے تھے اور جب کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی، بیٹھ جاتے اور اس بات کی تلقین کرتے تھے مجلس میں ہر ہمنشین کا حق ادا کرتے اور ہر ساتھی اور جلیس یہ سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں، جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ وہ خود چلا جاتا، جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مرحمت فرما دیتے (اگر کچھ پاس نہ ہوتا) تو نرمی سے جواب فرماتے، آپ علیہ السلام کی خوش کلامی اور خوش اخلاقی سب کے لئے عام تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روحانی پیشوا اور باپ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب کے حقوق برابر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس فیصلے کرنے، شرم وحیا، صبر وسکون اور امانت ودیانت کی مجلس تھی، اس میں شور وغل نہ ہوتا تھا اس میں خواتین کی بدگوئی نہیں ہوتی تھی اور نہ کسی کی لغزشوں اور عیبوں کی شہرت اور اشاعت کی جاتی تھی، باہم مساوی اور یکساں تھے، ورع اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت وبرتری رکھتے تھے آپس میں تواضع سے پیش آتے تھے، بڑوں کی تعظیم اور تکریم کرتے چھوٹے پر شفقت کرتے، ضرورت مند پر ایثار کرتے اور اس کو ترجیح دیتے اور اجنبی مسافر کی حفاظت وخبر گیری کرتے۔

ہمنشینوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک میں نے پوچھا کہ رفقائے مجلس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا سلوک تھا بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے، خوش خلق اور نرم مزاج تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم درشت گو اور سنگدل نہیں تھے نہ

ہی چپ رہ کر بولتے ورنہ ہی فحش گو تھے، نہ ہی نکتہ چینی اور عیب گیر تھے اور نہ ہی فحش مذاق کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضول اور غیر ضروری بات سے غرض فرماتے تھے، امیدوار کو مایوس اور نامراد نہیں کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین باتوں سے اجتناب فرماتے تھے، جھگڑے سے زیادہ باتیں کرنے سے اور بے کار باتوں سے، اور تین باتوں میں لوگوں سے محتاط رہتے تھے کسی کی مذمت نہیں فرماتے، کسی پر نکتہ چینی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کے عیب کی جستجو کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی بات کرتے جس سے صلہ و ثواب کی امید ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بات کرتے تو حاضرین مجلس سر جھکا لیتے، خاموش بے حس و حرکت بات سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں کہ سر ہلایا تو وہ اڑ جائیں گے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کر کے خاموش ہو جاتے تو وہ بولتے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات میں نزاع نہیں کرتے تھے، جس بات پر حاضرین مجلس ہنستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکراتے اور جس بات سے وہ تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے تعجب کا اظہار کرتے۔ اجنبی مسافر کی درشت گوئی اور بدتمیزی پر مبنی سوال پر صبر فرماتے، یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتے (کہ وہ ایسے سوالات پوچھ رہا ہے جو ادب کی وجہ سے ہم نہیں پوچھ سکتے تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو تو اس کی اعانت کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ممنون اور احسان مند کی تعریف ہی منظور کرتے، کسی بات کو قطع نہیں کرتے، یہاں تک وہ خود بات ختم کر لیتا یا مجلس سے اٹھ جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کی کیفیت...... پھر میں نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت اور خاموشی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت چار گونہ تھا، حذر اور بچاؤ، بردباری اور درگزر، اندازہ کرنا اور فیصلہ، سوچ اور ۔ آپ کا اندازہ یہ تھا کہ لوگوں کے مقدمات سنتے اور ان کے فیصلہ میں غور و فکر کرنے میں برابری اور مساوات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ و بچار، فانی اور باقی چیز میں غور و فکر کرنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حلم و صبر کی جامع تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز غضبناک نہیں کرتی اور نہ ہی بے چین کرتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حذر اور بچاؤ چار طرح کا تھا، اچھی بات کو اخذ اور اختیار کرنا لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کے مفاد کا اہتمام کرنا۔

''شمائل'' میں امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ لمبی حدیث (سفیان بن وکیع بن جراح، جمیع بن عمر بن عبدالرحمان عجلی، یکے از اولاد ابی ہالہ شوہر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا و عبداللہ یزید بن عمر، از ابن ابی ہالہ) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں سے پوچھا اور انہوں نے یہی حدیث بیان کی اور اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی شامل ہے۔

دلائل میں حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبداللہ الحلم نیسابوری، ابو محمد الحسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب ... بغداد ... ، ابو محمد اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب در مدینہ ۲۶۶ھ، علی بن جعفر بن محمد ... ، جعفر بن محمد، علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ، محمد بن علی بن حسین) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا، پھر انہوں نے لمبی حدیث بیان کی۔

''اطراف'' میں ہمارے شیخ الحافظ ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دو اسناد کے بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ (اسماعیل بن مسلم بن قعنب قعنبی، اسحاق بن صالح مخزومی، یعقوب تیمی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بتائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک خوب بیان کرتے تھے، پھر انہوں نے مذکور حدیث کا بعض حصہ بیان کیا۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (صبیح بن عبداللہ فرغانی (ایک ضعیف راوی) عبدالعزیز بن عبدالصمد، جعفر بن محمد، ابو محمد اور ہشام بن عروہ، ابوہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث روایت کرتے ہیں تقریباً ہند کی حدیث کے برابر، حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو مکمل بیان کیا ہے اور اس کے بعد اور غریب الفاظ کی تشریح بیان کی ہے اور ہم نے جو بیان کر دیا ہے یہ اس سے مستغنی اور بے نیاز کرتا ہے، واللہ اعلم۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ابو عاصم ضحاک، عمر بن سعید بن احمد بن حسین، ابن ابی ملیکہ) عقبہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند دن بعد، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز عصر پڑھائی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں مسجد کے باہر چلے آئے، دیکھا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل کود رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا کر کہنے لگے، میرے ماں باپ قربان! نبی علیہ السلام کے مشابہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر ہنس رہے تھے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن یونس، زہیر، اسماعیل) ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعلی روذباری، عبداللہ بن جعفر بن شوذب واسطی، شعیب بن ایوب صریفینی، عبید اللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحاق، ہانی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نیچے والے جسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔

نبی علیہ السلام کے اخلاق اور پاکیزہ عادات کا بیان

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ اور خاندان، نسب اور ولادت کی پاکیزگی کا ذکر کر چکے ہیں اور قرآن شریف (۶/۱۲۴) میں ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے۔

(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بنی آدم کے بہتر قرنوں میں مبعوث کیا گیا، ایک قرن کے بعد دوسرے قرن میں یہاں تک کہ میں اس قرن اور صدی میں ہوں جس میں مبعوث ہوا۔

(۲) صحیح مسلم میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بن اسقع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو بنی اسماعیل سے ممتاز کیا اور بنی ہاشم کو قریش سے منتخب کیا اور بنی ہاشم سے مجھ کو پسند کیا۔

(۳) ارشاد الٰہی انک لعلی خلق عظیم (۶۸/۴) کی تفسیر میں عوفی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ خلق عظیم سے مراد ''دین عظیم'' ہے یعنی اسلام، یہی تفسیر مجاہد، ابن مالک سدی، ضحاک اور عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے منقول ہے اور بقول ابن عطیہ مفسر، خلق سے ''ادب'' مراد ہے۔

(۴) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''خلق'' سے آگاہ کیجئے، تو فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ قرآن شریف نہیں پڑھتے تو عرض کیا کیوں نہیں؟ تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خلق'' قرآن تھا۔

(۵) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل بن علیہ، یونس بن عبید) حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دریافت ہوا تو فرمایا'' کان خلقہ القرآن'' آپ کا خلق قرآن تھا۔

(۶) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمان بن مہدی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی عبدالرحمان سے اور ابن جریر ابن وھب سے، یہ دونوں (معاویہ بن صالح، ابوزاہریہ) جبیر بن نفیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حج کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کان خلقہ القرآن۔

خلق کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف نے جو بھی آپ علیہ السلام کو حکم دیا آپ علیہ السلام نے اس پر عمل کیا اور جس بات سے منع کیا آپ علیہ السلام نے اس سے اجتناب کیا یہ ہیں وہ فطری اور طبعی اخلاق عظیمہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت میں ودیعت کئے جو کسی انسان میں موجود نہیں تھے اور نہ ہی کوئی اس سے بہتر اخلاق کا حامل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ ''دین عظیم'' مشروع کیا جو اس

سے پہلے کسی کے لئے مشروع اور منتخب نہیں ہوا۔ بایں ہمہ صفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''خاتم الانبیاء'' ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول اور نہ نبی مبعوث ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں شرم وحیا، کرم وسخا، شجاعت وشہامت، حلم و بردباری، عفوودرگزر اور دیگر ایسے اخلاق کاملہ وفاضلہ موجود تھے جن کا حصروشمار ناممکن ہے۔

(۷) یعقوب بن سفیان (سلیمان، عبدالرحمٰن، حسن بن یحییٰ، زید بن واقد، بشر بن عبیداللہ، ابوادریس خولانی) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''خلق'' کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خلق'' قرآن تھا۔ رب کی رضا پر راضی اور اس کی ناراضگی پر ناراض۔

(۸) حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ الحافظ، احمد بن سہل فقیہ در بخاری، قیس بن انیف، قتیبہ بن سعید، جعفر بن سلیمان ابوعمران) زید بن بنوس سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المومنین! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیسا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق، پھر فرمایا کہ تو سورہ مومنون کی تلاوت کرتا ہے، شروع سے دس آیات تک پڑھ، پھر فرمایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو قتیبہ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

(۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (ہشام بن عروہ، ابوہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین (۱۹۹/ ۷) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے مامور تھے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے ''عفو'' کو اختیار کریں۔

(۱۰) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سعید بن منصور، عبدالعزیز بن محمد، محمد بن عجلان، قعقاع بن حکیم، ابوصالح) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صالح اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں، ''تفرد بہ احمد'' حافظ ابوبکر خرائطی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے ''وانما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق''

(۱۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ابواسحاق از حضرت براء رضی اللہ عنہ میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے حسین تھا اور خلق سب سے اچھا اور اعلیٰ تھا۔

آسان بات پر عمل کرنا

(۱۲) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو ان میں سے آسان بات کو اختیار کرتے جبکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت دور رہتے، اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کا ارتکاب ہوتو پھر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے انتقام لیتے، اس روایت کو بخاری اور مسلم نے مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

(۱۳) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (ابوکریب، ابواسامہ، ہشام، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست رحمت سے کبھی کسی خاتون، غلام اور خادم کو نہیں مارا الا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راہ خدا میں جہاد کر رہے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے محرمات میں سے کسی کا ارتکاب ہوتو آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر اس سے انتقام لیتے۔

(۱۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبد، رزاق، معمر، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست شفقت سے کبھی کسی خادم اور خاتون کو نہیں مارا سوائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راہ خدا میں مجاہد ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو ان میں سے آسان تر، آپ کو زیادہ مرغوب ہوتی تھی۔ الا یہ کہ وہ گناہ ہو، جب آسان امر گناہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نہایت دور رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا یہاں تک کہ حرام کا ارتکاب ہو پھر آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔

(۱۵) ابوداؤد طیالسی (شعبہ، ابواسحاق) ابوعبداللہ جدلی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے ''خلق'' کے بارے میں پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً فحش گو نہیں تھے اور نہ ہی عادتاً، اور بازاروں میں چلا کر نہ بولتے تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے، مگر معاف فرما دیتے اور درگزر کرتے۔ (راوی کا بیان ہے یصفح کی بجائے یغفر ہے اور یہ شک ابوداؤد طیالسی کی جانب سے ہے) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبہ سے نقل کر کے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۱۶) یعقوب بن سفیان (آدم اور عاصم بن علی، ابن ابی ذئب) صالح مولی التوامہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بابرکات بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاً متوجہ ہوتے اور اچانک ہی مڑتے، میرے ماں باپ قربان ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاحش نہیں تھے اور نہ ہی فحش بکتے تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور مچاتے تھے۔ (بضافہ راوی آدم) نہ میں نے آپ جیسا پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا۔

(۱۷) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نہ ہی فحش گو تھے نہ خواہ مخواہ فحش بکتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، تم میں سے بہترین شخص خوش اخلاق ہے، اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

(۱۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تورات میں وہی مذکور ہیں جو قرآن شریف میں (۳۳/۴۵) انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا میں موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناخواندہ عربوں کے حرز اور پشت پناہ تھے، فرمان الٰہی ہے کہ تو میرا بندہ ہے اور رسول، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ تندخو تھے اور نہ ہی سنگدل اور نہ ہی بازاروں میں شور وغل مچانے والے برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے مگر وہ معاف اور درگزر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہرگز نہ قبض کرے گا یہاں تک کہ آپ کی بدولت ''ملت عوجاء'' اور دین کج کو استوار کردے کہ وہ ''لا الہ الا اللہ'' کہنے لگیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی عطا کردے گا، اور بہرے کانوں کو سماعت عطا کرے اور بستہ دلوں کو کشادگی عطا کردے اور اس قسم کی روایت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار سے بھی مروی ہے۔

(۱۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ''پردہ نشین دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے''۔

(۲۰) ابن بشار (یحییٰ اور عبدالرحمان، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ) سے مذکور بالا روایت کی مثل روایت کرتے ہیں (اس میں یہ اضافہ ہے) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو ناگوار سمجھتے تو ناگواری کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور سے ہویدا ہوتے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شعبہ سے روایت کیا ہے۔

(۲۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو عامر، فلیح، بلال بن علی) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالی گلوچ دیتے، نہ لعن طعن کرتے اور نہ ہی فحش گو تھے، عتاب اور ناراضگی کے وقت (زیدہ سے زیادہ) یہ کہتے ''اسے کیا ہو گیا ہے، اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو'' اس روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سنان کے ذریعہ فلیح سے نقل کیا ہے۔

ابوطلحہ کا گھوڑا (۲۲) صحیحین میں (الفاظ مسلم کے ہیں۔ حماد بن زید از ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیدہ حسین وجمیل، سخی اور فیاض، شجاع اور بہادر تھے، ایک رات مدینہ کے باشندے ''زوردار آواز'' سن کر گھبرا اٹھے تو لوگ آواز کی جانب حقیقت حال معلوم کرنے کی خاطر چل پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے، آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بے زین گھوڑے پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں تلوار حمائل تھی آپ علیہ السلام فرما رہے تھے تمہیں کوئی خوف وخطرہ نہیں، کوئی ڈر اور اندیشہ نہیں، ہم نے اس گھوڑے کو دریا کی طرح رواں پایا (یا فرمایا) یہ تو دریا ہے یعنی بغیر کسی تھکاوٹ کے چلتا ہے اور درحقیقت یہ گھوڑا سست رفتار تھا۔

(۲۳) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں لوگ خوف وہراس میں مبتلا تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ''مندوب'' نامی گھوڑا عاریۃً لیا اور اس پر سوار ہو کر خطرے کے مقام پر گئے اور واپس چلے آئے تو فرمایا گھبراہٹ کی کوئی بات محسوس نہیں کی، اور اس گھوڑے کو ہم نے دریا پایا نیز فرمایا جب جنگ تیز ہو جاتی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بچاؤ بناتے۔

(۲۴) ابواسحاق (سبیعی، حارثہ بن مضرب) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ لیتے اور مشرکین سے اپنا بچاؤ کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بہادر تھے، روایت احمد وبیہقی۔

(۲۵) غزوہ ہوازن میں بیان ہو چکا ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہ پسپا ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن خچر پر سوار ثابت قدم رہے اور آپ خچر کو دشمن کی جانب بڑھاتے ہوئے فرما رہے تھے انا النبی لا کذب میں نبی ہوں کذب بیانی نہیں انا ابن عبدالمطلب میں عبدالمطلب کا بہادر بیٹا ہوں اور یہ عظیم شجاعت اور کامل توکل کا اعلیٰ مظاہرہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت کاری

(۲۶) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل بن علیہ، عبدالعزیز) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! انس رضی اللہ عنہ ذہین لڑکا ہے وہ آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے سفر میں اور حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کسی کام پر نکتہ چینی نہیں کی کہ یہ کام اس طرح کیوں کیا، اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر باز پرس کی کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔

(۲۷) مسلم میں سعید بن ابی بردہ کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو سال خدمت کی، مجھے معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی یہ کہا ہو کہ تو نے یہ کام ایسے کیوں کیا، اور نہ میرے کسی کام پر حرف گیری کی۔

(۲۸) مسلم میں حدیث (عکرمہ بن عمار، اسحاق) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خوش اخلاق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دن کسی ضرورت کے لئے بھیجنا چاہا تو میں نے (ازراہ پیار ومحبت کہا) واللہ! میں نہ جاؤں گا (میرے دل میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کے لئے جاؤں گا) میں وہاں سے روانہ ہوا اور راستے میں سے گزرا، وہاں بازار میں بچے کھیل رہے تھے (میں دیکھنے کے لئے رک گیا) تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ مسکرا کر فرما رہے ہیں اے انیس! میں نے جہاں بھیجا تھا تو وہاں گیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ اب جاتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نے آپ کی نو سال خدمت کی مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی نکتہ چینی کی، یا کبھی جواب طلبی اور باز پرس کی ہو۔

(۲۹) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (کثیر، ہشام، جعفر، عمران قصیر) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، میں نے کسی کام میں سستی اور غفلت کی ہو یا میں نے کوئی کام خراب کر دیا ہو تو مجھے آپ علیہ السلام نے کبھی ملامت نہ کی، اگر کوئی گھر کا فرد، ملامت کرتا ہو تو آپ فرماتے چھوڑو، اگر اس کا ہونا مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (علی بن ثابت از جعفر ابن برقان از عمران بصری القصیر) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی بیان کیا ہے۔ (تفرد بہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

(۳۰) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، ابوہ، ابوالتیاح) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے، میرا ایک بھائی ''ابوعمیر'' تھا (راوی کا خیال ہے کہ) اس کی مدت رضاع ختم ہو چکی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اسے دیکھ کر فرماتے ابوعمیر نغیر کا کیا حال ہے؟ نغیر ایک چڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا، بسا اوقات نماز کا وقت آ جاتا اور آپ ﷺ ہمارے گھر میں ہی تشریف فرما ہوتے تو آپ بچھے ہوئے بستر کے متعلق حکم فرماتے، اسے جھاڑ کا چھڑکاؤ کر دیا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نماز پڑھاتے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتے، آپ علیہ السلام ہمیں نماز پڑھاتے۔ ان کا بیان ہے کہ بستر کھجور کی شاخوں کا تھا۔ اس روایت کو ابوداؤد کے علاوہ اصحاب سنن نے متعدد اسناد سے (از ابوالتیاح یزید بن حمید از انس رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے۔

سخاوت .....(۳۱) صحیحین میں حدیث (زہری از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے تو آپ علیہ السلام از بس سخی ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار ہوا سے بھی زیادہ کرم وجود کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ناگوار بات .....(۳۲) .....امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوکامل، حماد بن زید، سلم علوی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص کے لباس پر پیلے رنگ کا داغ دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناگوار محسوس کیا، جب وہ مجلس سے اٹھ کر چلا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اس شخص کو بتاؤ کہ وہ اس داغ کو دھو ڈالے (تو بہتر ہے) اس کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کسی کے سامنے ناگوار بات نہ کرتے تھے، اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں، نیز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (الیوم واللیلہ) میں حماد بن زید از سلم بن قیس علوی بصری سے بیان کیا ہے۔

سلم بن قیس علوی بصری ..... بقول امام ابوداؤد یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نہیں ہے، علم نجوم کا ماہر تھا، اس نے چاند نظر آنے کی گواہی عدی بن ارطاۃ کے پاس دی، انہوں نے اس کی گواہی قبول نہ کی۔

(۳۳) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن ابی شیبہ، یحییٰ بن عبدالحمید حمانی، اعمش، مسلم، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ناگوار بات کی خبر ہوتی تو آپ واشگاف نہ فرماتے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے بلکہ آپ فرماتے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس طرح کہتے ہیں۔

(۳۴) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص مجھے کسی کی غلط اطلاع فراہم نہ کرے، میری خواہش ہے کہ میں آپ لوگوں کے پاس آؤں تو میرا دل صاف ہو۔

آپ علیہ السلام کا درگزر کرنا ..... (۳۵) .....امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا کہ آپ کے کندھوں پر کھردرے کنارے والی ایک چادر تھی، ایک دیہاتی شخص آپ کو ملا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو نہایت زور سے کھینچا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے پہلو کو دیکھا تو سخت کھینچنے کی وجہ سے کندھے پر چادر کا نشان پڑ چکا ہے پھر اس دیہاتی نے کہا، اللہ کا مال ہے جو آپ ﷺ کے پاس ہے اس میں سے میرے لئے حکم فرمائیے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کو "عطیہ" کا حکم فرمایا، اس روایت کو مسلم رحمۃ اللہ علیہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک بیان کیا ہے۔

(۳۶) .....امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (زید بن حباب، محمد بن ہلال قرشی، ہلال قرشی) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے جب آپ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے، پھر ایک دیہاتی آیا اس نے کہا یا محمد! مجھے کچھ دو! آپ نے فرمایا لا واستغفر اللہ نہیں اور میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں، پھر اس نے آپ کا تہبند اس زور سے کھینچا کہ آپ کا پہلو چھل گیا، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، پھر آپ نے اس کو عطیہ دیا، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "لا واستغفر اللہ" آپ کے قسم کھانے کے الفاظ تھے، اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ نے متعدد طرق سے (محمد بن ہلال بن ابی ہلال مولی ابی بن کعب، ابوہ ھلال) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس کی مانند بیان کیا ہے۔

سحر اور اس کی تاثیر اور آپ کی خندہ پیشانی (۳۷) یعقوب بن سفیان (عبداللہ بن موسیٰ، شیبان، اعمش، ثمامہ بن عقبہ) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آمد و رفت تھی اور وہ آپ علیہ السلام کو امین سمجھتا تھا اس نے آپ کے لئے بالوں میں گرہ لگائی اور اس کو کنوئیں میں ڈال دیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ذہنی پریشانی" میں مبتلا کر دیا پھر آپ کے پاس دو فرشتے مزاج پرسی کے لئے آئے، تو انہوں نے بتایا کہ فلاں نے آپ کے لئے بالوں میں گرہ لگائی ہے، اور یہ گرہ فلاں کنوئیں میں ہے اور اس گرہ کی تاثیر سے کنوئیں کا پانی زرد ہو چکا ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے کسی کو بھیجا اور اس نے کنوئیں سے وہ گرہ نکالی اور کنوئیں کا پانی واقعی زرد ہو چکا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرہ کھولی اور آپ اطمینان سے سو گئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے دیکھا وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا جاتا ہے، میں نے آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار نہیں دیکھے حتی کہ آپ فوت ہو گئے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، صحیح بخاری میں مشہور روایت یہ ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے نبی علیہ السلام پر کنگھی اور ان بالوں میں جادو کیا تھا جو کنگھی کرنے کے دوران جھڑتے ہیں، یہ نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں رکھا تھا اور اس کو "ذروان نامی کنوئیں" کے نیچے دبا دیا اور یہ کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً چھ ماہ تک جاری رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس نازل فرمائیں۔ اور بات یہ مشہور ہے کہ ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیت ہیں اور جادو کی بھی گیارہ گرہیں تھیں، ہم نے اس مسئلے کو تفسیر ابن کثیر میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جو کافی وافی ہے، واللہ اعلم۔

ہم مجلس کے ساتھ بیٹھنے کا انداز .. (۳۸) یعقوب بن سفیان (ابونعیم، عمران بن زید ابویحییٰ ملائی، زید العمی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ کرتے یا کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ اپنا دست مبارک اس وقت تک علیحدہ نہ کرتے جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔ اگر آپ کسی کے سامنے ہوتے تو آپ اس سے چہرہ انور نہ پھیرتے جب تک کہ وہ خود روگردانی نہ کرتا اور اپنے ہم مجلس اور ہم نشین کے سامنے پاؤں اور گھٹنے دراز نہ فرماتے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے (عمران بن زید تغلبی ابویحییٰ الطویل کوفی، زید بن حواری العمی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

عاجزی.. (۳۹) ابوداؤد (احمد بن منیع، ابوقطن، مبارک بن فضالہ، ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اس سے علیحدہ کر لیا ہو، جب تک کہ وہ آدمی خود ہی اپنے سر کو علیحدہ نہ کرے اور میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا ہاتھ تھاما ہو اور چھوڑ دیا ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ چھوڑ دیتا۔ (تفرد بہ ابوداؤد)

(۴۰) . امام احمد (محمد بن جعفر اور حجاج، شعبہ، علی بن زید) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی کوئی بچی آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتی، آپ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی، ابن ماجہ نے اس کو شعبہ سے روایت کیا ہے۔

(۴۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ھشیم، حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی کوئی بچی آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر، اپنے کام میں لے جاتی، اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے "کتاب الادب" میں معلق بیان کیا ہے کہ محمد بن عیسیٰ، ابن طبع نے ھشیم سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جذبۂ ایثار...... (۴۲)......طبرانی (ابوشعیب حرانی، یحییٰ بن عبداللہ بابلتی، ایوب بن نھیک، عطاء بن ابی رباح) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ایک کپڑا بیچنے والے کو دیکھا، اس سے چار درہم میں قمیص خریدی اور آپ اسے پہنے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے تو ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ قمیص دیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا

لباس عطافرمائیں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے قمیص اتاری اور اس کو عطا کردی، پھر آپ نے تاجر سے چار درہم کے بدلے ایک اور قمیص خریدی اور آپ کے پاس دو درہم باقی رہے گئے، دیکھا تو راستہ میں ایک بچی رو رہی ہے، پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے بتایا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے گھر والوں نے آٹا خریدنے کے لئے دو درہم دیئے تھے وہ گم ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس کو باقی بچے ہوئے دو درہم عطا کردیئے، پھر وہ روتی ہوئی آگے بڑھی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا، دو درہم تو تجھے مل گئے اب کیوں رو رہی ہو۔ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ گھر والے مجھے ماریں گے، چنانچہ آپ ﷺ اس کے ہمراہ اس کے گھر والوں کے پاس گئے آپ نے السلام علیکم کہا، تو وہ آپ کی آواز پہچان گئے، آپ ﷺ نے مسلسل تین بار السلام علیکم کہا جب انہوں نے جواب دیا پھر آپ نے پوچھا کیا تم نے پہلا سلام سنا تھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں، لیکن ہماری خواہش تھی کہ آپ ہم پر زیادہ سلام بھیجیں، آپ پر ہمارے ماں باپ قربان! آپ کیسے تشریف لائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچی کو اندیشہ تھا کہ تم اسے مارو گے یہ سن کر اس کے آقا نے کہا یہ اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے، اس وجہ سے کہ اس کے ہمراہ آپ تشریف لائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیر و برکت کی دعا دی اور جنت کی خوشخبری سنائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاشرے میں برکت عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور انصاری کو قمیص عنایت کی اور ان سے ایک باندی آزاد فرمائی، میں اس ذات عظیم کی حمد و ستائش کرتا ہوں، جس نے اپنی قدرت و طاقت سے اس رزق سے نوازا۔

ایوب حلبی ..... طبرانی نے اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے کہ اس کی سند میں ایوب بن نہیک حلبی ہے اس کو ابوحاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابوزرعہ نے حدیث کا انکار کرنے والا کہا ہے اور ازدی نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔

دلجوئی..... (۴۳) امام احمد (عفان، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا، اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے ایک حاجت ہے تو آپ نے فرمایا اے ام فلاں! دیکھو، جس طریقہ سے بھی چاہو! پھر آپ اس کے ساتھ سرگوشی کرنے لگے حتیٰ کہ اس نے اپنی بات پوری کرلی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے۔

پسند کا کھانا...... (۴۴) صحیحین میں (اعمش) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، بھوک ہوئی تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا۔

گوشت کے بارے میں پسندیدگی...... (۴۵)۔ ثوری (اسود بن قیس، شیخ عوفی ..... غالباً یہ شقیق کوفی ہے، شقیق بن سلمہ اسدی ابو وائل کوفی یکے از سادات تابعین، اسود بن قیس کے استاذ محترم) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم نے آپ کی خاطر بکری ذبح کی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا ایسے لگتا ہے جیسے تمہیں پتا تھا کہ ہم گوشت پسند کرتے ہیں۔ (الحدیث)

آسمان کی طرف نگاہ..... (۴۶) محمد بن اسحاق (یعقوب بن عتبہ، عمر بن عبدالعزیز، یوسف بن عبداللہ بن سلام) حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ مجلس میں گفتگو کرتے تو اکثر آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے، یہ روایت سنن ابوداؤد کی کتاب الادب میں محمد بن سحاق سے مروی ہے۔

گوٹ...... (۴۷)۔ امام ابوداؤد (سلمہ بن شعیب، عبداللہ بن ابراہیم، اسحاق بن محمد انصاری، ربیح بن عبدالرحمان، ابوہ، .....) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو اپنے ہاتھ مبارک سے گوٹ مار لیتے اور بزار نے اپنی "مسند" میں وایت کیا ہے، کہ جب بیٹھتے تو گھٹنے کھڑے کرلیتے اور ہاتھوں سے گوٹ مار لیتے۔

(۴۸)...... ابوداؤد (حفص بن عمر اور موسیٰ بن اسماعیل، عبدالرحمان بن حسان عنبری اپنی دو دادیوں صفیہ اور دحیبہ دختران علیبہ۔ موسیٰ راوی نے ت حرملہ بتایا ہے) اور یہ دونوں قیلہ بنت مخرمہ کی ربیبہ تھیں اور قیلہ نے جو ان کے والد کی دادی تھی، نے ان کو بتایا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

گوٹ مار کر بیٹھے دیکھ کر کہا کہ میں نے آپ کو نہایت خشوع و خضوع سے بیٹھے دیکھا تو خوف سے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو''شمائل''اور''جامع''میں (عبد بن حمید از عفان بن مسلم بن عبداللہ بن حسان) بیان کیا ہے اور یہ طویل حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام طبرانی نے''معجم کبیر''میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ٹھہر ٹھہر کر بولنا ۔(۴۹) امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تھے اگر کوئی الفاظ شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا۔

(۵۰) امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، کیا''ابوفلاں''نے تجھے تحیر میں نہیں ڈال دیا؟ وہ آیا اور میرے گھر کے پہلو میں بیٹھ کر، مجھے سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا تھا اور میں نماز پڑھنے میں مشغول تھی۔ نماز مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اٹھ کر چلا گیا اگر میں اس کو حدیث بیان کرتے ہوئے پالیتی تو اس کو بتاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے۔ اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ نے علی بن اسحاق سے امام مسلم رحمہ اللہ نے حرملہ سے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سلیمان بن داؤد سے اور یہ تینوں ابن وہب کی معرفت یونس بن یزید از زہری بیان کرتے ہیں اور ان کی روایت میں ''ابوفلاں''کی بجائے ابوہریرہ کی تصریح ہے۔

(۵۱) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (وکیع سفیان، اسامہ، زہری، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا کلام ٹھہر ٹھہر کر ہوتا تھا ہر کوئی سمجھ لیتا تھا، جلدی جلدی نہیں بیان فرماتے تھے اس روایت کو امام ابوداؤد نے ابن ابی شیبہ کی معرفت وکیع سے بیان ہے۔

(۵۲) ابویعلیٰ (عبداللہ بن محمد بن اسماء، عبداللہ بن مسعر، شیخ گمنام) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں آہستگی یا ٹھہراؤ تھا۔

(۵۳) امام احمد (عبدالصمد، عبداللہ بن مثنیٰ، ثمامہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بولتے تو کلام کو تین بار دہراتے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کو تین دفعہ سلام کہتے، اس روایت کو امام بخاری نے عبدالصمد سے بیان کیا ہے۔

(۵۴) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (ابوسعید بن ابومریم، عبداللہ بن مثنیٰ) ثمامہ بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کلام کو تین بار دہراتے اور فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کلام کو تین بار دہراتے اور تین دفعہ اجازت طلب کرتے، وہ حدیث جو امام ترمذی نے (عبد اللہ بن مثنیٰ، ثمامہ، انس رضی اللہ عنہ) بیان کی ہے اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات کو تین بار دہراتے کہ سمجھی جاسکے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

(۵۵)... بخاری شریف میں ہے کہ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں اور میں حکمت و دانائی کی باتوں کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

روئے زمین کے خزینے مجھے دیئے گئے... ..(۵۶) ..امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (حجاج، لیث، عقیل بن خالد، زہری) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے جامع کلمات دے کر مبعوث کیا گیا ہے رعب اور ہیبت سے میری مدد کی گئی ہے۔ میں سورہا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں امام بخاری نے لیث سے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے۔

(۵۷) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (اسحاق بن عیسیٰ، ابن لہیعہ، عبدالرحمان اعرج) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کلمات دے کر مبعوث کیا گیا ہے، رعب اور ہیبت سے میری نصرت کی گئی ہے، میں سورہا تھا کہ زمین کے دفینوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ (امام احمد اس سند میں منفرد ہیں)

(۵۸) ...امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (یزید، محمد بن عمرو، ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا رعب اور ہیبت سے میری اعانت کی گئی ہے مجھے جامع کلمات مرحمت کئے گئے۔ زمین میرے لئے عبادت گاہ اور پاک بنادی گئی ہے، میں نیند میں مشغول تھا کہ روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ (تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ وھو علی شرط مسلم)

مسکراہٹ......(۵۹) . . مسلم، بخاری (ابن وھب، عمرو بن حرث، ابوالنضر ،سلیمان بن یسار) عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر کھل کھلا کر ہنستے کبھی نہیں دیکھا کہ میں نے آپ کے مسوڑھے کو دیکھا ہو۔ آپ صرف تبسم فرماتے تھے۔

(۶۰) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ (قتیبہ، ابن لھیعہ، عبداللہ بن مغیرہ، عبداللہ بن حرث) جزء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

(۶۱) . امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ (لیث ، یزید بن ابی حبیب) عبداللہ بن حرث بن جزء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تبسم ہی فرماتے تھے، ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۶۲). امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ (یحییٰ بن یحییٰ، ابوخیثمہ) سماک بن حرب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرکت کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! بکثرت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں فجر کی نماز پڑھاتے وہاں سے سورج طلوع ہونے کے بعد اٹھتے۔ جاہلیت کے دور کی باتوں کا تذکرہ کر کے مسکراتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے۔

(۶۳) ابوداؤد طیالسی (شریک اور قیس بن سعد) سماک بن حرب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے تو انہوں نے ہاں میں جواب دے کر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم بولتے اور کم ہنستے، بسا اوقات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پاس اشعار پڑھتے اور بعض اوقات آپ بھی ان کی بات میں حصہ لیتے، صحابہ رضی اللہ عنہ ہنستے اور آپ بکثرت مسکراتے۔

(۶۴)......بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ اور ابوسعید بن عمرو، ابوالعباس محمد بن یعقوب، محمد بن اسحاق، ابوعبدالرحمان مقری، لیث بن سعد) ولید بن ابی الولید سے روایت کرتے ہیں کہ سلیمان بن خارج نے اس کو کہا کہ خارجہ بن زید بن ثابت نے اس کو بتایا کہ چندلوگ اس کے والد محترم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیں تو اس نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے پیغام بھیج کر بلا لیتے میں حاضر ہوتا اور وحی کی کتابت کرتا جب ہم دنیاوی کاموں کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے اور جب اخروی باتوں کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ان کا تذکرہ فرماتے اور جب کھانے پینے کی اشیاء کا بیان کرتے تو آپ بھی اس کا ذکر کرتے، یہ سب باتیں میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر کے سنا رہا ہوں۔ ''شمائل'' میں امام ترمذی نے اس روایت کو (عباس دوری، ابوعبدالرحمان، عبداللہ بن یزید مقری) سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا کا تذکرہ . . .(۱). . اس سے پہلے صحیحین کی وہ روایت بیان ہو چکی ہے جو (زہری از عبیداللہ بن عبداللہ از ابن عباس) سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور رمضان شریف میں جب جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کا دور کرتے تو آپ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

تشبیہ...... یہ تشبیہ انتہائی بلیغ ہے کہ آپ کے کرم و سخا کو مسلسل اور تیز و تند ہوا سے تشبیہ، اس کے عام ہونے اور مسلسل چلنے کی وجہ سے ہے۔

(۲).. بخاری و مسلم (سفیان بن سعید ثوری، محمد بن منکدر) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سوال کے جواب میں ''لا (نہ)'' نہیں کہا۔

(۳). ....امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (ابن ابی عدی، حمید، موسیٰ بن انیس) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ عنایت فرما دیتے، آپ کے پاس ایک سوال کرنیوالا آیا آپ نے اس کو مال زکوٰۃ کی بکریوں میں سے دو پہاڑوں کے درمیان بہت سی بکریوں کے دینے کا حکم دیا۔ وہ یہ سارا مال اپنی قوم کے پاس لے گیا اور کہا، لوگو! دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر دیتے ہیں کہ فقر و فاقے کی فکر نہیں کرتے۔ اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے (عاصم بن نضر از خالد بن حارث از حمید) روایت کیا ہے۔

بے تحاشا سخاوت کی حکمت و توجیہ . . (۴) امام احمد رحمہ اللہ (عفان، حماد بن سلمہ، ثابت) حضرت انس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مانگنے والا آیا آپ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کا ایک گلہ عطا فرما دیا۔ وہ یہ گلہ لے کر اپنے قبیلے کے پاس گیا اور اس نے کہا اے لوگو! اسلام قبول کرلو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر سخاوت کرتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا اندیشہ محسوس نہیں کرتے، اگر کوئی شخص محض دنیا کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو شام سے پہلے ہی، دین اسلام اس کو تمام تر دنیا سے محبوب اور پیارا ہو جاتا، اس روایت کو مسلم نے حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے۔

یہ عطیات اسلام کے بارے میں، کمزور دل، اور بد اعتقاد لوگوں کی دل گی، اور دلجوئی کے لئے غیروں کے ساتھ الفت و پیار کی خاطر تھا کہ وہ لوگ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جائیں جیسا کہ غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ جب بے شمار اونٹ اور بکریاں بہت بڑی مقدار میں سونا اور چاندی کمزور دل مسلمانوں میں تقسیم کیا، اسی سخاوت و فیاضی کی وجہ سے، انصار اور مہاجرین کو کچھ حصہ نہ دیا بلکہ سارا مال ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جن کی اسلام کے بارے میں دلجوئی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشتاق تھے، اور مضبوط ایمان لوگوں کو نظر انداز کر دیا تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے دلوں میں استغناء اور خیر و برکت پیدا کر دی تھی۔

انصار کے بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقسیم پر اپنی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو آپ نے ان کو اس فیاضانہ تقسیم کی حکمت سے آگاہ کیا اور ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ مال مویشی اور اونٹ وغیرہ لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کو لے جاؤ یہ سن کر سب نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم راضی اور خوش و خرم ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مال کثیر عطا کرنا .... اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کو مسلمان ہونے کے بعد بہت زیادہ مال عطا فرمایا، جب آپ ﷺ کے پاس ''بحرین'' سے مال آیا اور آپ نے اس کو مسجد میں اپنے سامنے رکھ لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے عطا فرمایئے، غزوہ بدر میں، میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خذ'' لے لو، وہ اپنی چادر اتار کر اس میں ڈالنے لگے، پھر اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اس کو اٹھا کر میرے کندھے پر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسا نہ کروں گا، تو انہوں نے عرض کیا، آپ کسی کو فرمائیں کہ وہ میرے کندھوں پر رکھ دے۔ آپ نے فرمایا ایسا بھی نہیں کروں گا، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ مال کم کر دیا اور اٹھانے لگے تو پھر بھی نہ اٹھا سکے اور دوبارہ کہا یا رسول اللہ! آپ میرے کندھوں پر رکھ دیجئے یا کسی کو حکم دیں کہ وہ میرے کندھے پر اٹھا کر رکھ دے۔ آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا تو اس میں سے مزید مال کم کر دیا اور باقی بچا ہوا مال اٹھا لیا اور اس کو لے کر مسجد سے باہر نکل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حرص و آرزو پر حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ان کی طرف نگاہ جمائے ہوئے تھے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ طویل القامت ذہین و فطین اور طاقتور آدمی تھے کم از کم جو مال آپ نے اٹھایا وہ تقریباً چالیس ہزار درہم کا ہوتا، واللہ اعلم۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس کو صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر ''صیغہ جزم'' کے ساتھ معلق بیان کیا ہے اور یہ واقعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں بیان کیا جاتا ہے کہ سورہ انفال (۸/۷۰) میں ہے ''اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخشے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا مقولہ بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے اعلیٰ شجاع تھے (الحدیث) یہ اعلیٰ صفات آپ میں کیونکر نہ ہوں، آپ اللہ کے رسول ہیں، اکمل، وافضل صفات پر آپ کی تخلیق ہوئی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مقدر پر پورا اعتماد اور یقین ہے جس نے محکم قرآن اور کتاب عزیز میں نازل فرمایا ہے اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے . اور جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ اس کا بدلہ عطا کرے گا اور وہ دینے والوں میں سے بہتر ہے اور آپ ﷺ ہی نے اپنے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، اور آپ اپنے وعدہ اور قول میں صادق اور مصدوق ہیں، اے بلال! خرچ کر! عرش والے پروردگار سے فقر وتنگی کا اندیشہ نہ کر اور آپ ہی کا یہ فرمان مبارک ہے کہ روزانہ دو فرشتے صدا دیتے ہیں، ایک ان میں سے کہتا ہے اے اللہ! تو خرچ کرنے والے کو اس کا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! تو بخیل اور کنجوس کو تلف اور ضایع دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، تو مال کو جمع کر کے حفاظت سے نہ رکھ اللہ بھی تجھ سے اپنا مال محفوظ کر کے رکھ لے گا اور اس کو تھیلی میں بند کر کے نہ رکھ، اللہ بھی یہ مال تجھ سے بند کر لے گا اور بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اے ابن آدم! تو اللہ کے راستے میں خرچ کر، میں بھی تجھے عطا کروں گا۔

لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیدہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے کیونکر نہ ہوں کہ آپ ہی وہ عظیم متوکل ہیں جن سے زیادہ کسی کا توکل واعتماد نہیں اور آپ ہی کو اللہ تعالیٰ کے رزق اور نصرت پر سب سے زیادہ اعتماد اور یقین ہے اور آپ ہی تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے اعانت ونصرت کے طالب ہیں۔ اس کے علاوہ آپ بعثت سے قبل اور نبوت کے بعد اور قبل از ہجرت فقیروں، بیواؤں، یتیموں، ضعیفوں اور مسکینوں کا ملجا اور ماویٰ تھے جیسا کہ آپ کے چچا ابو طالب نے "قصیدہ لامیہ" میں کہا:

وما ترک قوم لا ابالک سیدا
یحوط الذمار غیر ذرب موکل
وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل
یلوذبه الهلاک من آل هاشم
فهم عنده فی نعمة وفواضل

"تیرا باپ نہ رہے، قوم ایسے سردار کو نظر انداز نہیں کر سکتی جو اپنی ذمہ داریوں کی حفاظت کرتا ہے نہ تیز زبان ہے نہ کسی پر سہارا کرتا ہے۔ سفید رنگ ہے، اس کے چہرہ انور کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے، یتیموں کا فریاد رسا اور بیواؤں کا محافظ ہے۔ آہ ہاشم کے کمزور لوگ اس کے ساتھ پناہ لیتے ہیں وہ اس کے پاس آسائش اور فوائد میں ہیں"۔

تواضع اور انکساری...... امام احمد رحمہ اللہ (حماد بن سلمہ، ثابت باضافہ امام نسائی اور حمید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ "یا سیدنا وابن سیدنا" کے لقب سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا تو آپ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی بات کہو، شیطان تم کو دھوکہ نہ دے میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں، واللہ! میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام ومرتبہ سے بلند کرو جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے فائز کیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تعریف وتوصیف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا، سنو! میں صرف اللہ کا بندہ ہوں پس تم فقط یہ کہو "عبداللہ ورسولہ" اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

خانگی زندگی...... امام احمد رحمہ اللہ (یحییٰ، شعبہ، حکم، ابراہیم) اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال میں کیا کرتے تھے تو بتایا کہ اہل وعیال کی ضروریات میں مصروف رہتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے باہر تشریف لے جاتے۔ وکیع اور محمد بن جعفر (شعبہ، حکم، ابراہیم) اسود سے بیان روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے، تو بتایا اہل وعیال کے کام کاج میں مصروف رہتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے چلے جاتے، امام بخاری نے اس کو آدم کی معرفت شعبہ سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ (عبدة، ہشام بن عروہ) مجہول راوی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم گھر میں کیا کرتے تھے تو بتایا کہ کپڑے کو پیوند لگاتے اور جوتا درست کرتے اور اسی طرح کے دیگر امور سرانجام دیتے، (اس سند سے یہ منقطع ہے) عبد الرزاق (معمر، زہری، عروہ اور ہشام بن عروہ) از عروہ روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کام کاج کیا کرتے تھے؟ تو اثبات میں جواب دے کرارشاد فرمایا جوتے کو پیوند لگاتے، کپڑا اصلاح کرتے جیسا کہ تم میں سے ہر کوئی اپنے گھر کے کام کاج کرتا ہے، بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے اور سند کو متصل بیان کیا ہے۔

حافظ بیہقی (ابوالحسین بن بشران، ابوجعفر محمد بن عمرو بن بختری، محمد بن اسماعیل سلمی، ابن صالح، معاویہ بن صالح، یحییٰ بن سعید) عمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے تو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے، کپڑے سے جوئیں صاف کرتے، بکری کا دودھ دوھ لیتے تھے اور اپنا کام خود سرانجام دیتے تھے، ''شمائل'' میں اس روایت کو امام ترمذی (محمد بن اسماعیل، عبداللہ بن صالح، معاویہ بن صالح، یحییٰ بن سعید) عمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ تو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے، کپڑے سے جوئیں صاف کرتے، بکری کا دودھ دوھ لیتے تھے اور اپنا کام خود کرتے تھے۔

ابن عساکر (ابواسامہ، حارثہ بن محمد انصاری) عمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال میں کس طرح رہتے تھے تو فرمایا آپ سب سے زیادہ نرم خو تھے اور سب سے زیادہ کریم اور مہربان تھے، آپ خندہ رو اور انس مکھ تھے۔

ذکر واذکار ... امام ابوداؤد طیالسی (شعبہ، مسلم ابوعبداللہ الاعور) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ذکر واذکار میں مصروف رہتے تھے لغو اور بے کار بات نہ کرتے تھے، گدھے پر سواری کرتے تھے، اونی لباس زیب تن فرماتے تھے، غلام کی دعوت کو قبول کرتے تھے اگر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خیبر کے موقع گدھے پر سوار دیکھ لیتا جس کی لگام کھجور کی رسی کی تھی تو، تو عجیب منظر دیکھتا، ترمذی اور ابن ماجہ میں، مسلم بن کیسان ملائی از انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا بعض حصہ مذکور ہے۔

امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر محمد بن جعفر الادمی القاری در بغداد، عبداللہ بن احمد بن ابراہیم دروردی، احمد بن نصر بن مالک خزاعی، علی بن حسین بن واقدی، حسین بن واقد، یحییٰ بن عقیل) عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر الٰہی کرتے تھے، لغو اور بے ہودہ بات نہ کرتے تھے نماز لمبی پڑھتے تھے اور خطبہ چھوٹا اور مختصر دیتے تھے، غلام اور بیوہ عورتوں کے ہمراہ جا کر ان کے کام کاج کرنے کو عار نہ سمجھتے تھے، امام نے اس روایت کو (محمد بن عبدالعزیز، ابوزرعہ، فضل بن موسیٰ، حسین بن واقد، یحییٰ بن عقیل خزاعی بصری) ابن ابی اوفی سے مذکور بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔

بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوبکر اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الفقیہ در رے، ابوبکر محمد بن الفرج ازرقی، ہاشم بن قاسم، شیبان ابومعاویہ، اشعث بن ابی الشعثاء، ابوبردہ) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سواری فرماتے اون کا لباس پہنتے، بکری باندھتے اور مہمان کی خاطر تواضع کرتے، یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اصحاب سنن نے اس کی تخریج نہیں کی، اس کی سند جید ہے۔

ایک عیسائی کے پاس حلیہ مبارک کی تحریر ..... محمد بن سعد (اسماعیل بن ابی فدیک، موسیٰ بن یعقوب ربعی) سہل مولیٰ عقبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ باشندگان مریس میں سے عیسائی تھا اور اپنے چچا کے ہاں رہتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اپنے چچا کی مقدس کتاب میں پڑھا کہ اس میں ایک صفحہ ہے کتاب کی تحریر کے بغیر اور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک لکھا ہوا ہے کہ وہ نہ پست قامت ہیں نہ

زیادہ طویل قامت سفید فام، دو گیسوئیں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے، بکثرت گوٹ مار کر بیٹھتے ہیں، صدقہ وخیرات قبول نہیں کرتے، گدھے اور اونٹ پر سواری کرتے ہیں، بکری کا دودھ دوہتے ہیں، پیوند شدہ قمیص پہنتے ہیں، ان صفات کا حامل کبر وغرور سے بیزار ہوتا ہے، وہ اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ہے، اس کا نام ہے احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

میرا چچا گھر آیا اور اس نے مجھے یہ پڑھتا ہوا دیکھ کر مارا اور کہا کہ تیرا اس کے کھوج سے کیا سروکار تھا؟ میں نے عرض کیا اس میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک تحریر ہے تو اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوا۔

امام احمد (اسماعیل، ایوب، عمرو، سعید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنے اہل وعیال پر مہربان ہو اور اس نے مفصل حدیث بیان کی اور اس روایت کو امام مسلم نے زہیر بن حرب از اسماعیل بن علیہ بیان کیا ہے۔

تہبند کہاں تک ہونا چاہئے ... شمائل میں امام ترمذی رحمہ اللہ (محمود بن غیلان، ابوداؤد، شعبہ، اشعث بن سلیم) اپنی پھوپھی، وہ اپنے چچا سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے کہا میں مدینہ منورہ میں کسی راہ پر چل رہا تھا کہ میرے پیچھے سے کوئی شخص کہہ رہا ہے، اپنا تہبند اونچا کر، تہبند کا اونچا ہونا صاف تر، دیرپا ہے اور بقا کا موجب ہے، میں نے دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ایک سیاہ وسفید دھاری داری چادر ہے، آپ نے فرمایا کیا تیرے لئے میرا عمل نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کا تہبند نصف پنڈلی تک ہے۔

ترمذی (سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، موسیٰ بن عبیدہ ایاس بن سلمہ) سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند ایسا ہی ہوتا تھا۔

امام ترمذی (یوسف بن عیسیٰ، وکیع، ربیع بن صبیح، یزید بن ابان) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت سے چادر اوڑھے رہتے تھے گویا آپ کا لباس ایک تیلی کا لباس ہے۔ اس حدیث میں غرابت اور نکارت ہے، واللہ اعلم۔

بچوں سے شفقت کا معاملہ امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھیلنے والے بچوں کے پاس سے گزرے اور ان کو السلام علیکم کہا۔ امام مسلم نے اس روایت کو شعبہ سے دوسری سند سے بیان کیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی خوش مزاجی ابن لہیعہ (عمارہ بن غزیہ، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ خوش مزاج تھے۔ قبل ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان ہو چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بھائی ابوعمیر کے ساتھ ہنسی مزاح فرمایا کرتے تھے اور اس کو اے ابوعمیر نغیر چڑیا کو کیا ہوا کہہ کر اس چڑیا کی موت یاد دلاتے جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا ہنسی مزاح کی خاطر جیسا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑوں کا ہنسی مزاح کا دستور ہے۔

اونٹنی کا بچہ ... امام احمد (خلف بن ولید، خالد بن عبداللہ، حمید طویل) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے آپ سے سواری مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آپ کو سواری کے لئے "اونٹنی کا بچہ" دیں گے تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں "اونٹنی کے بچے" کو کیا کروں گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اونٹ اونٹنی سے پیدا ہوتے ہیں۔" اس روایت کو ابوداؤد نے وہب بن بقیہ سے اور ترمذی نے قتیبہ سے اور ان دونوں نے خالد بن عبداللہ واسطی الطحان سے بیان کیا ہے۔ اور ترمذی نے صحیح غریب کہا ہے۔

بیچ بچاؤ اس عنوان میں ابوداؤد (یحییٰ بن معین، حجاج بن محمد، یونس بن ابی اسحاق، ابی اسحاق، بن حرب) حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت قدس میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ اتفاق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی تھی۔ اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے تو حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کو پکڑ کر سرزنش کرنی چاہی کہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا کر بولتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں آ گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصہ سے بھرے ہوئے باہر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب باہر چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں میں نے تم کو کیسے بچا لیا۔ چند روز بعد، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی اور اندر آئے تو ان کو صلح وآشتی میں پایا تو عرض کیا آپ اپنی صلح میں بھی مجھے شریک کریں جیسے کہ اپنی مخاصمت اور جھگڑے میں شریک کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ہاں ہم نے صلح میں بھی آپ کو شریک کر لیا۔

پورے داخل ہو جاؤ ابوداؤد (مؤمل بن فضل، ولید بن مسلم، عبداللہ بن علاء، بشر بن عبیداللہ، ابوادریس خولانی) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چرمی خیمہ میں تشریف فرماتے تھے میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام کیا اور آپ نے جواب دے کر فرمایا ''اندر آ جاؤ'' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا پورا اندر آ جاؤں تو آپ نے فرمایا پورا اندر داخل ہو جا پھر میں اندر داخل ہو گیا۔ صفوان بن صالح، ولید بن عثمان بن ابی العاتکہ کا بیان ہے کہ اس نے ''سارا اندر آ جاؤں'' خیمہ کے چھوٹے ہونے کی بناء پر کہا تھا۔

امام ابوداؤد (ابراہیم بن مہدی، شریک، عاصم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اے دو کانوں والے'' کہا۔ اسی قسم کا وہ مزاح ہے جو امام احمد رحمہ اللہ (عبدالرزاق، معمر، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک زاہر نامی دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیہات سے تحفے لایا کرتے تھے۔ جب وہ واپس جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے تحائف دیتے ''دریں اثنا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زاہر، ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پیار کرتے تھے، وہ بدصورت اور بھدا آدمی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے وہ اپنا تجارت کا سامان فروخت کر رہا تھا اور آپ نے اس کو پیچھے سے گود میں لے لیا اور وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو، کون ہے، اس نے مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ پہچاننے کے بعد وہ اپنی پیٹھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے خوب لگانے لگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اس غلام کو کون خریدے گا؟ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! واللہ! آپ مجھے ارزاں اور کم قیمت پائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے مگر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ارزاں اور کم قیمت نہیں۔ (یا فرمایا) مگر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گراں قدر ہے۔ اس سند کے سب راوی ثقہ ہیں، صحیحین کی شرط پر صرف امام ترمذی نے اس کو اسحاق بن منصور از عبدالرزاق بیان کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دل لگی کرنا امام بخاری نے صحیح میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص عبداللہ نامی جس کا لقب ''حمار'' تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ''دل لگی'' کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اس کو شراب نوشی کے سلسلہ میں لایا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو کسی نے کہا، خدا اس پر لعنت کرے، اس جرم میں اس کو بار بار لایا جاتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر لعنت نہ کرو، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

آبگینوں پر رحم امام احمد (حجاج، شعبہ، ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کسی سفر میں تھے اور ایک حدی خواں ''یا سائق'' بلند آواز سے حدی پڑھ کر اونٹوں کو چلا رہا تھا اور امہات المومنین سواریوں پر اس کے آگے تھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس! اے انجشہ! آبگینوں پر رحم کر۔ یہ حدیث صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک حدی خواں انجشہ تھا جو امہات المومنین کی سواریاں چلایا کرتا تھا، اس نے حدی کہی تو سواریاں تیز ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس! اے انجشہ! آبگینوں پر شفقت کر۔ آبگینوں اور قواریر سے مراد عورتیں ہیں اور یہ نبی علیہ السلام کا مزاح اور دل لگی کا کلمہ تھا۔

آپ کی دل لگی، حسن اخلاق اور اعلیٰ عادات کی مظہر اتم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ''ام زرع'' کی نہایت طویل حدیث کا سننا اور بعض روایت میں یہ ہے کہ خود نبی علیہ السلام نے ام زرع کا واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنایا تھا۔

حدیث خرافہ .....امام احمد (ابوالنضر ،ابوعقیل عبداللہ بن عقیل ثقفی، مجاہد بن سعید، عامر، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ گھر والوں کو ایک بات سنائی تو ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! یہ حدیث تو، حدیث خرافہ ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جانتی ہے! خرافہ کیا ہے؟ خرافہ بنو عذرہ، کا ایک آدمی تھا دور جاہلیت میں اس کو جنات پکڑ کر لے گئے، ان کے پاس وہ لمبے عرصے تک رہا پھر وہ اس کو چھوڑ گئے، تو وہ لوگوں کو عجیب وغریب باتیں سنایا کرتا تھا جو اس نے وہاں دیکھی تھیں (اور وہ حیران رہ جاتے تھے) پھر ہر عجیب وغریب واقعہ کو لوگ ''حدیث خرافہ'' کہنے لگے، شمائل میں اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے (حسن بن صبح از ابوالنضر ہاشم بن قاسم) بیان کیا ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس کا شمار غرائب حدیث میں ہے اور اس میں نکارت ہے نیز اس میں مجالد بن سعید راوی، مجروح اور متکلم فیہ ہے، واللہ اعلم۔

عمر رسیدہ عورت جنت میں نہ داخل ہوگی: .....''شمائل'' کے باب مزاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں امام ترمذی (عبد بن حمید، مصعب بن مقدام، مبارک بن فضالہ) حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب کرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں بوڑھی اور عمر رسیدہ عورت داخل نہیں ہوگی، تو وہ بڑھیا روتی ہوئی واپس چلی گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بتادو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے، بے شک ہم نے اس کو ایک عجیب انداز سے پیدا کیا ہے پس ہم نے انہیں کنواریاں بنادیا ہے (۳۵/۵۶) یہ حدیث اس سند سے مرسل ہے۔

امام ترمذی (عباس بن محمد دوری، علی بن حسن بن شقیق، عبداللہ بن مبارک، اسامہ بن زید، سعید مقبری) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے مزاح اور مذاق فرماتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مزاح میں بھی صحیح اور سچی بات کہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا بیان

اور تو اپنی آنکھ اٹھا کر ان چیزوں کو نہ دیکھ جو ہم نے مختلف قسم کی کافروں کو استعمال کیلئے دے رکھی ہیں اور ان پر غم نہ کر اور اپنے بازو ایمان والوں کے لئے جھکا دے۔ (۱۵/۸۸) اور تو اپنی نظر ان چیزوں کی طرف نہ دوڑا جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی میں رونق کے سامان دے رکھے ہیں تاکہ ہم انہیں اسی میں آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دیرپا ہے۔ (۲۰/۱۳۱) تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے (۱۸/۲۸) پھر تو اس کی پرواہ نہ کر جس نے ہماری یاد سے منہ پھیرلیا ہے اور صرف دنیا ہی کی زندگی چاہتا ہے۔ ان کی سمجھ کی یہیں تک رسائی ہے۔ (۵۳/۲۹) اس عنوان پر بڑی کثرت سے آیات کریمہ موجود ہیں۔

عبودیت اور نبوت ..... یعقوب بن سفیان (ابوالعباس حیوہ بن شریح، بقیہ، زبیدی، زہری) محمد بن عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے

ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجا اس کے ہمراہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے تو فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبودیت اور نبوت، ملوکیت اور نبوت کے درمیان اختیار دیا ہے (جس کو چاہیں پسند کر لیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ طلب کرنے کی غرض سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارے سے بتایا کہ تواضع اختیار کیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا میں نبی اور عبد ہوں اس کے بعد آپ نے تاحیات ٹیک اور تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اس روایت کو امام بخاری نے تاریخ میں حیوہ بن شریح سے بیان کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس کو عمرو بن عثمان سے نقل کیا ہے یہ حیوہ اور عمرو دونوں بقیہ بن ولید سے روایت کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری شریف میں بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں مروی ہے۔

امام احمد (محمد بن فضیل، عمارہ، ابوزرعہ) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک فرشتہ آسمان سے اتر رہا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے، اس وقت سے اب تک زمین میں نہیں آیا۔ پھر اس فرشتے نے کہا اے محمد ﷺ! مجھے آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے، کیا وہ آپ کو بادشاہ اور نبی بنائے یا عبد اور رسول بنائے؟ میں ابن کثیر نے ''مسند احمد'' کے اس نسخہ میں جو میرے زیر مطالعہ ہے اس روایت کو اسی طرح مختصر پایا ہے اور یہ اس سند سے ان کے ''افراد'' میں سے ہے۔

بے سروسامانی کی زندگی صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ''حدیث ایلا'' میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی اور بالا خانہ میں ان سے علیحدہ ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس بالا خانہ میں آئے دیکھا تو اس میں ''قرظ'' درخت کے پتوں، جو کہ ایک ڈھیر اور معلق سامان کے علاوہ وہ چیز نہیں ہے، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی بنتی کے نشانات آپ کے پہلو پر نمایاں ہیں۔ یہ ''درویشانہ منظر'' دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پوری کائنات سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور ممتاز ہیں (اور اس فقر وفاقہ کی حالت میں ہیں) کسریٰ اور قیصر بے انداز ناز ونعمت سے متمتع ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا، اور بیٹھ کر فرمایا کیا اے ابن خطاب! تو شک وشبہ میں مبتلا ہے؟ کسریٰ اور قیصر ایسے لوگ ہیں جن کو ان کی ''حیات طیبہ'' دنیا میں ہی دے دی گئی ہے (مسلم کی ایک روایت میں ہے) کیا تمہیں پسند نہیں کہ یہ ناز ونعمت ان کو دنیا میں مل جائیں اور ہمیں آخرت میں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش کر اور اس کا شکر کر۔

جب ماہ رواں گزر گیا تو اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ ازواج مطہرات کو اختیار دے دیں، ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تمہیں، دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر، اچھی طرح سے رخصت کر دوں، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک بختوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔'' (۳۳/۲۹) ہم نے یہ مسئلہ اپنی تفسیر ''ابن کثیر'' میں تفصیل اور بسط سے بیان کیا ہے۔

آپ نے اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی اور ان سے کہا میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ والدین سے مشورہ کر لینا اور ان کو مذکورہ بالا آیت پڑھ کر سنائی تو انہوں نے عرض کیا، کیا اس مسئلہ میں، میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں، اسی طرح باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

مبارک بن فضالہ، حسن کی معرفت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، آپ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور سر کے نیچے چرمی تکیہ رکھا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اسی اثنا حضرت عمر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کرام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، آپ نے کروٹ بدلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پہلو پر کھجو

کے پتوں کے واضح نشانات دیکھے تو رو پڑے آپ نے پوچھا اے عمر! کیوں رو رہے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں کیوں نہ روؤں، کسریٰ اور قیصر دنیا کی ناز ونعمت میں، خوب عیش کر رہے ہیں، آپ کسمپرسی اور بے سروسامانی کی حالت میں ہیں جس کو میں دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا اے عمر! کیا تجھے پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا یہ ایسے ہی ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (ابو النضر، مبارک، حسن بصری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ کھجور کی پتی سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے سر کے نیچے چرمی تکیہ تھا اس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چند صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروٹ بدلی تو معلوم ہوا کہ چارپائی پر کوئی کپڑا نہ بچھا تھا، اور کھجور کے پتوں کے نشانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک پر نمایاں اور واضح تھے، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر رضی اللہ عنہ کیوں روتے ہو تو انہوں نے عرض کیا واللہ! میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی قدر ومنزلت کسریٰ اور قیصر سے بدرجہا بہتر اور بلند ہے، وہ دنیا میں عیش وعشرت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس مقام اور تہی دستی میں ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر! کیا تجھے پسند نہیں کہ دنیا ان کے لئے ہو اور آخرت ہمارے لئے؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا یہ اسی طرح ہے۔

میرا دنیا سے کیا واسطہ… ابوداؤد طیالسی (مسعودی، عمرو بن مرۃ، ابراہیم) علقمہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر لیٹے اور چٹائی کی بنتی آپ کے جسم مبارک پر ہویدا تھی، میں "آپ پر میرے ماں باپ قربان" کہتا ہوا آپ کے جسم اطہر کو ملنے لگا اور عرض کیا آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں، ہم کچھ بچھا دیتے جس سے آپ کو تکلیف نہ ہوتی اور آپ آرام سے اس پر سو جاتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا دنیا سے کیا واسطہ، میری اور دنیاوی آرام وراحت کی مثال ایک مسافر سوار کی طرح ہے جو درخت کے سایہ تلے لیٹا پھر اس کو چھوڑ کر چلتا بنا، ابن ماجہ نے اس روایت کو یحییٰ بن حکیم از ابوداؤد طیالسی بیان کیا ہے، اور امام ترمذی نے موسیٰ بن عبدالرحمان کندی از زید بن حباب بیان کیا ہے اور ان (طیالسی اور زید) دونوں نے مسعودی سے نقل کیا ہے، یہ بقول امام ترمذی حسن صحیح ہے، امام احمد (عبدالصمد، ابوسعید اور عفان، ثابت، ہلال، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آپ چٹائی پر لیٹے تھے اور آپ ﷺ کے جسم پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ اس سے نرم بستر بنا لیتے تو اچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دنیا سے کیا رشتہ! میری اور دنیا کی مثال، اس سوار کی ہے جو گرمی کے موسم میں روانہ ہوا کچھ دیر درخت کے سایہ تلے آرام کیا پھر اس کو چھوڑ کر چل دیا۔ (تفرد بہ احمد)

بے انتہا سخاوت .. صحیح بخاری میں (زہری از عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر احد پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہو، تو میں پسند نہیں کرتا کہ تیسری رات آجائے اور میرے پاس صدقہ وخیرات کرنے کے بعد کچھ بچ جائے ماسوائے اس چیز کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے محفوظ رکھوں۔ اور صحیحین میں (عمارہ بن قعقاع از ابوزرعہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا اے اللہ! تو آل محمد کا رزق، گزارہ کے مطابق بنادے۔

ضعیف حدیث …اور وہ حدیث جو امام ابن ماجہ (یزید بن سنان، ابن مبارک، عطاء) ابوسعید سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین" ضعیف ہے، سند کے لحاظ سے پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ اس سند میں یزید بن سنان ابوفروہ رہاوی نہایت ضعیف ہے، واللہ اعلم۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (نے اس کو اور سند سے بیان کیا ہے) (عبدالاعلیٰ بن واصل کوفی، ثابت بن محمد عابد کوفی، حارث بن نعمان لیثی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی **اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامۃ** یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیوں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا مساکین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اے عائشہ رضی اللہ عنہا! مسکین کو خالی ہاتھ واپس نہ کر، خواہ کھجور کی پھانک دے دے۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! مساکین پر شفقت کر اور ان کو اپنے قریب کر، اللہ تعالیٰ بروز قیامت تجھے اپنے قریب کرے گا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ اور متن میں نکارت ہے، واللہ اعلم۔

چھلنیاں نہ تھیں..... امام احمد (عبدالصمد، ابوعبدالرحمان عبداللہ بن دینار، ابوحازم) حضرت سعید بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے دریافت کیا گیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "میدہ" دیکھا تھا تو انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں میدہ نہیں دیکھا۔ ان سے دریافت ہوا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چھلنیاں تھیں تو انہوں نے کہا نہیں تھیں۔ پھر پوچھا گیا آپ جو کے آٹے کو کیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا ہم اس کو پھونکتے تھے اور اس سے چھلکا اڑ جاتا تھا، امام ترمذی نے اس حدیث کو عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار سے بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ "ہم اس کو صاف کر کے گوندھ لیتے" اور اس کو حسن صحیح کہا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابو حازم سے روایت کیا ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں اس روایت کو امام بخاری نے (سعید بن ابی مریم، محمد بن مطرف بن غسان مدنی، ابوحازم) سہل بن سعد سے بیان کیا ہے، نیز امام بخاری اور نسائی نے اس کو (شیبہ، یعقوب بن عبدالرحمان قاری، ابوحازم) سہل سے روایت کیا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ (عباس بن محمد دوری، یحییٰ بن ابی بکیر، جریر بن عثمان، سلیم بن عامر) ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جو کی روٹی بھی زائد نہ بچتی تھی، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

گندم کی روٹی سے شکم سیری..... امام احمد (یحییٰ بن سعید، یزید بن کیسان) ابوحازم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی انگلی سے کئی بار اشارہ کرتے دیکھا وہ کہہ رہے تھے بخدا! والذی نفسی ابی ہریرۃ بیدہ! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا خاندان مسلسل تین روز زندگی بھر گندم کی روٹی سے شکم سیر نہیں ہوا۔ اس روایت کو امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے زید بن کیسان سے نقل کیا ہے۔

صحیحین میں (جریر بن عبدالحمید، منصور، ابراہیم، اسود) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں خاندان محمد صلی اللہ علیہ وسلم گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا اور نہ ہی آپ کے دستر خوان سے روٹی کا ٹکڑا آپ کی وفات تک اٹھایا گیا۔

امام احمد (محمد بن عبید، مطیع غزال، کردوس) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کا خاندان گندم کی روٹی سے مسلسل تین روز شکم سیر نہیں ہوا۔

امام احمد (حسن، زہیر، ابوسہل، سلیمان بن رومان مولی عروہ، عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ اس ذات کی قسم ہے جس نے محمد ﷺ کو برحق مبعوث فرمایا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے وفات تک نہ چھلنی دیکھی اور نہ ہی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی، میں نے پوچھا آپ جو کا آٹا کیسے کھاتے تھے تو انہوں نے کہا ہم پھونک لیتے تھے۔ (تفرد بہ احمد من ھذا الوجہ)

بکری کا بچہ امام بخاری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ہم دو ہفتے بعد بکری کا پایہ گھر سے نکال کر کھا لیتے تھے میں نے عرض کیا اتنے روز کا باسی پایہ کیوں کھاتے تھے؟ تو انہوں نے مسکرا کر کہا، آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سالن روٹی سے شکم سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

امام احمد (یحییٰ، ہشام، ابوہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ آل محمد پر ایک ماہ گزر جاتا تھا کہ وہ چولہے میں آگ نہ جلاتے تھے، ان کا کھانے پینے کا سامان صرف کھجور اور پانی ہوتا تھا سوائے اس کے کہ کہیں سے گوشت آ جائے، صحیحین میں (ہشام بن عروہ از عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آل محمد پر ایک مہینہ گزر جاتا تھا کہ چولہے میں آگ نہ سلگاتے تھے، ان کی خوراک صرف کھجور اور پانی تھی، ہاں ہمارے اردگرد انصار آباد تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھیجا کرتے تھے۔ آپ خود نوش فرماتے اور ہمیں بھی پلاتے۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے (بریدہ از محمد بن عمرو از ابی سلمہ) اس کی مثل بیان کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ، ابوہ، حسین، محمد بن مطرف، ابوحازم) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ دو مہینے گزر جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں آگ نہ سلگتی تھی میں نے پوچھا خالہ جی! آپ کا کس چیز پر گزارہ ہوتا تھا تو انہوں نے فرمایا کھجور اور پانی پر۔ (تفرد بہ احمد) ابوداؤد طیالسی (شعبہ، ابواسحاق، عبدالرحمان بن یزید، اسود) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دو روز جو کی روٹی سے تاحیات شکم سیر نہیں ہوئے۔ امام مسلم نے اس روایت کو شعبہ سے روایت کیا ہے۔

چراغ نہ تھا..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ، ابوبکر، سلیمان بن مغیرہ) حمید بن ہلال سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آل ابوبکر نے ہمارے ہاں، رات کو بکری کی ایک ٹانگ بھیجی، میں نے اسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کاٹا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا اور میں نے کاٹا۔ نیز مخاطب کو یہ بھی بتایا کہ یہ کام چراغ کی روشنی کے بغیر اندھیرے میں کیا (اور ایک روایت میں ہے) اگر چراغ ہوتا اور اس میں تیل ہوتا تو ہم اس کا سالن بنالیتے اور خاندان محمد ﷺ پر ''ایک ماہ'' گزر جاتا تھا وہ سالن اور روٹی نہ پکاتے تھے، اس روایت کو امام احمد نے بھز بن اسد از سلیمان بن مغیرہ بھی بیان کیا ہے، اور ایک روایت میں ''دو ماہ'' کا تذکرہ ہے۔ (تفرد بہ احمد)

دودھ کا تحفہ.. امام احمد رحمہ اللہ (خلف، ابومعشر، سعید بن ابی سعید) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ''آل رسول ﷺ پر'' دو مہینے گزر جاتے، وہ گھروں میں آگ نہ سلگاتے نہ روٹی پکاتے نہ سالن بناتے۔ پوچھا جناب ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ! کس چیز پر زندگی گذارتے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کھجور اور پانی پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ انصار رہتے تھے (اللہ ان کو جزائے خیر دے) وہ آپ کے ہاں دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ (تفرد بہ احمد) امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور لوگوں کا گزارہ صرف کھجور اور پانی پر تھا۔

گرم کھانا کھانا...... ابن ماجہ (سوید بن سعید، علی بن مسہر، اعمش، ابی صالح) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک روز ''گرم کھانا'' پیش کیا گیا، آپ نے کھانے کے بعد ''الحمد للہ'' کہا اور فرمایا کئی روز کے بعد گرم کھانا کھایا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (عبدالصمد، عمار ابوہاشم صاحب الزعفرانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ''جو کی روٹی'' کا قطعہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا تیرے والد کا تین روز سے یہ پہلا کھانا ہے۔ (تفرد بہ احمد)

امام احمد از عفان، ترمذی اور ابن ماجہ از عبداللہ بن معاویہ یہ دونوں (ثابت بن یزید از ہلال بن خباب عبدی کوفی از عکرمہ) از ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل کئی رات بھوکے سوتے اور اہل خانہ کے پاس بھی رات کا کھانا نہ ہوتا اکثر جو کی روٹی ہی دستیاب تھی۔ (ھذا لفظ احمد)

''شمائل'' میں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ (عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی، عمر بن حفص بن غیاث، ابوہ، محمد بن ابی یحییٰ اسلمی، یزید، ابوامیہ اعور) ابویوسف عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا یہ اس کا سالن ہے پھر کھالیا۔

مرغوب مشروب..... صحیحین میں (زہری از عروہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرغوب مشروب ٹھنڈا میٹھا پانی تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث قتادہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میری دانست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی چپاتی نہیں دیکھی اور نہ ہی بھنی ہوئی بکری اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان پر نہ کھایا اور نہ چھوٹی پلیٹ میں سالن کھایا اور نہ ہی آپ کے لئے چپاتی تیار کی گئی۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ کھانا کس چیز پر کھاتے تھے تو انہوں نے بتایا (ان سفروں پر) یعنی زمین پر کپڑا بچھا کر۔

نیز بخاری میں بذریعہ قتادہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کی روٹی اور باسی چربی لے کر حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے ہاں زرہ گروی رکھ کر، اہل خانہ کے لئے جو خریدے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن سنا کہ آل محمد ﷺ کے پاس کھجور کا صاع اور نہ غلے کا صاع موجود ہے۔

بیک وقت روٹی سالن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، ابان بن یزید، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اور شام بیک وقت روٹی اور گوشت نہیں کھایا سوائے دعوت عام کے، اس روایت کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں از عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی از عفان بیان کیا ہے اور یہ سند صحیحین کی شرط پر ہے۔ ابوداؤد طیالسی (شعبہ، سماک بن حرب) نعمان بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خوشحالی کا ذکر کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ علیہ السلام بھوک کی وجہ سے بے قرار رہتے تھے اور بھوک کو دور کرنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس ادنیٰ درجہ کی کھجور بھی نہ تھی۔ (امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شعبہ سے بیان کیا ہے)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی ہے اور میں نے اس میں بھوک کا اثر محسوس کیا۔ یہ حدیث ''معجزات'' میں بیان ہوگی۔

ابوالھیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے گھر سے باہر آئے، وہ ابھی کھڑے ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر سے باہر نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے بتایا بھوک کی وجہ سے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! مجھے بھی بھوک نے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ چنانچہ ھیثم بن تیہان کے باغ میں تشریف لے گئے اس نے ان کو تازہ کھجوریں کھلائیں اور ان کے لئے بکری ذبح کی، چنانچہ سب حضرات نے کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا یہ کھانا پینا اس ''نعیم'' (۸/۱۰۲) میں سے ہے جس کی تم سے باز پرس ہوگی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن ابی زیاد، یزید بن اسلم، یزید بن ابی منصور، انس) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھوک کا اظہار کیا اور اپنے پیٹوں پر بندھے ہوئے ایک ایک پتھر سے کپڑا اٹھایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر بندے ہوئے دو پتھروں سے کپڑا اٹھایا۔ (یہ حدیث غریب ہے)

نبی علیہ السلام کا بستر مبارک..... صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا وہ چرمی تھا اور اس بستر میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

سونے چاندی کے پہاڑ..... حسن بن عرفہ (عباد بن عباد مھلبی، مجالد بن سعید، شعبی، مسروق) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری خاتون میرے پاس آئی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا، دوہرا کمبل، وہ اپنے گھر واپس گئی اور بستر بھیج دیا جس میں اون بھری ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی، اس نے آپ کا بستر دیکھا اور واپس چلی گئی، چنانچہ اس نے یہ بستر مجھے بھیج دیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اسے واپس کردو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے واپس نہ کیا، اس کا میرے گھر میں ہونا خوش نما تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا اے عائشہ! اس کو واپس کردو، خدا کی قسم! میں چاہوں تو سونا چاندی کے پہاڑ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کردے۔

نرم اور نازک بستر .... "شمائل" میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ بصری، عبداللہ بن مہدی، جعفر بن محمد) محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا چرمی تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کمبل کو دوہرا کردیتے تھے آپ علیہ السلام اس پر سوجاتے تھے، ایک دن میں نے سوچا کہ اگر اس کو چارتہوں والا کردوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نرم ہوجائے گا چنانچہ میں نے اس کو چوہرا کردیا، صبح ہوئی تو پوچھا میرے لئے کیا بچھایا تھا عرض کیا وہی بستر ہے، لیکن ہم نے اس کو چوہرا کردیا تھا یہ سوچ کر کہ وہ آپ علیہ السلام کے لئے نرم و گداز ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پہلی حالت میں کردو، اس کی نرمی اور گدگدے پن نے مجھے آج رات اپنے وقت پر نماز پڑھنے سے غافل کردیا۔

ذی یزن کا حلہ...... حافظ طبرانی (محمد بن ابراہیم، ابن لھیعہ، ابوالاسود، عروہ) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں یمن گیا اور "ذی یزن شاہ یمن" کا حلہ خرید کرلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ ارسال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کردیا پھر میں نے اس فروخت کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خرید لیا اور پہن کر صحابہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور میں نے اس سوٹ میں کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین و جمیل نہ دیکھا اور میں نے فی البدیہہ بے ساختہ کہا:

ما ینظر الحکام بالفضل بعدما
بدا واضح من غر قوجحول
إذا قایسوه الجد اربی علیهم
بمستفرع ماء الذناب سجیل

"روشن پیشانی اور حسین و جمیل بدن کے نمایاں ہونے کے بعد منصف مزاج کس خوبی کو دیکھتے ہیں، جب وہ اس کی عظمت و رفعت کا مقابلہ کرتے ہیں تو وہ اپنی خوبی کی وجہ سے ان کے وہم و گمان پر غالب آجاتا ہے، کبھی بھی پر نہیں مارتی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سماعت فرمائے اور میری جانب متوجہ ہوکر مسکرائے، پھر گھر تشریف لے گئے اور اس کو اتار کر اسامہ بن زید کو پہنا دیا۔

مال و دولت کے متعلق پوچھ گچھ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین بن علی، زائدہ، عبدالملک بن عمیر، ربعی بن فراش) حضرت ام سلمہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس متغیر تھا۔ میں نے یہ تغیر کسی درد و الم کی بناء پر سمجھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر دیکھ رہی ہوں کیا کسی درد کی وجہ سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! بات یہ ہے کہ وہ سات دینار جو کل ہمارے پاس آئے تھے ہم نے ان کو شام تک اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کیا اور بستر کے کونے میں بھول گئے تھے، (تفرد بہ احمد)۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ (ابوسلمہ، بکر بن مضر، موسیٰ بن جبیر) ابوامامہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کاش تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز بیماری کی حالت میں دیکھ لیتے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا میرے پاس چھ دینار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے (یا سات بقول موسیٰ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان کے خیرات کرنے کا حکم فرمایا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کی وجہ سے ان کو

تقسیم نہ کر سکی، یہاں تک کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت یاب کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: ان ۶ یا ۷ دیناروں کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا واللہ! آپ کی تیمارداری کے وجہ سے میں ان سے غافل ہوگئی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منگوایا اور ہتھیلی میں ان کو پھیلا کر فرمایا ان دیناروں کے ہوتے ہوئے اگر اللہ کا رسول فوت ہو جاتا تو اس کا کیا گمان ہوتا۔ (تفرد بہ احمد)

مال کی ذخیرہ اندوزی کا مطلب ... قتیبہ رحمہ اللہ علیہ (جعفر بن سلیمان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتے تھے، یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلد خراب ہونے والی اشیاء کا ذخیرہ نہ کرتے تھے، مثلاً خورد و نوش وغیرہ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنی نضیر کی اراضی میں سے (جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فے میں دی تھی جس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کا ایک سال کا خرچہ الگ کر لیتے تھے اور باقی ماندہ کو گھوڑوں اور اسلحہ کی خرید میں جہاد کے مصارف میں خرچ کر دیتے تھے اور ہمارے اس بیان کی تائید امام احمد رحمہ اللہ کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ (مروان بن معاویہ، ہلال بن سوید ابو معلیٰ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے تین پرندے ہدیہ کئے، ایک پرندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم کو کھلایا، دوسرے روز وہ پرندے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے کل کے لئے ذخیرہ کرنے سے منع نہیں کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر روز کا رزق بھیجتا ہے۔

حدیث بلال رضی اللہ عنہ اور ادائیگی قرض کی فکر ... بیہقی رحمہ اللہ علیہ (ابوالحسین بن بشران، ابو محمد بن جعفر بن نصیر، ابراہیم بن عبداللہ بصری، بکار بن محمد، عبداللہ بن عون، ابن سیرین) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو آپ کے خازن تھے) کے پاس تشریف لائے، ان کے پاس کھجور کا ایک ڈھیر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، بلال! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا ان کھجوروں کا ذخیرہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صد افسوس! اے بلال! کیا تجھے خوف نہیں کہ اس کے باعث دوزخ میں ہلاکت کے درمیان میں جاؤ گے۔ بلال راہ خدا میں خرچ کر اور عرش والے سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ (ابوداؤد، بجستانی اور ابو حاتم رازی، ابو توبہ ربیع بن نافع، معاویہ بن سلام، زید بن سلام) عبداللہ الھوزنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ حلب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے میں ملا میں نے پوچھا: بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کے بارے میں کچھ فرمائیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر وفات تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے اخراجات کا نگران تھا، جب کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تنگ دست سمجھتے تو مجھے حکم دیتے، میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لئے چادر یا خورد و نوش کی کوئی چیز خرید کر لے آتا اور اسے پہناتا اور کھلاتا، یہاں تک میرے پاس ایک مشرک آیا اور اس نے کہا: اے بلال! اے بلال! میں سرمایہ دار ہوں، مجھ سے بھی قرض لیا کر۔ چنانچہ میں اس کے قول کے مطابق اس سے قرضہ لینے لگا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا تو دیکھا کہ وہ مشرک تجار کے ہمراہ موجود ہے اسنے مجھے دیکھ کر کہا: او حبشی! میں نے کہا جی جناب تو اس نے مجھے ناشائستہ بات اور نازیبا کلمات کہے اور پھر پوچھا معلوم ہے اس ماہ کے کتنے روز باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا: ختم ہونے کے قریب ہے۔ اس نے یاددہانی کی خاطر کہا: صرف چار روز باقی ہیں میں تجھے قرضہ کے عوض غلام بنالوں گا۔ میں نے یہ قرض تیرے اور تیرے رسول کی عزت و احترام کی خاطر نہیں دیا بلکہ میں نے تو یہ صرف اس لئے دیا تھا کہ تو میرا غلام بن جائے اور تجھے بکریوں کا چرواہا مقرر کروں جیسا کہ تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا، یہ تہذیب سے گری ہوئی بات سن کر میرے دل پر وہی گزری جو عام لوگوں کے دلوں پر گزرتی ہے۔ پھر میں نے جا کر اذان کہی اور عشا کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر جا چکے تھے، میں نے حاضری کی اجازت طلب کی، مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مشرک جس کا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا ہوں اس نے اس طرح مجھے غیر مہذبانہ باتیں کہی ہیں۔ قرض کی ادائیگی کے لئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ ہے اور نہ ہی میرے پاس

چنانچہ وہ مجھے رسوا کرے گا۔ آپ مجھے اجازت دیجئے میں مسلمان قبائل کے ہاں روپوش ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس قدر مال عطا فرما دے کہ میرا قرض ادا کر دیں۔

چنانچہ میں چلا آیا اور گھر پہنچ کر سفر کا مصمم ارادہ کر لیا، تکیہ کے پاس اپنی تلوار، نیزہ برچھا اور جوتا رکھ کر لیٹ گیا اور منہ مشرق کی طرف کر کے سو گیا جب بھی میری آنکھ کھلتی میں معلوم کرتا کہ ابھی کافی رات ہے پھر سو جاتا یہاں تک ''صبح کاذب'' کا ستون اور عمود روشن ہوا تو میں سفر کی تیاری کرنے لگا، تو محسوس ہوا کہ کوئی شخص بلا رہا ہے، اے بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دیکھا تو وہاں چار اونٹ سامان کے لدے ہوئے موجود ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے قرض کی ادائیگی کا سامان کر دیا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم چار بیٹھے ہوئے اونٹوں کے پاس سے نہیں گزرے؟ عرض کیا: کیوں نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ اور ان پر لدا ہوا سامان سب تمہارا ہے، ان پر پارچہ جات اور غلہ لدا ہوا تھا۔ یہ ''عظیم فدک'' نے تحفہ بھیجا ہے، اس سامان کو اپنے قبضہ میں لے لو اور قرض ادا کر دو۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ان کو اپنے قبضہ میں لے کر سامان اتارا اور اونٹوں کو چارہ ڈالا، پھر میں نے فجر کی اذان دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو میں بقیع میں چلا آیا اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر اعلان کیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض وصول کرنا چاہتا ہے وہ آ جائے۔ چنانچہ میں فروخت کرتا رہا اور قرض ادا کرتا رہا اور سامان تجارت کے لئے پیش کرتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب قرض بے باق ہو گیا صرف دو یا ڈیڑھ اوقیہ بچ گئے۔

پھر میں مسجد میں چلا آیا اور دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مسجد میں موجود ہیں۔ میں نے سلام کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: قرض کا کیا ہوا تو میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب قرض کا اہتمام کر دیا ہے۔ سب قرض بے باق ہو گیا ہے، پوچھا: کچھ بچا۔ میں نے عرض کیا! دو دینار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو (اس کو بھی راہ خدا میں تقسیم کر دو) کہ مجھے ان سے راحت ملے۔ جب تک ان کو تقسیم کر کے مجھے راحت میسر نہ کرو گے میں اپنے اہل وعیال میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا، چنانچہ کوئی صدقہ لینے والا نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک مسجد میں رہے اور دوسرے روز بھی مسجد میں قیام رہا۔ پچھلے پہر دو سوار آئے۔ میں ان کو ساتھ لے گیا اور ان کے لباس اور طعام کا انتظام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عشاء کی نماز پڑھی تو مجھے بلا کر پوچھا جو تمہارے پاس رقم تھی اس کا کیا ہوا؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اس کی ذمہ داری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبکدوش کر دیا ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس ڈر سے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہ ہو جائیں اور ان کے پاس یہ مال موجود ہو۔

پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو گیا۔ آپ ایک ایک کر کے سب ازواج مطہرات کے ہاں گئے اور ان کو سلام کہا پھر اپنی شب باشی کے مقام پر چلے آئے، یہ ہے وہ مسئلہ جس کے بارے تم نے مجھ سے دریافت کیا۔

فراخ دلی......''شمائل'' میں امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ (ہارون بن موسیٰ بن ابی علقمہ مدینی، ابوہ، ہشام بن سعد، زید بن اسلم، اسلم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کچھ موجود نہیں جو میں آپ کو دوں مگر آپ میرے نام پر خرید لیں اور جب میرے پاس مال آئے گا تو میں قرض ادا کر دوں گا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو آپ کے پاس تھا آپ دے چکے، جو چیز آپ کی قدرت میں نہیں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا مکلف نہیں بنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقولہ ناگوار گزرا، پھر ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سخاوت کیجئے، عرش والے اللہ سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کا یہ مقولہ پسند آیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور انصاری کے مقولہ کی وجہ سے آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دریا دلی اور سخاوت کا مجھے حکم ہوا ہے۔

حدیث میں ہے کہ سنو! وہ لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے میری سرشت میں بخل پیدا نہیں کیا۔ اور نبی علیہ السلام نے غزوہ حنین

میں مال غنیمت کی تقسیم کے وقت وہ مسلسل سوال کر رہے تھے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے کانٹوں کے برابر اونٹ ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا اور تم مجھے بخیل، کنجوس اور جھوٹا نہ پاتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن حجر، شریک، عبداللہ بن محمد بن عقیل) ربیع بنت معوذ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا طباق اور چھوٹی چھوٹی ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مٹھی بھر زیور یا او، سونا عطا کیا۔

ہر لحظہ فکر آخرت۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان، مطرف، عطیہ) حضرت ابوسعید سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیونکر خوش وخرم رہ سکتا ہوں حالانکہ صور والا فرشتہ صور منہ میں لئے کھڑا ہے، اس نے اپنی پیشانی جھکائی ہوئی ہے اور کان لگائے ہوئے منتظر ہے کہ کب حکم ہو کہ میں اسی وقت پھونک شروع کر دوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان سنگین حالات میں ہم کیا کہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کہو:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (۳/۱۷۳)

اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے (ابن ابی عمر، سفیان بن عیینہ، مطرف اور خالد بن طہمان) سے اور یہ دونوں عطیہ اور ابوسعید عوفی بجلی سے بیان کرتے ہیں اور ابوالحسن الکوفی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت ابوسعید خدری سے بیان کرتے ہیں بقول ترمذی رحمۃ اللہ علیہ یہ حسن ہے۔ میں (ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔

نبی علیہ السلام کی تواضع اور انکساری..... امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید قطان، عمرو بن محمد، سباط بن نصر، سدی، ابوسعد ازدی جو ازد قبیل کا قاری تھا، ابوالکنود) خباب رضی اللہ عنہ سے ولا تطرد الذین یدعون ربھم (۶/۵۲) کی تفسیر میں منقول ہے کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت خباب وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ناتواں اور کمزور مسلمانوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے پایا، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و نواح بیٹھے ہوئے دیکھ کر ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا، ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے "مخصوص نشست" کا اہتمام کریں جس کی وجہ سے عرب ہماری فضیلت و برتری کے معترف ہوں کیونکہ عرب کے وفد آپ کی خدمت میں آتے ہیں، ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ ہمیں ان "غلاموں" کے ہمراہ بیٹھے ہوئے دیکھیں۔

چنانچہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اٹھا دیں اور جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے فارغ ہو جائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اگر چاہیں تو تشریف رکھیں (ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہاں" میں جواب دیا تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ معاہدہ تحریر کروا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ منگوایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ یہ معاہدہ لکھ دیں اور ہم مسجد کے کونے میں بیٹھے ہوئے (یہ منظر دیکھ رہے تھے) کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا" اور جو لوگ اپنے رب کو صبح اور شام پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور نہ کر، جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں، تیرے ذمہ ان کا کوئی حساب نہیں ہے اور نہ کوئی حساب ان کے ذمہ ہے اگر تو نے ان کو دور ہٹایا پس تو بے انصافوں میں سے ہوگا (پھر اقرع اور عیینہ کا ذکر کیا) اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمایا ہے تاکہ یہ لوگ کہیں کیا یہی ہیں ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے اللہ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں اور ہماری آیتوں کے ماننے والے جب تیرے پاس آئیں تو کہہ دو کہ تم پر سلام ہے تمہارے رب نے اپنے ذمہ رحمت لازم کی ہے۔ (۶/۵۳)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر قریب ہو کر بیٹھتے تھے کہ ہمارے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملے ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف رکھتے اور جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا تو اٹھ کر چلے جاتے اور ہمیں مجلس میں چھوڑ جاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا اور اشراف کے ساتھ نہ بیٹھ اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے (یعنی عیینہ اور اقرع) اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ تباہ اور ہلاک ہے۔'' (۱۸/۲۸)

پھر سورہ کہف میں آیت ۳۲ سے لے کر ۴۴ تک دو آدمیوں کی مثال بیان کی پھر آیت ۴۵ سے سیاہ دنیا کا نقشہ کھینچا) حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتے جب اٹھنے کا وقت آتا تو ہم پہلے اٹھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اٹھتے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (یحیٰ بن حکیم، ابوداؤد، قیس بن ربیع، مقدام بن شریح، شریح) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ سورہ انعام (۶/۵۳) کی آیات، میرے ابن مسعود، صہیب، عمار، مقداد اور بلال (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں نازل ہوئیں۔ قریش نے مطالبہ کیا: یا رسول اللہ! ہم پسند نہیں کرتے کہ ان غلاموں کے تابع ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مجلس سے دور کر دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبیدہ خاطر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ۔ (۶/۵۲)

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی، ابوسعید بن اعرابی، ابوالحسن خلف بن محمد واسطی دوسی، یزید بن ہارون، جعفر بن سلیمان ضبعی، معلی بن زیاد، علاء بن بشیر مازنی، ابوالصدیق ناجی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجروں کے ایک گروہ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ برہنگی کی بناء پر ایک دوسرے کی اوٹ لیتے تھے اور ایک قاری مجلس میں تلاوت کر رہا تھا اور ہم سن رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ منتخب کئے ہیں جن کے ساتھ مجھے رہنے کا حکم ہوا ہے۔ پھر مجلس وسیع ہو گئی اور سب لوگوں کے چہرے نمایاں ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کو نہ پہچانا اور فرمایا: اے مہاجرین کے گروہ قیامت کے روز تم ''نور'' کی بشارت قبول کرو، اغنیاء سے نصف یوم قبل تم جنت میں جاؤ گے اور نصف یوم کا عرصہ پانچ سو سال ہے۔

کس کے لئے قیام مکروہ ہے...... امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ اجمعین (حماد بن سلمہ، حمید) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر، کھڑے نہ ہوتے تھے کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قیام کو بہ نظر کراہت دیکھتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کا طریقہ عبادت...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ نہ ترک کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل متعدد ایام روزہ رکھتے تھے اور ہم کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے۔ رات کو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام کی حالت میں دیکھنا چاہو تو دیکھ سکو گے۔ اس طرح قیام اور نیند کی حالت میں دیکھنا چاہو تو دیکھ سکو گے۔

۸ تراویح ۳ وتر...... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت سے زیادہ کبھی نماز نہیں پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے تم ان کی حسن و خوبی اور درازی کے بارے میں پوچھو، پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور وہ ایک سورت کو اس طرح آہستہ آہستہ پڑھتے تھے کہ وہ طویل سے بھی طویل تر ہو جاتی۔

نہایت طویل نماز...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک رات نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ، نساء اور آل عمران تلاوت فرمائی اور رکوع بھی اس کے قریب طویل کیا اور قومہ بھی نیز سجدہ بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات قیام کیا اور (۵/۱۱۸) آیت کو بار بار اور مکرر صبح تک پڑھتے رہے، ان تعذبھم فانھم عبدک وان

تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم (رواہ احمد) یہ تمام روایات صحیحین کے علاوہ صحاح کتب میں بھی موجود ہیں ان کی تفصیل کتاب الاحکام الکبیر میں ہے۔
صحیحین میں (سفیان بن عیینہ، زیاد بن علاقہ) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک قیام کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پھٹ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طویل قیام کی بات عرض کیا گیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے گئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ سلام بن سلیمان از ثابت از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خوشبو اور خواتین محبوب ہیں اور نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ (احمد اور نسائی)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد بن سلمہ، علی بن زید، یوسف بن مہران) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سب اعمال سے محبوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر چاہیں پڑھیں۔ صحیحین میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ شدید گرمی کے موسم میں ماہ رمضان میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ دار تھے۔
صحیحین میں (منصور از ابراہیم از علقمہ) مروی ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ایام کو اعمال کے لئے ساتھ مخصوص کیا کرتے تھے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "نہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا معمول ہمیشگی اور مداومت تھا۔ جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی استطاعت تھی تم میں سے کوئی ایسی سکت رکھتا ہے؟

وصال صیام..... صحیحین میں حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وصال اور مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اعمال میں تم میں سے کسی ایک فرد کے مشابہ نہیں ہوں۔ میں پروردگار کی عنایت میں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ دراصل یہ کھلانا اور پلانا معنوی ہے جیسا کہ ابن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر مجبور نہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو کھلاتا پلاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا:

لھا احادیث من ذکراک یشغلھا عن الشراب ویلھیھا عن الزاد

"تیری یاد میں اس کی نیازمندانہ باتیں، اس کو خورد ونوش اور سامان سفر سے غافل اور بے نیاز کر دیتی ہیں"۔

استغفار..... (نضر بن شمیل، محمد بن عمرو، ابوسلمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک روز میں سو بار اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (فریابی، ثوری، اعمش، ابراہیم، عبیدہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قرآن سنا، میں نے عرض کیا: کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دوسرے سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے سورہ نساء سے تلاوت کی اور **فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا** (۴/۴۱) آیت تلاوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس۔ میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہیں۔

مال زکوۃ سے اجتناب اور احتیاط..... صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر کھجور پا کر فرماتے کہ: مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ صدقہ و زکوۃ میں سے ہوگی تو میں اس کو کھا لیتا۔
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اسامہ بن زید، عمر بن شعیب، ابوہ) جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رات کو اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی اور کھالی، پھر رات بھر نیند نہ آئی تو کسی بیوی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ رات بھر کیونکر بیدار رہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ: میں نے رات کو اپنے پہلو کے نیچے کھجور پائی اور کھالی اور ہمارے ہاں زکوۃ کی کھجوریں بھی تھیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ زکوۃ میں سے ہوگی (تفرد بہ احمد) سند میں اسامہ بن زید لیثی، مسلم کے رجال میں سے ہے) ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ کھجور زکوۃ کی نہ تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور صیانت کی وجہ سے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ورع اور تقوی کے کمال درجہ پر فائز ہونے کی بناء پر رات بھر بے خواب اور بیدار رہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ میں کس چیز سے پرہیز کروں اور بچوں۔ (دوسری حدیث میں ہے کہ) مشتبہ اور مشکوک کام چھوڑ کر غیر مشتبہ اور صحیح کام اختیار کروں۔

نماز کے دوران ہنڈیا کے ابال کی آواز ... حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ (ثابت مطرف بن عبداللہ شخیر) ابو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ سے ہانڈی کے جوش اور ابال کی سی آواز آرہی تھی (ایک روایت میں ہے) کہ آہ وبکا کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں سے چکی کی سی آواز آرہی تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو کریب محمد بن علاء ہمدانی، معاویہ بن ہشام، شیبان، ابو اسحاق، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے ہورہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورہ ھود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت کے معانی اور مطالب نے بوڑھا کردیا ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو کریب معاویہ، ہشام، شیبان، فراس، عطیہ) ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بڑھاپا آپ پر تیزی سے طاری ہورہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سورہ ھود اور اس کے ہم معنی سورہ واقعہ، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کردیا ہے۔

نبی علیہ السلام کی شجاعت وجسارت کا بیان...... ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے لاتکلف الا نفسک (۴/۸۴) سے استنباط کیا ہے کہ جب مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر وثبات اور استقامت کا حکم تھا خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع اور دلیر تھے اور سب سے زیادہ صبر مند تھے اور سب سے زیادہ طاقتور تھے میدان جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا اگرچہ ساتھی پسپا ہوجائیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مٹھی بھر سنگریزے ایک ہزار مشرکین کی طرف پھینکے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "شاهت الوجوه" (چہرے بدشکل ہوگئے) فرمایا: تو وہ سب پر اثر انداز ہوئے۔ ایسا ہی واقعہ جنگ حنین کا ہے۔ (کما تقدم)

غزوۂ احد میں اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں پسپا ہوگئے اور خود نبی علیہ السلام بنفس نفیس ثابت قدم رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ محض بارہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے صبر واستقلال کا مظاہرکیا۔ سات شہید ہوگئے اور پانچ باقی بچے اور زندہ رہے۔ ابی بن خلف ملعون اسی وقت جہنم رسید ہوا۔ جنگ حنین میں اسلامی فوج بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھی اکثر لوگ پسپا ہوگئے اور نبی علیہ السلام قریباً سو صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت میں ثابت قدم رہے۔ آپ علیہ السلام اس روز "دلدل" خچر پر سوار تھے اور اس کو دشمن کی سمت آگے بڑھا رہے تھے اور علی الاعلان فرمارہے تھے انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب، یہاں تک کہ حضرت عباس، حضرت علی اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس خچر سے چمٹ رہے تھے کہ اس کی رفتار کو کم کریں مبادا کوئی دشمن آپ علیہ السلام پر حملہ آور ہوجائے۔ آپ علیہ السلام برابر جوش وجذبہ کا اظہار فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس میدان میں فتح وکامرانی کے ساتھ ہمکنار کیا۔ لوگ واپس لوٹے تو آپ علیہ السلام کے سامنے انسانی "اعضاء" بکھرے پڑے تھے۔

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ (عباس بن ولید بن صبح دمشقی، مروان بن محمد، سعید بن بشیر، قتادہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب لوگوں سے زیدہ اور شدید حملہ آور ہونے میں ممتاز ہوں۔

سابقہ کتابوں میں نبی علیہ السلام کی صفات اور حلیہ مبارک۔.. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد سے قبل ہم "بشارۃ" میں قابل قدر حصہ اور چیدہ چیدہ واقعات بیان کر چکے ہیں اور اب ہم اس سے چند واقعات بیان کریں گے۔

بخاری اور بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہما (فلیح بن سلیمان، ہلال بن علی) عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے تورات کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اثبات میں جواب دے کر بتایا واللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں بیان شدہ صفات میں سے بعض قرآن میں بھی موجود ہیں۔ اے نبی! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا ہے، شاہد، مبشر، نذیر اور ناخواندہ قوم کا فرد اور پشت پناہ تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام متوکل رکھا ہے، نہ تند خو نہ سنگدل، نہ بازاروں میں چلانے والا، بدی کا بدلہ بدی نہیں دیتا، بلکہ معاف اور درگزر کرتا ہے۔ اس کی بدولت "ملۃ عوجاء" اور جاہلی دور کو درست کرے گا کہ وہ کلمہ توحید کے قائل ہو جائیں گے پھر ان کی روح قبض کروں گا۔ ان کے ذریعہ نابینا لوگوں کو بینائی بخشوں گا اور بہرے کانوں کو سماعت سے نوازوں گا۔ اور بیمار دلوں کو شفایاب کروں گا۔

عطاء بن یسار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ بعد ازاں "کعب احبار رضی اللہ عنہ" سے ملاقات ہوئی اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے ہو بہو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سا جواب دیا، ہاں کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف "اعینا" کہا بغیر "عمیا" کے۔

متن بخاری کا ایک نکتہ...... نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "عبداللہ رضی اللہ عنہ" سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت ہلال بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔ سند میں عبداللہ بغیر ولدیت کے بیان ہے بعض عبداللہ ابن رجا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اور بعض عبداللہ بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہی ارجح اور درست ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (سعید، ہلال، عطا، عبداللہ بن سلام) سے معلق بیان کیا ہے، (بجائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے)۔

بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ (یعقوب بن سفیان، ابو صالح عبداللہ بن صالح کاتب لیث، خالد بن یزید، سعید بن ابی ہلال، اسامہ، عطاء بن یسار) ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (یہ) صفات (تورات) میں پاتے ہیں میں نے آپ علیہ السلام کو رسول بنا کر مبعوث کیا، شاہد اور مبشر، تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، آپ علیہ السلام تند خو اور سنگدل نہیں۔ بازاروں میں شور و غل نہیں کرتے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے مگر معاف اور درگزر کرتے ہیں میں اس کی روح کو قبض نہ کروں گا یہاں تک کہ وہ "ملت عوجاء" کو سیدھا کر دے کہ وہ کلمہ توحید کے قائل ہو جائیں، اس کے ذریعہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بیمار دلوں کو شفایاب کروں گا۔

عطا بن یسار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ مجھے لیثی نے آگاہ کیا کہ اس نے کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو بہو ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سنا ہے۔ یہ قصہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور سند سے بھی مروی ہے۔

* **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے**...... امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (زید بن اخرم طائی بصری، مسلم بن قتیبہ، ابو مودود مدنی، عثمان ضحاک، محمد بن یوسف، عبداللہ بن سلام، ابوہ، جدہ) بیان کرتے ہیں کہ تورات میں یہ تحریر موجود ہے کہ محمد علیہ السلام کے ساتھ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دفن ہوں گے، ابو مودود کا بیان ہے کہ روضہ اطہر میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور سند میں معروف و مشہور ضحاک بن عثمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "اطراف" میں ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ کے موافق نقل کیا ہے، انہوں نے مزید کہا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے جو ضحاک بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے مقدم ہے۔ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حاتم سے ان لوگوں کی فہرست میں بیان کیا جن کا نام عثمان ہے۔

ان صفات کے راوی ...... یہ صفات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ (آپ کا شمار ان ائمہ اہل کتاب میں سے ہے جو مسلمان ہوئے) اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی۔ آپ کو ان صفات پر دسترس اس بناء پر تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ یرموک میں اہل کتاب کی کتب کے دو تھیلے حاصل کئے تھے، وہ ان کے باعث اہل کتاب سے نقل کرتے تھے، نیز کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی (یہ صفات مروی ہیں) وہ متقدمین کے اقوال کے شناسا تھے، بایں' ہمہ ان میں خلط مبحث، غلط بیانی اور تحریف وتبدیلی ہے۔ کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کسی تبصرہ وتنقید کے ان کو نقل کرتے ہیں اور بعض اسلاف نے ان پر حسن ظن کرتے ہوئے ان کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ اور ان کا بیشتر حصہ قرآن وحدیث کے مخالف اور ضد ہے۔ مگر اکثر لوگ اس کو نہیں سمجھتے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، ابن اسحاق، محمد بن ثابت بن شرحبیل) ام الدرداء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسے مذکور ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہم آپ کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مذکور پاتے ہیں آپ علیہ السلام کا صفاتی نام متوکل ہے آپ علیہ السلام نہ تندخو ہیں اور نہ ہی سنگ دل اور نہ ہی بازاروں میں چلانے والے، ان کو زمین کے خزینوں کی کلید عطا کی گئی ہے۔ اللہ نے ان کو مبعوث فرمایا ہے کہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور کج زبانوں پر کلمہ توحید جاری کریں۔ مظلوم کے معاون ہوں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔

اسی سند کے ساتھ (یونس بن بکیر، یونس بن عمرو، عیزار بن حریب) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انجیل میں ہے کہ آپ علیہ السلام نہ تندخو ہیں نہ سنگدل اور نہ بازاروں میں چلانے والے، اور بدی کا بدلہ بدی نہیں دیتے بلکہ معاف اور درگزر کرتے ہیں۔

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (قیس، بجلی، سلام بن مسکین) مقاتل بن حیان سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی "اے ابن بتول! اے پاکدامن مریم کے بیٹے! میرے احکام میں سنجیدگی اختیار کر، ہزل اور مزاح سے اجتناب کر، سن اور اس کی اطاعت کر، میں نے تجھے بن باپ کے پیدا کیا ہے اور میں نے تجھے کائنات کا معجزہ قرار دیا ہے پس تو میری ہی عبادت کر، اور صرف مجھ پر اعتماد وتوکل کر اور "اہل سوران" کو بتا دے کہ میں زندہ جاوید حق ہوں تم عربی نبی کی تصدیق کرو جو اونٹوں والا ہے، زرہ پوش صاحب عمامہ، نعلین والا، صاحب عصا، سر کے بال معمولی گھنگریالے، پیشانی کشادہ، دونوں ابرو باہمی پیوستہ، شرمیلی آنکھیں، بلند بینی، صاف رخسار، داڑھی گھنی، رخ زیبا پر پسینہ موتیوں کی مانند، جسم سے کستوری کی مہک گردن گویا نقرئی صراحی دار، پسیوں میں جاری ساری ہے، سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری، سینہ اور پیٹ بالوں سے عاری، قدم اور ہتھیلیاں مضبوط اور پر گوشت، جب لوگوں میں شامل ہو تو ان پر محیط، جب چلے تو آگے کو جھکتا ہوا گویا پہاڑ سے اتر رہا ہے اور ڈھلوان کی جانب جا رہا ہے اور ان کی نسل نہ ہوگی۔"

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے وہب بن منبہ یمانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مناجات کے لئے قریب کیا تو انہوں نے کہا:

(۱) اے پروردگار! مجھے تورات میں ایک قوم کا ذکر ملتا ہے "جو سب سے بہتر ہے، لوگوں کے مفاد کے لئے پیدا کی گئی ہے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر اور برائی سے منع کریں گے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے، ان لوگوں کو میری امت بنا دے۔" اللہ نے بتایا یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے رب! میں تورات میں ایک ایسی قوم کا ذکر پاتا ہوں جو اقوام عالم سے بہتر ہے جو سب اقوام کے بعد پیدا ہوگی اور بروز قیامت سب سے اول ہوگی، خدایا! ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا یہ امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب! میں تورات میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں، ان کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا وہ اس کی تلاوت کریں گے۔ قبل ازیں لوگ کتاب کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور اس کو حفظ نہ کرتے تھے، الٰہی! ان کو میری امت بنا دے۔ اللہ نے فرمایا یہ امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۴) اے رب! میں تورات میں ایسی قوم کا تذکرہ پاتا ہوں جو پہلی اور آخری تمام کتاب پر ایمان لائیں گے جو ضلالت اور گمراہی کے علم

برداروں سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ وہ یک چشم دجال سے جنگ کریں گے۔ان کو میری امت بنادے۔اللہ نے فرمایا یہ امت احمد ﷺ کا ہے۔

(۵) اے رب! میں تورات میں ایک امت کا ذکر پڑھتا ہوں جو اپنے صدقات کھاتی ہے، قبل ازیں جب کوئی مال سے اپنا صدقہ نکالتا اللہ اس پر آگ بھیجتا وہ اسے کھا جاتی اور اگر وہ صدقہ مقبول نہ ہوتا تو اس کو آگ بھسم نہ کرتی، ان لوگوں کو میری امت بنادے اللہ نے فرمایا یہ امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۶) یارب! میں تورات میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں جب کوئی ان میں سے بدی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسکے نامہ اعمال میں نہیں لکھی جاتی اگر اس پر عمل کرے تو اس کے نامہ اعمال میں ایک بدی درج کی جاتی ہے اور جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اگر وہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ نیکی اس کے دفتر عمل میں "حسب نیت" دس سے لے کر سات سو تک نیکی درج کی جاتی ہے ان کو میری امت بنادے۔اللہ نے فرمایا یہ امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۷) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارب! میں تورات میں ایک امت کا ذکر پاتا ہوں وہ سفارش کریں گے اور ان کی سفارش قبول ہوگی۔ خدایا! ان کو میری امت بنادے۔اللہ نے فرمایا وہ امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت داود علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا مژدہ..... وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے قصہ داؤد علیہ السلام اور زبور میں ان کی طرف وحی کے بارے میں بیان کیا ہے۔اے داؤد علیہ السلام! تیرے بعد ایک نبی آئے گا، اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد ہے اور راست گو، اور رئیس ہے، میں اس پر کبھی ناراض نہ ہوں گا۔اس کی امت مرحومہ ہے (مغضوبہ نہیں) میں ان پر ایسی نوازشات کروں گا جیسی بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام پر کی ہیں۔ میں نے ان پر وہ فرائض وواجبات مقرر کیے ہیں جو پہلے انبیاء ورسل پر مقرر کئے تھے وہ میرے پاس قیامت کے روز آئیں گے ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کی طرح ہوگا کیونکہ میں نے ان پر لازم قرار دے دیا ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کریں جیسا کہ میں نے ان سے قبل انبیاء علیہم السلام پر واجب کیا تھا، میں نے ان کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے قبل انبیاء علیہم السلام کو دیا ہے۔ میں نے ان پر حج فرض کیا ہے جیسا کہ ان سے قبل انبیاء علیہم السلام پر فرض کیا تھا۔میں نے ان کو "جہاد" کا حکم دیا ہے جیسا کہ ان سے قبل انبیاء ورسل علیہم السلام کو حکم دیا تھا۔

اے داؤد علیہ السلام میں نے محمد علیہ السلام اور امت محمد کو اقوام عالم سے ممتاز کیا ہے میں نے ان کو چھ خوبیاں عطا کی ہیں جو کسی کو عطا نہیں کیں:

(۱) میں ان کی خطاونسیان پر گرفت نہ کروں گا۔

(۲) جو گناہ وہ نادانستہ کریں گے اگر وہ مجھ سے بخشش کے طلب گار ہوں گے تو وہ میں معاف کردوں گا۔

(۳) جو عمل انہوں نے اپنی آخرت کی خاطر بطیب خاطر کیا، اس میں ان کے لئے بے حساب اضافہ کروں گا، ان کے لئے میرے پاس ذخیرہ شدہ اعمال میں کئی گناہ اضافہ ہے اور مزید برآں۔

(۴) مصائب وآلام کے وقت جب وہ صبر کریں گے اور زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کہیں گے میں ان کو بخشش ورحمت اور جنت کی طرف رہنمائی سے نوازدوں گا، اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو میں ان کی دعا قبول کروں گا، دعا کا ثمرہ وہ فورا دیکھ لیں گے یا میں ان سے کسی مصیبت کو دور کردوں گا۔یا ان کے لئے آخرت میں ذخیرہ کردوں گا۔

(۵) اے داؤد علیہ السلام! امت محمد یہ کا جو فرد، کلمہ توحید کا تہہ دل سے اعتراف واقرار کرتا ہوا مجھے ملے گا وہ جنت اور ناز ونعمت میں میرے ہمراہ ہوگا۔

(۶) اور جو شخص محمد علیہ السلام اور قرآن کی تکذیب اور اس کا مذاق اور تمسخر کرتا ہوا میرے پاس آئے گا، میں اس کو سخت ترین عذاب قبر میں مبتلا کروں گا اور قبر سے حشر کے وقت ملائکہ علیہم السلام اس کے چہرے اور پشت پر ماریں گے پھر اس کو میں جہنم کے زیریں طبقہ میں ڈال دوں گا۔

انبیاء علیہم السلام کی تصاویر...... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (الشریف ابوالفتح عمری، عبدالرحمان بن ابی شریح ھروی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، عبد

اللہ بن شبیب ابوسعید، محمد بن عمر بن سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم، ام عثمان، بنت سعید بن محمد، ابوھا سعید بن محمد) ابوہ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو معبوث فرمایا اور مکہ میں آپ علیہ السلام کا بول بالا ہوا میں شام کی طرف روانہ ہوا جب میں "بصریٰ" پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کا ایک وفد آیا اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تو حرم کا باشندہ ہے میں نے "ہاں" میں جواب دیا تو انہوں نے پوچھا: جس شخص نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اسکو جانتے ہو؟ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے معبد میں لے گئے۔ اسمیں بہت سی مورتیاں اور تصویریں تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا: "دیکھ" کیا تجھے ان میں اس نبی علیہ السلام کی صورت نظر آ رہی ہے جو تم میں مبعوث ہوا ہے؟ میں نے غور سے دیکھا اور آپ علیہ السلام کی تصویر ان میں نہ پائی تو بتایا مجھے ان کی تصویر نہیں ملی تو وہ مجھے اس سے بڑے گرجا میں لے گئے، کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں پہلے معبد کی نسبت زیادہ تصاویر اور مورتیاں ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا: غور کرو، کیا ان میں بھی وہ نظر آ رہے ہیں؟ میں نے دیکھا تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کی حامل ہے، نیز میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصویر مع ان کی صفات وحلیہ کے دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی کو پکڑے ہوئے ہیں۔

پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا ان کی تصویر دیکھ رہے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا "وہ یہ ہیں" میں نے کہا ہاں "بخدا" میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں" پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا، کیا اس شخص کو جانتے ہو جو ان کی ایڑی پکڑے ہوئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں پھر انہوں نے کہا ہم گواہ ہیں یہ تمہارے نبی ہیں اور یہ ان کے بعد خلیفہ ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "تاریخ" میں محمد سے (جس کی ولدیت ذکر نہیں کی اس محمد بن عمر سے) مختصر بیان کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ پہلے ہر نبی کے بعد نبی ہوتا تھا مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ابن کثیر نے تفسیر میں سورہ اعراف (۱۵۷/۷) کی تشریح کرتے ہوئے حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے بہ سند ابوامامہ باہلی، ہشام بن عاص اموی رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا ہے کہ میرے ہمراہ ایک قریشی کو ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجا گیا کہ ہم اسکو "اسلام" کی دعوت پیش کریں۔ پھر اس نے ہرقل کے پاس اپنی آمد کا ذکر کیا ہے کہ جب اس کے پاس کلمہ توحید پڑھا تو میں پہچان گیا کہ اس کی طبیعت پریشان اور مکدر ہوگئی ہے۔ پھر شاہ ہرقل نے ہمیں اپنے مہمان خانہ میں ٹھہرایا اور تین روز کے بعد اپنے دربار میں بلوایا۔ ہم پہنچ گئے تو اس نے مربع شکل کا بڑا سا صندوق منگوایا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے ہیں اور ہر خانے پر دروازہ آراستہ ہے ان میں انبیاء کی نقشی تصاویر ہیں جو ریشمی پارچہ جات پر بنی ہوئی ہیں از آدم علیہ السلام تا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ ایک ایک کر کے تمام تصاویر نکالنے لگا اور ان کی تفصیل سے آگاہ کرنے لگا، اس نے پہلے آدم، نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی تصاویر دکھائیں پھر اس نے جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھانے کا ارادہ کیا اور ایک در کھولا اس خانہ میں "سفید تصویر" ہے واللہ! ناگاہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے پوچھا: کیا تم اس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا: "ہاں" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہم اشکبار ہو گئے۔ (ہشام اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے) بخدا! وہ کچھ دیر کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا اور اس نے پوچھا۔ واللہ! یہ وہی ہیں؟ ہم نے اس کی تصدیق وتائید کی کہ یہ وہی ہیں جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں پھر اس نے تصویر کو ذرا دیکھ کر کہا: یہ آخری خانہ میں تھی لیکن میں نے اس کو جلدی سے اس وجہ سے نکالا کہ تمہارا عندیہ معلوم کرسکوں پھر اس نے انبیاء علیہم السلام کی باقی ماندہ تصاویر کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (اور آخر میں یہ ہے) کہ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ تصاویر کہاں سے حاصل ہوئیں؟ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ تصاویر انبیاء علیہم السلام کی شکل وصورت کے مطابق ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو، آپ علیہ السلام کے حلیہ مبارک کے بالکل موافق پایا ہے۔ اس نے بتایا کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ بنی آدم سے جو انبیاء علیہم السلام ہوں گے وہ دکھائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصاویر آدم علیہ السلام پر نازل فرمائیں اور یہ تصاویر حضرت آدم علیہ السلام کے خزانے میں تھیں جو "مغرب شمس" کے قریب ہے ان تصاویر کو وہاں سے "شاہ ذوالقرنین" نے نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

پھر اس نے کہا: واللہ! میرا دل چاہتا ہے کہ میں ملک اور حکومت کو خیرباد کہہ دوں اور تم سے بڑے آدمی کا غلام بن کر رہوں یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔

ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ پھر اس نے ہمیں عمدہ عمدہ عطیات دے کر الوداع کہا۔ جب ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے

اوران کو پوری روائیداد سنائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے کہا۔ بے چارہ مسکین! اللہ تعالیٰ کو اس کی رشد و ہدایت منظور ہوتی تو وہ ایسا کر گزرتا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آگاہ کیا تھا کہ نصاریٰ اور یہود کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ان کی کتابوں میں موجود ہے۔

زید بن عمرو کا قبول اسلام اور پیغام واقدی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عیسیٰ حکیمی، ابوہ) عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل سے سنا کہ میں اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک نبی کا منتظر ہوں۔ غالباً میں اس کا عہد مسعود نہ پاسکوں گا۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ اے ابن ربیعہ! اگر تمہاری عمر دراز ہو اور تیری ان سے ملاقات ہو جائے تو ان کو میرا اسلام کہنا اور میں تجھے ان کا حلیہ بتاتا ہوں تاکہ تمہیں ان کی پہچان میں اخفاء نہ رہے۔

میں نے عرض کیا بتاؤ! تو اس نے بتایا وہ درمیانہ قد نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ پست، سر کے بال بھی نہ کم نہ بیش، ان کی آنکھوں میں ہروقت سرخی ہوگی، ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے، ان کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، مکہ ان کی جائے ولادت اور مقام بعثت ہے، ان ہی کی قوم ان کو شہر بدر کرے گی اور وہ ان کے دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں گے یہاں تک کہ وہ سکونت ترک کر کے یثرب چلے جائیں گے اور ان کا بول بالا ہو جائے گا۔ ان کے بارے میں دھوکے اور فریب میں نہ آنا، میں نے دین ابراہیم کی تلاش و جستجو میں تمام دنیا چھان ماری ہے، میں نے جس یہودی، عیسائی اور مجوسی سے دین کے بارے پوچھا وہ سب یہی کہتے ہیں یہ ابراہیمی دین کا حامل ہے اور وہ نبی صادق ہے اور جیسا میں نے حلیہ بیان کیا وہ بھی ایسا ہی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آخری نبی ہے۔

عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کا پیغام پہنچایا اور اس کا سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا میں نے اس کو جنت میں دامن گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے۔

معجزات نبی علیہ السلام

قرآن بطور ایک عظیم معجزہ...... معجزات اور نبوت کے دلائل وشواہد دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی یا مادی اور حسی یا روحانی اور معنوی، روحانی اور معنوی معجزات میں سے قرآن پاک کا نزول ہے اور یہ سب سے عظیم معجزہ، روشن دلیل اور مبین برہان ہے اور وہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے جس کی نظیر محال ہے، عرب میں زبان دان شعراء اور آتش بیان خطباء موجود تھے۔ وہ نبی علیہ السلام کی مخالفت اور عداوت میں چور تھے مگر سب کے سب اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ ہوئے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا (۸۸/۱۷)

''کہہ دو اگر انسان اور جن اس بات پر جمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں تو اس جیسا نہ لاسکیں اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں۔''

ام یقولون تقوله بل لا یؤمنون فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین (۵۲/۳۴)

''کیا کہتے ہیں کہ پیغمبر نے قرآن از خود بنالیا ہے بات یہ ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو دیں''۔

یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے تو سن لو! وہ تم ہی جیسا انسان ہے تم بھی ایسا کلام تصنیف کر کے لے آؤ کہ تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز ہے۔

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات (ھود، آیت ۱۳)
''یہ کیا کہتے ہیں کہ اس نے قرآن از خود بنا لیا ہے کہہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ''۔
یعنی ایسی کتاب ترتیب نہیں دے سکتے تو کم از کم ایسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ پھر اس چیلنج اور اعلان عام کو مزید سہل کر کے صرف ایک سورت کا مطالبہ کیا کہ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو اس طرح کی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

قل فاتوا بسورة مثلہ (۳۸/ ۲) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثلہ (۲/۲۳)
اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے محمد عربی علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اس کی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔ فرمایا' فان لم تفعلوا ولن تفعلوا اگر تم ایسی سورت نہ لا سکو تو آئندہ بھی تم ہرگز نہیں کر سکو گے، یہ ایک نیا چیلنج اور دوسرا معجزہ ہے کہ قرآن کا مقابلہ ایک محال امر ہے اور ناشدنی بات۔ اس کا معارضہ اب ہو سکتا ہے نہ کبھی آئندہ ہو سکے گا۔ ایسا اعلان اور ناقابل تردید دعوی وہی باعتماد اور پر وثوق انسان کر سکتا ہے کہ جس کو پورا یقین ہو کہ کوئی انسان اس دعوی کو چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔
بالفرض اگر یہ اس کا اپنا کلام ہوتا تو اسے معارضے اور مقابلے کا اندیشہ ہوتا اور اس کی اصلیت کھل جاتی۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام کائنات سے زیادہ دانشور اور کامل تر انسان ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ایسا چیلنج اسی بناء پر دیا کہ اسے قبول کرنے کی کوئی فرد بشر جرأت نہیں کر سکے گا اور قیامت کی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوا کہ نبی علیہ السلام کے عہد مسعود میں تو کجا بلکہ اب تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر اور عاجز رہی ہے، یہ رب العلمین کا کلام ہے مخلوق میں سے اس کی ذات وصفات اور افعال میں اس کا کوئی بھی ہمسر اور مثیل نہیں تو پھر کلام اللہ کا معارضہ کیسے ممکن ہے۔

ایک وہم۔ لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین (۸، ۳۱)
''اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا کلام ہم بھی کہہ دیں اور یہ ہے ہی کیا صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔'' ایک بے دلیل بات اور باطل دعوی ہے۔ اگر وہ اپنے دعوی میں سچے ہوتے تو اس چیلنج کا مقابلہ کرتے۔ وہ تو صرف ڈینگیں مارتے ہیں اور شیخی بگھارتے ہیں اور ان کو اپنی کذب بیانی کا خوب علم ہے جیسے کہ وہ اس بات میں دروغ گو اور بہتان تراش ہیں۔
وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرة واصیلا
''یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوا رکھی ہیں وہ صبح اور شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔''
قل انزلہ الذی یعلم السر فی السموات والارض (۲۵/۶)
''کہہ دو کہ اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔''
یعنی اس قرآن پاک کو غیب جاننے والے نے اتارا ہے، وہ ارض وسما کا مالک ہے جو ماضی اور مستقبل سے خوب آگاہ ہے۔ اللہ تعالی نے اس معجزہ ''کتاب'' کو اپنے ان پڑھ اور ناخواندہ نبی علیہ السلام پر اتارا ہے جو فن کتابت سے بالکل ناآشنا ہے سابقہ امتوں اور قوموں کی تاریخ سے بھی ناواقف ہے۔ اللہ تعالی نے ان کو ما کان اور ما یکون گذشتہ اور آئندہ کے غیبی علوم سے واقعاتی طور پر آگاہ کیا ہے اور وہ سابقہ آسمانی کتابوں کے تضادات واختلافات کو رفع کرتا ہے
تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا (۱۱/۴۹)
''یہ بعض خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف ان کو جانتا نہ تھا تو، نہ تیری قوم اس سے پہلے۔''
وکذلک نقص علیک من انباء ما قد سبق (۹۹ ۲۰)
''اسی طرح ہم تم سے ..... بیان کرتے ہیں جو گزر چکے ہیں۔''
وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ (۴۸ ۵)

''ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے۔''

وما کنت تتلو من قبله من کتب ولا تخطه بیمینک اذا لارتاب المبطلون. بل هو ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بایتنا الا الظالمون، وقالوا لو لا انزل علیه ایت من ربه قل انما الایت عندالله وانما انا نذیر مبین او لم یکفهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم ان فی ذلک لرحمة وذکری لقوم یومنون (۴۸/۲۹)

''اور اس سے پہلے تو نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا اس وقت البتہ باطل پرست شک کرتے بلکہ وہ واضح آیتیں ہیں ان کے دلوں میں جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا صرف ظالم شخص ہی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں۔ کہہ دو نشانیاں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں۔''

یعنی امی ہونے کے باوجود قرآن جیسی جامع کتاب کا اترنا ایک بڑا معجزہ ہے۔ جو آپ علیہ السلام کی صداقت کی علامت ہے:

واذا تتلی علیهم آیاتنا بینات قال الذین لایرجون لقاء نا ائت بقرآن غیر هذا او بدله قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم قل لو شاء الله ماتلوته علیکم ولا ادرکم به فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون (۱۰/۱۶)

''اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ یا تو اس کے سوا کوئی اور قرآن بنا لاؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس کے حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے سخت دن کے عذاب سے خوف آتا ہے یہ بھی کہہ دو کہ اگر خدا چاہتا تو (نہ تو) میں ہی کتاب تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کرتا میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں اور کبھی ایک کلمہ بھی اس طرح کا نہیں کہا۔ بھلا تم سمجھتے نہیں۔''

تو اس سے بڑھ کر ظالم شخص کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افترا کرے اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے، بے شک گناہ گار فلاح نہیں پائیں گے۔ یعنی میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا، اس میں رد و بدل صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ میں تو محض ایک پیامبر ہوں اور تم میری صداقت و دیانت کے قائل ہو میری ساری زندگی کے حالات تمہارے سامنے ہیں تم میرے حسب نسب اور دیانت امانت سے خوب آگاہ ہو، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو پھر مجھے یہ لوگ کیونکر سزاوار سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب و بہتان کا افترا کروں جو ہر چیز کا مالک ہے ہر چیز اس کی دسترس میں ہے اور ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

بتاؤ! اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانے سے بڑھ کر کوئی جرم ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین (۶۹/۴۴)

''اگر یہ پیامبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لائے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا''۔

یعنی وہ بھی افترا کرتا تو ہم اس سے سخت انتقام لیتے اور کوئی بھی اسے ہمارے عذاب سے بچا نہ سکتا۔

ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا اوقال اوحی الی ولم یوح الیه شئ ومن قال سانزل مثل ماانزل الله (۶/۹۳)

''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ افترا کرے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل فرمائی ہے اس طرح کی میں بھی بنالیتا ہوں۔''

قل ای شیئ اکبر شهادة قل الله شهید بینی و بینکم و اوحی الی هذا القرآن لأنذر کم به و من بلغ (۶/۱۹)

''ان سے پوچھو! سب سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے؟ کہہ دو کہ خدا ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے اس کو آگاہ کروں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر اور گواہ ہے۔ اس سے بڑھ کر گواہی کسی چیز کی نہیں وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔

شہادت کا لفظ قسم اور حلف کے مفہوم کو متضمن ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس نے مجھے مخلوق کی جانب مبعوث کیا ہے تاکہ مخلوق کو اس قرآن سے آگاہ کروں گویا جس تک یہ قرآن پاک پہنچ گیا ہے میں اس کے لئے نذیر ہوں:

و من یکفر به من الاحزاب فالنار موعده (۱۱/۱۷)

''اور ان کافر فرقوں میں سے جو کوئی اس قرآن یا پیامبر کو نہ مانے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔''

الغرض قرآن پاک ہمیں الوہیت باری تعالیٰ، ملائیکہ، عرش، ارض وسماء اور اس کے مابین ہر چیز کے متعلق علم و آگہی سے بہرہ ور کرتا ہے (۱۷/۸۹) ''اور ہم نے اس قرآن حکیم میں سب باتیں طرح طرح سے ذکر کردی ہیں۔'' (۱۷/۸۹) اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں اور اسے اہل دانش ہی سمجھتے ہیں۔ (۲۹/۴۳)

قرآن پاک گذشتہ واقعات کا صحیح حامل اور اہل کتاب کی ساری کتب کا شاہد عدل ہے اس کے ساتھ ساتھ اور ناخواندہ نبی علیہ السلام پر نازل ہوا ہے جو فن کتابت سے مستغنی اور علم تاریخ سے بالکل بے نیاز تھے۔ الغرض قرآن پاک ان بہترین اور اعلیٰ علوم پر مشتمل ہے جس میں گذشتہ قوموں اور نبیوں علیہم السلام کا تذکرہ ہے اور ان کے حالات اور سوانح حیات کا تذکرہ ہے، مسلمانوں کی سرفرازی اور کافروں کی ذلت وتباہی کا آئینہ دار ہے اور ایسا شائستہ اور سلیس انداز کہ انسان کا مبلغ علم اس کے سامنے ہیچ ہے۔ ایک ہی واقعہ مختلف پیرائے سے بیان ہے، گاہے مختصر گاہے طویل اور طرز بیان نہایت سلیس وشیریں اور شگفتہ گویا پڑھنے اور سننے والا جیسے واقعہ کا چشم دید گواہ اور عینی شاہد ہے۔

و ما کنت بجانب الطور اذ نادینا و لکن رحمة من ربک (۲۸/۴۶)

''اور جب وہ لوگ اپنے قلم بطور قرعہ کے واسطے ڈال رہے تھے کہ مریم کا کفیل کون بنے تو تم ان کے پاس نہیں تھے۔''

و ما کنت لدیهم اذ اجمعوا امرهم و هم یمکرون (۳/۱۱۱)

اور جب برادران یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم ہرگز ان کے پاس نہ تھے ان کے قصہ میں عقل مندوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے جو اپنے دل سے بنائی گئی ہو'' (۱۲/۱۱۱) ''اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی جانب سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے، کیا ان کے پاس پہلی آسمانی نشانی نہیں آئی۔''

قل أرئیتم ان کان من عندالله ثم کفرتم به من اضل ممن هو فی شقاق بعید سنریهم آیتنافی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق (۴۱/۵۲)

''کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ قرآن خدا تعالیٰ کی جانب سے ہے پھر تم اس سے انکار کر دو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو حق کی پرلے درجے کی مخالفت میں ہو۔ ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں اور ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حکیم حق ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ عنقریب ان کے گردوپیش میں ایسے حالات ظاہر ہوں گے جن سے واضح ہو جائے گا کہ قرآن اور پیغمبر برحق تھے۔

او لم یکف بربک انه علی کل شیئ شهید (۴۱/۵۳)

''کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے باخبر ہے اور ہر حال سے خبردار ہے اگر آپ علیہ السلام (معاذ اللہ) افتراء

پردازاور جھوٹے ہوتے تو آپ علیہ السلام پر فوراً گرفت مضبوط کر لیتا۔''
قرآن پاک میں غیب کی باتیں اور پیش گوئیاں ہیں جو سب کی سب کسی کمی وبیشی کے حرف بحرف پوری اتریں۔ مثلاً:
و آخرون یقاتلون فی سبیل اللّٰہ (۷۳/۲۰)
''اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے'' یہ سورت مزمل مکی زندگی کے آغاز اور ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور یہ پیش گوئی مدنی زندگی میں ظہور پذیر ہوئی، اسی طرح
سیھزم الجمع ویولون الدبر (۵۴/۴۵)
''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر جائیں گے۔'' یہ سورت قمر (جو مکی ہے) کی یہ پیش گوئی کچھ عرصہ بعد بدر اور دیگر غزوات میں لفظ بلفظ صحیح ثابت ہوئی۔ آئندہ یہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا۔ قرآن پاک عدل وانصاف پر مبنی احکام ومسائل کا عمدہ ذخیرہ ہے جس کے بارے میں فہم انسانی اور عقل سلیم کا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ یہ مکمل حکمت ودانائی پر مشتمل ہے اور رحیم وکریم کا اتارا ہوا ہے جو عیاں ونہاں کو خوب جانتا ہے۔
تمت کلمات ربک صدقا وعدلا (۶/۱۲)
''تیرے رب کی باتیں حق وصداقت اور امر ونہی، عدل کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔''
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق (۹/۳۳)
''اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث کیا ہے۔'' علم نافع اور عمل صالح سے آراستہ کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمیل بن زیاد کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ''قرآن پاک گذشتہ اقوام کا آئینہ دار ہے حالات حاضرہ کا حل ہے اور آئندہ کے حوادثات کی پیش گوئی ہے۔''

قرآن پاک کئی وجوہ سے معجزہ ہے فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے بدیع اور انوکھے نظم ونسق کی بدولت، عجیب اور نرالے فقروں کے لحاظ سے، جدید طرز بیان اور پسندیدہ اسلوب کی بدولت اظہار غیب اور پیش گوئی کی وجہ سے، احکام ومسائل اور قوانین وتعزیرات کی بدولت قرآن پاک کی فصاحت وشائستگی، الفاظ کی شیرینی اور کلام کے معجزانہ نظم ونسق کے تحدی اور چیلنج کے مخاطب فصحائے عرب ہیں۔ اس کے علاوہ احکام ومعانی اور قوانین وتعزیرات کی قسم کے وجوہ اعجاز کا چیلنج سارے جہاں اور اقوام عالم کو ہے۔

بڑی غلطی بعض متکلمین کے نزدیک وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کے باوصف چیلنج قبول کرنے سے باز رکھا یا ان کی قوت گویائی کو سلب کر لیا اور ان کی زبانیں گنگ کر دیں۔ یہ بات یکسر غلط اور باطل ہے اور قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی بناء پر ہے اور حقیقت کے خلاف ہے بلکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کے حسب مشیت وارادہ اس کا صدور ہوا ہے۔ تمام کائنات قرآن کے مثل کلام کرنے اور قرآن پاک کا معارضہ کرنے سے قاصر ودر ماندہ ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام جو فصاحت وبلاغت کا سرچشمہ اور ہمہ پہلو کامل ترین انسان ہوتے ہیں وہ بھی کلام اللہ کے مقابلے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ان کا اسلوب بیان اور طرز گفتار کلام اللہ کے بدیع بیان اور عجیب طرز کلام کے ہمسر نہیں ہوتا۔
اسی طرح نبی علیہ السلام کی فصاحت وبلاغت کا کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسی طرح صحابہ کرام کا اسلوب بیان، تابعین کے طرز کلام سے بلند وبالا ہے، اور اسی طرح سلف صالحین کا کلام وبیان متاخرین کے طرز گفتار سے فائق ہوتا ہے، جیسا کہ عہد جاہلیت کے شعراء کا کلام بعد کے شعراء اور مولدین سے فصیح وبلیغ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں ''ہر نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا فرمائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے، مجھے قرآن کا معجزہ عطا کیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے تابعدار سب کی تعداد سے زیادہ ہوں گے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)
یعنی ہر نبی کو اس کے حسب حال اور تقاضائے وقت کے لحاظ سے معجزات عطا کئے گئے۔ بعض لوگ ان کی تصدیق وتائید کر کے سرخرو اور بامراد

ہوئے اور بعض ان کی تکذیب وتردید کر کے سیاہ رو اور نامراد ہوئے، اور ان کے یہ معجزات وقتی اور عارضی تھے جو ختم ہو گئے، اب صرف ان کی یاد باقی ہے۔ باقی رہا قرآن مجید تو یہ ایک ابدی و دائمی او سرمدی معجزہ ہے گویا کہ سامع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن رہا ہے اور یہ تا قیامت باقی رہے گا اور ہر زمانے کے اشخاص کو اپنی معجزانہ کشش اور تاثیر سے متاثر اور مسحور کرتا رہے گا۔ اور اس کی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل معجزہ ہے ... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق، عادات وخصال اور جملہ گفتار وکردار معجزہ ہیں۔ غرضیکہ آپ علیہ السلام کی زندگی کا ہر نقش اعجاز کا حامل ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ آراء کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" (ج۴ص۸۰) پر ایک عمدہ اور قابل قدر بحث رقم فرمائی، وہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... آپ علیہ السلام کے اخلاق اور اقوال وافعال بھی آپ علیہ السلام کا معجزہ ہیں۔ آپ علیہ السلام کی شریعت بھی آپ علیہ السلام کا ایک مستقل معجزہ ہے اور آپ کی امت کا علم اور ان کی دینداری اور زندگی بھی آپ کا ایک معجزہ ہے اور آپ علیہ السلام کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت سے بعثت تک اور بعثت سے وفات تک پوری سیرت کے مطالعہ سے اور آپ علیہ السلام کے وطن مالوف اور حسب ونسب میں غور وفکر سے بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات معجزہ ہے اور ساری کائنات سے افضل ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

آپ علیہ السلام ابوالانبیاء حضرت ابراہیم کے خاندان سے ہیں جن کی اولاد کو اللہ رب العزت نے کتاب وسنت سے نوازا اور ہر نبی آل ابراہیم میں سے آیا۔ اسماعیل اور اسحاق آپ کے دو فرزند ارجمند ہیں جن کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔

تورات میں آل اسماعیل کے مناقب ومحاسن بیان ہوئے ہیں ان کا مصداق سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں۔ نیز حضرت ابراہیم کی دعا کی وجہ سے ذریت اسماعیل سے رسول مبعوث ہوئے، آل ابراہیم سے معزز ومحترم قریش ہیں اور قریش میں سے بنی ہاشم قبیلہ اور بنی ہاشم میں سے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا انتخاب عمل میں آیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش مکہ اور ام القریٰ ہے جہاں بیت اللہ ہے جس کے معمار ابراہیم علیہ السلام ہیں جو حج کے داعی ہیں، عہد ابراہیم سے آج تک حج قائم اور جاری ہے اور تمام کتب میں مذکور ہے، پورے جہاں سے آپ کی تربیت وپرورش اعلیٰ اور عمدہ تھی اور نشوونما بھی نرالی تھی،، آپ علیہ السلام کے اقوال وافعال اور اخلاق معیوب نہ تھے، آپ علیہ السلام جھوٹ، ظلم وتعدی اور فحش گوئی سے مبرا اور پاک تھے، سچائی اور نیکی میں آپ مسلّم اور ضرب المثل تھے، عدل وانصاف کے پیکر اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ تھے، اپنے اور بیگانے مسلم اور کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اخلاقی اور عالی ظرفی کے قائل تھے، شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ تھے، حسن وجمال میں آپ کمال کے مظہر تھے، جاہل اور ناخواندہ قوم کے ایک فرد تھے، تورات، انجیل، علم اور علمی مجالس سے بالکل بے خبر تھے۔

چالیس سالہ بے داغ زندگی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ورسالت کا اعلان کیا اور بے نظیر کلام پیش کیا، ایسی علم وآگہی کا آغاز کیا جو سب سے نرالی اور انوکھی تھی، ازل سے نبیوں کے پیروکار، کمزور اور ناتواں انسان، نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، شریر اور رئیس آپ کی دل آزاری کے درپے تھے، صحابہ اور آپ کی ہلاکت کے لئے ہر طرح کی کوششیں کرتے تھے جیسا کہ گذشتہ نبیوں کے ساتھ ان کے مخالفین کا طریقہ تھا، آپ کے تابعدار اور پیروکار کسی قسم کے خوف وخطرے اور خواہش ولالچ سے بے نیاز تھے، ان کو آپ علیہ السلام سے کسی مال کا طمع تھا نہ منصب کا، بلکہ بہ ظاہر شان وشوکت اور دولت وحشمت کے قابض کفار تھے، جو صحابہ اور آپ کو تنگ کرنے کے درپے تھے مگر یہ رنج اور آزار ان کو بیزار اور دل برداشتہ نہ کر سکا اور ان کے ایمان کی حلاوت کو بالکل مکدر نہ کر سکا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے ہی لوگ بیت اللہ کا حج کیا کرتے تھے اور موسم حج میں عرب قبائل جمع ہوا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے توحید کی دعوت اور رسالت کا پیغام پیش کرتے تھے اور ہر قسم کی تکلیف اور مخالفت برداشت کرتے تھے، حسن اتفاق سے آپ کی

ملاقات یثرب (مدینہ منورہ) کے باشندوں سے ہوئی جو یہود کے ہمسایہ تھے، اوران سے ایک نبی کی آمد کے متعلق سنتے رہتے تھے جب آپ نے ان کو دعوت پیش کی تو وہ سمجھ گئے کہ وہی نبی منتظر ہیں جن کا چرچا یہود کیا کرتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور آپ کی قدر ومنزلت کے معترف ہوئے کہ اتنے مختصر عرصہ میں آپ کی دعوت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوگیا پھر انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی بیعت کی کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آباد ہوں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سمیت مدینہ کی جانب ہجرت کی، وہاں مہاجر وانصار سب مقیم اور آباد تھے، دنیاوی مال ومتاع اور منصب کے طمع سے پاک تھے سوائے چند انصار صحابہ کے جن میں سے بعض کو پھر اخلاص نصیب ہوا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو جنگ وجہاد کی اجازت ملی، آپ اشاعت اسلام کی خاطر کفار سے برابر جہاد کرتے رہے اور اس کے اصول وقواعد کے پابند رہے، غلط بیانی، غداری اور بے وفائی کے داغ سے پاک رہے اور ہر حال میں اعلیٰ ایفائے عہد اور عمدہ اصول پر قائم رہے، اسلام کی دعوت پوری سرزمین عرب پر چھا گئی جو اس سے پہلے بتوں کی پرستش، کاہنوں کی خبریں، خالق کے انکار اور مخلوق کی اطاعت، خونریزی اور قطع رحمی سے بھری ہوئی تھی نہ کسی کو آخرت کا علم تھا نہ زندگی بھر موت کا ہوش، یہ جاہل اور بے سمجھ، آپ کی تعلیم کے فیض سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے دیندار، سب سے بڑے عابد اور سب سے بڑے فاضل بن گئے، عیسائیوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جب شام میں دیکھا تو انہوں نے کہا کہ سچ بات تو یہ ہے کہ مسیح کے حواری ان لوگوں سے افضل نہ تھے، یہ ان کے علم اور عمل کی یادگاریں ہیں جو تمام دنیا میں روشن ودرخشاں ہیں، ان کے مقابلہ میں دوسری قوموں کی یادگاریں اور آثار دیکھو، عقلمندوں کو دیکھو دونوں میں زمین وآسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

سروری وپیشوائی اور صحابہ کی جاں نثاری اور فدائیت کے باوجود آپ علیہ السلام نے پسماندگان کے لئے درہم ودینار، مال مویشی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا سوائے ایک خچر اور سامان حرب کے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ تیس وسق جو کے عوض ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کچھ زمین تھی اس کی پیداوار سے اہل خانہ کا خرچہ چلتا تھا اور باقی ماندہ ضرورتمندوں میں تقسیم کردیا جاتا تھا، اس رقبہ کے متعلق وصیت فرمائی کہ وارثان بازگشت اس میں حصہ دار نہ ہوں گے وہ صدقہ شمار ہوگا۔

ہر وقت آپ علیہ السلام معجزات وعجائبات کا مظہر تھے، ماضی اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ کرتے تھے، نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے منع کرتے، پاکیزہ اشیاء کے استعمال کو حلال قرار دیتے اور ناپاک کو حرام کرتے اور حسب ضرورت شرعی احکام نافذ فرماتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین محمدی ﷺ کی تکمیل کا اعلان کردیا اور آپ کی شریعت مکمل ترین شریعت ہے، کوئی ایسی معقول اور بھلی بات نہیں جو عقلی طور پر معقول ومستحسن ہو اور آپ نے حکم نہ دیا ہو اور کوئی ایسی نامناسب اور قبیح بات نہیں جس کو عقل نامناسب اور قبیح سمجھتی ہو اور آپ نے اس سے نہ روکا ہو، آپ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جس کے متعلق آج یہ کہنے کا موقع ہو کہ کاش آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کسی ایسی چیز کی ممانعت کی کہ آج یہ کہا جاسکے کہ کاش آپ اس کی ممانعت نہ کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام پاکیزہ صاف ستھری چیزوں کو حلال کیا اور ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا، جیسا کہ بعض شریعتوں میں حرام کیا گیا تھا اور تمام ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کیا ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا جیسے کہ بعض شریعتوں میں حلال ہوئیں، دنیا کی تمام قوموں کے پاس جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں اس شریعت میں وہ سب جمع ہیں، تورات وانجیل وزبور میں اس کے فرشتوں اور یوم آخرت کے متعلق جو خبریں ہیں وہ مکمل طور پر قرآن کریم میں اور آپ کی شریعت میں آگئی ہیں، اور کچھ چیزوں کی بھی اطلاع دی گئی ہے جن کا ان کتابوں میں تذکرہ نہیں، ان کتابوں میں عدل کی ضرورت، صحیح فیصلہ، فضائل کی دعوت اور حسنات کی جو کچھ ترغیب آئی ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اور اس پر اضافہ کیا اگر کوئی عقلمند ان عبادات میں غور کرے گا تو اسلامی عبادات کی فضیلت اور فوقیت ظاہر ہوگی، یہی حال تمام حدود واحکام اور شریعت کے مسائل وقوانین کا ہے۔

امت محمدیہ علیہ السلام کی فضیلت ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہر فضیلت میں تمام امتوں سے زیادہ مکمل ہے، اگر تمام دنیا کی قوموں کے علم کا ان کے علم سے مقابلہ کیا جائے تو ان کے علم کی برتری ثابت ہوگی، اگر ان کے دین وعبادات اور طاعت الٰہی کو ان کے دین وعبادت وطاعت الٰہی کے مقابلہ میں لایا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ دیندار ہیں اگر شجاعت وجہاد فی سبیل اللہ، اللہ کے راستہ میں صبر

علی المکارہ اور جفاکشی کو دیکھا جائے تو ان کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے، یہ تمام فضائل و مکارم اخلاق ان مسلمانوں کو آپ علیہ السلام ہی سے حاصل ہوئے اور آپ ﷺ ہی کی ذات سے انہوں نے اخذ کئے اور آپ ہی نے ان کو ان کا حکم دیا، آپ کی بعثت و نبوت سے پہلے وہ کسی کتاب کے پیرو کار نہ تھے، جس کی آپ نے تکمیل فرمائی ہوتی جیسے کہ حضرت مسیح ر دتار کی شریعت کی تکمیل کے لئے تشریف لائے تو حضرت مسیح کے متبعین کے فضائل و علوم کچھ تورات سے ماخوذ تھے، کچھ زبور سے، کچھ اور تعلیمات انبیاء سے اور کچھ حضرت عیسیٰ علی السلام سے اور کچھ حصہ حواریوں کے بعد بعض دوسری تعلیموں اور فلاسفہ وغیرہ کے کلام سے ماخوذ لیکن امت محمدی میں آپ سے پہلے نہ کسی کتاب کا وجود تھا اور نہ کسی نبی کی تعلیم تھی، بلکہ ان میں سے اکثر تو موسیٰ، عیسیٰ اور داؤد علیہ السلام اور تورات اور زبور پر بھی آپ ہی کے ذریعہ سے ایمان لائے آپ ہی نے ان کو تمام انبیاء پر ایمان لانے اور تمام آسمانی کتابوں کے اقرار کا حکم دیا اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان تفریق کرنے کی ممانعت کی۔

قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (۲/۱۳۶)

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد (علیہم السلام) پر اتارا گیا۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، (کہ ایک کو مانا دوسرے کو نہ مانا)۔ (۲/۲۸۵)

امت محمدیہ کسی جدت کی روادار ہے اور نہ کسی بدعت کی قائل ہے اور نہ دین میں نئی ایجاد کی خوگر ہے بلکہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے عبرت آموز، اہل کتاب کی تعلیمات جو مسلمانوں کی تعلیمات کے موافق ہوں اس کی تصدیق کرتے ہیں، اور جو مشکوک ہوں اس سے خاموش رہتے ہیں اور جو باطل ہو اس کی تردید کرتے ہیں اور اسلام میں کسی قسم کے اضافے کو ایجاد اور بدعت قرار دیتے ہیں، یہی دین ہے جس پر جلیل القدر صحابہ، تابعین عظام اور آئمہ کرام گامزن تھے اور جو اس سیدھے راستے سے بھٹک گیا وہ ذلیل و خوار ہوا، یہی اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے جو قیامت تک غالب و فائق رہے گا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ ''امت محمدیہ کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا قیامت تک ان کا مخالف اور دشمن ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا''۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید پر اتفاق کے باوجود بعض مسلمانوں میں اختلاف و تنازعہ پیدا ہوتا ہے ان میں جو فرقہ دعوت انبیاء اور توحید کا مخالف ہو وہ ملحد اور بے دین ہوتا ہے، مسلمان عیسائیوں کی طرح بدعات و خرافات کے حامی ہیں جنہوں نے جدت اور بدعت گھڑ لیں اور اکابر نے ان کی حمایت کی، شاہان وقت نے ان کی خاطر جنگ و جدال کیا اور عیسائیوں کی اکثریت نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا یہ موجودہ عیسائیت بدعت و جدت کا ملغوبہ اور پلندہ ہے یہ حضرت عیسیٰ کا دین ہے نہ سابقہ انبیاء کی تعلیم، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو علم نافع اور عمل صالح عطا فرما کر مبعوث کیا جس نے ان کی اطاعت و اتباع کی اسے کونین کی سروری عطا ہوئی، بدعات و خرافات کا مرتکب وہی ہوتا ہے جو انبیاء کی تعلیمات میں کمزور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا دین اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا اور امت محمدیہ نے اس ہدایت اور دین حق کو آپ سے اخذ کیا چنانچہ ہر علم نافع اور عمل صالح امت مسلمہ کا ورثہ اور حق ہے اور یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ متعلم کا ہر کمال و عروج اور ارتقا معلم اور استاد کا مرہون منت ہوا کرتا ہے تو واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علمی اور دینی سماجی اور اقتصادی سب پہلو پر کامل ترین انسان تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل سے بداہۃً یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ عالمگیر رسالت کے اعلان:

یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (۷/۱۰۸)

میں بالکل صادق اور حق گو ہیں جھوٹے اور کاذب نہیں ہے۔ کیونکہ رسول ہونے کا اعلان اور دعویٰ صرف بہترین بشر اور کامل ترین انسان یا بدترین اور بدترین انسان سے بھی ممکن ہے کہ وہ مکار اور جھوٹا ہے۔ آپ کے ستودہ صفات اور حمیدہ خصائل اور مذکورہ بالا کمالات و فضائل سے روز روشن کی

طرح واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرارت، خباثت اور جہالت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا، تو واضح ہوا کہ آپ دین اور علم وعمل کے انتہائی عروج وکمال پر فائز تھے اور عالمگیر رسالت کے اعلان میں سچے اور راست گو تھے، سہواً جھوٹ بولنے والا جاہل اور گمراہ ہوگا، علمی عروج کے باعث سہواً اور نبی کمالات کی بدولت ارادۃً جھوٹ بولنا محال ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضلالت ''یعنی جہالت کی وجہ سے بہک جانے سے'' اور غوایت (یعنی جانتے بوجھتے راہ راست سے بھٹک جانے) سے پاک رکھا ہے۔

ماضل صاحبکم وما غوی (۵۳/۲)

''تمہارا ساتھی نہ تو بہکا ہے نہ بھٹکا''۔

وما صاحبکم بمجنون (۸۱/۲۲)

''اور نہ دیوانہ ہے''۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سفارت کار فرشتہ کو کریم، مطاع اور امین جیسے معزز القاب سے نواز کر فرمایا کہ یہ پیغام راندے ہوئے شیطان کا قول نہیں بلکہ ایک معزز اور کریم رسول کا قول ہے جو رب العالمین کا اتارا ہوا ہے اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ (۲۶/۱۹۳)

''قرآن کو شیطان لے کر نہیں اترتے اور نہ ان کا یہ کام ہے اور نہ وہ اسے کر سکتے ہیں''۔ (۲۱۰۔۲۱۱/۲۶)

''کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں اور وہ سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں اور اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں''۔ (۲۲۱۔۲۲۳/۲۶)

یعنی شیطان شریر اور فساد پیدا کرنے والے لوگوں کے پاس آتے ہیں شرارت کی اشاعت اور جھوٹ کو مزید عام کرنے کی خاطر اسی وجہ سے دینی مسائل میں سہو ونسیان شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا تھا، یہ میری رائے ہے اگر یہ درست اور حق ہے تو یہ توفیق الٰہی سے ہے، غلط ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول شیطان سے بیزار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہر حال میں شیطان کی قوت وطاقت سے بالا ہوتا ہے بخلاف عام مسلمان اور امتی کے وہ خطا کار ہوتا ہے، اگر چہ اس کی خطا معاف ہو جائے، واضح ہوا کہ شیطان کی نبی علیہ السلام کے پاس آمد ورفت نہیں ہوتی، ان کے پاس تو فرشتہ پیغام لاتا ہے اور (۴۰۔۴۳/۶۹) میں ہے ''اور یہ فرشتہ عالی مقام کا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں، لیکن تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم بہت ہی کم غور کرتے ہو وہ پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے''۔

شق القمر کا معجزہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر ''قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا'' اہل علم اور ائمہ اسلام سب حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاند کا شق ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں رونما ہوا، اس سلسلہ میں متعدد احادیث کئی ایک اسناد سے مروی ہیں جو یقین اور قطعی علم کا سبب ہیں، مسند احمد اور صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے آپ علیہ السلام سے معجزے کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور دو ٹکڑوں کے درمیان کوہ حرا نظر آیا، مسند احمد ابن جریر اور بیہقی میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا، ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پر، یہ منظر دیکھ کر کفار نے کہا محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو بعض لوگوں نے کہا اگر ہم پر جادو کر دیا ہے تو سب پر جادو نہیں کر سکتے۔

ابن جریر ابو عبدالرحمن سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مدائن سے ایک فرسخ کی مسافت پر مقیم تھے کہ نماز جمعہ کا وقت ہو گیا، چنانچہ میں اپنے والد کے ساتھ نماز جمعہ میں حاضر ہوا، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا اقتربت الساعۃ وانشق القمر، سنو قیامت قریب آچکی ہے اور شق قمر کا معجزہ ظاہر ہو چکا ہے، غور کرو! دنیا فانی ہے، آج مقابلہ کا میدان ہے اور کل کو مقابلہ ومسابقت کا نتیجہ ظاہر ہوگا۔

میں نے عرض کیا ابا جی! کیا لوگ دوڑیں گے تو والد صاحب نے کہا بیٹا! تو، تو جاہل ہے، یہ اعمال وکردار کی دوڑ ہے دوسرا جمعہ آیا تو اس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ دہرایا۔

دلائل النبوۃ میں ابوزرعہ رازی نے متعدد طرق سے یہ روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ چاند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو ٹکڑے ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا، آ گاہ رہو قیامت قریب آ گئی ہے۔ آ گاہ رہو دنیا فراق کی اطلاع دے رہی ہے۔ آج کا دن میدان ہے کل لو دوڑ ہو گی کسی نے کہا کہ کیا کل لوگ دوڑیں گے؟ فرمایا، دوڑ سے مراد اعمال کی دوڑ ہے۔

الاوان اليوم المضمار . وغدا السباق الا وان الغاية النار والسابق من سبق الى الجنة

مسلم اور بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانہ میں چاند شق ہوا، دوسری روایت میں ہے کہ شق قمر کا معجزہ ہجرت سے پہلے رونما ہوا۔

طبرانی (احمد بن عمرو بزار، محمد بن یحییٰ قطیعی، محمد بن بکر، ابن جریج، عمرو بن دینار، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں چاند گرہن ہوا تو کفار نے کہا چاند پر جادو چل گیا ہے تو اقتربت الساعة وانشق القمر آیت نازل ہوئیں، یہ سند غریب ہے، ہوسکتا ہے کہ شق قمر کے وقت گرہن بھی لگا ہو، اس سے واضح ہوا کہ شق قمر چاندنی راتوں میں واقع ہوا، واللہ اعلم۔

سنن بیہقی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا پہاڑ کے عقب میں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدایا! گواہ رہ اللهم اشهد (یہ سند و اسناد ترمذی نے قال حسن صحیح)

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوا اور لوگوں نے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! گواہ رہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک معلق روایت بیان کی ہے جو ابوداؤد طیالسی نے مسند میں (ابوعوانہ، مغیرہ، ابی الضحیٰ مسروق) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو کفار نے کہا یہ ابن ابی کبشہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ہے، تو باقی لوگوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا پر جادو نہیں کر سکتے، دوسرے مقامات سے مسافروں کو آنے دو، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ مختلف اطراف سے مسافر آئے تو سب لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی۔

سنن بیہقی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں چاند دو ٹکڑے ہوا تو کفار قریش نے کہا یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے، مسافروں سے پوچھو اگر انہوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہو تو محمد سچا ہے اگر انہوں نے دیکھا نہ ہو تو یہ صرف جادو ہے چنانچہ ہر سمت سے آنے والے مسافروں سے پوچھا گیا تو انہوں نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اقرار کیا اور اس وقت سورہ قمر ۵۴ کی ابتدائی آیت نازل ہوئیں، مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند شق ہوا، میں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے پہاڑ دیکھا۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ چاند کے شق ہونے کا معجزہ واقع ہو چکا ہے، بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جو سورۃ دخان کی تفسیر کے ذیل میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ معجزات واقع ہو چکے ہیں، جو کہ یہ ہیں:

(۱) غلبہ روم۔

(۲) لزام یعنی مکی زندگی میں خشک سالی کا دور۔

(۳) بطشہ جنگ بدر۔

(۴) دخان یعنی بھوک کی شدت سے دھواں نظر آنا۔

(۵) چاند کا پھٹنا۔

دلائل النبوۃ میں ابوزرعہ رازی نے ابن بکر سے نقل کیا ہے کہ شق قمر کا معجزہ مکہ میں ہجرت سے پہلے رونما ہوا تو مشرکین نے کہا چاند پر بھی ابن ابی کبشہ کا جادو چل گیا ہے شق قمر کا واقعہ قرآن پاک میں بصراحت مذکور ہے، اسکے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، دوسری بات یہ کہ اس کی شہرت اور تواتر کی بنا پر اسناد کی بھی ضرورت نہیں۔

موضوع روایت اور بعض واعظ حضرات جو یہ بیان کرتے ہیں کہ چاند نبی علیہ السلام کے گریبان میں داخل ہو کر آستین سے خارج ہوگیا یہ بالکل بے بنیاد اور موضوع قصہ ہے، چاند جب دوٹکڑے ہوا تو آسمان سے نیچے زمین پر نہیں آیا بلکہ آسمان پر ہی قائم رہا، ایک ٹکڑا کوہ حراکے اس جانب تھا اور دوسرا اس کے پیچھے اور حراءان کے درمیان سے نظر آیا، کفار مکہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا ہماری نگاہ پر تو جادو چل گیا ہے باہر سے آنے والے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی تب کہیں جاکر ان کو اعتبار آیا۔

تنبیہ یہ اعتراض کہ روئے زمین کے دیگر ممالک میں یہ شق قمر کیوں معروف نہیں تو عرض ہے کہ اس کی نفی اور انکار کون کرتا ہے، عرصہ دراز گذر گیا اور طویل مدت بیت چکی ہے ممکن ہے کہ ان کے علمی آثار وذخائر ضائع ہوگئے ہوں، کفار اور منکرین نبوت، آیات الٰہی کے منکر تھے، غالب امکان ہے کہ جب ان کو شق قمر کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے اسے چھپالیا اور عمداً بھلا دیا ہو، اس کے علاوہ بیشتر سیاحوں کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک عالی شان اور دیو ہیکل عمارت ہے، جس پر یہ تحریر کندہ ہے کہ شق قمر کی رات اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا، نیز یہ معجزہ بوقت شب بہت رات گئے واقع ہوا، کئی وجوہات کی بناء پر اسے دیگر ممالک کے عوام نہ دیکھ سکے کہ آسمان ابر آلود ہو، اکثر لوگ محو خواب ہوں، مختلف ممالک میں چاند کے طلوع اور غروب میں بھی خاصا فرق ہوتا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی توجیہات ہوسکتی ہیں، واللہ اعلم۔

سورج کے پلٹنے کی موضوع روایت .. بہاء الدین القاسم بن المظفر بن تاج الامناء بن عساکر (ابوعبداللہ محمد بن احمد عساکر نسابہ، ابوالمظفر بن قشیری اور ابوالقاسم المستملی، ابومحمد عبداللہ بن محمد بن حسن، محمد بن احمد بن محبوب، بقول قشیری ابوالعباس المحبوبی، سعید بن مسعود اور الحافظ ابوالقاسم بن عساکر، حضرت ابوالفتح ماہانی، شجاع بن علی، ابوعبداللہ بن مندہ، عثمان بن احمد تنیسی، ابوامیہ محمد بن ابراہیم عبیداللہ بن موسیٰ، فضیل بن مرزوق، ابراہیم بن حسن، فاطمہ بنت حسین) حضرت اسماء بنت عمیس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہورہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز عصر نہ پڑھ سکے اور سورج غروب ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا علی! نماز عصر پڑھ چکے ہو؟ عرض کیا جی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی! وہ تیری اور تیرے نبی کی طاعت میں تھا، آفتاب لوٹادے، حضرت اسماء کا بیان ہے کہ میں نے سورج غروب ہوتے دیکھا اور پھر غروب کے بعد طلوع ہوتے دیکھا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ... امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابوعبداللہ بن مندہ کی سند سے موضوعات میں درج کیا ہے، نیز یہ دوسری سند (ابوجعفر عقیلی، احمد بن داؤد، عمار بن مطر، فضیل بن مرزوق) سے روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، دیگر سند میں شدید اضطراب اور الجھن ہے کہ سعید بن مسعود، عبیداللہ بن موسیٰ کی معرفت فضیل بن مرزوق سے روایت کرتے ہوئے فضیل کا استاد بجائے ابراہیم کے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار بتاتے ہیں اور عبدالرحمٰن کا استاذ علی بن حسن اور ان کی استاد فاطمہ بنت علی ۱۱۷ھ اور وہ اسماء سے روایت کرتی ہیں۔

نیز گذشتہ سند میں احمد بن داؤد بقول امام دارقطنی متروک اور کذاب ہے اور بقول ابن حبان حدیث وضع کرتا ہے اور عمار بن مطر بقول محدث عقیلی ثقہ لوگوں سے منکر روایات بیان کرتا ہے اور ابن عدی کے قول کے مطابق متروک ہے اور فضیل بن مرزوق کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے (تاریخ عثمان دارمی عن یحییٰ ص ۱۹۱) اور بقول ابن حبان موضوع روایات بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں سے غلط روایات بیان کرتا ہے۔

ابن عساکر (ابومحمد، طاؤس، عاصم بن حسن، ابوعمرو بن مہدی، احمد بن محمد ابوالعباس ابن عقدہ، احمد بن یحییٰ صوفی، عبدالرحمٰن بن شریک، ابوہ) موسیٰ جہنی اور عروہ بن عبداللہ بن قشیر کہتے ہیں کہ میں فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہ بہت بوڑھی ہوچکی تھیں، ان کے گلے میں یاقوتی ہار اور ہاتھوں میں موٹے موٹے کنگن تھے میں نے عرض کیا اس بڑھاپے میں یہ کیوں تو فرمایا "عورتوں کے لئے مردوں سے مشابہت ممنوع ہے" پھر انہوں نے مجھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہ بنت عمیس سے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور ان پر وحی نازل ہورہی تھی، آپ پر چادر ڈال دی گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس رہے، اور سورج غروب ہوگیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے

فراغت کے بعد پوچھا علی! نماز پڑھ لی؟ تو عرض کیا جی نہیں، تو آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور سورج واپس پلٹ آیا۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور اس میں کئی ایک راوی مجہول ہیں۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے...... امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن شاہین م ۳۸۵ھ نے یہ حدیث ابوالعباس بن عقدہ م ۳۳۳ھ سے روایت کی ہے اور اسے باطل کہا ہے اس میں متہم اور مشکوک راوی ابن عقدہ ہے جو رافضی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عیوب ومثالب بیان کرتا رہتا ہے، خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ص ۱۴ جلد ۵) علی بن محمد بن نصر کی معرفت حمزہ بن یوسف سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عقدہ براثا کی جامع مسجد میں صحابۂ کرام اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عیوب بیان کرتا تھا میں نے اسے ترک کر دیا اور بقول امام دارقطنی وہ بدترین انسان تھا۔

امام ابن عدی، ابوبکر بن ابوغالب سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عقدہ حدیث کا احترام نہیں کرتا تھا حدیث کے نسخے وضع کر کے لوگوں کو اسے بیان کرنے کو کہتا تھا اور متعدد شیوخ سے کوفہ میں ہم اس کے جھوٹ کو بیان کر چکے ہیں۔

الذریۃ الطاہرہ میں حافظ ابوبشر دولابی م ۳۱۰ھ (اسحاق بن یونس، سوید بن سعید، مطلب بن زیاد، ابن حبان، عبداللہ بن حسن، فاطمہ بنت حسین) حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اسی اثنا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز فوت ہوگئی۔

محاکمہ..... امام دارقطنی وغیرہ نے ابراہیم بن حبان کو متروک قرار دیا ہے اور حافظ محمد بن ناصر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تائید کی ہے۔

ابن مردویہ (اپنی سند سے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حسب سابق متن بیان کرتے ہیں بقول امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ شعبہ نے داؤد کو ضعیف قرار دیا ہے نیز فرماتے ہیں کہ حدیث گھڑنے والے کی یہ کس قدر عجیب غفلت ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو تو مدنظر رکھا مگر سورج کے لوٹانے کے بے فائدہ ہونے پر غور نہیں کیا، کیونکہ سورج غروب ہوتے ہی نماز قضا ہوگئی، سورج کے دوبارہ طلوع سے نماز ادا نہ ہوگی اور صحیح حدیث میں ہے کہ سورج کی رفتار صرف یوشع علیہ السلام کے لئے رکی، سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی ضعیف اور قدرت ونکارت سے خالی نہیں، ایک میں متروک راوی ہے تو دوسری میں مجہول اور شیعہ ہے تو ایسے مقام پر اس قدر ضعیف اور کمزور روایت ناقابل قبول ہوتی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا عجیب اور انوکھا واقعہ ہے جس کے راوی کثیر اور بے شمار ہونے چاہئیں، سورج کے پلٹنے کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے پیش نظر انکار نہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب کے مدنظر، کیونکہ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے بیت المقدس کے محاصرہ کے دوران بروز جمعہ پچھلے پہر (وہ ہفتہ کے روز جنگ کو حرام سمجھتے تھے) سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر دعا کی، اے آفتاب! تو بھی اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی، الٰہی! اس کی حرکت کو روک دے، چنانچہ حرکت رک گئی اور غروب آفتاب سے پہلے اسے فتح کر لیا۔

غور کیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یوشع علیہ السلام بن نون سے بلند وبرتر اور فائق ہیں بلکہ مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور علی ہیں، لیکن ہم وہی حدیث بیان کرتے ہیں اور وہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہو اگر سورج پلٹنے کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو ہم سب سے پہلے اس کی تصدیق کریں گے اور اس کی صحت کے قائل ہوں گے۔

سوال وجواب...... اثبات امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ میں حافظ ابوبکر محمد بن حاتم بن زنجویہ بخاری بیان کرتے ہیں اگر کوئی رافضی اعتراض کرے کہ سورج کے پلٹنے کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت پر ایک عظیم دلیل ہے تو عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو ہم یہود ونصاریٰ کے سامنے اتمام حجت کی خاطر، امت محمدیہ کی فضیلت وکرامت کے طور پر یہ حدیث پیش کریں لیکن صد افسوس! کہ یہ حدیث موضوع اور

بالکل بے بنیاد ہے اور روافض کی من گھڑت ہے، سورج اگر غروب کے بعد ظاہر ہوتا تو سب مسلم اور کافر اسے دیکھتے اور بالتفصیل بیان کرتے، دیگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر کی خاطر تو سورج لوٹا دیا گیا مگر غزوہ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابۂ کرام کی جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے نماز ظہر، عصر اور مغرب قضا ہوگئی اور سورج نہیں لوٹایا گیا۔

نیز غزوہ خیبر سے واپسی کے دوران ایک مرتبہ صبح کی نماز قضا ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سورج نکلنے کے بعد بیدار ہوئے تو رات نہیں لوٹائی گئی اگر دن اور رات کا لوٹانا فضیلت کا سبب ہوتا تو لامحالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فضیلت کے سب سے زیادہ لائق اور مستحق تھے۔

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی ۲۵۹ھ نے محمد بن عبید طنافسی ۲۰۳ھ سے معلوم کیا کہ نماز عصر کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کے لوٹانے اور دوبارہ طلوع ہونے کے قائل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو طنافسی نے کہا یہ کاذب اور جھوٹا ہے اور یعلی طنافسی ۲۰۹ھ سے پوچھا گیا کہ ہمارے ہاں ایسے لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی اور جانشین تصور کرتے ہیں اور ان کی خاطر سورج کے پلٹنے کے قائل ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ سب داستان دروغ بے فروغ ہے۔

تصحیح رد الشمس وترغیم النواصب الشمس

(۱) مصنفہ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ حسکانی (احمد بن صالح مصری، احمد بن ولید انطاکی، حسن بن داؤد، محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک ثقہ، محمد بن موسیٰ فطری ثقہ، عون بن محمد حنفیہ، والدہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب) حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے علاقہ صہباء میں نماز ظہر پڑھ لی بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کے لئے کہیں روانہ کر دیا، جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں سر رکھا اور سورج کے غروب ہونے تک وہیں لیٹے رہے، پھر بیداری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی! تیرا بندہ علی رضی اللہ عنہ نبی کی خدمت میں مصروف تھا (اس کی نماز قضا ہوگئی ہے) سورج کو لوٹا دے، بقول حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سورج پلٹا اور وادی کے پہاڑ روشن ہوگئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے نماز پڑھی اس کے بعد سورج غروب ہوا۔

رواۃ......عون اور اس کی والدہ ام جعفر کے حافظہ و یادداشت اور عدالت کے متعلق کچھ معلوم نہیں جس کی وجہ سے ان کی ایسی اہم روایت قبول کی جائے جو نہ صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نہ سنن اور مسانید میں مذکور ہے دوسرا یہ بھی معلوم نہیں کہ ام جعفر کا اسماء بنت عمیس سے سماع بھی ہے یا نہیں۔

ایک اور سند کی تحقیق۔ (۲) (حسین بن حسن اشقر، عبیداللہ بن موسیٰ عبسی شیعہ م ۲۱۳ھ، فضیل بن مرزوق عن ابراہیم بن حسین بن حسن، فاطمہ بنت حسین، اسماء بنت عمیس) اس روایت میں حسین اشقر غالی شیعہ ہے اور متروک ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۷) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (تاریخ صغیر ص ۲۳۰) میں حد درجہ ضعیف قرار دیا ہے وقال عندہ مناکیر، کامل ابن عدی (ج ۱ ص ۹۷) میں ہے وہ اہل خیر کو سب وشتم کیا کرتا تھا، امام ابوداؤد نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کا بھائی محمد کہتا ہے حسین اشقر کذاب ہے، اس سے حدیث تحریر نہ کیا کرو۔

فضیل بن مرزوق ...الاغر رقاشی یا رواسی، ابوعبدالرحمٰن، بنو عنزہ کا غلام، سفیان ثوری اور ابن عیینہ اسے ثقہ کہتے ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے علم میں وہ اچھا ہے یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ اسے ثقہ کہا، پھر صالح اور اچھا کہا اور پھر لاباس بہ یعنی "کوئی برا نہیں" کہا ہے، ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ سچ بات کرنے والا ہے اس کی روایت اچھی ہے بہت وہمی ہے اس کی حدیث قابل تحریر ہے لیکن قابل حجت نہیں۔

عثمان بن سعید دارمی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے، امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "ارجو ان لاباس بہ" امید ہے کہ وہ کوئی برا نہ ہوگا۔ امام ابن حبان کہتے ہیں اس کی حدیث نہایت منکر ہے، ثقہ راویوں سے غلط روایت بیان کرتا ہے اور عطیہ سے موضوع

روایت بیان کرتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب سنن اربعہ نے اس سے روایت نقل کی ہے مگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر اس کی حدیث بیان کرنے کے سبب نکتہ چینی ہوئی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۹۹)

ایسے راوی کے بارے میں جان بوجھ کر غلط بیانی کا تو شبہ نہیں مگر کبھی وہ تساہل سے کام لیتا ہے۔ بالخصوص ایسی روایت جو اس کے عقیدہ کے مطابق ہو چنانچہ وہ کسی غیر معروف راوی سے بیان کرتا ہے یا حسن ظن کی بنا پر مجروح راوی سے روایت کرتا ہے اور تدلیس کر کے اس کا نام حذف کر دیتا ہے اور اس کے شیخ کا نام ذکر کر دیتا ہے۔ اس لئے اس نے سورج کے پلٹنے والی روایت (جس میں شدید احتیاط کی ضرورت لاحق تھی اور کذب بیانی کے الزام سے بچنے کی اشد ضرورت تھی) کو بصیغہ تدلیس (عن) بیان کیا ہے اور لفظ (تحدیث) بیان نہیں کیا، احتمال ہے کہ ان کے درمیان کوئی مجہول اور مجروح راوی کا واسطہ ہو۔

ابراہیم باقی رہا اس کا شیخ ابراہیم تو اس کا حال معروف نہیں اور نہ ہی معتمد کتابوں میں اس کی روایت موجود ہے۔ فضل اور یحییٰ بن متوکل کے علاوہ کوئی اس سے روایت نہیں کرتا، نیز امام ابوحاتم رازی اور ابوزرعہ رازی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے، جرح و تعدیل کے سلسلہ میں کوئی بیان نہیں دیا۔

فاطمہ بنت حسین آپ علی زین العابدین کی ہمشیرہ ہیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دمشق میں دیگر افراد کے ساتھ تشریف لائیں تھیں۔ ثقہ ہیں، سنن اربعہ میں ان کی روایت موجود ہے، لیکن ان کا حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں، واللہ اعلم۔ نیز حاشیہ الفوائد المجموعہ از شوکانی ص ۳۵۴ میں ہے ولا تحقق لھا سماع من اسماء فیما اعلم۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہ بنت عمیس آپ آغاز اسلام میں مسلمان ہوئیں، اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی، فتح خیبر ۷ھ کے موقع پر حبشہ سے واپس آئیں، غزوہ موتہ میں ان کے شوہر شہید ہوئے، محمد، عبداللہ اور عون ان کے تین لڑکے ہیں، چھ مہینے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شادی کی اور ایک لڑکا محمد بن ابی بکر پیدا ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا اور ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہوئیں۔

ابوحفص کنانی (محمد بن عمر قاضی جعابی، محمد بن قاسم بن جعفر عسکری، احمد بن محمد بن یزید بن سلیم خلف بن سالم، عبدالرزاق، سفیان ثوری، اشعث بن ابی الشعثاء، ام اشعث، فاطمہ بنت حسین) حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور سورج پلٹ آیا۔

تبصرہ عبدالرزاق اور سفیان ثوری کی سب روایات محدثین کے ہاں نہایت معروف و محفوظ ہیں، کوئی مبہم روایت ان سے اوجھل نہیں یہ عظیم معجزہ کی حامل روایت خلف بن سالم سے [illegible] بیان نہیں کرتا۔ [illegible] یہ روایت تنہا انہی سے بیان کی نہ عبدالرزاق سے نقل کی، نہ خلف نے روایت کی بفرض محال اگر ان سے یہ حدیث مروی بھی ہو تو اس کی سند میں ام اشعث یک گمنام اور مجہول راویہ ہیں، واللہ اعلم۔

(۴) محمد بن مرزوق حسین اشقر، علی بن ہاشم بن یزید، عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار علی بن حسین، فاطمہ بنت علی حضرت اسماء بنت عمیس سے مذکورہ حدیث ردشمس نقل کرتے ہیں۔

تبصرہ حسین اشقر کا حال بیان ہو چکا ہے۔ بقول ابن حبان، علی بن ہاشم م ۱۸۹ھ غالی شیعہ ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر اور اپنی غرض کے مطابق روایت نقل کرتا ہے اور عبدالرحمن ضعیف ہے لیس بذاک (کلام یحییٰ بن معین فی الرجال ص ۱۰۷) علی بن حسین سے عبدالرحمن کا لقاء ثابت نہیں۔ الفوائد المجموعہ شوکانی ص ۳۵۳، بس یہ سند صحیح ثابت نہیں۔

(۵) عبدالرحمن بن شریک، ابوہ ۷۷اھ، عروہ بن عبداللہ بن قیشر، فاطمہ بنت علی اسماء بنت عمیس سے بیان ہے کہ سورج پلٹا اور اس کی دھوپ مسجد کے آدھے حصے تک پہنچ گئی۔

تبصرہ عبدالرحمن ۲۲۷ھ سے ائمہ نے حدیث نقل کی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ادب المفرد میں اس سے روایت بیان کی ہے، امام ابوحاتم رازی اس کی حدیث واہی اور کمزور ہے۔ امام ابن حبان نے اسے ثقات میں بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے (ربما اخطاء) بعض اوقات وہ غلطی کرتا ہے، دیگر یہ روایت ان سے ابن عقدہ بیان کرتا ہے جس کے متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متن گذشتہ روایت (کہ یہ واقعہ خیبر میں پیش آیا) کے خلاف ہے اور اس قسم کا تضاد اور اختلاف حدیث کے ضعیف اور واہی ہونے کا باعث ہوتا ہے۔

محمد بن عمر (قاضی جعابی، علی بن عباس بن ولید، عبادہ بن یعقوب رواجی، علی بن ہاشم، صباح، عبداللہ بن حسن ابوجعفر، حسین رضی اللہ عنہ، فاطمہ) اسماء بنت عمیس کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مال غنیمت کی تقسیم میں اس قدر مصروف رہے کہ سورج غروب ہو گیا یا غروب کے قریب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کیا عصر نہیں پڑھی؟ عرض کیا، جی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی سورج واپس پلٹ آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی تو سورج غروب ہونے کی آواز آئی جیسے لوہے میں آرہ چلنے کی۔

صحت حدیث پر تبصرہ محمد بن عمر جعابی رقیق الدین ہے دیوان الضعفاء والمتروکین للذھبی عبادہ بن یعقوب رواجی م ۲۵۰ھ غالی شیعہ ہے، سلف کو سب وشتم کرتا ہے، ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے، اپنے مذہب کا داعی ہے اور مشاہیر سے منکر روایات بیان کرتا ہے لہذا محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار اور متروک ہے، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۰۹، علی بن ہاشم کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں، صباح یہاں ولدیت کے بغیر بیان ہے، حسن شاذان فضلی نے ایک رسالہ میں صباح بن یحیی لکھا ہے، الفوائد المجموعہ للشوکانی ص ۲۵۵ الضعفاء والمتروکین للذہبی رقم ۱۹۴۷ پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "فیہ نظر" اور "قابل اعتراض" کہا اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج (ج ۴ ص ۱۹۲) پر صباح کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے، دیگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے متعلق فاطمہ خواہ وہ ان کی ہمشیرہ ہو یا بیٹی سے زیادہ باخبر ہوتے اور یہ واقعہ اگر صحیح ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام اور اہل بیت سے براہ راست بیان کرتے۔

اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مال غنیمت کی تقسیم میں مصروف رہے اور نماز عصر قضا ہو گئی کوئی بھی تقسیم غنیمت کی خاطر نماز کے قضا کرنے کا قائل نہیں مکحول، اوزاعی اور انس بن مالک وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا مسلک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنگ و جہاد کے سلسلہ میں نماز کو موخر کرنے کا بیان کیا ہے اور غزوہ خندق کے قصہ سے استدلال پیش کیا ہے اور بنی قریظہ کے محاصرہ کے وقت آپ کا فرمان نقل کیا ہے کہ وہیں جا کر عصر پڑھیں۔ اور بعض اہل علم کا مسلک ہے کہ نماز کو تاخیر سے پڑھنا نماز خوف سے منسوخ ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کوئی صاحب علم بھی مال غنیمت کی تقسیم کے عذر کی وجہ سے نماز کو موخر کرنے کے جواز کا قائل نہیں اور یہاں صورت یہ ہے کہ یہ تاخیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہے۔ جو والصلوٰۃ الوسطی (۲/۲۳۸) سے نماز عصر کے قائل ہیں۔ ان راویوں کے مطابق اگر نماز عصر کا جان بوجھ کر موخر کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تنبیہ نہ کرنا ثابت ہو جائے تو یہ واقعہ تاخیر نماز کے جواز پر بہترین دلیل ہوا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل سے بھی قوی، کیونکہ یہ غزوہ خیبر ۔۔۔ میں ہے اور نماز خوف اس سے پہلے مشروع ہے اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نسیان کا شکار ہو گئے اور نماز قضا ہو گئی تو آپ معذور ہیں۔

رد شمس کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ نماز کا جائز وقت غروب کے بعد بھی تھا کہ نماز کا وہی وقت ہے (جب یاد آئے) یہ سب توجیہات حدیث شمس کے ضعف پر قوی دلائل ہیں۔ اگر اسے کسی اور واقعہ پر محمول کیا جائے تو سورج کے بار ہا لوٹنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس کے علاوہ یہ رد شمس کا واقعہ کسی مشہور اور معتبر کتاب میں منقول نہیں صرف یہی راوی یہ قصہ بیان کرتے ہیں جن میں بعض مجہول اور گمنام ہیں اور بعض رواۃ متروک اور متہم ہیں۔

(۷) علامہ حسکانی ابن عقدہ (یحیی بن زکریا، یعقوب بن سعید) عمرو بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حسن بن حسین

بن علی رضی اللہ عنہ سے ردشمس والی حدیث کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ صحیح ہے، میں نے کہا قربان جاؤں بالکل آپ نے سچ کہا ہے لیکن میں آپ سے اس روایت کا سماع چاہتا ہوں تو آپ نے اپنے والد حسن کی معرفت حضرت اسماء بنت عمیس سے بیان کیا کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز با جماعت پڑھنے کی غرض سے آئے اور اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر آپ علیہ السلام کو سینے سے لگالیا وحی سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے عصر پڑھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا جی نہیں! آپ کو ٹیک لگائے بیٹھا رہا اور سورج غروب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی الٰہی! علی تیری طاعت میں مصروف تھا سورج کو اس کی خاطر لوٹا دے۔ بقول حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سورج لوٹ آیا اور عصر کے وقت کے مطابق ہو گیا اور لوٹنے کی گڑگڑاہٹ چکی کی آواز کی طرح تھی۔

جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو تاریکی چھا گئی اور اسمان پر ستارے نمودار ہو گئے، یہ روایت سند اور متن دونوں لحاظ سے غلط اور منکر ہے اور دیگر مضامین حدیث کے خلاف اور متضاد ہے۔

عمرو بن ثابت بن ہرمز کوفی مولیٰ بکر بن وائل، عمرو بن ابی المقدام حداد کے نام سے بھی معروف ہے، یہ متعدد تابعین سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابوداؤد طیالسی اور ابوالولید طیالسی روایت کرتے ہیں اور یہی عمرو ہی اس روایت کے وضع یا سرقہ کا مرتکب ہے، عبداللہ بن مبارک نے اس کو متروک کہا ہے اور فرمایا کہ اس سے کوئی روایت نقل نہ کرو کیونکہ وہ اسلاف کو سب وشتم کرتا تھا نیز آپ نے اس کے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی۔ عبداللہ بن مہدی نے بھی اس کو متروک کہا ہے۔

ابو معین اور امام نسائی کا فرمان ہے کہ وہ غیر ثقہ اور ناقابل اعتبار ہے اور اس کی روایت تحریر کے قابل نہیں اور امام نسائی، ابوحاتم اور ابوزرعہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بقول ابوحاتم غالی شیعہ اور بدطینت تھا۔ اس سے روایت نہ کی جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محدثین کے نزدیک وہ قوی اور معتبر نہیں۔ ابوداؤد طیالسی فرماتے ہیں یہ شریر، خبیث، رافضی اور بدترین انسان تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو میں نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی کیونکہ اس کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب کے سب مرتد اور کافر ہو گئے تھے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ مشاہیر حفاظ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے اور اس کی حدیث پر وضع کے آثار بالکل نمایاں ہیں۔ اس لئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ اور ان کے والد [illegible] حسن اس موضوع روایت کے بیان سے کوسوں دور ہیں۔ اس کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی مگر تہذیب ج۸ ص۹ پر ہے کہ اس کی وفات ۱۷۲ھ میں ہوئی۔

(۸) علامہ حسکانی نے (عقیل بن حسن عسکری، ابومحمد صالح بن فتح نسائی، احمد بن عمر بن حوصا، ابراہیم بن سعید جوہری، یحییٰ بن یزید بن عبدالملک نوفلی، یزید نوفلی، داؤد بن فراہج وعمارہ بن برد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ردشمس والی روایت نقل کی ہے، امام ابن جوزی نے بھی یہ روایت موضوعات میں ابن مردویہ کی سند سے بیان کی ہے۔ یہ سند رکیک و تاریک ہے۔ یحییٰ بن یزید، یزید بن عبدالملک نوفلی اور داؤد بن فراہج سب کے سب ضعیف ہیں۔ امام نسائی اور شعبہ نے بھی داؤد کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کا خود ساختہ اور موضوع ہونا بالکل واضح ہے یا ممکن ہے کسی راوی سے انجانے میں غلطی ہو گئی ہو، واللہ اعلم۔

(۹)۔ محمد بن اسماعیل جرجانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام کا سر مبارک علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا اور اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا علی! نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تکلیف کے مدنظر سر مبارک کو سرکانا گوارہ نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! دعا کرو کہ سورج واپس کر دیا جائے تو علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ دعا کیجئے میں آمین کہتا ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا رب! (ان علیا فی طاعتک و طاعة نبیک فاردد علیه الشمس) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سورج پلٹنے کی آواز چکی کی طرح سنی اور وہ بالکل سپید اور صاف شفاف تھا۔ یہ سند اور مضمون روایت دونوں ناقابل

تقدیر منفرد ہیں اور ثقہ شخص اس حدیث سے متفرد نہیں ہے۔

ان سب وجوہات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ حدیث من گھڑت، موضوع اور خود ساختہ ہے اور روافض کی کارستانی ہے اگر یہ واقعی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہوتی تو حدیث خوارق ورقمہ محدث کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہ آپ سے ضرور بیان کرتے۔

(۱۰) ابوالعباس فرغانی (ابوالفضل شیبانی، رجاء بن یحیٰ سامانی، ہارون بن سعدان، مسمر ۲۴۰ھ عبداللہ بن عمرو بن اشعث، داؤد بن کمیت عن عم مستہل بن زید بن سعسب، زید بن سعسب) جویریہ بنت شہر نے کہا میں ایک سفر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ آپ نے فرمایا جویریہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک میری آغوش میں تھا حسب سابق مضمون حدیث بیان کیا۔ اس سند کے راویوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے، اکثر ان میں سے غیر معروف اور مجہول ہیں۔ بظاہر یہ روایت کسی رافضی کی شرارت ہے۔ جعلی اور موضوع ہے۔ اللہ ان کا برا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے والے پر لعنت کرے اور اس کو سزا اور پاداش سے ہمکنار کرے جس کی اس نے وعید سنائی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر افترا کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یہ بات ہر صاحب علم و دانش کے لئے ناقابل یقین ہے کہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو، اس میں آپ کی فضیلت، منقبت مذکور ہو اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ بیان ہوا ور ایسی ناگفتہ بہ سند اور مجہول راویوں سے مروی ہو جن کا دنیا میں وجود بھی مشکوک ہو۔ اور اس پر مزید یہ کہ وہ بیت مجہول اور غیر معروف خواتین سے مروی ہو، فرمائیے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پختہ مزاج اور ثقہ تلمیذان گرامی عبیدہ سلیمان، قاضی شریح اور عامر شعبی جیسے صاحب علم فضل کہاں غائب تھے؟ اس کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور ائمہ صحاح ستہ، اصحاب مسانید و سنن اور مؤلفین صحاح وحسان کا اس حدیث کو نظر انداز کرنا اور اپنی تالیفات میں نہ بیان کرنا ہی اس حدیث کے موضوع اور جعلی ہونے کی اہم دلیل ہے۔

غور فرمائیے امام ابوعبدالرحمٰن نسائی اور امام حاکم صاحب مستدرک شیعیت کی طرف مائل سمجھے جاتے ہیں اور امام نسائی کی تو خصائص علی کے نام سے ایک مستقل تصنیف موجود ہے، اس کے باوجود انہوں نے یہ حدیث بیان نہیں کی اور نہ کسی ثقہ شخص نے بیان کی ہے۔ اس نے صرف برسبیل تعجب و حیرت بیان کی ہے۔ سنئے 'ایک واقعہ روز روشن میں نمودار ہوتا ہے اور ہر ایک کا چشم دید ہوتا ہے پھر اس کا ضعیف اور کمزور سند سے بیان ہونا اور مجہول راویوں سے نقل ہونا اس کے جعلی اور مصنوعی ہونے کا کھلا اور واضح ثبوت ہے۔

ان سب ضعیف اور موضوع روایات میں سے پہلی روایت کی سند نسبتاً عمدہ ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اسی وجہ سے احمد بن صالح مصری م ۲۴۸ھ دھوکے میں آ گئے اور اس کے صحت و ثبوت کی جانب مائل ہو گئے، مشکل الآثار از علامہ طحاوی (۲۲۹۔۳۲۱/۹۳۱/۳۳۹ھ) میں احمد بن صالح مصری کا مقولہ علی بن عبدالرحمٰن کی معرفت منقول ہے کہ حدیث ردشمس ہر طالب علم کو حفظ یاد ہونی چاہئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معجزہ اور علامت ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس کی صحت کی جانب میلان اور رجحان منقول ہے۔ ابوالقاسم حسکانی صاحب رسالہ نے ابوعبداللہ بصری معتزلی سے یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ غروب ہو جانے کے بعد سورج پلٹنے کا بیان پختہ اور یقینی ہے۔ اگرچہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت ہے مگر درحقیقت یہ نبوت کا اعجاز اور علامت بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس حدیث کو مسلسل اور متواتر نقل کرنا چاہئے۔ یہ حدیث صحیح اسناد سے منقول ہوتی تو یہ بات بڑی توجہ کے لائق تھی مگر یہ صحیح طریق سے منقول نہیں تو واضح ہو گیا کہ دراصل یہ حدیث درست نہیں، واللہ اعلم۔ ہر دور میں ائمہ اسلام نے اس روایت کی صحت کو چیلنج کیا ہے اور اس کا واضح طور پر انکار کیا ہے (جیسے کہ ہم گزشتہ اوراق میں بہ تفصیل بیان کر چکے ہیں) مثلاً شیخ محمد بن عبید طنافسی اور یعلی بن عبید طنافسی، ابراہیم بن یعقوب جوزجانی خطیب دمشق، ابوبکر محمد بن حاتم عرف ابن زنجویہ بخاری، حافظ ابن عساکر، امام ابن جوزی وغیرہ۔

حافظ ابوالحجاج مزی اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اس روایت کو شدومد سے موضوع کہا ہے۔ امام حاکم، قاضی القضاۃ ابوالحسن محمد بن صالح ہاشمی، محمد بن عبداللہ بن حسین بن موسیٰ، عبداللہ بن علی بن مدینی، علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ پانچ حدیثیں بالکل بے بنیاد اور باطل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً منقول نہیں، وہ یہ ہیں

۱ اگر سائل سچا ہو تو اسے محروم لوٹانے والا فلاح نہیں پاتا۔

۲ صرف آنکھ کا درد ہی تکلیف دہ ہوتا ہے، قرضے کا فکر و غم ہی مہلک ہوتا ہے۔
۳ سورج حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر پلٹنا۔
۴ اللہ تعالیٰ مجھے دو سال سے زیادہ زیر زمین مدفون نہیں رکھے گا۔
۵ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کا روزہ فاسد ہو گیا کہ وہ غیبت کر رہے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ...ابو جعفر طحاوی کا میلان اگرچہ حدیث ردشمس کی جانب واضح ہے مگر وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ردشمس کا انکار اور اس کے راویوں کا تمسخر اڑانا نقل کرتے ہیں۔

ابو العباس بن عقدہ (جعفر بن محمد بن عمیر، سلیمان بن عباد) بشار بن دراع سے روایت کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن نعمان سے پوچھا حدیث ردشمس تم کن راویوں سے نقل کرتے ہو تو اس نے جواب دیا جن سے تم ''ساریۃ الجبل'' نقل نہیں کرتے۔

سنئے! امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ کے باشندے ہیں، جلیل القدر امام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی محبت و عقیدت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود وہ اس روایت کے راوی کو منکر اور ناپسند سمجھتے ہیں۔ باقی رہا محمد بن نعمان کا جواب تو یہ کوئی معقول جواب نہیں بلکہ یہ صرف ایک بے کار معارضہ ہے۔ کجا یہ سند اور متن جو دونوں موضوع اور جعلی ہیں اور کجا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مکاشفہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو محدث کہنا۔

یاد رہے کہ یوشع علیہ السلام کیلئے سورج واپس نہیں لوٹا تھا بلکہ اس کی طبعی رفتار ذرا دھیمی ہو گئی تھی۔

ابو بشر دولابی کی الذریۃ الطاہرۃ میں جو روایت حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ درحقیقت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، واللہ اعلم۔

منہاج الکرامہ فی اثبات الامامہ ص ۱۱۵ پر، جس کا رد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنہ کے نام سے لکھا ہے، ابن مطہر حلی م ۶۷۷ھ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دو مرتبہ سورج واپس لوٹا (ایک دفعہ کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ملاحظہ کر چکے ہیں) دوسری دفعہ جب بابل میں دریائے فرات عبور کیا اور چند رفقا کے ساتھ نماز عصر ادا کی اور اکثر لوگ نماز میں شامل نہ ہو سکے تو انہوں نے نماز باجماعت کا مطالبہ کیا پھر آپ نے دعا فرمائی اور سورج پلٹ آیا اور ان کو نماز پڑھائی اس واقعہ کو حمیری نے نظم کیا ہے:

ردت علیہ الشمس لما فاتہ
وقت الصلاۃ وقد دنت للمغرب
حتی تبلج نورہا فی وقتہا
للعصر ثم ہوت ہوی الکوکب
علیہ قد ردت ببابل مرۃ
أخری وما ردت لخلق مقرب

''جب نماز عصر کا وقت فوت ہو گیا اور سورج غروب کے قریب ہو گیا تو وہ آپ کے لئے واپس لوٹا دیا گیا۔ وقت عصر کے مطابق اس کی چمک دمک ہو گئی، اس کے بعد پھر غروب ہو گیا۔ اور دوسری بار بابل میں واپس لوٹایا گیا اور کسی بھی مقرب انسان کے لئے نہیں لوٹایا گیا''۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و فضیلت اور علو قدر و منزلت بہترین اسناد سے مروی ہے جو یقین اور اذعان کا باعث ہے، اس قسم کی موضوع اور غیر مصدقہ روایات سے ان کی فضیلت ثابت کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی اور قاضی عیاض وغیرہ نے ردشمس والی روایت کا ذکر کیا ہے اور اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا ہے۔

منہاج السنہ ج۴ص۱۸۵ پر حافظ بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے تمام طرق بیان کر کے ان کی خوب تردید کی ہے اور ابوالقاسم حسکمانی کی ہر بات کا جواب بالکل درست دیا ہے بحمد اللہ ہم نے یہاں البدایہ میں یہ تفصیل بیان کر دی ہے اور مزید بھی۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح مصری نے حدیث ردشمس کو اس وجہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ ان کو سند میں دھوکہ ہو گیا ہے اور امام ابوجعفر طحاوی کو اہل تحقیق حفاظ حدیث کی طرح سند میں مہارت تامہ نہیں ہے۔ قطعی اور یقینی بات صرف یہی ہے کہ یہ کذب وافتراء کا پلندہ ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مطہر نے جو حدیث جابر پیش کی ہے وہ غریب ہے اور اس کی سند بھی بیان نہیں کی۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ردشمس کی دعا خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی جو دوسری احادیث کے منافی ہے۔ رہا قصہ بابل یہ بھی بے سند ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زندیق شیعہ کا وضع کردہ ہے۔ کیونکہ غزوہ خندق میں ایک دن سورج غروب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے) نماز عصر نہ پڑھ سکے، چنانچہ سب نے وادی بطحان میں وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز ادا کی۔ اسی طرح بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ایک مہم میں بنی قریظہ کی جانب گئے، ان کی نماز عصر قضا ہو گئی اور ان کی خاطر بھی سورج واپس نہیں کیا گیا۔

غزوہ خیبر سے واپس کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ طلوع شمس کے بعد بیدار ہوئے۔ سب نے دن چڑھے نماز پڑھی اور رات نہیں لوٹائی گئی، پس جو فضیلت اور منقبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو عطا نہیں فرمائی گئی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی عطا نہیں ہوئی۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور ہے جو سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ بابل کے علاقہ میں گئے عصر کا وقت ہو گیا تو اسے عبور کرنے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارض بابل میں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا کہ وہ ملعون ہے۔ باقی رہے حمیری کے اشعار تو وہ بالکل ناقابل حجت ہیں بلکہ ابن مطہر حلی کی نثر کی طرح ہذیان اور نامعقول ہیں بلکہ حقیقت سے بہت دور ہیں:

إن كنت أدري فعلي بدنه من كثرة التخليط أني من أنه

الملل والنحل میں حافظ ابن حزم نے ردشمس کے دعوے کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے کہ آسمان پر چڑھنا، فرشتوں سے بات کرنا، ارنڈ سے انگور اور کھجور توڑنا وغیرہ امور کے کسی بزرگ کی جانب نسبت کرنے اور روافض کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دو مرتبہ ردشمس کے دعوی میں ذرا برابر فرق نہیں۔ جسے بقول ان کے حبیب بن اوس نے نظم کیا ہے اور نظم پر رکت اور پژمردگی کے آثار نمایاں ہیں۔

فردت علينا الشمس والليل راغم
بشمس لهم من جانب الخدر تطلع
نضا ضوءها صبغ الدجنة وانطوى
لبهجتها نور السماء المرجع
فوالله ما أدري علي بدا لنا فردت
له أم كان في القوم يوشع

"رات کے برعکس ہم پر آفتاب لوٹایا گیا جو ان کے لئے ایک پردہ سے طلوع ہو رہا ہے۔ اس کی روشنی نے رات کی تاریکی کو بدل دیا اور اس کی تروتازگی کی وجہ سے آسمان کی روشنی دوبالا ہے۔ خدا کی قسم! معلوم نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہور پذیر تھے جن کی خاطر سورج لوٹایا گیا ہے یا قوم میں یوشع علیہ السلام موجود ہیں"۔

بارش سے متعلق معجزات

نبی علیہ السلام کا قوم اور امت کے لئے بارش کی دعا کرنا اور فوراً قبول ہوتا کہ منبر سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ ریش مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور اسی طرح بارش کے تھم جانے کی دعا وغیرہ کا بیان۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شعر سنا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للأرامل

''سپید چہرہ جس کی بدولت بارش کا بادل طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقا کی دعا کرتے تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھ کر شاعر کا یہ شعر یاد آ جاتا اور آپ علیہ السلام کے منبر سے اترنے سے پہلے بارش شروع ہو جاتی اور پرنالے زور شور سے بہنے لگتے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للأرامل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس معلق روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن میں پوری سند کے ساتھ بیان کیا ہے، (ملاحظہ ہو باب ما جاء فی الدعاء فی الاستسقاء)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا بیان ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو چکے ہیں، قحط کی وجہ سے راستے بند ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے رحمت کی بارش کی دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور تین بار کہا اللّٰھم اسقنا (الٰہی! بارش برسا) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آسمان بالکل صاف تھا، کوئی بادل نہ تھا، اس وقت ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے چھوٹا سا بادل نمودار ہوا پھر آسمان کے بیچ میں آ کر پھیل گیا اور خوب برسا۔ ہم نے مسلسل چھ دن تک دھوپ نہیں دیکھی پھر آئندہ جمعہ وہی شخص یا کوئی اور، اسی دروازے سے داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! بارش کی وجہ سے مویشی مر گئے (مکانات گر گئے) راستے بند ہو گئے، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارش روک دے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اللّٰھم حوالینا ولا علینا، اللّٰھم علی الآکام والجبال ومنابت الشجر ''الٰہی! ہمارے گرد و نواح برس، ہم پر نہ برسا۔ الٰہی ٹیلوں پر، پہاڑوں پر، نباتات کے اگنے کے مقامات پر۔''

بادل فوراً چھٹ گئے، سورج چمک اٹھا اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک نے پوچھا کہ پہلے سائل نے ہی دوسرے جمعہ میں سوال کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا یہ مجھے معلوم نہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

یہی واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر کے علاوہ قتادہ بن دعامہ، عبداللہ بن ابی طلحہ، یحییٰ بن سعید، ثابت، حمید اور عبدالعزیز صہیب بھی بیان کرتے ہیں۔ الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے اور منظر کشی میں بھی کچھ فرق ہے۔ اور مسند احمد میں یہ ابن ابی عدی، حمید، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثلاثی سند سے بیان ہے جو مسلم اور بخاری کی شرط کی حامل ہے۔ امام بیہقی، مسلم ملائی کے واسطہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی شخص نے قحط سالی کی شکایت کی ہے اور یہ اشعار پڑھے:

أتیناک والعذراء یدمی لبانها
وقد شغلت أم الصبی عن الطفل
وألقی بکفیه الفتی لاستکانة
من الجوع ضعفا قائما وهو لا یحلی
ولا شیء مما یأکل الناس عندنا
سوی الحنظل العامی والعلهز الفسل
ولیس لنا إلا الیک فرارنا

وأین فرار الناس إلا إلی الرسل

''ہم آپ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے ہیں کہ کنواری لڑکی کا دل بھی گھائل اور زخمی ہے اور بچے والی بھی اپنے بچے کو دودھ پلانے سے بیزار ہے، اور نوجوان نے بھوک کی وجہ سے ہتھیلیاں ڈال دی ہیں اور وہ اس میں تنہا نہیں۔ ہمارے کھانے کو کچھ نہیں سوائے قحط سالی کے اندرائن کے اور خراب کون کے۔ آپ کی خدمت میں ہی ہمارا حاضر ہونا ہے بتائیے لوگ رسولوں کے علاوہ کس کے پاس جائیں''۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثنا کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

''الٰہی! ضرورت کے مطابق فوراً بارش برسا خوشگوار اور خوب اگانے والی موسلا دھار دور دراز تک جلدی ہو دیر نہ ہو، مفید ہو نقصان دہ نہ ہو جس سے حیوانوں کے تھن بھر جائیں کھیتی خوب ہو مردہ زمین زندہ ہو''

خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور لوگ چلاتے آئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغرق، الغرق سیلاب آ گیا، طوفان آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اللھم حوالینا ولا علینا الٰہی! بارش ہمارے گرد ونواح پر ہو، ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل فوراً چھٹ گئے اور تاج کی طرح مدینہ منورہ کا مطلع صاف ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھل کھلا ہنسے اور فرمایا ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کو خوب راحت ہوتی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی۔ تم میں سے کون ان کا کلام پیش کرتا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للأرامل
یلوذ به الهلاک من آل هاشم
فهم عنده فی نعمة وفواضل
کذبتم وبیت الله یبزی محمد
ولما نقاتل دونه ونناضل
ونسلمه حتی نصرع حوله
ونذهل عن أبنائنا والحلائل

''سپید چہرہ جس کی بدولت ابر باراں طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے، کمزور و ناتواں ہاشمی اس کی پناہ لیتے ہیں وہ ان کے پاس خوب انعام واکرام سے بہرہ مند ہیں، بیت اللہ کی قسم تم جھوٹے ہو کیا محمد تمہاری گرفت میں آجائیں گے؟ اور ابھی ہم نے ان کی حفاظت میں نہ طرنہ برچھے چلائے نہ تیر چلائے، اپنے اور اپنے اہل وعیال کے قتل وغارت سے پہلے ہم ان کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑیں گے''۔

پھر ایک بنی کنانہ کے شاعر نے یہ کلام پیش کیا:

لک الحمد والحمد ممن شکر
سقینا بوجه النبی المطر
دعا الله خالقه دعوة
إلیه وأشخص منه البصر
فلم یک إلا کلف الرداء
وأسرع حتی رأینا الدرر

رقاق السعو المی عم البقاع
أغاث به الله علینا مضر

''تیری حمد وثنا اور یہ حمد ہے ایک شکر گزار کی، نبی اکرم کے رخ انور کی بدولت باران رحمت برسا۔ اس نے اپنے خالق کو پکارا اور اس کی جانب نگاہ لگ گئی، چادر کے تہہ کرنے کے مانند بلکہ اس سے بھی جلد بارش شروع ہوگئی اور ہم نے بارش دیکھی۔ اوتار کی نرم زمین پر آئی جو سب علاقہ پر محیط تھی اللہ تعالیٰ نے مضر قوم کی مدد فرمائی''۔

وکان کما قاله عمه
ابو طالب ابیض ذو غرر
به الله یسقی بصوب الغمام
وهذا العیان کذاک الخبر
فمن یشکر الله یلقی المزید
ومن یکفر الله یلقی الغیر

''اور یہ اسی طرح ہوا جیسے ان کے چچا ابو طالب نے کہا تھا کہ سپید روشن چہرہ ہے۔ جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی یہ چشم دید ہے اور اس طرح سنا گیا ہے۔ جو شخص خدا کا شکر گزار ہو وہ مزید انعام کا مستحق ہوتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ آفتوں اور مصیبتوں میں پڑے گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کی اس کی تعریف فرمائی اور تعریف کلمات ارشاد فرمائے۔ اس روایت میں غرابت اور عجوبہ پن ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایات کے مشابہ نہیں، بالفرض اگر یہ قصہ صحیح ہو تو یہ کوئی دوسرا واقعہ ہوگا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر بن حارث اصبہانی، ابو محمد بن حبان، عبداللہ بن مصعب، عبدالجبار، مروان بن معاویہ، محمد بن أبی ذیب المدنی، عبداللہ بن محمد بن عمر بن حاطب جمحی) ابو وجزہ یزید بن عبید سلمی روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ علیہ السلام کی خدمت میں بنی فزارہ کا ایک مسلمان وفد حاضر ہوا۔ جس میں خارجہ بن حصین اور عینیہ بن حصن کا برادر زادہ حر بن قیس تھا وہ رملہ بن حارث انصاریہ کے احاطے میں قیام پذیر ہوئے ان کی سواریاں نہایت لاغر اور کمزور تھیں اور وہ لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاقہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا علاقہ خشک سالی سے متاثر ہے، اہل وعیال بد حال ہے، مال مویشی تباہ ہے، دعا فرمایئے ہماری رب کے پاس سفارش کیجئے اور اللہ تعالیٰ آپ سے سفارش کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! ہاں! میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کی، مگر اللہ تعالیٰ کس سے سفارش کرے، اس کے بغیر تو کوئی کارساز نہیں اس کی کرسی سلطنت تو زمین وآسمان سے بھی وسیع ہے اور وہ اس کی عظمت وہیبت سے نئے پالان کی طرح چرچرا رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی، تنگ دستی اور عنقریب فریادرسی پر مسکراتا ہے۔ یہ سن اعرابی نے عرض کیا، کیا ہمارا پروردگار مسکراتا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بالکل، تو پھر اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ہنس مکھ رب کی خیر وبرکت سے محروم نہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن کر مسکرائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر کچھ کلمات ارشاد فرمائے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ بغلوں کی سپیدی نظر آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم اسق بلدک وبهائمک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت اللهم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا طبقا واسعا عاجلا غیر آجل نافعا غیر ضار اللهم سقیا رحمة ولا سقیا عذاب ولا هدم ولا غرق ولا محق اللهم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء

یہ دعا سن کر ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم '' کھجور سکھانے کے لئے باہر کھلی جگہ میں رکھی ہوتی ہے۔ ''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر باران رحمت کی دعا کی اور ابولبابہ نے تین مرتبہ یہ جملہ کہا اور آپ نے بھی اسی طرح دعا کی۔ آخر کار آپ علیہ السلام نے فرمایا الٰہی! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ قمیص اتار کر خود اپنے کھیت کا سوراخ اپنی ازار سے بند کرے۔ خدا کی قسم! آسمان بالکل صاف تھا، بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا اس زمانہ میں مسجد نبوی علیہ السلام اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہیں تھی۔

سلع پہاڑ کے پیچھے سے چھوٹا سا بادل نمودار ہوا۔ آسمان کے وسط میں آکر پھیل گیا اور خوب برسا۔ مسلسل چھ دن تک بارش ہوتی رہی اور سورج نظر نہ آیا۔ اور ابولبابہ نے قمیص اتار کر اپنے کھیت کا سوراخ بند کیا کہ سوراخ سے کھجور کہیں باہر نہ بہہ جائے۔ پھر ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں، سب راستے سیلاب کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سپیدی نظر آئی اور دعا کی، الٰہی! ہمارے گردونواح بارش برسا، الٰہی! ٹیلوں، پہاڑوں اور وادیوں میں رحمت کی بارش نازل فرما۔ تو فوراً کپڑے کی شگاف کی طرح بادل پھٹ گئے، یہ مضمون حدیث مسلم ملائی کی گذشتہ روایت سے ملتی جلتی ہے اور کچھ حصہ سنن ابوداؤد اور ابورزین عقیلی کی روایت کے مطابق۔

دلائل میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ واسطوں سے ابولبابہ انصاری سے روایت بیان کی ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باران رحمت کی دعا فرمائی۔ الٰہی! بارش برسا اللّٰھم اسقنا اور مطلع بالکل صاف تھا، تو ابولبابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تو کھجور کھلیان میں پڑی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعا فرمائی تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی عرض کیا کہ کھجور کی فصل باہر کھلیان میں پڑی ہے۔ آپ نے پھر دعا فرمائی الٰہی! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ اپنے تہ بند سے کھیت کے سوراخ بند کرے۔ چنانچہ خوب بارش ہوئی اور آپ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ ابولبابہ کے پاس آئے، واللہ بارش نہ رکے گی جب تک کہ تو جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے قمیص اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند نہ کرے گا۔ چنانچہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کھلیان کا سوراخ بند کیا اور بارش تھم گئی۔ یہ سند حسن ہے، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اسے نہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور نہ دوسری کتابوں کے مؤلفین نے، واللہ اعلم۔

غزوہ تبوک کے سفر کے دوران بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ تبوک میں بہت شدید گرمی کا موسم تھا، ایک جگہ تو حال یہ تھا کہ پیاس کے مارے جان ہی نکلی جا رہی تھی، اور اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ انہیں اپنے پالان اور کجاوے نظر نہیں آتے تھے اور اونٹ کو ذبح کر کے اس کے اوجھ کا گندہ پانی پینے پر مجبور تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرماتا ہے، دعا فرمائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہاری خواہش ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ تو آپ علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فوراً بارش آگئی اور ہم نے سب برتن پانی سے بھر لئے پھر ہم نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ صرف اسلامی لشکر پر ہی بارش برسی ہے (یہ سند بھی بہت قوی ہے) مگر کتب صحاح میں اس کی تخریج نہیں۔
مؤرخ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اس جنگ میں ۳۰ ہزار فوج تھی، بارہ ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار شتر تھے، شدید گرمی کا موسم تھا۔ اس قدر بارش ہوئی کہ تمام تالاب اور نشیب و فراز پانی سے بھر گئے، یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایسے کئی واقعات پیش آئے جو صحیح احادیث میں بیان ہیں۔ گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ جب قریش سخت مخالفت پر اتر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا قحط ڈالے جیسا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں پڑا تھا چنانچہ ان پر ایسا قحط پڑا کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں کتوں اور ان کے خون کے کھانے پر مجبور ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی خواہش پر دعا فرمائی اور بارش ہوئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قحط سالی سے دوچار ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش کی دعا کرائی۔ الٰہی! ہم اپنے نبی کے ذریعہ سے تجھ سے بارش کی دعا مانگا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا عباس کی معرفت بارش کی دعا مانگتے ہیں تو ہمیں برسات سے سیراب فرما چنانچہ دعا قبول ہوتی اور خوب بارش ہوتی۔ (تفرد بہ البخاری)

انگلیوں سے پانی کا فوارہ۔۔۔(۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا مگر وضو کے لئے پانی موجود نہ تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کے پانی کا برتن پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو وضو کرنے کو کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے آنحضور ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا فوارہ نکلتا دیکھا، چنانچہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے وضو کیا۔ مسلم، نسائی اور سنن ترمذی میں یہ روایت موجود ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یونس بن محمد، حزم، حسن) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن کسی مہم میں مدینہ سے باہر تشریف لے گئے دوران سفر نماز کا وقت آگیا اور وضو کے لئے پانی نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کا پانی نہیں ہے۔ اسی پر آپ نے ان کے چہروں سے ناگواری محسوس کی پھر ایک صحابی نے ایک پیالہ میں معمولی سا پانی پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کر لیا اور بعد میں پیالہ پر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور فرمایا! آؤ وضو کرو، چنانچہ سب حاضرین نے وضو کر لیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ وہ لوگ کتنے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ستر یا اسی تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حزم سے بواسطہ عبدالرحمن بن مبارک عنسی بیان کی ہے۔

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی عدی، حمید ویزید) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد میں اذان ہوئی تو جن کے گھر قریب تھے وہ گھر سے وضو کر آئے اور دور دراز کے لوگ مسجد میں باقی رہ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا پیالہ لایا گیا جس میں آپ علیہ السلام کی انگلیاں بھی نہ سما سکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں بند کر کے اس میں مٹھی ڈال دی اور باقی ماندہ سب صحابہ رضی اللہ عنہ نے وضو کر لیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کی تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اسی یا کچھ زائد ہوں گے۔

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (عبداللہ بن منیر، یزید بن ہارون، حمید) انس رضی اللہ عنہ سے یہی واقعہ نقل کیا ہے اس میں صرف اسی افراد بتائے ہیں۔

(۵) امام احمد (محمد بن جعفر، سعید، قتادہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹا پیالہ پانی کا لایا گیا، جس میں انگلیاں بھی سما نہ سکتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دست مبارک رکھا اور فرمایا وضو کرو اور پانی انگلیوں اور اس کے اطراف سے پھوٹنے لگا۔ چنانچہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے وضو کر لیا تو قتادہ کہتے ہیں، میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ لوگ کتنے افراد تھے فرمایا تقریباً تین سو یا تین سو تھے۔

صحیحین میں بھی باختلاف سند یہ روایت موجود ہے، اس میں تین سو یا قریباً تین سو کے الفاظ ہیں۔

(۶)۔۔۔۔۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کنوئیں پر چار سو افراد مقیم تھے اور اس کا پانی ختم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی منڈیر پر بیٹھ کر اس میں کلی ڈالی، معمولی وقفہ کے بعد ہم اور ہماری سواریوں نے اس سے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

(۷)۔۔۔۔۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان وہاشم، سلیمان بن مغیرہ، حمید بن ہلال، یونس بن عبیدہ مولیٰ محمد بن قاسم) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، چنانچہ سفر کے دوران ایک معمولی پانی والے کنوئیں پر قیام ہوا ہم چھ افراد اس کنویں میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے منڈیر پر تشریف فرما تھے، ہم نے کنوئیں سے پانی کا ڈول نصف یا اس سے کم بھرا اور اس کے بعد کنویں میں اتنا پانی بھی باقی نہ رہا کہ اس سے حلق بھی تر ہو سکے، ڈول آپ کی جانب اٹھایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول میں ہاتھ ڈبویا اور کچھ پڑھا اور ڈول واپس کنوئیں میں لوٹا دیا گیا، پھر اچانک اتنا پانی جمع ہو گیا کہ ڈوبنے کے خطرہ سے ہم نے فوراً کپڑے باہر نکال لئے اور وہ ایک نہر بن گیا (یہ ایک الگ واقعہ ہے)۔

(۸) مسند احمد (سنان بن حاتم، جعفر بن سلیمان، جعد ابوعثمان، انس بن مالک) جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں دست مبارک ڈالا اور فرمایا پیو چنانچہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پی لیا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھ رہا تھا۔

درخت، عذاب قبر، پانی اور مچھلی کا معجزہ ...(۹) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں پانی کا لوٹا لے کر آپ علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا اور وہاں کوئی چیز اوٹ کے لئے نظر نہ آئی اور وادی کے کنارے صرف دو درخت تھے چنانچہ آپ ایک درخت کے پاس گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر کہا "اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر۔" وہ نکیل دار اور فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ علیہ السلام کے ساتھ ہو لیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے دوسرے درخت کی شاخ پکڑ کر کہا (انقادی باذن اللہ) چنانچہ وہ بھی آپ کے ساتھ چلا آیا۔ جب وہ دونوں درخت قریب ہو گئے تو فرمایا "اللہ کے حکم سے تم دونوں مجھ پر چھا جاؤ۔" چنانچہ وہ دونوں آپس میں بالکل مل گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں وہاں سے دور ہٹ کر بیٹھ گیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے محسوس کر کے دور نہ چلے جائیں پھر میں نے اچانک دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک سے دائیں بائیں اشارہ کیا اور وہ دونوں درخت الگ الگ اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ پھر آپ علیہ السلام میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا جابر! تو نے میرے جائے قیام کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ کاٹ لے اور جہاں میں کھڑا تھا وہاں ایک شاخ دائیں جانب ڈال دے اور ایک بائیں جانب۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پتھر کی نوک کو تیز کیا اور ہر درخت سے ایک ایک شاخ کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے قیام کے دائیں بائیں ڈال دی پھر میں نے اطلاعاً عرض کیا یا رسول اللہ! میں وہ کام سرانجام دے چکا ہوں۔ میں نے اس کام کی حکمت اور وجہ پوچھی تو فرمایا وہاں دو قبروں پر عذاب ہو رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ جب تک یہ شاخیں تر و تازہ رہیں میری سفارش کی بدولت ان سے عذاب رفع ہو جائے۔

ہم لشکر میں واپس چلے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر! وضو کا اعلان کر دو، میں نے وضو کا اعلان کر کے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ میں پانی بالکل نہیں۔ ایک انصاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا کرتا تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اس انصاری صحابی کے پاس جاؤ اور پانی لے آؤ میں اس کے پاس آیا تو اس کے ہاں بھی تھوڑا سا پانی پایا۔ اگر میں وہ کسی دوسرے برتن میں ڈالتا تو وہ برتن کے خشک حصہ میں ہی جذب ہو کر ختم ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے لے آؤ، میں نے وہ تھوڑا سا پانی لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ علیہ السلام نے اس میں کچھ پڑھا اور مجھے پکڑ کر کہا جابر! کوئی بڑا طشت منگواؤ۔ چنانچہ وہ طشت آپ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا آپ نے طشت میں دست مبارک کی انگلیاں پھیلا کر رکھ دیں اور فرمایا جابر بسم اللہ پڑھ کر یہ تھوڑا سا پانی میرے ہاتھ پر ڈالو چنانچہ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دست مبارک پر پانی ڈالا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا اور طشت بھر گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جابر اعلان کر دو جسے پانی کی ضرورت ہو وہ آ جائے، چنانچہ سب نے حسب ضرورت پانی استعمال کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طشت سے ہاتھ اٹھا لیا اور وہ طشت پانی سے بھرا ہوا تھا۔

پھر صحابہ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے بھوک کا شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ پھر ہم سمندر کے ساحل پر پہنچے تو اس میں لہر آئی اور ایک بہت بڑی مچھلی باہر آ پڑی ہم نے اس کے ایک پہلو پر آگ جلائی اور بھون کر خوب کھایا ہم پانچ شخص اس کے ایک چشم خانہ میں سما گئے پھر اس کی ایک پسلی کو کمان بنا کر کھڑا کر دیا، اس کے نیچے سے ایک عظیم شتر سوار سر نیچے کئے بغیر گزر گیا۔

(۱۰) .. امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن میں سے وضو فرما رہے تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دریافت کیا، کیا بات ہے؟ سب لوگوں نے عرض کیا، وضو اور پینے کے لئے

پانی میسر نہیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس برتن میں دست مبارک ڈالا اور انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے۔ خوب پیا اور وضو کیا، دریافت ہوا ہم کتنے تھے؟ بتایا لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا مگر ہم اس وقت ڈیڑھ ہزار تھے، اور مسلم میں اعمش کی روایت میں ہے کہ ہم چودہ سو تھے۔

(۱۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن حماد، ابوعوانہ، اسود بن قیس، شفیق عبدی) جابر بن عبد اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ۲۱۷ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی سفر میں تھے، نماز کا وقت آ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا پانی ہے؟ تو ایک صحابی برتن میں معمولی سا پانی لیکر دوڑے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پیالے میں انڈیل لیا اور اس سے وضو کرلیا اور پیالہ وہیں چھوڑ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا ایک جم غفیر اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے بالکل صاف کر دیا یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو! ٹھہرو! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی ہتھیلی برتن میں رکھی اور فرمایا وضو کرو۔ حضرت جابر ب کہتے ہیں خدا کی قسم! میں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھے اور جب سب لوگوں نے وضو کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا۔ (وھذا اسناد جید تفرد بہ احمد) سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہ ایک الگ معجزہ ہے۔

(۱۲) مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں چودہ سو یا اس سے زائد افراد موجود تھے اور کنوئیں کا پانی ناکافی تھا جو پچاس افراد کو بھی سیراب نہیں کرسکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں کے منڈیر پر بیٹھ کر دعا فرمائی یا اس کنویں میں لعاب دہن ڈالا، اس میں قدر پانی جوش مارنے لگا کہ ہم سب لوگ سیراب ہو گئے اور جانوروں کو بھی پلایا۔

(۱۳) بخاری شریف کی صلح حدیبیہ کی طویل حدیث میں جو مسور اور مروان بن حکم سے مروی ہے، یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں ایک جگہ قیام پذیر ہوئے کنوئیں میں پانی کم تھا۔ لوگ چلو، چلو لے رہے تھے پھر جب وہ بالکل ختم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کا شکوہ کیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکش سے ایک تیر کھینچا اور فرمایا کہ اسے کنوئیں میں گاڑ دو۔ پھر کنوئیں کا پانی خوب جوش سے نکلتا رہا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ کنوئیں میں تیر گاڑنے والا بقول ابن اسحاق ناجیہ بن جندب تھا اور یہی راجح ہے اور بعض لوگوں سے براء بن عازب منقول ہے۔

(۱۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین اشقر، ابو کدینہ، عطاء، ابی الضحیٰ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن لشکر میں پانی بالکل نہ تھا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشکر میں پانی بالکل نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس کچھ پانی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ لے آؤ، چنانچہ وہ برتن میں معمولی سا پانی لے آیا، آپ علیہ السلام نے برتن میں انگلیاں ڈال کر پھیلا دیں اور انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا اعلان کر دو کہ لوگ وضو کرلیں۔ طبرانی میں بھی مذکور ہیں۔

(۱۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم معجزات کو خیر و برکت اور خوش حالی سمجھتے تھے اور تم لوگ ان کو خوفناک سمجھتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پانی کی شدید قلت تھی، آپ علیہ السلام نے فرمایا کچھ پانی تلاش کرو۔ چنانچہ لوگ ایک برتن میں معمولی سا پانی لے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا برکت پانی کی طرف چلے آؤ میں نے دیکھا کہ پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے ابل رہا تھا، اس پر مزید یہ کہ ہم دسترخوان پر طعام کی تسبیحات سن کرتے تھے۔ (ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن صحیح کہا ہے)

(۱۶) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رات بھر چلتے رہے، صبح صادق سے کچھ دیر پہلے آرام کے لئے لیٹ گئے ایسے سوئے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد آنکھ کھلی اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ تھی کہ وہ احتراماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار نہیں کرتے تھے جب تک کہ آپ خود ہی بیدار ہو جائیں۔ پھر حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر ذرا بلند آواز سے ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیدار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔ ایک صحابی جماعت سے الگ ہو گیا، اس نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں شامل نہ ہونے کی وجہ معلوم کی تو اس نے جنابت کا

عذر پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے تیمم کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں لشکر کے ہراول دستے میں تھا اور ہم شدید پیاس سے دوچار تھے، چلتے چلتے راستہ میں ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مشکیزوں میں پانی لاد کر چلی آ رہی تھی ہم نے اس سے چشمہ کا پتہ پوچھا اس نے کہا یہاں پانی نہیں ہے۔ پھر پوچھا تمہارے اور چشمہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے اس نے ایک رات اور دن کی مسافت بتائی۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو اس نے کہا (یا رسول اللہ) رسول اللہ کیا ہے؟ پھر ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور اس نے آپ کو بھی وہی کچھ بتایا جو ہمیں بتا رہی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مشکیزے اتارنے کا حکم دیا اور بسم اللہ پڑھ کر ان کو کھولا اور پانی کو اپنے دست مبارک سے چھوا۔ ہم چالیس افراد نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے مشکیزے اور برتن سب بھر لیے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ بھری معلوم ہوتی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کر کے اس عورت کو دے دیئے اور اسے کہا یہ اپنے اہل و عیال کے لئے لے جاؤ اور سنو! ہم نے تمہارا پانی کم نہیں کیا، بس اللہ تعالیٰ نے ہمارے پانی کا اہتمام کیا ہے، وہ حیرت و استعجاب کے ملے جلے جذبات سے متاثر اپنے قبیلہ میں چلی آئی اور اس نے کہا ”میں ایک عظیم ساحر کے پاس سے آئی، یا ان کے رفقاء کے بقول وہ ایک پیغمبر ہیں“ اس معجزہ کی برکت سے وہ اور اس کا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

(۱۷) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید بن ہارون، حماد بن سلمہ، ثابت، عبداللہ بن رباح) ابوقتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آج) اگر پانی میسر نہ ہوا تو کل پیاسے رہو گے۔ چنانچہ تیز رفتار لوگ پانی کی تلاش میں روانہ ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر اونگھ آ گئی، میں نے سہارا دیا، تو آپ سنبھل گئے۔ پھر سر جھکایا، میں نے پھر سہارا دیا اور آپ سنبھل گئے، پھر نیند کی وجہ سے سواری سے گرنے کے قریب ہو گئے تو میں نے سہارا دیا تو آپ بیدار ہو گئے، پوچھا کون؟ عرض کیا ابوقتادہ۔ دریافت کیا تو کب سے میرے ساتھ ہے؟ عرض کیا شروع رات سے مجھے دعا دی، اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے جیسے تو نے اس کے رسول کی حفاظت و نگہداشت کی۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم آرام کر لیتے (تو بہتر تھا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے قریب آرام فرما ہوئے اور پوچھا دیکھو! کوئی ہمارے قریب ہے؟ عرض کیا چھ سات افراد ہمارے قریب ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے وقت کا خیال رکھے۔ چنانچہ ہم سب سو گئے بس سورج کی تپش و حرارت نے ہی ہمیں بیدار کیا۔ پھر وہاں سے تھوڑی دور چل کر پڑاؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ کہنے لگے، ہاں۔ آپ نے فرمایا، ابوقتادہ اس کو احتیاط سے رکھ لو، اس سے ایک عجیب بات ظاہر ہو گی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی، دو رکعت سنت کے بعد فرض پڑھے۔

پھر وہاں سے کوچ کیا تو لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا سرگوشیاں کر رہے ہو سنو! اگر دنیاوی بات ہے تو تم جانو، دینی مسئلہ ہے تو مجھ سے پوچھ لو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے نماز میں کوتاہی ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوتاہی اور غفلت بیداری کی حالت میں ہوتی ہے۔ نیند میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا، جب ایسا موقعہ پیش آ جائے تو بیداری کے وقت ہی نماز ادا کرو اور آئندہ اس کے اپنے وقت پر ہی پڑھو۔ پھر پوچھا باقی ماندہ لوگ کہاں ہیں؟ عرض کیا آپ نے کل فرمایا تھا کہ اگر آج پانی نہ ملا تو کل کو پیاسے رہو گے چنانچہ لوگ پانی کی تلاش میں ہیں۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفقود پایا اور لوگ آپس میں کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے چشمے پر قیام پذیر ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بغیر چشمے پر مقیم ہونے کے نہیں۔ اگر لوگ ابوبکر اور عمر کی بات یقین کریں تو رشد و ہدایت پر ہوں گے۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیاس سے جان نکل رہی ہے، حلق سوکھے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی فکر نہ کرو۔ آپ نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو پانی کا برتن لانے کا ارشاد فرمایا اور کہا پیالہ بھی لے آؤ۔ چنانچہ وہ پیالے میں پانی ڈالتے جاتے تھے اور لوگ پی رہے تھے (پانی کی قلت محسوس کرتے ہوئے) لوگوں نے ہجوم کیا تو فرمایا ٹھہرو، ٹھہرو سب سیراب ہوں گے۔

ابوقتادہ کہتے ہیں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب حضرات نے پی لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا پیو! میں نے

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آپ پئیں تو فرمایا دستور ہے کہ پلانے والا بعد میں پیئے۔ چنانچہ میں نے پیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں پیا اور برتن میں پانی اسی طرح تھا جیسے پہلے تھا اور ہماری تعداد تین سو تھی۔

ابوقتادہ حرث بن ربعی انصاری کے شاگرد عبداللہ بن رباح انصاری کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا، عبداللہ بن رباح انصاری ہوں۔ تو انہوں نے کہا لوگوں کو اپنی بات خوب یاد ہوتی ہے، دھیان سے بیان کرو، میں اس رات ساتواں شخص تھا۔ جب میں بیان کر چکا تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے کہا میں سمجھتا تھا کہ میرے علاوہ یہ حدیث کسی کو یاد نہ ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جب رات کو کہیں قیام کرتے تو دائیں ہاتھ کا تکیہ بنا لیتے اور صبح کے قریب آرام کرتے تو بازو کھڑا کر کے دائیں ہتھیلی پر سر رکھ لیتے تاکہ زیادہ غفلت کی نیند نہ آئے۔

(۱۸) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابویعلی موصلی، شیبان، سعید بن سلیمان ضبعی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی جانب ایک لشکر روانہ کیا (جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے) آپ علیہ السلام نے ان کو فرمایا ذرا تیز رفتار چلو، وہاں ایک چشمہ ہے اگر مشرکین نے وہاں قبضہ کر لیا تو سخت مشقت اٹھانی پڑے گی۔ انسانوں اور جانوروں کو شدید پیاس ستائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ہم نو افراد باقی رہ گئے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا ہم تھوڑی دیر یہاں آرام کر لیں پھر قافلہ سے جا ملیں گے تو رفقائے سفر نے "ہاں" میں جواب دیا تو ہم لوگ وہاں آرام کے لئے اتر گئے (اتفاقاً اس قدر سوئے) کہ سورج کی تپش سے ہی بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے چلو اور حوائج ضروریہ سے فارغ ہو آؤ۔ پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا کسی شخص کے پاس پانی ہے تو ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس برتن میں کچھ پانی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا لے آؤ وہ لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دونوں ہاتھوں سے چھو کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے کہا وضو کرو۔ وہ وضو کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے رہے، اذان اور اقامت کے بعد آپ علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور پانی والے صحابی کو تاکید کی کہ اسے حفاظت سے رکھنا اس سے ایک عجیب بات ظاہر ہوگی۔ پھر آپ علیہ السلام رفقاء سمیت چل پڑے۔ راستہ میں ان سے کہا کیا خیال ہے ہمارا قافلہ چشمہ پر قابض ہو گیا ہوگا؟ وہ کہنے لگے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قافلہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں لوگ رشد و ہدایت میں ہوں گے۔

اتفاق سے اس چشمہ پر کفار قابض ہو گئے اور مسلمان سخت پیاس سے دوچار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پانی والا صحابی کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا وہ یہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا وہ برتن لاؤ وہ لے آیا تو اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے فرمایا آؤ پیو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے پانی ڈالتے رہے اور لوگ پیتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ اور جانور خوب سیراب ہو گئے، مشکیزے اور برتن بھی بھر لئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کفار کے مقابلے میں آئے تو اللہ تعالیٰ نے تیز ہوا چلائی، مشرکوں کو شکست اور شکست سے دوچار کیا اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ بہت سے کفار کو موت کے گھاٹ اتارا اور اکثر قید کو کر لیا اور بہت مال غنیمت قبضہ میں آیا اور قافلہ صحیح سلامت واپس لوٹ آیا۔

(۱۹) مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ انشاء اللہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے، سنو! میرے آنے تک کوئی پانی کو نہ چھوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو دو آدمی وہاں پہلے پہنچ چکے تھے اور چشمہ جوتی کے تسمہ برابر تھا جس سے ذرا ذرا سا پانی رس رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم نے پانی کو چھوا ہے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے ان کو برا بھلا کہا پھر چشمہ سے تھوڑا پانی جمع ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے ہاتھ منہ دھو کر مستعمل پانی کو اس میں ڈال دیا اور چشمہ پانی سے خوب بھر گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے خوب پانی پیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ! اگر تیری عمر دراز ہوئی تو عنقریب یہ صحرا باغ اور گلزار بن جائے گا۔

(۲۰) ...زیاد حارث صدائی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں ہمارے کنوئیں کا پانی کافی مقدار میں ہوتا ہے اور ہم وہیں

رہائش رکھتے ہیں، موسم گرما میں اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہم مختلف چشموں پر رہائش کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں اب ہم مسلمان ہو چکے ہیں، ہمارے گرد و نواح کافر ہیں۔ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ ہمارے کنوئیں کا پانی زیادہ کردے اور ہم سب اکٹھے اس پر رہائش پذیر ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں منگوائیں اور ان کو ہاتھ میں مسلا اور ان پر دم کر کے فرمایا یہ لے جاؤ بسم اللہ پڑھ کر ایک ایک کنکری کنوئیں میں ڈال دو۔

صدائی کہتے ہیں ہم نے حسب فرمان عمل کیا اس کے بعد اس کنوئیں کا قطر اور تہہ نظر نہیں آئی۔ یہ حدیث مسند احمد، سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مختصر ہے اور بیہقی کی ''دلائل النبوۃ'' میں طول طویل ہے۔

قبا کا کنواں ....(۲۱) بیہقی میں ہے کہ یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبا میں تشریف لائے اور کنوئیں کے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو وہ کنواں بتایا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کنوئیں کا پانی ختم ہو جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کھینچنے کا حکم دیا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے وضو کیا یا اس میں لعاب ڈالا اور پھر وہی مستعمل پانی اس میں ڈال دیا گیا، اس کے بعد اس کا پانی ختم نہیں ہوا۔

(۲۲) ابو بکر بزار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے، ہم نے اپنے ''نزور'' نامی کنوئیں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پلایا اور آپ علیہ السلام نے اس میں لعاب دہن ڈالا پھر اس کنوئیں کا پانی کبھی ختم نہیں ہوا۔

دودھ میں برکت.....(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح، عمر بن زر) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم میں اپنا پیٹ بھوک کے مارے زمین سے لگا دیتا (کہ ذرا تسلی ہو جائے) اور کبھی بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ میں ایک دن راستہ پر بیٹھ گیا حضرت ابو بکر گزرے، میں نے ان سے ایک آیت کی تفسیر پوچھی اور میرا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لئے لے چلیں مگر وہ ساتھ نہ لے گئے۔

پھر اسی غرض سے حضرت عمر سے ایک آیت کا مطلب پوچھا وہ بھی ساتھ نہ لے گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا چہرہ دیکھ کر بھانپ گئے اور میرے دل کی بات جان گئے، فرمایا ابو ہریرہ! میں نے لبیک کہا پھر فرمایا آؤ، میں اجازت کے بعد اندر چلا آیا۔ وہاں ایک پیالہ دودھ کا پایا، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے، جواب ملا کہ یہ فلاں صاحب تحفہ دے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ابو ہریرہ! عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔

اصحاب صفہ اسلامی مہمان تھے، ان کا کوئی گھر بار نہ تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ اور تحفہ آتا تو اس سے خود کھاتے اور اصحاب صفہ کو بھی بھیج دیتے اور جب صدقہ آتا تو سارا ان کے پاس ارسال کر دیتے، یہ سن کر میں ذرا دلگیر ہوا میری خواہش تھی کہ میں تنہا ہوتا تو ایک رات و دن کا گزارہ ہو جاتا، یہ لوگ آ گئے تو میں ہی ان کو یہ دودھ پیش کروں گا ان کے بعد میرے لئے کیا بچے گا؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ایک ناگزیر امر تھا۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی چلا گیا وہ آ گئے اور اجازت لے کر گھر میں بیٹھ گئے، پھر فرمایا ابو ہریرہ! یہ پیالہ اٹھا اور ان کو پلا، میں یکے بعد دیگرے سب کو پلاتا رہا۔ وہ سب سیر ہو گئے پھر میں نے پیالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے ہتھیلی پر رکھ کر میری جانب نگاہ اٹھائی اور مسکرا کر مجھے فرمایا ابو ہریرہ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا اب میں اور تم دونوں پینے والے باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا درست یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا تم بیٹھ کر پی لو۔ میں نے پی لیا تو پھر مجھے برابر کہتے رہے اور پی، اور پی بالآخر میں نے عرض کیا اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اب مجھے دے دو چنانچہ آپ علیہ السلام نے باقی ماندہ دودھ نوش فرما لیا۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو بکر بن عیاش، زر) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کا چرواہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمایا کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا دودھ تو

ہے مگر میں اس کا امین ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ایسی بکری ہے جس سے کبھی نر نے جفتی نہ کی ہو اور اس کا بھن نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ میں نے پٹھ بکری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی آپ علیہ السلام نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو دودھ اتر آیا۔ ایک برتن میں دودھ دوھا، خود پیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ پھر تھنوں سے کہا سمٹ جاؤ چنانچہ وہ سمٹ گئے۔

پھر میں آپ علیہ السلا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھے بھی وہ وظیفہ بتا دیجئے، آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بیٹے! تجھ پر خدا کی رحمت ہو، تو تعلیم یافتہ ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ میں نے تنہا آپ علیہ السلام سے ستر سورتیں یاد کیں، کوئی بھی میرا ہم سبق نہ تھا۔

(۳) بیہقی میں ہے کہ سفر ہجرت میں جب رسول اللہ ﷺ ام معبد کے خیمہ کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے اس سے گوشت اور دودھ خریدنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے پاس یہ نہ تھا اس کے خیمہ میں ایک بکری دیکھی اور آپ نے پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ اتنی کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ مل کر چراگاہ تک بھی نہیں جاسکتی، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کچھ دودھ وغیرہ بھی دیتی ہے؟ اس نے کہا یہ دودھ دینے کے قابل ہی کہاں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو دوھنے کی اجازت ہے؟ تو اس نے کہا اگر اس کا دودھ ہو تو دوھ لیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کو اپنے پاس منگوایا اس پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی پھر بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بڑا برتن منگوایا جو آٹھ نو افراد کے سیراب کرنے کو کافی تھا بکری نے اپنے پاؤں دو ہنے کے لئے پھیلا دیئے اور جگالی شروع کر دی، آپ علیہ السلام نے دودھ دوھ کر برتن بھر دیا۔ سب سے پہلے ام معبد کو پلایا، پھر اپنے رفقا کو، آخر میں خود پیا۔ اس کے بعد وہ برتن دوبارہ دودھ دوھ کر بھر دیا اور ام معبد کو دے دیا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے۔

(۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، مقداد بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ میں آیا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا لیکن کسی نے بھی ہماری کفالت اور میزبانی کا بوجھ برداشت نہ کیا۔ بالآخر ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا، آپ علیہ السلام ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں چار بکریاں بندھی ہوئی تھیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مقداد! ان کا دودھ دوھ کر اس کے چار حصہ کرو اور ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیا کرو۔ چنانچہ ہم دودھ کا اپنا حصہ پی لیا کرتے اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ رکھ دیتے۔

ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کا حصہ رکھ دیا اور خود بستر پر لیٹ گیا اور میرے دل میں آیا کہ رسول اللہ ﷺ انصار کے ہاں آتے ہیں اور وہ آپ کی خاطر تواضع کرتے ہیں، لہذا آپ ﷺ کو اس دودھ کی ضرورت نہیں اگر میں یہ دودھ پی لوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ خیال مسلسل میرے دل میں رہا اور میں نے یہ دودھ اٹھا کر پی لیا جب پی چکا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ بھوکے پیاسے تشریف لائیں گے اور پیالہ خالی پا کر (بددعا دیں گے) اسی کشمکش میں میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آواز سے سلام کہا (جاگتے کو سنے اور سوتے کو نہ سنے) پھر پیالے کو خالی پا کر، آسمان کی جانب سر مبارک اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! جس نے مجھے کھلایا ہے اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا ہے اسے پلا۔

یہ دعا سن کر میں بستر سے اٹھا اور ہاتھ میں چھری لے کر ان بکریوں میں سے جو زیادہ موٹی تازی ہو اسے ذبح کروں، مگر میرا ہاتھ ایک بکری کے تھنوں پر پڑا تو معلوم ہوا کہ ان میں دودھ بھرا ہوا ہے چنانچہ سب کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے، چنانچہ میں نے دودھ دوھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا مقداد کیا قصہ ہے؟ میں نے عرض کیا پہلے دودھ نوش فرمایئے بعد میں قصہ بتاؤں گا؟ آپ علیہ السلام خوب سیر ہو گئے تو باقی ماندہ دودھ میں نے پی لیا پھر آپ علیہ السلام کو سارا ماجرا سنایا تو رسول اللہ نے فرمایا "ھیہ" اور جو میں نے پھر وضاحت سے بتایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ برکت آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

(۵) ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ (زہیر، ابواسحاق) بنت حباب سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں ایک بکری پیش کی آپ ﷺ اسے دوہنے لگے تو فرمایا کوئی بڑا برتن لاؤ۔ میں نے آٹا گوندھنے کا برتن پیش کیا آپ علیہ السلام نے اس کو دودھ کر اچھی طرح بھر دیا اور فرمایا خود پیو اور اپنے پڑوسی کو پلاؤ۔

(۶) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ چھ واسطہ سے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں قریباً چار سو شخاص تھے اور ہم ایسے مقام پر ٹھہرے جہاں پانی نہ تھا اور سب حضرات شدت پیاس سے مضطرب تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس شکوہ سے گریزاں تھے چنانچہ ایک سینگوں والی بکری آ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے اسے دوھ کر خود بھی پیا اور سب صحابہ رضی اللہ عنہ

خوب پلایا اور فرمایا نافع! اسے قابو کرلو اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی حفاظت نہ کرسکو گے۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس بکری کو رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں رات کو اٹھا تو اسے نہ پایا اور خالی رسی پڑی ہوئی پائی۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نافع' جو اسے لایا تھا وہی اسے لے گیا ہے۔ یہ حدیث سند و متن کے لحاظ سے غریب ہے۔

(۷) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو سعید مالینی، ابو احمد بن عدی، ابن عباس بن محمد بن عباس، احمد بن سعید بن ابی مریم، ابو حفص ربیحی، عامر بن ابی عامر الخراز، ابو عامر، حسن) سعد مولیٰ ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بکری کا دودھ لاؤ، جبکہ وہاں بکری کا نام ونشان نہ تھا۔ میں اٹھا، دیکھا تو بکری ہے اور اس کے تھنوں میں دودھ ہے۔ میں نے اس کو دوھا، پھر میں نے اس کی حفاظت کرنے کی تاکید کی۔ ہم سواریوں کی حفاظت میں مشغول ہوگئے اور وہ گم ہوگئی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو گمشدگی کی اطلاع دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کا مالک ہے جو اسے لے گیا ہے۔ یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

گھی کے متعلق معجزات

(۱) حافظ ابو یعلی (شیبان، محمد بن زید برجمی، ابی طلال، انس) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بکری سے گھی کا ڈبہ بھر کر ربیبہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ کہہ کر پہنچا دیا کہ یہ گھی ام سلیم نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ خالی کردو چنانچہ وہ خالی ڈبہ گھر لے آئی، اس وقت ام سلیم گھر میں نہ تھیں اور ربیبہ نے وہ ڈبہ ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔

ام سلیم گھر آئیں تو انھوں نے وہ ڈبہ گھی سے لبالب پا کر ربیبہ کو ڈانٹا کہ میں نے تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھی دے کر نہیں بھیجا تھا۔ ربیبہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کو دے آئی تھی، اگر یقین نہ آئے تو جا کر ان سے معلوم کرلو۔ چنانچہ ام سلیم ربیبہ کو ساتھ لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کے ہاتھ آپ ﷺ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ بھیجا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا بالکل وہ آئی تھی اور گھی کا ڈبہ لائی تھی تو ام سلیم نے کہا خدا کی قسم! وہ تو اب پورا بھرا ہوا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم! اس میں حیرانگی کی کیا بات ہے؟ تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا اس نے تمھیں کھلایا۔ جاؤ خوب کھاؤ وہ کہتی ہیں میں نے گھر آ کر اس سے گھی استعمال کے لئے نکالا اور ہم اس ڈبہ سے مسلسل ایک ماہ یا دو کھاتے رہے۔

(۲) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ آٹھ واسطوں سے ام اوس بہزیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے گھی صاف کرکے ڈبہ میں ڈالا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ علیہ السلام نے اسے قبول فرمالیا اور معمولی سا گھی ڈبہ میں باقی رہنے دیا اور اس میں آپ علیہ السلام نے دم کیا اور خیر و برکت کی دعا کی اور مجھے واپس لوٹا دیا۔ گھر جا کر دیکھا تو وہ گھی سے بھرا ہوا تھا میں سمجھی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا میں واویلا اور چلاتی ہوئی آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گھی تو میں آپ کے کھانے کے لئے لائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے دعا قبول ہوچکی ہے اور اسے فرمایا جاؤ اور برکت کی دعا کرو چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک اس میں سے کھاتی رہیں

(۳) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دوس قبیلہ کی خاتون ام شریک رمضان میں مسلمان ہوئیں اور سفر ہجرت کے دوران ایک یہودی سے پانی مانگا اس نے کہا یہودیت اختیار کرلو تو پانی ملے گا۔ چنانچہ اس نے خواب میں پانی پیا وہ بیدار ہوئیں تو بالکل سیر تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور یہ قصہ سنایا تو آپ علیہ السلام نے اسے خطبہ کی دعوت دی مگر اس نے خود کو کمتر سمجھ کر عرض کیا آپ جس سے چاہیں نکاح کر دیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اسے تیس صاع جو کا غلہ دیا اور ... [illegible] ... یہ نہیں۔

... نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باندی کے ہاتھ گھی کا ڈبہ ارسال کیا آپ علیہ السلام نے خالی ڈبہ ارسال کر کے ... کہ اس کو بند کئے ... کا ... دیکھا تو وہ گھی سے لبریز ہے اس نے جاریہ سے کہا میں نے تجھے یہ گھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانے کے لئے کہا تھا

نے کہا گھی تو ابھی دے کر آئی ہوں یہ تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا، آپ علیہ السلام نے فرمایا سے بند نہ کرو جب ام شریک نے اس کا منہ بند کیا تو وہ ختم ہو گیا اسی طرح انھوں نے جو ناپے تو وہ کبھی پورے ۳۰ صاع ہوئے ذرا بھی کم نہ ہوئے۔

(۴) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ام مالک بہنر سے روایت ہیں کہ ام مالک ہمیشہ ایک برتن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گھی تحفہ ارسال کیا کرتی تھیں اور جب ان کے بچے سالن مانگتے اور سالن نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو جس میں تحفہ بھیجا کرتی تھیں اٹھا لاتیں اور بقدر ضرورت گھی نکل آتا۔ ایک دن انھوں نے وہ برتن نچوڑ لیا اور وہ ختم ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے اسے نچوڑ لیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو اس کو نہ نچوڑتی تو اس سے ہمیشہ گھی نکلتا رہتا۔

(۵) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ علیہ السلام سے غلہ مانگا آپ نے اس کو آدھا وسق جو دیئے۔ اس میں وہ روزانہ اپنے، اپنی بیوی اور مہمان کے لئے نکالتا رہا۔ پھر اس نے ایک دن تولا تو وہ جلد ہی ختم ہو گئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو نہ تولتے تو کبھی بھی ختم نہ ہوتا اور برابر موجود رہتا۔ یہ دونوں روایات امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عن ابی الزبیر عن جابر بیان کی ہیں۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کے گھر میں معجزانہ دعوت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا ہے کہ مجھے آنحضور ﷺ کی ضعیف آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہیں، تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیکر جو کی روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر مجھے آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا میں روٹیاں لے کر آیا تو آپ علیہ السلام مسجد میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے ان کے پاس کھڑا ہوا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا ابوطلحہ نے تمھیں بھیجا ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے سب سے کہا اٹھو! اور وہ سب ابوطلحہ کے مکان پر تشریف لے آئے، میں نے ابوطلحہ کو ان کی آمد کی خبر دی تو ابوطلحہ نے ام سلیم سے کہا رسول اللہ ﷺ ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس کھلانے کا کوئی سامان نہیں۔ اس نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ابوطلحہ نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا اور آنحضور ﷺ ابوطلحہ کے ساتھ گھر میں آئے اور ام سلیم نے کہا جو کچھ تمھارے پاس ہے لے آؤ، اس نے وہی اس والی روٹیاں ہی پیش کیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو چورا کیا اور اس میں گھی کا برتن انڈیل دیا اور وہ مالیدہ سا بن گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان پر کچھ پڑھا اور فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ، وہ آئے اور سیر ہو کر چلے گئے اور پھر دس آدمیوں کو بلایا۔ وہ بھی کھا کر چلے گئے، اسی طرح ستر یا اسی آدمیوں نے کھایا۔

(۲) ابو یعلی، (ہدبہ بن خالد، مبارک بن فضالہ، بکیر اور ثابت بنانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی بھوک دیکھ کر ام سلیم کے پاس آئے اور کہا رسول اللہ ﷺ بھوکے ہیں تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے کہا ہمارے پاس قریباً ایک مد جو کا آٹا ہے تو ابوطلحہ نے کہا کھانا تیار کرو، ہم رسول اللہ ﷺ کی دعوت کرتے ہیں۔ کھانا تیار کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہا رسول اللہ ﷺ کو بلائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ علیہ السلام ایک جماعت میں تھے جو غالباً اسی (۸۰) سے زائد اشخاص تھے، میں نے عرض کیا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی دعوت کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے سب صحابہ رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ میں گھبرا کر واپس پلٹا اور بتایا کہ رسول اللہ ﷺ مع جماعت تشریف لا رہے ہیں تو ابوطلحہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو ہمارے گھر کا ہم سے زیادہ علم ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام کا استقبال کیا اور کہا ہمارے پاس تو یہی چند روٹیاں ہیں جو ام سلیم نے آپ کے لئے ابھی تیار کی ہیں، آپ نے وہ پرات میں رکھ دیں اور گھی دریافت کیا تو ابوطلحہ نے کہا "کچھ ہے تو" چنانچہ انھوں نے ذرا نچوڑا، اور رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں سے روٹیاں چور کیں اور وہ خستہ ہو گئیں اور پھول گئیں، آپ نے بسم اللہ پڑھی اور وہ اس قدر پھولیں کہ پرات بھر گئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا دس افراد کو بلاؤ، وہ آئے تو آپ علیہ السلام نے پرات کے وسط میں مبارک رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، اسی طرح دس دس کو بلاتے رہے حتیٰ کہ اسی (۸۰) سے زائد آدمیوں نے کھانا کھایا اور کھانا اسی طرح باقی تھا جس طرح کہ شروع میں تھا۔

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن نمیر، سعد بن سعید بن قیس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابوطلحہ نے مجھے رسول اللہﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ کو بلالاؤں میں آیا اور رسول اللہﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جماعت نے تشریف فرما تھے آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھا اور میں نے شرماتے ہوئے کہا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ یاد کر رہے ہیں آپ علیہ السلام نے سب کو کہا چلو تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے تو صرف آپ کے لئے ہی کھانا تیار کیا ہے پھر رسول اللہﷺ نے تھپکی دی اور خیر و برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا دس صحابہ رضی اللہ عنہ کو اندر بلاؤ چنانچہ اس طرح دس دس کھاتے رہے اور سب کے سب سیر ہو گئے اور کھانا جوں کا توں رہا اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو عبد بن حمید سے روایت کیا ہے۔

(۴) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (عبد بن حمید، خالد بن مخلد، محمد بن موسیٰ، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

(۵) ابو یعلیٰ موصلی (محمد بن عبد کی، حاتم، معاویہ بن ابی مردو، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی طلحہ، عبداللہ) ابی طلحہ رضی اللہ عنہ

(۶) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عاصم، حصین بن عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت کرتے ہیں مگر اس میں اودھ جو کا تذکرہ ہے۔

(۷) باب الاطعمہ میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن ابی لیلیٰ سے یہی روایت بیان کی ہے اور اس میں ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم کو کہا کہ رسول اللہﷺ کے لئے خاص کھانا تیار کرے۔

(۸) ابو یعلیٰ (شجاع بن مخلد، وھب بن جریر، جریر بن یزید، عمرو بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہﷺ کو مسجد میں لیٹے دیکھا آپ علیہ السلام بے چینی سے کروٹ بدل رہے تھے گھر آ کر ام سلیم کو یہ کیفیت بتائی تو اس نے روٹی پکائی اور مجھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ رسول اللہﷺ کو بلا لاؤ میں آیا تو آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ ابوطلحہ آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام چل پڑے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لیا، میں دوڑتا ہوا ابوطلحہ کے پاس آیا اور بتایا کہ رسول اللہﷺ صحابہ سمیت تشریف لا رہے ہیں۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے استقبال کر کے عرض کیا وہ تو صرف ایک روٹی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک برتن میں روٹی پیش کی گئی۔

فرمایا گھی ہے چنانچہ چھ گھی بھی لایا گیا آپ علیہ السلام نے انگلی سے روٹی تر کر کے فرمایا کھاؤ چنانچہ دس دس کر کے سب نے کھالیا پھر رسول اللہﷺ، ابوطلحہ، ام سلیم اور میں نے بھی تناول کیا اور جو بچ گیا وہ پڑوسی کو ہبہ کر دیا۔ باب الاطعمہ میں مسلم میں بھی یہ عمرو بن عبداللہ سے مروی ہے۔

(۹) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یونس بن محمد، حماد بن زید، ہشام، محمد بن سیرین) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلیم نے نصف مد جو پیس کر اس میں چھ گھی ڈال کر حلوہ سا تیار کیا اور مجھے رسول اللہﷺ کو بلانے کے لئے بھیجا میں آیا تو آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں تشریف فرما تھے، آپﷺ نے فرمایا میں اور میرے رفقا آ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سمیت اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے ابوطلحہ کو کہا رسول اللہﷺ صحابہ سمیت چلے آ رہے ہیں۔

ابوطلحہ نے فوراً رسول اللہﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کیا یہ تو معمولی سا ہریرہ ہے جو ام سلیم نے آپ کے لئے تیار کیا تھا پھر آپﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا دس دس آدمی اندر آ کر کھاتے جاؤ چنانچہ چالیس اشخاص نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور وہ کھانا اسی طرح موجود تھا۔

(۱۰) باب الاطعمہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہشام بن محمد، جعد ابی عثمان، ابو ربیعہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

(۱) ابو یعلیٰ موصلی (عمرو بن ضحاک، ابوہ، اشعث حرانی، محمد بن سیرین) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطلحہ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہﷺ کے ہاں کھانا نہیں ہے اس نے مزدوری سے ایک صاع جو حاصل کئے اور ام سلیم نے اس کا خطیفہ اور حلوہ بنایا اور راوی نے یہ طویل حدیث بیان کی ہے۔

(۱۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یونس بن محمد، حرب بن میمون، نضر بن انس) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ام سلیم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ اگر آپ ہمارے ہاں کھانا تناول فرمائیں تو یہ ہمارے لئے بڑی خوش نصیبی کی بات ہوگی میں نے پیغام دیا تو آپ علیہ السلام نے کہا ہم اور جو لوگ ہمارے پاس ہیں میں نے کہا جی ہاں! آپ علیہ السلام نے حاضرین مجلس سے کہا اٹھو! چلو میں پریشان سا ام سلیم کے پاس آیا تو ام سلیم نے پوچھا انس کیا پیغام لائے ہو۔ میرے جواب سے پہلے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو ام سلیم سے پوچھا گھی ہے؟ اس نے عرض کیا ڈبہ میں کچھ ہے آپ نے فرمایا وہ لے آؤ اس کا منہ کھول کر آپ ﷺ نے (بسم اللہ اللھم اعظم فیھا البرکۃ) پڑھا اور فرمایا اس کو خلط ملط کر دو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا نام لے کے وہ گھی کا ڈبہ نچوڑا اور اس سے اسی سے زائد آدمی سیر ہوئے اور جو بچ گیا ام سلیم کے حوالے کر دیا کہ خود کھاؤ اور کھلاؤ۔

مسلم نے باب الاطعمہ میں یہ روایت یونس بن محمد مودب سے بیان کی ہے۔

(۱۳) ابو القاسم بغوی (علی بن مدینی، عبد العزیز بن محمد دراوردی، عمرو بن یحیٰ بن عمارہ انصاری مازنی، یحیٰ بن عمارہ) حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم نے حلیم تیار کیا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بیٹا! جاؤ رسول اللہ ﷺ کو بلا لاؤ میں آیا تو آپ علیہ السلام صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا ابا جی آپ کو دعوت میں بلا رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے سب حاضرین سے کہا چلو۔ جب میں نے آپ کے ساتھ سب کو آتے دیکھا تو فوراً دوڑ کر عرض کیا ابا جی! رسول اللہ ﷺ سب حاضرین سمیت تشریف لا رہے ہیں۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر دروازے پر آنحضور ﷺ کا استقبال کر کے عرض کیا معمولی سا کھانا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا لاؤ اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالا اور دعا فرما کر کہا دس دس آدمی آتے جائیں۔ چنانچہ اسی طرح اسی (۸۰) اشخاص نے کھانا کھایا۔ یہ روایت باب الاطعمہ میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ دراوردی سے قعنبی کی معرفت بیان کرتے ہیں۔

(۱۴) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ باب اطعمہ میں (حرملہ، ابن وہب، اسامہ بن زید لیثی، یعقوب بن عبد اللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سابق روایت کے مطابق روایت بیان کرتے ہیں۔

فائدہ: ... یہ معجزہ حضرت انس سے مختلف طرق اور اسانید سے مروی ہے جو حد تواتر کو پہنچتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے نضر کے علاوہ ان کے ماں شریک بھائی عبد اللہ بن ابوطلحہ انصاری کے پانچ بیٹے اسحاق، عمرو، یعقوب، عبد اللہ اور بکر بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ثابت بنانی، جعد ابو عثمان، ہشام بن محمد سنان بن ربیعہ یحیٰ بن عمارہ بن ابی حسن انصاری بھی بیان کرتے ہیں۔

غزوہ خندق میں معجزانہ دعوت ...... بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں۔ میں نے آکر بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے ایک صاع جو نکالے اور گھر میں ایک بکری تھی جس کو میں نے ذبح کیا۔ اس نے آٹا پیس کر تیار کیا اور گوشت ہانڈی میں ڈال دیا اور میں رسول اللہ ﷺ کو لینے کے لئے چلا آیا بیوی نے کہا آپ کے ساتھ اور لوگوں کو لا کر کہیں رسوا نہ کر دینا۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آہستہ سے آپ کے کان میں کہا میں نے کھانے کا انتظام کیا ہے، آپ چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ آپ علیہ السلام نے یہ سن کر تمام اہل خندق کو کہا، آؤ جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ پھر فرمایا میرے آنے تک ہانڈی نہ اتاری جائے اور روٹی نہ پکے۔ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ میں نے گھر میں آکر بتایا تو بیوی نے برا بھلا کہا۔ میں نے کہا میں نے تمہاری بات کی تعمیل کی ہے چنانچہ آپ علیہ السلام آئے تو بیوی نے آٹا آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا، آپ علیہ السلام نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اس طرح ہانڈی میں بھی لعاب مبارک ملا دیا اور خیر و برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کسی روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمھارے ساتھ مل کر روٹی پکائے اور ہانڈی کو نیچا تارے بغیر سالن ڈالو، تقریباً ایک ہزار آدمی تھے (سب کھا کر فارغ ہو گئے) لیکن ہانڈی اور آٹے میں کوئی کمی نہ تھی۔

العجائب الغریبہ...... میں حافظ ابوعبدالرحمٰن بن محمد بن منذر ہروی معروف بہ شکر ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کرتے ہیں کہ (محمد بن علی بن طرخان، محمد بن مسرور، ابو برزہ ہاشم در بیت اللہ، ابوکعب بداح بن سہل نصاری مدنی مصیصہ میں (ہارون رشید کے حکم سے بغداد میں منتقل ہو چکے تھے)، سہل بن عبدالرحمان بن کعب بن مالک، عبدالرحمٰن، کعب بن مالک سے نقل کیا ہے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بھوک کی شدت محسوس کی اور گھر آ کر بکری ذبح کر کے اس کو پکایا اور پھر اس کا ثرید بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ علیہ السلام نے اسے کہا کہ سب انصار کو بلائے چنانچہ وہ جماعت کی صورت آتے رہے اور سب کھا کر چلے گئے اور کھانا بدستور اسی طرح موجود تھا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ گوشت کھاتے وقت ہڈی مت توڑیں چنانچہ آپ علیہ السلام نے سب ہڈیوں کو جمع کر کے ان پر دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی اور بکری کان جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تو آپ علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی بکری لے جاؤ، اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اسے پکڑ کر گھر لے آیا اور وہ راستہ میں مجھ سے کان چھڑا رہی تھی، مجھے بیوی نے کہا جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا خدا کی قسم! یہ ہماری بکری ہے جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ذبح کی تھی آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا یہ سن کر اس کی بیوی نے تین بار کہا ”میں شہادت دیتی ہوں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں“۔

دعوت ولیمہ میں آپ علیہ السلام کا معجزہ...... ابویعلی اور باغندی، (شیبان، محمد بن عیسیٰ بصری) ثابت بنانی کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کوئی عجیب واقعہ سنایئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی ہے آپ علیہ السلام نے مجھے کسی غلط کام پر برا بھلا نہیں کہا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے زینب بنت جحش سے شادی کی تو میری والدہ نے مجھے کہا بیٹا رسول اللہ ﷺ نے شادی کی ہے، معلوم نہیں آپ علیہ السلام کے ہاں کھانا ہے یا نہیں، گھی کا ڈبہ لاؤ۔ میں نے گھی اور کھجور والدہ کے سامنے پیش کی تو اس نے دونوں کو ملا کر مالیدہ بنا دیا اور مجھے کہا رسول اللہ ﷺ اور ان کی بیوی کے پاس لے جا۔ جب میں یہ کھانا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ کھانا ایک طرف رکھ دو اور ابوبکر، عمر، علی اور عثمان رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ جو لوگ مسجد میں ہیں، ان کو بھی بلا لاؤ اور جو شخص راستے میں ملے اسے بھی لیتے آنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حیران تھا کہ کھانا معمولی اور تھوڑا سا ہے اور دعوت بے شمار لوگوں کی ہے۔ چنانچہ گھر کا صحن اور کمرہ سب بھر گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ برتن لاؤ میں نے وہ برتن آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا آپ علیہ السلام نے اس میں تین انگلیاں ڈالیں تو کھانے میں اضافے ہونے لگا وہ سب کھا کر واپس چلے گئے تو برتن میں اتنا کھانا موجود تھا جتنا میں لایا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا زینب کے پاس لے جاؤ چنانچہ وہاں رکھ کر دروازہ بند کر کے چلا آیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمزہ انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کتنے افراد کھا گئے؟ تو انھوں نے کہا ۷۱ یا ۷۲ اشخاص تھے۔

ایک مد جو میں حیرت انگیز اضافہ...... جعفر بن محمد فریابی (عثمان بن ابی شیبہ، حاتم بن اسماعیل، انیس بن ابی یحییٰ، اسحاق بن سالم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صفہ کو بلا کر لانے کا حکم فرمایا میں ان سب کو تلاش کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا پھر اجازت طلب کی۔ آپ علیہ السلام نے اجازت عنایت فرما دی پھر ہمارے سامنے ایک برتن میں کھانا رکھا جو تقریباً ایک مد جو سے تیار ہوا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا بسم اللہ کر کے کھاؤ ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور رسول اللہ ﷺ نے کھانا ہمارے سامنے رکھتے وقت یہ فرمایا بس ہمارے گھر میں صرف یہی کھانا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو کتنا کھانا بچ گیا تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اتنا جتنا کہ پہلے تھا۔ البتہ اس پر انگلیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر میں دعوت...... جعفر فریابی (ابوسلمہ یحییٰ بن خلف، عبدالاعلیٰ، سعید بن جریری، ابوالدرداء، ابومحمد حضرمی) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور صرف اسی قدر کھانا تیار کیا میں رسول اللہ ﷺ کو لینے آیا تو فرمایا انصار میں سے ۳۰ معززین کو بلا لاؤ اور میرے اوپر یہ شاق گزرا کہ میرے ہاں اس کے سوا اور کھانا نہ تھا اور

میں نے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کی تو آپ نے دوبارہ فرمایا تیس معزز انصاری کو بلالاؤ۔ وہ تشریف لے آئے جب وہ کھا چکے تو انھوں نے آپ علیہ السلام کی رسالت کا اقرار اور پھر بیعت کی پھر فرمایا ساٹھ معززین انصار کو بلالاؤ۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے ساٹھ اشخاص بلانے میں تردد نہ تھا جتنا تیس اشخاص بلانے میں تھا۔ وہ بھی آئے اور شکم سیر ہوکر کھانا تناول کیا اور چلے گئے اور جانے سے پہلے وہ بھی آپ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لائے اور بیعت کر کے گئے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا نوے انصاری اور بلالاؤ ان کو بلایا وہ بھی کھا چکے اور جانے سے پہلے آپ کی رسالت کے اقراری ہوئے اور بیعت کی، الغرض اس معمولی طعام سے ایک سو اسی انصاری شکم سیر ہوئے۔ یہ حدیث سند اور متن دونوں لحاظ سے نہایت غریب ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو عبدالاعلیٰ سے روایت کیا ہے بذریعہ محمد بن ابی بکر مقدمی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کھانے میں معجزانہ اضافہ...... حافظ ابویعلی (سہل بن حنظلیہ، عبداللہ بن صالح، ابن لہیعہ، محمد بن منکدر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئی دنوں سے کھانا نہیں کھایا تھا اور یہ حالت آپ علیہ السلام پر شاق تھی چنانچہ آپ ﷺ نے سب ازواج مطہرات سے کھانے کے بارے میں معلوم کیا اور کسی کے پاس کچھ نہ پایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے کہا! بیٹی تمہارے پاس کوئی چیز کھانے کو ہے مجھے بھوک لگی ہے؟ انھوں نے کہا، میں آپ پر قربان، خدا کی قسم! میرے پاس کچھ نہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس چلے آئے تو کسی پڑوسی عورت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو دو روٹی اور کچھ گوشت تحفہ بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے برتن میں رکھا اور ڈھانپ کر کہا میں یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گی (حالانکہ تمام اہل خانہ بھوکے تھے)۔

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور آپ واپس چلے آئے تو عرض کیا کچھ تحفہ پڑوس سے آیا تھا وہ میں نے آپ کے لئے چھپا رکھا ہے۔ فرمایا لاؤ چنانچہ برتن سے کپڑا سرکایا تو وہ گوشت اور روٹیوں سے لبریز تھا جب فاطمہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو بھانپ گئیں کہ یہ برکت من جانب اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے حمد وثنا کے بعد معلوم کیا یہ حیرت انگیز اضافہ کہاں سے ہے؟ تو فاطمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جی! یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے حمد وثنا کے بعد کہا اس خدا کی تعریف وستائش ہے جس نے تمہیں مریم علیہ السلام کی شبیہ بنایا جب اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رزق ملتا تو یہی کہتی تھیں کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں نہ تھے، ان کو بلایا پھر رسول اللہ ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہ سب نے کھایا اور سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی کھایا اور پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا جیسے کہ شروع میں تھا اور جو باقی بچ گیا وہ پڑوس میں تقسیم کیا۔ یہ حدیث سند اور متن دونوں وجوہ سے غریب ہے۔

آغاز اسلام میں دعوت...... (انذر عشیرتک الاقربین) آیت مبارک نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا ایک بکری کا گوشت ایک صاع گندم اور دودھ کا انتظام کرو اور اولاد عبدالمطلب کو دعوت دو چنانچہ چالیس افراد جمع ہو گئے اور ان سب نے خوب کھایا جبکہ کھانا جوں کا توں باقی تھا اور اسی طرح دودھ بھی یہ انتظام مسلسل تین دن تک رہا اور ان کی دعوت توحید پیش کی۔

ثرید کے پیالہ میں برکت .... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن عاصم سلیمان تیمی، ابوالعلا بن یزید بن شخیر) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر تھے کہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ثرید کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے تناول فرمایا اور سب حاضرین مجلس نے کھایا اور برابر ظہر تک کھاتے رہے کسی نے پوچھا اس پیالے میں اور کھانا ڈالا جاتا تھا؟ ادھر سے تو نہیں البتہ آسمان اور پردہ غیب سے ڈال دیا جاتا ہوگا۔

ترمذی اور نسائی میں یہ روایت معتمر بن سلیمان بذریعہ سلیمان مروی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں معجزانہ طعام ..... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ حاجت مند لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ ان میں سے کسی کو لے جائے چنانچہ

رسول اللہ ﷺ دس اشخاص کو ساتھ لے گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رات کا کھانا نبی علیہ السلام کے پاس کھالیا اور رسول اللہ ﷺ کے کھانا کھانے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد گھر تشریف لائے تو بیوی سے کہا تم نے مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ اس نے کہا جناب! انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آجائیں تو کھائیں گے اور میں ڈر کے مارے چھپ گیا تو آپ نے مجھے ارے احمق کہا اور جلی کٹی سنائیں اور مہمانوں سے کہا کھاؤ خدا کی قسم! میں نہیں کھاؤں گا۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ کھانے سے ہم ایک لقمہ اٹھاتے تو کھانے میں اتنا ہی اور اضافہ ہو جاتا۔ ہم سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے زیادہ تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا یہ تو پہلے سے تین گنا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھایا اور فرمایا قسم ایک شیطانی حرکت تھی۔ پھر آپ نے یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ مسلمانوں کا ایک قوم کے ساتھ معاہدہ تھا جس کی مدت ختم ہو چکی تھی، ان کے بارہ نمائندے آئے۔ ہر ایک کے ساتھ متعدد اشخاص تھے، اللہ جانے وہ کتنے تھے؟ آپ نے وہ کھانا ان کے لئے بھیج دیا چنانچہ ان سب لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور مسلم شریف میں بھی یہ ابو عثمان عبدالرحمٰن بن مل نہدی سے مذکور ہے۔

کلیجی میں حیرت انگیز اضافہ ..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حازم، معتمر بن سلیمان، سلیمان، ابو عثمان) عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ۱۳۰ اشخاص تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا تمھارے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے؟ چنانچہ ایک شخص ایک صاع آٹا لایا اور وہ گوندھا گیا، اتنے میں ایک پریشان بال والا لمبا تڑنگا کافر بکریاں ہنکاتا ہوا آیا، آپ علیہ السلام نے فرمایا فروخت کرو گے یا تحفہ پیش کرو گے اس نے کہا بیچوں گا چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی اور ذبح کے بعد کلیجی بھوننے کا حکم دیا اور ہر شخص کو تقسیم کی پھر گوشت دو بڑے پیالوں میں بھرا گیا سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور جو باقی بچ رہا اپنے ساتھ اٹھا لیا بخاری اور مسلم میں بھی معتمر سے مروی ہے۔

کھانے میں غیر معمولی برکت ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (فزارہ بن عمر، فلیح، سہیل بن ابی صالح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو خوراک کی اتنی تکلیف اور تنگی ہوئی کہ لوگوں نے سواریوں کو ذبح کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سواریاں ذبح کر دیں گے تو جنگ کیسے کریں گے؟ آپ بچا ہوا زادِ راہ طلب فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے بچا ہوا زادِ سفر منگوایا تو سب لوگ وہاں لے آئے آپ علیہ السلام نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا اپنے اپنے برتن بھر لیں پھر بھی بکثرت کھانا بچ گیا یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہ ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں جس شخص کا توحید اور میری رسالت پر یقین ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور فریابی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن حافظ ابو یعلیٰ نے اس سند کو اعمش سے شک کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ روایت ابی صالح، ابو سعید سے مروی ہے یا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اور اس میں غزوہ تبوک کی صراحت ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت اسی طرح شک کے ساتھ بھی بیان کرتے ہیں، واللہ اعلم۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل ...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (علی بن اسحاق، عبداللہ بن مبارک، اوزاعی، مطلب بن حطب مخزومی، عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری) ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں کو اس قدر خوراک کی تنگی ہوئی کہ سواریاں ذبح کرنے کی اجازت طلب کی یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمانے کا ارادہ کر لیا ہے تو عرض کیا دشمن سے ہم پیادہ اور بھوکے کیسے جنگ کریں گے؟ آپ کا خیال ہو تو لوگوں کا باقی ماندہ زادہ راہ طلب فرما کر دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کی دعا سے اس میں برکت کرے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ زادراہ

کے جمع کرنے کا اعلان کر دیا ایک آدمی جو سب سے زیادہ کھانا لے کر آیا کھجور کا ایک صاع تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا کی۔ پھر لشکر کو برتن لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب کے سب برتن بھر لئے گئے اور کھانا جوں کا توں باقی تھا یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت نظر آئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ اس کلمہ کی وجہ سے انسان دوزخ سے محفوظ رہے گا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ابن مبارک سے بیان کیا ہے۔

ابو بکر بزاز رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن معلیٰ ادمی، عبداللہ بن رجا، سعید بن سلمہ، ابو بکر عمری) ابراہیم بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے ابو قیس غفاری سے سنا کہ ہم جنگ تہامہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم لوگ مقام عسفان میں پہنچے تو لوگوں نے بھوک کا شکوہ کیا تو آپ علیہ السلام سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ نے سواریوں کے ذبح کرنے کی اجازت فرمادی ہے تو پھر یہ لوگ کس پر سوار ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

عرض کیا کہ آپ لوگوں سے باقی ماندہ زاد سفر طلب فرمائیں اور اس پر دعائے برکت فرمائیں۔ چنانچہ بچا ہوا سامان سفر ایک کپڑے میں جمع کیا پھر دعا کے بعد فرمایا اپنے اپنے برتن لے آؤ وہ سب برتن بھر کر لے گئے تو کوچ کا اعلان فرمایا راستے میں بارش ہوئی تو سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر تین شخص آئے، وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور تیسرا اعراض کر کے چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ایک شخص اللہ تعالیٰ سے شرما گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے حیا کی لاج رکھی۔ دوسرے نے توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی۔ باقی رہا تیسرا تو اس نے روگردانی کی اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمایا۔

ہمارے علم میں اس سند سے صرف ابو خنیس سے یہ حدیث مروی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث ابو خنیس غفاری سے بیان کی ہے۔

حافظ ابو یعلیٰ (محمد بن یزید رفاعی، ابن فضیل، یزید بن ابی زیاد، عاصم بن عبید اللہ بن عاصم، عبید اللہ بن عاصم) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جنگ میں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن طاقتور توانا اور تازہ دم ہے۔ لیکن ہم لوگ کمزور اور فاقہ میں مبتلا ہیں۔ انصار نے عرض کیا، حکم ہو تو سواریاں ذبح کر کے لوگوں کو کھلائیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زائد طعام ہو وہ لے آئے چنانچہ پورے لشکر سے ۲۵/۲۰ صاع خوراک جمع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دعائے برکت کی اور فرمایا آرام سے لو، لوٹ نہ مچاؤ۔ چنانچہ سارے برتن بھر لئے حتیٰ کہ آستینوں میں بھی اٹھالیا گیا جبکہ کھانا جوں کا توں باقی تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا کہ جو شخص اس کا صدق دل سے قائل ہوگا وہ دوزخ کی حرارت سے محفوظ رہے گا۔ نیز ابو یعلیٰ نے یہ روایت اسحاق بن اسماعیل طالقانی، جریر، یزید بن ابی زیاد سے بھی بیان کی ہے جو سابق روایت کی گواہ ہے، واللہ اعلم۔

غزوہ خیبر میں زاد سفر کا اعجاز...... حافظ ابو یعلیٰ (محمد بن بشار، یعقوب بن حضرمی قاری، عکرمہ بن عمار، ایاس بن سلمہ بن اکوع) حضرت سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زاد سفر جمع کرنے کا حکم فرمایا، ایک دسترخوان پر وہ جمع کیا اس کی مجموعی مقدار میرے اندازے کے مطابق بیٹھی ہوئی بکری کے برابر تھی۔ ہم چودہ سو افراد نے یہ کھانا کھایا میں نے پھر اندازہ لگایا تو ابھی بکری کے جسم کے برابر مقدار کا کھانا موجود تھا اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے ہم نے توشہ دان بھر لئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وضو کے لئے پانی ہے؟ چنانچہ ایک شخص لوٹے میں معمولی سا پانی لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی پیالے میں انڈیل دیا۔ چودہ سو اشخاص نے خوب دل کھول کر وضو کیا۔

خندق کی کھدائی کے دوران معجزہ...... ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نعمان رضی اللہ عنہ بن بشیر کی بہن کو اس کی والدہ (عمرہ بنت رواحہ) نے کچھ کھجوریں دے کر کہا اپنے والد اور ماموں عبداللہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ کہتی ہیں میں کھجوریں لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ابو

اور ماموں جان کو تلاش کرتے ہوئے گزری، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، بیٹی! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، یہ امی نے ابو اور ماموں کے لئے بھیجا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا ادھر لاؤ میں نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیا وہ بھرے نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان بچھوایا اور اس پر ڈال دیا، پھر آپ علیہ السلام نے اعلان کروایا کہ سب خندق والے کھانے کے لئے چلے آئیں۔ سب خوب سیر ہو گئے جبکہ دسترخوان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے کھایا ہی نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں عجیب اضافہ ..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ احد میں شہید ہو گئے اور وہ مقروض تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے پاس کھجوروں کی پیداوار کے علاوہ قرض ادا کرنے کا کوئی سامان نہیں اور اس پیداوار سے کئی سالوں تک قرض ادا نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں (کیونکہ آپ کے احترام سے) قرضدار مجھ سے بدکلامی نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ تشریف لے گئے اور کھجوروں کے ڈھیر کے گرد چکر لگا کر دعا فرمائی اور اسی ڈھیر پر بیٹھ گئے فرمایا اپنے اپنے قرض لیتے جاؤ قرض بھی پورا ہو گیا اور اتنی ہی کھجوریں باقی بچ رہیں۔ یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ ..... مسند احمد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ منقول ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کی اس چھوٹی سی ڈلی سے میرا قرض کیسے ادا ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑ کر نوک زبان پر پھیر کر فرمایا، یہ لے جاؤ اور قرض ادا کر دو، چنانچہ میں نے اس معمولی سی ڈلی سے چالیس اوقیہ قرض اتارا (اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا توشہ دان ..... (۱) مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معمولی سی کھجوریں لایا اور عرض کی ان میں دعائے برکت فرما دیجئے، آپ علیہ السلام نے ان کو جمع کر کے دعا کی اور فرمایا اسے توشہ دان میں رکھ لو، ہاتھ ڈال کر نکالتے رہو، لیکن جھاڑنا نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر سے بندھا رہتا تھا، ہم اس سے کھاتے اور کھلاتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوران یہ توشہ دان میری کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔

سنن ترمذی میں بھی یہ واقعہ ابو العالیہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن غریب کہا۔

(۲) .. امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الفتح ہلال بن محمد بن جعفر حفار، حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان، حفص بن عمر، سہل بن زیاد، ایوب سختیانی، محمد بن سیرین) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں شامل تھے۔ بھوک کی شدت نے جب ستایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! کچھ کھانا تمہارے پاس ہے؟ عرض کیا توشہ دان میں کچھ کھجور ہے، فرمایا، لاؤ، میں نے لا کر پیش کیں تو فرمایا چرمی دسترخوان بچھا دو، میں نے بچھا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توشہ دان میں سے سب کھجوریں نکالیں جو ۲۱ تھیں اور ہر ایک کو بسم اللہ پڑھ کر الگ الگ رکھ دیا اس کے بعد جمع کر کے فرمایا فلاں صاحب اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ، وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے تو فرمایا فلاں آدمی اور اس کے ساتھیوں کو لے آؤ، وہ بھی تناول فرما کر چلے گئے تو فرمایا فلاں اور اس کے دوستوں کو دعوت دو، وہ بھی کھا کر چلے گئے لیکن کھجوریں بچ گئیں مجھے فرمایا، بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا تو ہم دونوں نے کھایا اور باقی ماندہ کھجوریں میں نے توشہ دان میں رکھ لیں اور مجھے نصیحت فرمائی، ابوہریرہ اس میں سے ہاتھ سے نکالو، پلٹو نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالتا رہا اور اس سے ۵۰ وسق کھجوریں راہ خدا میں خیرات کیں۔ وہ توشہ دان میرے پالان کے ساتھ بندھا ہوتا تھا وہ حضرت عثمان کے زمانے میں گر کر ضائع ہو گیا۔ ایک وسق تقریباً ڈیڑھ سو کلو کا ہوتا ہے۔

(۳) ..... حافظ ابوبکر بیہقی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اسلامی زندگی میں مجھ پر تین مصیبتیں نہایت سخت آئیں۔

(۱) ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔

(۲)..... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور
(۳)..... توشہ دان۔
توشہ دان کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا تیرے پاس کچھ ہے؟ عرض کیا توشہ دان میں کھجور ہے۔ فرمایا دس اشخاص کو بلاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھجوریں نکال کر دعائے برکت کی اور فرمایا دس اشخاص کو بلاؤ، وہ کھا کر چلے گئے تو یکے بعد دیگرے دس دس افراد کو بلایا حتی کہ سارا لشکر خوب سیر ہو گیا اور کھجوریں باقی بچ گئیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں ہاتھ ڈال کر نکالتے رہو، الٹ کر خالی نہ کرو۔ چنانچہ میں اس میں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کھاتا رہا، ان کی شہادت کے بعد میرا مال ومتاع اور توشہ دان لوٹ لیا گیا۔ میں نے اس سے کم از کم دوسو وسق کھجور کھائی ہوگی۔
(۴)..... مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کھجوریں عطا فرمائیں میں نے وہ تھیلے میں ڈال کر چھت سے لٹکا دیں ہم ہمیشہ اس سے کھاتے رہے بالآخر مدینہ پر شامیوں کے حملہ کے دوران وہ ضائع ہو گئیں، تفرد بہ احمد۔

سات کھجوروں کا اعجاز..... حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عرباض بن ساریہ کے ترجمہ وتعارف میں یہ قصہ نقل کیا ہے کہ میں سفر وحضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے دروازے پر رہتا تھا تبوک میں ایک رات کسی ضرورت کے لئے چلا گیا واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہاں تھا؟ میں نے بتایا تو اتنے میں جعال بن سراقہ اور عبداللہ بن معقل مزنی بھی آنکلے، ہم تینوں بھوکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے کھانے کے لئے کچھ طلب کیا مگر نہ ملا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے تھیلی سے ٹٹول کر سات کھجوریں نکالیں اور ایک پلیٹ میں رکھ دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھا اور فرمایا شروع کیجئے، میں کھاتا جاتا تھا اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا، میں نے ۵۴ کھجوریں کھائیں اور میرے ساتھیوں نے پچاس پچاس ہم خوب سیر ہو چکے تو کھجوریں بدستور پوری سات تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو فرمایا اسے تھیلی میں رکھ لو، دوسرے دن پھر پلیٹ میں رکھ کر فرمایا کھاؤ۔ دس اشخاص نے خوب سیر ہو کر وہ کھجوریں کھائیں اور کھجوریں بدستور اسی طرح تھیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے شرمسار ہوتا تو مدینہ میں واپسی تک انہی سے کھاتے رہتے۔ چنانچہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ایک لڑکے کو دے دیں وہ چباتا ہوا چلا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلہ میں برکت..... صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو میرے گھر میں صرف تھوڑے سے جو تھے جو مچان پر رکھے تھے، میں دیر تک کھاتی رہی (وہ ختم نہ ہوئے) میں نے جب وہ جو تولے تو ان کی برکت جاتی رہی اور وہ ختم ہو گئے۔

شادی میں معجزانہ تعاون..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا قصہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے سلسلہ میں تعاون طلب کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا تو ابو رافع اور ابو ایوب کو زرہ دے کر ایک یہودی کے پاس بھیجا وہ رہن کر کے تیس صاع جو لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نوفل کے حوالے کر دیئے۔
نوفل کہتے ہیں میں نے یہ ۶ ماہ تک کھائے۔ پھر تولے تو پورے تیس صاع تھے۔ نوفل کہتے ہیں میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسے تولتے نہیں تو زندگی بھر اس سے کھاتے رہتے۔

چکی کا تعجب خیز واقعہ..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھر آیا دراہل خانہ کو انتہائی خستہ حالت میں پایا وہ جنگل میں نکل گیا اس کی بیوی نے دعا کی الٰہی! ہمیں کھانا عطا فرما۔ دیکھتی ہے کہ چکی چلنے لگی، آٹے

سے برتن بھر گیا تنور روٹیوں اور گوشت سے بھر پور ہے۔ وہ جنگل سے واپس آیا اور پوچھا کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا جی ہاں! اللہ کا دیا سب کچھ ہے پھر اس نے چکی اٹھا کر سارا آٹا جمع کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا اگر تو چکی نہ اٹھاتی تو یہ چکی قیامت تک چلتی رہتی (لوترکھا لدارت الی یوم القیامۃ)۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری فاقہ میں مبتلا اور محتاج تھا، پریشانی کی حالت میں گھر سے باہر چلا گیا۔ اس کی بیوی کو خیال آیا اگر چکی چلاؤں اور تنور میں آگ جلادوں تو پڑوسی پر ہمارے فقر وفاقہ کا راز فاش نہ ہوگا وہ ہمیں خوشحال سمجھیں گے چنانچہ اس نے آگ جلائی اور چکی چلائی۔ اتنے میں شوہر گھر آیا اور دروازے پر دستک دی، چکی کی آواز سن کر کہا کیا پیس رہی ہو؟ اس نے اپنا خیال بتایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ چکی سے آٹا نکل رہا ہے چنانچہ انہوں نے سب برتن آٹے سے بھر لئے پھر تنور دیکھا تو اس میں تازہ روٹیاں موجود ہیں۔ اس نیک مرد نے یہ سارا ماجرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو پوچھا اب چکی چل رہی ہے تو اس نے کہا، جی نہیں! ہم نے وہ اٹھا کر آٹا صاف کر لیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس کو اٹھاتے نہ تو وہ میری زندگی تک چلتی رہتی یا تمہاری زندگی تک۔ ھذا الحدیث غریب سندا ومتنا۔

کافر مہمان ثمامہ رضی اللہ عنہ...... مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے ہاں ایک کافر شخص مہمان آیا، وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ وہ صبح کو مسلمان ہو گیا تو صرف ایک بکری کے دودھ سے ہی سیر ہو گیا اور دوسری کا دودھ نہ پی سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور غیر مسلم سات آنت میں۔ یعنی مسلمان ایمان کی برکت سے خوراک کم کھاتا ہے اور کافر زیادہ کھانے والا اور حریص ہوتا ہے۔

امام بیہقی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں ایک دیہاتی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ٹھہرا۔ آپ علیہ السلام نے بہت تلاش کے بعد چھوٹا سا روٹی کا ٹکڑا مہیا کیا، اس کے متعدد ٹکڑے بنا کر دعا فرمائی۔ اس نے کھایا تو پھر بھی بچ گیا تو اس نے کہا اے محمد ﷺ آپ صالح انسان ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان ہو جا تو اس نے پھر وہی تعریفی کلمات کہے اور چلا گیا۔

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مہمان آیا، آپ علیہ السلام نے جستجو کے بعد کھانے کو کچھ نہ پایا تو دعا کی:

اللھم انی اسئلک من فضلک ورحمتک فانہ لا یملکھا الا انت

اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی سالم بکری کا تحفہ آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ کا فضل وکرم ہے اور ہم اس کے انتظار میں ہیں۔

یہ روایت بجائے مرفوع کے مرسل درست ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ایک واقعہ واثلہ بن اسقع سے بیان کیا ہے مگر اس میں اصحاب صفہ کا واقعہ ہے کہ رمضان میں افطاری کے بعد ان کو ہر کوئی حسب استطاعت اپنے ساتھ لے جاتا تھا مگر مسلسل تین دن ان کو کسی نے کچھ نہ کھلایا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت تلاش کے بعد گھر میں کچھ نہ پایا تو آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی الٰہی! ہم تیرے فضل وکرم کے مانگنے والے ہیں جو تیرے قبضہ میں ہے تیرے علاوہ کسی کے قبضہ میں کچھ نہیں چنانچہ فوراً ایک بھنی ہوئی سالم بکری کا تحفہ آیا سب نے سیر ہو کر کھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ سے فضل ورحمت کا سوال کیا تھا یہ اس کا فضل ہے اور رحمت اس کے پاس ہمارے لئے ذخیرہ ہے۔

بکری کی دستی۔ ...(۱)......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسماعیل، یحییٰ بن اسحاق، غفاری) سالم بن عبداللہ کی مجلس میں کسی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روٹی اور گوشت پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دستی اٹھا دو پھر دوسری دستی طلب کی تو وہ بھی تناول فرمائی تو پھر دستی طلب فرمائی تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دو ہاتھ ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے باپ کی قسم! اگر تو خاموش رہتا تو میں جس قدر مانگتا تو دیتا رہتا۔

یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آباؤ اجداد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، دیگر اس سند میں دو راوی مبہم ہیں۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (خلف بن ولید، ابوجعفر رازی، شرحبیل) ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں ایک بکری تحفہ میں آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو معلوم کیا یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ تحفہ آیا ہے، چنانچہ میں نے وہ پکائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابورافع دستی لاؤ، میں نے پیش کی تو فرمایا دوسری بھی لاؤ، چنانچہ میں نے وہ پکائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابورافع دستی لاؤ، میں نے پیش کی تو فرمایا دوسری بھی لاؤ، میں وہ بھی پیش کردی تو فرمایا اور لاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی دستی دو ہی ہوتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو میں مانگتا رہتا تم دیتے رہتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کر کے ہاتھ دھوئے اور نماز پڑھی پھر ٹھنڈا سالن کھا کر مسجد میں چلے گئے، نماز پڑھائی اور دوبارہ وضو نہیں کیا۔

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابی رافع سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ثابت بکری کا گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا دستی لاؤ میں نے وہ پیش کردی، پھر دوسری دستی طلب کی میں نے وہ بھی پیش کردی تیسری طلب کی تو میں نے عرض کیا بکری کے دو ہی ہاتھ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو خاموش رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا تو دیتا رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت پسند تھا، اسی وجہ سے زینب یہودیہ نے خیبر میں دستی کے گوشت میں زہر حل کردیا تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے ایک لقمہ کھایا تو اس لقمہ نے ہی آپ کو زہر سے مطلع کردیا تھا۔

(۴) یہی معجزہ حافظ ابویعلیٰ، ابورافع سے منقطع اور موصول دو طرق سے روایت کرتے ہیں اور ایسا ہی ایک واقعہ مسند احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس میں ہے اگر تم اور تلاش کرتے تو موجود پاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں معجزانہ برکت

مسند احمد میں دکین بن سعید خثعمی کا بیان ہے کہ ہم چار سو چالیس افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے غلے کی درخواست کی تو آپ علیہ السلام نے حضرت عمر کو فرمایا جاؤ ان کو غلہ دیدو، انہوں نے کہا میرے پاس تو صرف اہل خانہ کے لئے ہی غلہ موجود ہے اور گھر والے بھی تعداد میں زیادہ ہیں۔

آپ نے فرمایا جاؤ ان کو حسب ضرورت دو، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد کی تعمیل کی اور ان کو ساتھ لے کر چلے آئے اور اپنے بالا خانہ میں لے گئے، نیفہ سے چابی نکال کر تالا کھولا، وہ کھجوریں جو اونٹ کے بچہ کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھیں۔ آپ نے فرمایا اٹھالاؤ، ہم نے حسب منشا اٹھائیں اور میں سب سے آخر میں لے کر فارغ ہوا میں نے دیکھا کہ کھجوروں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ رواہ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ عن عبدالرحیم رواسی۔

کھجوروں میں برکت...... حضرت ابوجابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اور انصاری سے کہا اگر ہم اس باغ کو سیراب کردیں تو کیا اجرت ہوگی؟ اس نے عرض کیا میں تو اسے بڑی محنت سے بھی سیراب نہیں کرسکتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اعلیٰ قسم کی سو کھجور کے بدلے ہم اسے سیراب کردیتے ہیں۔ اس نے عرض کیا جیسے چاہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً سیراب کردیا اور مالک کہنے لگا باغ تو ڈوب گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے سو عدد عمدہ قسم کی کھجوریں پسند فرمائیں۔ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھائی اور باقی بچی وہی سو کھجوریں اسے واپس فرمادی۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں علی بن عبدالعزیز بغوی سے بیان کیا۔

درخت کا چلنا......(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، اعمش، ابوسفیان، طلحہ بن نافع) حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ایک دن خون میں لت پت غمگین بیٹھے تھے، جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمایا ان کفار مکہ نے مجھے بدحال کردیا ہے،

جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا کوئی معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو جبرائیل علیہ السلام نے ایک درخت کو دیکھ کر فرمایا اسے بلائیں۔ آپ علیہ السلام نے بلایا تو وہ چلا آیا اور سامنے آ کھڑا ہوگیا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا اب اسے واپس جانے کا حکم دیجئے، وہ واپس چلا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا بس کافی ہے، یہ سند شرط مسلم کی حامل ہے صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے۔

(۲) بیہقی، حماد بن سلمہ سے بواسطہ علی بن زید، ابورافع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ کفار مکہ کی تکالیف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو کر حجون پر بیٹھے تھے، دعا فرمائی، الٰہی! مجھے آج کوئی نشانی دکھایئے، اس کے بعد مجھے کسی تکذیب کرنے والے کی پرواہ نہ ہوگی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کو اشارہ ہوا کہ فلاں درخت کو بلایئے، چنانچہ وہ درخت زمین کو چیرتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا آیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا وہ واپس اسی مقام پر چلا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اب کسی تکذیب کرنے والے کی پرواہ نہیں۔

(۳) امام بیہقی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی تکذیب سے پریشان ہو کر کسی شعب میں جا رہے تھے، انہوں نے آپ علیہ السلام کو طعنہ دیا تھا جناب! کیا آپ اپنے آباؤ اجداد سے بھی افضل ہیں تو اسی وقت افغیر اللّٰہ تامرونی اعبد ایھا الجاھلون نازل ہوئی۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی، الٰہی! مجھے کوئی اطمینان بخش معجزہ دکھا جس سے غم کافور ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس درخت کی جس شاخ کو چاہو بلاؤ چنانچہ آپ علیہ السلام نے ایک شاخ کو بلایا تو وہ ٹوٹ کر زمین کو پھاڑتی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کھڑی ہوئی تو آپ نے خدا کا شکر کیا اور طبیعت خوش ہوگئی اور پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واپس چلی گئی۔

کھجور کے خوشہ کا آنا ...(۱)... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابومعاویہ، اعمش، ابوظبیان حصین بن جندب) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عامری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مہر نبوت دکھایئے جو آپ کے شانہ مبارک پر ہے، میں ایک ماہر طبیب ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میں آپ کو ایک معجزہ دکھاؤں اس نے کہا بالکل دکھایئے اس نے کھجور کے خوشے کو دیکھ کر کہا اسے بلایئے آپ علیہ السلام نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے آ گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس چلا جا وہ واپس چلا گیا تو عامری نے کہا اے آل عامر! میں نے اس سے بڑا جادوگر آج تک نہیں دیکھا۔

(۲) امام بیہقی کی روایت (بذریعہ ابی ظبیان) میں ہے کہ اس عامری نے معجزہ خود طلب کیا تھا اور ابوظبیان سے سماک یہ بھی روایت کرتا ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا اور ایمان لے آیا۔ تاریخ بخاری میں یہ محمد بن سعید، اصبہانی سے منقول ہے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں اس نے آپ علیہ السلام کو ساحر سمجھا، پھر وہ اپنی بصیرت سے مسلمان ہوگیا۔

(۳) امام بیہقی نے بواسطہ سالم بن ابی الجعد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ خوشہ زمین چیرتا ہوا آپ کے سامنے کھڑا ہو کر سجدہ ریز ہوا اور سر اٹھایا اور پھر کھڑا ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس جانے کا حکم فرمایا یہ منظر دیکھ کر عامر نے کہا اے آل عامر! آئندہ میں آپ کی کبھی تکذیب نہیں کروں گا۔

درخت کا شہادت دینا... امام حاکم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک دیہاتی شخص سے آپ علیہ السلام نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا گھر کا، آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا کسی نیک کام کی بھی ضرورت ہے؟ اس نے پوچھا وہ کیا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو میری رسالت اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کر لے اس نے کہا کیا اس پر کوئی دلیل بھی ہے فرمایا یہ درخت گواہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین مرتبہ اللہ کی الوہیت اور رسول کی رسالت کی شہادت طلب کی، اس نے شہادت دی اور اپنے اصل مقام پر لوٹ گیا۔ اس دیہاتی نے وعدہ کیا اگر میری قوم نے میری بات مان لی تو پوری قوم کو آپ کی خدمت میں لے آؤں گا ورنہ میں تنہا واپس چلا آؤں گا اور آپ کی رفاقت اختیار کروں گا۔ (یہ سند جید ہے)

ستون کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشتیاق میں رونا اور درد فراق سے جزع فزع کرنا

(۱)... حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ امام شافعی، (ابراہیم بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عقیل، طفیل بن ابی) ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت جب کھجور کے پتوں اور ڈالیوں کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کی جانب رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک صحابی نے پوچھا کہ منبر تیار کریں جس پر آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے تصویب فرمائی تو تین منزلہ منبر تیار کیا گیا، مسجد نبوی میں رکھ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا ارادہ ہوا اور اس کے پاس سے گزر کر منبر پر بیٹھ گئے تو اس ستون سے بیل کے رونے کی سی آواز آئی اور وہ ستون پھٹ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رونے کی آواز سنتے ہی منبر سے اتر کر اس پر ہاتھ پھیرا (اور وہ چپ ہو گیا) تو پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

فائدہ...... جب مسجد کی تجدید و مرمت کا ارادہ ہوا تو یہ خرما کا ستون حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی حفاظت میں رکھ لیا ان کے پاس اسے دیمک نے چاٹ لیا اور بوسیدہ ہو کر چورہ چورہ ہو گیا۔ اور وہ چپ ہو گیا (ثم سکن) کا اضافہ راوی نمبر ۳ کا شاگرد عبید اللہ بن عمرو الرقی بیان کرتا ہے جسے امام احمد زکریا بن عدی سے نقل کرتے ہیں اور دیکھو سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی بدء شان المنبر۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ... (۱) حافظ ابو یعلی (ابو خیثمہ، عمر بن یونس حنفی، عکرمہ بن عمار، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن مسجد میں نبی علیہ السلام ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک رومی شخص نے کہا کیا آپ کے لئے تین منزلہ منبر تیار کر دیں جس پر آپ خطبہ دیا کریں۔ چنانچہ جب منبر تیار ہو گیا اور آپ علیہ السلام اس پر خطبہ کے لئے تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی وجہ سے وہ بیل کی طرح دھاڑنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر اس سے لپٹ گئے تو اس کی آواز بند ہو گئی۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں اسے سینہ سے نہ لگاتا تو قیامت تک درد فراق سے روتا رہتا پھر آپ علیہ السلام کے حکم سے اسے دفن کر دیا گیا۔ عمر بن یونس سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بذریعہ محمود بن غیلان یہ روایت بیان کی ہے اور اس کی سند کو غریب کہا ہے۔

(۲)... ابوبکر بزار (مسند میں) (ہدبہ، حماد، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو اس پر خطبہ دینے لگے وہ ستون رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اسے گود میں نہ لیتا تو وہ قیامت تک روتا رہتا۔ اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی حماد سے بذریعہ بہز بن اسد، ابوبکر بن خلاد سے بیان ہے۔

(۳)... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ہاشم، مبارک، حسن بصری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ایک ستون سے ٹیک لگاتے تھے جب سامعین زیادہ ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا منبر تیار کرو تاکہ سب لوگ سن سکیں۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس ستون سے مامتا کی ماری عورت کی طرح رونے کی آواز آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے گود میں لے لیا تو اس کی آواز تھم گئی۔ ابوالقاسم بغوی نے حسن بصری سے اس حدیث میں اضافہ نقل کیا ہے کہ وہ جب وہ یہ حدیث بیان کرتے تو زار و قطار رونے لگتے اور فرماتے لوگو! ایک بے جان لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد فراق سے رونے لگی تو پھر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا درد زیادہ ہونا چاہئے۔

(۴) حافظ ابونعیم نے یہ حدیث (ولید بن مسلم، سالم بن عبداللہ خیاط) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

(۵)... ابونعیم (ابوبکر بن خلاد، حارث بن محمد بن ابی اسامہ، یعلی بن عباد، حکم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ......(۶) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، عبدالواحد بن ایمن، ابو ایمن حبشی مکی مولیٰ ابن ابی عمرہ مخزومی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ خرمے کے تنے سے ٹیک لگا کر دیا کرتے تھے ایک انصاری خاتون نے کہا جس کا غلام بڑھئی تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنوالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں، بنواؤ۔ منبر تیار ہوا تو جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اچانک ستون بچے کی طرح رونے لگا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے، اور اس کو پہلو سے لگایا اور وہ بچے کی طرح سسکیاں بھر رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ اس لئے رو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنا کرتا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت صحیح میں متعدد مقامات پر درج کی ہے۔

(۷) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ کی چھت کھجور کے ستونوں پر قائم تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر تیار ہوا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے تو ہم نے اس ستون سے اونٹنیوں کی طرح رونے کی آواز سنی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

(۸) حافظ ابوبکر بزار سے (محمد بن مثنیٰ، ابوالمساور، ابوعوانہ، اعمش، ابوصالح، جابر بن عبداللہ) اور بہ سند (ابوعوانہ از ابی اسحاق از کریب از جابر) بھی منقول ہے، اس میں کریب کی بجائے سعید بن ابی کریب درست ہے، جیسا کہ (محمد بن عثمان بن کرامہ، عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابی اسحاق، سعید بن ابی کریب عن جابر سے مروی ہے نیز سعید بن ابی کریب سے صرف اسحاق ہی روایت کرتا ہے باقی رہا متن حدیث تو وہ حسب سابق ہے۔

(۹) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن آدم، اسرائیل، ابواسحاق، سعید بن ابی کریب) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كان النبى يخطب الى خشبة فلما جعل له منبر حنت جنين الناقة فاتا ها فوضع يده عليها فسكنت

(۱۰) ...ابوبکر بزار (محمد بن معمر، محمد بن کثیر، سلیمان بن کثیر، زہری، سعید بن مسیب) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، منبر پر خطبہ شروع کیا تو ستون سے رونے کی آواز آئی جو سب حضرات نے سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔

(۱۱) .. ابونعیم (دلائل میں) عبدالرزاق عن معمر عن زہری عن رجل سماہ عن) جابر رضی اللہ عنہ۔

(۱۲)... ابونعیم (ابی عاصم بن علی، سلیمان بن کثیر، یحییٰ بن سعید، سعید بن مسیب) جابر رضی اللہ عنہ۔

(۱۳) ...ابوبکر بن خلاد (احمد بن علی بن الخراز، عیسیٰ بن مساور، ولید بن مسلم، اوزاعی، یحییٰ بن ابی کثیر، ابی سلمہ) جابر رضی اللہ عنہ۔

(۱۴) . امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، ابن جریج اور روح، ابوالزبیر) جابر رضی اللہ عنہ

(۱۵) . امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی عدی، سلیمان، ابونضرہ) جابر اور یہ ابن ماجہ میں باب بدء شان المنبر کی آخری روایت ہے ابوبکیر بن خلف از ابن ابی عدی ان پانچ اسناد کا متن قریباً ایک ہی ہے۔ معمولی الفاظ کا فرق ہے اور یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دس اسناد سے مروی ہے۔

حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ... (۱۶)...... ابوبکر بن ابی شیبہ، سفیان بن عیینہ، ابی حازم کہتے ہیں کہ (منبر رسول اللہ ﷺ کی لکڑی کے متعلق اختلاف ہوا تو وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ غابہ موضع کے جھاڑ سے بنا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے خرمہ کے تنے سے سہارا لگا کر خطبہ دیا کرتے اور اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جب (جھاؤ) کا منبر بنا تو اس پر خطبہ کے لئے تشریف فرما ہوئے تو اس ستون سے رونے کی آواز آئی۔ آپ علیہ السلام نے اتر کر اسے تھاما تو وہ خاموش ہو گیا۔ یہ حدیث سہل بن سعد سے ان کا بیٹا عباس بھی روایت کرتا جو عباس سے کئی راوی بیان کرتے ہیں۔

حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ...... (۱۷)..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد، عمار بن ابی عمار) حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ کان یخطب الی جذع قبل ان یتخذ المنبر فلما اتخذ المنبر وتحول الیہ حن علیہ فاتاہ فاحتضنہ فسکن قال ولو لم احتضنہ لحن الی یوم القیامہ

یہ حدیث شرط مسلم کی حامل ہے اور حماد بن سلمہ سے ابن ماجہ باب بدء شان المنبر میں بھی ہے۔

حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ.. (۱۸) باب ''علامات النبوۃ'' میں، امام بخاری، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، جب منبر تیار ہو گیا وراس پر خطبہ دینا شروع کیا تو ستون رویا ور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا (تو وہ خاموش ہو گیا)۔

(۱۹) عبدالحمید نے یہ (عثمان بن عمر، معاذ بن علاء) نافع رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے۔

(۲۰) ابو عاصم (ابن ابی رواد، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

(۲۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (عمرو بن فلاس، عثمان بن عمرو اور یحییٰ بن کثیر، ابو غسان عنبری، معاذ بن علاء، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ نہ سے روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔

(۲۲) استاذ نا ابوالحجاج مزی اطراف میں (علی بن نصر بن علی، جہضمی احمد بن خالد خلال، عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی، عثمان بن عمر، معاذ بن ا،) حضرت نافع رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

تنبیہ...... بقول ابوالحجاج مزی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبدالحمید ذکر کیا ہے وہ دراصل عبد بن حمید متوفی ۲۴۹ھ ہے، واللہ اعلم۔

نیز ہمارے استاذ ابوالحجاج مزی کہتے ہیں کہ بعض علماء سے نقل ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ابوحفص کے نام میں کچھ وہم ہوا ہے ان کا نام رونہیں ہے بلکہ معاذ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بخاری شریف کے تمام نسخوں میں نہیں بلکہ بخاری شریف کے جو نسخے میرے مطالعہ میں رہے ہیں میں نے ان میں سے کسی نسخہ میں بھی یہ نام درج نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔

نیز یہ حدیث حافظ ابونعیم نے دو سند سے نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کی ہے، اس میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہم منبر رکریں؟

(۲۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (حسین، خلف، ابی خباب یحییٰ بن ابی حیہ، یحییٰ مذکور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں

کان جزع نخلۃ فی المسجد یسند رسول اللّٰہ ظھرہ الیہ اذا کان یوم جمعۃ او حدث امر یرید ان یکلم الناس فقالوا الا تجعل لک یارسول اللّٰہ شیئا کقدر قیامک قال لا علیکم ان تفعلوا فصعوا لہ منبر الثلاث مراقی قال فجلس علیہ فحار الجزع کما تخور البقرہ حزعا علی رسول اللّٰہ فالتزمہ ومسحہ حتی سکن

(ترجمہ سابقہ احادیث والا ہی ہے)۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ..... (۲۴) عبد بن حمید لیثی (علی بن عاصم، جریری، ابونضرہ عبدی) حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ایک خرمے کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا ہے اور وہ سب لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اگر ب منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمائیں تو سب آپ کا دیدار کر سکتے ہیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، اچھا کون شخص منبر تیار کرے گا؟ ایک صحابی نے اٹھ کر جی میں! آپ نے فرمایا تو اسے بنا سکے گا؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! مگر اس نے انشاء اللہ نہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟

اس سے نام بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا۔ اسی طرح دو اشخاص نے بنانے کی پیشکش کی لیکن یہ دونوں بھی ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، پھر چوتھے نے منبر تیار کرنے کی خواہش کی تو اس نے کہا میں انشاء اللہ تیار کروں گا۔ پھر اسکا نام معلوم کیا تو اس نے کہا ابراہیم، آپ علیہ السلام نے منبر تیار کرنے کی اجازت فرمائی، پھر جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ آپ علیہ السلام کی طرف متوجہ تھے تو خرما کے تنے سے رونے کی آواز آئی اور وہ آواز میں نے خود سنی اس وقت میں مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے گلے لگایا اور وہ خاموش ہو گیا پھر آپ علیہ السلام نے حمد و ثنا کے بعد بر سر منبر فرمایا یہ کھجور کا ستون میری جدائی کے غم سے رویا ہے اگر میں اتر کر اس کو گلے لگا کر دلاسا نہ دیتا تو وہ قیامت تک روتا رہتا۔ اس بیان میں عجوبہ پن ہے۔

(۲۵) حافظ ابو یعلی (مسروق بن مرزبان، زکریا، مجالد، ابو الوداک وھو جبر بن نوف) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ہر جمعہ کو ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، ایک رومی شخص نے تجویز پیش کی کہ میں آپ کے لئے ایک منبر تیار کر دیتا ہوں جس پر آپ بیٹھے ہوئے نمایاں معلوم ہوں۔ آپ علیہ السلام نے تجویز کو درست فرمایا تو اس نے منبر تیار کر دیا آپ علیہ السلام اس پر تشریف فرما ہوئے تو ستون رونے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچے کی جدائی میں روتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے اتر کر اس پر ہاتھ رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ میں نے دوسرے دن اسے وہاں نہ پا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور عمر رضی اللہ عنہ نے گزشتہ رات اسے یہاں سے تبدیل کر دیا ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت...... (۲۶) حافظ ابو یعلی (علی بن احمد حوار، قبیصہ، حبان بن علی، صالح بن حبان، عبداللہ بن بریدہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں، اس میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اسے دنیا یا آخرت کی رفاقت کا اختیار دیا، اس نے آخرت کی رفاقت کی ترجیح دی اور زمین میں اس قدر دھنس گیا کہ اس کا نشان باقی نہ رہا۔ یہ حدیث بھی متن اور سند دونوں لحاظ سے ضعیف ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت...... (۲۷) ابو نعیم (قاضی شریک، عمرو بن ابی قیس معلی بن ہلال، عمار ذہبی، ابو سلمہ بن عبد الرحمن) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، جب منبر تیار ہو گیا اور آپ علیہ السلام اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ بیل کی طرح آواز کرنے لگا اور سب نمازیوں نے آواز سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتر آئے تو وہ چپ کر گیا۔

معلی بن ہلال کی روایت میں ہے وہ منبر گوگل کے درخت کی لکڑی سے تیار کیا گیا تھا۔ اسی سند سے مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میرے منبر کے پائے جنت کے ایک زاویہ میں ہیں، میرے منبر اور گھر کا درمیانی قطعہ ارضی جنت کا باغیچہ ہے، اس معجزہ کا صحابہ رضی اللہ عنہ جم غفیر سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہونا اس کے وقوع کا قطعی اور کھلا ثبوت ہے۔

امام بیہقی نے عمرو بن سواد کی معرفت حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے جس قدر معجزات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں اتنے کسی اور نبی کو بھی عطا نہیں فرمائے۔

ابن سواد نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا ہے تو کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے کہا ایک بے جان لکڑی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرد جدائی میں رونا اور آپ علیہ السلام کے تھامنے سے یکا یک چپ ہو جانا مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھ کر معجزہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں کنکریوں کا تسبیح کرنا...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، کدیمی محمد یسار، قریش بن انس، صالح بن ابی الاخضر، زہری) سوید بن یزید سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔

سنا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھنے کے بعد میں تو عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہایت ادب واحترام سے لیتا ہوں۔ وہ اس طرح کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہائیوں کا متلاشی رہتا تھا، میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا بیٹھے دیکھ کر موقعہ غنیمت سمجھا اور آپ علیہ السلام کے پاس آ کر بیٹھ گیا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور سلام کے بعد آپ علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے وہ عمر رضی اللہ عنہ کی دائیں طرف بیٹھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے سے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو ان سے مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر آپ علیہ السلام نے ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ آواز بند ہوگئی پھر آپ علیہ السلام نے ان کو پکڑ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو زمین پر رکھ دیا تو ان کی آواز رک گئی۔ پھر ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو پھر بھی ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی پھر ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئیں پھر پکڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں رکھ دیں تو اسی طرح ان سے تسبیح کی آواز آنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ نبوت کی طرز پر خلافت ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں صالح بن ابی الاخضر کا حافظہ قوی تھا اور محفوظ سند یہ ہے کہ صالح ابوحمزہ کے واسطہ سے زہری سے روایت کرتا ہے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہلی م ۲۵۸ھ (مجموعہ زھریات میں ہے) ابوالیمان شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن سوید نے کہا کسی سلیمی بوڑھے کا بیان ہے جس نے ابوذر سے ربذہ میں ملاقات کی، اتفاقاً ایک مجلس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر آیا، جس میں ابوذر بھی موجود تھے (تو سلیمی نے کہا میرے خیال میں تھا کہ ابوذر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوں گے کہ ان کو ربذہ میں پابند مسکن کر دیا تھا) تو آپ نے کہا عثمان رضی اللہ عنہ کو ایسا ویسا مت کہو میں نے ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہے۔ اسے زندگی بھر نہیں بھلا سکوں گا پھر انہوں نے سابق روایت کی طرح سارا قصہ بیان کیا۔

درو دیوار کا آمین کہنا..... حافظ بیہقی (عبداللہ بن عثمان بن اسحاق بن سعد بن ابی وقاص، اپنے نانا مالک بن حمزہ بن ابی اسید ساعدی، حمزہ) ابی سعید ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کل آپ اہل وعیال سمیت میرے آنے تک گھر میں ہی رہیں، مجھے ضرورت ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام تشریف لائے، سلام کے بعد رسمی بات چیت کے بعد فرمایا قریب قریب ہو جاؤ۔ ہم باہم قریب ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چادر پھیلا کر دعا فرمائی، الٰہی! یہ میرا چچا ہے اور باپ کی جگہ پر ہے اور میرا کنبہ ہے ان کو آگ سے بچا اور محفوظ رکھ جیسے میں نے ان پر اپنی چادر پھیلا دی ہے اور گھر کے درو دیوار سے آمین کی تین مرتبہ آواز آئی۔ ابن ماجہ میں یہ مختصر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن اسحاق راوی حدیث کے بارے میں ابن معین کہتے ہیں میں اسے جانتا نہیں، ابو حاتم کہتے ہیں یہ مشتبہ روایات بیان کرتا ہے۔

پتھروں کا سلام کرنا..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (عباد بن یعقوب کوفی، ولید بن ابی ثور، سدی، عباد بن ابی یزید) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ہم ایک جانب کو نکل گئے، راستہ میں ہر پہاڑ اور درخت آپ علیہ السلام کو سلام عرض کرتا اور السلام علیکم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ولید بن ابی ثور کے تلامذہ فروہ بن ابی القراء وغیرہ عباد سے سدی کے واسطہ کے بغیر روایت بیان کرتے ہیں اور حافظ ابونعیم (زیاد بن خیثمہ، سدی، ابی عمارہ حیوانی) حضرت علی سے سابق روایت کے موافق بیان کرتے ہیں۔

مشت خاک..... بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشت خاک کفار کی جانب پھینکی، کفار کا زور ٹوٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح اور کامرانی نصیب ہوئی۔ وما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی آپ علیہ السلام نے نہیں پھینکا جب آپ نے پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا اور غزوہ حنین میں بھی ایسا

ہی ہوا کہ ایک مشت خاک اٹھا کر دشمن کی جانب پھینکی اور فوراً جنگ کا نقشہ بدل گیا اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔

بتوں کا اشارہ سے گرنا فتح مکہ کے بعد جب آپ علیہ السلام مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بت کی (جاء الحق وزھق الباطل) (بنی اسرائیل/۹) طرف پڑھتے ہوئے چھڑی سے اشارہ کرتے تو وہ گر پڑتا۔

تصویر کا مٹ جانا امام بیہقی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے دوپٹہ پر تصویر تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پھاڑ کر فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب مصور کو ہوگا۔
ایک ڈھال پر عقاب کی تصویر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست مبارک رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

اونٹ کا آپ علیہ السلام کو سجدہ کرنا ...امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کسی انصاری کا شتہ تھا، وہ اس سے آب پاشی کا کام لیتا تھا۔ وہ بگڑ کر بے قابو ہوگیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ کھیتی باڑی اور باغ خشک ہو رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا چلو! چنانچہ جب وہ باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی جانب بڑھے تو انصار پکار اٹھے وہ کتے کی طرح باؤلا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کا خطرہ ہے۔آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کی جانب لپکا، آپ کے سامنے اس نے گردن جھکا دی اور سجدہ میں گر پڑا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر رہٹ میں جوت دیا۔یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بے شعور جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتا ہے تو ہم باشعور انسان آپ علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے بالاولی مستحق ہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کا سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی کی خاطر اسے سجدہ کرے۔خدا کی قسم اگر وہ سرتاپا زخمی ہو اور زخموں سے پیپ بہہ رہی ہو اور عورت اس کے زخم زبان سے چاٹ کر صاف کرے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کرسکتی، یہ سند عمدہ ہے۔نسائی میں اس کا بعض حصہ خلف سے مروی ہے۔

رسالت سے سب واقف ہیں .....امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مصعب بن سلام، ابوہ، اجلح، ذیال بن حرملہ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کسی سفر سے واپس آرہے تھے، جب ہم بنی نجار کے نخلستان کے پاس آئے تو وہاں ایک مست اونٹ تھا، کسی کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ علیہ السلام نے باغ میں جا کر اونٹ کو بلایا تو وہ گردن جھکائے آپ کی جانب چلا آیا اور سامنے بیٹھ گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار منگوا کر اسے ڈال دی اور مالک کے حوالہ کردیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ارض وسما کے درمیان ہر مخلوق سوائے گنہگار جن اور نافرمان انسان کے جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔
طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی واقعہ مروی ہے کہ مست اونٹ نے آپ علیہ السلام کے سامنے سر جھکا دیا اور آپ علیہ السلام نے اسے مالک کے حوالے کردیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! گویا کہ وہ جانتا ہے کہ آپ نبی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ''گنہگار جن اور انسان کے علاوہ سب جانتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' (یہ نہایت غریب ہے)۔

دو اونٹوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کرنا ..طبرانی (عباس بن فضل اسفاطی، محمد بن عون زیادی ابوعزہ دباغ، ابویزید مدنی، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی انصاری کے دو اونٹ مست تھے، ان کو باغ میں بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ دعا فرمادیں۔وہ آیا تو نبی علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں تشریف فرما تھے، اس نے اپنی کہانی سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ چلیں آپ باغ کے دروازے پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھول دو، اس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے تامل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کھولو، چنانچہ اس نے دروازہ کھولا تو ایک اونٹ جو دروازے کے قریب تھا وہ آپ علیہ السلام کو دیکھ کر

سجدہ ریز ہوگیا۔ آپ نے مہار منگوا کر اسے مالک کے سپرد کر دیا پھر دوسرے اونٹ کے پاس گئے تو وہ بھی آپ علیہ السلام کو دیکھ کر سجدہ میں گر گیا پھر اسے مہار ڈال کر مالک کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا یہ تیرے تابع فرمان رہیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھ کر کہا یا رسول اللہ! ان بدمست اونٹوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا میں کسی انسان کو دوسرے کے لئے سجدہ کا حکم نہیں دیتا۔ اگر کسی کو دوسرے کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سامنے سجدہ کریں۔ (اس حدیث کا متن اور سند دونوں غریب ہیں) دلائل النبوۃ میں فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد نے سے بیان کیا ہے اور قریباً یہی روایت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

ابو محمد عبداللہ بن حامد فقیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے باہر ایک باغ کی جانب گئے، وہاں ایک اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر اٹھا کر دیکھا تو زمین پر گردن رکھ دی، صحابہ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس لاشعور شتر کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ لائق ہیں، تو آپ علیہ السلام نے حیرت آمیز انداز میں فرمایا، سبحان اللہ، کیا اللہ کے بغیر مجھے سجدہ کیا جائے؟ کسی بشر کو جائز نہیں کہ دوسرے کو سجدہ کرے اگر میں ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ جائز سمجھتا تو عورت کو حکم دیتا وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اونٹ کا شکوہ کرنا مسند احمد میں عبداللہ بن جعفر کا قصہ ہے کہ مجھے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کے پیچھے بٹھایا اور ایک راز کی بات بتائی وہ میں زندگی بھر کو نہیں بتاؤں گا۔

رفع حاجت کے لئے کسی مخفی مقام کا تلاش کرنا آپ علیہ السلام کا دستور تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے۔ آپ علیہ السلام نے قریب جا کر اس کی گردن اور کنپٹی پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ ایک نوخیز انصاری نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان جانوروں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حوالہ کر دیا ہے، رحم کیا کرو۔ اس نے مجھ سے شکوہ کیا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور سخت مشقت لیتا ہے۔ (۔۔۔)

اکرموا اخاکم امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد و عفان، حماد بن سلمہ، علی بن زید، سعید بن مسیب) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار اور مہاجروں کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اونٹ آیا اور وہ سجدہ ریز ہوگیا، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت اور جانور آپ علیہ السلام کو سجدہ کرتے ہیں تو ہمیں بدرجہ اولیٰ آپ کو سجدہ کرنا چاہئے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا عبادت اور سجدہ، اللہ تعالیٰ کے لئے کرو، اور اپنے بھائی کا احترام بجا لاؤ۔ میں اگر ایک انسان کو دوسرے انسان کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو صرف عورت کو شوہر کے لئے سجدہ کا حکم دیتا اگر شوہر عورت کو زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ پر اور سیاہ کو سفید پر منتقل کرنے کا حکم دے تو بھی اسے شوہر کا حکم بجا لانا چاہئے، یہ سند شرط سنن کی حامل ہے۔

درخت، اونٹ اور قبر کا قصہ مسند احمد میں یعلی بن سیابہ کا بیان ہے کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ علیہ السلام نے رفع حاجت کا ارادہ کیا تو دو پیڑوں کو حکم دیا وہ آپس میں مل گئے۔ آپ علیہ السلام نے فراغت کے بعد ان کو واپس چلے جانے کا حکم دیا وہ اپنے مقام پر چلے گئے، ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معلوم ہے یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ اپنے مالک کی شکایت کر رہا ہے کہ وہ مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو بلا کر کہا کیا مجھے یہ ہبہ کر سکتے ہو؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میرا سب سے پیارا مال ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا لیکن اچھی طرح پرورش کرو اس نے عرض کیا بہت بہتر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں میت کو عذاب ہو رہا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ معلوم ہوتا ہے عذاب میں مبتلا ہے، آپ نے اس پر تازہ شاخ گاڑنے کا حکم دیا اور فرمایا ممکن ہے جب تک یہ تازہ رہے وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

آپ علیہ السلام کے تین معجزے...... (۱)......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر عطاء بن سائب، عبداللہ بن جعفر) یعلی بن مرہ ثقفی سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے آپ علیہ السلام کے تین معجزے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ہم آپ کے ساتھ سفر کر رہے تھے آپ سرکش اونٹ کے پاس سے گزرے تو وہ آپ علیہ السلام کو دیکھ کر بلبلایا اور گردن زمین پر رکھ دی، آپ علیہ السلام وہاں رک گئے اور اس کے مالک کو بلایا اور اسے کہا یہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو اس نے عرض کیا، نہیں ہم آپ کو ہبہ کرتے ہیں لیکن اس کے مالک کی اس کے علاوہ کوئی گزر اوقات نہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو سنو! اس نے شکوہ کیا ہے مشقت زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو، فرمایا اس سے حسن سلوک کرو پھر ہم ایک منزل پر آرام کے لئے اتر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹ گئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا آیا اور آپ پر سایہ افگن ہوا پھر اسی طرح واپس لوٹ گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے یہ بات عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے مجھے سلام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت فرمادی۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر ایک چشمہ پر اترے، ایک عورت آسیب زدہ بچے کو لائی۔آپ نے اس کی ناک پکڑ کر فرمایا نکل جا، میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔واپسی پر اسی چشمہ کے پاس وہ عورت آئی ایک بکری اور دودھ کا تحفہ لائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکری واپس کردو اور دودھ پی لو پھر اس بچے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا خدا کی قسم (والذی بعثک بالحق) اس کے بعد اسے کوئی شکایت لاحق نہیں ہوئی۔

(۲)......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن نمیر، عثمان بن حکیم، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز کی معرفت) یعلی بن مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزیں دیکھیں جو کبھی کسی نے دیکھی نہ تھیں اور نہ کوئی آئندہ دیکھے گا۔ہم سفر میں آنحضور صلی اللہ علی وسلم کے ساتھ ایک مقام پر گزرے وہاں ایک عورت بچہ لئے بیٹھی تھی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بچہ آسیب زدہ ہے اور تنگ کرتا ہے اور اس کو روزانہ کئی مرتبہ دورہ پڑتا ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے دو آپ نے اسے پکڑ کر اس کا منہ کھولا اور تین بار "بسم اللہ انا عبداللہ اخسا عدو اللہ" پڑھ کر پھونکا اور فرمایا واپسی میں ہمیں یہاں ملنا اور صورت حال بتانا واپسی میں ہم وہاں آئے تو وہ تین بکریاں لئے موجود تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا اس دن سے آج تک اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہے اور یہ بکریاں قبول فرمائیے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا ایک پکڑ لو اور باقی واپس کردو۔

ایک دن ہم جبانہ کی جانب نکلے دور تک چلے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو کوئی اوٹ ہے؟ میں نے عرض کیا صرف یہ جھاڑی نظر آرہی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کے آس پاس کیا ہے عرض کیا ایسی ہی ایک جھاڑی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے باہم مل جاؤ وہ آپس میں مل گئیں اور آپ علیہ السلام رفع حاجت سے فارغ ہوئے تو مجھے کہا ان کو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے واپس اپنے مقام پر چلی جاؤ۔چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔

ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا ایک عمدہ اونٹ آیا۔آپ علیہ السلام کے سامنے اپنی گردن نیچی کردی اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی حالت عجیب ہے معلوم کرو اس کا مالک کون ہے؟ چنانچہ میں اس کے مالک انصاری کو تلاش کر کے لے آیا۔آپ نے پوچھا اس اونٹ کا حال کیا ہے؟ اس نے عرض کیا مجھے صرف یہی معلوم ہے کہ ہم اس سے پانی اٹھانے کی مشقت لیتے ہیں اب وہ کمزور ہو گیا ہے، ہم نے گزشتہ رات مشورہ کیا تھا کہ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کردیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہ کرو مجھے ہبہ یا بیچ دو، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کا ہی ہے۔چنانچہ آپ نے اس پر صدقہ کا امتیازی نشان لگا دیا اور صدقات کے اونٹوں میں شامل کردیا۔

(۳) ...امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع، اعمش بن منہال، عمرو) یعلی بن مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خاتون آسیب زدہ بچہ لائی آپ علیہ السلام نے فرمایا نکل جا اللہ کے دشمن میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔چنانچہ وہ بچہ صحت مند ہو گیا، اس نے دو مینڈھے، کچھ پنیر اور گھی آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کیا آپ علیہ السلام نے ایک مینڈھا واپس کردیا اور باقی سب قبول کرلیا (نیز اس روایت میں درختوں کا قصہ بھی ہے)

(۴)... احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسود، ابوبکر بن عیاش، حبیب بن ابی عمرۃ، منہال بن عمرو) یعلی سے روایت کرتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی

روایت کی طرح معجزات بیان ہیں۔صرف اتنا فرق ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا اونٹ تیرا گلہ کرتا ہے کہ جوانی میں مجھ سے کام لیتا رہا، اب بوڑھا ہو گیا تو اسے ذبح کرنا چاہتا ہے اس نے عرض کیا خدا کی قسم! آپ نے درست فرمایا ہے، واللہ! میں اب اسے ذبح نہ کروں گا۔

(۵)......امام بیہقی (حاکم وغیرہ، اصم، عباس بن محمد دوری، حمدان بن اصبہانی، یزید، عمرو بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ، عبداللہ بن یعلی) یعلی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے دیکھے یعنی اونٹ، دو درختوں اور آسیب زدہ بچے کا واقعہ۔

تبصرہ...... یہ عمدہ اور بہترین سلسلہ قطعی اور یقینی علم کا موجب ہے کہ یعلی کا بیان کسی قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے، صحاح ستہ میں یہ واقعہ مذکور نہیں، صرف ابن ماجہ میں اس کے بعض الفاظ (کان اذا ذھب الی الغائط ابعد) مذکور ہیں اور جابر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں بھی مذکور ہیں، دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم نے حدیث بعیر کو متعدد طرق سے بیان کیا ہے۔اور عبداللہ بن قرط یمانی رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھ اونٹ پیش کئے گئے ہر اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ذبح ہونے کے لئے پہل کر رہا تھا۔

سست اونٹ کا تیز ہونا......حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا سست رفتار گھوڑا تھا۔ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں شور وغل ہوا۔لوگ اس شور کی جانب روانہ ہوئے اور آپ ﷺ ابوطلحہ کے بے زین گھوڑے پر سوار ہوئے اور چکر لگا کر واپس آ رہے تھے فرمایا کوئی خطرہ نہیں واپس آ جاؤ اور فرمایا یہ گھوڑا تو دریا کے پانی کی رفتار کی طرح تیز ہے (وان وجدناہ لبحرا) پھر وہ آپ ﷺ کی برکت سے اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اونٹ کا دعا کرنا اور آپ علیہ السلام کا آمین کہنا......"دلائل النبوۃ" از ابومحمد عبداللہ بن حامد الفقیہ جو از بس مفید کتاب ہے میں (ابوعلی فارسی، ابوسعید، عبدالعزیز بن شہلان قواس، ابوعمرو عثمان بن محمد بن خالد راسی، عبدالرحمٰن بن علی بصری، سلامہ بن سعید بن زیاد بن ابی ہند رازی، ابوہ، جدہ) غنیم بن اوس رازی سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر گھبراہٹ کے عالم میں کھڑا ہو گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا شتر! رک جا، اگر تو سچا ہے تو یہ سچائی تیرے لئے مفید ہے، اگر تو جھوٹا ہے تو یہ جھوٹ بولنا تیرے لئے وبال جان ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم سے پناہ لینے والے کو امن وامان دیا ہے اور ہماری آڑ لینے والا بے خوف ہوتا ہے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا اسے ذبح کرنے لگے تھے یہ بھاگ آیا ہے اور تمہارے نبی کے پاس فریاد لایا ہے۔ہم مجلس میں ہی تھے کہ اس کے مالک دوڑتے ہوئے آئے۔اونٹ ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا یہ اونٹ تین دنوں سے غائب ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آپ کا سخت شکوہ کر رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے کہ گرمی کے موسم میں تم اس پر سامان لاد کر آب وگیاہ کی جانب سفر کرتے ہو اور سرما میں تم اس پر گرم مقامات کی جانب رخ کرتے ہو۔عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل درست ہے۔اب ہم اسے ذبح کریں گے نہ فروخت کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے فریاد کی تم نے اس کی فریاد رسی نہ کی، میں تم سے زیادہ مہربان ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دل سے نرمی ورحمت کو سلب کر لیا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں بسا دیا ہے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سو درہم کے عوض خرید لیا اور اس کو فی سبیل اللہ آزاد کر دیا۔وہ آپ علیہ السلام کے قریب ہو کر بڑبڑایا تو آپ علیہ السلام نے آمین کہا پھر دوسری بار بلبلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین پکارا پھر تیسری بار اس نے آواز کی تو بھی آپ نے آمین کہا پھر چوتھی بار وہ چلایا تو آپ نے آمین کہا۔

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس نے کہا اے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور قرآن کی تبلیغ کا بہترین اجر عطا فرمائے۔تو میں نے آمین کہا پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیری امت کا قیامت کے دن خوف ودہشت دور کرے جیسے آپ نے میری دہشت دور کر دی ہے تو میں نے آمین کہا، پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیری امت کو دشمنوں سے محفوظ رکھے جیسے تو نے میری جان کو محفوظ رکھا تو میں نے پھر آمین کہا۔پھر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آپس میں قتل وقتال اور باہمی خانہ جنگی نہ برپا کرے تو مجھ پر گریہ وزاری طاری ہو گئی۔یہی

معروضات میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے تین قبول فرمالیں اور ایک منظور نہ فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ امت محمد یہ کی ہلاکت آپس کی جنگ وجدال میں ہے اور یہ تقدیر لکھی ہوئی ہے۔

یہ حدیث نہایت غریب ہے ان کے علاوہ کسی مؤلف نے بیان نہیں کی۔اس کی سند اور متن دونوں میں نہایت عجوبہ پن اور نکارت ہے۔

بکریاں سجدہ کرتی ہیں شیخ ابن حامد الفقیہ (یحییٰ بن صاعد، محمد بن عوف حمصی، ابراہیم بن علاء زبیدی، ابوعثمان عباد بن یوسف کندی، ابوجعفر رازی، ربیع بن انس) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کسی انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں بکریاں تھیں وہ بکریاں سجدہ ریز ہوگئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ان لاشعور بکریوں سے آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ جائز نہیں اگر ایک انسان کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔یہ غریب ہے اس کی سند میں غیر معروف اور مجہول راوی ہیں۔

بھیڑیئے کا کلام کرنا اور رسالت کی شہادت دینا (۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بکری پر بھیڑیا حملہ آور ہوا۔چرواہے نے آگے بڑھ کر اس سے بکری چھین لی تو بھیڑیئے نے چرواہے کو مخاطب کرکے کہا کیا تجھے خدا کا خوف نہیں تم نے میرا رزق چھین لیا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا آدمیوں کی طرح کلام کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ یثرب میں گزشتہ واقعات بتاتا ہے۔وہ چرواہا بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں چلا آیا۔بکریاں ایک جگہ روک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ آپ علیہ السلام کو سنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری اجلاس کا اعلان کروایا۔لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے چرواہے سے کہا ان کو وہ واقعہ بتاؤ وہ بتا چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے خدا کی قسم! والذی نفس محمد بیدہ قیامت سے پہلے درندے جانور آدمیوں سے کلام کریں گے اور اس کے کوڑے کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اس سے بات کریگا اور اس کی ران اس کے گھر کا حال کہے گا۔

یہ حدیث صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے، ترمذی میں اس کا آخری حصہ مروی ہے۔قاسم بن فضل سے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن غریب صحیح کہا ہے۔یاد رہے قاسم بن فضل محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہے، امام یحییٰ بن معین اور ابن مہدی نے اس کی توثیق کی ہے۔

(۲) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابوالیمان، شعیب، عبداللہ بن ابی حسین، شہر بن حوشب) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ایک دیہاتی مدینہ کے مضافات میں بکریوں کی رکھوالی کررہا تھا۔بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا۔دیہاتی نے دوڑ کر اسے چھڑا لیا، اسے ڈانٹا اور للکارا۔بھیڑیا تھوڑی دور ہٹ کر بیٹھ گیا اور اس سے مخاطب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے۔اس نے کہا کتنے تعجب کی بات ہے کہ بھیڑیا بات کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا خدا کی قسم! تو نے اس سے بھی تعجب خیز بات کو نظر انداز کر دیا ہے۔اس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو بھیڑیئے نے کہا مدینہ کے باغات میں اللہ کا رسول لوگوں کو گزشتہ اور مستقبل کے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔چنانچہ اس دیہاتی نے بکریوں کو ایک جگہ چھوڑا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جا کر دستک دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا بکریوں والا دیہاتی کہاں ہے؟ تو دیہاتی سامنے کھڑا ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا جو تم نے دیکھا اور سنا ہے وہ لوگوں کو بتاؤ چنانچہ دیہاتی نے وہ سارا قصہ سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی اس نے سچ کہا ہے یہ واقعات قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے، خدا کی قسم! قیامت سے پہلے یہ ہوگا کہ آدمی گھر سے غائب ہوگا تو اس کا جوتا اور عصا اسے آگاہ کریں گے (یہ حدیث سنن اربعہ کی شروط کی حامل ہے) امام بیہقی، امام حاکم اور حافظ ابونعیم نے بھی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

(۳) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، اشعث بن عبداللہ، شہر بن حوشب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا، چرواہے نے جھپٹ کر وہ بکری اس سے چھڑا لی، بھیڑیئے نے ایک ٹیلے پر بیٹھ کر چرواہے کو مخاطب کیا اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے، تو چرواہے نے تعجب سے کہا بھیڑیا بات کرتا ہے تو بھیڑیئے نے کہا اس سے بھی

حیرت ناک بات یہ ہے کہ ایک آدمی تمہیں ماضی اور مستقبل کے حالات سے باخبر کرتا ہے وہ چرواہا یہودی تھا، نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام لایا اور سارا ماجرا عرض کیا، نبی علیہ السلام نے اس کی تصدیق فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انها امارة من امارات بين يدى الساعة قد اوشك الرجل ان يخرج فلا يرجع حتى تحدثه نعلاه وسوطه بما احدثه اهله بعده

یہ روایت سنن کی شرط کے حامل ہے دیگر غالب امکان ہے کہ یہ واقعہ شہر بن حوشب نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی سنا ہو، واللہ اعلم۔

(۴) ابونعیم دلائل النبوۃ میں (عبداللہ بن محمد بن جعفر، محمد بن یحیی بن مندہ، علی بن حسن بن سالم، حسین بن سلیمان الرفاطلحی کوفی، عبدالملک بن عمیر، انس بن مالک، (سلیمان طبرانی بھی بالترتیب عبداللہ بن محمد بن ناجیہ اور ہشام لولوی کی معرفت حسین الرفی) حضرت انس سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں آنحضور ﷺ کے ساتھ تھا، ریوڑ سے بکریاں ادھر ادھر بھاگ گئیں، بھیڑیے نے ان سے ایک بکری جھپٹ لی، چرواہا اس کے پیچھے دوڑے تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا تم مجھ سے چھین رہے ہو، یہ سن کر وہ حیران رہ گئے تو اس نے کہا بھیڑیے کی بات سن کر تم کیوں تعجب کرر ہے ہو یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ محمد ﷺ پر وحی آرہی ہے بعض لوگ تصدیق کرتے ہیں اور بعض تکذیب کرتے ہیں، بقول حافظ ابونعیم اس سند میں حسین بن سلیمان منفرد ہے، امام ابن کثیر فرماتے ہیں حافظ ابن عدی نے ''حسین عن عبدالملک'' چند روایات بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان کی روایات کی متابعت اور تائید نہیں ہوتی۔

بھیڑیے سے بات کرنے والا ...امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوسعید مالینی، ابواحمد بن عدی، عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی، یعقوب بن یوسف بن ابی عیسیٰ، جعفر بن حسن، ابوحسن، عبدالرحمن بن حرملہ، سعید بن مسیب) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں ایک چرواہا تھا ریوڑ سے ایک بکری بھیڑیے نے اچک لی اور چرواہے نے اس کے منہ سے چھڑالی تو بھیڑیے نے کہا کیا تجھے خدا کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا ہے تم نے مجھ سے چھین لیا تو چرواہے نے کہا بڑی تعجب خیز بات ہے کہ بھیڑیا بات کرتا ہے، بھیڑیے نے کہا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ اس نخلستان میں ماضی اور مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں اس چرواہے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری بات بتائی اور مسلمان ہو گیا۔

حافظ ابن عدی کہتے ہیں کہ مجھے ابوبکر بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ اس چرواہا کا نام اهبان خزاعی ہے، اس کی اولاد ''بنی مکلم الذئب'' کے نام سے مشہور ہے، محمد بن اشعث خزاعی اس کی نسل سے ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات حدیث کے قوی اور شہرہ آفاق ہونے کی دلیل ہے، تاریخ میں یہی واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اهبان بن اوس رضی اللہ عنہ سے بیان کر کے فرمایا ہے ''اسنادہ لیس بالقوی'' یہ سند قوی نہیں ہے۔

گدھا بات کرتا ہے......امام بیہقی، حسین بن احمد رازی سے ابوسلیمان مقری کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے پر سوار تھا، گدھا دائیں بائیں ادھر ادھر راستہ اختیار کرنے لگا تو میں نے اس کے سر پر کافی ضربیں لگائیں تو وہ میری جانب متوجہ ہو کر کہنے لگا خوب مار! ابوسلیمان! تیرے دماغ پر بھی ایسی ضربیں لگیں گی، شاگرد نے پوچھا جناب! یہ بات قابل فہم تھی؟ تو ابوسلیمان نے کہا بالکل جیسے ہم آپس میں باتیں کرتے ہیں۔

بھیڑیوں کا نمائندہ... ..سعید بن مسعود (حبان بن علی، عبدالملک بن عمیر، ابوالاوس حارثی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر دم ہلانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے تمہارے مویشیوں میں سے کچھ حصہ مانگنے آیا ہے پھر وہ اپنے حصہ پر قناعت کریں گے زائد مویشیوں پر حملہ آور نہ ہوں گے لوگوں نے کہا یہ نامنظور ہے، چنانچہ ایک آدمی نے اسے پتھر مارا وہ چیختا چلاتا بھاگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا عجیب بھیڑیا تھا۔

یہ واقعہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالملک بن عمیر سے ایک گمنام راوی کی معرفت بیان کیا ہے، امام بزار نے بھی یہ واقعہ عبدالملک بن عمیر سے ایک گمنام راوی کے ذریعہ مکحول از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے اور (یوسف بن موسیٰ، جریر بن عبدالحمید، عبدالملک بن عمیر، ابوالادبر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی، پھر فرمایا یہ بھیڑیا ہے اور کیسی عجیب بات ہے؟ تمہارے مویشیوں میں سے اپنی خوراک مانگنے آیا ہے پھر ایک آدمی نے اسے پتھر مارا، وہ چلاتا ہوا چلا گیا، محمد بن اسحاق نے امام زہری کی معرفت حمزہ بن ابی اسید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں کسی انصاری کے جنازہ میں تشریف لے گئے راستہ میں بھیڑیا ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ تم سے کچھ مانگنے آیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جیسے آپ کی رائے، آپ نے فرمایا ایک سال میں ہر ریوڑ سے ایک بکری، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا حضور! یہ تو زیادہ ہے، آپ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا ان سے اچک لے، چنانچہ بھیڑیا چلا گیا۔ (روایت بیہقی)

واقدی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بھیڑیا حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھیڑیوں کا نمائندہ ہے اگر چاہو تو انکا حصہ مقرر کر دو وہ زیادتی نہیں کریں گے چاہو تو ایسے ہی رہنے دو، تم اپنے مال کی حفاظت کرو جو چھین کر لے جائیں وہ ان کا حصہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے کہا ہم حصہ معین کرنا نہیں چاہتے، آپ علیہ السلام نے اس کی جانب تین انگلیوں سے اشارہ کیا اچھا تو پھر ان سے چھین کر لے جانا، وہ دھاڑتا ہوا چلا گیا۔

حافظ ابونعیم نے ایک مجہول سند سے بیان کیا ہے کہ جہینہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نماز سے فراغت کے بعد قریباً سو بھیڑیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ وفد تم لوگوں سے اپنا حصہ مانگنے آیا ہے وہ مقررہ حصہ ہی لیں گے باقی ماندہ جانوران سے محفوظ رہیں گے جب کچھ طے نہ ہوا تو وہ دھاڑتے ہوئے چلے گئے، "شفا" میں قاضی عیاض (۴۷۶-۵۴۴ھ) نے حدیث ذئب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت اہبان اوس ب مکلم الذئب سے نقل کی ہے۔

ایک عجیب واقعہ...... ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ ایسا ہی ایک واقعہ ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کو پیش آیا، بھیڑیا بچے کو پکڑنے لگا بچہ حرم میں داخل ہو گیا تو بھیڑیا واپس چلا گیا یہ دیکھ کر ان کو بہت حیرت ہوئی تو بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت پیش کرتے ہیں اور تم دوزخ کی طرف بلاتے ہو، یہ سن کر ابوسفیان نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! یہ بات تم نے اہل مکہ کے سامنے کہی ہوتی تو وہ سب یہاں سے کوچ کر جاتے۔

وحشی جانور...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابونعیم، یونس بن ابی اسحاق سبیعی) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہمارا ایک وحشی جانور تھا، رسول اللہ ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو اچھلتا کودتا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے آتے تو وہ آرام اور اطمینان سے رہتا کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو، یہ حدیث مشہور ہے، واللہ اعلم۔

شیر راہنمائی کرتا رہا...... رسول اللہ ﷺ کا غلام ایک کشتی میں سوار تھا وہ کشتی حادثہ کی نذر ہو گئی وہ ایک تختہ پر بیٹھ کر ساحل پر آ لگا وہاں ایک شیر تھا آپ نے اسے کہا میرا نام سفینہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں یہ سن کر اس نے ان کے کندھے پر ہلکی سی دم ماری اور ساتھ ہولیا اور راستہ پر پہنچا کر ہلکی سی آواز نکالی۔ سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔

مسند عبدالرزاق میں محمد بن منکدر سے مذکور ہے سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا غلام روم میں لشکر سے بچھڑ گیا یا وہاں گرفتار ہو گیا تو وہاں سے بھاگ نکلا، راستہ میں ایک شیر ملا آپ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں راستہ بھول گیا ہوں چنانچہ وہ آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا راستہ بھر آپ کی حفاظت کرتا رہا اور آپ کو لشکر میں پہنچا کر واپس ہوا۔ (روایت بیہقی)

ہرنی کا واقعہ...... (۱)...... حافظ ابونعیم دلائل النبوۃ میں (سلیمان بن احمد، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، ابراہیم بن محمد بن میمون، عبدالکریم بن ہلال جعفی، صالح مری، ثابت بنانی) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ہرنی پکڑ کر خیمہ کے ستون سے باندھ

دی، رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو ہرنی نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں ان کے قبضہ میں ہوں اور میرے دو بچے ہیں آپ ان سے مجھے اجازت لے دیجئے، میں دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، وہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس چلی آئے گی، انہوں نے کہا اس بات کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہوں، چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی اور انہوں نے اس کو دوبارہ باندھ لیا، جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے اور اسے بندھا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ اس کا مالک کہاں ہے؟ انہوں نے کہا عرض کیا جی ہم ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ مجھے فروخت کر دو تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ ہی کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، چنانچہ اسے چھوڑ دیا اور وہ بھاگ گئی۔

(۲)...... حافظ ابونعیم (ابواحمد محمد بن غطریفی، احمد بن موسیٰ بن انس بن نصر بن عبید اللہ بن محمد بن سیرین در بصرہ، زکریا بن یحییٰ بن خلاد، حبان بن اغلب بن تمیم، ابوہ، ہشام بن حبان، حسن، ضبہ بن محصن) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجر کے علاقہ میں تھے، ہاتف نے دو مرتبہ یارسول اللہ ﷺ کہا، آپ ادھر ادھر جھانکے تو کچھ نظر نہ آیا تھوڑی دور چلے تو پھر وہی آواز آئی آپ نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ چنانچہ آواز کی جانب چل دیئے تو وہاں ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی اور ایک دیہاتی شخص دھوپ میں چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا، ہرنی نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس نے مجھے پکڑ رکھا ہے اس پہاڑ کے اندر میرے دو بچے ہیں آپ مجھے کھول دیں میں دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی، آپ ﷺ نے فرمایا واقعی تو واپس چلی آئی گی تو اس نے کہا میں وعدہ خلافی کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے ٹیکس گیر کا عذاب کرے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے باندھ رہے تھے تو وہ دیہاتی بھی بیدار ہو گیا اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے ابھی شکار کیا تھا، آپ کو ضرورت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا قبول فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول دیا تو وہ کلمہ شہادت پڑھتی ہوئی جنگل میں خوش خوش دوڑ گئی۔

(۳)...... حافظ ابونعیم، آدم بن ابی ایاس، نوح بن ہیثم، حبان بن اغلب بن تمیم، ہشام بن حبان سے یہ مذکورہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

(۴)...... دلائل النبوۃ میں ابومحمد عبداللہ بن حامد الفقیہ نے (ابراہیم بن مہدی، ابن اغلب، ابوہ، ہشام بن حبان) حسن بن ضبہ بن ابی سلمہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

(۵)...... امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم شیبانی، احمد بن حازم بن ابی عروہ غفاری، علی بن قادم، ابوالعلاء خالد بن طہمان، عطیہ) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیمہ کے ساتھ ایک ہرنی باندھی ہوئی دیکھی تو ہرنی نے کہا یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے کھول دیں میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس چلی آؤں گی پھر آپ مجھے دوبارہ باندھ دیں، آپ ﷺ نے اس سے پکا وعدہ لے کر کھول دیا تھوڑی دیر بعد وہ دودھ پلا کر واپس چلی آئی اور اسکے تھن دودھ سے خالی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ باندھ دیا پھر آپ ﷺ نے مالکان سے بطور ہبہ لے کر اسے آزاد کر دیا اور فرمایا اگر جانوروں کو انسان کی طرح موت کی تکلیف معلوم ہو تو وہ کبھی بھی موٹے تازے نہ ہوں۔

(۶)...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوبکر احمد بن حسن قاضی، ابوعلی حامد بن محمد ھروی، بشر بن موسیٰ، ابوحفص عمر بن علی، یعلی بن ابراہیم غزالی، ہیثم بن حماد، ابی کثیر) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں تھا، ایک دیہاتی کا خیمہ تھا خیمہ کے ستون سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی ہرنی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس نے پکڑ لیا ہے صحراء میں میرے دو بچے ہیں تھنوں میں دودھ جم چکا ہے یہ مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے استراحت ہو اور نہ ہی مجھے چھوڑتا ہے تاکہ بچوں کو دودھ پلا آؤں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کھول دوں تو، تو واقعی واپس چلی آئے گی؟ اس نے کہا جی ہاں، اگر میں واپس نہ آؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ بے جا ٹیکس گیروں کے عذاب میں مبتلا کر دے، چنانچہ آپ علیہ السلام نے اسے چھوڑ دیا وہ واپس آئی تو آپ ﷺ نے اسے باندھ دیا پھر آپ نے اس دیہاتی سے کہا اسے فروخت کر دے گا؟ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ آپ ہی کی ہے آپ نے اسے کھول کر آزاد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے خود دیکھا وہ جنگل میں کلمہ توحید پڑھتی ہوئی بھاگ رہی تھی، حافظ ابونعیم نے بھی اس واقعہ کو بشر بن موسیٰ سے بیان کیا ہے، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث کے بعض مندرجات میں نکارت و رعجوبہ پن ہے، واللہ اعلم۔

حدیث ضب اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ امام بیہقی (ابو منصور احمد بن علی، امغانی سکنہ بستی نامین متصل بیہقی، امام ابو احمد عبداللہ بن عدی در شعبان ۳۰۲ھ محمد بن ولید سہمی، محمد بن عبدالاعلی، معمر بن سلیمان، کہمس، داؤد بن ابی ہند، عامر بن عمر) حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک دیہاتی گوہ شکار کر کے کھانے کے لئے گھر لے جا رہا تھا، نبی علیہ السلام صحابہ کرام کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اس نے مجمع میں رسول اللہ ﷺ کی جانب اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بتایا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، وہ مجمع کو چیرتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا لات اور عزی کی قسم! آسمان تلے کوئی سانس لینے والا اور متکلم مجھے آپ سے زیادہ ناپسند اور برا نہیں، لوگ مجھے جلد بازی کا طعنہ نہ دیتے تو میں تم کو قتل کر کے عرب و عجم کی مسرت کا سامان مہیا کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت فرمائیے میں اس کا سر قلم کر دوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ بردباری اور عقلمندی نبوت کا ایک جزء ہے۔

پھر آپ ﷺ دیہاتی سے مخاطب ہوئے، تم نے اس قدر سخت بات کہی ہے اور میری توقیر اور تعظیم کیوں نہ کی تو اس نے کہا آپ مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے آپ کے سامنے گوہ پھینکتے ہوئے لات اور عزی کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا جب تک یہ گوہ ایمان نہیں لائے گی اس وقت تک میں بھی ایمان نہ لاؤں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ضب! ضب نے سلیس عربی زبان میں جواب دیا جسے حاضرین مجلس نے سنا (لبیک وسعدیک) اے حاضرین محشر کی زیب و زینت! آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا اے ضب! تو کس کی عبادت گزار ہے؟ اس نے کہا جس کا عرش آسمان میں ہے، جس کی حکومت زمین پر ہے اور سمندر میں اس کا (بنایا ہوا) راستہ ہے، بہشت میں اس کی رحمت ہے دوزخ میں اس کا عذاب ہے پھر آپ ﷺ نے پوچھا بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا آپ رب العالمین کے رسول اور آخری نبی ہیں، آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب اور تکذیب کرنے والا ناکام و نامراد ہے، یہ سن کر دیہاتی نے کہا خدا کی قسم! اب میری کایا ہی پلٹ گئی ہے آیا تھا تو میری نگاہ میں آپ روئے زمین کے بدترین شخص تھے اور اب آپ مجھے میری ذات اور باپ سے بھی پیارے ہیں اور اب میں آپ کو تہہ دل سے چاہتا ہوں تو حید اور رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری بدولت آپ کو ہدایت نصیب فرمائی یہ دین غالب ہوگا مغلوب نہیں ہوگا، نماز اس کا اہم شعار ہے اور نماز قرآن کی تلاوت کے بغیر قبول نہیں اس نے عرض کیا مجھے قرآن سکھایئے، آپ ﷺ نے اسے سورۃ اخلاص پڑھائی اس نے کہا مزید بتایئے، میں نے بسیط اور طویل وجیز اور مختصر کلام اس سے بہتر نہیں سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا سنو! یہ اللہ کا کلام ہے شعر و اشعار نہیں، سورۃ اخلاص کا ایک بار پڑھنا قرآن کریم کے تہائی، دوبارہ تلاوت کرنا دو تہائی قرآن کے ثواب کے مترادف ہے اور تین بار قرآت کرنا پورے قرآن کے برابر ہے۔

تو دیہاتی نے کہا ہمارا خدا بہت اچھا ہے معمولی عمل کا غیر معمولی اجر دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہاری گذر اوقات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا پورے قبیلہ میں میں نادار اور فقیر ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے گزارہ کے لئے کچھ دو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اتنا دیا کہ وہ مالا مال ہو کر اترانے لگا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس دو ماہ کی گابھن اونٹنی ہے نہایت تیز گام ہے جو آپ نے غزوہ تبوک میں عطا کی تھی میں اسے دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی عمدہ اونٹنی کے عوض تجھے بروز محشر ایک کھوکھلے اور جوف دار موتی کی اونٹنی عطا ہوگی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہوں گے اور گردن سرخ موتی کی ہودج پر ریشمی غالیچے ہوں گے، تمہیں دوزخ کے پل سے بجلی کی طرح پار لے جائے گی، ہر شخص تمہیں رشک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا بس میں تہہ دل سے خوش ہوں چنانچہ وہ دیہاتی چلا گیا اور راستہ میں اسے ایک ہزار سلیم قبیلہ کے سوار ملے جو سیف و سنان سے مسلح تھے اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا ایسا نہ کرو باز آ جاؤ میں خود اس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کی رسالت کا معتقد ہوں پھر اس نے سارا ماجرا سنایا تو وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال کیا وہ سواریوں سے اتر کر پیادہ آپ کی خدمت میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے آئے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کرو، یاد رہے کہ اس سے پہلے عرب و عجم سے بیک وقت اس قدر مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

امام بیہقی کہتے ہیں الشیخ ابو عبداللہ الحافظ نے معجزات میں اس کو امام ابن عدی سے بیان کیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حافظ ابونعیم نے دلائل میں ابوالقاسم بن احمد طبرانی کی معرفت محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے نیز ابوبکر اسماعیلی نے بھی محمد بن علی بن ولید سلمی سے بیان کیا ہے، اور جو سند ہم نے نقل کی ہے وہ سب سے بہتر ہے لیکن اسکے باجود ضعیف ہے، اس میں ضعف محمد بن علی بن ولید سلمی کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم۔

گدھے والی حدیث (گدھے والی حدیث کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے) ابومحمد بن عبداللہ بن حامد فقیہ (ابوالحسن احمد بن حمدان سحرکی، عمر بن محمد بن بجیر، ابوجعفر محمد بن یزید، ابوعبداللہ محمد بن عقبہ بن ابی الصہباء، ابوحذیفہ، عبداللہ بن حبیب ہذلی، ابوعبدالرحمٰن سلمی) ابومنظور سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کی غنیمت میں سے نبی علیہ السلام کے حصہ میں یہ اشیاء آئیں ۴ خچر ۴ جوڑے موزے، دس اوقیہ سونا چاندی ایک پیمانہ، ایک سیاہ گدھا، آپ ﷺ گدھے سے ہم کلام ہوئے اور اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب، میرے آباء واجداد سے ساٹھ گدھے ایسے تھے جن پر انبیاء سوار ہوئے اور اس نسل سے صرف میں باقی ہوں اور جملہ انبیاء میں اب صرف آپ ہی روئے زمین پر زندہ ہیں، مجھے توقع تھی کہ آپ مجھ پر سوار ہوں گے، اس سے پہلے میں ایک یہودی کی ملکیت تھا میں اس کو جان بوجھ کر اپنی پشت سے گرادیا کرتا تھا وہ مجھے بھوکا پیاسا رکھتا اور مارتا تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تیرا نام یعفور رکھ دیا ہے اس نے لبیک کہا آپ علیہ السلام نے پوچھا جفتی کی خواہش ہے اس نے کہا جی نہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ اس پر حسب ضرورت سوار ہوتے اور کسی صحابی کو بلانا چاہتے تو اسے بھیج دیتے وہ سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا وہ باہر آتا تو اسے سر کے اشارے سے بتادیتا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ بلارہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ آپ کی جدائی کے غم میں ابوالہیثم بن نبہان کے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگیا، اور وہی اس کا مدفن بن گیا۔

(زادالمعانی ا ص ۳۴ پر ہے یہ گدھا آپ ﷺ کو مقوقس شاہ قبط نے بھیجا تھا، جو حدیث حمار قاضی عیاض نے شفا میں اور امام الحرمین م ۴۷۸ھ نے الارشاد فی اصول الدین میں بیان کی ہے اس کی سند قطعاً غیر معروف ہے، ابن ابی حاتم اور ابوحاتم وغیرہ حفاظ حدیث نے اس کا انکار کیا ہے اور حافظ ابوالحجاج مزی نے اس کا کئی مرتبہ شدومد سے انکار فرمایا ہے، دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم نے جو حدیث حمار معاذ بن جبل سے بیان کی ہے وہ بھی نہایت غریب ہے۔ مترجم)

چڑیا ...... ابوداؤد طیالسی (مسعودی، حسن بن سعد) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ ایک صاحب باغ میں گئے اور چڑیا کے انڈے اٹھالائے اور چڑیا فضا میں رسول اللہ ﷺ کے قافلہ کے اوپر گھومنے لگی تو آپ ﷺ نے کہا اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ ایک صاحب بولے میں اس کا انڈہ اٹھالایا ہوں آپ ﷺ نے مہربان ہوکر فرمایا اسے وہیں رکھ دو۔

امام بیہقی (حاکم وغیرہ، اصم، احمد بن عبدالجبار، ابومعاویہ، ابواسحاق شیبانی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود) اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ایک درخت پر ایک گھونسلے سے ہم نے چڑیا کے دو بچے اٹھالئے، وہ چڑیا پر پھیلائے رسول اللہ ﷺ کی جانب لپکی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بچے اٹھا کر کس نے پریشان کیا ہے؟ عرض کیا ہم اٹھالائے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا وہیں لوٹادو، چنانچہ وہ وہیں رکھ دیئے۔

پرندہ اور سانپ والا واقعہ ...... امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، محمد بن حسین علوی، ابوالعباس محمد بن یعقوب اموی، محمد بن عبید بن عتبہ کندی، محمد بن صلت، حبان، ابوسعید، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لئے دور جایا کرتے تھے ایک دن رفع حاجت کے لئے گئے اور کیکر کے سایہ تلے آرام کی خاطر بیٹھ کر موزے اتار دیئے پھر ایک موزہ پہنا تو دوسرے کو پرندہ اٹھا کر فضا میں لے گیا اس سے سیاہ سانپ نیچے گر پڑا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر نوازش تھی۔ (**اللھم انی اعوذ بک من شر ما مشی علی رجلیہ ومن شر ما یمشی علی بطنہ**)

روشنی ... بخاری شریف باب علامات نبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو صحابی رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے فارغ

ہو کر باہر نکلے (تو رات اندھیری تھی) راستے بھران کے سامنے دو روشنیاں تھیں جب ان کا راستہ جدا ہو گیا تو ہر ایک کے ساتھ گھر پہنچنے تک ایک ایک روشن چراغ رہا۔

عبدالرزاق (معمر، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسید بن حضیر اور ایک انصاری (جس کا نام بخاری کی معلق روایت میں عباد بن بشیر بتایا گیا ہے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باتیں کرتے رہے رات اندھیری تھی ہر ایک کے پاس عصا تھا کام سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ایک کا عصا روشن ہو گیا، جب راستہ جدا ہوا تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہو گیا اور اپنے گھر کو پہنچ گئے۔ (بیہقی اور نسائی میں یہ مذکور ہے)

آسمانی بجلی کی چمک...... امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے جب آپ ﷺ سجدہ ریز ہوتے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے ان کو آہستہ سے نیچے بیٹھا دیتے ایک مرتبہ نماز سے فراغت کے بعد ان کو رانوں پر بٹھالیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤں، اتنے میں بجلی کی کرن نمودار ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا والدہ کے پاس چلے جاؤ پھر انکے پہنچنے تک بجلی کی روشنی برابر قائم رہی۔

روشن انگلیاں...... تاریخ بخاری میں حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے نہایت تاریک رات تھی، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے واپس لوٹے تو میری انگلیاں روشن ہو گئیں اور انکی روشنی بے ضرر تھی۔ (روایت بیہقی وطبرانی)

عصا روشن ہونا...... بیہقی میں ہے کہ ابو عبس بدری صحابی رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں سب نمازیں ادا کرتا تھا ایک مرتبہ اندھیری رات میں بارش ہو رہی تھی تو راستہ میں اس کا عصا روشن ہو گیا اور وہ اس روشنی میں گھر پہنچ گیا، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید بن اسود تابعی دمشق کی جامع میں 'بصرین' محلہ سے نماز کے لئے آیا کرتا تھا بسا اوقات تاریک رات میں اس کے پاؤں کا انگوٹھا روشن ہو جاتا۔

حضرت طفیل دوسی رضی اللہ عنہ...... مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے وطن واپس جانے لگے تو آنحضور ﷺ سے کسی کرامت کے طالب ہوئے وہاں پہنچے تو انکی پیشانی روشن ہو گئی پھر دعا کی تو یہ روشنی عصا میں تبدیل ہو گئی، وہ قندیل کی طرح منور تھا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی کرامت...... امام بیہقی (عفان بن مسلم، حماد بن مسلمہ، جریر) معاویہ بن حرمل سے نقل کرتے ہیں وادی حرہ میں آگ نمودار ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو کہا اس کو دور دھکیل دیجئے تو انہوں نے عرض کیا جناب امیر المومنین! میں کون ہوتا ہوں اور کیا ہوں (کہ یہ کام سرانجام دے سکوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پیہم آمادہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تیار ہو گئے پھر وہ دونوں آگ کی جانب چلے اور تمیم داری رضی اللہ عنہ اسے دونوں ہاتھوں سے جمع کرتے رہے اور وہ گھاٹی میں داخل ہو گئی اور تمیم داری بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ کہا، دیکھنا اور سننا کتنا فرق ہے۔

دعا کی قبولیت کا ایک عجیب واقعہ...... حسن بن ابی عروہ (عبداللہ بن ادریس، اسماعیل بن ابی خالد) ابو سبرہ نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے روانہ ہوا راستہ میں اس کا گدھا مر گیا اس نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی یا الٰہی! میں دفینہ سے تیری راہ میں جہاد کے لئے آیا ہوں اور تیری ر کا خواہشمند ہوں مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ان کو میدان محشر میں جمع کرے گا آج مجھے کسی کا ممنون نہ کر میں اپنے گدھے کی زندگی کا امیدوار ہوں، چنانچہ وہ گدھا کان جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، بقول امام بیہقی یہ سند صحیح ہے اور یہ محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ محمد بن عبید، اسماعیل بن ابی خالد، شعبی سے بھی روایت کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا، اسحاق بن اسماعیل وغیرہ، محمد بن عبید، اسماعیل بن ابی خالد، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ یمن سے کچھ رضا کار جہاد کی خاطر آئے راستہ میں کسی کا گدھا مر گیا، رفقاء نے سواری کی پیشکش کی اس نے ٹھکرا دی اور نماز کے بعد دعا کی یا الٰہی! میں دفینہ سے تیری راہ میں جہاد کے لئے آیا ہوں اور تیری رضا کا طلبگار ہوں، مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور انکو میدان محشر میں جمع کرے گا آج مجھے کسی کا ممنون نہ کر میں

اپنے گدھے کی زندگی کا طلبگار ہوں، دعا کے بعد وہ گدھے کے پاس آیا تو وہ کان جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور گدھے پر سوار ہو کر ساتھیوں سے جا ملا، اور ان کے پوچھنے پر گدھے کے زندہ ہونے کا واقعہ سنایا۔

امام شعبی کہتے ہیں میں نے یہ گدھا کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتے دیکھا ہے، ابن ابی الدنیا گدھے والے کا نام بناتہ بن یزید نخعی بتاتے ہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جہاد کے لئے آیا تھا، کناسہ (کوفے کا بازار) میں وہ اسے فروخت کرنے لگا تو کسی نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ نے تیری خاطر زندہ کیا تھا اور اب تو اسے فروخت کر رہا ہے تو اس نے کہا پھر کیسے کروں۔

ان کے کسی عزیز نے اس واقعہ کو تین اشعار میں منظوم کیا ہے اس میں سے ایک یہ ہے:

ومنا الذی احیا الالہ حمارہ وقد مات منہ کل عضو ومفصل

''ہم میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کے مرے ہوئے پارہ پارہ شدہ گدھے کو اللہ نے زندہ کیا ہے۔''

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گدھی...... حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ کی زخمی اور لاغر گدھی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے سب سے تیز رفتار تھی، اسی طرح ان کے مال مویشی اور دودھیل جانوروں کے دودھ اور مکھن میں اضافہ بھی آپ ﷺ کی برکت سے تھا۔ صلوات اللہ وسلام علیہ۔

بچے کا دعا سے زندہ ہونا......(۱) ابوبکر بن ابی الدنیا، حضرت انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری نوجوان کی عیادت کے لئے گئے تو وہ اچانک مر گیا، ہم نے اس کی آنکھیں بند کر کے اس کو ڈھانپ دیا اور اس کی والدہ کو تسلی دی اس نے پوچھا فوت ہو گیا؟ عرض کیا جی ہاں، اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی، یا الٰہی! میں ایماندار عورت ہوں اور تیرے رسول کے پاس ہجرت کر کے آئی ہوں جب مجھے کوئی مصیبت در پیش آئی تو نے دور فرمائی، الٰہی! میری التجا ہے کہ اس سخت مصیبت سے نجات فرما، چنانچہ اس نے چہرے سے کپڑا سرکایا (تو وہ زندہ سلامت تھا) اور ہم نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔

(۲)......امام بیہقی (ابوسعید مالینی، ابن عدی، محمد بن طاہر بن ابی الدمیل، عبداللہ بن عائشہ، صالح بن بشیر مرنی بصری (جو ایک عابد اور زاہد اور کمزور راوی ہے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس میں ہے وہ عورت ام سائب ایک اندھی بڑھیا تھی۔

تین عجیب امور......امام بیہقی ایک منقطع روایت عبداللہ بن عون کی معرفت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، مت مسلمہ میں تین عجائبات دیکھے ہیں اگر وہ بنی سرائیل میں رونما ہوتے تو کوئی قوم اس کی مدمقابل نہ ہوتی، ابن عون نے پوچھا، جناب ابوحمزہ! وہ کیا ہیں، بتایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اصحاب صفہ میں تھے، ایک خاتون نوجوان بیٹے کے ساتھ ہجرت کر کے آئی، اس خاتون کو ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیا اور نوجوان کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا، تھوڑے دنوں بعد وہ وبائی مرض سے فوت ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے اس کے کفن دفن کا حکم دیا ہم نے اس کے غسل کی تیاری کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی والدہ کو اطلاع کر دو، میں نے انہیں مطلع کیا تو وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو پکڑ کر کہنے لگی، الٰہی! میں بخوشی مسلمان ہوئی، بتوں کی مخالفت کی، بڑے شوق سے ہجرت کی، الٰہی! مجھے مصیبت میں مبتلا کر کے بت پرستوں کو خوشی کا موقع فراہم نہ کر اور جانکاہ مصیبت سے نجات بخش، وہ ابھی دعا سے فارغ نہیں ہو پائی تھی کہ اس کے لڑکے کے پاؤں میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا، وہ رسول اللہ ﷺ اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا میں اس میں شامل تھا علاء بن حضرمی امیر لشکر تھا، ہم میدان جنگ میں اترے، شدید گرمی کا موسم تھا پانی کا نام ونشان نہ تھا انسان اور حیوان سب پیاس سے دوچار تھے جمعہ کا دن تھا امیر کارواں نے زوال کے بعد دو رکعت نماز جمعہ پڑھائی پھر آسمان کی جانب دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے، مطلع بالکل صاف تھا ابھی دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ آسمان پر بادل چھا گئے، بارش ہوئی اور جل تھل ہو گیا، ہم نے خوب پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔

پھر غنیم کی طرف بڑھے تو وہ خلیج عبور کر چکا تھا آپ ﷺ خلیج کے ساحل پر کھڑے ہوئے اور دعا کی (یاعلیم یا عظیم یا حلیم یا کریم) اور فرمایا اللہ کا نام لے کر عبور کرو، چنانچہ خلیج عبور کر گئے اور گھوڑوں کی سم بھی تر نہ ہوئی دشمن پر حملہ آور ہوئے قتل وغارت کے بعد باقی قیدی بنالیا۔

پھر خلیج کے ساحل پر آئے وہی دعا کی اور عبور کرنے کا حکم دیا پھر بھی گھوڑوں کے پاؤں تر نہ ہوئے پھر امیر لشکر علاء بن حضرمی اللہ کو پیارے ہو گئے، ہم نے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا تو ایک اجنبی نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا یہ بہترین انسان حضرت حضرمی ہے۔ اس نے کہا یہ دریا کا ساحل ہے قبر محفوظ نہیں رہتی مردہ ننگا ہو جاتا ہے میل دو میل دور دفن کر دو، چنانچہ ہم نے قبر کھودی تو وہ لحد میں موجود نہیں اور لحد حد نظر تک منور ہے پھر ہم نے قبر کو استوار کیا اور واپس چلے آئے۔

موت کے قصہ کے بغیر یہ روایت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں اس کو اور سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے سہم بن منجاب سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اس میں دعائیہ کلمات میں کچھ اضافہ ہے۔

امام بیہقی (حسین بن بشران، اسماعیل صفار، حسن بن علی بن عثمان، ابن نمیر) اعمش کے کسی استاد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم دریائے دجلہ کے کسی ساحل میں پہنچے اس میں شدید طغیانی تھی اور دشمن اسکے پار تھا ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ پاس کی سطح پر تیرنے لگا باقی فوج نے بھی اپنے گھوڑے اسی طرح گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور تیرنے لگے، یہ منظر دیکھ کر کافر کہنے لگے دیوانے دیوانے پاگل پاگل، دریا عبور کیا تو صرف ایک پیالہ گم تھا کافر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اتنا مال غنیمت جمع کیا کہ مال ان کی نگاہوں میں بالکل حقیر چیز ہو گیا۔

ابو مسلم خولانی ۔ امام بیہقی، سلیمان بن مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی جن کا نام عبداللہ بن ثوب ہے وہ دجلہ کے ساحل پر آئے سخت طوفان تھا وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسے پیدل عبور کر گئے اور پوچھ کوئی سامان تو گم نہیں ہوا تا کہ دعا کریں اللہ تعالی واپس لوٹا دیں۔ (ھذا اسناد صحیح)

زید بن خارجہ کا دوبارہ زندہ ہونا ۔ ۔ ۔ امام بیہقی (ابو صالح بن ابو طاہر عنبری، اپنے دادا قاضی یحیی منصور، ابو علی محمد بن عمرو بن کشمرد، قعنبی، سلیمان بن بلال، یحییٰ بن سعید) سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے اور ان کی نعش ڈھانپ دی گئی ان کے سینہ سے گھنٹی کی سی آواز آئی پھر انہوں نے کہا: "محمد ﷺ کا اسم گرامی لوح محفوظ میں احمد ثبت ہے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سچے ہیں کمزور وناتواں ہیں مگر اللہ کے احکام کے نفاذ میں خوب طاقتور ہیں، یہ کتاب اول کا نوشتہ ہے، عمر رضی اللہ عنہ صادق انسان ہیں، نوشتہ تقدیر میں انکی صفت قوی امین ہے، عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان کے طریقہ پر قائم ایک سچے انسان ہیں، چار برس گزر گئے پھر طاقتور کمزور کو ہڑپ کر جائے گا اور قیامت کے آثار برپا ہوں گے اور اسلامی لشکر کی خبر عنقریب آئے گی اور قبا مسجد کے سامنے اریس نامی ایک کنواں ہے وہ عجیب ہے' اس میں نبی علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہو گئی۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں پھر بنی خطمہ کا ایک شخص فوت ہوا اس کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا تو اس کے سینہ میں سے گھنٹی کی آواز آئی پھر اس نے کہا واقعی زید خزرجی نے سچ کہا ہے۔

امام بیہقی نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کرنے کے بعد کہا ہے یہ سند درست ہے اور اس کے شواہد موجود ہیں، "من عاش بعد الموت" میں ابن ابی الدنیا (ابو مسلم عبدالرحمٰن بن یونس، عبداللہ بن ادریس) اسماعیل بن خالد سے نقل کرتے ہیں کہ یزید بن نعمان بن بشیر اپنے والد کا مکتوب قاسم بن عبدالرحمٰن کے حلقہ درس میں ان کی والدہ کے نام لے کر حاضر ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، مکتوب نعمان بن بشیر بنام بنت عبداللہ بن ہاشم، سلام علیک، میں خدائے وحدہ لاشریک کی حمد وثنا کا ہدیہ پیش کرتا ہوں آپ نے تحریر کیا ہے کہ میں زید بن خارجہ (برادر حبیبہ بنت خارجہ، زوجہ ابی بکر صدیق، والدہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ) کا سانحہ وفات لکھ کر ارسال کروں۔

جناب زید رضی اللہ عنہ بالکل درست تھے، اچانک ان کے حلق میں شدید درد محسوس ہوا اور وہ ظہر اور عصر کے درمیان انتقال کر گئے، ان کو دراز کر

کے ڈھانپ دیا گیا، مغرب کے بعد مجھے کسی شخص نے بتایا کہ زید رضی اللہ عنہ فوت ہونے کے بعد بول رہا ہے، میں فوراً آیا وہاں کچھ انصاری بھی موجود تھے وہ کہہ رہا تھا (یا اس کی بات دہرائی جا رہی تھی) تین خلفاء میں سے درمیانی خلیفہ زیادہ قوی ہے وہ دینی کاموں میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا، وہ طاقتور کو کمزور کا مال ہضم کرنے نہیں دیتا، یہ اللہ کا بندہ امیر المومنین سچا تھا، لوح محفوظ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کی اکثر کوتاہیاں معاف کرتے ہیں، دو برس گزر گئے چار برس باقی ہیں پھر خانہ جنگی ہوگی، طاقتور کمزور کو تختہ مشق بنائے گا، ملک کا نظام درہم برہم ہوگا، خفیہ دشمنی رنگ لائے گی، پھر باہمی دشمنی سے باز آجائیں گے، یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اے لوگو! اپنے امیر کی بات کو قبول کرو، غور سے سنو، اور طاعت کرو، جو شخص پہلوتہی کرے گا اس کا جان و مال محفوظ نہ ہوگا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا دو ٹوک فیصلہ ہے۔

اللہ اکبر! یہ جنت ہے، دوزخ ہے نبی اور صدیق سلامتی کا سوال کریں گے، اے عبداللہ بن رواحہ! آپ نے میرے والد خارجہ اور سعد بن ربیع کو یہاں پایا جو جنگ احد میں شہید ہوئے اور ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔

ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے کھال ادھیڑنے والی ان لوگوں کو اپنی جانب بلائے گی جنہوں نے دین حق سے اعراض کیا اور مال جمع کیا (۱۵/۷۰) پھر اس کی آواز بند ہوگئی۔ حاضرین سے میں نے بات کا آغاز پوچھا تو بتایا کہ اس نے کہا (انصتوا انصتوا) خاموش! خاموش! ہم ایک دوسرے کی جانب حیرانی کے ساتھ دیکھنے لگے تو معلوم ہوا کہ آواز لباس کے نیچے سے آرہی ہے اس کے چہرے سے کپڑا سرکایا تو اس نے کہا آپ ہیں احمد، اللہ کے رسول، یا رسول اللہ آپ پر اللہ کی رحمت و برکت ہو، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امین ہیں، رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہے، جسم ناتواں مگر احکام الٰہی میں طاقتور، درست ہے، درست یہ لوح محفوظ میں ہے۔

امام بیہقی نے اس واقعہ کو ایک اور سند سے بیان کیا ہے اور اس کو درست قرار دیا ہے ''کتاب البعث'' میں ہشام بن عمار نے (ولید بن مسلم، عبدالرحمن بن یزید بن جابر، عمیر بن ہانی) نعمان بن بشیر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں سعید بن مسیب کی طرح حبیب بن سالم بھی نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اس میں اریس نامی کنویں کا ذکر ہے، وہ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگوٹھی تیار کروائی وہ آپ کے پاس رہی پھر یکے بعد دیگرے خلفاء کے پاس رہی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی انکی خلافت کے چھ سال بعد وہ اریس نامی کنویں میں گر گئی، (بہت تلاش کے بعد بھی نہ ملی) تو پھر ان کی خلافت کے حالات برے ہو گئے اور فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو گیا جیسا کہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی زبانی معلوم ہوا اور یہ مطلب ہے ''دو سال گذر گئے، چار سال باقی ہیں'' کا۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی بدری ہیں، خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں فوت ہوئے اور فوت ہونے کے بعد انہوں نے کلام کیا۔ بقول امام بیہقی ان کا موت کے بعد کلام کیا متعدد صحیح اسناد سے مروی ہے۔

ایک سلمی کا کلام کرنا ابن ابی الدنیا (خلف بن ہشام بزار، خالد طحان، حصین) عبداللہ بن عبید انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے اپنی موت کے بعد یہ کلام کیا:

محمد رسول اللّٰہ، ابوبکر صدیق، عثمان اللین الرحیم و لا ادری ایش قال فی عمر

بیہقی نے عبداللہ بن عبید انصاری سے ایک روایت بیان کی ہے کہ جب جنگ صفین یا جنگ جمل کے مقتولین کو دفن کیا جانے لگا تو ایک مقتول انصاری نے یہ کلام کیا

محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق عمر الشہید عثمان الرحیم

پھر یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا

ربیع کا موت کے بعد بولنا کتاب البعث میں (ہشام بن عمار، حکم بن ہشام ثقفی، عبدالملک بن عمیر) ربعی بن خراش عبسی سے روایت کرتے ہیں کہ میرا بھائی ربیع بیمار ہو گیا، موت کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تو اس نے چہرے سے کپڑا اٹھا کر السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کے بعد پوچھا واپس آ گیا تو اس نے کہا کیوں نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہوئی ہے اس نے مجھے اپنی شفقت و رحمت سے نوازا مجھ

پر مہربان ہے اور سبز ریشمی لباس پہنایا میں نے اس سے آپ کو خوشخبری سنانے کی اجازت طلب کی اور اجازت مرحمت ہوئی، بات ایسی ہی ہے جیسا کہ تمہارا خیال ہے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو، خوشخبری سناؤ نفرت نہ دلاؤ، اس کی آواز پانی میں کنکر گرنے کے مشابہ تھی۔

نوزائیدہ بچے کا بولنا..... بیہقی (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، محمد بن یونس کدیمی، شاصونہ بن عبید ابو محمد یمانی (عدن کی حرہ بستی میں) معرض بن عبداللہ بن معرض بن معیقب، عبداللہ) معرض سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا، آپ ﷺ سے ایک گھر میں ملاقات ہوئی، آپ کا چہرہ چاند سا تھا، ایک یمانی آپ کے پاس نوزائیدہ بچہ لایا، آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ اس بچے نے جواب دیا آپ خدا کے رسول ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا درست ہے، اللہ برکت دے پھر اس بچے نے جوان ہونے تک بات نہ کی ہم اسے مبارک یمامہ کہتے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محمد بن یونس کدیمی اور اس کے شیخ کی وجہ سے اس حدیث پر لوگ جرح کرتے ہیں مگر شرعی اور عقلی طور پر اس میں کوئی قباحت نہیں۔ صحیح بخاری میں قصہ جریج اس کا گواہ ہے، جریج نے پوچھا اور بچے نے بتایا میں چرواہے کا بچہ ہوں اس کے علاوہ یہ حدیث کدیمی کی بجائے محبوب بن عثمان شاصونہ سے بھی روایت کرتے ہیں مگر یہ سند غریب ہے۔ (روایت بیہقی)

امام بیہقی نے یہ سند بھی نقل کی ہے (شیخ ابو عبداللہ الحافظ، ابی الحسن علی بن عباس وراق، ابی الفضل احمد بن خلف بن محمد بن مقری قزوینی، ابی الفضل العباس بن محمد بن شاصونہ)

امام حاکم، ثقہ راوی، ابو عمر زاہد سے روایت کرتے ہیں، میں یمن کی حرہ بستی میں گیا، یہ حدیث معلوم کی اور شاصونہ کی قبر کی زیارت کی وہاں اس کی نسل آباد ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کی تائید ایک کوفی کی ایک درج ذیل مرسل روایت سے ہوتی ہے البتہ اس میں نوزائیدہ بچے کی بجائے نوجوان کا ذکر ہے،

وکیع (اعمش، شمر بن عطیہ) یکے از شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک نوجوان گونگے کو لائی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یہ بولتا نہیں تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں، مزید سنئے!

امام حاکم (اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر، اعمش، شمر بن عطیہ) یکے از شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا کہ یہ بچہ بولتا نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے ذرا میرے قریب کرو اس نے قریب کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ میں کون ہوں؟ تو بچے نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔

آسیب زدہ بچہ.... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید، حماد بن سلمہ، فرقد سنجی، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائی اور عرض کیا میرا بچہ دیوانہ ہے، کھانا پینا خراب کر دیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی، تب اس نے قے کی، وہ آسیب اسکے پیٹ سے کتے کے کالے بچے کی شکل میں نکل بھاگا، فرقد سنجی م ۱۳۱ھ صالح آدمی ہے مگر اس کا حافظہ کمزور ہے۔

ایک خبیث جن.... ابوبکر بزار (محمد بن مرزوق، مسلم بن ابراہیم، صدقہ بن موسیٰ، فرقد سنجی، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ خبیث جن مجھ پر غالب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس حالت پر صبر کرو تو قیامت کے دن تمہارا کوئی حساب نہ ہوگا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں صبر کروں گی مگر مجھے خطرہ ہے کہ یہ خبیث مجھے برہنہ نہ کر دے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی جب اس عورت کو خطرہ لاحق ہوتا تو کعبہ کے پردے سے چمٹ کر دعا کرتی تو وہ بالکل نکل جاتا، صدقہ راوی میں کوئی مضائقہ نہیں اور فرقد سنجی کے کمزور حافظہ کے باوصف شعبہ وغیرہ اس سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن عمران ابی بکر، عطا ابن ابی رباح سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابن عباس نے کہا میں آپ کو جنتی عورت دکھاؤں؟

میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ فرمایا اس سیاہ فام عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ دیوانگی میں میرا ستر کھل جاتا ہے، دعا فرمائیے، آپ علیہ السلام نے فرمایا چاہو تو اس حال پر صبر کرو اور جنت کی خوشخبری سنو، چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا دے گا، اس نے کہا میں اس حال میں صبر کرتی ہوں، بس آپ صرف یہ دعا فرمائیں کہ میرا ستر نہ کھلے، پھر آپ ﷺ نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی۔

بخاری اور مسلم میں بھی یہ روایت (عطا بن ابی رباح از ابن عباس) مذکور ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (محمد، مخلد، ابن جریج) سے روایت کرتے ہیں کہ عطا نے مجھے بتایا کہ میں نے کعبہ کے پاس یہ سیاہ فام دراز قامت ام زفر عورت دیکھی، حافظ ابن اثیر کے اسد الغابہ میں ہے کہ یہ ام زفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مشاطہ تھی اور کنگھی چوٹی کرتی تھی، اس کی عمر اس قدر دراز ہوئی کہ عطا بن ابی رباح نے اس کا زمانہ پایا۔ واللہ اعلم۔

بخار.....(۱) امام بیہقی (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید، محمد بن یونس کدیمی، قرۃ بن حبیب الغنوی، ایاس بن ابی تمیمۃ عطا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بخار نے رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کی، آپ مجھے اپنے محبوب تر احباب کے پاس بھیجئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا انصار کے پاس چلا جا، چنانچہ وہ انصار کو لاحق ہوا تو وہ اس بخار سے نڈھال ہو گئے انصار نے عرض کیا بخار نے ہمیں لاچار کر دیا ہے دعا فرمائیے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ تندرست ہو گئے اسی طرح ایک انصاری عورت نے بھی دعا کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا دعا کروں اور مرض دور ہو جائے یا صبر کرتی ہو جنت ملے گی، اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں صبر کو ترجیح دیتی ہوں اس سند میں محمد بن یونس کدیمی ضعیف ہے۔

(۲).....بیہقی (علی بن احمد عبدان، احمد بن عبید صفار، عبداللہ بن احمد بن حنبل، ہشام بن لاحق در ۱۸۵ھ، عاصم احول) ابی عثمان نہدی سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ بخار نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میرا نام بخار ہے میں جسم کو دبلا کر دیتا ہوں اور خون چوس لیتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اہل قبا کے پاس جا، وہ بخار میں مبتلا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے چہرے زرد پڑ چکے تھے، بخار کے عارضہ کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا چاہو تو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بخار رفع فرما دے گا، چاہو تو اسی حالت میں رہو یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوگا سب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسی حالت پر صبر کرتے ہیں۔ یہ حدیث نہ مسند احمد میں اور نہ ہی صحاح ستہ میں ہے۔

مدینہ کی آب و ہوا......مدینہ منورہ کی فضا خراب تھی، وبائی امراض کی آماجگاہ تھی، آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے وہ صحت افزا مقام بن گیا۔

صلوات اللّٰہ و سلامہ علیہ

بینائی بحال ہونا.....(۱) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح، عثمان بن عمرو، ابو جعفر مدینی، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت) عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے فرمایا ارادہ ہو تو دعا نہ کروں اور یہ تیری آخرت کی زندگی کے لئے بہتر ہے لیکن اگر چاہو تو دعا کرتا ہوں اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا کر۔

الٰہی! میں تیری ذات سے سوال کرتا ہوں اور تیرے رحمت والے نبی ﷺ کی سفارش کے ساتھ تیری جانب متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں اپنی اس ضرورت میں متوجہ کرتا ہوں کہ وہ پوری ہو اور آپ میری اس میں سفارش کریں اور آپ کی سفارش میرے حق میں قبول ہو، وہ مسلسل یہ دعا پڑھتا رہا پھر اس نے کہا میرا یقین ہے کہ آپ کی سفارش میرے حق میں ضرور قبول ہوگی چنانچہ اس نے یہ عمل کیا تو وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اسکی بینائی بحال ہو گئی۔

(۲) ترمذی اور نسائی میں محمود بن غیلان اور ابن ماجہ میں احمد بن منصور بن سیار یہ دونوں عثمان بن عمرو سے شعبہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے کہ یہ صرف ابو جعفر خطمی سے مروی ہے۔

(۳)... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (مؤمل بن حماد بن سلمہ، ابو جعفر، عمارہ بن خزیمہ) عثمان بن حنیف سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

(۴)... امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن معمر، حبان، حماد بن سلمہ) ابو جعفر سے حسب سابق روایت کرتے ہیں۔

(۵) نیز امام نسائی (زکریا بن یحییٰ، محمد بن مثنی، معاذ بن ہشام، ہشام، ابو جعفر، ابو امامہ بن سہل بن حنیف، اپنے چچا عثمان بن حنیف سے) ممکن ہے ابو جعفر کا سماع ابو امامہ اور عمارہ بن خزیمہ دونوں سے ہو، واللہ اعلم۔

امام بیہقی اور حاکم (یعقوب بن سفیان، احمد بن شبیب، سعید بن حصینی، روح بن قاسم، ابو جعفر) ابو امامہ بن سہل بن حنیف و عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور بینائی ختم ہونے کی تکلیف کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرا کوئی خدمت گار بھی نہیں ہے مجھے بہت سخت تکلیف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا وضو خانہ میں جا اور وضو کر اور پھر یہ دعا پڑھ

اللّٰھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فیتجلی بصری اللّٰھم فشفعہ فی و شفعنی فی نفسی

عثمان کہتے ہیں کہ ہم ابھی مجلس سے اٹھے ہی نہیں اور نہ ہی کچھ زیادہ باتیں کیں کہ وہ نابینا آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نابینا تھا ہی نہیں۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابو جعفر سے یہ روایت روح کے علاوہ ہشام دستوائی بھی بیان کرتے ہیں۔

لعاب مبارک سے بینائی بحال کرنا ابن ابی شیبہ، حبیب بن مریط سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا میں اونٹوں کا پیچھا کر رہا تھا میرا پاؤں سانپ پر پڑا تو میری بینائی ختم ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے دم کیا تو اسکی بینائی بحال ہوگئی اور اس کی بینائی اتنی تیز ہوگئی کہ وہ اسی برس کی عمر میں دھاگہ پرویا کرتا تھا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعض لوگ حبیب بن مریط کی بجائے حبیب بن مدرک کہتے ہیں۔

آنکھ کا باہر نکلنا قتادہ بن نعمان کی آنکھ جنگ میں حلقہ چشم سے باہر نکل آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حلقہ چشم ڈال دیا تو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ زخمی تھی۔

پنڈلی کا درست ہونا ابو رافع یہودی کے معاملہ میں محمد بن عتیک کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ نے دست مبارک پھیرا اور وہ فوراً ٹھیک ہوگئی۔

جلا ہوا ہاتھ محمد بن حاطب کا ہاتھ آگ میں جل گیا، آپ ﷺ نے دم کیا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگیا۔ **ہتھیلی کا غدود** شرحبیل جعفی کے ہاتھ میں غدود تھی آپ ﷺ نے چھوا تو وہ غدود ختم ہوگئی۔

آنکھ کا درست ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آشوب زدہ آنکھ پر لب لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ **حافظے کا تیز ہونا** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھولنے کا شکوہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اس کو ایک دعا بتائی پھر یہ مرض دور ہوگیا، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چادر پر دم کیا اور وہ اس کے بعد کسی بات کو بھولتے نہ تھے۔

ابو طالب کے لئے دعا بیہقی میں ہے کہ اپنے چچا ابو طالب کے مرض کے بارے میں دعا کی وہ فوراً تندرست ہوگئے اس قسم کے اور بیشتر واقعات بیہقی نے بیان کئے ہیں ہم نے ان کو ضعف سند کی وجہ سے قلم زد کر دیا ہے۔

کمزور گھوڑی کا تیز ہونا (۱) امام بیہقی (ابو بکر قاضی، حامد بن محمد ہروی، علی بن عبدالعزیز، محمد بن عبداللہ رقاشی، رافع بن سلمہ بن زیاد، عبداللہ بن ابی الجعد) جعیل اشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں کسی جہاد میں آپ کے ساتھ تھا اور میری گھوڑی دبلی پتلی اور کمزور تھی، وہ سب لوگوں سے پیچھے چل رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیز چلو، میں نے عرض کیا حضور یہ نہایت کمزور ہے رسول اللہ ﷺ نے ہلکا سا کوڑا مار کر برکت کی دعا فرمائی، وہ گھوڑی اتنی تیز رفتار ہوگئی کہ روکنے سے بھی نہ رکتی تھی اور اس کا ایک بچہ بارہ ہزار میں فروخت کیا۔

(۲) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ محمد بن رافع کی معرفت محمد بن عبداللہ رقاشی سے بیان کیا ہے۔

(۳) ابن ابی خیثمہ نے عبید بن یعیش، زید بن خباب کے واسطے سے رافع سے بیان کیا ہے۔

(۴) تاریخ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (رافع بن زیاد بن جعد بن ابی جعد، زیاد بن جعد، عبداللہ بن ابی جعد برادر سالم) کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ صحیحین میں جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ وہ اپنے سست اور تھکے ماندے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ اس کو آزاد کر دیں گے۔ راستہ میں جناب نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اس لاغر و سست اونٹ کو ایک ضرب لگائی اور میرے لئے دعا فرمائی۔ پھر تو وہ اونٹ ایسا چلا کہ سنبھالنا مشکل ہوگیا اور اس سے جو اونٹ آگے نکلے جاتے تھے اب وہ سب سے آگے ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ کے بارے میں دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اسے آپ کی برکت حاصل ہوگئی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے وہ اونٹ خرید لیا۔ رواۃ نے اس کی قیمت کی مقدار میں اختلاف کیا ہے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے اس کی قیمت کے علاوہ مزید کچھ عطا فرمایا اور اونٹ کو اسی طرح آزاد چھوڑ دیا۔

اونٹنی کا تیز چلنا سنن بیہقی اور مسلم شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے انصاریوں میں رشتہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے بیوی کو پہلے کیوں نہ دیکھ لیا، انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے اس نے کہا میں نے دیکھ لیا (مہر کے مسئلہ میں تعاون فرمادیں) پوچھا کتنا تو اس نے اپنی حیثیت سے زیادہ بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم ان پہاڑوں سے سونا چاندی کاٹ کے لاتے ہو، ہمارے پاس آج بالکل کچھ نہیں ہے، ممکن ہے میں تمہیں کسی جہاد میں روانہ کروں تو وہ حاصل ہو جائے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اسے بنی عبس کی جانب جہاد کے لئے روانہ ہونے کو کہا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری سواری تو اٹھ ہی نہیں سکتی، میں کس طرح جا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے اسے سہارے کے لئے ہاتھ پکڑایا اور پھر اس کی اونٹنی کے پاس چلے آئے اور اسے پیر سے ٹھوکر ماری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ اس قدر تیز رفتار ہوگئی کہ امیر لشکر سے بھی آگے رہتی تھی۔

ایک عجیب دعا امام بیہقی مجاہد سے ایک مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک اونٹ خریدا اور رسول اللہ ﷺ سے برکت کی دعا کا سوال کیا، آپ علیہ السلام نے برکت کی دعا فرمائی تو وہ مر گیا، اس نے ایک اور اونٹ خریدا اور برکت کی دعا کا طلب گار ہوا، آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وہ مر گیا، پھر اس نے تیسرا اونٹ خرید کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دو اونٹوں میں برکت کی دعا فرمائی اب دعا فرمائیں کہ وہ میری سواری کے قابل ہو، آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ بیس سال تک اس کے پاس رہا، بقول امام بیہقی پہلی دو دعائیں اجر آخرت کے متعلق تھیں۔

دم جھاڑ سے آپریشن امام بیہقی، حبیب بن اساف رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ہم قوم دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی جہاد میں شرکت کی غرض سے آئے، آپ علیہ السلام نے پوچھا تم مسلمان ہو بتایا جی نہیں تو فرمایا ہم مشرکوں کے خلاف مشرکوں سے تعاون نہیں لیتے چنانچہ ہم مسلمان ہوگئے اور جنگ میں شریک ہوئے، میرے کندھے پر ایسی کاری ضرب لگی کہ میرا بازو کٹ کر لٹک گیا، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لٹکے ہوئے حصہ کو جوڑ کر دم کر دیا تو وہ فوراً اچھا ہو گیا، اور میں نے ضرب لگانے والے کو قتل کر دیا پھر اتفاق سے اس کی بیٹی سے شادی کی تو وہ مجھے کہتی۔

لاعدمت الذی وشحک وھذا الوشاح

اور میں کہتا

لاعدمت الذی اعجل اباک الی النار (.......)

''میں اس آدمی کو ضائع نہ کروں جس نے تجھے یہ تلوار پہنائی ہے۔ اور میں کہتا کہ میں اس آدمی کو ضائع نہ کروں جو تیرے باپ

کو جسد دوزخ کی طرف لے گیا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا... متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو پانی موجود پایا پوچھا کون لایا معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ لائے ہیں تو آپ ﷺ نے دعا دی، الٰہی اسے دین کی سمجھ عطا فرما، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ م ۶۸ ھ سے نقل کیا ہے کہ یہ دعا میرے شانے پر دست مبارک رکھ کر فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ شرعی علوم کے مقتدا اور پیشوا تھے، خصوصاً قرآن فہمی اور تفسیر میں اپنی عقل و دانش سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے علوم کے حامل خازن اور امین تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی ۳۲ ھ کا مقولہ ہے کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ ہمارے ہم عمر ہوتے تو ان کے علم کا عشر و عشیر بھی کسی کو حاصل نہ ہوتا، آپ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے بہترین ترجمان ہیں۔

یہ یاد رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد ۳۶ سال بقید حیات رہے اندازہ کیجئے کہ ۳۶ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو شرعی علوم اور قرآن فہمی میں کس قدر دسترس حاصل ہوئی ہوگی۔

منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے میدان عرفات میں خطبہ کے دوران قرآن پاک کی ایسی تفسیر بیان فرمائی وہ تفسیر اگر رومی، ترک اور دیلمی سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

دعا کی تاثیر... بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے مال اور کثرت اولاد کی دعا فرمائی، ترمذی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دس برس خدمت کی اور آپ ﷺ نے اس کے لئے کثرت مال اور عیال کی دعا فرمائی، ان کا ایک باغ تھا جس میں دو بار پھل آتا تھا اور اس میں ایک ریحان سے کستوری مہکتی تھی، ان کی تقریباً سو سے زائد اولاد تھی اور ان کی ایک سو سال عمر تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللهم اطل عمره.

دعا کی قبولیت... ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے آپ علیہ السلام نے دعا کی ایک بچہ پیدا ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور عبداللہ کے نو بیٹے حافظ قرآن تھے۔

دعا کی درخواست... مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی دعا کی درخواست کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گھر واپس آئے تو والدہ کو غسل میں مشغول پایا، غسل سے فارغ ہو کر اس نے کلمہ پڑھا اور کہا خوشی سے میری آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے، پھر رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا اور دعا کا تقاضا کیا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے، آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ قبول ہوئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر مومن مرد اور عورت ہم سے محبت رکھتا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر جمعہ کے خطبات میں درس و تدریس کے دوران آپ کا اکثر ذکر خیر آتا ہے اور یہی قضاء و قدر کا فیصلہ ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ... آپ رضی اللہ عنہ بیمار تھے، رسول اللہ ﷺ کی دعا سے شفایاب ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی، یا الٰہی اس کی دعا مستجاب ہو اور اس کا نشانہ درست ہو اور تیر ہدف میں لگے، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ بہترین سپہ سالار تھے، کوفہ کے اسامہ بن قتادہ نے جب جھوٹی گواہی دی تو آپ نے اسکو مجبوراً بددعا دی، الٰہی درازیٔ عمر ہو، فقر و فاقہ سے دوچار ہو، آزمائش میں مبتلا ہو چنانچہ اسی طرح ہوا وہ اعلانیہ کہا کرتا تھا بوڑھا کھوسٹ ہوں آزمائش میں مبتلا ہوں، مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ... رسول اللہ ﷺ نے حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور انکے سر پر ہاتھ پھیرا چنانچہ وہ ۹۴ سال کی عمر میں صحت مند تھے ہوش و حواس قائم تھے اور سر کے جس حصہ پر رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک پہنچا اس کے بال سیاہ رہے۔

حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذرا قریب آؤ، میں قریب ہوا تو آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی الٰہی! اس کو حسن و جمال بخش اور جمال کو دوام بخش، ان کی عمر سو سال سے متجاوز تھی داڑھی میں چند بال سفید تھے، ہشاش بشاش چہرہ تھا، آخر دم تک جھریوں کا نام و نشان تک نہ تھا:

قال السهيلي اسناده صحيح موصول

حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابوالعلاء سے نقل کرتے ہیں جہاں قتادہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے میں وہاں موجود تھا ایک شخص ان کے پاس سے گزرا، میں نے قتادہ کے چہرے میں (آئینہ کی طرح) اس کا عکس دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا، ان کا چہرہ تر و تازہ اور شاداب رہتا، جیسے کہ ابھی ابھی تیل استعمال کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لباس پر (شادی کے سلسلہ میں) زعفران کے نشانات دیکھ کر برکت کی دعا فرمائی، چنانچہ انہیں تجارت اور مال غنیمت سے اس قدر مال و متاع ملا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی چار بیویوں میں سے ایک کو اسی ہزار دینار پر رضامند کیا جو سارے مال کے آٹھویں حصے کا چوتھائی تھا۔

تجارت میں برکت شبیب بن غرقد روایت کرتے ہیں کہ عروہ بن ابی جعد مزنی کو رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا، چنانچہ اس نے ایک دینار سے دو بکریاں خرید لیں، ایک کو دینار میں فروخت کر دیا، ایک دینار اور ایک بکری لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ وہ اگر مٹی اور نکما سودا بھی خرید لیتے تو ان کو منافع ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ... اپنے پوتے ابوعقیل کو بازار میں ساتھ لے جاتے اور غلہ وغیرہ خریدتے، ان کو وہاں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مل جاتے تو وہ ان سے تجارت میں شراکت کی درخواست کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکے حق میں برکت کی دعا فرمائی تھی، وہ ان صاحبان کو شریک فرما لیتے، بعض اوقات عبداللہ بن ہشام ایک سودے میں ایک سواری منافع کما لیتے۔

بے پناہ سردی امام بیہقی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کافی سردی تھی، میں نے فجر کی اذان کہی، رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور مسجد میں کوئی نمازی نہ تھا، پوچھا نمازی کہاں ہیں؟ بتایا شدید سردی کی وجہ سے نہیں آئے، دعا کی الٰہی! سردی ختم کر دے، چنانچہ لوگ فوراً پنکھے ہلاتے چلے آئے۔

باہمی محبت کا دم امام بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ، عبدالعزیز بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ اصبہانی، ابواسماعیل ترمذی، محمد بن اسماعیل، عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی، علی بن ابی علی لھبی، ابی الذئب، نافع) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں جا رہے تھے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان عورت ہوں، میرا شوہر نامرد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ، اس نے بلایا (وہ جوتا بنانے کا کام کرتا تھا) آپ ﷺ نے پوچھا اپنی بیوی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس نے کہا خدا کی قسم! میں نے کبھی غسل نہیں کیا، بیوی نے کہا مہینہ میں صرف ایک مرتبہ وہ ایسا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم اسے برا سمجھتی ہو؟ اس نے عرض کیا بالکل، تو رسول اللہ ﷺ نے عورت کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھ کر دعا فرمائی، یا الٰہی! ان کے درمیان محبت پیدا فرما، اور ایک دوسرے کا محبوب بنا، پھر کسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''نمط'' بازار گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے وہی عورت سر پر چمڑا اٹھائے سامنے سے آ رہی تھی، اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر چمڑا سر سے اتار دیا اور آپ ﷺ کی قدم بوسی کی پھر آپ ﷺ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اب وہ شوہر مجھے ہر چیز سے پیارا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہ ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں (دیکھا اور نہیں) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح روایت کی

شہادت دی۔

اس سند میں علی لہبی، منکر روایات کا راوی ہے، بقول امام بیہقی یہ قصہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، مگر اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں۔

نوزائیدہ بچے کے لئے دعا... ابوالقاسم بغوی، حضرت ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے نوزائیدہ بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اس کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعا فرمائی اور اس کی پیشانی پر بالوں کا گچھا اگ آیا، خوارج کے ظہور کے زمانہ میں اس کا میلان خوارج کی جانب ہو گیا تو وہ بال کا گچھا غائب ہو گیا اس کے والد نے اسے گھر میں بند کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انکے ساتھ چلا جائے پھر وہ سمجھانے بجھانے سے باز آ گیا تو بالوں کا گچھا بدستور نمودار ہو گیا۔

دردسر امام بیہقی نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فراس بن عمرو لیثی کو شدید سر درد لاحق ہوا اس کے والد نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر بٹھا دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھوں کے درمیانی حصہ کو پکڑ کر کھینچا تو معاً بال نمودار ہو گئے اور سر کا درد بالکل غائب ہو گیا۔

آپ کی دعا سے دانت کا سلامت رہنا... حافظ ابوبکر بزار اور حافظ بیہقی نے اپنی اپنی سند سے یعلی بن اشدق کی معرفت نابغہ جعدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا قصیدہ رائیہ پیش کیا:

بلغنا السماء عفة وتكرما وانا لنرجو فوق ذلک مظهرا

''ہم پاک دامنی اور بزرگی میں آسمان کی بلندی کو چھو چکے ہیں اور اب ہم اس سے اوپر پرواز کرنے کے امیدوار ہیں''۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے ابویعلی ابن المظہر! یعنی اوپر پرواز کہاں، عرض کیا ''جنت'' آپ نے تصدیق فرمائی ہاں ہاں ان شاء اللہ پھر میں نے پڑھا:

ولا خير في حلم اذا لم يكن له بوادر تحمي صفوه أن يكدرا

ولا خير في جهل اذآ لم يكن له حليم إذا ما اور والامر اصدرا

''اور اس عقل میں کچھ بھلائی نہیں جب تک اس کے پاس وہ سبقت کرنے والے اشخاص نہ ہوں جو اس کی صفائی کو کدورت سے بچائیں اور نہ اس جہل میں کچھ بھلائی ہے جب تک اس کے پاس وہ بردبار نہ ہو جو حکم دینے کے بعد اسے واپس لا سکے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا خوب، بہت خوب (لايفضض الله فاک) اللہ تعالیٰ تیرے دانت سلامت رکھے۔ یعلی بن اشدق کہتے ہیں وہ ۱۲۰ برس کی عمر میں فوت ہوئے ان کے دانت نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ''بالکل صحیح سلامت اولے کی طرح شفاف تھے''۔

مقبول دعا (۱) امام بیہقی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے کہ نبی علیہ السلام نے عراق شام اور یمن (ترتیب مشکوک ہے) کی جانب نظر اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی ان کے دلوں کو اپنی طاعت وبندگی کی جانب مائل کر اور ان کے گناہوں کو معاف فرما۔

(۲) ابوداؤد طیالسی نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی جانب نگاہ اٹھا کر دعا فرمائی

اللّٰہم اقبل بقلوبھم

پھر شام کی طرف نظر اٹھا کر دعا فرمائی

اللّٰہم اقبل بقلوبھم

پھر عراق کی جانب دیکھ کر دعا کی:

اللّٰہم اقبل بقلوبھم

چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا کہ اہل شام سے پہلے یمنی مسلمان ہوئے اور آخر میں عراقی مسلمان ہوئے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت سے پہلے عراق

کے نیک اور اچھے لوگ شام میں منتقل ہو جائیں گے اور شام کے شریر اور بدطینت لوگ عراق میں چلے آئیں گے۔

بددعا سے ہاتھ شل ہونا ... مسلم شریف میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا "کل بیمینک" دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا میں اس سے کھا نہیں سکتا، چنانچہ اس نے غرور سے کہا تھا، آپ علیہ السلام نے بددعا کی "لا استطعت" خدا کرے تو نہ کھا سکے۔ چنانچہ اس کا ہاتھ بیکار ہو گیا، وہ منہ تک نہ لے جا سکا۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو چھپ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری گردن پکڑ کر ہلایا اور مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا جب میں آیا تو وہ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے واپس آ کر نبی علیہ السلام کو اطلاع دی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، پھر دوبارہ بھیجا، میں آیا تو وہ ابھی بھی کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے پھر آ کر بتایا کہ وہ ابھی بھی کھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لا اشبع اللہ بطنہ

امام بیہقی نے یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے (الفاظ میں معمولی کی بیشی ہے)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہیں بھرتا تھا دو رامات میں وہ روزانہ سات مرتبہ گوشت کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور وہ کہتے میرا پیٹ نہیں بھرتا لیکن میں کھاتے کھاتے تھک جاتا ہوں۔

اپاہج...... جنگ تبوک میں لوگ باجماعت نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک لڑکا آگے سے گزرا، آپ ﷺ نے بددعا فرمائی تو وہ اپاہج ہو گیا پھر کبھی بھی نہ اٹھ سکا۔

نقال...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کی گفتگو کی نقل اتارتا اور منہ چڑاتا آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر بددعا فرمائی (کن کذالک) ایسا ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ آخر دم تک اسی بیہودہ شکل وصورت میں زندہ رہا بعض روایات میں تصریح ہے کہ وہ شخص حکم بن ابی العاص بن امیہ تھا۔

شہادت کی دعا...... امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، زید بن اسلم کی معرفت حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو نبی علیہ السلام نے پرانا لباس پہنے دیکھا جبکہ اس کے پاس دوسرا لباس بھی تھا۔ آپ علیہ السلام نے اسے نیا لباس پہننے کا حکم دیا وہ پہن کر آیا اور واپس چلا گیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیسا ہے، اللہ اس پر موت طاری کرے، کسی نے کہا خدا کی راہ میں (فی سبیل اللہ) آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں (فی سبیل اللہ) چنانچہ وہ جہاد میں شہید ہو گیا۔

دعائے مستجاب.. نبی علیہ السلام کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل اور اس کے رفقاء نے باہم مشورہ کر کے آپ علیہ السلام کی پشت پر سجدہ کی حالت میں اوجھڑی رکھ دی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے آپ ﷺ کی پشت سے نیچے اتار پھینکی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو بددعا فرمائی، اے خدا قریش کو تباہ کر، خداوندا! ابوجہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عمارہ بن ولید سب کو ہلاک کر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان کے لاشے بدر کے پرانے کنوئیں میں پڑے دیکھے۔ متفق علیہ۔

مرتد...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا اور سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ چکا تھا اور ہم ایسے قاری کو بڑا جلیل القدر سمجھتے تھے۔ نبی علیہ السلام، آیت کا اختتام "غفورا رحیما" تحریر کرواتے تو وہ علیما حکیما لکھ لیتا۔ نبی علیہ السلام اس کو لکھنے کی ہدایت فرما کر کہتے "اکتب کیف شئت" جیسے چاہو لکھ لو، آپ "علیما حکیما" لکھواتے تو وہ "سمیعا بصیرا" لکھ لیتا اس کو غلط فہمی تھی

کہ مجھے بھی کچھ دخل ہے، یہ خدا کی جانب سے وحی نہیں، وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں کے ساتھ جا ملا اور ڈینگیں مارنے لگا۔ میں محمد ﷺ کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں کیونکہ جو میرے دل میں آتا وہی لکھ لیتا تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی کہ زمین اسے قبول نہ کرے گی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس علاقہ میں وہ مرا تھا میں وہاں گیا اس کی لاش باہر پڑی تھی۔ جب میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ لوگوں نے اسے کئی بار دفن کیا ہے مگر زمین اسے باہر پھینک دیتی ہے۔

بخاری میں ہے کہ ایک عیسائی شخص مسلمان ہو گیا اور اس نے سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لی وہ کاتب وحی بھی تھا پھر وہ نصرانی ہو گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد ﷺ وہی جانتے ہیں جو میں تحریر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا پھر اسے دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا اس کے وارثوں نے سمجھا کہ یہ مسلمانوں کی کارستانی ہے چنانچہ انھوں نے اس کو قبر گہری کھود کر دفن کیا تاکہ کوئی باہر نکال نہ سکے چنانچہ صبح کو دیکھا تو وہ زمین پر پڑا ہوا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کسی انسان کی کاروائی نہیں پھر وہیں پڑا رہا۔

آسمانی کتب میں بیان شدہ مسائل کے مطابق سوالات کا جواب دینا

قریش نے مدینہ میں یہود کے پاس ایک وفد بھیجا جوان سے ایسے مسائل معلوم کرے جو وہ رسول اللہ ﷺ سے بطور امتحان معلوم کریں چنانچہ یہود نے بتایا کہ ان سے روح کے متعلق سوال کرو اور ان نوجوانوں کے متعلق دریافت کرو جو سکونت ترک کر کے چلے گئے، معلوم نہیں ان کا کیا ہوا اور ایک آدمی کے متعلق سوال کرو جس نے روئے زمین کا سفر کیا۔ جب وہ واپس آئے تو یہ سوالات رسول اللہ ﷺ سے معلوم کئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے روح کے متعلق قرآن میں نازل فرمایا (قل الروح من امر ربی) (۱۷/۸۵) اور سورہ کہف میں ان نوجوانوں کا قصہ ۹ تا ۱۸/۲۶ آیات میں بیان کیا۔ اور بتایا کہ وہ ۳۰۹ سال کی نیند کے بعد بیدار ہوئے۔ مومن اور کافر کا قصہ ۳۲ تا ۴۴/۱۳ آیات میں بتایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ۶۰ تا ۸۲/۲۳ آیات میں بیان کیا۔ ذوالقرنین کا بیان ۸۳ تا ۹۸ سولہ آیات میں ذکر کیا۔

سابقہ آسمانی کتب کے بیانات جو قرآن پاک کے مطابق ہیں وہ بالکل برحق ہیں اور جو قرآن کریم کے مخالف ہیں وہ مردود اور ناقابل قبول ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حق اور سچ دے کر معبوث فرمایا ہے اور ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو اختلافی مسائل میں بالکل دوٹوک فیصلہ کرتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوالات.... جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ جلدی جلدی آپ کی جانب دوڑے اور میں (عبداللہ بن سلام) بھی فوراً ان کی جانب لپکا اور جب میں نے پہلی مرتبہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں نے بے ساختہ کہا۔ یہ چہرہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں، سب سے پہلا فرمان میں نے آپ علیہ السلام سے یہ سنا، سلام عام کرو، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، کھانا کھلاؤ، رات کو نماز پڑھو جب لوگ نیند میں ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام کے سوالات کا واقعہ مذکور ہے کہ تین سوال ہیں جن کا جواب پیغمبر کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

(۱) قیامت کی علامت کیا ہے؟
(۲) جنتیوں کی پہلی غذا کیا ہے؟
(۳) .... بچہ کبھی باپ کے کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہو گی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب لے جائے گی اور اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کا جگر ہے۔ والدین سے بچے کی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جب باپ کا نطفہ رحم میں پہلے داخل ہو جائے تو بچہ باپ سے مشابہہ ہوتا ہے اور جب

ماں کا نطفہ سبقت لے جائے تو ماں سے مشابہہ ہوتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ واسطوں سے سعید مقبری سے یہ روایت بیان کی ہے مگر اس میں قیامت کی پہلی علامت کے بجائے چاند کی سیاہی کے بارے میں سوال ہے، آپ ﷺ نے فرمایا چاند میں سیاہی کی وجہ یہ ہے کہ چاند اور سورج دونوں روشن ستارے تھے (۱۲/۱۷) ہم نے رات اور دن کے دو نمونے بنادیئے پھر رات کے نمونے کو دھندلا کر دیا چاند کی سیاہی جو تمہیں نظر آتی ہے وہ دھندلا پن ہے۔ یہ جواب سن کر عبداللہ بن سلام نے کہا میں اللہ کی الوہیت اور آپ علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔

ایک یہودی عالم..... سنن بیہقی اور مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑا ہوا تھا تو ایک یہودی عالم نے کہا السلام علیکم یا محمد ﷺ۔ میں نے اسے دھکا دیا وہ گرتے گرتے بچا۔ اس نے کہا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا تو رسول اللہ ﷺ کیوں نہیں کہتا؟ تو اس نے کہا میں نے اسی نام سے بلایا ہے جو ان کے گھر والوں نے تجویز کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی میرا نام گھر والوں نے محمد ہی تجویز کیا ہے۔

یہودی عالم نے کہا میں آپ سے چند سوالات معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بتادوں تو تجھے کچھ فائدہ ہوگا، تو اس نے کہا میں غور سے سنوں گا اور وہ تنکے سے زمین کریدنے لگا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو! تو یہودی نے کہا قیامت کے دن جب زمین اور آسمان بدلے جائیں گے تو لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا پل کے پیچھے تاریکی میں۔ پھر پوچھا سب سے پہلے جنت میں جانے کی کس کو اجازت ہوگی؟ فرمایا فقیر اور تنگ پست مہاجرین کو پوچھا جنت میں داخلہ کے بعد ان کو کیا تحفہ ملے گا؟ فرمایا مچھلی کا جگر۔ پوچھا اس کے بعد ان کو کیا خوراک ملے گی؟ فرمایا جنت کا بیل جو وہاں چرتا رہتا ہے وہ ان کی خاطر ذبح کیا جائیگا۔ پوچھا پھر وہ لوگ کیا پئیں گے؟ فرمایا سبیل چشمہ سے، اس نے ان مسائل کی تصدیق کر کے کہا اب میں ایک بات پوچھتا ہوں جو صرف ایک دو آدمی ہی جانتے ہیں فرمایا بتاؤں تو تجھے مفید ہوگا، اس نے کہا غور سے سنوں گا پھر اس نے عرض کیا بچہ کبھی لڑکا اور لڑکی کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا آدمی کی منی سفید ہوتی ہے، عورت کی منی زرد ہوتی ہے، ملاپ کے وقت آگر آدمی کی منی غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے بچہ ہوتا ہے اور اس کے برعکس ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہودی نے کہا بالکل صحیح آپ واقعی نبی ہیں پھر وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ جوابات اب مجھے اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں اس سے پہلے مجھے معلوم نہ تھے۔ یہ سائل ممکن ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام یا کوئی اور ہو۔

چند اور سوالات...... امام ابوداؤد طیالسی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن یہود کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں جن کا جواب نبی کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ لیکن تم مجھے اللہ کا عہد دو اور وہ پختہ وعدہ جو یعقوب نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ تم اگر ان کو صحیح سمجھو تو مسلمان ہو جاؤ گے انھوں نے کہا یہ شرط منظور ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جو چاہو، انھوں نے پوچھا فرمایئے؟

(۱) ... یعقوب علیہ السلام نے تورات کے نازل ہونے سے پہلے کون سا کھانا اپنی طرف سے حرام کرلیا تھا۔

(۲). بتایئے منی سے کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی۔

(۳) . نبی کی نیند کے متعلق بتایئے۔

(۴) . کون سا فرشتہ آپ کا دوست ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے پختہ عہد کرو، میں نے صحیح بتادیا تو تم میری اطاعت کرو گے۔ سب نے پختہ عہد و میثاق دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، جس نے موسیٰ پر تورات نازل فرمائی کیا تمہیں معلوم ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی علالت طویل ہوگئی تو انھوں نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخشی تو میں اپنا پسندیدہ کھانا پینا ترک کردوں گا اور تمہیں معلوم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا محبوب ترین کھانا اور پینا اونٹوں کا گوشت اور دودھ تھا۔ سب لوگوں نے تصدیق کی تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کیا، الٰہی! ان پر گواہ رہ۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا میں تمھیں وحدہ لاشریک خدائے تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کیا تم جانتے ہو کہ مرد کی منی سفید ہوتی ہے اور عورت کی پتلی زرد، ملاپ کے وقت جو غالب آجائے اسی سے اولاد کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ مرد کی منی غالب آجائے تو خدا کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی غالب آجائے تو حکم الٰہی سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ سب لوگوں نے ایک ساتھ تائید کی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا خدایا! گواہ رہو۔

پھر آپ علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ اور تورات کا واسطہ دے کر فرمایا کیا تم جانتے نہیں کہ نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے؟ سب نے بااتفاق تائید کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، الٰہی! ان پر گواہ رہ۔

پھر سب نے کہا اب آپ فرمائیے کہ آپ کا دوست کون سا فرشتہ ہے؟ بس یہی ایک جواب فیصلہ کن ہوگا۔ آپ کو تسلیم کر لیں گے یا اٹھ کر چلے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا دوست جبرائیل علیہ السلام ہے اور وہ ہر نبی کا مہربان دوست ہے۔ یہود نے کہا بس یہ جواب ہمارے نزاع کا موجب ہے اگر کوئی دوسرا فرشتہ آپ کا دوست ہوتا تو ہم مسلمان ہو کر آپ کی تصدیق کرتے۔ آپ نے پوچھا اس میں آپ کو کیا امر مانع ہے؟ سب نے کہا وہ ہمارا دشمن ہے تو اس وقت **قل من کان عدو الجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ** (۲/۹۷) آیت نازل ہوئی۔

نو معجزات...... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید، شعبہ، عمرو بن مرہ، عبداللہ بن سلمہ) صفوان بن عسال مرادی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے دوست کو کہا چلو نبی علیہ السلام سے (ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات) کے متعلق دریافت کریں تو اس نے کہا خاموش! اگر اس نے یہ بات سن لی تو اس کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ بالآخر انھوں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱)۔ شرک نہ کرو۔ (۲)۔ چوری نہ کرو۔
(۳)۔ زنا نہ کرو۔ (۴)...... ناحق قتل نہ کرو۔
(۵)...... جادو نہ کرو۔ (۶)۔ سود نہ کھاؤ۔
(۷)۔ بے گناہ پر مقدمہ نہ کرو کہ اس کے قتل کا موجب ہو۔
(۸)...... پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ یا فرمایا میدان جنگ سے فرار نہ کرو (شعبہ راوی کو شک ہے)۔
(۹)...... اور خصوصاً تمھارے لئے اے یہود! یہ حکم ہے کہ ہفتہ کے دن شکار مت کرو۔

انھوں نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کے بوسے لیئے اور آپ علیہ السلام نے نبی ہونے کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان ہونے سے کیا امر مانع ہے؟ یہودیوں نے بتایا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ نبوت ان کی نسل میں رہے گی اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے تو خطرہ ہے کہ یہود ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے متعدد اسناد سے امام شعبہ سے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی سند میں بعض مجروح راوی ہیں اور نو معجزات کے راوی کو دس کلمات اور وصایا سے مغالطہ اور وہم ہو گیا ہے۔ یہ دس کلمات اور وصیتیں وہ ہیں جو مصر سے ہجرت کے بعد لیلۃ القدر کی رات کو طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کے دوران عطا فرمائیں، اس وقت ہارون علیہ السلام اور اسرائیل کو طور پر موجود تھے۔ باقی رہے نو معجزات اور خوارق عادات جن کا مظہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات تھی اور مصر میں بطور تائید الٰہی ظاہر ہوئے تھے، وہ یہ ہیں:

(۱)۔ عصا علیہ السلام (۲)...... ید بیضا (۳)۔ طوفان۔
(۴)...... ٹڈی۔ (۵)...... جوئیں۔ (۶)...... مینڈک۔
(۷)...... خون۔ (۸)۔ خشک سالی۔ (۹)...... رزق میں کمی۔

مباہلہ سے انحراف کرنا...... سچائی کے اظہار کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مباہلہ کی پیشکش کی کہ باطل پرست پر اللہ تعالیٰ موت مسلط کر

دے لیکن اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے وہ مباہلہ سے منحرف ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دعا کا وبال ان پر پڑے۔ یہ معجزہ سورہ بقرہ اور سورہ جمعہ میں مذکور ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بہ تفصیل بیان ہے۔

وفد نجران ..... ۹ھ میں عیسائیوں کا مذہبی وفد نجران سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سمجھانے کے باوجود وہ اپنے مشرکانہ عقائد سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا جب آپ علیہ السلام جانب سے مباہلہ کا عمل پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو وہ یہ منظر دیکھ کر مباہلہ سے دست بردار ہو گئے اور جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو گئے اس معجزہ سے جو سورہ آل عمران (۶۱) میں مذکور ہے، عیسائی حلقہ میں کھلبلی مچ گئی، اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مباہلہ کے انداز میں مشرکین کے حق میں بددعا کی۔ (قل من کان فی الضلالة فلیمدد له الرحمن مدا) (۱۹/۷۵) کہہ دو جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے سو اللہ اسے ڈھیل دیتا ہے۔

حد زنا کا معجزانہ فیصلہ ..... عبداللہ بن مبارک، معمر کی معرفت امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ میں سعید بن مسیب کے پاس تھا اور ان کے پاس مزینہ قبیلہ کا ایک آدمی تھا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے تھا جس کی وہ بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کا والد صلح حدیبیہ میں شامل تھا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا کہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا یہود کا ایک وفد زنا کا معاملہ لے کر حاضر ہوا، ان کا آپس میں یہ مشورہ تھا کہ ان کے شرعی احکام اور فیصلے ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اگر وہ رجم کے علاوہ کوئی فیصلہ دیں تو اس پر عمل کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک نبی کی تصدیق کر کے سرخرو ہوں گے۔ اگر وہ رجم کا فیصلہ کریں تو ہم قبول نہیں کریں گے کیونکہ ہم تورات کے اس فیصلہ کی پہلے ہی مخالفت کر چکے ہیں۔

چنانچہ انھوں نے مسجد میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں یہ مقدمہ پیش کیا کہ جناب شادی شدہ زانی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور حاضرین سمیت اٹھ کر یہود کی درس گاہ چلے آئے وہ تورات پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا اے یہود کے گروہ! میں آپ لوگوں کو اس خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کہ شادی شدہ زانی کی تورات میں کیا سزا ہے؟

انھوں نے بتایا کہ دونوں کو گدھے پر مخالف جانب بٹھا کر جلوس نکالتے ہیں لیکن اس دوران ان کا نوجوان استاد خاموش رہا۔ آپ علیہ السلام نے اسے خاموش دیکھ کر کہا خدا کیلئے بتایئے، تو اس نے کہا آپ نے خدا کا واسطہ دے کر ہی پوچھا ہے تو اصل بات یہ ہے کہ تورات میں ایسے زانی کی سزا رجم ہے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس جلوس کا آغاز کیسے ہوا۔ اس نے بتایا کہ ایک شہزادے نے زنا کیا لیکن اس کو رجم نہیں کیا گیا۔ پھر لوگوں میں سے کسی نے زنا کیا تو بادشاہ نے اسے رجم کرنا چاہا تو اس کی قوم اس کے آڑے آئی کہ پہلے شہزادہ رجم ہوگا پھر یہ ہوگا۔ اس طرح چنانچہ مسئلہ رجم میں تخفیف و ترمیم ہوگئی کہ صرف منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر جلوس نکالا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تورات کے غیر ترمیم شدہ حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق رجم کر دیئے گئے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس موقعہ پر "انا انزلنا التوراة فیها هدی و نور یحکم بها النبیون الذین اسلمو للذین هادوا (۵/۴۴) آیت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) نے بھی یہ روایت امام زہری سے بیان کی ہے اس میں ہے کہ عبداللہ بن صوریا اعور اس کے بعد کافر اور منکر ہو گیا اور سورہ مائدہ (۵/۴۱) کی چند آیات نازل ہوئیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان آیات مقدسہ (۵/۴۴-۴۱) کے ذیل میں ہم نے اس کے متعلقہ سب روایات تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ میں بیان کر دی ہیں۔

یہودی لڑکے کا صفات رسول اللہ ﷺ کا اعتراف اور اسلام قبول کرنا ..... (۱) حماد بن سلمہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کا خدمت گار تھا، رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت اور بیمار پرسی کے لئے گئے تو اس کا باپ سرہانے کھڑا تو

رات پڑھ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا خدا کیلئے بتاؤ! کیا تورات میں میری صفات وعلامات اور میری مقام پیدائش مذکور ہے؟ اس نے کہا جی نہیں! لڑکے نے کہا، کیوں نہیں خدا کی قسم! یارسول اللہ! مذکور ہیں اور میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور کلمہ توحید پڑھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس بوڑھے یہودی کو اس کے پاس سے اٹھا دو اور اپنے بھائی کی خدمت کرو۔ (روایت بیہقی)

(۲) ابن ابی شیبہ (عفان، حماد بن سلمہ، عطا بن سائب، ابوعبیدہ بن عبداللہ) عبداللہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے بہشت میں داخل کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام ایک کنیسہ میں تشریف لائے وہاں ایک یہودی شخص تورات تلاوت کر رہا تھا، جب وہ آپ علیہ السلام کی صفات کے بیان پر آیا تو چپ ہوگیا اور وہاں ایک بیمار آدمی تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پوچھا چپ کیوں ہوگئے تو مریض نے کہا اس لئے کہ وہ نبی کے صفات کے بیان پر آگیا تھا۔ مریض گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا آیا اور یہودی سے کہا ہاتھ اٹھا۔ چنانچہ اس نے بڑھ کر کہا یہ آپ کی امت کی صفات ہیں۔ میں اللہ کی الوہیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور کلمہ توحید پڑھتا ہوں پھر وہ فوت ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے دینی بھائی کی تکفین اور تدفین کا انتظام کرو۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے یہود کی درسگاہ میں فرمایا اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی الوہیت کی قسم! تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ انھوں نے کہا جناب ابوالقاسم آپ تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے، آپ نے علیہ السلام نے فرمایا "ذلک ارید" میرا بھی یہی مقصد ہے۔

عالمگیر رسول ﷺ ... کتاب وسنت سے یہ بات قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت اور اطلاع تمام انبیاء علیہم السلام نے دی اور ان کی امتیں اس امر سے بخوبی واقف تھیں لیکن ان کی اکثریت اس کو صیغہ راز رکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی عالمگیر رسالت کا تذکرہ ان آیات مقدسہ الاعراف ۱۵۷، الانعام ۱۱۴، البقرہ ۱۴۶، آل عمران ۲۰ میں بہ صراحت موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ عربی، عجمی، کتابی، مشرک ساری کائنات کی طرف بھیجے گئے ہیں اور جس شخص کے کان میں آپ عیہ السلام کی آواز پہنچ گئی وہ آپ علیہ السلام کا مخاطب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میری تبلیغ کی آواز کسی یہودی یا عیسائی الغرض کسی تک بھی پہنچ گئی اور اسے ایمان نہ نصیب ہوا تو وہ دوزخی ہوگا۔ متفق علیہ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری پانچ خصوصیات ہیں جو کسی اور نبی کو عطا نہ ہوئیں:

(۱) ایک ماہ کی مسافت تک دنیا مجھ سے مرعوب ہے۔

(۲) غنیمت کا مال میرے لئے حلال اور گزشتہ نبیوں پر حرام تھا۔

(۳) روئے زمین میرے لئے جائے نماز اور پاک ہے۔

(۴) شفاعت کا حق مجھے عطا ہوا ہے ہر نبی صرف اپنی قوم کا رسول ہوتا تھا اور میں ساری دنیا کا نبی ہوں۔ کالے گورے، عربی عجمی، جن اور انسان غرض ساری کائنات کے لئے رسول ہوں۔ اور آپ علیہ السلام کے متعلق سابقہ کتب میں بشارات واطلاعات موجود ہیں اور نبی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام نے فرزندان اسرائیل میں اس کا علی الاعلان اظہار کیا تھا۔ اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری جانب رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ (۶/۶۱)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد موافق ومخالف سب لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ ساری کائنات سے دانشور اور بزرگ انسان ہیں آپ علیہ السلام کی امت کی تبلیغ اطراف عالم میں پھیل چکی ہے اور مشرق ومغرب میں ان کی حکومت قائم ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ علیہ السلام نبی نہ ہوتے تو آپ کی ذات سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتی اور گذشتہ انبیاء آپ کی مخالفت کی تاکید کرتے اور اپنی قوم کو اس سے باخبر کرتے اور نفرت دلاتے کیونکہ ہر نبی نے اپنی امت کو گمراہ قیادت سے باخبر کیا ہے یہاں تک کہ آدم ثانی اور پہلے رسول آدم کے بعد نوح علیہ السلام نے بھی دجال سے باخبر

کیا۔اور یہ بات واضح ہے کہ کسی نبی نے بھی محمد ﷺ کی اتباع سے نہ نفرت دلائی نہ مخالفت کی تاکید کی اور نہ ان کی شان میں نامناسب بات کہی بلکہ ان کی اطاعت کا حکم دیا مخالفت سے منع کیا سرکشی سے روکا۔

''اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا، البتہ جو کچھ میں تمھیں کتاب اور علم دوں پھر تمھارے پاس پیغمبر آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے البتہ اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔فرمایا گیا تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا اللہ نے فرمایا تو اب گواہ رہو میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں''۔(۳/۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے پختہ عہد و وعدہ لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو لازماً ان پر ایمان لائیں گے اور ان کا تعاون کریں گے اور سب کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی امتوں سے بھی یہ عہد لیں۔ (رواہ بخاری)

گذشتہ انبیاء کی بشارت اور پیش گوئیاں... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں موجودہ تورات کے سفر اول پر ہے کہ آتش نمرود کی آزمائش سے نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو وحی فرمائی ''اٹھ اور بچے کی خاطر مشرق ومغرب میں چل۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اس وحی سے اپنی بیوی سارہ کو آگاہ کیا تو اس کی خواہش ہوئی کہ یہ بشارت اسکے بچے کو حاصل ہو، حضرت ہاجرہ اور ان کے بچے (علیہا السلام) کو یہاں سے اور مقام پر منتقل کرنے کا اظہار کیا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حجاز کے چٹیل میدان اور فاران کے پہاڑ پر چھوڑ آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی خیال تھا کہ اس بشارت کا مصداق اسحاق علیہ السلام ہوگا۔(لیکن وحی کے بعد پتہ چلا کہ معاملہ برعکس ہے) اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے لڑکے اسحاق علیہ السلام کی کثیر اولاد ہوگی۔

باقی رہا آپ کا فرزند اسماعیل علیہ السلام تو میں اسے برکت دوں گا اور بارآور کروں گا، اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس کی اولاد سے ''ماذ ماذ'' یعنی محمد ﷺ پیدا کروں گا میں اس کی اولاد سے بارہ سردار پیدا کروں گا اور اس کی عظیم امت ہوگی۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کے پاس ہاجرہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ آئے، (مشکیزے کا پانی ختم ہوگیا) پیاس نے ستایا اور بچے کے غم نے رلایا۔فرشتہ آیا، اس نے چشمہ زمزم جاری کیا اور بچے کی حفاظت کا حکم دیا کہ عنقریب اس کی نسل سے عظیم بچہ پیدا ہوگا۔ستاروں کی طرح اس کی اولاد بے شمار ہوگی۔اور یہ مخفی نہیں کہ اولاد اسماعیل علیہ السلام بلکہ اولاد آدم کوئی بشر محمد ﷺ سے جلیل القدر عالی مرتبت اور اعلیٰ منصب نہیں آپ کی امت کی حکومت مشرق ومغرب پر قائم ہوئی اور اکثر اقوام ان کے ماتحت ہوئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام... تورات کے سفر رابع، حضرت موسیٰ عیہ السلام کے قصہ میں ہے، اے موسیٰ علیہ السلام! میں ان کے عزیز و اقارب سے تیرے ایسا اولوالعزم نبی بھیجوں گا اور اپنی وحی ان کی زبان پر جاری کروں گا اور تم سنو گے اور سفر خامس یعنی سفر میعاد میں ہے کہ میدان تیہ کے ۳۹ ویں سال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطبہ کے دوران کہا، سنو! اللہ تعالیٰ تمھارے عزیز و اقارب میں سے میرے ایسا نبی تمھارے جانب مبعوث کرے گا، وہ نیکی کی اشاعت کرے گا، برائی سے منع کرے گا، پاکیزہ اشیاء حلال کرے گا۔غلیظ اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دے گا، اس کی معصیت دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب ہے۔

موجودہ تورات کے سفر خامس کے آخری حصہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ (کی شریعت اور اس کا دین) طور سینا سے آیا، ساعیر (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیام گاہ ہے) سے طلوع ہوا اور کوہ فاران (جو مکہ میں ہے) سے جلوہ گر ہوا اور اس کا مصداق صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

سورت والتین والزیتون میں یہ پیش گوئی واقعاتی ترتیب کے لحاظ سے حلف کے دستور کے مطابق مذکور ہے کہ پہلے فاضل (عیسیٰ علیہ السلام) بیان کیا پھر افضل (موسیٰ علیہ السلام) اور پھر افضل ترین بیان کیا۔

چنانچہ تین اور زیتون سے مراد بیت المقدس میں باغات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد منشا ہے اور طور سینین سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا اور ''بلد امین'' سے مراد شہر مکہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مرکز ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام۔ زبور میں ہے کہ امت محمدیہ (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام) عابد وزاہد اور مجاہد ہے اور اس میں رسول کریم کی ایک مثال بیان ہے کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیھم السلام کے تعمیر شدہ گنبد کی آخری زینت ہیں، جس سے وہ پایہ تکمیل تک پہنچی۔ جیسا کہ متفق علیہ روایات میں ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اور گذشتہ انبیاء کی مثال ایک معمار کی ہے جس نے عمارت کو پایہ تکمیل تک پہنچادیا سوائے ایک اینٹ کے مقام کے۔ لوگ اسے گھوم پھر کر دیکھنے لگے اور کہنے لگے یہاں اینٹ کیوں نہیں لگائی اس بات کی تائید ہے (ولکن رسول اللہ وخاتم النبین) (۴۰/۳۳ (احزاب) ''لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں اور ان کی مہر ہیں''۔

زبور میں آنحضور ﷺ کی یہ صفات ہیں کہ آپ کی نبوت اور دعوت خوب پھیلے گی اور ایک سمندر سے لے کر دوسرے تک آپ کی شریعت کا نفاذ ہو گا۔ ہر جانب ۔۔۔ شاہ اس کے پاس زکوٰۃ اور تحائف لے کر پیش ہوں گے۔ وہ پریشان حال کا مداوا کرے گا۔ اقوام عالم کی تکلیفیں دور کرے گا، ضعیف اور بے سہارا شخص کا حامی ہوگا۔ ہر آن اس پر درود وسلام ہوگا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اس پر برکت ہوگی۔ اس کا ذکر دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہوگا۔ اس پیش گوئی کا مصداق محمد ﷺ کے سوا کون ہوسکتا ہے۔

شعیاء علیہ السلام...... شعیا علیہ السلام کے صحف میں ہے کہ میں اقوام عالم کی طرف ایک ناخواندہ نبی مبعوث کروں گا۔ وہ بدخلق، سنگدل، بازاروں میں شور کرنے والا نہ ہوگا۔ ہر اچھے کام میں اسے اعتدال پر رکھوں گا اور خوش خلق عطا کروں گا۔ وقار اور سنجیدگی اس کی پوشاک ہے۔ نیکی اس کا شعار ہے۔ تقویٰ اس کے دل میں ہے۔ حکمت ودانائی اس کی جبلت ہے، وفا اس کی طبیعت ہے، عدل وانصاف اس کی سیرت ہے، حق وصداقت اس کی شیعت ہے، رشد وہدایت اس کی ملت ہے، اسلام اس کا طریقہ اور دین ہے، قرآن اس کی طرف نازل شدہ کتاب ہے، احمد ﷺ ان کا نام ہے، ان کے ذریعہ سے میں گمراہی سے راہ راست پر لاؤں گا، گمنام لوگوں کو شہرہ آفاق کروں گا۔ اس کی بدولت انتشار کے بعد شیرازہ بندی کروں گا، باہمی رنجیدہ دلوں میں ان کے ذریعہ الفت ومحبت پیدا کروں گا۔ اس کی قوم وامت اقوام عالم سے بہتر ہوگی۔ ان کی قربانیاں ان کی جانیں ہوگی، قرآن ان کے سینوں میں ہوگا۔ رات کو شب زندہ اور دن کو میدان جنگ کے شاہ سوار، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ بڑا صاحب فضل وکرم ہے۔ تورات کی ۵ ویں فصل میں ہے وہ دشمن اقوام کو روند ڈالے گا اور مشرکین عرب کو مصائب سے دوچار کردے گا اور وہ سب شکست کھا جائیں گے اور ۲۶ ویں فصل میں ہے۔ خشک بیاباں کو خوش وخرم ہونا چاہیئے۔ احمد علیہ السلام اسے لبنان کی سی سرسبزی وشادابی بخشے گا اور لوگ ان کے چہرے سے اللہ کا جلال ٹپکتا دیکھیں گے۔

حضرت الیاس علیہ السلام کے صحائف میں ہے کہ وہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیر کے لئے نکلے حجاز کے علاقہ کو دیکھ کر اپنے صحابہ سے کہا: غور کرو یہ حجازی تمہارے قلعوں پر غالب آجائیں گے، انہوں نے پوچھا: وہ معبود اور خدا کی عبادت کیسے کرتے ہوں گے؟ فرمایا وہ ہر بلند مقام پر اپنے رب العزت کی تعظیم وتکریم بجالائیں گے۔

صحیفہ حضرت حزقیل علیہ السلام۔ حزقیل علیہ السلام کے صحیفہ میں ہے کہ میرا بندہ بہترین شخص ہے وہ میری وحی کا مظہر ہوگا اور اقوام عالم میں میرا عدل وانصاف ظاہر کرے گا میں نے اسے پسند کرلیا ہے اور اپنی ذات کے لئے اسے منتخب کرلیا ہے اور اسے برحق دین وشریعت عطا کر کے اس عالم کی طرف بھیجا ہے۔

کتاب المنبوات میں ہے کہ ایک نبی علیہ السلام سفر میں مدینہ سے گزرا بنوقریظہ اور بنونظیر نے ان کی میزبانی کی انہوں نے ان کو روتا دیکھ کر پوچھا : یا نبی اللہ! آپ کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ حرہ کی طرف سے ایک نبی بھیجے گا جو تمہارے گھروں کو برباد کردے گا اور تمہاری عورتوں کو گرفتار کر لے گا۔ یہ سن کر یہود نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ فرار ہو گئے۔

قیل علیہ السلام کے کلام میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے شکم مادر میں تیری تصویر بنانے سے قبل اسے پاک کیا اور نبی بنایا اور تمام امتوں کی جانب ۔۔ بنا کر بھیجا۔

صحیفہ شعیاء علیہ السلام ۔ ۔۔۔ان کے صحیفے میں مکہ کی ایک ضرب المثل ہے: اے مکہ کی سرزمین! تو اس گرامی قدر بچے کی وجہ سے جو تجھے تیرا پروردگار عطا کرے مسرت کے شادیانے بجا، اس کی برکت سے تیرا علاقہ وسیع ہو جائے گا، تیرا سکہ بیٹھ جائیگا، تیرے باشندوں کے در و دیوار عالی شان ہوں گے، روئے زمین کے بادشاہ چپ و راست سے تحائف لے کر تیرے در پر حاضر ہوں گے، یہ گرامی قدر بچہ اقوام عالم کا وارث ہوگا اور شہروں اور ملکوں پر قابض ہوگا۔ رنج و فکر مت کر، دشمن کا ظلم و ستم تجھے کبھی بھی نہیں ستائے گا اور گزشتہ مصائب کا مداوا ہو جائے گا۔

یہ سب واقعات نبی علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں ہوئے اور مکہ مکرمہ اس کا صحیح مصداق ہے یہود اگر اس کلام کا مصداق بیت المقدس گردانیں تو یہ بالکل غلط اور نامناسب ہے، واللہ اعلم۔

حضرت ارمیاء علیہ السلام ۔۔۔ ان کے صحیفہ میں ہے کہ ایک درخشندہ ستارہ جنوب سے ظاہر ہوا اس کی شعائیں بجلی کی کرنیں ہیں اس کے تیز سے شگاف کرنے والے ہیں اور پہاڑ اس کی بدولت سے ہموار ہو گئے ہیں (اس سے بھی نبی علیہ السلام مراد ہیں)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ ان کا بیان انجیل میں ہے کہ میں جنت کی جانب جا رہا ہوں اور تمہاری طرف فارقلیط کو روانہ کروں گا، جو تمہیں ہر قسم کی تعلیم دے گا، (فارقلیط سے مراد محمد ﷺ ہیں) جیسا کہ (۶/۶۱) میں مذکور ہیں (مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد)

اس قسم کے اقتباسات بیشتر آسمانی کتب میں مذکور ہیں ہم طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتے ہیں اہل کتاب علماء اور دانشوران سے خوب آگاہ ہیں مگر وہ ان کو صیغہ راز میں رکھتے ہیں۔

حافظ ابوبکر بیہقی غلیان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا [illegible] وہ یہودی شخص شلوار قمیص اور جوتا پہنے ہوئے آیا اور وہ یا رسول اللہ کہہ رہا تھا، آپ ﷺ نے [illegible] کیا تو میرے رسول اللہ ہونے کا شاہد ہے وہ کچھ جواب دیئے بغیر رسول اللہ ﷺ کہہ رہا تھا، آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تو میرے رسول ہونے کا قائل ہے؟ اس نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تورات کی تلاوت کرتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اور انجیل؟ تو اس نے کہا انجیل بھی اور فرقان بھی، مجھے رب محمد کی قسم اگر میں چاہوں تو آپ کے سامنے پڑھ سکتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا، خدارا بتاؤ کیا تو تورات اور انجیل میں میری صفت پڑھتا ہے؟ اس نے کہا ہم آپ جیسی صفات اس میں پاتے ہیں مگر ہم امیدوار تھے کہ وہ اسرائیلی ہوگا، جب آپ ﷺ کی نبوت منظر عام میں آئی تو ہم سمجھے کہ آپ وہ ہیں ہم نے خوب غور کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی آپ وہ نہیں، آپ نے پوچھا کیونکر معلوم ہوا؟ تو اس نے کہا اس کی امت ستر ہزار اشخاص جنت میں بلاحساب داخل ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد بہت قلیل ہے، آپ ﷺ نے نعرہ توحید بلند کرتے ہوئے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں وہی ہوں (جس کی تم صفات تورات میں پڑھتے ہو،) اور میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار سے زائد لوگ جنت میں بلا حساب کتاب جائیں گے ستر اور پھر ستر۔

نیکی کیا ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، حماد بن سلمہ، زبیر بن عبد السلام، ایوب بن عبد اللہ بن مکرز) وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ (نے خود نہیں بلکہ اس کے کسی ہم نشین نے بتایا اور وہ غالباً وابصہ سے ہی بیان کرتے ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور ہر نیکی و گناہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا اور آپ کے پاس مسائل پوچھنے والے بہت سے لوگ موجود تھے [illegible] اور وہ کہہ رہے تھے وابصہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہو اور میں کہہ رہا تھا چھوڑو جانے دو میں ان کے قریب ہونا چاہتا ہوں [illegible] سب سے عزیز ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوڑو وابصہ کو آنے دو) قریب ہو جا وابصہ (یہ بات دو یا تین بار دہرائی) وہ کہتے ہیں میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو فرمایا وابصہ تیرے سوال کا جواب دوں یا تم پہلے سوال بتاؤ گے میں نے عرض کیا میں سوال نہیں کرتا آپ ﷺ پہلے جواب عرض کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا نیکی و گناہ کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے تینوں انگلیاں [illegible] تین بار کہا [illegible] اس سے پوچھو نیکی وہ ہے جس سے دل میں سکون پیدا ہو اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور تردد پیدا ہو، اگرچہ مفتی اس کے جواز کا فتویٰ دے۔

کتاب و سنت سے ثابت شدہ صرف چند پیشن گوئیوں کا بیان

جہاد کی پیشن گوئی . ابتداء اسلام میں تہجد کی نماز فرض تھی یہ حکم قریباً سال بھر رہا پھر سورت مزمل (جو مکی ہے) کی آخری آیات (و آخرون یقاتلون فی سبیل اللہ) اور بعضے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کافروں سے لڑتے ہوں گے نازل ہوئیں تو فرضیت تہجد ساقط ہوگئی اور تہجد نفلی حیثیت میں باقی رہ گئی اور یہ واضح ہے کہ مکی زندگی میں جہاد کا تصور نہیں تھا جہاد ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں شروع ہوا ہے۔

جنگ بدر کی پیشن گوئی.. ام یقولون نحن جمیع منتصر، سیھزم الجمع ویولون الدبر (۵۴/۴۵)
''کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر بھاگیں گے''۔
یہ سورت القمر کی آیات ہیں جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں، یہ پیشن گوئی جنگ بدر میں پوری ہوئی، جنگ بدر کے دوران ان آیات کو تلاوت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور ان کی طرف کنکریوں سے بھری مٹھی پھینکی تو فتح اور کامیابی ہوئی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے میں پیشن گوئی.... سورت لہب مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی، اس میں یہ پیشن گوئی کی گئی کہ ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب اور اس کی بیوی دونوں دوزخی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مرتے دم تک مسلمان نہ ہوئے اور مشرک مرے۔

تین پیشن گوئیاں ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرے کہ انہیں ضرور حکومت عطا کرے گا، جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی گئی تھی اور ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے وہ اسے ضرور مستحکم کرے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

یہ پیشن گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں، اسلامی خلافت قائم ہوئی، اسلام کو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے مستحکم اور غالب کیا اور دنیا میں اس کی نشر واشاعت کے اسباب پیدا کئے، بعض مفسرین حضرات نے کہا کہ اس آیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشن گوئی کی ہے، بلاشبہ خلافت صدیقی پر یہ وعدہ صادق آتا ہے بلکہ یہ وعدہ اور بشارت تمام امت مسلمہ کو شامل ہے جیسے کہ صحیح بخاری میں ہے'' جب قیصر ختم ہوگیا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا'' اسی طرح جب کسریٰ ختم ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا (والذی نفسی بیدہ) خدا کی قسم! ان کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم کردیئے جائیں گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں یہ فتوحات ہوئیں۔

اسلام کا غلبہ ''وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں'' (۶۱/۹) بالکل اسی طرح یہ پیشن گوئی واقع ہوئی اور دین اسلام غالب ہوا، مشرق و مغرب میں پھیلا، اقوام عالم تابع ہوئیں، بعض مومن تھے جو خلوص دل سے اسلام میں داخل ہوئے، بعض جزیہ ادا کرکے صلح کرنے والے تھے، بعض اسلام کے غلبہ اور سطوت سے خائف، جنگجو تھے، حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے زمین کے مشرق اور پچھم کو سمیٹ دیا، مجھے جہاں تک یہ زمین دکھائی گئی ہے میری امت کی حکومت وہاں تک قائم ہوگی۔

جنگجو قوم سے پالا پڑے گا ''ان (صلح حدیبیہ سے) پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تم لوگوں کو ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کرلیں گے''۔ (۴۸/۱۶)
یہ پیشن گوئی بھی حرف بہ حرف پوری اس جنگجو قوم کا مصداق خواہ قبیلہ ہوازن ہوں یا بنو حنیفہ یا روی۔

فتح مکہ کی پیشن گوئی .. ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے پھر تمہیں اس نے یہ غنیمت خیبر جلدی عطا

کردی اور اس نے تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے تاکہ ایمان والوں کے لئے یہ ایک معجزہ ہو تاکہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے (اور بھی فتوحات ہیں کہ جواب تک تمہارے بس میں نہیں آئے) البتہ اللہ کے بس میں ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہیں، (۴۸/۲۰) واخری لم تقدر وا علیھا سے مراد فتح مکہ کی پیشن گوئی ہے جو لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔

مسجد حرام میں داخلے کی پیشن گوئی۔ سورت فتح (۴۸/۲۷) میں ہے کہ "اگر اللہ نے چاہا تو تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے" یہ پیشن گوئی ۶ ھ میں ہوئی اور ۷ ھ میں عمرۃ القضاء کی صورت میں معرض وجود میں آئی، صلح حدیبیہ میں جب عمرہ نہ ہو سکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا تھا. ہم بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے کب کہا تھا کہ تم اس سال عمرہ کرو گے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں واقعی یہ نہیں کہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ عمرہ ضرور ہوگا۔

تجارتی قافلہ یا مال غنیمت رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ اس کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے، ابوسفیان کو تعاقب کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً مکہ خبر پہنچا دی اور اپنا راستہ تبدیل کر لیا چنانچہ قریش قریباً ہزار مسلح افراد لے کر روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کو بھی ان کے بارے میں معلوم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تجارتی قافلہ یا مال غنیمت میں سے ایک پر فتح کا وعدہ فرمایا ہے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ تجارتی قافلہ کا تعاقب جاری رکھا جائے مگر اللہ کو مسلح لشکر سے قتال کرنا منظور تھا چنانچہ دشمن کو مقابلے میں شکست ہوئی، مال غنیمت کے علاوہ ستر قتل کئے، ستر گرفتار کئے اور گرفتار شدگان کا فدیہ ملا، وہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح تجارتی قافلہ ہاتھ لگے مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا حق بات قائم ہو اور کافروں کی جڑ کٹ جائے:

واذیعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین (۸/۷)

فدیہ ادا کرنے والے قیدیوں سے وعدہ.... "اے نبی! جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے" (۸/۷۰) فدیہ ادا کرتے وقت بعض نے اظہار کیا کہ ہم تو مجبوراً یہاں آئے چنانچہ ہم سے فدیہ نہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا، مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس قدر مال دیا کہ وہ بمشکل اسے اٹھا کر گھر لائے۔

فقر سے خوف.. حج میں مشرکین کی عدم شرکت سے معیشت متاثر ہوگی، کاروبار معطل ہو جائے گی تو اللہ نے فرمایا (۹/۲۸) "اگر آپ ﷺ کو فقر و فاقہ کا خطرہ ہے تو فکر مت کرو خدا نے چاہا تو اپنے فضل و کرم سے تمہیں مستغنی کر دے گا" یعنی جزیہ اور مال غنیمت سے مالا مال کر دے گا اور حج میں مشرکین کے نہ آنے سے کاروبار مندہ نہ پڑے گا، چنانچہ ایسے ہی ہوا جزیہ اور مال غنیمت خوب ملا اور روم، عراق، ایران اور دیگر ممالک میں اسلام بھی پھیل گیا۔

بے جا حیلے بہانے کی پیشن گوئی۔ غزوہ تبوک میں چند منافقین شریک نہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ واپسی میں یہ لوگ جھوٹی معذرت پیش کریں گے، آپ ﷺ ان سے کوئی تعرض نہ کریں ان کو حسب حال چھوڑ دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم فاعرضوا عنھم انھم رجس (۹/۹۵) اور آپ ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی پہچان سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔

معمولی مہلت کی پیشن گوئی دارالندوۃ میں کفار مکہ سے مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کو سپر طاقت بننے سے پہلے قید کر دیا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے پھر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، بالآخر آپ ﷺ ہجرت کر کے بارہ مدینہ چلے آئیں اور تہدید اً فرمایا اگر وہ لوگ ایسا کر چکے ہیں تو پھر وہ بھی

تیرے بعد بہت ہی کم مدت ٹھہر سکیں گے (۶ ۷/ ۱۷) اور یہ واقعہ ہجرت (۸/ ۳۰) میں بھی مذکور ہے۔

چنانچہ یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی جو لوگ مجلس مشاورت میں شریک تھے وہ سب کے سب غزوہ بدر میں ہلاک ہو گئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرما دیا تھا، لہذا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ تجھے قتل کریں گے تو اس نے پوچھا واقعی تو نے سنا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو امیہ نے کہا واللہ! وہ دروغ گو نہیں دیگر آپ ﷺ نے جنگ بدر سے قبل اکثر ہلاک شدگان کے بارے میں یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ فلاں فلاں مقام پر قتل ہوں گے۔

روم کے فاتح ہونے کی پیشن گوئی فارس اور روم کی حد بندی دجلہ اور فرات تھی ان دونوں حکومتوں کی اکثر آپس میں چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ بعثت نبوی ﷺ کے پانچویں سال آپس میں جنگ شروع ہوئی اور وہ مسلسل تین سال جاری رہی جس کے نتیجہ میں فارس و روم کے اکثر و بیشتر علاقے عراق، شام، فلسطین، مصر اور ایشیائے کوچک پر غالب آ گیا اس کامیابی سے مشرکین مکہ پھولے نہ سمائے کہ آتش پرست آج غالب آ چکے ہیں تو ہم (بت پرست) بھی مسلمانوں پر غالب آ جائیں گے جو اہل کتاب کے دینی بھائی ہیں۔

ان دنوں حالات قرآن پاک نے پیشن گوئی فرمائی کہ رومی قریب ترین زمین پر مغلوب ہو چکے ہیں لیکن وہ چند سال مغلوب رہنے کے بعد پھر غالب ہوں گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حیران کن پیشن گوئی کے متعلق کفار مکہ سے سو اونٹ پر شرط لگائی کہ ۹ سال کے عرصہ میں روم فارس پر دوبارہ غالب آ جائے گا، چنانچہ غزوہ بدر کے موقع پر ہرقل، فارس پر غالب آ گیا اور قرآن کی یہ پیشن گوئی عین وقت پر معرض وجود میں آئی۔

آفاق والنفس میں آیات کے ظہور کی پیشن گوئی ''ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ (محمد ﷺ) برحق ہیں''۔ (۴۱/ ۵۷)

یہ پیشن گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی کہ ان کے بالواسطہ اور بلاواسطہ دشمنان اسلام سرنگوں ہو گئے اور خود یہ مشرک غزوہ بدر میں ہلاک و برباد ہو گئے اور تب رسول اللہ ﷺ کے رعب و دبدبہ کی دھاک بیٹھ گئی، جب آپ ﷺ کسی قوم سے نبرد آزمائی کا ارادہ کرتے تو وہ خوف زدہ اور مرعوب ہو جاتی، یہ سب امور اس امر کے شاہد عدل ہیں کہ محمد برحق رسول ہیں اور قرآن، اللہ کا کلام ہے۔

عہد نامہ کو دیمک کا چاٹنا کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو معاشی اور سماجی بائیکاٹ کرنے کی دھمکی دی تاوقتیکہ وہ محمد ﷺ کو ان کے حوالہ نہ کر دیں، چنانچہ بنو ہاشم اور بنو مطلب مسلمان ہوں یا کافر سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے اور محمد ﷺ کو ان کے سپرد کرنے پر تیار نہیں، اسی دوران جناب ابو طالب نے مشہور قصیدہ لامیہ کہا۔

کفار قریش نے اس معاہدے کے متعلق ایک عہد نامہ تحریر کر کے کعبہ کی چھت پر لٹکا دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیمک کو حکم دیا وہ اسمائے الٰہی کے سوا سب کچھ چاٹ گئی عہد نامہ میں باقی نہ رہیں یا وہ اسمائے الٰہی کے علاوہ سب عہد نامہ کھا لے اور ایسا ہی ہوا، رسول اللہ ﷺ نے چچا ابو طالب کو یہ بات بتائی تو انہوں نے قریش سے کہا، میرے برادرزادہ نے تمہارے عہد نامہ کی بابت بتایا ہے کہ اسے دیمک کھا گئی ہے صرف اس میں اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے (او کما قال) عہد نامہ کو لا کر دیکھو اگر وہ آپ ﷺ کے بیان کے مطابق ہے تو بہتر ورنہ ہم محمد ﷺ کو تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ عہد نامہ اتار کر دیکھا تو وہ آپ ﷺ کے حسب فرمان دیمک خوردہ تھا پھر کفار نے یہ معاہدہ منسوخ کر دیا، بنو ہاشم اور بنو مطلب گھاٹی سے نکل کر مکہ میں چلے آئے۔

امن و امان کی پیشن گوئی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عبید، اسماعیل، قیس) خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ کعبہ کے سایہ میں چادر پر ٹیک لگائے دراز تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خدا سے دعا کیجئے یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا اور فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ گذر چکے ہیں جن کو گڑھے میں ڈال کر سر پر آرہ چلا کر دو لخت کر دیا جاتا تھا اور لوہے کی کنگھی سے چھیل دیا جاتا تھا پھر بھی وہ دین سے باز نہیں آتے تھے اور اسے ترک نہیں کرتے تھے (صبر کرو) اللہ تعالیٰ اسلام کو پایہ تکمیل تک

پہنچ جائے گا۔ (اور امن بپا کرے گا)

رسول اللہ ﷺ کے خواب (۱) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں مجھے خواب آیا کہ میری ہجرت گاہ نخلستان ہے تو میرے ذہن میں آیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر جب کہ وہ مدینہ ہے۔

(۲) مجھے خواب آیا کہ میں نے تلوار کو حرکت دی تو اس کا درمیانی حصہ ٹوٹ گیا، اس خواب کی تعبیر جنگ احد میں مسلمانوں کے مصائب ہیں اور پھر اسے دوبارہ حرکت دی تو وہ پہلے سے عمدہ بن گئی اس کی تعبیر اسلامی فتوحات اور مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہے۔

امیہ بن خلف کے قتل کی پیشین گوئی بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سعد بن معاذ مکہ میں عمرہ کی خاطر امیہ بن خلف کے پاس مہمان ٹھہرے، اسی طرح امیہ جب شام جاتا تو مدینہ میں سعد رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام کرتا، امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا دوپہر کو جب لوگ نہ ہوں تو طواف کر لینا، آپ رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے تو ابو جہل نے کہا یہ کون شخص طواف کر رہا ہے، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں سعد بن معاذ۔

ابو جہل نے کہا تم نے محمد اور اس کے رفقاء کو پناہ دی ہے اور اب مزے سے طواف کر رہے ہو چنانچہ دونوں کی آپس میں تو تکار ہوئی تو امیہ، سعد سے کہنے لگا ابوالحکم یعنی ابو جہل کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو، یہ یہاں کے رئیس اور معزز ہیں تو سعد کہنے لگے بخدا طواف سے منع کرو گے تو تمہارا شام کا راستہ بند کر دوں گا مگر امیہ بار بار کہہ رہا تھا اونچی آواز سے نہ بولو، بہت بات کرتا۔ سعد رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر امیہ سے کہنے لگے چھوڑو، مجھے محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ تجھے قتل کریں گے تو امیہ نے استفہامی انداز میں کہا مجھے قتل کریں گے؟" سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! جناب، یہ سن کر امیہ نے کہا محمد علیہ السلام جھوٹ تو نہیں بولتے، گھر جا کر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا پتہ ہے کہ میرے بارے میں محمد ﷺ نے کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا کیا کہا؟ بتایا میں نے سنا ہے کہ محمد ﷺ مجھے قتل کریں گے تو بیوی نے کہا واللہ محمد علیہ السلام دروغ گو نہیں ہیں۔

جنگ بدر کا جب اعلان ہوا اور وہ گھر سے نکلنے لگا تو بیوی نے کہا محمد علیہ السلام کی بات بھول گئے ہو؟ یہ سن کر اس نے ارادہ ترک کر دیا تو ابو جہل نے کہا جناب آپ کا شمار مکہ کے رؤساء میں ہے ایک دو روز تک ساتھ چلیں پھر گھر واپس چلے آئیں چنانچہ وہ لشکر کے ساتھ چلا مگر واپس نہ آ سکا اور جنگ میں ہلاک ہو گیا، امیہ بن خلف اپنے گھوڑے کی خصوصی پرورش کرتا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا تو کہنے لگا اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ ان شاء اللہ میں تجھے نیست و نابود کروں گا چنانچہ آپ ﷺ نے اسے جنگ احد میں قتل کیا۔

ایک جری بہادر کے بارے میں پیشگوئی جنگ احد یا خیبر یا حنین میں ایک آدمی بقول بعض "قزمان" نے بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا جو بھی سامنے آتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا یہ منظر دیکھ کر لوگ کہنے لگے اس نے آج خوب کارنامہ سرانجام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخی ہے، ایک صحابی اس کی ٹوہ میں لگ گئے چنانچہ وہ لڑائی میں زخمی ہو گیا، پھر تلوار کی دھار سینے پر رکھی اور اپنے جسم کا بوجھ اس پر ڈال دیا اور خودکشی کر لی، تو وہ لگے دو صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کلمہ شہادت پڑھا تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا، آپ ﷺ نے فلاں شخص کا تذکرہ کیا تھا کہ "وہ دوزخی ہے" واقعی اس نے خودکشی کر لی۔

چمک سے پیشگوئی غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے کے دوران آپ علیہ السلام ایک چٹان پر ضرب لگائی تو اس سے چمک پیدا ہوئی پھر دوبارہ سہ بارہ ضرب سے روشنی کی کرن پھوٹی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس روشنی میں سے یمن، شام اور مدائن کے محلات نظر آتے ہیں۔

اسی طرح بکری کی زہریلی دستی نے آپ علیہ السلام کو بتا دیا، آپ علیہ السلام نے نہ کھایا اور حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کھایا تو وہ زہر خورانی سے فوت ہو گئے۔

کشتی کا ساحل پر پہنچنا اشعری لوگ کشتی پر سوار تھے، کشتی نے ان کو آپ علیہ السلام نے ... [illegible]

بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے جیسے کہ آدمی کسی انسان کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر اور نیکی کی باتیں دریافت کرتے تھے اور میں فتنہ و فساد کے امور پوچھتا تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے وہ پیش آ جائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت اور برے دور میں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا خیر و برکت کا عہد اٹھایا ہے۔ کیا اس اچھے دور کے بعد برا زمانہ بھی آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بالکل میں نے پھر عرض کیا، کیا اس برے دور کے بعد پھر اچھا وقت بھی آئے گا؟ فرمایا ہاں! لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی۔ میں نے پوچھا وہ ملاوٹ کیا ہے؟ فرمایا، لوگ میری سنتوں کو ترک کر کے دوسری راہ پر چلیں گے، میں نے عرض کیا اس بھلے دور کے بعد بھی کیا برا دور آئے گا؟ فرمایا ہاں! دوزخ کے دروازوں کی طرف لوگ دعوت دیں گے جو ان کی بات مان لے گا وہ دوزخی ہوگا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسے ہوں گے؟ فرمایا وہ لوگ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان سے باتیں کریں گے، میں نے دریافت کیا اگر میری زندگی میں یہ دور آ جائیں تو آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی اطاعت کو لازم پکڑو، میں نے عرض کیا لوگ منتشر بے مہار ہوں، آپس میں اتحاد و اتفاق نہ ہو اور نہ کوئی امام ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا، ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر گوشہ تنہائی میں زندگی بسر کر اگرچہ کوئی عمدہ ذریعہ معاش نہ ہو اور درخت کی جڑ چبانا پڑے اور معمولی گزر اوقات پر اکتفا کرنا پڑے، بس اسی پر زندگی کا خاتمہ ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے ساتھیوں نے حضور ﷺ سے خیر کا علم حاصل کیا اور میں نے شر کا علم حاصل کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں منفرد ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیام قیامت تک جو کچھ ہوگا اس کے متعلق آپ ﷺ نے مجھے بتایا ہے مگر میں نے اس بات سے متعلق دریافت نہیں کیا جو اہل مدینہ کو مدینہ سے نکال دے گی۔

بیگمات کے فتنہ سے بچنے کی پیشنگوئی مسلم شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا بہت سرسبز و شاداب اور شیریں ہے اللہ تعالیٰ تم پر نوازش کرنے والا ہے اور تمہارا امتحان لینے والا ہے بس دنیا کی نعمتوں سے پرہیز کرو اور عورتوں کے فتنہ سے بچو، بنی اسرائیل میں پہلی آزمائش اور خرابی عورتوں کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی خرابی نہیں چھوڑی۔

مال و دولت کی فراوانی کا مژدہ متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خوش خلق رہو اور خوشی کی امید رکھو، خدا مجھے تمہارے فقر و فاقہ کا بالکل اندیشہ نہیں ہے، مجھے یہ خطرہ ہے کہ گزشتہ اقوام کی طرح تم لوگ بھی دولت اور دنیا کے حریص بن گئے تو ان کی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

انماط اور قالین کی پیشنگوئی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس قالین ہوں گے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس کہاں سے آئے؟ فرمایا عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے چنانچہ میں اب اپنی بیوی کو کہتا ہوں کہ اپنے انماط مجھ سے دور رکھو تو وہ کہتی ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں کہا تھا کہ تمہارے پاس انماط ہوں گے؟ تو پھر میں [illegible] انداز کر دیتا ہوں۔

فتح یمن کی پیشین گوئی صحیحین، سنن اربعہ اور مسانید وغیرہ میں سفیان بن ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یمن مفتوح ہوگا اور لوگ اپنے اہل و عیال اور احباب کو وہاں سے لے جائیں گے حالانکہ مدینہ منورہ کا قیام ان لوگوں کے لئے بہتر تھا اگر وہ جانتے۔

شام کی فتح کی خوشخبری مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب شام کا علاقہ فتح ہوگا، مدینہ سے [illegible] یمن [illegible]

گے، یہ علاقہ اوراس کی آرام دہ زندگی ان کو پسند آئے گی، حالانکہ مدینہ کی رہائش بہتر ہوتی اگر وہ پہچانتے، پھر عراق فتح ہوگا وہاں بھی لوگ بکثرت آباد ہوجائیں گے، حالانکہ مدینہ میں قیام ان کے لئے بہتر تھا اگر وہ اس کو سمجھتے۔

قیامت سے قبل چھ امور کا ظہور..... بخاری شریف میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں فرمایا قیامت سے پہلے چھ باتیں شمار کرو۔

(۱) میرا وصال۔ (۲) بیت المقدس کی فتح۔
(۳) وبائی مرض کا پھیل جانا۔ (۴) کثرت مال ودولت۔
(۵) فتنہ وفساد۔ (۶) مسلمانوں اور رومیوں کے مابین صلح۔

مصر کی فتح کا مژدہ ... مسلم شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عنقریب ایک ایسا علاقہ فتح کروگے، جہاں قیراط کا رواج عام ہوگا ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ امن وامان میں ہیں اور ان کے ساتھ ناطہ بھی ہے اور جب وہاں ایک اینٹ بھر کی جگہ کی خاطر دو آدمیوں کو لڑتے دیکھوتو وہاں سے نکل آنا۔

مصر ۲۰ھ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا، جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ اور عبدالرحمن بن شرحبیل بن حسنہ کو ایک اینٹ بھر جگہ میں تنازع کرتے دیکھا تو وہاں سے چلے آئے۔

ذمة ورحما کا معنی اذا افتتحتم مصر فاستو صوابا لقبط خيراً فان لهم ذمة ورحما (۱۹۳/۶)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے رحماً کا معنی دریافت کیا تو فرمایا: اسماعیل علیہ السلام کی والدہ قبطیہ تھیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہاں دونوں ہی مراد ہوں، باقی رہا ذمۃ تو مقوقس کا ہدیہ ارسال کرنا اور آپ علیہ السلام کا قبول کرنا ایک قسم کی صلح اور عہد وامان ہے، واللہ اعلم۔

بارہ خلفاء...... مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دین برابر قائم رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے اور یہ سب قریش سے ہوں گے اور قبل از قیامت جھوٹے نبی آئیں گے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانے فتح کرے گی اور میں تمہارا حوض کوثر پر منتظر ہوں۔

کسریٰ کی ہلاکت . آپ ﷺ نے فرمایا قیصر ہلاک ہوگیا تو پھر دوبارہ قیصر نہ ہوگا اور کسریٰ کی تباہی کے بعد دوبارہ کسریٰ نہ آئے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کسریٰ کا لباس، تلوار، تاج اور کنگن لائے گئے تو یہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنائے گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے کسریٰ کا لباس ایک بدوی کو پہنایا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ اس لئے ان کو پہنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بازو دیکھ کر فرمایا تھا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے گئے ہیں۔

حیرہ کی فتح کی پیشنگوئی...... حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتے کے دانتوں کی طرح میرے سامنے حیرہ کی شکل پیش کی گئی ہے عنقریب تم لوگ اس کو فتح کروگے، تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شاہ حیرہ کی بیٹی نفیلہ مجھے ہبہ کیجئے، آپ علیہ السلام نے اسے ہبہ کردی۔

چنانچہ جب وہ اس کے قبضہ میں آئی تو اس کے والد نے کہا کیا تم اسے فروخت کروگے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو کہا مانگو جو چاہتے ہو، چنانچہ اس نے ہزار درہم طلب کئے سودا طے ہوگیا تو احباب نے کہا تم تیس ہزار بھی مانگتے تو مل جاتا، تو اس نے کہا، کیا گنتی ہزار سے بھی زائد ہوتی ہے؟

فتوحات کی پیشگوئی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مدینہ کے نواح میں پیدل کسی مہم پر روانہ کیا ہم خالی ہاتھ تھکے ماندے واپس آئے تو آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ یا الٰہی! ان فاقہ مست لوگوں کو میرے سپرد نہ کر کیونکہ میں کمزور ہوں اور نہ ہی خود ان کے سپرد کر کیونکہ وہ بھی عاجز و ناتواں ہیں اور عوام کے بھی ذمہ نہ کر، وہ بھی اپنے آپ کو ان سے مقدم اور بہتر سمجھیں گے۔

پھر آپ علیہ السلام نے بشارت فرمائی شام، روم اور فارس سب ممالک مفتوح ہوں گے تمہیں کثیر اونٹ، بکری اور گائے مال غنیمت میں ملے گا اور تم سو دینار کے عطیہ کو ہیچ سمجھو گے، پھر آپ علیہ السلام نے میرے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا اے ابن حوالہ! جب حکومت شام میں ہوگی تو زلزلے مصائب اور عظیم واقعات کا ظہور ہوگا اس وقت قیامت اس ہاتھ سے بھی جو تیرے سر پر ہے زیادہ قریب ہوگی۔

مسند احمد میں ابن حوالہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایک اسلامی لشکر شام میں ہوگا، ایک یمن میں اور ایک عراق میں، ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں کس لشکر میں شامل ہوں، فرمایا تو شامی لشکر میں شرکت کر یہ بہتر ملک ہے جہاں بہترین آدمی آباد ہوں گے، اگر تمہیں یہ ناپسند ہو تو یمن چلے جاؤ اور اس کے تالابوں سے دور سکونت اختیار کرو، اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باشندوں کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجلس میں رونق افروز تھے تو ہم نے خستہ حالی، تنگ دستی کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری سنو! واللہ! مجھے تمہاری تنگ دستی کی نسبت فراخ دستی کا زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے، واللہ! یہ تم میں استوار اور قائم رہے گا، شام، فارس، روم اور حمیر کے علاقے مفتوح ہوں گے، پھر تمہارا ایک لشکر شام میں ہوگا، ایک عراق میں اور ایک یمن میں اور تم ایک سو درہم پر بھی قناعت نہ کرو گے بلکہ ناراض ہو جاؤ گے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! شام سے مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے؟ وہاں تو رومی بڑے طاقتور ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا واللہ! یہ علاقے ضرور فتح ہوں گے اور تم ان کے حکمران ہوں گے۔

وہ سفید فام رومی، فوجی وردی میں ملبوس ایک پست قامت سرمنڈے سیاہ فام حاکم کے اشارے کے منتظر ہوں گے، جزبن سہیل سلمی کو صحابہ اس حدیث کا مصداق سمجھتے تھے جو کہ عجمیوں پر حکمران تھے اور وہ یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔

مسند احمد میں عبداللہ بن حوالہ ازدی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تین قسم کے غم و اندوہ سے محفوظ رہا وہ کامیاب اور سرخرو ہے

(۱) میری موت کے غم سے۔

(۲) مظلوم خلیفہ کی شہادت کے افکار سے۔

(۳) مسیح دجال کی آزمائش سے۔

مسند احمد میں عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کل کے درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کاتب کو املا کروا رہے تھے، مجھے فرمایا ابن حوالہ! تجھے کچھ تحریر کردیں، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کس بارے میں؟ آپ ﷺ پھر کچھ تحریر کروانے میں مشغول ہوگئے پھر دوبارہ فرمایا ابن حوالہ کچھ تحریر کردیں۔ میں نے دل میں سوچا نامعلوم اللہ اور اس کے رسول کو کیا منظور ہے۔ پھر آپ ﷺ کاتب کی طرف متوجہ ہوگئے اس طرح دومرتبہ ہوتا رہا پھر فرمایا ابن حوالہ! تیرے گردونواح گائے کے سینگوں کی طرح فتنہ بپا ہوگا تو تیرا کیا طرز عمل ہوگا؟ عرض کیا جو آپ علیہ السلام پسند فرمادیں۔

پھر فرمایا دوسرے فتنہ میں تمہارا طریق کار کیا ہے جو پہلے کی نسبت کہیں بڑا ہوگا، عرض کیا کیا معلوم؟ جو بھی آپ علیہ السلام تجویز فرمادیں، فرمایا اس کو تلاش کرنا وہ آدمی اس وقت پیٹھ موڑے جارہا تھا میں نے دوڑ کر اس کو کندھوں سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف چہرہ کر کے کہا یہ فرمایا ہاں، وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

فتوحات کے بعد لگان کی تجویز کی پیشگوئی ... مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا اہل عراق اپنے ''لگان'' روپیہ اور غلہ روک لیں گے اہل شام اپنے ''خراج'' کا غلہ اور روپیہ روک لیں گے اور اہل مصر اپنے ٹیکس کا غلہ اور سکہ روک لیں گے اور تین بار فرمایا اور تم لوگ واپس چلے آؤ گے۔ ''روک لینے'' کا مطلب بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں گے اور ان کا خراج معاف ہو جائے گا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم کو فوقیت دی ہے۔ بقول امام ابن کثیر یہ مرجوح و محل نظر ہے اور بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ ... باغی ہو جائیں گے خراج وغیرہ ادا کرنے سے انکار کریں گے اس سے آخر میں فرمایا جہاں سے تم نکلے تھے وہیں واپس آ جاؤ گے، جیسے کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ اسلام کا آغاز غربت اور بیکسی کے عالم میں ہوا پھر ایک زمانہ میں اس امت پر بے چارگی اور بے کسی کا عالم طاری ہوگا ایسے دور کے مسلمانوں نے لئے طوبیٰ بہشت ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ اسلام نے فرمایا عنقریب اہل عراق کو غلہ اور روپیہ نہ ملے گا عرض کیا کہاں سے؟ بتایا جو عجمیوں سے وصول ہوتا تھا وہ روک لیں گے پھر فرمایا اہل شام کو خراج وصول نہ ہوگا پوچھا کہاں سے؟ تو فرمایا اہل روم ادا نہیں کریں گے اور انکار کر دیں گے پھر معمولی سی خاموشی کے بعد بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امت مسلمہ کے آخری دور میں ایک خلیفہ ہوگا جو لوگوں کو مٹھی بھر بھر کر سخاوت کرے گا گن کر نہ دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں (ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ، اور ابوالعلاء رحمۃ اللہ علیہ) جریری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اس کا مصداق خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہیں؟ فرمایا نہیں۔

میقات حج ... حج کے احرام کے لئے میقات مقرر کرنا بھی اسلام کے پھیلنے اور نشر واشاعت کی واضح پیش گوئی میں شمار ہے۔ متفق علیہ روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لئے ''ذوالحلیفہ'' میقات مقرر کیا۔ شامیوں کے لئے ''جحفہ'' اور اہل یمن کے لئے ''یلملم'' اور (مسلم میں ہے) عراقیوں کے لئے ''ذات عرق''۔

صحابی، تابعی اور تبع تابعی کی برکت کی پیش گوئی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک وقت آئے گا جس میں ایک بڑا لشکر جہاد میں مصروف ہوگا اعلان ہوگا کیا ان میں کوئی صحابی موجود ہے؟ چنانچہ صحابی کی موجودگی کا پتہ چلے گا تو اللہ تعالیٰ اس لشکر کو صحابی کی برکت سے فتح وکامیابی نصیب کرے گا۔

پھر ایک لاکھ آدمیوں کا لشکر جنگ کر رہا ہوگا تو دریافت ہوگا کہ اس لشکر میں کوئی تابعی ہے؟ اثبات میں جواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ ان کی برکت وسعادت سے کامرانی عطا فرمائے گا، پھر کثیر فوج جہاد اور میدان جنگ میں مصروف ہوگی۔

اور معرکہ طویل ہو جائے گا، تو سوال ہوگا کیا اس لشکر میں کوئی تبع تابعی ہے؟ جب اس کی موجودگی معلوم ہوگی (اور وہ دعا کرے گا) تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے فتح نصیب کرے گا۔

اہل فارس کی ایمانی جذبے کی پیش گوئی ... متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور آخرین منھم لما یلحقوا بھم (۶۲/۳) اور دوسروں کے لئے بھی نبی ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے، آیت نازل ہوئی تو ایک آدمی نے پوچھا دوسرے کون ہیں یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، اگر ایمان ثریا ستارے کی بلندی پر بھی ہو تو فارس کے لوگ اسے ضرور حاصل کریں گے، یہ پیش گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی۔

کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے کی پیش گوئی ... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! جس کی ہاتھ میں میری جان ہے فارس اور روم فتح ہوں گے، غلہ اور اناج کی کثرت ہوگی اور کھانے پر بسم اللہ نہ

پڑھی جائے گی۔

مروی فضیلت حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کئی لشکر روانہ کئے جائیں گے، عبداللہ رضی اللہ عنہ تم خراسان کے لشکر میں شامل ہونا اور مرو میں رہائش رکھنا کہ اس کا بانی ذوالقرنین ہے اور انہوں نے اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا کی تھی کہ اسکے باشندوں پر مصیبت نہ آئے۔
(یہ مسند احمد کی غریب حدیث ہے اور بعض اس کو موضوع اور جعلی کہتے ہیں)۔

ظالم حکمرانوں کی پیش گوئی بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی انبیاء سیاست کرتے تھے، ان کا ملکی انتظام اور حکومت کرتے تھے، ایک نبی فوت ہوا تو دوسرا جانشین ہو گیا، سنو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ہاں خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تو کیا حکم ہے؟ فرمایا پہلے خلیفہ کی بیعت نبھاؤ اور اس کی وفاداری کرو اور ان کے حقوق اور فرائض بجالاؤ، اللہ تعالیٰ ان سے رعایا کی بابت باز پرس کرے گا، مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہر نبی کے حواری اور خاص لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سیرت پر چلتے ہیں اور سنت پر عمل کرتے ہیں پھر ان کے بعد ناخلف اور نالائق جانشین محض ڈینگیں مارتے ہیں اور برے کام کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کے بعد خلیفہ ہوں گے جو کتاب و سنت پر عمل کریں گے اور رعایا میں انصاف کریں گے پھر خلفاء کے بعد بادشاہ ہوں گے جو انتقام لیں گے اور رعایا کو قتل کریں گے، ناحق مال جمع کریں گے، وہ اپنے کردار اور گفتار کے پابند نہ ہوں گے اور دین و ایمان سے تہی دست ہوں گے۔

ابو داؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اسلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رحمت سے کیا پھر خلافت اور رحمت ہوگی اور پھر ظالمانہ بادشاہت ہوگی اور پھر امت میں طاقت کا مظاہرہ اور فتنہ و فساد برپا ہوگا، شراب و زنا اور ریشمی لباس کو حلال سمجھیں گے بایں ہمہ مال و دولت اور رزق کی فراوانی ہوگی۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف چشم دید ہے اور اس میں ذرا برابر فرق نہیں۔

مدت خلافت کی پیش گوئی مسند احمد، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غلام کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی پھر بادشاہت ہو جائے گی۔ (اور ایک روایت میں ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہے دے گا، یہ بات بھی لفظ بلفظ پوری ہوئی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت ۲ سال ۳ ماہ ۲۰ یوم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۰ سال ۶ ماہ ۴ یوم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۲ یوم کم ۱۲ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۲ ماہ کم ۵ سال پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت قریباً ۶ ماہ بعد ازیں ۴۰ھ میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مذکور بالا روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیان کی تو آپ نے فرمایا "رضینا بالملک" ہم بادشاہت پر ہی قناعت کرتے ہیں، جو رافضی شیعہ تین خلفاء کی خلافت کے منکر ہیں اور جو ناصبی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف ہیں، اس مذکورہ حدیث میں ان سب کی تردید بصراحت موجود ہے۔

تطبیق مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہ دین اٹل قائم رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء حکومت کریں گے اور یہ تمام قریشی ہوں گے اور حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے مابین تطبیق یہ ہے کہ دین اسلام برابر غالب اور قائم رہا جب تک کہ بارہ خلفاء حکومت پر متمکن رہے، پھر بنی امیہ کے عہد میں کچھ گڑبڑ واقع ہوئی اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بارہ عادل قریشی خلفاء کی خلافت کی بشارت ہے مگر ترتیب شرط نہیں۔

چنانچہ خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت میں چار خلفاء اور باقی عادل خلفاء ہوں گے جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت بہ

اتفاق رائے شمار ہے یہاں تک کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تابعین میں صرف حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا قول حجت ہے، اور بعض نے ان بارہ میں مہدی عباسی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نام لیا ہے جس کی خلافت ۱۵۸ھ سے ۱۶۹ھ تک قائم رہی اور آخرالزمان محمد بن عبداللہ مہدی رحمۃ اللہ علیہ موعود بھی ان میں شمار ہیں۔

اس سے روافض کا مہدی منتظر جو کہ ان کے زعم میں سامراء غار میں مخفی ہے، مراد نہیں کہ اس کا قطعاً کوئی وجود نہیں، محض رافضی اس کے منتظر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیش گوئی ۔ ازعروہ از عائشہ رضی اللہ عنہا متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ تھا کہ میں تمہارے بھائی اور باپ کو بلا کر تحریر کروا دیتا تا کہ کوئی معترض اعتراض نہ کرے یا کوئی خواہش مند تمنا نہ کرے، پھر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کی امامت نہ اللہ مانتا ہے اور نہ ہی مسلمان۔

اسی طرح آپ علیہ السلام کی بات کی تصدیق ہوئی اور سب مسلمانوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی، بخاری شریف میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یارسول اللہ ﷺ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو (کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا میں نہ ہوں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں اپنے آپ کو کنوئیں پر دیکھا میں نے اس سے اس قدر پانی نکالا جتنا اللہ کو منظور تھا پھر وہ ڈول ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا انہوں نے بھی اس سے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا اللہ معاف کریں ان کے کھینچنے میں معمولی ضعف تھا پھر یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور وہ بڑا ڈول بن گیا، میں نے اس جیسا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو اس کی طرح کھینچتا ہو، اتنا کھینچا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو خوب سیراب کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبیوں کا خواب برحق ہوتا ہے، ''ان کے کھینچنے میں قدرے ضعف تھا'' کا مطلب ہے کہ ان کی موت نے مہلت نہ دی اور ان کی مدت خلافت کم رہی، اور یہ عرصہ بھی مرتدین سے برسر پیکار گزرا۔ یہ خواب شیخین کی خلافت کی بشارت اور پیش گوئی ہے۔

مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرو۔

نیز کنکریوں کی تسبیح والی روایت میں مذکور ہے ہذہ خلافۃ النبوۃ۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لائے اور پاؤں لٹکا کر کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور میں دربان کی حیثیت میں دروازے پر بیٹھ گیا، ایک صاحب آئے میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا ابوبکر، رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی تو فرمایا دروازہ کھول دو اور جنت کا مژدہ سناؤ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو بھی اسی طرح اجازت مرحمت فرمائی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی بشارت دو، مصیبت اور آزمائش کے ساتھ، چنانچہ آپ اللہ المستعان پڑھتے ہوئے اندر آئے۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ احد پر تشریف لائے آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی تھے تو یکایک پہاڑ کی جنبش ہوئی تو آپ علیہ السلام نے پیر مار کر کہا ٹھہر جاؤ تیری پشت پر ایک نبی ہے، ایک صدیق اور دو شہید ہیں، حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ کوہ حرا ہل گیا اور اس پر زلزلہ طاری ہوا اور وہاں نبی علیہ السلام، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا تھم جا، تیری پشت پر ایک نبی، ایک صدیق اور شہید ہیں۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی اضافہ ہے۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو بشارت...... بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں میں جائیں گے جن کے چہرے بدر کی طرح روشن ہوں گے، حضرت عکاشہ بن محصن

اسدی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی رفاقت نصیب فرمائے، آپ علیہ السلام نے دعا کی یا الٰہی اس کو ان میں شامل فرما دے، پھر ایک انصاری نے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بس عکاشہ رضی اللہ عنہ بازی لے گیا۔

جنگ یمامہ میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ طلیحہ اسدی کے ہاتھوں شہید ہوئے، بعدازاں طلیحہ اسدی نبوت کے دعویٰ سے توبہ تائب ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لایا۔

دوطلائی کنگن صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میری کلائی میں دو کنگن ہیں میں نے ان کو یوں قطع کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ ان پر پھونک مار دو، میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے، میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ دو جھوٹے نبی ہیں، صاحب صنعاء اور صاحب یمامہ۔

مسیلمہ کذاب اپنی قوم کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرض کیا ''اگر محمد ﷺ اپنے بعد حکومت میرے نام منتقل کر دیں تو میں آپ ﷺ کا تابع و فرمان ہوں'' (رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک شاخ تھی آپ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اگر وہ مجھ سے یہ شاخ بھی مانگے تو میں دینے کے لئے تیار نہیں، اگر تو بغیر اسلام کے چلا گیا تو تجھے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیگا، واللہ! میں تجھے وہی سمجھتا ہوں جو مجھے خواب میں دکھایا گیا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اسود عنسی صاحب صنعاء کی طرح مسیلمہ کذاب بھی جنگ میں جہنم رسید ہوا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آیا آپ میری رسالت کے گواہ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسول پر ایمان ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی قوم کی ہلاکت وتباہی کے خاطر مہلت ملی ہے۔ (ورنہ ابھی ہلاک ہو جاتا)

مکتوب مسیلمہ ...بعدازیں اس نے یہ مکتوب تحریر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من جانب مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ) بنام محمد رسول اللہ سلام علیک، بعدازیں عرض ہے کہ آپ ﷺ کے بعد میری حکومت ہوگی اور آپ کے زیر فرمان شہر اور قصبات ہیں اور میرے تابع جنگلات ہیں میں یہ تحریر کر رہا ہوں مگر مجھے امید نہیں کہ تم مان جاؤ گے کیونکہ قریشی قوم ظلم وتعدی کی عادی ہے۔

جواب مکتوب مسیلمہ ......رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب تحریر فرمایا **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم منجانب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** بنام مسیلمہ کذاب رشد وہدایت کے تابع لوگوں کو سلام، امابعد! ساری زمین اللہ کی ملکیت ہے، اپنے بندوں میں سے جسے وہ چاہتا ہے اسے وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام صرف خداترس لوگوں کا ہے لہٰذا انجام بخیر صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے تابع فرمان لوگوں کو میسر ہوا کہ وہ متقی اور خداترس ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اکثر عرب مرتد ہو گئے تو خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا اور وہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے چنانچہ درج ذیل آیت (۵/۵۴) کا مصداق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا ہیں۔

یاایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بشارت ...متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام مجھ سے ہر سال میں ایک بار قرآن شریف کا دور کیا کرتے تھے اور اب کے دو مرتبہ دور کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے، یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور پھر ان کو چپکے سے بتایا کہ جنتی عورتوں کی سربراہ ہیں اور اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ

سے ملاقات کروں گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲ ماہ یا ۳ ماہ یا ۸ ماہ یا ۶ ماہ زندہ رہیں اور یہ چھ ماہ والی ہی روایت صحیح ہے جو زہری از عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ...... متفق علیہ روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گزشتہ اقوام میں محدث اور روشن ضمیر لوگ گزرے ہیں اگر میری امت میں بھی کوئی محدث اور روشن ضمیر ہو تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم بیشتر صحابہ کرام اس بات کو بعید از عقل نہیں سمجھتے تھے، متانت اور سنجیدگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے ٹپکتی ہے ان السکینة ینطق علی لسان عمر، طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرشتے کی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور حق بات کہتے تھے۔

دراز ہاتھ والی کے بارے میں پیش گوئی .... بخاری شریف میں ہے کہ سب ازواج مطہرات نبی علیہ السلام کے پاس حاضر تھیں انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گا؟ فرمایا جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے لمبا تھا بس وہ سب پہلے فوت ہوئیں۔

یونس بن بکیر زکریہ بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرسل روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد سخاوت اور فیاضی تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا خیرات وصدقات میں سب سے زیادہ فراخ دست تھیں اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا ہم سب سے زیادہ کشادہ دست اور سخی تھیں کہ وہ دست کار اور دباغت کا کام جانتی تھیں اور خوب صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔

تاریخ دان حضرات میں یہی مشہور ہے کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے اول (بقول واقدی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ھ میں) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی (بقول ابن ابی خیثمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری دور میں فوت ہوئیں)۔

اویس قرنی رضی اللہ عنہ .... مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بہترین تابعی ہیں، وہ برص میں مبتلا تھا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو مرض سے افاقہ ہو گیا اور صرف بقدر درہم مرض باقی رہ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ مدینہ میں آئے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ بحث ہم نے مسند عمر میں بہ تفصیل بیان کی ہے۔

ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہ .... ابوداؤد میں ام ورقہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے علاج معالجہ کی خاطر جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی کہ شاید مجھے بھی شہادت کا درجہ نصیب ہو، آپ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی، اپنے گھر ہی رہو، اللہ تعالیٰ آپ کو شہادت نصیب کریگا، چنانچہ وہ شہیدہ کے لقب سے معروف تھیں، قرآن کی قاری تھیں اور رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں موذن رکھنے کی اجازت طلب کی تھی انہوں نے اپنی وفات کے بعد اپنے غلام اور لونڈی کو آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، ان دونوں نے مل کر ایک رات انہیں چادر سے ڈھانپ دیا وہ سخت گھٹن سے مرگئیں اور وہ دونوں فرار ہو گئے، صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کسی نے ان کو دیکھا ہو یا ان کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو وہ فوراً ان کو حاضر کرے، چنانچہ ان کو پیش کیا گیا تو آپ نے ان کو سولی چڑھا دیا، اور مدینہ کی تاریخ میں یہ پہلے مجرم تھے جن کو سولی کی سزا دی گئی۔

بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر ملاقات کو تشریف لے جاتے اور ان کو شہیدہ کہہ کر پکارتے۔
واقعی رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا کہ وہ شہیدہ ہے اور آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے آؤ شہیدہ کی زیارت کے لئے چلیں۔

وبا کی پیش گوئی بخاری شریف میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں چھ پیش گوئیوں میں ایک یہ ہے کہ وبا پھیلے گی، چنانچہ ۱۸ ھ میں شدید وبا پھیلی اور اس میں ہزاروں لوگوں کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر صحابہ کرام شہید ہوئے، معاذ بن جبل، ابوعبیدہ، یزید بن ابوسفیان، شرحبیل بن حسنہ، فضل بن عباس، ابوجندس، سہل بن عمرو اور ان کے والد گرامی (رضی اللہ عنہم اجمعین)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ طاعون عمواس کا واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا اے لوگو! واقعی یہ مرض اور وبا سخت ناگوار ہے اس سے دور چلے جاؤ، یہ سن کر شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! میں نے عمر کی بات سنی ہے واللہ! میں مسلمان اور تابع فرمان ہوں، سنو! عمرو اپنے بے شعور اونٹ سے بھی زیادہ بہکا ہوا ہے، یہ وبا اللہ کی جانب سے ایک بلا ہے، صبر وشکر کرو۔ پھر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ دونوں کی بات سن لی ہے، یاد رہے یہ طاعون تمہارے لئے رحمت وبرکت ہے اور نبی علیہ السلام کی پیش گوئی ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم شام میں آؤ گے اور وہاں وبائی علاقہ میں فروکش ہو گئے، جسم میں زہریلا مادہ جوش مارے گا اس کی تکلیف پھوڑے کی سی ہوگی، جو جان ومال کے تزکیہ وطہارت کا باعث ہوگی۔

الٰہی! اگر مجھے واقعی رسول اللہ ﷺ سے اس کا سماع ہے تو مجھے اور میری آل کو طاعون کا وافر حصہ عطا فرما، چنانچہ ان کی انگشت شہادت میں طاعون کا مادہ پھوٹ پڑا اور وہ کہہ رہے تھے خدایا! اس میں برکت فرما اور جب اس میں برکت کرے گا تو یہ بڑا ہوگا، پھر ان کے بیٹے کو یہ تکلیف ہوئی تو وہ کہنے لگے:

الحق من ربک فلا تکونن من الممترین

پروردگار کے ہاں جا اور شک میں مبتلا نہ ہو اور بیٹے نے کہا:

ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین

فتنہ کا بند۔۔۔ متفق علیہ روایت ہے شقیق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فتنہ وفساد کے بارے میں کسی کو حدیث یاد ہے؟ عرض کیا مجھے یاد ہے فرمایا بیان کرو، بڑے جری اور بہادر ہو، میں نے عرض کیا، آدمی کے بیوی بچوں کی کوتاہی، ہمسایہ سے خرابی اور مال ودولت کے فتنے کا کفارہ، نماز، خیرات اور تبلیغ ہے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا میں تو بڑا فتنہ پوچھتا ہوں جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہوگا، میں نے کہا تمہارے اور اس فتنہ کے درمیان ایک دروازہ بند ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہائے افسوس! بتاؤ اسے اللہ تعالیٰ کھولے گا یا ٹوٹے گا؟ عرض کیا بلکہ وہ ٹوٹے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر کبھی بند نہ ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں۔ شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ یہ دروازہ کون ہے؟ اس نے کہا بالکل، یہ بامقصد حدیث ہے معمہ نہیں۔

پھر ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ہیبت کے باعث یہ نہ پوچھ سکے کہ دروازہ کون ہے ہم نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت پوچھا تو معلوم ہو وہ دروازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایسا ہی ہوا کہ فتنہ وفساد بپا ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مزید اضافہ ہو گیا۔

عروہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران کہا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے شام کی طرف روانہ کیا جب وہ فتح ہو گیا مکھن اور شہد بن گیا تو یہاں کسی اور کو مقرر کرنا چاہتے ہیں اور مجھے ہندوستان کی طرف بھیجنا چاہتے ہیں کسی ماتحت فوجی نے کہا جناب! صبر کیجئے، فتنہ وفساد کا دور آ چکا ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! وہ دور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں نہ آئے گا، البتہ ان کی وفات کے بعد آئے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرزاق، معمر، زہری، سالم) عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک کپڑا پہنے دیکھ کر پوچھا نیا ہے یا دھلا ہوا؟ عرض کیا حضور! دھلا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نیا پہن، عمدہ زندگی بسر کر اور شہادت کی موت نصیب ہو اور فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک اور آرام و راحت نصیب کرے۔

تبصرہ امام نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبدالرزاق کی روایت بیان کی ہے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منکر کہا ہے اور یحییٰ قطان نے بھی اس کو منکر کہا ہے اور یہ روایت امام زہری سے ایک اور سند سے مرسل مذکور ہے، حمزہ بن محمد الکنانی الحافظ فرماتے ہیں مجھے علم نہیں کہ زہری سے معمر کے علاوہ کسی نے بھی یہ روایت بیان کی ہو، اور میں اسے صحیح نہیں سمجھتا، واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سند کے راوی اور اس کا متصل ہونا صحیحین کی شرط پر ہے، نیز متعدد روایات میں امام زہری سے معمر کے منفرد ہونے اور تنہا روایت کرنے کو شیخین نے قبول کیا ہے، یہ حدیث امام بزار نے جابر جعفی (ایک ضعیف راوی) کی سند سے عبدالرحمن بن سابط از جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بعینہ اسی طرح مرفوع بیان کی ہے، اور یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، آپ مسجد نبوی کے محراب میں فجر کی نماز کی امامت کے دوران شہید ہوئے۔

تین خلفاء کی پیشگوئی نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مبارک ... سعید بن جمہان) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ... ایک پتھر ... رکھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک پتھر ... لے اور رکھا اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ایک پتھر لا کر رکھا تو بعد ازیں ... فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

تین قبریں روضہ اطہر میں صحیحین میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں گھر سے وضو کر کے اس ارادہ سے نکلا کہ آج کا دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بسر کروں چنانچہ میں نے مسجد میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اس سمت چلے گئے ہیں چنانچہ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چلا گیا اور بئر اریس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے دروازے پر رک گیا اور میں نے اندازہ لگایا کہ رسول اللہ ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو چکے ہیں، تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ ﷺ چاہ اریس کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے پنڈلیاں برہنہ کئے بیٹھے ہیں، اور میں واپس آ کر دروازے پر نگاہ بان کی حیثیت سے بیٹھ گیا، ابھی بیٹھا ہی تھا کہ دروازے پر دستک آئی، پوچھا کون؟ آواز آئی ابوبکر، میں نے کہا ذرا ٹھہریئے، میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کا مژدہ سنا دو، میں جلدی سے واپس آیا اور جنت کا مژدہ سنایا اور اندر تشریف لانے کو کہا چنانچہ آپ ﷺ کی دائیں جانب پنڈلیاں ننگی کر کے بالکل آپ کی طرح بیٹھ گئے اور میں واپس چلا آیا۔

میں اپنے بھائی کو وضو کرتے چھوڑ آیا تھا، اس نے مجھے کہا تھا آپ چلیں، میں بھی آپ کے پیچھے آ رہا ہوں، دل میں خیال آیا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو آ جائے گا، میں اسی خیال میں تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز آئی پوچھا کون؟ آواز آئی عمر، میں نے کہا ذرا توقف فرمائیے، میں نے سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ، چنانچہ میں نے آ کر خوشخبری سنائی اور اندر آنے کی اجازت دی آپ تشریف لے گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئے بالکل اسی طرح پنڈلیاں ننگی کر کے جیسے رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، میں ... اپنے بھائی کا پتہ نہیں آیا اور دروازے پر دستک کی آواز آئی، پوچھا کون؟ بتایا عثمان، عرض کیا ذرا رکئے، رسول اللہ ﷺ کو بتایا عثمان رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت اور جنت کی خوشخبری ... کی زحمت کے ساتھ، میں نے ... تشریف ... اجازت دی آپ ... مستعد ہوتے ہوئے اندر چلے آئے ... پنڈلیاں ننگی کر کے پاؤں لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ گئے بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ ... رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے ان کی نشست سے یہ مطلب سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں اکٹھی ہوں گی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر جدا ہوگی۔

جنت کی خوشخبری: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالاعلیٰ بن ابی مساور، ابراہیم بن محمد بن حاطب، عبدالرحمن بن بجیر) زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا وہ گھر میں گوٹھ مار کر بیٹھے ہوں گے ان کو میرا اسلام کہو اور جنت کی خوشخبری سناؤ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ تمہیں گدھے پر سوار ملیں گے، ان کا گنجا پن چمک رہا ہوگا ان کو بھی میرا اسلام کہو اور بہشت کا مژدہ سناؤ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ تجھے بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے ملیں گے ان کو میرا اسلام کہو اور بڑی مصیبت کے بعد جنت کے حصول کی خوشخبری سناؤ، چنانچہ ان صاحبان کو اسی حالت میں پایا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی اور ہر ایک نے رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بارے میں پوچھا اور وہ آپ کی خدمت میں چلا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپسی پر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کون سی مصیبت پہنچے گی، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو برحق رسول بنا کر بھیجا میں کسی جنگ سے غائب نہ ہوا اور نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور جب سے آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ سے بیعت کی ہے کبھی اس ہاتھ سے شرم گاہ کو نہیں چھوا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بس وہی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبدالاعلیٰ ضعیف راوی ہے اگر اسے یہ حدیث واقعی یاد ہے تو ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے انکے پاس زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بھیجا ہوگا، اور ابوموسیٰ از خود نگہبانی اور حارث کی حیثیت سے چلا آیا ہو۔

مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی صحابی کو بلاؤ، میں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ فرمایا نہیں میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ؟ فرمایا نہیں پھر عرض کیا علی رضی اللہ عنہ؟ بتایا نہیں، میں نے آخر کار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو فرمایا ہاں عثمان رضی اللہ عنہ! جب وہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ذرا ہٹ جاؤ، پھر آپ ان سے چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور عثمان رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوسہلہ کہتے ہیں جب آپ تاریخی یوم میں محصور ہوئے تو عرض کیا کیا آپ ان سے مقابلہ نہ کریں گے؟ فرمایا کلا نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی اور میں اس کا پابند ہوں۔ آپ کی خلافت کے بیان میں تفصیل سے اس کا ذکر آئے گا۔

معجم المنقص والمعالم میں (نعیم بن حماد، عتاب بن بشیر اموی، خصیف، مجاہد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی تو آپ علیہ السلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سرگوشی کر رہے تھے میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے صرف یہ لفظ سنے (ظلما وعدوانا ...) یہ تمہاری زیادتی ہوگی یا رسول اللہ ﷺ، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مجھے ان الفاظ کا مطلب سمجھ آیا۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہودج میں اس قدر تیر پیوست ہوئے کہ وہ خار پشت کی طرح ہوگیا تو فرمایا میری آرزو تھی کہ میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح چھلنی کر دی جاؤں گی ان (مخالفوں) کے سوا انشاء اللہ سب جانتے ہیں کہ میں ان کے قتل سے خوش نہ تھی اگر میں ان کے قتل پر خوش ہوتی تو قتل کر دی جاتی۔

ابوداؤد طیالسی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تم اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کرو گے اور آپس میں تلواریں چلاؤ گے اور بدترین لوگ دنیا کے حکمران ہوں گے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم میں بارہ خلفاء ہوں گے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت بالکل معمولی ہے اور چکی والے صاحب خوشگوار زندگی بسر کریں گے اور شہید ہوں گے کسی نے پوچھا کون یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا لوگ تم سے خلعت خلافت جو اللہ نے عنایت فرمائی ہے اتروانا چاہیں گے، خدا کی قسم! تم نے اسے اتار پھینکا تو جنت میں تب داخل ہو گے جس وقت سوئی کے سوراخ سے اونٹ گزر جائے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رفاقت ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ اپنے نانا ابو حبیبہ سے بیان کرتے ہیں کہ محاصرہ کے دوران وہ ان کے پاس گئے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان سے بات کرنے کی اجازت طلب کر رہے تھے اجازت ملنے کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ تم لوگ میرے وصال کے بعد فتنہ وفساد اور اختلاف سے دوچار ہو گے، کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ تو آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''اس امین اور اس کے رفقاء کی رفاقت اختیار کرو''۔

ایک اور پیشگوئی ... مسند احمد اور ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اسلام کا نظام ۳۶،۳۵ یا ۳۷ سال بخوبی چلے گا پھر یہ لوگ نیست و نابود ہو گئے تو ہلاک شدگان کا یہی انجام ہے اگر اسلامی نظام قائم رہا تو ستر سال بدستور قائم رہے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ ستر سال گزشتہ عرصہ سمیت یا اس کے علاوہ ہے۔ فرمایا وہ اس کے علاوہ ہوں گے۔

اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت، جنگ جمل اور جنگ صفین کی طرف اشارہ ہے اور ستر سال سے بنی امیہ کی مدت حکومت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کی پیش گوئی ۔۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ام ذر رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو میں رو پڑی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں روتی ہو؟ عرض کیا کیوں نہ روؤں؟ آپ رضی اللہ عنہ جنگل میں فوت ہو رہے ہیں نہ تو میں آپ کو دفن کر سکتی ہوں اور نہ ہی میرے پاس کفن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مت رو، اور خوشخبری سن، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہوگا اس کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کا ایک [illegible] اس مجلس میں سب لوگ آبادی میں فوت ہو چکے ہیں اور میں تنہا باقی رہ گیا ہوں جو جنگل میں فوت ہوں گا، [illegible] رسول اللہ ﷺ نے غلط بیان نہیں کیا۔

امام بیہقی نے یہ حدیث متصل بیان کی ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران خلافت ربذہ میں فوت ہوئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک قافلہ میں تشریف لائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی پھر مدینہ میں تشریف لے آئے اور پھر دس روز بعد فوت ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیش گوئی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے، آپ نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا حوض کوثر میں میں تمہارا پیش خیمہ ہوں وہاں تمہارا منتظر ہوں، میں تم میں سے کسی کو ایسے حال میں نہ پاؤں کہ مجھ سے چھین لیا جائے ورنہ میں کہوں کہ وہ میری امت سے ہے اور مجھے جواب ملے کیا آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات اور ایجادات کیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید میں ان میں سے ہوں، میں نے اس اندیشہ کا اظہار رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ان میں سے نہیں ہو، چنانچہ ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور فتنے سے [illegible] پہلے فوت ہو گئے۔ واقدی، ابو عبید وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے اور سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت [illegible] باقی تھے جب وہ فوت ہوئے۔

فتنوں کی پیش گوئی حضرت [illegible] بن زید رضی اللہ عنہ [illegible] روایت ہے [illegible] رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ایک مجلس کو [illegible]
[illegible] رہے ہیں

[illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] قیامت تک ہونے والے فتنوں کا [illegible] رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں تشریف [illegible] تین فتنے ہیں جن سے تم محفوظ [illegible] حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس مجلس کے حاضرین میرے علاوہ سب [illegible]

اللہ و پورے ہو چکے ہیں، بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جنگ جمل اور جنگ صفین سے قبل فوت ہوئے۔ بقول امام ابن کثیر وغیرہ علمائے تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے چالیس روز بعد فوت ہوئے اور آپ کا مقولہ ہے کہ اگر عثمان کا قتل اچھا کارنامہ ہوتا تو لوگ آرام وراحت اور فلاح وبہبود میں ہوتے لیکن ان کا قتل بے معقول فعل اور بیہودہ حرکت تھی، پس لوگ ان کے بعد خون کی ہولی کھیلے، سنو! اگر کوئی تمہارے اس سلوک سے خوش ہو جو تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روا رکھا ہے تو واقعی اسے خوشی کے شادیانے بجانا چاہیے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (سفیان بن عیینہ، زہری، عروہ، زینب بنت ابی سلمہ، حبیبہ بنت ام حبیب، ام حبیبہ ام المومنین) ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام (لا الہ الا اللہ) پڑھتے ہوئے بیدار ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ تھا آپ نے پیشن گوئی فرمائی۔ عرب کے لئے بلاکت ہے اس شر وفساد سے جو قریب آ چکا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں انگوٹھے اور انگشت شہادت کے گول دائرہ کی مقدار سوراخ ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم امت کے نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ فرمایا ہاں جب برائی کثرت سے ہو جائے۔ مسلم اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کر کے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عجیب اتفاق امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ حمیدی سفیان بن عیینہ سے بیان کرتے ہیں۔ مجھے امام زہری کی یہ بات یاد ہے کہ اس سند میں چار خواتین ہیں، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخاری اور مسلم میں یہ روایت زہری سے (سفیان بن عیینہ کے علاوہ) محدثین نے بیان کرتے ہیں نیز شعیب، صالح بن کیسان، عقیل، محمد بن اسحاق، محمد بن ابی عتیق، اور یونس بن یزید بھی بیان کرتے ہیں اور حبیبہ کا نام سند میں ذکر نہیں کرتے...

چنانچہ سفیان بن عیینہ کی بیان کردہ سند کے مطابق اس میں زہری اور عروہ دو تابعی ہیں اور چار صحابیات ہیں دو بیٹیاں اور دو ازواج مطہرات۔ ایسی عجیب سند نہایت کمیاب ہوتی ہے۔ (ھذا عزیز جدا) امام بخاری ایک روایت (زہری بنت حارث، ام سلمہ) بیان فرماتے ہیں کہ آپ بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ کیا خزانے اترے ہیں اور کیا فتنے اترے ہیں؟

عام فتنہ کی پیشن گوئی ابوداؤد طیالسی، صلت بن دینار، عقبہ بن صہبان اور ابو رجاء عطاردی کہتے ہیں ہم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے **واتقوا فتنة لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصة** آیت سنی اور انہوں نے کہا میں عرصہ دراز سے یہ آیت تلاوت کرتا رہا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق نہیں سمجھتا تھا اور اب ہم اس کا مصداق بن چکے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں واپسی کے دوران وادی سباع میں شہید کر دیئے گئے (یہ سند ضعیف ہے) لیکن امام احمد اور امام نسائی نے اسے اور دو سندوں سے بیان کیا ہے (جو اس بات کی تائید کرتی ہے)۔

سنن ابی داؤد میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم کی مجلس میں تھے، آپ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسے بڑا مہیب بتایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم اس کی لپیٹ میں آ گئے تو تباہ کر دے گا، فرمایا بالکل نہیں، آپ کو قتل ہی کافی ہے، سعید بن زید کہتے ہیں وہ سب کے سب زندگی میں قتل ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ امام ابوداؤد، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے سوائے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہر شخص کے فتنہ میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے اے محمد رضی اللہ عنہ! تجھے فتنہ کا خطرہ نہیں (یہ سند منقطع ہے) ابوداؤد طیالسی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جسے فتنہ وفساد نقصان رساں نہ ہوگا، ہم مدینہ منورہ آئے وہاں (شہر سے باہر) محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ خیمہ میں تشریف فرما تھے وجہ پوچھی تو بتایا کہ جب تک یہ فتنہ دب نہ جائے میں شہر میں ... نہیں ... گا۔

سند پر تبصرہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بحستانی بذریعہ عمرو بن مرزوق اور ابوداؤد طیاسی بلاواسطہ شعبہ سے اور وہ (اشعث ابو بردہ، ثعلبہ بن ابی ضبیعہ) حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز امام ابوداؤد بحستانی (مسدد، ابوعوانہ، اشعث بن سلیم، ابی بردہ، ضبیعہ بن حصین ثعلبی) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ تاریخ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سند میرے نزدیک اولیٰ ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابی بردہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ربذہ میں ایک خیمہ کے پاس سے گزر ہوا، میں نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے؟ معلوم ہوا کہ محمد بن مسلمہ کا ہے میں اجازت لے کر اندر آیا اور عرض کیا خدا رحمت کرے، آپ بلند مرتبہ صحابی ہیں، لوگوں کو تبلیغ کریں، نیکی کی دعوت دیں، برائی سے منع کریں تو کتنا اچھا ہے تو انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ عنقریب فتنہ وفساد کا دور ہوگا، اختلاف اور انتشار بپا ہوگا، ایسے وقت آ جائے تو اپنی تلوار کو جبل احد پر مار کر توڑ دے، تیر تلف کر دے، کمان کی تانت ضائع کر دے اور مسکن میں پابند رہ، یہاں تک کہ کوئی خطا کار ہاتھ تیرا کام تمام کر دے یا اللہ تجھے خیر و عافیت عطا کرے، رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کا دور آ چکا ہے اور میں نے آپ ﷺ کی وصیت پر عمل کیا ہے پھر آپ ﷺ نے خیمہ کے ستون کے ساتھ آویزاں تلوار اتار کر دکھائی تو وہ لکڑی کی تلوار ہے اور کہا یہ محض لوگوں کو مرعوب کرنے کی خاطر ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ جب بے راہ لوگوں میں اختلاف برپا ہو تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تلوار کو توڑ کر پابند مسکن ہو جا یہاں تک کہ کوئی خطا کار ہاتھ تیرا کام تمام کر دے یا موت آ جائے۔

مسند احمد کی روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد، زید بن مسلم، ابوعمر) ابوالاشعث صنعانی سے بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف مدینہ منورہ روانہ کیا، مدینہ پہنچ کر میں فلاں (شاید راوی کو نام یاد نہ رہا) کے پاس آیا اور عرض کیا لوگ خانہ جنگی اور قتل وقتال میں مصروف ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا مجھے میرے خلیل ابوالقاسم نے وصیت فرمائی تھی کہ تمہاری زندگی میں فتنہ وفساد سر اٹھائے تو تلوار کی دھار کو جبل احد پر مار کر توڑ دے اور خود گھر میں پابند ہو جا اگر کوئی صحن میں گھس آئے تو بند کوٹھڑی میں چھپ جا اگر وہاں بھی آ جائے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہہ تو میرے اور اپنے گناہ میں ماخوذ ہو اور دوزخی بن، چنانچہ میں تو اپنی تلوار توڑ کر گھر میں پابند ہو گیا ہوں۔

تبصرہ یہ حدیث امام احمد رضی اللہ عنہ نے نام کے ابہام کے باوجود مسند محمد بن مسلمہ میں درج کی ہے، حالانکہ یہ روایت محمد بن مسلمہ کی نہیں بلکہ کسی اور صحابی کی ہے کیونکہ محمد بن مسلمہ نے یزید اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور سب مورخ باتفاق رائے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۴۰ھ اور ۵۰ھ کے مابین فوت ہوئے ہیں، ۴۲ھ، ۴۳ھ یا ۴۷ھ میں، پس واضح ہوا کہ یہ روایت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ کسی اور صحابی کی ہے۔

اھبان کی وصیت الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اھبان بن صیفی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ہمارے ہاتھ مضبوط کرنے سے آپ کو کیا مانع درپیش ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ مجھے میرے خلیل اور آپ کے ابن عم نے وصیت فرمائی تھی کہ عنقریب افتراق واختلاف اور فتنہ وفساد برپا ہوگا جب یہ حالات رونما ہوں تو آہنی تلوار توڑ کر چوبی تلوار تیار کر لے اور گھر میں بیٹھ جا اور ایک روایت میں یہ ہے حتی یاتیک ید خاطئة او منية قاضية

فتنے سے بچنے کی ترکیب بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عنقریب فتنے بپا ہوں گے اس پرفتن دور میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو شخص ان فتنوں کی طرف متوجہ ہوگا وہ اسے اپنی طرف مائل کر لیں گے اور جو شخص پناہ گاہ پائے وہ اس میں پناہ حاصل کرے۔

حق تلفی کی پیشن گوئی بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب حق تلفی، بے وجہ ترجیح اور ناگوار امور کا دور آئے گا، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ایسے دور میں ہمیں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا تم اپنے فرائض ادا کرو اور [illegible]

پورا کرو اپنے حقوق اور مسائل صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔

فتنے کے زمانے کا پروگرام ..مسند احمد میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنہ وفساد کا دور آنے والا ہے، سنو! اس پرفتن دور میں پیادہ چلنے والا ان فتنوں کی طرف دوڑنے والے سے اچھا ہوگا، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اچھا ہوگا، غور کرو! اور لیٹنے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا، سنو! جب یہ فتنے کا دور آجائے تو جس شخص کے پاس بکریوں کا ریوڑ ہو وہ اس میں رہائش اختیار کرلے اور جس کے پاس زرعی رقبہ ہو وہ اس میں سکونت اختیار کرے اور جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ ان کی چراگاہ میں مقیم ہوجائے۔

ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ پر فدا ہوں جس کے پاس بکریاں ہوں نہ اونٹ اور نہ رقبہ تو وہ کیا کرے؟ فرمایا وہ اپنی تلوار کی دھار کو پتھر کی چٹان پر مار کر کند کردے اور توڑ ڈالے، فتنوں سے کنارہ کش ہوجائے پھر فرمایا!

میں نے ان فتنوں سے آگاہ کردیا ہے پھر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (مجھے اللہ تعالیٰ آپ پر قربان کرے) اگر کوئی مجھے ان فتنوں میں جبراً لے جائے اور میں قتل کردیا جاؤں تو میری پوزیشن کیا ہوگی فرمایا گناہوں کا بوجھ اور اس کے اپنے گناہوں کا وبال اس پر ہوگا اور وہ شخص دوزخی ہوگا۔

حواب کے کتے ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن اسماعیل کی معرفت، قیس بن ابی حازم سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ جمل کے سفر کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کو بنی عامر کی آبادی میں پہنچیں اور کتے بھونکے، تو پوچھا یہ کون سی آبادی ہے؟ تو معلوم ہوا یہ "حواب" ہے (تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی "تم میں سے کون سی بی بی ہیں جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے" یاد آگئی) تو واپس لوٹ آنے کا قصد کیا تو ہم سفروں نے کہا لوٹئے نہیں بلکہ ہمارے ساتھ تشریف لے چلئے، آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں مسلمان اپنے درمیان پائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں صلح کا سبب پیدا کردے گا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم ازواج مطہرات کو ایک روز مخاطب کرکے فرمایا تھا:

كيف باحداكن تنبح عليها كلاب الحوب الفتن والملاحم

میں یہ پیش گوئی ابونعیم بن حماد نے یزید بن ہارون سے، ابوخالد کی معرفت قیس مذکور سے بیان کی ہے اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے (غندر، شعبہ، اسماعیل بن ابی خالد) قیس سے بھی بیان کی ہے، یہ سند صحیحین کی شرط کے حامل ہے لیکن انہوں نے اسے بیان نہیں کیا، حافظ ابوبکر بزار، (محمد بن عثمان بن کرامہ، عبداللہ بن موسیٰ، عصام بن قدامہ بجلی، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قریباً یہی متن حدیث بیان کرکے فرماتے ہیں ہمارے علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صرف اسی سند سے مروی ہے۔

جنگ جمل میں پیشن گوئی ۔ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں یہ خبر پہنچی کہ بصرہ کے لوگ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے زیر قیادت جنگ کے لئے جمع ہوچکے ہیں تو وہ پریشان ہوکر گھبرا گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی قسم! اہل بصرہ مغلوب ہوں گے اور شکست کھا جائیں گے، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہوجائیں گے اور اہل کوفہ سے تمہاری امداد کے لئے چھ ہزار ساڑھے پانچ صد افراد آئیں گے یا پانچ ہزار ساڑھے پانچ صد (یہ خلیج راوی کی طرف سے شک ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میرے دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا چنانچہ جب کوفہ پہنچے تو میں نے کہا اب اندازہ ہوجائیگا اگر کوفہ سے مذکورہ بالا کمک آگئی تو یہ ایک پیشن گوئی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی ورنہ یہ صرف ایک جنگی چال ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک فوجی سے پوچھا کوفہ سے کتنی کمک آئی ہے تو اس نے وہی تعداد بیان کی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی تو پھر میں نے کہا یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے بتائی تھی۔

جنگ جمل کے بارے میں ایک وصیت......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت غریب سند سے ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک جنگ میں شمولیت کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑی تو فرمایا اے عائشہ!

دیکھو! تمہاری شمولیت نہ ہو، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے تو ان سے حسن سلوک ونرمی اختیار کرنا۔

اس سے بھی زیادہ ضعیف منکر اور غریب وہ روایت ہے جو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے جنگ جمل میں کیوں شمولیت نہ کی؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ایک قوم جنگ کے لئے نکلے گی اور وہ ہلاک ونا کام ہوگی ان کی قائد ایک عورت ہوگی اور وہ جنتی ہوگی، دراصل حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے محفوظ اور درست روایت وہ ہے جو صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نہایت مفید ثابت ہوئی وہ یہ کہ جب نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اہل فارس نے حکومت کا سربراہ کسریٰ کی بیوی کو بنایا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کسی قوم کی حکومت عورت کے سپرد ہو وہ فلاح اور کامیابی نہیں پاسکتی۔ (لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ)

مسند احمد میں ابووائل سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ روانہ کیا کہ اہل کوفہ کو جنگ کے لئے نکلنے پر آمادہ کریں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دوران تقریر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو تمہارا امتحان مطلوب ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہو یا ان کی بیوی کی۔ یہ پیش گوئی اور وصیت حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

ایک پیش گوئی کا یاد کرانا ۔ عبدالرزاق معمر کی معرفت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی واپسی کا علم ہوا تو فرمایا: اگر وہ حق پر ہوتے تو وہ واپس نہ ہوتے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ سقیفہ بنوساعدہ میں رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کیا آپ علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا ان کی محبت سے کیوں باز رہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوچو! تمہارا کیا حال ہوگا جب تم اس سے ناحق جنگ کرو گے چنانچہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اس حدیث کی وجہ سے میدان جنگ سے واپس چلے آئے (یہ روایت مرسل ہے)

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضعیف حدیث کو ابوالاسود دؤلی سے مرفوع بیان کیا ہے کہ جب حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بالمقابل میدان جنگ میں اترے اور دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خچر پر سوار ہو کر اعلان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا جائے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے اور اتنا قریب ہو گئے کہ ان کی سواریوں کی گردنیں باہم مل گئیں، حضرت علی نے کہا جناب زبیر! خدارا بتاؤ کیا یاد ہے جس روز فلاں مقام پر رسول ﷺ نے کہا تھا اے زبیر! کیا تم علی کو دوست رکھتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا کہ میں اپنے ماموں زاد بھائی اور ہم مذہب کو کیسے دوست نہ رکھوں؟ پھر مجھے مخاطب کر کے کہا تھا کیا تم زبیر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا کہ میں اپنے پھوپھی زاد اور اپنے ہم مذہب سے محبت کیوں نہ کروں؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا واقعی کہا تھا واللہ! میں بھول گیا تھا اور اب تو نے مجھے یاد کرایا واللہ! میں آپ سے جنگ نہ کروں گا چنانچہ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے میدان جنگ چھوڑتے ہوئے نکل گئے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے علی رضی اللہ عنہ نے حدیث یاد دلائی ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

چنانچہ میں ان سے جنگ نہ کروں گا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ لڑائی کے لئے آئے ہیں؟ آپ تو صرف صلح کی خاطر تشریف لائے ہیں پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو جنگ نہ کرنے پر حلف اٹھا چکا ہوں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا (پھر کیا) غلام آزاد کر دیجئے اور صلح تک یہیں قیام کیجئے چنانچہ وہ غلام آزاد کر کے وہیں ٹھہر گئے لیکن جب صلح نہ ہوسکی اور جنگ چھڑ گئی تو واپس چلے گئے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ایک ضعیف سند کے ساتھ) ابووجرہ مازنی سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا جناب زبیر رضی اللہ عنہ! خدارا یہ بتائیے کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ تم علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرو گے اور تم ظالم ہو گے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل سنا تھا لیکن میں بھول گیا تھا۔

زید بن صوحان کے بارے میں پیشن گوئی ۔۔۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ہذیل بن بلال ایک ضعیف راوی، عبدالرحمن بن مسعود،

عبدی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو ۔ یہ جنتی کو دیکھے جس کے جسم کا بعض حصہ اس سے قبل جنت میں جائے گا وہ زید بن صوحان کو دیکھ لے چنانچہ جنگ جلولا ۱۶ھ میں ان کا ہاتھ کٹ گیا اور جنگ جمل ۳۶ھ میں خود شہید ہو گئے ۔

جنگ جمل اور صفین کی پیشن گوئی صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے قبل دو عظیم گروہ باہم جنگ وجدال کریں گے دونوں کا منشور اور مدعا ایک ہی ہوگا، دو فریق سے مراد جنگ جمل اور صفین کے شرکاء ہیں مگر وہ دونوں کا مدعا اسلام تھا، تنازع صرف ملکی انتظام و رعایا کی فلاح و بہبود اور حکمرانی میں تھا تاہم صلح اور جنگ نہ کرنا لڑائی سے بہتر تھا (واللہ اعلم بالخیر)۔

تعداد شامی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان میں سے بیس ہزار شہید ہو گئے، عراقی فوج ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل تھی اور اس میں سے چالیس ہزار شہید ہوئے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال برحق تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال غلطی پر تھے جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسلم شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایک روایت میں ہے "قاتلہ فی النار" اس حدیث میں بعض رافضی "لا انالها الله شفاعتی یوم القیامة" (اور اس کو محشر کے روز میری شفاعت نصیب نہ کرے) کا اضافہ کرتے ہیں یہ اضافہ بالکل بے سند اور رافضیوں کی اختراع ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، ان پر غشی طاری ہوگئی کچھ افاقہ ہوا تو کہا کیوں رو رہے ہو؟ آپ کا یہ خیال ہے کہ میں بستر پر فوت ہوں گا، بالکل نہیں مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا اور آپ کی آخری غذا ... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابو البختری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں دودھ منگوا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا چنانچہ انہوں نے وہ دودھ پیا اور آگے بڑھ کر جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ دودھ سامنے دیکھ کر مسکرائے اور کہا

احر شراب اشربه لبن حين اموت

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لوگ اختلاف کا شکار ہوں گے تو عمار رضی اللہ عنہ برحق گروہ کے ساتھ ہوں گے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فریق میں سے ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو شہید کیا۔

ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں، استیعاب میں ابن عبد البر نے ان کا نام یسار جہنی بتایا ہے، بعض کہتے ہیں مزنی ہیں، مگر صاحب اسد الغابہ نے انکی تغلیط کی ہے پہلے شام میں سکونت اختیار کی پھر واسط چلے آئے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی کیفیت بلا جھجک بیان کیا کرتے تھے ان ... مسند احمد میں ان سے "دمکم و اموالکم علیکم حرام" مروی ہے نیز ایک روایت ان سے مروی ہے

[illegible]

... کہا ... [illegible]

[illegible]

[illegible] ... کہا کہ ان کو یہاں سے اٹھا دو کیونکہ اس کا ہمارے ساتھ کیسا رویہ ہے تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ... رسول اللہ ﷺ کے پاس میرا شکوہ کیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت کی تھی زندگی بھر اپنے والد کی

اطاعت کر، نافرمان نہ بن، چنانچہ میں آپ کے ہمراہ ہوں اور جنگ سے بیزار ہوں۔

امام احمد، عبداللہ بن حرث بن نوفل سے بیان کرتے ہیں کہ صفین سے واپسی کے دوران امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے درمیان چل رہا تھا کہ عبداللہ بن عمرو نے کہا: اباجی! کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا جب آپ نے عمار رضی اللہ عنہ کو کہا تھا:

"ویحک یا ابن سمیه تقتلک الفئة الباغیة"

عمرو نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا کیا آپ اس کی بات سن رہے ہیں؟ تو امیر معاویہ نے کہا یہ ایسی باتیں بنا تا رہتا ہے کیا ہم اسکے قاتل ہیں، دراصل اس کا قاتل تو وہ فریق ہے جو اسے ہمراہ لایا:

"او نحن قتلناه انما قتله من جاؤا به"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل اور تشریح بعید از قیاس ہے بالفرض اگر انکی یہ صحیح ہو تو پھر شہدائے اسلام کا قاتل بھی انکا امیر اور سپہ سالار ہوگا۔

عبدالرزاق، مسعود بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ہم وجاهدوا فی الله حق جهاده (۲۲/۷۸) کے متصل پڑھا کرتے تھے "فی آخر الزمان کما جاهدتم فی اوله" یعنی تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو آخری زمانہ میں جیسے تم پہلے زمانہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یہ پوچھا یہ کب ہوگا؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب بنی امیہ امیر ہوں گے اور بنی مغیرہ وزیر۔

دو ثالثوں کی پیشن گوئی...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، اسماعیل بن فضل، قتیبہ بن سعید، جریر، زکریا بن یحییٰ، عبداللہ بن یزید، وحبیب بن یسار) سوید بن غفلہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فرات کے ساحل پر چل رہا تھا تو آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل میں اختلاف رونما ہوا تو انہوں نے دو ثالث مقرر کیے چنانچہ وہ خود گمراہ تھے اور انہوں نے اپنی پیروی کرنے والوں کو بھی گمراہ کر دیا، سنو! امت محمدیہ میں بھی اختلاف برپا ہوگا وہ بھی دو ثالث مقرر کریں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور اپنے پیروکاروں کو گمراہ کریں گے۔

یہ حدیث ازبس منکر ہے اور اسکا باعث زکریا بن یحییٰ کندی حمیری اعور ہے اور بقول یحییٰ بن معین یہ بالکل لاشئ اور بے کار راوی ہے۔

سنئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ثالث تھے یہ دونوں اکابر اور اخیار صحابہ میں سے ہیں (ہدایت یافتہ اور جنتی ہیں) ان کی ثالثی کی تجویز، صلح اور جنگ بندی پر مبنی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کی وجہ سے سوائے اہل خوارج کے کوئی فریق گمراہ نہیں ہوا۔ ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ثالثی کے موضوع پر مناظرہ کیا چنانچہ ان کی اکثریت تائب ہو کر راہ راست پر آگئی اور باقی ماندہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا ان میں سے اکثر لوگ نہروان میں قتل ہوگئے۔

خوارج کے بارے میں پیشن گوئی...... امام بخاری، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ سب کے سامنے رسول اللہ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ذوالخویصرہ تمیمی نے آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ انصاف فرمائیے، آپ علیہ السلام نے فرمایا اے تجھے خرابی ہو، اگر میں عدل وانصاف نہ کروں تو کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ اجازت فرمائیے اس گستاخ کا سر قلم کر دوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا چھوڑ دو اس گستاخ کے ایسے رفقاء ہوں گے جن کے نماز روزے کے مقابل تم لوگوں کو اپنے نماز روزے حقیر اور ہیچ معلوم ہوں گے، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن گلے کے نیچے نہ اترے گا، اس کی تاثیر سے محروم ہوں گے، وہ لوگ دین سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے، تیر کا ملاحظہ کیا جائے تو اس کے پر دھار اور نوک پر خون کا دھبہ اور شائبہ تک نہ ہوگا اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح جنبش کرتا ہوگا، اور یہ گروہ لوگوں کے افتراق کے وقت بغاوت کرے گا، اور دو طائفوں میں سے جو

حق کے زیادہ قریب ہوگا وہ ان کو قتل کرے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑائی کی، میں اس میں خود شریک تھا، آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان علامات والے آدمی کو تلاش کر کے لایا گیا، اس میں وہی صفات تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی۔

یہ حدیث مسلم اور بخاری میں سات اسناد سے مذکور ہے، مسلم شریف میں ہے کہ بشیر بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے حدیث خوارج رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں سنی ہے اور عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا. وہ لوگ زبان سے تلاوت کریں گے، حلق کے نیچے دل پر اثر نہ ہوگا وہ دین سے باہر نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے، صحیحین میں یہ روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے اس میں ہے کہ یہ لوگ نوخیز، کم عقل ہوں گے، زبان سے اسلام کے دعویدار ہوں گے مگر وہ ایمان سے خالی ہوں گے ان کو جہاں پاؤں تہ تیغ کر دو، ان کے قتل میں اجر و ثواب ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ روایت حلفاً بیان کی ہے کہ میں نے یہ حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے سنی۔

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ذوالخویصرہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ پہاڑی شیطان ہے، گھوڑوں کے چرواہے جیسا ہے، اسے بجیلہ قبیلہ کا اشہب نامی شخص لائے گا، سفیان رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شیطان ردھہ کو قتل کیا۔

ملعون لشکر ۔علی بن عیاش، حبیب کی معرفت مسلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مروہ کا لشکر، اور نہروان کے مقتولین کو رسول اللہ ﷺ نے ملعون کہا ہے بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مروہ کے لشکر سے مراد قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (روایت بیہقی)

قرآن کریم کی تشریح ۔۔۔امام بیہقی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جیسے میں نے قرآن کریم نازل ہونے پر جنگ کی ہے بعض لوگ تم میں سے اس کی تاویل و تفسیر پر جنگ لڑیں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ میرے حق میں ہے؟ فرمایا نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس سے مراد میری ذات ہے۔ فرمایا نہیں، بلکہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو قریب بیٹھے جوتا ٹھیک کر رہے تھے، یعقوب بن سفیان، لاحق سے نقل کرتے ہیں خوارج کی تعداد چار ہزار تھی، نہروان میں مسلمانوں نے ان کو نیست و نابود کر دیا اور مسلمانوں سے صرف نو آدمی شہید ہوئے چاہو تو ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کر لو وہ اس بات کی تائید و توثیق کریں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوارج کے ساتھ جنگ و جدال کی روایت رسول اللہ ﷺ سے حد تواتر کو پہنچی ہے جو کہ قطعی علم کے موجب ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشن گوئی ۔۔۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ غزوہ عشیرہ سے واپسی کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاک آلود دیکھ کر فرمایا اے ابوتراب! میں بتاؤں کہ سب سے زیدہ بدبخت دو انسان کون ہیں؟ عرض کیا فرمائیے! تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ایک قوم ثمود کا سرخا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں، دوسرا اے علی! جو تیرے سر پر تلوار مار کر داڑھی کو رنگین کرے گا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فضالہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے والد ابوفضالہ انصاری بدری ش ۳۷ھ کے ہمراہ ''ینبع'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے گیا، آپ خطرناک اور مہلک مرض میں مبتلا تھے میرے والد نے کہا جناب! آپ یہاں کیوں مقیم ہیں؟ خدانخواستہ فوت ہو گئے تو یہاں جہینہ قبیلہ کے لوگ ہی کفن دفن کا انتظام کریں گے لہٰذا فوراً مدینہ روانہ ہو جائیے، اگر موت آئی بھی تو اپنے گھر بار والے کفن دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کریں گے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا تھا کہ تجھے موت تب آئے گی جب سر کے زخم سے

داڑھی تر بتر ہو جائے گی۔

ابوداؤد طیالسی نے زید بن وہب سے بیان کیا ہے کہ ایک خارجی لیڈر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ سے ڈر، بس تو موت کے منہ میں آنے والا ہے، تو آپ نے کہا واللہ میں قتل ہوں گا، سر پر ایک کاری ضرب سے جس سے میری داڑھی رنگین ہو جائے گی، یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اور قضا مبرم ہے، غلط بیان کرنے والا خائب و خاسر ہے۔

امام بیہقی، ابوسنان مدرکی، ابوادریس ازدی، ثعلبہ بن یزید حمامی، ان تینوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم سے میری امت بے وفائی کرے گی۔ بقول امام بخاری ثعلبہ راوی محل نظر ہے اور اس کی متابعت کم ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر اور داڑھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

واللہ! یہ سر کے خون سے تر ہو گی اور قاتل روکا نہ جائے گا، یہ سن کر عبداللہ بن سبیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جناب امیر المومنین واللہ! اگر کسی نے یہ حرکت کی تو ہم اس قبیلہ سے بدلہ لیں گے آپ نے فرمایا میرے قاتل کے بغیر کسی اور کو قتل نہ کرنا۔

حاضرین نے کہا آپ خلیفہ نامزد کر دیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہ کروں گا، لوگوں نے کہا نامزدگی کے بغیر فوت ہو گئے تو خدا کے ہاں کیا جواب دیں گے تو فرمایا میں عرض کروں گا خدایا، جب تک تو نے مجھے زندگی بخشی میں خلافت کے امور سرانجام دیتا رہا، جب تو نے مجھے اپنے ہاں بلا لیا تو وہ تیرے سپرد ہیں تو چاہے تو ان کو فلاح و بہبود سے نوازے اور اگر چاہے تو ان میں فتنہ و فساد برپا کر دے۔

یہ روایت موقوف ہے الفاظ اور معانی دونوں لحاظ سے عجوبہ پن کا مظہر ہے مگر مشہور بات یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لئے گھر سے باہر نکلے تو مکان کے چھجے کے پاس ابن ملجم نے نیزہ مارا، آپ دو یوم زندہ رہے، ابن ملجم کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصی اور جانشین مقرر فرمایا، جب آپ فوت ہو گئے تو ابن ملجم کو بطور قصاص و بدلہ یا حد قتل کر دیا گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی...... بخاری شریف میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر گھر سے نکلے اور ان کو گود میں لے کر منبر پر چڑھے پھر فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرا دے گا (کتاب الصلح) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک لشکر جرار لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بالمقابل آئے تو حضرت عمرو بن العاص نے کہا میرے خیال میں یہ لشکر اپنے مد مقابل کو تہس نہس کر کے ہی واپس لوٹے گا تو امیر معاویہ نے (واللہ! جو ایک بہترین انسان تھے) کہا جناب عمرو! اگر فریقین شہید ہو گئے تو دنیا کے امور کون سرانجام دے گا، عورتوں کا کیا حال ہو گا، زمین کون سنبھالے گا؟ چنانچہ آپ نے عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صلح کی خاطر بھیجا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کا مطالبہ کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا جانی اور مالی بے شمار نقصان ہو چکا ہے تو دونوں قاصدوں نے کہا امیر معاویہ اس کی تلافی کریں گے، آپ نے فرمایا اس بات کا ضامن کون ہے تو انہوں نے اس کی ذمہ داری اٹھائی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح فرمائی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے منبر پر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے، کبھی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف، اور آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے۔

فائدہ:...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں علی بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ اس حدیث سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہوتا ہے۔

بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی یہ روایت ابی موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ، اشعث اور زید بن علی بن جدعان، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے

ہیں۔ چنانچہ یہ پیشگوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ایک عظیم لشکر لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے اور امیر معاویہ بھی اپنا لشکر لے آئے اور دونوں صفین میں فروکش ہو گئے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مصالحت قبول کر لی اور امور سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے چنانچہ دونوں فریقوں نے آپ کی متفقہ طور پر بیعت کر لی، اس لئے اس سال کا نام عام الجماعۃ مشہور ہوا کہ ایک امیر پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دونوں فریق مسلمان ہیں، ان دونوں یا ایک فریق کو کافر کہنے والا خطا کار ہے اور فرمان رسول کا مخالف نیز حدیث سفینہ میں جو مدت خلافت ۳۰ سال مذکور ہے وہ پایہ تکمیل کو پہنچی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی..... الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد (محمد بن فضیل، سری بن اسماعیل، عامر شعبی، سفیان بن عیینہ، حسن بن علی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اختتام دنیا سے قبل امت مسلمہ کا اتفاق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر ہوگا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک ضعیف راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر کی معرفت عبدالملک بن عمار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں، واللہ! مجھے حکومت پر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان نے آمادہ کیا معاویہ! اگر حکومت میسر ہو تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پانی کا لوٹا لے کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہوئے، آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا معاویہ! اگر حکومت ملے تو خدا ترسی سے کام لینا اور انصاف کرنا، حضرت امیر معاویہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر یقین ہو گیا کہ سلطنت سے میری آزمائش ہوگی۔

راشد بن سعد داری، امیر معاویہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا معاویہ! اگر تو لوگوں کے مخفی عیوب کی ٹوہ میں لگا رہا تو رعایا کو خراب اور اس کا اعتماد کھو بیٹھے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی جو ان کو مفید رہی۔

شام کے بارے میں پیشن گوئی امام بیہقی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مدینہ منورہ میں خلافت ہوگی اور شام میں حکومت اور سلطنت۔ امام احمد حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کتاب میرے تکیہ کے نیچے سے اٹھالی گئی ہے مجھے گمان ہوا کہ وہ نابود ہو جائے گی، پھر میں نے دیکھا کہ اسے شام پہنچا دیا گیا ہے، سنو! پر آشوب دور میں ایمان شام میں ہوگا۔

امام بیہقی نے قریباً یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مختلف اسناد سے بیان کی ہے۔

شام میں ابدال عبدالرزاق، عبداللہ بن صفوان سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جنگ صفین میں کہا: الٰہی! اہل شام پر لعنت بھیج تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اہل شام کو سب و شتم نہ کرو ہاں ابدال ہیں، یہ تین بار کہا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، شریح بن عبید حضرمی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس عراق میں اہل شام کا تذکرہ ہوا تو لوگوں نے عرض کیا ان پر لعنت بھیجئے تو آپ نے لعنت سے انکار کر کے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ شام میں یکے بعد دیگرے چالیس ابدال ہوں گے۔ ان کی وجہ سے باران رحمت نازل ہوگا، دشمنوں پر فتح ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب رفع ہوگا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس میں منفرد ہیں اور اس میں انقطاع ہے، امام ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ روایت منقطع ہے اور شریح حضرمی کا سماع حضرت ابو امامہ اور حضرت ابو مالک اشعری سے ثابت نہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیونکر ہو سکتا ہے جو ۴۰ھ میں ان سے قبل فوت ہو چکے ہیں۔

قبرص کے بارے میں پیشن گوئی۔ ....امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنی محرم ام حرام بنت ملحان زوجہ عبادہ بن صامت کے ہاں تشریف لائے اس نے کھانا کھلایا اور سر سے جوئیں دیکھیں پھر آپ علیہ السلام سو گئے اور خواب راحت سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اس نے آپ علیہ السلام سے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو کہ بحر اخضر میں جہاد کے لئے سوار ہوں گے جو بادشاہوں کی طرح تخت پر متمکن ہیں۔

ام حرام نے ان میں شمولیت کی خاطر دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا فرمائی، پھر آپ لیٹ کر سو گئے اور پھر حسب سابق مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو پھر ام حرام نے ہنسی کی وجہ پوچھی تو فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھائے گئے ہیں جو سمندر میں سوار ہیں جہاد کی خاطر۔ ام حرام نے پھر وہی دعا کی درخواست پیش کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو پہلے گروہ میں شامل ہے، چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا امیر معاویہ کے عہد خلافت میں بحری جہاد میں گئیں، واپسی میں سمندر سے باہر نکلتے وقت سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔

اسحاق بن یزید دمشقی (یحییٰ بن حمزہ قاضی، ثور بن یزید) خالد بن معدان سے بیان کرتے ہیں کہ عمیر بن اسود عنسی، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ ایک خیمہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ دریائے حمص کے ساحل پر تھے ان کی بیوی ام حرام نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا وہ جنتی ہے ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا شمار بھی ان میں ہے؟ فرمایا تو ان میں شامل ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا اور وہ بخشش یافتہ ہے، میں نے پھر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی ان میں شامل ہوں گی؟ فرمایا نہیں۔ یہ روایت صحاح ستہ میں سے صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے البتہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن حمزہ قاضی سے ایک ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔

یہ پہلا جہاد ۲۷ھ میں ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عہد خلافت میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں حاکم تھے ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ہمراہ گئیں اور واپسی میں فوت ہو گئیں، دوسرا جہاد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ میں ہوا اس کے امیر کارواں یزید بن معاویہ تھے ان کے ہمراہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی جہاد میں شریک ہوئے اور وہیں فوت ہو گئے۔

ہندوستان کے بارے میں پیشنگوئی۔ امام احمد (ہشیم، سیار بن حسین بن عبیدہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ہند کے غزوہ کا وعدہ فرمایا اگر میں نے وہ زمانہ پایا اور وہاں میں شہید ہو گیا تو بہترین شہید ٹھہروں گا اگر زندہ واپس لوٹ آیا تو دوزخ سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا۔

امام نسائی ۳۰۲ھ نے بھی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن اسحق، براء، حسن بصری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صادق مصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ سندھ اور ہند میں جہاد کے لئے جائے گا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر میں زندہ رہا اور وہاں شہید ہو گیا تو یہی مطلوب ہے، اگر میں زندہ واپس چلا آیا تو ابو ہریرہ محدث ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہو گا، ۴۲ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ہندوستان سے جنگ ہوئی، ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کی حکومت سے جنگ کی اور سومنات فتح کیا اور ان کے بڑے بڑے بت کو توڑ ڈالا اور بے شمار اسیر اور مال غنیمت لے کر فتح مند واپس آیا۔

ترک سے جہاد کی پیشن گوئی......امام بخاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت سے قبل تم لوگ ایسی قوم سے جنگ کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے، تم چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہروں والے، چپٹی ناکوں والے (گویا کہ وہ ہتھوڑوں سے پٹی ہوئی ڈھالیں ہیں) ترکوں سے جنگ کرو گے۔

خوذا اور کرمان سے جہاد کی پیشن گوئی۔ ....امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: روزِ محشر سے پہلے تم خوز اور کرمان کی عجمی اقوام سے جہاد کرو گے انکے چہرے سرخ چپٹی ناکیں، چھوٹی آنکھیں ہیں گویا ان کے چہرے چوڑے چپٹے پٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہیں اور ان کے جوتے بال کے ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ''خوز'' خاء معجمہ کے ساتھ عبدالرزاق راوی نے بیان کر کے غلطی کی ہے، دراصل وہ جیم ہے یعنی جوز او رکر مان جو کہ مشرق کا معروف شہر ہے، واللہ اعلم۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی رفاقت تین سال نصیب ہوئی اور مجھے حدیث یاد کرنے کا بڑا شوق تھا، رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا:

''قیامت سے قبل تم ان لوگوں سے جہاد کرو گے جن کے جوتے بال کے ہوں گے۔''

سفیان سے ''وھم اہل البارز'' بھی مروی ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مشہور روایت ''را'' صلہ کے بعد ''زاء'' معجمہ ہے شاید اس میں سے کسی سے تصحیف اور تبدیلی ہوگئی ہے، دراصل ''بازر'' سوق یعنی بازار کے معنی میں ہے واللہ اعلم۔

غرضیکہ صحابہ کرام کے آخری دور میں ترک سے جنگ ہوئی اور ان کو شکست ہوئی اور نبی علیہ السلام کی پیشن گوئی پوری ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسحاق بن یوسف ازرق، ابن عون، محمد بن سیرین) بشر بن عباد رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے دو رکعت مختصری نماز پڑھی اس کے چہرے پر خشوع و خضوع کے اثرات نمایاں تھے لوگوں نے کہا یہ جنتی شخص ہے جب وہ مسجد سے باہر نکلا تو میں بھی اجازت لے کر ان کے ساتھ چلا آیا کچھ مانوس ہوا تو عرض کیا۔ جب آپ مسجد میں آئے تو لوگوں نے آپ کو جنتی کہا۔ اس نے کہا واہ سبحان اللہ! بغیر علم بات کرنا مناسب نہیں، واقعہ یہ ہے کہ میں نے عہد نبوی ﷺ میں ایک خواب دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس بیان کیا کہ میں ایک سرسبز باغ میں ہوں

اور اس کے وسط میں ایک فلک بوس لوہے کا ستون ہے اس کی چوٹی پر ایک کنڈا ہے مجھے کسی نے کہا اس پر چڑھو، عرض کیا مجھ میں سکت نہیں، تو وہ ایک خادم لایا اس نے مجھے پیچھے سے اٹھا کر کہا چڑھو میں نے اوپر چڑھ کر کنڈا پکڑ لیا اس نے کہا مضبوطی سے پکڑ لو، میں خواب سے بیدار ہوا تو وہ کنڈا میرے ہاتھ میں تھا۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ خواب سنایا تو آپ ﷺ نے تعبیر بتائی باغ سے مراد چمن اسلام ہے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون ہے اور کنڈے سے مراد ایمان ہے، آپ کی وفات اسلام پر ہوگی۔ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔

شہادت کا رتبہ نہ ملے گا..... امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مجھے ایک پہاڑ کے پاس لا کر کہنے لگے اس پر چڑھیے، میں نے چڑھنے کی مسلسل کوشش کی مگر چڑھ نہ سکا اور سر کے بل گر پڑا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہاڑ شہیدوں کا رتبہ ہے، آپ اس سے محروم ہوں گے۔

چنانچہ یہ پیشن گوئی اور خواب کی تعبیر اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ کو شہادت کا رتبہ نہ ملا اور ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ (بقول قاسم بن سلام)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پیشن گوئی...... تاریخ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، یزید بن اصم سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں بیمار پڑ گئیں اور وہاں کوئی ان کا بھانجا تیماردار نہ تھا تو آپ نے کہا: مجھے یہاں سے لے چلو مجھے یہاں موت نہ آئے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مکہ میں فوت نہ ہوں گی چنانچہ آپ کو سرف مقام میں لے آئے جہاں رسول اللہ ﷺ نے آپ سے شادی کی تھی، چنانچہ ۵۱ھ میں سرف مقام میں فوت ہوئیں۔

حجر بن عدی اور دیگر احباب..... یعقوب بن سفیان (ابن بکیر، ابن لھیعہ، حارث، یزید) عبداللہ بن رزین غافقی سے بیان کرتے ہیں

کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی کہ اے عراقیو! تم میں سے سات آدمی مقام عذرا پر قتل کئے جائیں گے اور ان کی مثال ''اصحاب اخدود'' یعنی کھائیوں والوں کی ہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ابونعیم نے یہ بیان کیا ہے کہ زیاد بن سمیہ نے برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نازیبا کلمات سے تذکرہ کیا تو حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں مگر پھر وہیں پھینک دیں اور ان کے آس پاس سے لوگوں نے زیاد کو کنکریاں ماریں، زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ مجھے منبر پر حجر نے کنکریاں ماری تھیں (اور میری توہین کی ہے) چنانچہ امیر معاویہ نے یہ جواب تحریر کیا کہ حجر وغیرہ کو میرے پاس بھیج دو، چنانچہ جب حجر وغیرہ لوگ دمشق کے قریب عذرا مقام پر پہنچے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کروا دیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی پیشن گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے سنے بغیر بیان نہیں کر سکتے۔

یعقوب بن سفیان (حرملہ، ابن وہب، ابن لھیعہ) ابی الاسود سے بیان کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو آپ نے کہا: تم نے حجر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کیوں قتل کیا؟ تو عرض کیا اے ام المومنین! قوم کی اصلاح کی خاطر ان کا قتل ہوا ہے کیونکہ ان کی زندگی فتنہ کی موجب تھی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عذرا مقام پر لوگ قتل ہوں گے، اللہ تعالیٰ اور آسمان والے ان کی خاطر ناراض ہوں گے۔

یعقوب بن سفیان، مروان بن حکم سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاویہ! تم نے حجر وغیرہ کو قتل کر کے ایک ناگوار حرکت کی ہے تجھے خطرہ لاحق نہ ہوا کہ میں یہاں کوئی قاتل چھپا کر تجھے قتل کروا دیتی، تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے کوئی اندیشہ نہیں، میں تو دارالامن میں ہوں، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایمان اچانک غفلت کی حالت میں مار ڈالنے سے مانع ہے اے ام المومنین! مومن غفلت میں کسی کو نہیں مارتا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اپنی ضروریات کے سلسلہ میں مجھے آپ نے کیسا پایا؟ فرمایا صالح اور اچھا۔

دسویں آدمی کی موت آگ سے ہوگی ..... یعقوب بن سفیان (عبیداللہ بن معاذ، ابوہ، شعبہ، ابی سلمہ، ابونضرہ عبدی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کرام کی موجودگی میں فرمایا (ان میں ایک سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ تھے) کہ ''تم میں سے آخری آدمی کی موت آگ سے ہوگی'' اس روایت کے راوی ثقہ ہیں صرف ابونضرہ عبدی کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، واللہ اعلم۔

انس بن حکیم کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں آتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو وہ رسمی گفتگو سے بھی پہلے حضرت سمرہ بن جندب کا حال ضرور پوچھتے۔ جب ان کو ٹھیک ٹھاک صحت بتاتا تو وہ خوش ہوتے، ایک دفعہ بتایا کہ ہم ایک مکان میں دس افراد تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، ہمارے چہروں کو دیکھا اور کواڑ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہا: تم سے آخری شخص کی موت آگ سے ہوگی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آٹھ اشخاص فوت ہو چکے ہیں میرے اور سمرہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی زندہ نہیں اور اب مجھے طبعی موت کے علاوہ کوئی چیز عزیز نہیں، یعقوب بن سفیان، اوس بن خالد سے بیان کرتے ہیں جب میری ملاقات حضرت ابو محذورہ سے ہوتی تو وہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا حال پوچھتے۔

میں نے ان سے دریافت کیا: کیا راز ہے جب میں آپ کے پاس آتا ہوں تو آپ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا حال پوچھتے ہیں اور جب ان کے پاس جاتا ہوں تو وہ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں سمرہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مکان میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آخرکم موتا فی النار'' چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۵۷ھ میں فوت ہوئے پھر ابو محذورہ ۵۹ھ میں فوت ہوئے، بعد ازیں سمرہ رضی اللہ عنہ ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔

عبدالرزاق، معمر، ابن طاؤس وغیرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور ایک

آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا تم سب سے آخری شخص آگ سے فوت ہوگا، چنانچہ وہ آدمی مر گیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ زندہ تھے، جب کوئی آدمی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مذاق سے کہہ دیتا سمرہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے ہیں تو وہ بے ہوش ہو جاتے اور ان پر غشی طاری ہو جاتی چنانچہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیشتر خوارج کا قتل کیا (اور وہ آگ سے فوت ہوئے)۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات میں سے اکثر کو انقطاع اور ارسال کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ احتمال ہے وہ بعض گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں پھر ایمان اور توحید کی بدولت سفارشیوں کی سفارش سے نجات پائیں (واللہ اعلم) مگر یہ احتمال درست نہیں کیونکہ ہلال بن علاء رقی بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے حوالہ سے بتایا کہ سمرہ رضی اللہ عنہ نے تاپنے کے لئے آگ منگوائی، اہل خانہ کی غفلت کی بناء پر وہ اس میں گر کر فوت ہو گئے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کزاز مرض (جو سخت سردی سے پیدا ہوتا ہے) میں مبتلا تھے، شدید گرم پانی سے بھرے ہوئے دیگچے بخارات حرارت حاصل کرنے کی خاطر بیٹھا کرتے تھے، ایک روز اس میں گر کر فوت ہو گئے، آپ ۶ ماہ بصرہ میں زیاد کی نیابت اور سرکاری امور سرانجام دیتے رہے، اسی طرح کوفہ میں ۶ ماہ قیام کرتے، آپ خوارج کے لئے شمشیر برہنہ تھے اور فرمایا کرتے تھے آسمان تلے یہ بدترین مقتول ہیں، محمد بن سیرین اور حسن بصری وغیرہ علماء بصرہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا شوق شہادت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (مسلم بن ابراہیم، عمرو بن مرزوق واضحی، یحییٰ بن عبدالحمید بن رافع) حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: غزوہ احد یا حنین میں انکی چھاتی پر تیر لگا وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تیر جسم سے باہر نکال دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا رافع! چاہو تو تیر بمع دستے کے نکال دیتا ہوں ارادہ ہو تو صرف تیر نکال دوں اور دستہ جسم میں پیوست رہنے دوں اور میں روز محشر تمہاری شہادت کا گواہ ہوں گا۔ تو رافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: صرف تیر نکال دیں اور دستہ جسم میں پیوست رہنے دیں اور میری شہادت پر گواہ رہیں، چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ م ۶۰ھ کے عہد خلافت میں ان کا زخم ہرا ہو گیا اور وہ عصر کے بعد فوت ہو گئے مگر واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ وہ ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہوئے، واللہ اعلم۔

بنی ہاشم کے فتنہ و فساد کے دور کی پیشن گوئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب حق تلفی بلا وجہ ترجیح اور ناگوار امور کا دور آئے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو پھر کیا ارشاد ہے فرمایا: تم اپنے فرائض سر انجام دو اور اللہ سے اپنے حقوق اور مطالبے مانگو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو یہ قریش تباہ و برباد کر دیں گے، دریافت ہوا، یا رسول اللہ! آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: کاش کہ لوگ ان سے جدا رہیں۔

مسلم اور بخاری میں سعید اموی سے مذکور ہے کہ ایک بار میں مروان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا وہ بیان کر رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیز جوانوں کے ہاتھ سے ہوگی، مروان رحمۃ اللہ علیہ نے از راہ تعجب کہا، نوخیز نوجوانوں کے ہاتھوں، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم چاہو تو میں نام بنام گنوا دوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "هلكة امتى على يدى غلمة" تو مروان نے تخت حکومت پر متمکن ہونے سے قبل ان نوخیز نوجوانوں پر لعنت بھیجی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں چاہوں تو ان کا حسب و نسب بیان کر دوں۔ ابو امیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ اور دادا کے ہمراہ شام میں بنی مروان کے حکمرانوں کے پاس جایا کرتا تھا وہ لڑکوں کو بلکہ شیر خوار بچوں کو حکومت کے لئے نامزد کرتے اور یہ سب حضرات بالکل حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا صحیح مصداق ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (ابو عبدالرحمن، حیوہ) بشر بن ابی عمرو خولانی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے ولید بن قیس تجیبی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ میں نے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ ۶۰ ھ کے بعد ایسے ناخلف اور نالائق پیدا ہوں گے نماز گنوادیں گے اور دنیا کے مزوں میں لگ جائیں گے پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا قرآن کریم کی تلاوت تین قسم کے لوگ کرتے ہیں مومن، منافق، فاجر۔

بشر نے ولید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا یہ کیسے؟ تو فرمایا منافق اس کا منکر ہوتا ہے، فاجر کا یہ ذریعہ معاش اور مومن کا اس پر ایمان ویقین ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا اے لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے مت دیکھو، ان کے بعد تم لوگ دیکھو گے کہ سر کندھوں سے جدا ہو جائیں گے۔

امام حاکم وغیرہ عمر بن ہانی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے بازاروں میں چلتے ہوئے دعا کیا کرتے تھے الٰہی امیری زندگی میں ۶۰ ھ نہ آئے۔ لوگو! امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تھام لو۔ خدایا! مجھے نوخیز لڑکوں کی حکومت سے بچا لے، بقول امام بیہقی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی باتیں اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لامحالہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سماعت فرمائی ہوگی۔

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلامی نظام بالکل درست رہے گا، یہاں تک کہ بنوامیہ کا ایک آدمی اس میں خلل انداز ہوگا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عوف اعرابی، ابوخلدہ، ابوالعالیہ) ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ پہلا شخص جو میرے طریقے اور اسلامی نظام کو تبدیل کرنے والا ہوگا بنوامیہ کا ایک فرد ہوگا۔

یہ حدیث منقطع ہے۔ ابوالعالیہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا باہمی لقا نہیں۔ لیکن امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا روایت کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی بناء پر اس کو راجح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ قرین قیاس یہ ہے کہ اس شخص سے مراد یزید ہوگا۔ (واللہ اعلم)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید کے بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں، اہل شام کے ناصبی ان سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور رافضی ان کو برا بھلا کہتے ہیں زندیق اور بے دین سمجھتے ہیں اور بے سروپا اتہام لگاتے ہیں، تیسرا گروہ نہ اس سے اندھی عقیدت رکھتا ہے اور نہ گالی گلوچ دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ وہ زندیق نہیں ہیں جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے۔

یزید کے عہد حکومت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ایک عظیم المیہ پیش آیا، ممکن ہے یزید نے اسے نہ برا سمجھا ہو نہ اچھا کیونکہ یہ المیہ اس کی لاعلمی میں ہوا، اسی طرح مدینہ منورہ کا محاصرہ بھی ایک شنیع اور نہایت برا عمل ہے، دراصل یزید کے دور حکومت میں ایسے ناگوار اور ناپسندیدہ امور کا ظہور اس کی شخصیت کو مجروح اور داغدار کرنے کے لئے بس کافی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشن گوئی

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عبدالصمد بن حسان، عمارہ بن زاذان، ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ فرشتہ ابروباراں نے آنحضور ﷺ سے زیارت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت کی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ دروازے کا خیال رکھنا کوئی اندر نہ آنے پائے پھر حسین رضی اللہ عنہ کودتے ہوئے اندر چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے شانہ مبارک پر چڑھنے لگے، فرشتے نے کہا کیا آپ کو یہ پیارا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں، تو فرشتے نے کہا آپ علیہ السلام کی امت اسے قتل کر دے گی چاہیں تو میں آپ کو مقتل دکھا دوں؟ چنانچہ فرشتے نے آپ علیہ السلام کو وہاں کی سرخ مٹی دکھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ مٹی دامن میں باندھ لی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے کہ حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔

تبصرہ: یہ حدیث عمارہ بن زاذان سے عبدالصمد کے علاوہ سفیان بن ... نے بھی بیان کرتے ہیں نیز یہ حدیث ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی سنن بیہقی میں مذکور ہے باقی رہا عمارہ بن زاذان کی شخصیت مختلف فیہ ہے بقول امام ابوحاتم اس کی حدیث قابل تحریر ہے قابل حجت نہیں اور نہ ہی قوی اور مضبوط ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کی حدیث کی بھی توثیق کرتے ہیں اور کبھی اس کو ضعیف کردانتے ہیں۔

مقتل کی مٹی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (امام حاکم وغیرہ، اصم، عباس دوری، محمد بن خالد بن مخلد، موسیٰ بن یعقوب، ہاشم بن ہاشم، عتبہ بن ابی وقاص) عبداللہ بن وہب بن زمعہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز لیٹے اور پریشانی کی حالت میں بیدار ہوئے پھر لیٹ کر سو گئے، پھر بے چین اور حیران ہو کر بیدار ہوئے (مگر یہ حیرانی پہلے کی نسبت کچھ کم تھی) پھر لیٹے اور بیدار ہوئے، آپ علیہ السلام کے دست مبارک میں سرخ مٹی تھی آپ علیہ السلام اسے ہاتھ میں الٹ پلٹ رہے تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون سی مٹی ہے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے جبرائیل امین نے بتایا کہ یہ عراق میں حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل کی مٹی ہے میں نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا تھا کہ مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل گاہ کی مٹی دکھا چنانچہ اس نے کہا یہ وہ مٹی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ابان بواسطہ شہر بن حوشب اور ابوموسیٰ جہنی بواسطہ صالح بن یزید نخعی رحمۃ اللہ، یہ بھی منقول ہے۔

مسند ابوبکر بزار میں (ابراہیم بن یوسف صیرفی، حسین بن عیسیٰ، حکم بن ابان، عکرمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھے تھے، جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا: کیا آپ اس سے پیار اور محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیونکہ محبوب نہ ہو وہ میرا لخت جگر ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ کی امت اسے قتل کرے گی، میں آپ کو اس کی قبر کی مٹی دکھاتا ہوں چنانچہ وہ ایک مشت سرخ مٹی لائے۔

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے علم میں یہ صرف اس سند سے مروی ہے اور حسین بن عیسیٰ، حکم بن ابان سے ایسی روایات بیان کرتے ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں ہوتیں، امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حسین بن عیسیٰ بن مسلم حنفی ابوعبدالرحمٰن کوفی برادر سلیم قاری کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مجہول الحال ہے اگرچہ اس سے سات راوی بیان کرتے ہیں، امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اسے منکر الحدیث کہتے ہیں، امام ابو حاتم اس کو غیر قوی کہتے ہیں اور حکم بن ابان سے منکر روایات بیان کرتا ہے، امام ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی روایات کم ہیں اور ان میں بھی اکثر غریب ہیں اور بعض منکر ہیں اور ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حکم وغیرہ، ابی الاحوص، محمد بن ہیثم قاضی، محمد بن مصعب، اوزاعی، ابوعمار شداد بن عبداللہ) ام فضل بنت حارث سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آج شب مجھے ایک برا خواب آیا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا بتاؤ تو اس نے عرض کیا کہ آپ کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کٹ کر میری آغوش میں آپڑا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ خواب بہت اچھا ہے، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے انشاء اللہ بچہ پیدا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں دے دیا ذرا سی دیر کے بعد دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اشکبار ہیں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قربان جاؤں کیا بات ہے؟ فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے تیری امت اسے قتل کرے گی میں نے عرض کیا اس بیٹے کو، تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا پھر انہوں نے مجھے تربت کی سرخ مٹی دکھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تعبیر بیان کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ام فضل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا کہ میری گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک جسم کا ایک عضو ہے، آپ نے تعبیر بتائی کہ انشاء اللہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوگا اس کی کفالت ونگہداشت تو کرے گی۔

چنانچہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کو دیا، انہوں نے قثم بن عباس کے ہمراہ اسے دودھ پلایا، وہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں حسین رضی اللہ عنہ کو لئے آپ کی زیارت کے لئے گئی تو آپ علیہ السلام نے اسے سینے میں بٹھالیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پیشاب کر دیا، جس سے آپ ﷺ کی ازار تر ہوگئی، میں نے اس کے کندھوں پر معمولی سی چپت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ رحم کرے، تم نے میرے لخت جگر کو اذیت دی۔

میں نے عرض کیا چادر دیں اور اسے پاک کردوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب کو صرف

چھینٹا لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خواب ...امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ عمار، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو پراگندہ اور گرد آلود دیکھا، آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں شیشی ہے اور اس میں خون ہے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ کیا ہے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے رفقاء کا خون ہے جو آج صبح سے میرے پاس ہے۔

عمار کا بیان ہے کہ ہم نے تاریخ شمار کی تو حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ٹھیک اسی روز واقع ہوا۔

یوم شہادت ..... قتادہ، لیث، ابوبکر عیاش، خلیفہ بن خیاط، ابو معشر وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بروز جمعہ، عاشورہ کے دن ۶۱ ھ میں ہوا اور یہی درست ہے بعض ہفتہ کا روز بتاتے ہیں۔

بے سروپا باتیں ... عاشورہ کے دن سورج گرہن ہونا آسمان سے خون برسنا، جس پتھر کو اٹھاؤ نیچے سے خون ٹپکنا، بعض لوگ خون کے ٹپکنے کو بیت المقدس کے پتھروں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور اس خوشبو کا راکھ بن جانا، گوشت کا مزہ اندرائن کا ہو جانا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو بالکل بے سروپا اور خانہ ساز ہیں۔ (واللہ اعلم)

غور کریں! سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ایسی چیزوں کا ظہور نہیں ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول فوت ہوئے اور ان امور میں سے کوئی بات بھی معرض وجود میں نہ آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز مسجد کے محراب میں پڑھتے ہوئے شہید ہوئے اور ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور کوئی عجیب واقعہ رونما نہیں ہوا۔

حماد بن سلمہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے جنات کو حسین پر روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے، شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو قتل حسین کی خبر معلوم ہوئی تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

شہادت کے اسباب .کوفی خواہشمند تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ چلے آئیں اور تخت خلافت پر متمکن ہو جائیں، اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں اور مسلم بن عقیل کی جانب سے مسلسل خطوط اور دعوت نامے موصول ہو رہے تھے جب اس سازش کا عبید اللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو علم ہوا تو اس نے قصر حکومت میں مسلم بن عقیل کو قتل کر کے نیچے پھینک دیا چنانچہ مسلم کے حامی منتشر ہو گئے اور ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

کسی کا مشورہ قبول نہ کیا ..اس صورت حال سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ بالکل بے خبر تھے اور حجاز سے قریباً ۳ سو افراد کے ساتھ کوفہ کے لئے روانگی کا ساز و سامان مہیا کر رہے تھے جب صحابہ کرام کو اس روانگی کا علم ہوا تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے منع کیا مگر آپ نے کسی کی بات تسلیم نہیں کی۔

اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا استدلال نہایت وقیع اور عجیب تھا، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں، ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں آئے تو ان کو معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق جانا چاہتے ہیں، مدینہ سے دو تین مراحل پر ان سے راستے میں ملے پوچھا کہاں جانے کا قصد ہے؟ بتایا عراق کا، آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت بے شمار خطوط اور دعوت نامے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کیونکر نہ جاؤں، یہ انکے دعوت نامے اور بیعت کے خطوط ہیں، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی کو دنیا اور آخرت دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا تو آپ علیہ السلام نے دین اور آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کی حکومت کو پسند نہیں کیا اور آپ رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے لخت جگر ہیں واللہ! آپ میں سے کوئی بھی تخت و تاج کا والی نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت و خلافت سے محروم کر کے دین اور آخرت کے بہترین سرمایہ سے سرفراز فرمایا ہے لہذا آپ واپس چلے جائیں، آپ پھر بھی عزم سفر سے باز نہ آئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ سے بغل گیر ہوئے اور

فرمایا میں ایک قتیل اور شہید کو الوداع کہہ رہا ہوں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہی پیش آیا۔

الفتن والملاحم میں شیخ ابو صالح خلیل بن احمد نے حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل بیت میں سے کوئی بھی تخت و تاج کا والی نہ ہوگا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں مصر کا فاطمی خاندان اپنے دعوائے نسب میں دروغ گو تھا، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار اہل بیت میں نہیں، بایں ہمہ خلفاء ثلاثہ کی طرح ان کا دور خلافت مستحکم نہ تھا اور پوری اسلامی سلطنت پر بھی ان کی حکمرانی نہ تھی، باقی رہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہونا تو آپ رضی اللہ عنہ جب شامی فوج کے آمنے سامنے ہوئے تو خلافت سے ایک بڑی مصلحت کے پیش نظر دست بردار ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عراق جانے سے منع کیا، جب آپ رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کو بغل گیر ہو کر الوداع کیا اس وجہ سے کہ میں ایک شہید اور قتیل کو الوداع کہہ رہا ہوں واقعہ بالکل وہی ہوا جو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے تو عمرو بن سعد بن ابی وقاص کے زیر قیادت ابن زیاد نے چار ہزار افراد کا لشکر روانہ کیا، مقام کربلا میں یہ معرکہ پیش آیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور انکے حامیوں نے سرکنڈے کے جھنڈ کو پشت کی جانب کیا اور مدمقابل کی طرف رخ کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مخالف فریق کو تین میں سے کسی ایک شرط پر صلح کی پیشکش کی۔

(۱) کوئی مزاحمت نہ ہو میں جہاں سے آیا ہے، ادھر ہی واپس چلا جاتا ہوں۔

(۲) ملک کی کسی سرحد پر میں چلا جاؤں وہاں کفار سے جہاد میں مصروف رہوں۔

(۳) یا مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دوں گا جو چاہے وہ میرے بارے میں فیصلہ کر لے۔

ظالموں نے ان شرائط میں سے ایک بھی نہ مانی اور اس بات پر بضد رہے کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس غیر مشروط طور پر جانا پڑے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور جنگ کو ترجیح دی چنانچہ آپ شہید ہو گئے، ظالم آپ کا سر مبارک کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گئے وہ آپ کے دندان مبارک کو چھڑی سے کریدنے لگا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا، ارے! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان دانتوں کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

پھر ابن زیاد نے آپ رضی اللہ عنہ کے باقی ماندہ اہل و عیال کو اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی شام میں یزید کے پاس ارسال کر دیا، اور اس نے سر مبارک دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

نفلق هاماً من رجال اعزة علينا وهم كانوا اعق واظلما

''ہم سرکشوں کے سر پھوڑ دیتے ہیں جو قطع رحمی کرنے والے ظالم تھے۔''

پھر یزید نے سب اہل و عیال کو بہ حفاظت مدینہ منورہ کی جانب روانہ کر دیا، جب یہ لوگ مدینہ کے نواح میں پہنچے تو خانوادہ عبدالمطلب کی ایک خاتون بال بکھیرے روتی چلاتی سر پر ہاتھ رکھے یہ شعر پڑھتی ہوئی آئی

ماذا تقولون ان قال النبي لكم
ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
بعترتي وباهلي بعد مفتقدي
منهم اسارى وقتلى ضرجوا بدم

''نبی علیہ السلام نے تم سے سوال کیا تو کیا جواب دو گے، تم نے کیا کیا حالانکہ تم آخری امت ہو، میرے بعد میرے اہل اور خاندان کے ساتھ؟ بعض ان میں اسیر ہیں اور بعض خون میں لت پت''۔

حادثہ حرہ کی پیشین گوئی یعقوب بن سفیان، ایوب بن بشر معافری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سفر میں

مدینہ سے باہر نکلے جب میدان حرہ کے پاس گزرے تو انا للہ پڑھا، رفقاء سفر نے یہ سنا تو غمناک ہوئے کہ آنحضور ﷺ کو اس سفر سے کچھ اذیت ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرات کر کے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ فرمایا اس سفر سے متعلق بات نہیں، پھر دریافت کیا تو پھر کس کے متعلق ہے؟ بتایا اس میدان میں میری امت کے بہترین اشخاص شہید ہوں گے۔ (یہ حدیث مرسل ہے)

یعقوب بن سفیان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

"ولو دخلت عليهم من اقطار هائم سئلوا الفتنة لاتوها" (۳۳/۱۴)

اور اگر فوجیں اطراف مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں پھر ان سے خانہ جنگی کے لئے کہا جائے تو وہ فوراً کرنے لگیں، کی تفسیر اور تاویل ۶۳ھ کے آخر میں ظاہر ہوئی کہ بنی حارثہ نے اہل شام سے مدینہ میں مداخلت کی التجا کی۔

یہ سند صحیح ہے اور اکثر علماء کے نزدیک صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

الفتن والملاحم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! لوگ اس قدر قتل ہوں گے کہ "احجار زیت" خون سے ڈھک جائے گا تو تم اس وقت کیا رویہ اختیار کرو گے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ اور بہتر علم ہے فرمایا اپنے گھر میں گھس جانا، عرض کیا اگر کوئی میرے گھر پر حملہ آور ہو تو میں اس کا مقابلہ کروں فرمایا: کیا تو اس جیسا گناہ گار ہوگا؟ عرض کیا پھر کیا کروں؟ فرمایا تجھے اندیشہ ہوگا کہ تلوار کی چمک تیری آنکھوں کو چکا چوند کر دے گی تو اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لینا، وہ تیرے اور اپنے گناہ کا وبال لے کر لوٹ جائے گا۔ مسند احمد میں یہ روایت ابی عمران جونی سے مفصل مذکور ہے۔

اسباب معرکہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا ایک وفد دمشق میں یزید کے پاس آیا، یزید نے ان کی نہایت خاطر تواضع کی اور امیر وفد حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو قریباً ایک لاکھ کا عطیہ پیش کیا جب یہ وفد مدینہ منورہ واپس آیا تو اہل مدینہ کے سامنے یزید کا کردار پیش کیا کہ یزید شراب پیتا ہے، نہایت قبیح اور برے افعال کا ارتکاب کرتا ہے اور سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ شراب کے نشہ کی وجہ سے نماز بھی بے وقت ادا کرتا ہے۔

چنانچہ اکثر لوگوں نے منبر نبوی کے پاس یزید کی بیعت توڑ کر اعلان بغاوت کر دیا، جب یزید کو یہ اطلاع ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبہ (جسے اسلاف مسرف بن عتبہ کہتے ہیں) کے زیر قیادت ایک لشکر روانہ کیا اہل مدینہ کو زیر کرنے اور شکست دینے کے بعد اس نے مدینہ میں اپنے لشکر کو تین روز تک کھلی چھٹی دے دی، چنانچہ ان ایام میں بے شمار لوگ تہ تیغ کر دیئے گئے، بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین صحابہ کرام کے علاوہ سات سو قاری شہید کر دیئے گئے، سعید بن کثیر انصاری کہتے ہیں حادثہ حرہ رحمۃ اللہ علیہ میں عبداللہ بن یزید مازنی معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ، قاری معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ، اور عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے، بقول امام لیث رحمۃ اللہ علیہ واقعہ حرہ ۲۷ ذوالحجہ ۶۳ھ میں رونما ہوا۔

پھر مسرف بن عقبہ مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو زیر کرنے کے لئے کیونکہ وہ یزید کی بیعت سے فرار ہو کر مکہ میں پناہ گزین تھے، مکہ مکرمہ کے محاصرہ کے دوران یزید انتقال کر گیا، بعد ازیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا دائرہ خلافت اور وسیع ہو گیا، عراق اور مصر پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا، ۷۳ھ میں حجاج رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مکہ میں شہید ہوئے، عبدالملک کے عہد حکومت میں یزید کے انتقال ہونے کے بعد معاویہ بن یزید تخت نشین ہوا، یہ نوجوان ایک پارسا اور صالح انسان تھا وہ تخت نشینی کے بعد صرف ۲۰ یا ۴۰ روز زندہ رہا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ (رحمہ اللہ)

پھر مروان بن حکم حکومت پر قابض ہو گیا اور نو ماہ میں فوت ہو گیا پھر اس کا بیٹا عبدالملک حکومت پر متمکن ہوا۔

عمرو بن سعید اشدق جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت سے ۶۵ھ تک مدینہ کا حاکم اعلیٰ چلا آ رہا تھا اس نے بزعم خود حسب وصیت مروان عبدالملک کے بعد وصی اور جانشین ہونے کا اعلان کر دیا، اس اعلان کی وجہ سے عبدالملک کو شدید صدمہ پہنچا چنانچہ عبدالملک اسی فکر میں مبتلا رہا حتی کہ اسے ۶۹ یا ۷۰ھ میں موت کے گھاٹ اتار دیا، پھر عبدالملک م ۸۶ھ نے اپنے بعد ولید، سلیمان، یزید اور ہشام اپنے تمام بیٹوں کو یکے

بعد دیگر وصی اور جانشین نامزد کر دیا۔

نوجوانوں کی حکومت سے پناہ مانگنے کا ارشاد ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (اسود اور یحییٰ بن ابی بکر، کامل ابو العلاء، ابو صالح مینا، موذن، غلام ضباعہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۷۰ھ کے آخری ایام سے پناہ مانگو اور بچوں کی حکومت سے بھی اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سند سے یہ درج ذیل حدیث بیان کی ہے "عمر امتی من ستین سنة الیٰ سبعین سنة وقال حسن غریب"

برسر منبر نکسیر پھوٹنے کی پیشن گوئی ......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عفان، عبد الصمد، حماد بن سلمہ، علی بن یزید بن جدعان) کے از تلامذہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ بنی امیہ کا ایک جابر حاکم میرے اس منبر پر زور، زور سے چلائے گا یہاں تک کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ منبر نبوی علیہ السلام پر عمرو بن سعید اشدق کی نکسیر پھوٹی، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ علی بن جدعان کی روایت میں عجوبہ پن اور غرابت پن ہے اور اس کا شیعیت کی طرف میلان ہے۔

عمرو بن سعید بن عاص اموی مدنی اشدق ......عبد الملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی ام بنین کا بیٹا عاص بن امیہ جنگ بدر میں کفار کی جانب سے مقتول ہوا ان کا پوتا، خوش اخلاق اور شریف انسان تھا، متعدد صحابہ کرام کا خوشہ چین اور تلمیذ تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک روایت فضیلت وضو کے بارے میں صحیح مسلم میں منقول ہے۔

وفات سے قبل حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن عاص نے اپنے لڑکوں (عمرو، امیہ، موسیٰ) سے کہا: میرا قرض کون ادا کرے گا؟ تو عمرو نے فوراً کہا ابا جی! میں، اور وہ کتنا ہے؟ بتایا وہ ۳۰ ہزار دینار۔ وصیت کی کہ میرے احباب میرے جسم وجان کے علاوہ میری شجاعت وشرافت کو ہرگز غائب نہ پائیں اور اپنی ہمشیرگان کا نکاح کفو اور خاندان میں کرنا، خواہ ان کا گزر اوقات نان جو پر ہو، پھر والد نے کہا تم نے تو اس جرات اور ذمہ داری کا مظاہرہ اب کیا ہے، مجھے تو یہ بات بچپن سے ہی تیرے چہرے سے آشکارا تھی۔

تورات میں پیشن گوئی ......بیہقی میں محمد بن یزید بن ابی زیاد ثقفی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ قیس بن حرشہ اور کعب احبار رضی اللہ عنہ ۳۲ دونوں کسی سفر میں صفین کے مقام پر پہنچے تو کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہاں آئندہ مسلمانوں کی خونریزی ہوگی اور یہ تورات میں موجود ہے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی ......حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حرشہ نے رسول اللہ ﷺ سے حق گوئی پر بیعت کی تو آپ نے فرمایا قیس! ممکن ہے میرے بعد حالات بگڑ جائیں اور تو ان کے سامنے حق بات کہنے کی جرات نہ کر سکے۔ میں نے عرض کیا: واللہ! میں جس بات پر بیعت کروں گا اسے ضرور پورا کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تجھے ضرر بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے زمانہ میں بقید حیات تھے، ابن زیاد نے کسی معاملہ میں ان پر نکتہ چینی کی اور ان کو ایوان حکومت میں بلا کر کہا تو ہی وہ ہے جو اپنے گمان کے مطابق کہتا ہے کہ تجھے کوئی شخص ضرر نہیں پہنچا سکے گا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل، یہ سن کر ابن زیاد نے کہا: آج پتہ چل جائیگا کہ تو ایک دروغ گو اور جھوٹا انسان ہے اچھا جلاد کو بلاؤ چنانچہ جلاد کے آنے سے پہلے ہی وہ وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نابینا ہونے کی پیشن گوئی ......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا وہ ایک آدمی کی موجودگی کی وجہ سے بات کئے بغیر ہی واپس چلے آئے پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ کے پاس تذکرہ کیا تو آپ علیہ السلام نے پوچھا: عبد اللہ نے اسے دیکھا بھی تھا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! آپ علیہ السلام نے فرمایا معلوم ہے کہ وہ کون تھے؟ جبرائیل علیہ السلام تھا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بصارت چلے جانے کے بعد فوت ہوگا اور اسے علم کثیر عطا ہوگا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۵۸ھ میں نابینا ہونے کے بعد فوت ہوئے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیٹی انیسہ اپنے باپ سے بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے اور فرمایا: اس بیماری سے کوئی خطرہ نہیں لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے تو انہوں نے عرض کیا: میں صبر کر کے ثواب کا آرزو مند ہوں گا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم بغیر حساب کے جنت میں جاؤ گے، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اندھے ہو گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی بحال کر دی اور پھر وہ ۶۸ ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

دجال کے بارے میں پیشن گوئی۔۔۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے قبل تیس کذاب اور دجال پیدا ہوں گے اور وہ سب نبوت کے دعویدار ہوں گے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پہلے تیس کذاب پیدا ہوں گے ان میں سے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، اور مختار ثقفی ہے، عرب کے بدترین قبائل میں بنو امیہ، بنو حنیفہ اور ثقیف ہیں۔ اس روایت میں ابن عدی اور محمد بن حسن رندی ہیں۔

بقول ابن عدی، محمد بن حسن اسدی کے کچھ افرادات ہیں اور ثقہ راوی ان سے روایت کرتے ہیں، لہذا میں اس سے حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث کے صحیح شواہد موجود ہیں۔

مختار اور حجاج۔۔۔ ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ انہوں نے حجاج کو مخاطب کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک بے جا ہلاک کرنے والا پیدا ہوگا، کذاب تو ہم دیکھ چکے ہیں اور باقی رہا تباہی مچانے والا، میرا غالب گمان ہے کہ وہ تو ہی ہے۔

ابوداؤد طیالسی بیان کرتے ہیں کہ شریک نے ابو علوان عبداللہ بن عصمہ بحوالہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہم سے بیان کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک جھوٹا اور بربادی مچانے والا بلاشبہ بنی ثقیف میں ہے۔

اور مختار بن ابی عبید کذاب کے متعلق متواتر حدیث بیان ہوتی ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ نبی ہے اور جبرئیل امین اس کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں مختار کی بہن تھیں اور وہ مختار کے مخلص دوستوں میں سے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ مختار کا خیال ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، وہ ٹھیک کہتا ہے۔ ان شیاطین کے بارے میں اللہ کا پاک فرمان ہے:

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائهم

''شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔''

ابوداؤد طیالسی بحوالہ رفاعہ بن شداد بیان کرتے ہیں کہ میں مختار کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس گیا، کہنے لگا کہ تیرے داخل ہونے سے تھوڑی دیر پہلے جبرئیل امین یہاں اس کرسی سے اٹھ کر گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اسے مارنے کے لئے تلوار کے دستہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مجھے آپ ﷺ کی یہ حدیث مبارک یاد آ گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا' جب کوئی شخص کسی کو جان کی امان دینے کے بعد قتل کر دے تو قیامت کے دن اس کے لئے خیانت اور بدعہدی کا جھنڈا بلند کیا جائے گا۔ بس میں اس وجہ سے رک گیا۔

یعقوب بن سفیان بحوالہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل بصرہ کی فخریہ باتیں بیان کیں اور انہیں اہل کوفہ پہ فوقیت دی۔ یہ سن کر احنف خاموش رہا اور کوئی بات نہ کی۔ پس جب اس نے مجھے دیکھا کہ میں نے انہیں فوقیت دی ہے تو اس نے اپنے ایک غلام کو میرے پاس بھیجا اور وہ ایک خط لے کر آیا۔ کہنے لگا، اسے پڑھئے۔ میں نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ ''مختار کی طرف سے، جو قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ نبی ہے۔'' احنف بیان کرتا ہے کہ ہم میں اس کی مثل کہاں ہو سکتا ہے۔

حجاج کے متعلق حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ'' ثقیف کا بربادی افگن جوان وہی ہے۔'' ہم اس کی فصاحت و بلاغت اور سرکشی جیسے اوصاف

اس کے حالات میں بیان کریں گے آئندہ۔

امام بیہقی بحوالہ ابوعذبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آ کر بتایا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو کنکر مارے ہیں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں نکلے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ کو نماز میں سہو ہو گیا۔ لوگ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ کر آپ کو متوجہ کرنے لگے۔ پھر آپ نے سلام پھیر کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے اہل شام، اہل عراق کے لئے تیاری کرو۔ شیطان نے فتنہ و فساد کے لئے ان میں انڈے بچے دے دیئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ انہوں نے میرے لئے مصائب پیدا کر دیئے ہیں، پس تو ان پر ثقفی جوان کے ذریعہ دشواری پیدا کر دے، جو ان میں اہل جاہلیت کے مطابق فیصلہ کرے اور ان کے محسن کی بات کو قبول نہ کرے اور نہ ان کے خطا کار سے درگزر کرے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ ابن لھیعہ نے بھی مجھے اسی قسم کی بات سنائی تھی۔ اسی طرح کی ایک روایت دارمی نے بحوالہ ابی عذبہ حمصی عن عمر بیان کی ہے۔ ابوالیمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہو گیا تھا کہ حجاج اب لامحالہ ظاہر ہونے والا ہی ہے۔ جب اہل عراق نے آپ کو ناراض کیا تو آپ نے ان کے لئے جلد عقوبت کی دعا کی۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے تو قبل ازیں ایک دوسرے آدمی سے اس کا شاہد بیان ہو چکا ہے اور اگر خود سے یہ بات بیان کی ہے تو یہ کرامت ہے اور کرامت ولی نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

عبدالرزاق جعفر، مالک بن دینار عن حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ سے کہا: یا اللہ جس طرح تو نے انہیں امین بنایا ہے اور انہوں نے مجھ سے خیانت کی ہے اور میں نے ان کی خیر خواہی کی ہے اور انہوں نے مجھ سے دھوکہ بازی کی ہے۔ پس تو ان پر ثقیف کا دراز دامن اور جھکنے والا جوان مسلط کر دے جو ان کی سبزی کو کھا جائے اور ان کی کھال کو پہن لے اور ان میں جاہلیت کے حکم کے مطابق فیصلے کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ حسن فوت ہو گئے اور اللہ نے حجاج کو پیدا نہیں کیا تھا۔ یہ حدیث منقطع ہے۔

اسی طرح بیہقی علی بن ابی طالب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ دراز دامن نوجوان، کوفہ اور بصرہ کا امیر ہے جو ان کی سبزی کھاتا ہے اور ان کی کھال پہنتا ہے اور وہاں کے اشراف کو قتل کرتا ہے۔ جس سے وہ ہڈی جس کا گوشت اتار لیا گیا ہو مضبوط ہو جاتی ہے، اور اس سے بے خوبی بڑھ جاتی ہے اور اللہ اسے آپ کے پیروکاروں پر مسلط کرے گا۔

اور آپ کے بارے میں یزید بن ہارون کی ایک حدیث ہے کہ العوام بن حوشب نے ہمیں بتایا کہ حبیب بن ابی ثابت نے مجھ سے بیان کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ثقیف کے نوجوان کو پائے بغیر نہیں مرے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا امیر المومنین، ثقیف کا نوجوان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ نوجوان یہ ہے کہ سے قیامت کے روز کہا جائے گا کہ جہنم کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں ہمیں ایک شخص کفایت کرے گا جس نے بیس یا بیس سے چند سال زیادہ حکومت کی اور اس نے خدا کی خاطر کسی گناہ کو نہ چھوڑا، اور اس کا ارتکاب کیا۔ حتیٰ کہ اگر ایک گناہ باقی رہ جاتا اور اس شخص کے اور اس گناہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہوتا تو وہ اسے توڑ کر بھی اس کا ارتکاب کرتا۔ وہ اپنی اطاعت کرنے والے کو نافرمانی کرنے والے سے فتنہ میں ڈالتا۔ یہ حدیث معضل ہے اور ''عن علی'' اس کی صحت کے بارے میں اعتراض پایا جاتا ہے۔ امام بیہقی بحوالہ ابن مالک بن یحییٰ غسانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے لہٰذا اگر ہر امت اپنے اپنے خبیث لوگ لائے تو ہم حجاج کو ان سب پر غالب آ جائیں گے۔ ابوبکر بن عیاش عن عاصم بن ابی النجود بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی کوئی ایسی حرمت باقی نہیں جس کی حجاج نے بے حرمتی نہ کی ہو۔ عبدالرزاق نے معمر سے بحوالہ ابن طاؤس بیان کیا ہے کہ جب ان کے باپ کو حجاج کی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمدللہ رب العالمین) کی تلاوت کی۔ میں کہتا ہوں حجاج کی وفات ۹۵ھ میں ہوئی ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ نبی ﷺ خولانی کی حدیث بحوالہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان ہو چکی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اس خیر کے بعد بھی شر ہے؟ فرمایا ہاں اچھا۔ میں نے دریافت کیا اس شر کے بعد بھی خیر ہے؟ فرمایا ہاں اور اس میں ''دخن'' ہوگا۔ میں نے پوچھا ''دخن'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ میری سنت کے بغیر عمل کریں گے اور میری

ہدایت کے بغیر ہدایت دیں گے اوران میں سے جاننے والے اورنہ جاننے والے ہوں گے۔ (الحدیث)

حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ کی تشریح از اوزاعی ......امام حاکم، ولید بن مرثد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اوزاعی سے مطلب دریافت ہوا کہ "الشر الذی یکون بعد الخیر" بہتر دور کے بعد برا دور ہوگا کا کیا مطلب ہے اس نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا زمانہ ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اس بدترین زمانہ کے بعد اچھا دور ہوگا، فرمایا ہاں، لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی، فھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن امام اوزاعی نے کہا: اچھے دور سے مراد اجتماعی زندگی ہے اور اجتماعی زندگی کے سربراہ بعض اچھے ہوں گے اور بعض ناگفتہ بہ یہ ہے مطلب "نعم فیہ دخن" کا ہاں! لیکن اس میں ذرا خرابی کی آمیزش ہوگی۔ برے سربراہوں اور حکام سے بغاوت ہرگز درست نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں۔

ابوداؤد طیالسی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا تم عہد نبوت میں رہو گے پھر اللہ تعالیٰ اس دور کو ختم کردے گا پھر خلافت، نبوت کے طریق پر ہوگی۔ حبیب کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یزید بن نعمان بن بشیر ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے یہ حدیث لکھ کر یہ تحریر کیا غالب امید ہے کہ آپ اس عہد سعید کے بعد امیر المومنین ہوں، یہ تحریر یزید نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دکھائی تو وہ بہت مسرور ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خواب ......حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں، آپ نے فرمایا ذرا قریب ہوجا میں اس قدر قریب ہوا کہ آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوگیا پھر آپ علیہ السلام نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا عنقریب تجھے حکومت نصیب ہوگی اور تو عدل وانصاف کرے گا۔

امام بیہقی، نافع از ابن عمر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میری نسل سے ایک ایسا شخص حکمران ہوگا اس کے چہرے پر داغ ہوگا وہ بلاتمیز ساری قلمرو میں عدل وانصاف کرے گا۔ نافع راوی نے کہا وہ شخص عمر بن عبدالعزیز ہی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ نسل فاروق سے کون شخص ہے جس کے چہرے پر داغ ہے اور وہ ساری سلطنت میں عدل وانصاف کرے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے پہلے ہی یہ بات مشہور تھی کہ مروان کی نسل سے اشج (سر پر زخم کے داغ والا) حکمران ہوگا، آپ کی والدہ اروی بنت عاصم بن عمر بن خطاب ہے اور والد عبدالعزیز ہیں جو اپنے برادر خلیفہ عبدالملک کے مصر میں نائب اور حاکم اعلیٰ تھے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم کرتے اور اکثر تحفے تحائف بھیجتے رہتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچپن میں اپنے والد عبدالعزیز کے اصطبل میں آئے تو انہیں ایک گھوڑے نے لات ماری اور پیشانی زخمی ہوگئی، عبدالعزیز نے زخم سے خون صاف کرتے ہوئے کہا کہ اگر تو بنی مروان کا اشج ہے تو تو سعادت مند اور نیک بخت ہے۔

یہ بات عام تھی کہ اشج اور ناقص دو بنی مروان کے عادل حکمران ہیں اشج سے مراد عمر بن عبدالعزیز اور ناقص سے مراد یزید بن ولید بن عبدالملک ہے جس کے بارے میں یہ شعر ہے:

رایت الیزید بن الولید مبارکا   شدیدا باعباء الخلافۃ کاھلۃ

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک م ۹۹ھ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ۳۰ ماہ خلافت پر متمکن رہے اور ساری قلمرو میں عدل وانصاف کا چرچا تھا اور مال ودولت میں اس قدر فراوانی تھی کہ صدقہ وخیرات لینے والا بمشکل دستیاب ہوتا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، امت مسلمہ کے بہترین فرد ہیں ......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسید سے بیان کیا ہے کہ عمر بن

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ کا عزم کیا راستہ میں ایک مردہ سانپ دیکھ کر کہا۔ کدال لاؤ، اسے دفن کردیں، ہم سفر ساتھیوں نے کہا: جناب ہم دفن کردیتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں میں خود دفن کروں گا پھر آپ نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کردفنا دیا تو غیبی آواز آئی ''رحمۃ اللہ علیک یا سرق'' سرق تجھ پر خدا کی رحمت ہو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: تو کون ہے؟ تو اس نے کہا: میں جن ہوں اور مردہ سانپ بھی سرق نامی جن ہے، جن جنات نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی ان میں سے صرف میں اور یہ باقی تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا سرق تو ایک چٹیل میدان میں فوت ہوگا اور تجھے میری امت کا بہترین آدمی دفن کرے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ بیعت کرنے والے ۹ جن تھے اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حلفاً پوچھا کیا واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا؟ جب اس نے قسم کھائی تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرط مسرت سے اشکبار ہوگئے، امام بیہقی نے اس کو حسن کہا ہے، واللہ اعلم۔

وھب اور غیلان : ..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ہشام بن عمار، ولید بن مسلم، مروان بن سالم برقانی، احوص بن حکیم، خالد بن معدان) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ''وھب'' نامی ایک شخص پیدا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے علم وحکمت عطا فرمائے گا، اور ایک ''غیلان'' نامی شخص ہوگا جو میری امت کے لئے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوگا، یہ حدیث صحیح نہیں کہ اس میں مروان بن سالم متروک راوی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ہشام بن عمار، ولید بن اسلم، ابن لھیعہ، موسیٰ بن وردان) حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شام میں شیطان ایک دفعہ چلائے گا تو دو تہائی لوگ قضاء وقدر کی تکذیب کردیں گے اس قسم کی روایات سے غیلان مراد ہے جو شام میں پیدا ہوا اور قضاء وقدر کے انکار کے باعث قتل ہوا۔

محمد بن کعب قرظی کے بارے میں پیش گوئی ..... حرملہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: قریظہ نضیر قبیلہ سے ایک بے نظیر عالم پیدا ہوگا اور قرآن کریم کا ماہر ہوگا۔

اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے مراد محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو قرآن پاک کا بے مثال عالم تھا، عون بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ جیسا مفسر قرآن کریم نہیں دیکھا۔

ایک صدی کے اختتام کی پیش گوئی ..... بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ایام میں عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو فرمایا ''تم نے یہ رات دیکھی؟ (اس کی تاریخ یاد رہے) جو شخص آج روئے زمین پر بقید حیات ہے وہ ایک صدی تک زندہ باقی نہ رہے گا'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے غلط فہمی ہوئی آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا اس صدی کے لوگوں کا ختم ہوجانا۔

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے ایک ماہ پہلے فرمایا لوگ مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کرتے ہیں اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، بخدا! روئے زمین پر آج جو شخص زندہ ہے وہ ایک صدی میں فوت ہوجائیگا۔ ان روایت سے اہل علم یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اب دنیا میں بقید حیات نہیں۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں وہ ایک صدی تک فوت جائیں گے، یہ پیشن گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی صدی کے اختتام تک سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فوت ہوگئے، بعض علماء نے ''حدیث مائۃ'' کا اطلاق ہر صدی پر کیا ہے مگر حدیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں، واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن یسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشن گوئی ..... محمد بن عمر واقدی رضی اللہ عنہ (شریح بن یزید، ابراہیم بن محمد بن زیاد الھانی، محمد بن زیاد الھانی) عبداللہ بن یسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سر پر

رکھ کر فرمایا یہ لڑکا ایک صدی زندہ رہے گا، چنانچہ وہ سو سال یعنی ایک صدی زندہ رہے۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ ان کے چہرے پر رسولی سی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت سے یہ رسولی ختم ہو جائیگی، چنانچہ موت سے پہلے یہ رسولی ختم ہو گئی۔ یہ سند سنن اربعہ کی شرائط کی حامل ہے، مگر ان میں مذکور نہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکور بالا سند سے یہ روایت نقل کی ہے، واقدی کے قول کے مطابق عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ حمص میں ۸۸ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور شام میں آپ رضی اللہ عنہ آخری صحابی تھے۔

ولید کے بارے میں پیش گوئی...... یعقوب بن سفیان رضی اللہ عنہ (محمد بن خالد بن عباس سکسکی، ولید بن مسلم، ابوعمرو اوزاعی، ابن شہاب) سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن سلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام ولید رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنی اولاد کے نام مصر کے فرعونوں کے نام جیسے رکھتے ہو، عنقریب میری امت میں ایک شخص ولید نامی ہوگا وہ فرعون سے بھی زیادہ ظالم ہوگا۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد ولید بن عبدالملک ہے، پھر واضح ہوا کہ اس سے مراد وہ نہیں بلکہ ولید بن یزید مراد ہے کہ اس کے عہد میں لوگ مصائب میں مبتلا ہوئے اور بالآخر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور عوام فتنہ و فساد کے شکار ہو گئے۔ یہ روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے مگر اوزاعی کا مقولہ بیان نہیں کیا اور اس مرسل روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

نعیم بن حماد (ہشیم، ابوحمزہ) حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ولید نامی ہوگا۔ اس سے جہنم کا ایک زاویہ پر ہو جائے گا یہ روایت بھی مرسل ہے۔

ابوالعاص کی اولاد کے بارے میں...... سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابوالعاص کی نسل کے چالیس افراد پورے ہو جائیں تو دین میں بگاڑ پیدا کر دیں گے اور لوگوں کو اپنے خادم اور نوکر سمجھیں گے۔ بیت المال اور سرکاری خزانے کو اپنا سرمایہ سمجھیں گے۔

نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ (بقیہ بن ولید و عبدالقدوس، ابوبکر بن ابی مریم، راشد بن سعد) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب بنوامیہ چالیس اشخاص تک ہو جائیں گے تو وہ اللہ کے بندوں کو اپنے نوکر چاکر سمجھیں گے اور سرکاری خزانہ کو عطیہ سمجھیں گے اور کتاب اللہ کو بگاڑ دیں گے، یہ روایت منقطع ہے، راشد کا ابوذر رضی اللہ عنہ سے سماع اور لقاء نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن ابی شیبہ، اسحاق بن راھویہ، جریر، اعمش، عطیہ) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مذکورہ روایت میں چالیس کے بجائے تیس کا ذکر ہے۔

حکم بن ابی العاص والد مروان کی نسل کے بارے میں...... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید، صفار، بسام یعنی محمد بن غالب، کامل بن طلحہ، ابن لھیعہ، ابوقبیل) ابن وہب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ مروان آیا اور اس نے کوئی ضرورت پیش کر کے کہا واللہ! مجھے سخت تکلیف ہے عیالدار ہوں میرے دس بچے ہیں دس چچا ہیں اور دس بھائی ہیں، اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، مروان یہ کہہ کر واپس چلا گیا تو حضرت امیر معاویہ نے کہا اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ! خدارا بتایئے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب حکم کی نسل میں سے تیس آدمی پیدا ہو جائیں گے تو وہ مال غنیمت کو اپنی دولت سمجھیں گے اور رعایا کو خادم اور نوکر سمجھیں گے اور کتاب اللہ کو بگاڑ دیں گے اور جب ان کی تعداد ۴۹۷ ہو جائے گی تو ان کی ہلاکت و بربادی کھجور چبانے کے عرصہ سے بھی پہلے ہو جائے گی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔

مروان نے جا کر عبدالملک رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور اس نے اپنی ضرورت کے بارے میں گفتگو کی اور واپس چلا آیا تو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا خدارا بتایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا ذکر کر کے فرمایا ''چار جابر حکمرانوں کا باپ'' تو بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی۔ اس حدیث میں غرابت اور عجوبہ پن ہے اور شدید منکر ہے اور ابن لھیعہ روایت کرنے والے ضعیف ہیں۔

امام ابو محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالرحمن دارمی (مسلم بن ابراہیم، سعد بن زید برادر حماد، علی بن حکم بنانی، ابوالحسن حمصی،) عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حکم بن ابی العاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس کی آواز پہچان کر کہا اسے اندر آنے کی اجازت دو اور کہا سانپ ہے یا سانپ کی نسل (راوی کو اس میں شک ہے) اس پر اور اس کی اولاد پر خدا کی لعنت ہو'' ماسوائے مسلم اولاد کے'' اور ان میں سے مسلمان نہایت کم ہیں، دنیاوی مال و متاع خوب ملے گا اور آخرت میں بہت کم، مکار اور دھوکے باز ہیں، دنیا میں خوش نصیب اور آخرت میں بدنصیب۔

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن مروان المروانی، ابوبکر بن ابی مریم) راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں نوزائیدہ مروان بن حکم کو دعا کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ ﷺ نے انکار کے بعد فرمایا ابن زرقاء! اس کے اور اس کی اولاد کے ہاتھوں میں میری امت ہلاک ہوگی، یہ روایت مرسل ہے۔

خلفاء بنی امیہ کے بارے میں : یعقوب بن سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے حکم بن ابی العاص کی اولاد کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے کودتے دیکھا ہے، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک مجھے کھل کھلا کر ہنستے نہیں دیکھا۔

ثوری، علی بن زید بن جدعان، سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں منبر پر بنی امیہ کو دیکھا تو آپ ﷺ کو رنج و ملال لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی یہ صرف دنیا کا جاہ و جلال ہے تو آپ ﷺ یہ سن کر خوش ہو گئے اور یہ ہے تفسیر ہے و ما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی بلاء للناس کی۔

اس میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے اور مرسل ہے۔

بزداؤد طیالسی، قاسم بن فضل حدانی، یوسف بن مازن راسبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دست بردار ہونے کے بعد کسی نے کہا، اے مسلمانوں کو رسوا کرنے والے! تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ملامت کر کے شرمندہ نہ کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو خواب میں اپنے منبر پر دیکھا اور فکر مند ہوئے تو سورت قدر نازل ہوئی کہ لیلۃ القدر بنی امیہ کی ہزار ماہ کی حکمرانی سے کم و بیش نہیں ہے۔ یہ روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابن جریر طبری، حاکم اپنی مستدرک میں، بیہقی دلائل النبوۃ میں قاسم رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں یحییٰ بن سعید قطان اور ابن مہدی نے اس کی توثیق کی ہے۔

مجہول راوی .... باقی رہا یوسف بن مازن راسبی کا نام ایک روایت میں یوسف بن سعد بھی ہے اور ابن جریر طبری نے عیسیٰ بن مازن کہا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ مجہول ہے اور اسی سند سے معلوم ہے، نقل کرنے والے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اسے مجہول کہنا مشکل ہے البتہ مجہول الحال مراد ہو تو ممکن ہے کیونکہ اس سے حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ، خالد حذاء، اور یونس بن عبیدہ رضی اللہ عنہ وغیرہ روایت نقل کرتے ہیں، یحییٰ بن معین ان کو مشہور کہتے ہیں اور ایک روایت میں انکو ثقہ کہا ہے لہذا جہالت و گمنامی کا شائبہ تک نہ رہا (بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) البتہ اس کا دست برداری کے موقع پر حاضر ہونا مشکوک ہے ممکن ہے کسی غیر معتبر راوی سے نقل کیا ہو، واللہ اعلم حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کو منکر کہا۔

قاسم بن فضل کا یہ بیان ہے کہ حکومت بنی امیہ کا حساب کیا گیا تو وہ واقعی ''ہزار ماہ سے کم و بیش'' نہ تھے، بھی عجیب و غریب اور محل نظر ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ۱۲ سالہ دور حکومت اس میں کسی طرح بھی شمار نہ ہوگا کہ ان کا دور خلافت ممدوح اور قابل تعریف ہے اور خلفاء راشدین میں شمار ہے جو عدل وانصاف کے جادۂ مستقیم پر قائم رہے، نیز یہ حدیث جو بنوامیہ کے دور حکومت کے لئے نقل ہوئی ہے اس سے مذمت کا پہلو بھی نہیں ثابت ہوتا کہ لیلۃ القدران کی ہزار ماہ کی حکومت سے افضل ہے، اور لیلۃ القدر کی افضلیت مسلم ہے اور یہ فضیلت ان کی حکومت کی مذمت کو مستلزم اور ضروری نہیں، کجا یہ کجا وہ، غور کیجئے! یہ ایک باریک نکتہ ہے جس سے اس حدیث کی صحت مشکوک نظر آتی ہے۔

واللہ اعلم ۴۰ھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری اور اتفاق کے سال سے ان کی حکومت کا آغاز شمار کیا جائے جو ۱۳۲ھ تک مسلسل قائم رہی تو ان کی حکومت کا عرصہ ۹۲ سال بنتا ہے جو ہزار ماہ مساوی تراسی سال ۴ ماہ کے بالکل مطابق نہیں، بصورت دیگر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ۹ سالہ دور حکومت کو اس مدت سے خارج کر دیا جائے تو ان کی حکومت کا عرصہ ۸۳ سال بنتا ہے یہ بھی ہزار ماہ کے تقریباً برابر ہے پوری طرح مساوی نہیں جیسا کہ قاسم کے قول کے مطابق ''اس میں معمولی کمی بیشی بھی نہیں''۔

اس کے علاوہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ۹ سالہ دور حکومت (جس میں حجاز اہواز، عراق اور بقول بعض مصر تک ان کی حکومت محدود رہی) میں بھی بنی امیہ کی حکومت شام میں مستحکم رہی۔ نیز بنی امیہ کی مذموم حکومت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ڈھائی سالہ دور اقتدار کا زمانہ بھی لازماً شمار ہوگا کہ وہ بھی اموی ہیں۔

مگر اس کا کوئی شخص بھی قائل نہیں بلکہ ائمہ اسلام کی صراحت موجود ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا شمار خلفائے راشدین میں ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ تمام تابعین میں سے صرف عمر بن عبدالعزیز کے قول کو حجت سمجھتا ہوں۔

غور کیجئے! اب یہ ڈھائی سالہ دور حکومت اس سے خارج کر دیا جائے تو حساب میں خاصا خلل واقع ہوگا، اگر اس میں داخل سمجھا جائے تو ان کے ڈھائی سالہ دور حکومت کا مذموم اور برا ہونا لازم آتا ہے، جو ائمہ کرام کی صراحت کے سراسر خلاف ہے، ان وجوہات سے اس حدیث کی غرابت اور نکارت بالکل واضح ہے۔

اختلاف تک حکومت...... نعیم بن حماد (سفیان، علاء بن ابی العباس، ابوالطفیل) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تک بنوامیہ میں باہمی اختلاف نہ پیدا ہوا اس وقت تک یہ حکومت ان میں قائم رہے گی۔

ابوسالم جیشانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں حکومت بنی امیہ میں قائم رہے گی یہاں تک کہ وہ اپنے حکمران کو قتل کریں گے اور آپس میں حسد کریں گے، جب یہ صورت حال پیدا ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان پر مشرقی اقوام کو مسلط کر دے گا جو ان کو ختم کر دیں گے اور ان کا محاصرہ کریں گے۔

واللہ! وہ ایک سال حکومت کریں گے تو ہم دو سال حکمران ہوں گے دو سال حکمران رہیں گے تو ہم چار سال حکومت کریں گے۔

نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ (ولید بن مسلم، حصین بن ولید، زہری بن ولید، ام الدرداء) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب شام اور عراق کے درمیان نوجوان مظلوم خلیفہ (ولید بن یزید) قتل کر دیا گیا تو ناحق خون ریزی ہوگی اور حکومت کی اطاعت برائے نام ہوگی۔

عباسی حکومت کے بارے میں..... یعقوب بن سفیان رضی اللہ عنہ (محمد بن خالد بن عباس، ولید بن مسلم، ابوعبداللہ، ولید بن ہشام معیطی) ابان بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کے پاس ''میری موجودگی میں'' تشریف لائے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خوب عطیات پیش کئے پھر پوچھا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا آپ کی نسل میں حکومت ہوگی؟ فرمایا جناب امیرالمومنین چھوڑیئے اس میں کیا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے بتایا ہاں ہماری حکومت ہوگی پوچھا آپ رضی اللہ عنہ کے معاون کون ہوں گے؟ فرمایا خراسانی اور امویوں کے ہاشمیوں سے روابط ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا آپ ﷺ جبرائیل امین کے ساتھ تھے (میں سمجھا کہ دحیہ کلبی ہے) تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کو بتایا اس کا لباس میلا کچیلا ہے اس کی نسل کا لباس سیاہ

ہوگا اس کی سند میں حجاج بن تمیم رضی اللہ عنہ ایک ضعیف نقل کرنے والے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (حاکم، ابوبکر بن اسحاق وابوبکر بن بالویہ وغیرہ، عبداللہ بن احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عبید اللہ بن ابی قرۃ، لیث بن سعید، ابوقبیل، ابومیسرہ غلام عباس) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا آپ ﷺ نے فرمایا آسمان پر کوئی چیز نظر آرہی ہے؟ عرض کیا جی ہاں! پوچھا کیا ہے؟ عرض کیا ثریا ہے پھر فرمایا تیری نسل سے کہکشاں کے ستاروں کے موافق امت محمدیہ کے راہنما اور حکمران ہوں گے عبید اللہ بن ابی قرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں کسی نے متابعت نہیں کی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضعیف محمد بن عبدالرحمٰن عامری کی سند سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تمہارے خاندان میں نبوت اور سلطنت ہے، ابوبکر بن خثیمہ رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمارے خاندان میں حکمرانی کا آغاز کیا ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ہی اس کا اختتام کرے گا۔ یہ سند عمدہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا کلام ہے۔

سفاح اور منصور .... یعقوب بن سفیان رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ہم آپس میں باتیں کررہے تھے اور کہہ رہے تھے ۱۲ امیر ہوں گے اور بارہ، پھر قیامت ہوگی۔ یہ بات سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کیسے بے وقوف ہو! ابھی قیامت؟ اس کے بعد ہمارے خاندان سے منصور، سفاح اور مہدی علیہ السلام ہوں گے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام تک۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (اعمش، ضحاک) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان سے سفاح، منصور اور مہدی ہے۔ یہ سند ضعیف اور منقطع ہے کہ ضحاک کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

مہدی علیہ السلام .... عبدالرزاق رضی اللہ عنہ (ثوری، خالد حذاء، ابوقلابہ بن ابی اسماء) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اس بھٹی کے پاس خلیفہ کے تین بچے قتل ہوں گے اور کوئی فیصلہ نہ ہوگا پھر خراسان سے سیاہ علم بردار لوگ آئیں گے ان سے عظیم جنگ ہوگی پھر خلیفہ مہدی علیہ السلام آئیں گے جب اس کی آمد کی خبر سنو! تو اس کی بیعت کے لئے چلے آؤ خواہ برف پر چل کر آنا پڑے۔

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت احمد بن یوسف سلمی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن یحییٰ ذہلی کی معرفت عبدالرزاق رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو عبدالرزاق رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے یہ کہا ہے کہ عبدالرزاق رضی اللہ عنہ اس میں اکیلے ہیں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (عبدالوہاب بن عطا از خالد حذاء از ابی قلابہ از اسماء) موقوف بھی نقل کیا ہے۔

سیاہ جھنڈے .... حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (علی بن احمد بن عبدان، احمد بن عبید صفار، محمد بن غالب، کثیر بن یحییٰ، شریک، علی بن زید، ابوقلابہ، ابی اسماء) حضرت ثوبان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے آئیں تو تم ان کی طرف چلے آؤ خواہ برف پر چل کر آنا پڑے ان میں خلیفہ مہدی علیہ السلام ہے۔

حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ (فضل بن سہل، عبداللہ بن واھر رازی بن یحییٰ، واھر بن یحییٰ رازی، ابن ابی لیلیٰ، حکم، ابراہیم) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ آبدیدہ ہوگئے اور جھنڈوں کا تذکرہ کر کے فرمایا جو شخص ان کو پائے وہ ان کی طرف چلا آئے خواہ برف پر چل کر آنا پڑے۔

حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے علم کے مطابق یہ حدیث حکم سے صرف ابن ابی لیلیٰ ہی نقل کرتے ہیں اور اس سے صرف واھر بن یحییٰ رازی ہی نقل کرتا ہے جو اہل رائے میں سے ہے اور اسکی حدیث درست ہے۔

حافظ ابویعلی (ابو ہشام بن یزید بن رفاعہ، ابوبکر بن عیاش، یزید بن ابی زیاد، ابراہیم، علقمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ سیاہ جھنڈے مشرق کی جانب سے آئیں گے وہ جنگ میں مصروف رہیں گے عدل وانصاف کے غالب ہونے تک اور عدل وانصاف کا مطالبہ کریں گے مگر وہ منظور نہ ہوگا پھر وہ غالب آجائیں گے ان سے بھی عدل کا مطالبہ ہوگا وہ بھی پورا نہیں کریں گے۔ یہ سند حسن ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یحییٰ بن غیلان اور قتیبہ بن سعید، رشدین بن سعد، یونس بن یزید، ابن شہاب، قبیصہ بن ذؤیب خزاعی) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، انکا مقابلہ دشوار ہوگا یہاں تک کہ وہ ایلیا میں گاڑ دیئے جائیں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے قتیبہ سے نقل کیا ہے اور غریب کہا ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت رشد بن سعد کی سند سے نقل کی ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رشدین بن سعد منفرد اور تنہا ہے۔

تقریباً اسی مفہوم کی حامل روایت کعب بن احبار سے مروی ہے اور احتمال ہے کہ یہی درست ہو، واللہ اعلم۔

یعقوب بن سفیان رضی اللہ عنہ (محمد، ابو المغیرہ، عبد القدوس، اسماعیل بن عیاش، یکے از تلامذہ کعب احبار) کعب احبار سے نقل کرتے ہیں کہ عباسیہ کے سیاہ جھنڈے آئیں گے اور وہ شام میں فروکش ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر دشمن اور ہر ظالم کو قتل کروائے گا۔

سفاح..... امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (عثمان بن ابی شیبہ، جریر، اعمش، عطیہ عوفی) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ اور پرآشوب زمانے میں سفاح ظاہر ہوگا وہ خوب مال ودولت تقسیم کرے گا۔

سفاح ابو العباس، عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب ۱۳۰ھ میں ظاہر ہوا ان کے سیاہ علم تھے اور سیاہ لباس تھا جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے فتح کے دن مکہ میں داخل ہوئے تھے پھر اس نے بنی امیہ کے ساتھ جنگ وجدال کے لئے اپنے چچا عبد اللہ کو روانہ کیا اور ۱۳۲ھ میں ان کو یکسر نیست نابود کر دیا اور بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان الحمار میدان جنگ سے فرار ہوگیا۔ بعض اسے مروان جعدی بھی کہتے ہیں کہ وہ جعد بن درہم سے برسر پیکار رہا اور عبد اللہ دمشق میں ان کے تمام املاک پر قابض ہوگیا۔ الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ نے سیاہ علم والی روایات کا استقصا کیا اور ساری نقل کی ہیں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ ابھی ظاہر نہیں ہوا بلکہ آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہوگا۔

ذلیل بن ذلیل..... عبد الرزاق، معمر، زہری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے حکومت لکع بن لکع اور ذلیل بن ذلیل کے ہاتھ میں ہوگی، یعنی ابو مسلم خراسانی جو عباسی حکومت قائم کرنے میں بنیادی کردار کا حامل تھا۔

انتقال اقتدار..... غرضیکہ ۱۳۲ھ میں اقتدار بنو امیہ سے بنو عباس میں منتقل ہوگیا اور درج ذیل خلفاء تخت حکومت پر متمکن ہوئے، ابو العباس سفاح، ابو جعفر عبد اللہ منصور، مہدی محمد بن عبد اللہ، ہادی، ہارون رشید وغیرہ۔ گذشتہ روایات میں جو مہدی منقول ہے اس سے مراد یہی بنی عباس کا تیسرا خلیفہ ہے، مہدی آخر الزمان علیہ السلام مراد نہیں جو دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے۔

مہدی علیہ السلام..... مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو روایات منقول ہے ان کو ہم (امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک مستقل تصنیف میں نقل کر دیا ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنن میں ایسی روایات کو ایک مستقل باب میں جمع کر دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مہدی علیہ السلام یہ اقتدار عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے کر دیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی گذشتہ روایت "یخرج عند انقطاع من الزمان وظهور من الفتن رجل يقال له السفاح" میں منقول سفاح سے پہلا عباسی خلیفہ مراد لینا ذرا بعید از عقل ہے اس کو آخری زمانہ پر محمول کرنا قرین قیاس ہے کہ نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ، فصیح بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ سفاح ۴۰ برس زندہ رہے گا اس کا نام تورات یعنی اللہ کی آسمانی کتاب میں "طاہر السماء" ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے سفاح ''خون ریز'' آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے مہدی علیہ السلام کی صفت ہو اس لئے کہ وہ عدل وانصاف قائم کرنے کی خاطر بکثرت خونریزی کرے گا اور یہ سیاہ علم اس کے ساتھ ہوں گے (بشرط صحت حدیث) سب سے اول وہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا پھر اس کے معاون و مددگار خراسان سے آئیں جیسے کہ پہلے عباسی خلیفہ کے لئے آئے۔ مذکورہ بالا احادیث وروایات کی کوئی اسناد بھی جرح قدح سے مبرا نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

بارہ امام کون ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاندہی سے مراد شیعوں کے بارہ امام مراد نہیں بلکہ خلفاء اربعہ (یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ ہیں) اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ وغیرہ مراد ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا بارہ خلفاء ہوں گے'' پھر آہستہ سے کچھ کہا میں سمجھ نہ سکا'' پوچھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سب قریشی ہوں گے۔

الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے خلفاء کی تعداد بھی موسیٰ کے نقیبوں اور سرداروں جتنی ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے اقوال منقول ہیں۔ امام ابوداؤد، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ اس میں بارہ خلفاء گزر جائیں اور امت کا ان پر اتفاق ہوگا'' میں ایک بات نہ سمجھ سکا اپنے والد سے پوچھی تو اس نے بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سب قریشی ہوں گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (ایک اور سند سے) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا امت مسلمہ کا حال معتدل اور درست ہوگا اپنے دشمن پر غلبہ ہوگا، یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں اور وہ سب قریشی ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد گھر تشریف لے آئے تو قریش نے گھر میں آکر پوچھا پھر کیا ہوگا، فرمایا پھر قتل وغارت۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی روایت میں بارہ کی تعداد مذکور ہے، دوسری میں ان کا معزز اور غالب ہونا اور تیسری میں قتل وغارت کا ذکر ہے۔

ولید بن یزید بن عبدالملک کے عہد تک یہ صفت بدرجہ اتم موجود رہی، پھر کشت وخون کا زمانہ آیا اس کے بعد عباسیہ کا دور آیا، حدیث مذکور غلبہ کی صفت نظر انداز کر دی جائے یا قتل وغارت کے بعد والے خلفاء اس میں شمار کر لئے جائیں تو بارہ سے متجاوز ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکومت قریش میں قائم رہے گی جب تک لوگوں میں سے دو شخص بھی باقی ہوں گے۔ بخاری شریف میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت قریش میں ہوگی، ان سے جو کوئی دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو الٹا گرا دے گا جب تک وہ دین کے پابند رہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ شریعت کے احکام کے پابند ہوں گے گو ان میں کوئی عملی کوتاہی ہو۔

بارہ خلفاء..... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا یہ مسلک کہ بارہ خلفاء سے مراد مسلسل خلفاء مراد ہیں جو ولید بن یزید بن عبدالملک کے عہد تک ہوئے۔ یہ مسلک محل نظر اور قابل اعتراض ہے کہ ولید بن یزید کے عہد تک خلفاء کی تعداد بارہ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ حدیث سفینہ کے مطابق تیس سال تک چار خلفاء راشدین پانچویں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حسب وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(بخاری شریف میں حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کے موافق) پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پھر یزید رضی اللہ عنہ اس کے بعد معاویہ بن یزید رضی اللہ عنہ، پھر مروان بن حکم رضی اللہ عنہ پھر عبدالملک رضی اللہ عنہ پھر ولید بن عبدالملک پھر سلیمان بن عبدالملک رضی اللہ عنہ پھر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پھر یزید بن عبدالملک رضی اللہ عنہ پھر ہشام بن عبدالملک رضی اللہ عنہ پھر ولید بن یزید رضی اللہ عنہ، یہ ولید سے پہلے پندرہ خلفاء ہوئے۔

اگر اس میں ابن زبیر کو شمار کر لیا جائے تو سولہ ہو گئے، بہر حال یہ بارہ کی تعداد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی پوری ہو جاتی ہے

جس میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ تو شامل ہے اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خارج ہیں جن کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ خلفاء راشدین میں سے ہیں اور ان کا زمانہ خلافت کا بہترین زمانہ ہے جس کے شیعہ بھی معترف ہیں۔

اگر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمائیں کہ بارہ خلفاء سے وہ مراد ہیں جن پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہو تو یہ مسلک درست نہیں کہ اس اصول کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ دونوں کا بارہ سے اخراج لازم آتا ہے کیونکہ تمام اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ساری امت کا ان پر اتفاق نہیں ہوا لہذا اس قاعدہ کے تحت بارہ کی تعداد کچھ اس طرح ہوگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت یزید رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالملک رضی اللہ عنہ، حضرت ولید رضی اللہ عنہ بن سلیمان، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، حضرت یزید رضی اللہ عنہ، حضرت ہشام رضی اللہ عنہ، یہ دس ہوئے پھر ولید بن یزید رضی اللہ عنہ، بن عبدالملک رضی اللہ عنہ۔

مگر یہ بھی قابل ترجیح نہیں ہے کیونکہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بارہ خلفاء سے اخراج کے علاوہ حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت لازم آتی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت تیس سال قائم رہے گی پھر بادشاہت کا زمانہ ہوگا اس کے پیش نظر حضرت معاویہ کو خلیفہ کہنا ہی درست نہیں ہوگا۔

راجح مسلک ....خلافت مسلسل تیس سال قائم رہی پھر اس میں وقفہ آگیا اور انقطاع پیدا ہوگیا، آئندہ پھر بھی راشد خلفاء پیدا ہوں گے جیسے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے۔

نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد بنی امیہ سے بارہ حکمران اور بادشاہ ہوں گے، کسی نے کہا یعنی خلفاء؟ فرمایا نہیں بلکہ بادشاہ۔

ابوالجلد کی رائے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حاتم بن صفرہ رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمسایہ ابوالجلد سے سنا ہے وہ یقین سے کہتا تھا کہ قیامت سے پہلے امت محمدیہ میں بارہ خلفاء ضرور پیدا ہوں گے اور دوسرے شریعت کے پابند ہوں گے، دو ان میں سے اہل بیت سے ہوں گے، ایک کی عمر ۴۰ سال ہوگی اور دوسرے کی ۳۰ سال۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالجلد کے اس مسلک (کہ بارہ خلفاء ضرور پیدا ہوں گے مگر تسلسل شرط نہیں) کی خوب تنقید کی ہے مگر بن نہیں پڑی۔ ابوالجلد کے اس مسلک کی بیشتر علماء نے تائید کی ہے اور سابقہ گزارشات کے پیش نظر بھی مسلک قابل ترجیح ہے، ابوالجلد مطالعہ کا شوقین تھا اس کے زیر مطالعہ سابقہ سماوی کتب بھی تھیں چنانچہ موجودہ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی اور بتایا کہ اس کی نسل کو خوب پھیلائے گا اور اس کی اولاد میں سے بارہ عظیم لوگ پیدا ہوں گے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہی بارہ خلفاء ہیں جن کی بشارت اور پیشن گوئی حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ میں منقول ہے یہ مسلسل نہیں بلکہ الگ الگ زمانے میں پیدا ہوں گے۔

مغالطہ... یہودیت کے بعد اسلام قبول کرنے والے بیشتر مسلمانوں کو یہ مغالطہ پیدا ہوا کہ بارہ خلفاء سے مراد بارہ امام ہیں جن کی اقامت کے شیعہ بھی قائل ہیں۔ نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ، کعب احبار سے نقل کرتے ہیں کہ اسماعیل کی نسل سے بارہ قیم اور حکمران پیدا ہوں گے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

نعیم بن حماد، یحییٰ بن عمرو شیبانی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کے زیر حکومت حرمین شریفین نہیں وہ خلیفہ نہیں۔

عباسی دور کے بارے میں پیشن گوئی۔ ...الفتن والملاحم میں نعیم بن حماد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے پاس حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب نے مجھ سے ''حمعسق'' کے بارے میں مکرر

سوال کیا جواب نہ ملا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے بار بار سوال کرنے کی وجہ سمجھ گیا ہوں سنئے! یہ آیت اہل بیت میں سے عبداللہ یا عبدالالہ نامی حکمران کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ ایک مشرقی نہر پر فروکش ہوگا، اسکے دونوں ساحل پر دو شہر تعمیر کرے گا، ان میں ہر متکبر اور ضدی شخص آباد ہوگا۔

من گھڑت روایت (اپنے سے بنائی ہوئی روایت) ....ابوالقاسم طبرانی (احمد بن عبدالوھاب بن بخدہ حوطی، ابوالمغیرہ، عبداللہ بن سمط، صالح بن علی ہاشمی، علی ہاشمی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "۱۵۴ھ کے بعد اپنی حقیقی اولاد کی پرورش سے کتے کا پالنا بہتر ہے" یہ حدیث موضوع (یعنی ضعیف) ہے اور عبداللہ بن سمط کی کارستانی ہے۔

الفتن والملاحم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد نعیم بن حماد خزاعی نے، ابوعمر و بصری، ابو بیان معافری، بدیع، کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ۱۶۰ھ میں تحمل مزاج لوگوں کے حلم میں دانشوروں کی دانش میں کمی اور کوتاہی پیدا ہو جائے گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پیشن گوئی ..امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (ابن عیینہ، ابن جریج، ابوالزبیر، ابوصالح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں "عنقریب لوگ علم کی تلاش میں دور دراز سفر کریں گے" لیکن مدینے کے عالم سے کوئی زیادہ علم والا نہیں پائیں گے" یہ حدیث حسن ہے۔ بقول ابن عیینہ اور عبدالرزاق اس سے مراد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ ہیں۔

امام شافعی ....ابوداؤد طیالسی نے عبداللہ سے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قریش کو برا بھلا مت کہو، ان کا عالم روئے زمین کو علم سے منور اور مالا مال کر دے گا، الٰہی! قریش کے اول طبقہ کو خستہ حالی سے دوچار کیا ہے تو ان کے بعد آنے والی نسل کو خوشحال بنا، حافظ ابونعیم کے قول کے مطابق ابونعیم اصبہانی اس سے مراد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن ادریس شافعی م ۲۰۴ھ ہیں ہم "امام ابن کثیر" رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے حالات و تراجم ایک مستقل تصنیف میں مرتب اور جمع کئے ہیں۔

کم عیال .... رواد بن جراح، حضرت حذیفہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ ۲۰۰ھ کے بعد خفیف الحاذ اور کم عیال شخص سب سے بہتر ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت ہوا خفیف الحاذ کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا جس کا اہل و عیال اور مال کم ہو۔

کرامات .. ابن ماجہ میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرامات کا ظہور ۲۰۰ھ کے بعد ہوگا۔

طبقات نصر بن علی جہضمی (نوح بن قیس، عبداللہ بن مغفل، یزید بن رقاشی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے پانچ طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ چالیس سال کا نیک اور متقی لوگوں کا، دوسرا ایک سو بیس تک باہمی رحمت ومودت اور صلہ رحمی کا، تیسرا ایک سو ساٹھ تک منافرت اور قطع رحمی کا زمانہ، پھر قتل و غارت کا زمانہ ہوگا نجات اور اپنی خلاصی کے لئے سر توڑ کوشش کرو۔

نصر بن علی جہضمی (حازم ابو محمد عنزی، مسور بن حسن، ابی معن) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے پانچ زمانے ہیں ہر دور چالیس سال کا ہے، میرا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا زمانہ اہل علم اور اہل ایمان کا زمانہ ہے اسی سال تک دوسرا زمانہ نیک اور متقی لوگوں کا زمانہ ہے، پھر مذکورہ روایت کی طرح بیان کی ہے۔

یہ حدیث دونوں سندوں سے ضعیف ہے اور اس میں نکارت اور عجوبہ پن واضح ہے، واللہ اعلم۔

تین زمانے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (وکیع بن اعمش، ہلال بن بیان) حضرت عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو اس زمانے کے ساتھ متصل ہیں پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد ہوں گے پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے کو موٹا کرنا چاہیں گے مٹاپے کو پسند کریں گے، گواہی دیں گے گواہی کے لئے بلانے سے پہلے (یعنی کذاب وافتراء

کے لئے ہر وقت تیار) رواہ الترمذی۔

مسلم اور بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھران لوگوں کا زمانہ جو میرے بعد ہیں پھران لوگوں کا زمانہ جوان کے بعد ہیں پھران لوگوں کا جوان بھی بعد ہیں پھر ایسے بے دین لوگ آئیں گے جو گواہی اور قسم دینے میں نہایت بے باک ہوں گے۔

ابراہیم راوی کہتے ہیں ابتدائی دنوں میں ہمیں گواہی اور وعدہ دینے پر مار پڑتی تھی۔

مامون کے بارے میں۔ ..نعیم بن حماد، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ساتواں خلیفہ لوگوں کو کفر کی دعوت دے گا، لوگ اس کی بات تسلیم نہیں کریں گے اور اس کے اہل خانہ کہیں گے تو ہمیں زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے، وہ کہے گا میں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر چلنا چاہتا ہوں لوگ اس کی دعوت کا انکار کریں گے''۔

اس پیشن گوئی کا مصداق خلیفہ مامون ہے، جس نے قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی لوگوں کو دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے اس غلط عقیدہ سے لوگوں کو محفوظ رکھا۔

پانچ سوسال......امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قسطنطنیہ کے جہاد کے لئے روانہ کیا تھا اور عہد معاویہ میں، میں نے خیمہ کے اندر ابوثعلبہ خشنی سے سنا، واللہ اعلم ''مسلم قوم نصف یوم یعنی پانچ سو سے کم زندگی نہیں پائے گی جب شام ایک خاندان کے زیر حکومت ہوگا اس وقت قسطنطنیہ فتح ہوگا''۔

ابوداؤد میں حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو نصف یوم تک ضرور قائم رکھے گا، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو نصف یوم تک ضرور قائم رکھے گا، حضرت سعد سے نصف یوم کی مدت پوچھی گئی تو فرمایا پانچ سو سال۔

اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ پانچ سو سال تک ضرور باقی رہے گی۔ نیز پانچ سو سال تک بقا اور قیام مزید مدت کے منافی نہیں۔ اور یہ نصف یوم سے ۵۰۰ سال کا مفہوم وان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون (۲۲/۴۷) سے ماخوذ ہے کہ ایک یوم تمہارے حساب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہزار برس کے برابر ہے۔

ہزار سال ...''انہ علیہ السلام لایولف فی قبرہ'' کہ ''نبی علیہ السلام کو روضہ مبارک میں زیر زمین ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں گذرے گا'' یہ ایک بے بنیاد بات ہے، اسلامی کتب میں موجود نہیں، صرف عوام کی زبان پر عام ہے۔ حجاز سے آتش کے ظہور کی پیشن گوئی بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی سے بصرہ ملک شام کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

شیخ شہاب الدین ابوشامہ ۶۶۵ھ تاریخ میں رقم طراز ہے کہ بروز جمعہ ۵ جمادی الاخری ۶۵۴ھ کو آگ نکلی اور یہ ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ رہی اور مدینہ سے متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں مدینہ کے مشرقی جانب شطا وادی کے گوشے سے جبل احد کے سامنے اس کے ظاہر ہونے کی کیفیت بیان ہے کہ وہ پورے میدان میں پھیل چکی ہے اور اس سے چنگاریں اڑتی ہیں جو حجاز کو تباہ کر دیں گی۔

بروز پیر یکم جمادی الاخری ۶۵۴ھ میں سخت دھماکہ ہوا اور زلزلہ بجو رات دن بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ۵ جمادی اخری بروز جمعہ یہ آگ ظاہر ہوئی، آگ کی شدت سے وادی شطا کے پہاڑ بہہ پڑے اس کا طول ۱۲ میل عرض ۴ میل عمق آدمی کے ڈیڑھ قامت کے برابر تھا، تانبے کی طرح پتھر پگھل کر بہہ پڑے پھر کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے اس کی روشنی تیماء تک پھیلی ہوئی تھی، وہ آگ تیز تھی کہ رات کے وقت لوگوں نے اس روشنی میں لکھا اور یا ہر گھر میں

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن سعید کی معرفت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت کے لوگ ناز ونخرے سے اترا کر چلیں گے، فارس اور روم کے لوگ ان کے خادم ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں باہمی رقابت اور بغض پیدا کر دے گا، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ہر صدی کے اختتام پر مجدد: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ (سلیمان بن داؤد مہری، ابن وہب، سعید بن ابی ایوب، شراحیل بن یزید معافری، ابوعلقمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں اس امت سے ایسا عالم پیدا کرے گا جو بدعات اور خرافات کو مٹا کر دین کو تازہ کر دے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت عبدالرحمن بن شریح، سکندرانی نے بھی بیان کی ہے، مگر صرف شراحیل تک سند بیان کی ہے، صدی کے اختتام پر ہر فرقہ اپنے اپنے علماء اور مشائخ کو مجدد قرار دیتے اور اس حدیث کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ حدیث تجدید صدی سے ہر عالم اور مبلغ پر صادق آتی ہے جس نے تبلیغ وغیرہ کی ہو۔ یعنی دین کی آبیاری کی ہو اور بدعت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ہر زمانہ میں پچھلے اچھے اور نیک لوگ دین کا علم حاصل کریں گے جو غالی اور مدعی لوگوں کی تحریفات اور بدعات واضح بیان کریں گے جھوٹے اور باطل لوگوں کی جعل سازی کو مٹا دیں گے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ کار تو آخری صدی تک موجود ہے اللہ تعالیٰ اس کو جاری و ساری رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور جنت کے وارث قرار دے۔ آمین یا رب العالمین۔

حق پرست گروہ اہل حدیث: بخاری شریف میں ہے کہ ایک گروہ میری امت میں سے ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اس کا ساتھ چھوڑنے والے رسوا کرنے والے اور مخالفت کرنے والا کوئی بھی اس کو قیامت تک نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ اسی طرح اپنے راستے پر گامزن رہے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ یہ گروہ شام میں ہے اور اکثر علماء سلف کا خیال ہے وہ اہل حدیث ہیں، یہ بھی ایک پیشن گوئی ہے اور شام میں بحمد اللہ زمانہ تک اہل حدیث بکثرت موجود ہے خصوصاً دمشق میں، اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ و مامون رکھے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ پرآشوب زمانے میں شام مسلمانوں کا قلعہ اور ذخیرہ تھا۔

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشن گوئی: مسلم شریف میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے دمشق میں سفید مشرقی منارہ پر اتریں گے۔

صحیح حدیث مسلم میں ہے "انه ينزل من السماء على المنارة البيضاء شرقي دمشق" غالب خیال ہے کہ یہ الفاظ یوں ہیں "على المنارة البيضاء الشرقيه بدمشق" کسی صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ مسلم کے ایک نسخہ میں اسی طرح ہے مگر مجھے وہ اب تک نہیں میسر ہوا، واللہ المیسر۔

۷۴۰ھ میں عیسائیوں نے ایک سازش کے تحت یہ منارہ جلا کر ختم کر دیا تو بطور پاداش ان کے مال سے اس کی تجدید اور مرمت ہوئی اس حدیث میں یہ راز مضمر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی مینار پر نزول فرمائیں گے جو عیسائیوں کے مال سے تیار شدہ ہے اور ان کے بہتان اور جھوٹے الزامات کی تردید کریں گے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور آپ (عیسیٰ علیہ السلام) پر لگائے، صلیب توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل اور جلا کر مار ڈالیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور صرف اسلام ہی قبول کریں گے ورنہ اس کے مخالف کو زیر کر دیں گے۔

یہ بات بھی رسول اللہ ﷺ نے بتائی اور باقی پیشن گوئیوں کی طرح پوری ہوگی۔ "صلوات الله عليه وسلامه دائما"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے تقابل

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اعجازات: آنحضور کے خصوصی معجزات میں سے کتاب اللہ (یعنی اللہ کی کتاب) ایک بے مثال لاجواب معجزہ ہے کہ باطل کی مجال ہی نہیں کہ اس پر کسی پہلو سے حملہ آور ہو سکے، نہ اعلانیہ اور نہ خفیہ، یہ ایک زندہ جاوید معجزہ ہے جو تا ابد

و برہان، بے نظیر و بے مثال کلام ہے جن و انسان سب کو چیلنج ہے کہ ایسی لاجواب کتاب لاؤ (کتاب ممکن نہیں) تو دس سورتیں ہی بنالاؤ (یہ بھی دشوار ہے) تو کم از کم ایک سورت ہی مرتب کرڈالو مگر وہ سب دم بخود اور عاجز رہ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معجزات عطا فرمائے ہیں کہ ان کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے، مجھے قرآن کریم کا معجزہ عطا ہوا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابعداروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

یعنی ہر نبی کو خارق عادات، معجزات سے نوازا گیا ہے جو عقل مند اور دانشور کی دانش اور بینش سے ایمان کی اپیل کرتے تھے، قرآن کریم مجسم معجزہ ہے جو نبی پاک ﷺ کو ملا ہے وہ ایک لازوال ابدی اور دائمی معجزہ ہے، پہلے انبیاء کے معجزات کی طرح وقتی اور عارضی معجزہ نہیں جو ان کی وفات کے ساتھ ختم اور ناپید ہو گئے اب صرف ان کی یاد باقی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی معجزات... بخاری و مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ معجزات عطا ہوئے ہیں، جس سے ہر نبی محروم رہا ہے، ایک ماہ کی مسافت پر دشمن مجھ سے مرعوب اور لرزہ براندام رہتا ہے تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ (اور اسکی مٹی تیمم کے لئے) پاک ہے، مسلمان کو جہاں وقت نماز آجائے وہیں پڑھ لیں، میرے لئے مال غنیمت حلال اور پاک ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا، مجھے شفاعت کی اجازت عطا ہوئی ہے، پہلے نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے، میں عالمگیر نبی اور رسول ہوں۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کا ہر معجزہ دراصل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا ہی معجزہ ہے کیونکہ ہر نبی نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائی اور آپ ﷺ کی متابعت اور پیروی کا حکم دیا اور جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت و دانائی عطا کروں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا، انہوں نے کہا "ہاں" ہم نے اقرار کیا، خدا نے فرمایا کہ تم اس عہد پیمان کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (۳/۸۱)

بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پہلے سب انبیاء علیہم السلام سے فرداً فرداً عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ اگر ان کے زمانے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو لازماً آن پر ایمان لانا ان کی اتباع اور مدد کرنا۔

بیشتر اہل علم سے منقول ہے کہ ہر امتی اور ولی کی کرامت نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے کہ ولی اور امتی کا یہ شرف اور کرامت محض نبی کی متابعت اور پیروی کی برکت کا نتیجہ اور اس کے ایمان کا ثمرہ ہے۔

"آنحضور ﷺ کے معجزات کا دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات پر ترجیح اور موازنہ" کے اضافہ کا خیال مجھے استاد گرامی شیخ الاسلام کمال الدین ابو المعالی محمد بن علی انصاری سما کی عرف زملکانی رحمۃ اللہ ۷۲۷ھ کا رسالہ دیکھ کر ہوا جو سیرت ابن ہشام وغیرہ کا خلاصہ اور اختصار ہے، یہ کتاب معلومات افزاء اور اکثر فوائد کی حامل ہے مگر نا تمام اور ناقص ہے شاید کچھ اوراق گم ہو گئے یا کسی اور وجہ سے نامکمل رہ گئی، بعض احباب نے مجھ سے اس کی تکمیل کا تقاضہ کیا میں نے اجر و ثواب کی خاطر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا۔

معجزات میں موازنہ کے بانی... استاد گرامی امام ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۲ھ سے میں نے ایک درس میں سنا تھا کہ معجزات میں تقابل اور موازنہ کے مؤسس اور بانی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن سواد سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ کسی نبی کو عطا کیا اس جیسا معجزہ محمد ﷺ کو بھی عطا کیا، ابن سواد نے استفسار کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے کا جو معجزہ عطا ہوا؟ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حنانہ ستون اور کھجور کے تنے کے رونے کا ذکر کیا اور فرمایا یہ بے جان اور بے زبان لکڑی کا رونا مردہ کے زندہ کرنے سے بہت بڑا معجزہ ہے، تین جلدوں کی ضخیم کتاب "دلائل النبوۃ" میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک فصل میں

معجزات کا نہایت عمدہ تجزیہ اور تقابل پیش کیا ہے اور امام فقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف دلائل النبوۃ میں جو ایک نہایت نفیس اور جلیل القدر کتاب ہے اس مسئلہ پر قلم اٹھایا ہے اسی طرح صرصری شاعر نے بھی اپنے بعض قصائد میں یہ تقابل پیش کیا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ تمام مصادر اور ماخذ سے بہ اختصار اقتباسات پیش کریں گے۔

واللّٰه المستعان وعليه التكلان ولا حول ولا قوة الا باللّٰه

حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں: ... جب حضرت نوح علیہ السلام قوم کی فلاح اور صلاح سے مایوس ہو گئے اور ان کی رشد و ہدایت سے ناامید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، الٰہی! میں ان کے مقابلہ میں کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے لے، پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دھانے کھول دیئے اور زمین میں چشمے جاری کر دیئے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا اور ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی۔ (۲/۱۰) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے رفقاء کو سلامتی سے ہمکنار کیا اور کفار کو تہس نہس کر دیا۔

شیخ ابو المعالی زملکانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخطوطہ سے میں نے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کے معجزہ کے موافق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی معجزات ہیں، شعر آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ مفصل بیان کرنا تو بڑی طوالت کا باعث ہے جو کئی جلدوں میں بھی مکمل نہیں ہو سکتا، ہم مختصر مختصر بیان کرتے ہیں مثلاً سفینہ نوح کا قصہ۔

یاد رہے پانی کی سطح پر کشتی کے بغیر چلنا کشتی پر سوار ہو کر چلنے سے نہایت عجیب و غریب اور انوکھا کارنامہ ہے، امت محمدیہ کے متعدد بزرگان پانی میں اترے اور صحیح سلامت ساحل پر پہنچے کہ ان کی کوئی چیز بھی نہیں بھیگی تھی۔ منجاب بیان کرتا ہے کہ دارین میں ہم حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد میں مصروف تھے آپ نے تین دعائیں کیں اور وہ سب قبول ہوئیں، ہم ایک منزل میں قیام پذیر ہوئے مگر وہاں پانی نہیں تھا حضرت نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی، الٰہی! ہم تیرے بندے ہیں اور تیری راہ میں دشمن سے جہاد کر رہے ہیں الٰہی! بارش برسا، وضو کریں اور پئیں لیکن مجاہدین کے علاوہ یہ کسی کو نصیب نہ ہو۔

ہم تھوڑی دیر چلے تو ایک میدان میں بارش ہو چکی تھی ہم نے وضو کیا اور حسب ضرورت پیا، راوی کہتا ہے میں نے آزمائش کے لئے اپنا برتن پانی سے بھر کر وہیں چھوڑ دیا اور خود چلا آیا تھوڑی دیر چلنے کے بعد میں نے کہا میں اس منزل پر اپنا برتن بھول آیا ہوں وہ لے کر میں ابھی آیا چنانچہ میں واپس گیا تو وہاں بارش کا نام و نشان نہیں تھا (گویا وہ صرف مجاہدین کے لئے تھی) پھر ہم چلتے چلتے سمندر کے ساحل پر پہنچے تو علاء بن حضرمی نے دعا کی اے اللہ! ہم تیرے غلام ہیں اور تیری راہ میں مجاہد ہیں، الٰہی! ہمارے لئے کفار کی طرف راستہ بنا دے چنانچہ ہم سمندر میں داخل ہوئے اور پار کر گئے اور ہماری کوئی بھی چیز پانی میں بھیگی نہیں۔

یہ کرامت، کشتی پر سوار ہو کر پار ہونے سے بدرجہا اعلیٰ ہے کیونکہ کشتی پر سوار ہو کر پار ہونا تو ایک معتاد و معروف اور عام بات ہے غور کریں تو یہ کرامت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بحر قلزم کے پھٹنے سے بھی عجیب تر ہے وہ تو سمندر کے خشک ہونے کے بعد پار ہوئے اور اس کرامت سے پانی زمین کی طرح جامد ہو گیا اس کرامت کا ظہور بھی نبی علیہ السلام کی برکت سے ہوا۔

یہ مذکورہ بالا واقعہ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ابی الدنیا، ابی کریب، محمد بن فضیل، صلت بن مطر عجلی، عبدالملک، بھانجا سہم) سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں اور تاریخ کبیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور سند سے نقل کیا ہے، نیز امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں بھی علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

عجائبات: ... امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عیسیٰ بن یونس، عبداللہ بن عون) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں امت مسلمہ میں تین عجائبات دیکھے ہیں اگر وہ بنی اسرائیل میں ظاہر ہوتے تو کوئی قوم اس کے مدمقابل نہ ہوتی۔

حاضرین نے پوچھا جناب ابو حمزہ! وہ کیا ہے؟ بتایا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اصحاب صفہ میں تھے، ایک خاتون نوجوان بیٹے کے ساتھ ہجرت کر

کے آئی خاتون کو اہل خانہ کے ساتھ بھیج دیا اور نوجوان کو اصحاب صفہ میں شامل کر دیا کچھ دنوں بعد وہ وبائی مرض سے فوت ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے کفن دفن کا حکم دیا، ہم نے اس کے غسل کی تیاری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی والدہ کو اطلاع کر دو میں نے مطلع کیا تو وہ آ کر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے قدموں کو پکڑ کر دعا کی:

الٰہی! میں بخوشی مسلمان ہوئی، بتوں کی مخالفت کی، سچے دل سے ہجرت کی، مجھے ایسی مصیبت میں مبتلا نہ کر جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔

واللہ! اس کی دعا ابھی پوری طرح ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے پاؤں کو ہلا دیا اور چہرے سے کپڑا اتار دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی اس میں شامل تھا اور حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ میر کارواں تھے، ہم میدان جنگ میں آئے تو پانی کا نام ونشان نہیں تھا اور شدید گرمی کا موسم تھا انسان اور حیوان سب پیاس سے بلک رہے تھے۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا یہ واقعہ جمعہ کے دن پیش آیا، زوال کے بعد میر کارواں نے دو رکعت نماز جمعہ پڑھا کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، آغاز دعا کے وقت مطلع بالکل صاف تھا، ابھی دعا سے فارغ بھی نہیں ہوئے، ہوا آئی اور آسمان ابر آلود ہو گیا، بارش آئی اور ہر طرف خوش تر ہو گیا، خوب پیا اور جانوروں کو پلایا، پھر غنیم کی طرف بڑھے تو وہ خلیج عبور کر چکا تھا امیر کارواں نے خلیج کے ساحل پر کھڑے ہو کر دعا کی (یا علی یا عظیم یا حلیم یا کریم) اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر پار کرو چنانچہ ہم سب پار کر گئے اور گھوڑوں کے پاؤں بھی تر نہ ہوئے، دشمن پر حملہ آور ہوئے، قتل وقتال کے بعد باقی ماندہ کو گرفتار کر لیا پھر خلیج کے ساحل پر واپس آئے وہی دعا کی اور پار کرنے کا حکم دیا پھر بھی گھوڑوں کے پاؤں تر نہ ہوئے۔

پھر امیر کارواں علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ہم نے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا تو ایک اجنبی شخص نے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا یہ بہترین انسان ابن حضرمی رضی اللہ عنہ ہے، اس نے کہا یہ دریا کا ساحل ہے، قبر محفوظ نہیں رہتی نعش ننگی ہو جاتی ہے، کچھ دور دفن کرو تو بہتر ہے چنانچہ ہم نے قبر کھودی تو وہ لحد میں موجود نہیں اور لحد حد نظر تک منور ہے پھر ہم نے قبر کو برابر کیا اور واپس چلے آئے۔

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اعمش کے کسی استاذ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم دجلہ کے ساحل پر پہنچے، اس میں شدید طغیانی تھی اور دشمن اس پار تھا ایک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور وہ پانی کے سطح پر تیرنے لگا باقی مسلمانوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور تیرنے لگے تو یہ منظر دیکھ کر کافر کہنے لگے، دیوانے، دیوانے، پاگل، پاگل۔ دریا پار کیا تو صرف ایک پیالہ گم پایا جو زین کے ساتھ لٹکا ہوا تھا جب پار ہوئے تو مال غنیمت خوب ملا۔

تفسیر میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ابو عبیدہ ثقفی رحمۃ اللہ علیہ امیر کارواں نے "وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا" پڑھ کر سب سے پہلے گھوڑا دریا میں ڈالا تھا اور پھر سارے لشکر نے ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے، مجوسیوں نے یہ منظر دیکھ کر دیوانے، دیوانے کہنا شروع کر دیا پھر وہ پسپا ہو گئے، مسلمانوں نے ان کو موت کے گھاٹ اتارا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عبداللہ بن ایوب خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ وتعارف میں یہ نقل کیا ہے کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ روم کے علاقہ میں جہاد میں مصروف تھے ایک نہر کے پاس آئے تو ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بسم اللہ پڑھ کر پار کرو، خود آگے چلنے لگے اور دوسرے آپ کے پیچھے، جب پار کر گئے تو پوچھا کسی کا کچھ گم تو نہیں ہوا، گم شدہ چیز کا میں ضامن ہوں، چنانچہ ایک آدمی نے اپنا تھیلا عمداً پھینک دیا تھوڑی دور گئے تو اس نے کہا میرا تھیلا گر پڑا ہے، آپ نے فرمایا وہ ہے اٹھا لو، ابوداؤد میں بھی یہ مروی ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ عدوی کے ابن عم سے نقل کرتے ہیں کہ ابو مسلم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں ایک جنگ میں گیا ہم ایک عظیم نہر کے ساحل پر آئے ہم نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا پتن کہاں ہے؟ معلوم ہوا کہ پتن یہاں سے دو رات کی مسافت پر ہے تو ابو مسلم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا الٰہی! تو نے اسرائیل کو بحر قلزم پار کروایا تھا ہم بھی تیرے بندے ہیں اور تیرے راستے میں جہاد کے لئے آئے ہیں ہمیں بھی یہ نہر پار کرا دیں، پھر انہوں نے کہا بسم اللہ پڑھ کر پار کرو، چنانچہ ہم سب پار کر گئے اور پانی کی سطح گھوڑوں کے گھٹنوں سے ذرا بلند

تھی، پار کرنے کے بعد پوچھا کوئی چیز گم ہوگئی ہوتو دعا کریں۔

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہ واقعات رسول اللہ ﷺ کے ہی معجزات ہیں کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کا ثمرہ اور آپ ﷺ کی رسالت کی برکت ہے، یہ واقعات حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سمندر پھٹنے کے اعجاز کے عین مشابہ ہیں بلکہ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے کہ وہ کشتی کے ذریعہ سطح آب پر چلے اور یہ گھوڑوں پر، دوسرے سمندر کا پانی ساکن اور غیر متحرک (یعنی ہلتا نہیں) تھا اور یہ جاری تھا، جاری پانی پر چلنا ساکن پانی کی نسبت مشکل ہوتا ہے، گو طوفان نوح عظیم اور بے مثال تھا اور یہ اس کی نسبت معمولی، مگر اعجاز اور خرق عادت میں قلیل کثیر کا کوئی تفاوت نہیں۔

اسی طرح بحر قلزم میں راستے بن گئے اور راستوں میں کوئی کیچڑ نہیں تھا بالکل صاف اور خشک ان کی سواریاں بلا جھجک عبور کر گئیں، جس سے سب پار ہو گئے تو فرعون نے اپنا لشکر آگے بڑھایا اور وہ سب سمندر کی لہروں کی نذر ہو گئے جیسے اسرائیلی بلا کم وکاست سب پار کر گئے اسی طرح فرعون سب کے سب غرق ہو گئے۔

الغرض حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی اور حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا پانی کی سطح پر چلنا اور صحیح سلامت پار کر جانا ایک عظیم کرامت ہے اگر رسول اللہ ﷺ سید الانبیاء خاتم الانبیاء صاحب معراج، امام شب معراج، خطیب محشر، صاحب جنت، صاحب مقام محمود کے عہد میمون میں اس عبور و مرور کی ضرورت لاحق ہوتی تو لامحالہ آپ علیہ السلام پار ہو جاتے۔

دلائل النبوۃ .... از ابو نعیم اصبہانی کی ۳۳ ویں فصل بعنوان ''معجزات مصطفیٰ اور دوسرے انبیاء کرام کے معجزات میں موازنہ'' مذکور ہے کہ نوح علیہ السلام کی معجزانہ دعا ان کے غیظ و غضب کی شفا کہ نافرمانوں کو روئے زمین سے نیست و نابود کر دیا اور مومنوں کو کچھ تکلیف نہ پہنچنا، ایک عظیم معجزہ ہے جو قضاء وقدر کے موافق رونما ہوا۔

اوجھڑی کا واقعہ .... ایسے ہی نبی کریم ﷺ کی جب کفار قریش نے تکذیب کی، تکلیفیں پہنچائی، ذلت و رسوائی سے ہمکنار کیا یہاں تک کہ بے وقوف عقبہ نے بحالت سجدہ آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی ڈال دی، کسی کو اتار پھینکنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ کفار اس منظر سے ایسے محظوظ اور مسرور تھے کہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور پشت سے اوجھڑی اتار کر ان کفار کو جلی کٹی سنائیں، سلام کے بعد نبی علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور نام بہ نام بد دعا کی، الٰہی! ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو پکڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نبی مبعوث کیا، یہ سب جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے اور بدر کے بے آباد کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

جنگ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ...... قریش بڑی شان و شوکت دبدبہ اور آن بان سے میدان بدر میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے صف آرا ہوئے تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی! یہ قریش بڑے فخر و غرور سے آئے ہیں، تیری نبی کی تکذیب کر رہے ہیں اور جنگ و جدال پر آمادہ ہیں ان پر آج مصیبت ڈال، چنانچہ ان میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے لیکن قدرت کو یہ منظور تھا کہ بعض ان سے مسلمان ہوں گے۔

عتبہ بن ابی لہب .... عتبہ بن ابی لہب نے جب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور نازیبا الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ نے بد دعا فرمائی، الٰہی! اس پر درندہ مسلط کر، چنانچہ شہر بصریٰ کے قریب وادی زرقاء میں اسے شیر نے پھاڑ ڈالا، اسی طرح مکہ میں قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے قحط سالی کا شکار ہوئے ان کی التجا پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور خشک سالی رفع ہوئی، (ایسے ہی بیشتر اور واقعات ہیں)۔

امام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن حامد رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوۃ میں رسول اکرم ﷺ کے معجزات اور دوسرے انبیاء کرام کے معجزات میں موازنہ اور

مقابلہ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کفار کی جانب سے ناقابل برداشت اذیت، بے حد رسوائی اور ذلت، شریعت سے انحراف، کفر پر اصرار سے دل برداشتہ ہوئے تو ان پر بددعا کی، رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا (۲۶/۷۱) "میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر باقی نہ رہنے دے" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی، سب غرقاب ہوئے، جانور تک کوئی زندہ نہ بچا۔

ہاں! رسول اللہ ﷺ سے بھی جب قریش گستاخی سے پیش آئے اور آپ ﷺ کی بات قبول نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں وہ بجالائے، آپ نے بددعا نہیں کی، بلکہ صبر کیا اور ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی۔

امام ابن کثیر کے قول کے مطابق یہ موازنہ نہایت دل آویز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ طائف تشریف لے گئے ان کو دعوت توحید پیش کی تو وہ درپے آزار ہوئے، آپ نہایت مغموم اور بے کسی کے عالم میں تھے کہ قرن الثعالب کے قریب آپ ﷺ سے پہاڑوں کے فرشتہ نے عرض کیا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال سے خوب باخبر ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کا حکم بجالاؤں اگر آپ کہیں تو ان پر پہاڑ گرا کر کچل دوں، آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں میں انہیں مہلت دیتا ہوں اور اس انتظار میں ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے کوئی توحید پرست پیدا کردے۔

موسلا دھار بارش ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دھانے کھول دیئے "ففتحنا ابو اب السماء بماء منهم" اس کے بالمقابل حافظ ابونعیم نے احادیث استسقاء پیش کی ہیں مثلاً ایک دیہاتی نے خشک سالی اور فقر وفاقے کا شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، الٰہی بارش برسا، اللّٰهم اسقنا آپ ﷺ منبر سے اترنے بھی نہیں پائے تھے کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگے، اور موقعہ کی مناسبت سے کسی نے جناب ابوطالب کے قصیدہ لامیہ کے دو شعر پڑھے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل
یلوذ به الهلاک من آل هاشم
فهم عنده فی نعمة وفواضل

"سپیدہ چہرہ جس کی بدولت ابر بہاراں طلب کیا جاتا ہے، یتیموں کا جائے پناہ اور بیواؤں کا بچاؤ اور سہارا ہے، کمزور وناتواں ہاشمی اس کی پناہ لیتے ہیں وہ ان کے پاس خوب انعام واکرام سے بہرہ مند ہیں"۔

اسی طرح بارش کی آپ ﷺ نے بارہا دعا کی اور قبول ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے اور بارش برس جاتی تھی نیز ساری دنیا میں مسلمان بارش کی دعائیں کرتے ہیں اور خوب بارش برستی ہے جب کہ غیر مسلمانوں کی اکثر دعائیں قبول نہیں، وللہ الحمد، اس کے علاوہ بارش کا پانی رحمت اور برکت ہوتا ہے اور طوفان ہلاکت اور زحمت کا مظہر ہوتا ہے۔

مدت رسالت میں تقابل.. حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اصبہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام مسلسل ۹۵۰ سال وعظ وتبلیغ کرتے رہے اتنی مدت مدید میں صرف سو سے کم لوگ ہی مسلمان ہوئے اور ۲۳ سالہ زندگی میں رسول اللہ ﷺ پر مشرق ومغرب کے لاتعداد لوگ (یعنی جس کی کوئی تعداد نہیں) ایمان لائے، بڑے بڑے جابر حکمران مطیع ہوئے، قیصر وکسریٰ لرزہ براندام تھے نجاشی اور اکثر قیال یمن برضاء ورغبت مسلمان ہوئے، جو ایمان کی نعمت سے محروم رہے وہ جزیہ اور خاکساری پر آمادہ ہوئے، مثلاً اہل نجران، ہجر، ایلہ اور دومہ کے باشندے سب کے سب آپ ﷺ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہو رہے تھے جیسا کہ سورۃ نصر میں مذکور ہے:

ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً (۲/۱۱۰)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی مدینہ منورہ، خیبر، مکہ مکرمہ، یمن کا بیشتر علاقہ اور حضر موت فتح ہو چکا تھا اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جم غفیر آپ ﷺ پر فدا اور جانثار تھا اور زندگی کے آخری دنوں میں

مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کومکتوبات اور خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت پیش کی، بعض مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض خاطر داری اور حسن اخلاق سے پیش آئے اور بعض نے غرور اور گھمنڈ دکھایا اور اپنے کئے کا مزہ پایا اور کسریٰ نے مکتوب گرامی کو پرزہ پرزہ نہیں کیا بلکہ اپنی سلطنت کو ریزہ ریزہ کیا۔

پھر خلفاء اربعہ کے عہد مسعود میں بحر غربی سے لے کر بحر شرقی تک فتوحات کا دائرہ وسیع ہوگیا اور رسول اللہ ﷺ کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا کہ مجھے روئے زمین کا مشرق ومغرب سمیٹ کر دکھایا گیا ہے میری امت کی حکمرانی کا دائرہ وہاں تک وسیع ہوگا، قیصر وکسریٰ ہلاک ہوجائیں گے ان کے خزانے فی سبیل اللہ لٹا دیئے جائیں گے۔

یہ پیشن گوئیاں حرف بحرف صحیح ثابت ہوئیں، ۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک قیصر وکسریٰ کے سارے علاقے مسلمانوں کے زیرنگیں ہوئے، قسطنطنیہ کے علاوہ۔ اور جس قدر حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے روئے زمین پر طوفان اور تباہی پھیلی اسی قدر رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دعوت کی برکت سے رحمت اور رافت عام ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انما انا رحمۃ مھداۃ میں تو دنیا کے لئے مجسم رحمت کا تحفہ ہوں جیسے کہ قرآن کریم میں آیا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (۲۱/۱۰۷) اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

کتاب البعث میں ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مسلمان کے لئے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں رحمت ہیں اور کافروں کے لئے اس طرح کہ سابقہ اقوام کی طرف وہ فوری عذاب کا مستحق تھا جو آپ کی بدولت روک دیا گیا اور الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار (۱۴/۲۸) ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت الٰہی کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق آیت میں نعمۃ اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور الذین بدلوا سے کفار قریش ہیں جیسا کہ ''ومن یکفر بہ من العذاب فالنار موعدہ'' میں ہے۔

نام میں موازنہ...... حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے ایک صفاتی نام سے یاد کیا ہے، انہ کان عبدا شکورا (۱۷/۳) تو یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دو نام عطا ہوئے بالمومنین رؤف رحیم (۹/۱۲۸)۔

دیگر انبیاء کرام کا نام لے کر ذکر کیا مثلاً یا نوح علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام یا موسیٰ علیہ السلام یا داؤد علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام (علیہم السلام) مگر آپ ﷺ کو معزز القاب کے ساتھ یا ایھا الرسول، ''یا ایھا النبی، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر'' سے یاد کیا جو کنیت کے قائم مقام ہیں۔

دفاع میں موازنہ: متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کو مشرکین نے بے وقوف اور دیوانہ کہا تو انبیاء کرام نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ ہم سفاہت اور جنون سے کوسوں دور ہیں مثلاً نوح علیہ السلام نے کہا لیس بی سفاھۃ (۷/۶۷) میں بے وقوف نہیں ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے مجنوں کاہن اور بشر کا شاگرد ۱۶/۱۰۳ ہونے کا الزامات لگائے تو خود ہی اللہ تعالیٰ نے ان کے جوابات دیئے اور نبی علیہ السلام کو دیگر انبیاء کرام کی طرح خود دینے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات میں موازنہ...... جب ہم نے قوم عاد پر خشک ہوا چلائی (۵۱/۴۱) جس نے ہر چیز کو تباہ برباد کر دیا اور محمد ﷺ کی مدد غزوہ احزاب میں پوربی ہوا نے کی، ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب میں دکھنی ہوا نے شمالی سے کہا آؤ رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے دکھنی کو جواب دیا کہ حرارت رات کو نقصان رساں کم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر باد صبا اور پوربی ہوا چلائی۔

فارسلنا علیھم ریحا (۳۳/۹) ہم نے ان پر باد صبا بھیجی، حدیث میں ہے نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور میری مدد پوربی ہوا سے ہوئی، اور عادی پچھم ہوا سے تباہ ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ اور حضرت صالح علیہ السلام کے معجزات میں تقابل.. ..اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کے لئے بطور معجزہ پہاڑ

سے اونٹنی پیدا کی تو عرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی اعلیٰ معجزہ سے نوازا گیا کہ اونٹنی محض پہاڑ سے پیدا ہوئی اور اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت اور نبوت کی شہادت نہیں دی اور محمد ﷺ سے ایک اونٹ نے مالکان کا شکوہ کیا کہ کام زیادہ اور چارہ کم دیتے ہیں اور اب ذبح کرنا چاہتے ہیں اور اس نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دی اس کے علاوہ اسی مفہوم کی حامل حدیث غزالہ (ہرن) اور حدیث ضب (گوہ) بھی مذکور ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ بعثت سے پہلے شجر، حجر آپ کو سلام کہتے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات میں تقابل

شیخ زملکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے آگ میں ڈالنے سے آگ کے ٹھنڈا اور بے ضرر ہو جانے سے نہایت عجیب معجزہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت، نبوت سے ۴۰ سال پہلے آتش کدہ فارس بجھ گیا جو مکہ سے دور کی مسافت پر تھا (سیرت نبوی کے آغاز میں یہ حدیث بمع اسناد مذکور ہے) نیز امت مسلمہ کے بعض افراد پر رسول اللہ ﷺ کی برکت اور عظمت کی بدولت آگ اثر انداز نہیں ہوئی مثلاً ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ غربی دمشق میں مقیم تھے، فجر کی نماز کے لئے سب سے پہلے جامع دمشق میں پہنچتے تھے، روم کے علاقہ میں جہاد میں مصروف رہتے تھے وہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئے یا ۶۰ھ کے بعد، واللہ اعلم۔

یمن میں اسود بن قیس عنسی متنبی نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کیا تو محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے؟ اس نے کہا بالکل پھر اس نے پوچھا تو میری رسالت کا بھی شاہد اور گواہ ہے؟ اس نے کہا مجھے سنائی نہیں دیتا بار بار تکرار کے بعد اس نے ایک الاؤ جلانے کا حکم دیا پھر اس میں ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو پھینک دیا، آگ نے کچھ اثر نہیں کیا تو اسود عنسی کو کسی نے مشورہ دیا کہ اسے جلاوطن کر دو ورنہ سارے علاقہ میں بدامنی پھیل جائے گی۔

چنانچہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں آئے اور مسجد نبوی میں ایک ستون کے سامنے نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ عرض کیا یمن سے آیا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس شخص کا کیا حال ہے جس پر آگ اثر انداز نہیں ہوئی؟ عرض کیا وہ عبداللہ بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدارا بتائیے آپ وہی ہیں، عرض کیا جی ہاں، پھر ان کی پیشانی کو چوم لیا، اپنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی زیارت نصیب کی جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ اثر انداز نہیں ہوئی۔

تاریخ میں حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ وتعارف میں عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ بن محمد بن اسماعیل بن عیاش حطیمی، شراحیل بن ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے، اسماعیل حطیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یمن کے قبیلہ خولان کے مجاہدین عنسی مجاہدین کو مزاحاً کہتے کہ تمہارے جھوٹے نبی نے ہمارے خولانی کو آگ میں پھینک دیا اور وہ صحیح سالم زندہ رہا۔

حافظ ابوالقاسم بن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں ابوالبشر جعفر بن ابی وحشیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسلمان ہوا، قوم نے اسے ارتداد اور کفر پر مجبور کیا بالآخر اسے آگ میں پھینک دیا ماسوائے ایک پور کے آگ اس پر اثر انداز نہ ہوئی، پھر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے بخشش کی دعا کی گزارش کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ہمارے لئے دعا کیجئے، آپ پر تو آگ اثر انداز نہیں ہوئی چنانچہ اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی اور شام کو چلا گیا، لوگ اسے ابراہیم کہتے، یہ محض رسول اکرم ﷺ کی متابعت اور پیروی کی برکت کا ثمرہ ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے کے اعضا کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منجنیق سے پھینکنا۔۔۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بن مالک برادر حضرت انس رضی اللہ عنہ

بن مالک کو مسیلمہ کذاب کے بالمقابل جہاد میں پیش آیا وہ یوں کہ مسیلمہ کی فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے چمڑے میں لپیٹ کر نیزوں سے اوپر اٹھا کر دیوار کے اوپر سے اندر پھینک دو، چنانچہ مسلمانوں نے اسے اسی طرح اندر پہنچا دیا، انہوں نے خوب جوہر دکھائے اور مسیلمہ قتل ہو گیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ اور بنی حنیفہ کے بالمقابل جنگ کے لئے روانہ کیا وہ ایک لاکھ سے زائد تھے اور مسلمان دس ہزار سے زیادہ تھے۔ جب میدان جنگ میں معرکہ ہوا تو اکثر دیہاتی اور اعرابی میدان سے فرار ہونے لگے تو صحابہ کرام حملہ آور ہوئے اور ان کو پسپا کر کے قلعہ میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا جو حدیقۃ الموت کے نام سے معروف ہے پھر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے سابقہ ترکیب سے اندر داخل ہو کر خوب جدوجہد کے بعد قلعے کا دروازہ کھول دیا مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے مسیلمہ اپنے محل کے پاس کھڑا ہوا تھا وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ انصاری نے تلوار سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا، اس وقت مسیلمہ کی عمر ایک سو بیس سال تھی، واقعی طویل عمر اور برے عمل خدا کی لعنت ہے۔ قبحہ اللہ۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں ۔۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھی خلیل اور حبیب بنایا اور حبیب کا مقام خلیل سے نازک تر ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، مگر میں تمہارا رفیق اور اللہ تعالیٰ کا خلیل ہوں۔

ابونعیم (عبداللہ بن زحر، علی بن یزید، قاسم، ابوامامہ) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ امت میں سے ہر نبی کا خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے رفیق کو یعنی مجھے خلیل بنا لیا ہے۔

(یہ سند ضعیف ہے)۔

محمد بن عجلان عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (غریب سند سے مروی ہے) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لکل نبی خلیل و خلیلی ابو بکر بن ابی قحافہ، و خلیل صاحبکم الرحمن"

عبدالوھاب بن ضحاک (اسماعیل بن عیاش، صفوان بن عمرو، عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر، کثیر بن مرۃ) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خلیل بنایا ہے، جنت میں میرا اور حضرت ابراہیم کا محل آمنے سامنے ہوگا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ دو خلیلوں کے درمیان مومن ہیں، یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند محل نظر ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پانچ یوم پہلے فرمایا میں تم سے کسی کو خلیل بنانے سے بیزار ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خلیل بنا لیا ہے اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے، سنو! گزشتہ اقوام اپنے نبیوں، ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ، عبادت خانہ بناتے تھے تم ایسا نہ کرنا، میں تمہیں اس سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں، باقی رہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خلیل بنانا مگر اس کی سند ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل نہیں کی۔

کتاب البعث میں ہشام بن عمار نے عروہ بن رویم لخمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری ذات سے نوشتہ اجل پورا کیا ہے اور مجھے اپنے قرب کا ذریعہ بنایا ہے اور پردۂ غیب سے حاضر کیا ہے ہم دنیا میں سب سے آخر قوم ہیں اور قیامت کے دن سب سے اول ہوں گے، میں ایک بات کہتا ہوں حقیقت ہے خودستائی نہیں، حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں، حضرت موسیٰ صفی اللہ ہے اور میں حبیب اللہ ہوں، قیامت کے دن فرزندان آدم کا سردار ہوں میرے ہاتھ میں حمد وثنا کا علم ہوگا، اللہ تعالیٰ نے میری امت کو تین بات سے محفوظ رکھنے کا بتایا ہے (۱) عام قحط سے ہلاک نہیں کرے گا (۲) دشمن اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہ سکے گا (۳) ضلالت و گمراہی پر

سب کا اجتماع نہ ہوگا۔

خلیل اور حبیب... فقیہ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حامد بیان کرتے ہیں خلیل وہ ہے جو شوق اور خوف سے عبادت کرے اور حبیب وہ ہے جو محبت اور شوق دیدار سے عبادت میں مگن رہے بعض کہتے ہیں خلیل وہ ہے جو عطیہ کا منتظر ہو اور حبیب وہ ہے جو ملاقات کا شائق ہو۔

بالواسطہ اور براہ راست..... بعض کہتے ہیں خلیل وہ ہے جس کا بالواسطہ وصل ہو کہ حضرت ابراہیم کو زمین اور آسمان کے عجائبات دکھائے کہ اس کے لئے ایمان و یقین کا موجب ہوں (۶/۷۵) اور حبیب وہ ہے جس کا براہ راست وصال ہو **فکان قاب قوسین او ادنی** (۵۳/۹) پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ قیامت کے دن بخش دے گا (۲۶/۸۲) اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے خود ہم کلام ہوا "تا کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔" (۴۸/۲) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود خواہش کی خدایا!" مجھے ذلیل نہ کر جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔" (۲۶/۸۷) اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں فرمایا "جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہیں کرے گا۔" (۶۶/۸)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے راہ بتائے گا۔ (۲۷/۹۹) اور محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ ﷺ کو بے خبر پایا پھر راستہ بتایا۔ (۹۳/۷) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ (۱۴/۳۵) اور اپنے حبیب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے اے اہل بیت! تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔ (۳۳/۳۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی، مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں کر دے۔ (۲۶/۸۵) اور محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا بے شک ہم نے آپ کو کوثر دیا۔ (۱۰۸/۱) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔ (۲۶/۸۴) اور اپنے حبیب محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ (۹۴/۴) مسلم شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک ایسا مقام آئے گا کہ سب مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رغبت کریں گے اس سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں کیونکہ وہاں سب آپ (کی شفاعت) کے محتاج ہوں گے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ ﷺ کے بعد افضل کائنات ہیں۔

حجابات... ابونعیم، اصبہانی فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام تین حجابات میں نمرود سے محفوظ رہے، اسی طرح محمد ﷺ بھی اپنے مخالفوں سے پانچ حجابات میں محفوظ رہے اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے بھی ایک دیوار ہے پھر ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے کہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ (۳۹) پس وہ طوق ٹھوڑیوں تک ہیں سو وہ اوپر کو سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ (۳۶/۸) اور جب قرآن کریم پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان (جو آخرت کو نہیں مانتے) ایک مخفی پردہ کر دیتے ہیں۔ (۱۷/۴۵)

یہ پورے پانچ حجابات ہیں فقیہ ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ نکتہ بیان کیا ہے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معلوم نہیں ان دونوں میں سے سابق اور پہلا نکتہ رس کون ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حجابات سے پتہ نہیں کیا مراد ہے اور آیات میں مذکور پانچ حجابات سے مراد معنوی اور روحانی حجابات ہیں محسوس اور آشکارا نہیں یعنی وہ حق بات سے برگشتہ ہیں صحیح بات ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوتی جیسے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے دل اس بات سے کہ جس کی طرف تو ہمیں بلاتا پردوں میں ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے۔ (۴۱/۵)

ام جمیل ... ام جمیل، ابولہب کی بیوی، ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن جب سورۃ تبت نازل ہوئی تو آپ ﷺ کو پتھر مارنے کے لئے آئی، آپ

کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے، ام جمیل نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہارے ساتھی کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ ام جمیل نے کہا اس نے میری ہجو کی ہے تو آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہاری ہجو نہیں کی، اس نے کہا کہ واللہ! اگر میں اسے دیکھ لیتی تو ضرور مارتی، جبکہ نبی پاک ﷺ موجود تھے۔ چنانچہ وہ "مذمما ابینا، و دینه قلینا" کہتی ہوئی واپس چلی گئی۔

ابوجہل .. ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کی حالت میں، کچھ کر سر کچلنا چاہا تو کھائی میں آگ، دہشت ناک عذاب اور ملائکہ کو دیکھ کر آگے کو ہاتھ پھیلائے پسپا ہو رہا ہے لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ تو اس نے یہ چشم دید واقعہ بتایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پیش قدمی کرتا تو ملائکہ اس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔

ہجرت کی رات کفار نے آپ ﷺ کا محاصرہ کیا اور دروازے پر نوجوان جمع کر دیئے جونہی رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر نکلیں تو فوراً حملہ کر کے قتل کر دیئے جائیں (معاذ اللہ) آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر سلا دیا اور خود شاہت الوجوہ کہتے ہوئے ان کے سروں پر خاک بکھیرتے ہوئے باہر نکل آئے، وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ پائے پھر آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں پناہ گزیں ہو گئے اور غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا تن دیا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی نے نیچے جھانک لیا تو دیکھ لے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

نسج داود ماحمی صاحب الغا ر وکان الفخار للعکبوت

''زرہ نے غار والوں کو حفاظت وصیانت نہ کی۔ یہ فضل ومنقبت مکڑی کے حصہ میں ہے''۔

سراقہ .... اسی طرح سراقہ بن مالک بن جعشم کا واقعہ ہے جو ہجرت کے سفر میں آپ کو پیش آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے امن کا پروانہ لے کر واپس چلا گیا۔

ذبح ......بموجب امر الٰہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹا کر چھری چلانے کے بالمقابل ہے نبی علیہ السلام کا بنفس نفیس غزاوت میں شامل ہونا، سر مبارک پر چوٹ آنا اور دانت کا ٹوٹنا۔

آگ کا سرد ہونا. ...حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بامر الٰہی آگ کا سرد اور راحت ہو جانا اور اذیت ناک نہ ہونا بعینہ اسی طرح آپ ﷺ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ آپ کے لئے راحت جان اور آخر دم تک صحت وسلامتی کا پیام تھا اور بشر بن براء جو آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے فوراً فوت ہو گئے، زہر آمیختہ گوشت کی دستی نے خود رسول اللہ ﷺ کو زہر سے مطلع فرمایا، آپ ﷺ اس زہر کے اثر سے تاحیات محفوظ رہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے نزع کے عالم میں اس زہر کی تاثیر محسوس فرمائی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ. ....فاتح شام، کفار کے سامنے زہر کھا گئے اور آپ کو زہر سے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزانہ مناظرہ.... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کیا اور وہ لاجواب ہو گیا ایسے ہی ابی بن خلف، منکر حشر، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بوسیدہ ہڈی لایا اور اسے مسل کر کہنے لگے اسے کون زندہ کرے گا **قال من یحی العظام وھی رمیم (۳۶/۷۸)** اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور بتایا یوں کہو جس نے پہلی بار اسے بنایا وہی زندہ کرے گا **قل یحییھا الذی انشاھا اول مرة (۳۶/۷۹)** چنانچہ وہ حیران اور پریشان ہو کر واپس چلا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حجت باز کو غزوہ احد میں اپنے دست حق پرست سے نیزا مارا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا ساتھیوں نے کہا معمولی بات ہے صبر کر، اس نے کہا مجھے اس قدر درد ہے اگر کسی اور کو ہوتا تو وہ فوراً مر جاتا، واللہ! وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔

نظری یا بدیہی ...... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پیدائش اور آغاز عالم سے، حشر اور نشاۃ ثانیہ پر استدلال ایک عمدہ اور فیصلہ کن دلیل ہے جس نے صرف دو حرف سے لاشی اور معدوم کو شئی بنایا اور وجود بخشا وہ اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، ملاحظہ ہو سورۃ یسین کی آیت (۳۶/۸۱) اور (۲۷، ۳۰/۴۰، ۷۵/۴۰)۔

لہٰذا بعض متکلمین کے نزدیک یہ حشر اور دوبارہ زندہ ہونے کا مسئلہ نظری ہے، بدیہی اور فطری نہیں اور اکثر کے ہاں یہ معاد کا مسئلہ ایک بدیہی اور فطری امر ہے جس کے ثبوت کے لئے دلیل و حجت کی قطعاً ضرورت نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مد مقابل ایک ضدی اور معاند شخص تھا، کیونکہ یہ مسئلہ ایک فطری اور طبعی بات ہے، ہر کوئی جانتا ہے البتہ جو شخص اپنے خراب ماحول سے متاثر ہو جائے اس کے نزدیک یہ مسئلہ نظری ہے۔

بہر حال اس کا مردے کو زندہ کرنے کا دعویٰ عقل اور نقل ہر لحاظ سے نا قابل قبول تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسرا اسلوب بیان اختیار کیا کہ اگر تیرا دعویٰ درست ہے تو سورج کو مغربی افق سے طلوع کر کے دکھا تب وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا۔

بت شکن ...... ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی رضا کی خاطر بت توڑ دیئے تھے، تو عرض ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ۳۶۰ بت توڑ دیئے تھے آپ ﷺ جاء الحق وزهق الباطل پڑھ کر اشارہ کرتے تو وہ بت خود بخود دھڑام سے گر جاتے پھر آپ ﷺ نے ان شکستہ بتوں کو باہر پھینکوا دیا۔

بعض علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت با سعادت کے وقت بھی بت گر پڑے تھے اور فارس کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی تھی جو ایک ہزار سال سے روشن تھی اور کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے جو تین ہزار سال سے مستحکم حکومت کے معمولی عرصہ میں چودہ سلاطین کے بعد ختم ہونے کی علامت تھے۔

عجائبات عالم ...... اور ہم نے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے اور دکھانے کا مقصد تھا تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائے۔ (۶/۷۵)

اور حضرت محمد ﷺ کو معراج کی رات مکہ سے بیت المقدس تک، سات آسمانوں جنت و جہنم وغیرہ سب عجائبات عالم سے آگاہ فرما دیا گیا ہے، مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے، میرے سامنے ہر چیز جلوہ گر ہوئی اور میں نے پہچان لیا۔ فتجلی لی کل شئی وعرفت

حضرت یعقوب علیہ السلام ...... حضرت یوسف علیہ السلام کے اغوا اور گمشدگی سے یعقوب علیہ السلام رنج و الم میں مبتلا ہوئے اور صبر کیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات پر صبر کیا اور فرمایا آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمناک ہے اور مرضی مولیٰ سب سے اولیٰ ہے، اے ابراہیم! ہم تیرے فراق سے دردمند اور بے تاب ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق بعثت کے بعد آپ ﷺ کی تین بیٹیاں فوت ہوئیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، آپ ﷺ نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے اجر طلب کیا (چند دنوں کے وقفے میں شفیق اور مہربان چچا ابو طالب اور غمگسار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں)۔

حضرت یوسف علیہ السلام ...... حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کے بالمقابل رسول اللہ ﷺ کو ایسا حسن و کمال عطا ہوا کہ ان کا حسن ان کے سامنے ماند تھا، ربیع بنت مسعود کے قول کے مطابق میں آپ کو دیکھتی تو آپ سورج کی طرح منور ہوتے، حضرت یوسف علیہ السلام کا وطن بے وطن ہونا اور فراق کا رنج و الم سہنا، حضرت محمد ﷺ کے ہجرت کرنے، مالوف وطن ترک کرنے اور احباب کو خیر باد کہنے کے برابر اور مساوی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات آپ کے معجزات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:
''تحقیق ہم نے حضرت موسیٰ کو واضح معجزات دیئے۔''

ہم نے اس کی تفسیر اور اقوال سلف اور اختلاف بھی ذکر کئے ہیں۔ جمہور کے خیال میں وہ معجزات یہ ہیں۔

عصاء، سانپ، ہاتھ، طوفان ٹڈیاں، جوؤں، مینڈک، خون، قحط، خشک سالی، جھدی جلدی اموات، بنی اسرائیل کو بچانا، آل فرعون کا غرق کرنے کے لئے سمندر کا پھٹنا، تیہ میں بنی اسرائیل کو بھٹکا دینا۔ من وسلویٰ اور پانی کی طلب سے پانی والے پتھروں کا انتظام جس سے پانی نکلتا تھا اور وہ ان کو اپنے ساتھ سواری کے جانور پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اس پتھر کے چار منہ تھے اور حضرت موسیٰ جب اس پر اپنا عصا مارتے تو اس سے چاروں طرف سے پانی پھوٹ پڑتا۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک ایک چشمہ، پھر آپؑ عصا مارتے تو پانی بند ہو جاتا۔ اس قسم کے دیگر معجزات موسیٰؑ کے واقعہ اور معجزات انبیاء کرامؑ میں تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے گوسالہ کی پرستش کی تھی اللہ نے ان کو مار دیا تھا۔ پھر ان کو زندہ کر دیا تھا اور گائے کا واقعہ وغیرہ۔ آپؐ کی زندگی کے بارے میں ہمارے شیخ زملکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں زندگی کے آثار نمایاں ہونا یہ ایک عظیم معجزہ ہے، سنگ ریزوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں تسبیحات کہیں پھر اسی طرح کے بعد دیگرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں بھی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اھذہ خلافۃ النبوۃ) یعنی یہ نبوت کے بعد خلافت ہے۔

۲ ابو مسلم خولانی کے ہاتھ میں تسبیح تھی آپ کو نیند آ گئی پھر جاگے تو تسبیح ہاتھ میں گھوم رہی ہے اور اس سے "سبحانک یا منبت النبات ویا دائم الثبات" کی مسلسل آواز آ رہی ہے، آپ نے ام مسلم کو بلایا اور کہا یہ عجیب منظر ہے وہ آئیں تو تسبیح گھوم رہی تھی اور اس سے تسبیح کی آواز آ رہی تھی، جب ام مسلم قریب بیٹھ گئی تو خاموش ہو گئی۔

۳ بخاری شریف میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ ہم کھانے میں تسبیحات کی آواز سنا کرتے تھے۔

۴ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بعثت سے پہلے مجھے ایک پتھر سلام کہا کرتا تھا میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں، بعض کے قول کے مطابق یہ حجر اسود ہے۔

۵ ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کے کسی گوشہ میں تھا ہر کوہ شجر کہہ رہا تھا، السلام علیک یا رسول اللہ!

۶ دلائل النبوۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلا، راستہ میں ہر حجر شجر وغیرہ آپ ﷺ کو السلام علیک یا رسول اللہ! کہہ رہا تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو بلایا تو وہ آپ کے پاس آیا اس میں دو درختوں کو رفع حاجت کے لئے اکٹھا ہو جانے کا حکم بھی ہے اور اس روایت میں "انقادی علی باذن اللّٰہ" یعنی اللہ کے حکم سے میرے تابع ہو جاؤ، سے صاف واضح ہے کہ ان میں آپ ﷺ کا کلام سمجھنے کی اہلیت تھی کہ وہ آپ ﷺ کے حکم کے تابع ہو گئے۔

۷ آپ ﷺ نے کھجور کے ایک درخت کو بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کی رسالت کی تین بار شہادت دی، پھر واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔

۸ مسند احمد، تاریخ بخاری، ترمذی اور بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عامر قبیلہ کے ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کی رسالت کی کیا علامت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھجور کے خوشے کو اپنے پاس بلا لوں تو پھر میری رسالت کو مان جائے گا، اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے خوشے کو بلایا خوشہ ٹوٹ کر زمین پر آ گیا پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے اسے واپس لوٹ جانے کا حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا تو وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا۔

۹ بیہقی کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عامر بن صعصعہ عامری رسول اللہ ﷺ کے پاس نخلستان میں آیا اور پوچھنے لگا، آپ ﷺ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کیا کہہ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کوئی معجزہ دکھاؤں، اس نے کہا جی ہاں دکھائیے، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کو بلایا وہ زمین چیرتی ہوئی آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوئی اور [illegible] آپ کو سجدہ کرنے لگی، پھر آپ ﷺ نے واپس

لوٹ جانے کا ارشاد فرمایا تو واپس چلی گئی اور عامری بھی یہ کہتا ہوا گیا واللہ! میں آپ ﷺ کی کبھی تکذیب نہیں کروں گا۔

۱۰ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر سے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے کہا کوئی دلیل بھی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ درخت جو وادی کے کنارے پر کھڑا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے بلایا وہ زمین چیرتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا، آپ ﷺ نے اس سے تین بار شہادت طلب کی تو اس نے آپ ﷺ کے حسب فرمان گواہی دی پھر وہ درخت اپنے مکان پر چلا گیا اور دیہاتی اپنی قوم کے پاس چلا آیا کہ اگر وہ میری بات مان گئے تو ان کو ساتھ لے آؤں گا ورنہ میں تنہا واپس چلا آؤں گا۔

ستون حنانہ ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، منبر تیار ہو گیا اور آپ ﷺ اس پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے تو وہ اونٹنی کی طرح بلبلانے لگا، سب حاضرین سن رہے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اتر کر اسے گلے لگا لیا اور خاموش کرایا، پھر اسے دنیا میں شادابی یا جنت میں پھل دار درخت جس کا پھل اولیا تناول فرمائیں گے کا اختیار دیا تو اس نے آخرت کو ترجیح دی اور چپ ہو گیا۔

الشفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث مشہور ومعروف اور متواتر ہے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، بریدہ سہل بن سعد، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے متعدد تابعی نقل کرتے ہیں اور ان سے ان کے بے شمار تلامذہ روایت کرتے ہیں جن کا کذب وزور پر اتفاق ایک محال امر ہے۔

باقی رہا ستون کے اختیار کا مسئلہ تو یہ متواتر نہیں بلکہ اس کی سند تک بھی صحیح نہیں، جمادات کا تسبیح کہنا، نباتات کا رونا اور رسالت کی شہادت دینا عصائے موسیٰ کے سانپ بننے سے کم نہیں۔

بیہقی میں عمرو بن سوار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جس قدر معجزات محمد ﷺ کو عطا ہوئے ہیں اس قدر کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے، میں نے عرض کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ ملا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا محمد ﷺ کو حنانہ ستون کا معجزہ عطا ہوا، یہ مردہ کے زندہ کرنے کی نسبت عظیم معجزہ ہے کیونکہ ستون انسانی زندگی کا مظہر نہیں، بایں ہمہ اسے شعور پیدا ہوا اور غمگین ہو کر رویا اور رسول اللہ ﷺ کے بغل گیر ہونے سے خاموش ہوا، حسن بصری فرمایا کرتے تھے جب بے جان لکڑی رسول اللہ ﷺ کے فراق میں روئی تو ہم لوگوں کو تو بالاولی رونا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک علم تھا ایک ماہ کی مسافت سے بھی دشمن اس سے لرزاں وترساں رہتے تھے، آپ ﷺ کا ایک نیزہ تھا جب کوئی سترہ نہ ہوتا تو نماز کے وقت اسے سامنے گاڑ لیتے، آپ ﷺ کا ایک عصا تھا جس پر آپ ٹیک لگا کر چلتے تھے یہی وہ عصا ہے جس کا تذکرہ سطیح کاہن نے اپنے برادر زادہ عبدالمسیح بن نصیلہ سے کہا تھا جب تلاوت بکثرت ہوگی اور صاحب عصا ظاہر ہو جائے گا اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے تو سطیح کا نام نہ رہے گا، ان متعدد اشیاء سے مختلف مقامات میں یہ نسبت ایک عصا کے زندگی کے آثار ظاہر ہونا، عظیم معجزات میں شمار ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی .. اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کلامی کے علاوہ رویت کا بھی شرف حاصل ہوا۔

دیدار الٰہی ... اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بارے میں خلف اور سلف میں مشہور اختلاف ہے، امام الائمہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیدار کی حمایت کی ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مختار قول ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دیدار کی تصدیق منقول ہے اور اس کے الٹ بھی ایک قول موجود ہے، یہ دونوں قول مسلم شریف میں ہیں اور بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رویت کا انکار منقول ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سورہ نجم کی آیت (۱۱ اور ۱۳) سے مراد حضرت جبرائیل کا دیدار ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کو دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہے؟ فرمایا وہ نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں، ایک روایت میں ہے، روایت ہو دا میں نے نور دیکھا۔

اللہ تعالیٰ طور سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے اور دیدار سے منع کر دیا اور حضرت محمد ﷺ سے معراج کی رات اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا جب آپ کو بلند مقام پر پہنچایا جہاں قلموں کی چرچراہٹ کی آواز آ رہی تھی اور آپ ﷺ کو رویت کا شرف بھی حاصل ہوا، یہ اکثر علماء سلف وخلف کا قول ہے، واللہ اعلم۔

پیار اور محبت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا

والقیت علیک محبۃ منی

''میں نے تیرے چہرے کے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا۔''

اور جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا

اے محمد ﷺ فرما دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے۔ (۳/۳۱)

ید بیضا اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا۔ (۲۷/۱۲)

اور ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو شق قمر کے معجزہ سے نوازا کہ وہ آپ ﷺ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا جبل حراء کے پیچھے اور دوسرا سامنے، یہ نص قرآنی کے علاوہ متواتر روایات سے ثابت ہے جیسا کہ گذشتہ مفصل بیان ہو چکا ہے اور یہ معجزہ حسی معجزات میں سے سرفہرست اور سب سے اعلیٰ ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمکتا تھا۔

ایک عجیب وغریب بات ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کے بالمقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل نور دیا گیا ہے جو آپ کے دائیں بائیں ہر مجلس میں چمکتا تھا، اور سب لوگ اس منظر کو دیکھتے تھے اور یہ نور قیامت تک باقی رہے گا، رات و دن کی مسافت سے یہ نور آپ ﷺ کے روضہ اطہر سے چمکتا دکھائی دیتا ہے (یہ بات نہایت عجیب وغریب ہے)۔

ذوالنور حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی کرامت اور علامت طلب کی جس کی بدولت ان کی قوم مسلمان ہو جائے چنانچہ انکی پیشانی چراغ کی طرح چمک اٹھی تو انہوں نے دعا کی یا الٰہی کسی اور جگہ پر ہو، چنانچہ وہ روشنی ان کے کوڑے کی دستی پر رونما ہوئی وہ چراغ کی طرح منور تھی اس کی کرامت کی برکت اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی بدولت وہ لوگ مسلمان ہوگئے، لوگ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کو ذوالنور کہتے تھے۔

عصا کا روشن ہونا بخاری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عابد بن بشر رضی اللہ عنہ نہایت تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کی محفل سے باہر آئے تو چراغ کی طرح ایک عصا روشن ہو گیا جب راستہ جدا ہو گیا تو دونوں کے عصا منور ہو گئے۔

انگلیوں کا روشن ہونا حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، رات تاریک تھی، چنانچہ میری انگلیاں منور ہو گئیں اور اس روشنی میں سوزش نہ تھی رفقاء سے بہتیرا چھپاتے تھے مگر وہ روشنی چھپتی نہیں تھی۔

خواب میں مردوں سے ہم کلام ہونا کتاب البعث میں ہشام بن عمار نے عبد الاعلیٰ بن محمد بکر جعفر بن سلیمان بصری رضی اللہ عنہ، ابو التیاح ضبعی سے روایت کرتے ہیں کہ مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ م ۹۵ھ ہر جمعہ صحرا میں جاتے، بسا اوقات اس کا کوڑا منور ہو جاتا، چنانچہ وہ ایک رات گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو چلتے چلتے قبرستان کے پاس پہنچے تو اس کو اونگھ آگئی، وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ہر مردہ اپنی قبر پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا

سے یہ شرف جمعہ کے دن آتا ہے میں نے ان سے پوچھا تم جمعہ کے دن کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے ہاں جمعہ کے دن جو چند پرندے ہوتے ہیں ہم تو وہ بھی جانتے ہیں، پوچھا پرندے اس دن کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ بولتے ہیں اے پروردگار تو مصلح کو سلامت رکھ۔

طوفان کی بددعا طوفان وبا اور کثرت موت کو بھی کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس سے مایوس ہو گئے تو طوفان کی بددعا کی، شاید وہ نادم اور پشیمان ہو کر راہ راست پر آ جائیں، **فارسلنا علیهم الطوفان** (۱۳۳/۷) "پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان" کی طرح آتی ہے جبکہ جب قریش کی مسلسل مخالفت کی تو آپ ﷺ نے بھی ان پر خشک سالی کی بددعا فرمائی چنانچہ وہ ہڈیاں پرانی چیزیں کھانے لگے اور بھوک کی وجہ سے فضا میں دھواں نظر آنے لگا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (۱۰/۴۴) **بدخان مبین**، یعنی ظاہر دھواں کی یہی تفسیر بیان کی ہے، رواہ البخاری۔

پھر قریش نے رشتہ داری کا واسطہ دیا اور بارش کی دعا کی درخواست کی ویسے بھی آپ ﷺ **رؤف رحیم** ہیں چنانچہ دعا فرمائی اور بارش ہوئی تو جان میں جان آئی۔

بحر قلزم کا پھٹنا موسیٰ علیہ السلام سمندر کے ساحل پر پہنچے تو وہ سرا فریق بھی آ گیا نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن (یعنی نہ آگے جا سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں) کی کیفیت میں موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا سمندر پر مارا اور وہ پھٹ گیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ چاند کی چودھویں رات مجلس میں تشریف فرما تھے کفار کی خواہش کے موافق چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

یہ ایک عظیم الشان ارضی اور آسمانی معجزہ ہے ایسا عظیم معجزہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا اور یہ یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے سورج کی رفتار کم ہونے سے بھی بڑا معجزہ ہے، جب وہ بروز جمعہ بیت المقدس فتح نہ کر سکے تو دعا کی کہ سورج کی رفتار رک جائے۔

فلق بحر ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ایک ضرب سے سمندر پھٹ گیا اور یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر کے لئے نکلے تو راستہ میں ایک عظیم وادی میں پانی بہہ رہا تھا چودہ قامت اس کا عرض تھا، رفقاء نے عرض کیا دشمن پیچھے سے آ رہے ہیں آگے بہت بڑی وادی ہے بس ہم تو محاصرہ میں آ گئے چنانچہ حضور اکرم ﷺ اس میں اترے اور سب سوار بھی اس کو پار کر گئے بس پانی صرف پاؤں تک آیا۔
یہ قصہ بے سند ہے، کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں، نہ سند صحیح اور نہ ضعیف سے، واللہ اعلم۔

بادلوں کا سایہ میدان تیہ میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے۔ اسی طرح نبوت سے پہلے بارہ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ چچا ابو طالب کے ہمراہ تجارتی قافلے میں شام کی جانب روانہ ہوئے، راستہ میں بحیرا راہب نے بدلی کے سایہ کی بناء پر آپ ﷺ کو پہچان لیا جو صرف آپ ﷺ پر سایہ فگن تھی، یہ معجزہ تیہ کے سایہ دار بادلوں سے کہیں عظیم اور وقیع ہے بادلوں کے سایہ کا مقصد صرف حرارت اور تمازت سے محفوظ رہنا تھا، ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ شدید خشک سالی کے دوران لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا کی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مطلع بالکل صاف تھا، اچانک بادل نمودار ہوا اور سارے آسمان پر محیط ہو گیا ہفتہ بھر بارش ہوتی رہی۔
اور جب بارش کے تھمنے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر **اللهم حوالينا ولا علينا** پڑھا اور ہاتھ کا اشارہ کیا تو مدینہ سے بادل چھٹ گئے مدینہ تاج کی طرح چمک رہا تھا اور اردگرد بارش ہو رہی تھی حسب ضرورت بادلوں کے مفید سایہ کے علاوہ بارش ایک جلیل القدر معجزہ تھا، لوگوں کے لئے رحمت اور نعمت تھی۔

من وسلویٰ کا اترنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے اسی طرح بے شمار مواقع میں رسول اللہ ﷺ کی دعا سے خورد و نوش میں بے پناہ اضافہ ہوا اور خوب برکت ہوئی اس سے سیر ہوئے مثلاً غزوہ خندق میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک بکری اور معمولی جو سے ہزاروں نے لوگ شکم سیر

ہوئے اور ایک دفعہ مٹھی بھر خوراک پورے قافلے کو کفایت کر گئے۔

محنت اور مشقت کے بغیر روزی...... حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور الفقیہ ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ من وسلویٰ سے مراد بغیر محنت اور مزدوری کے خوراک ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے لئے مال غنیمت حلال ہوا جو اس سے پہلے کسی امت کیلئے حلال نہیں تھا اور ایک لشکر کو بھوک ستا رہی تھی بلا مشقت سمندر سے عنبر مچھلی ملی مسلسل تیس رات و دن مچھلی کھاتے رہے اور خوب موٹے تازے ہو گئے۔

ابوموسیٰ خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ...... ابوموسیٰ خولانی رحمۃ اللہ علیہ حج کا قافلہ لے کر چلے اور ان کو تاکید کی کہ بالکل بے سروسامان چلیں۔ چنانچہ جس منزل میں اترتے حضرت ابوموسیٰ خولانی رحمۃ اللہ علیہ دو رکعت کے بعد دعا کرتے تو کھانے پینے کے علاوہ جانوروں کے لئے چارہ بھی مہیا ہو جاتا، لگاتار سارے سفر میں واپسی تک یہی معمول رہا۔

عصا کی ایک ضرب سے بارہ چشمے پھوٹنا...... اور ہر گروہ کے لئے جدا گھاٹ بن جانا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک عظیم معجزہ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے سے برتن میں جس میں آپ ﷺ کا ہاتھ بھی نہیں سما سکتا تھا، دست مبارک رکھا اور انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹ پڑے، اسی طرح ایک عورت اونٹ پر دو مشک میں پانی لا رہی تھی، آپ ﷺ کی دعا سے سارے کے سارے لشکر نے اس سے پانی استعمال کیا اور دونوں مشکوں میں پانی جوں کا توں تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا ...... صلح حدیبیہ میں بھی پانی کا واقعہ پیش آیا اور کئی مقام پر ایسے واقعات پیش آئے، گوشت پوست کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹنا ایک پتھر سے جو قدرتی منبع ہے پانی بہہ نکلنے سے کہیں عظیم تر معجزہ ہے۔

حضرت ابوعمرو انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے لوگ شدید پیاس میں بلک رہے تھے آپ ﷺ نے ایک برتن طلب فرمایا پھر پانی منگوا کر اس میں معمولی سا پانی ڈالا پھر اس میں کچھ پڑھ کر کلی کا پانی ڈالا اور اس میں اپنا دست مبارک رکھا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے پھر آپ ﷺ نے سب کو استعمال کی اجازت فرمائی چنانچہ لوگوں نے حسب ضرورت استعمال کیا اور پیا اور برتن بھر لئے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری...... کتاب البعث میں ہشام بن عمارہ پیش کرتے ہیں سابقہ انبیاء کرام رضی اللہ عنہ کو جو معجزات ملے وہ آنحضور ﷺ کو بھی عطا ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے خزینوں میں سے ایک آیت عطا ہوئی رب **لاتولج الشیطان فی قلبی واعذنی منہ ومن کل سوء فان لک الید والسلطان والملک والملکوت دھر الداھرین وابد الآبدین، آمین، آمین** اور حضرت محمد ﷺ کو سورہ بقرہ کی دو آخری آیات عرش کے خزانوں میں سے عطا ہوئیں۔

حضرت یوشع بن نون بن افرائم بن یوسف علیہم السلام...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے نبی تھے، بنی اسرائیل میدان تیہ سے باہر ان کی زیر قیادت نکلے، طویل جہاد اور محاصرے کے بعد بیت المقدس میں داخل ہوئے، معرکہ جمعہ کے دن عصر کے بعد تک طویل ہو گیا، سورج غروب ہونے کے قریب تھا ہفتہ کے شروع ہونے کا خطرہ تھا جس میں جنگ و جدال ممنوع تھا تو سورج کو دیکھ کر کہا تو بھی اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی، پھر دعا کی خدایا! اس کی رفتار دھیمی کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی رفتار موقوف کر دی شہر فتح ہو گیا اور پھر سورج غروب ہوا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نبی نے جنگ کی اور وہ عصر کے وقت فتح یاب ہونے کے قریب تھا تو اس نے سورج کو خطاب کیا تو بھی محکوم ہے اور میں بھی، پھر دعا کی یاالٰہی! کچھ دیر تک اس کی رفتار روک دے چنانچہ اس کی رفتار رک گئی اور شہر اسی دن فتح ہو گیا۔

اس حدیث میں نبی سے مراد یوشع علیہ السلام ہیں کیونکہ مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سورج کی رفتار صرف

یوشع علیہ السلام کے لئے موقوف کی گئی ہے، واضح رہے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا، سورج کی معمولی رفتار دھیمی ہونے کے بالمقابل ایک عظیم تر معجزہ ہے۔

شیخ ابوالمعالی بن زملکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنگ وجدال اور فتح بیت المقدس کی خاطر سورج کی حرکت حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے موقوف ہونا ایک عظیم معجزہ اور اس کے بالمقابل محمد ﷺ کے اشارے سے چاند کا دولخت ہو جانا اس سے بدر جہا بالا اور اعلیٰ معجزہ ہے، اقتربت الساعة وانشق القمر دیگر رسول اللہ ﷺ کے لئے دو مرتبہ سورج پر معجزانہ عمل ہوا۔

۱ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا، آپ ﷺ نے غروب کے بعد سر اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی، رسول اللہ ﷺ نے دعا کی یا الٰہی! وہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، پس اس پر سورج لوٹا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورج لوٹایا اور سورج نظر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی اور پھر غروب ہو گیا۔

۲ شب معراج کی صبح (سورج کچھ دیر سے طلوع ہوا) آپ نے قریش کو اپنے اسرا اور رات کے سفر کے بارے میں بتایا، متعدد اشیاء کے علاوہ انہوں نے اپنے قافلے کی بابت پوچھا جو راستہ میں چلا آرہا تھا تو آپ نے فرمایا وہ طلوع شمس کے وقت ہی پہنچ جائے گا، اتفاقاً اسے کچھ دیر ہو گئی اللہ تعالیٰ نے سورج کے طلوع کو کچھ دیر کے لئے موخر کر دیا، یہ روایت ''زیادات علی السنن'' میں ابن بکیر نے بیان کی ہے۔

تبصرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رد شمس والی روایت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ تمام طریقے اور اسانید منکر اور غلط ہیں البتہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن صالح مصری، قاضی عیاض اور ابن مطہر وغیرہ کا میلان اس کی صحت وتقویت کی طرف ہے لیکن بڑے بڑے حفاظ حدیث اور جرح ونقد کے ائمہ نے رد شمس کی بہت تردید کی ہے اور اس کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے مثلاً علی بن مدینی، ابراہیم بن یعقوب جوز جانی، محمد ویعلی پسران عبید طنافسی، ابو بکر محمد بن حاتم بخاری معروف بہ ابن زنجویہ، حافظ ابوالقاسم بن عساکر اور امام ابن جوزی نے تو اسے اپنی کتاب موضوعات میں ذکر کیا، حافظ ابوالحجاج مزی اور امام ابو عبداللہ ذہبی نے بھی اس کے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے، یہ تمام بحث پہلے بیان ہو چکی ہے باقی رہا یونس بن بکیر کا ''زیادات علی السنن'' میں بیان کہ سورج کا کچھ دیر کے لئے موخر طلوع ہونا اس کے علاوہ کسی سے بیان نہیں اس کے علاوہ دیر سے طلوع ہونا مشاہد نہیں۔

دو مرتبہ سورج کا پلٹنا...... ابن مطہر رافضی نے تو اس سے بھی عجیب (من گھڑت قصہ) بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج دو دفعہ پلٹا، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اور دوسری دفعہ جب دریائے فرات پار کیا، اکثر لوگ اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند رفقاء کو نماز باجماعت پڑھائی پھر دیگر رفقاء کے مطالبہ پر دعا کی سورج پلٹا اور آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔

حضرت ادریس علیہ السلام ورفعناه مكانا عليا (۱۹/۵۷) اور ہم نے اسے بلند مرتبہ پر پہنچایا اور عالی مقام پر سرفراز فرمایا، اور حضرت محمد ﷺ کو اس سے بھی اعلیٰ اور افضل مقام عطا فرمایا، آپ ﷺ کا اسم مبارک دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا، ورفعنا لک ذکرک (۹۴/۴) اور ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمایا، ہر موذن وخطیب اور نمازی آپ ﷺ کا نام ضرور لیتا ہے اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم مبارک کے ساتھ آپ ﷺ کا اسم گرامی بھی روئے زمین پر اذان میں ملایا جو نماز کے آغاز کی علامت اور مفتاح ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ ﷺ کا نام بھی لیا جائے گا۔

ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (ابو احمد محمد بن احمد عطریفی، موسیٰ بن سہل جونی، احمد بن قاسم بن بہرام ہیتی، نصر بن حماد، عثمان بن عطاء زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میں زمین وآسمان کی آیات اور خارق عادات امور کے منظر سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یارب! سابقہ انبیاء کو تیری ذات نے اعزاز واکرام بخشا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے جبال کو مسخر کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا اور شیطانوں کو تابع بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو

مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تو فرمایئے! مجھے کیا عطا کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کو ان سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز کیا کہ میرے نام کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جائے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو قرآن کریم کا سفینہ بنایا ہے، یہ معجزہ کسی امت کو نصیب نہیں اور میں نے آپ کو عرش کے خزانوں میں سے ایک عظیم تحفہ دیا ہے وہ ہے **لاحول ولاقوۃ الا باللہ**۔

اس سند مین غرابت ہے، لیکن امام ابونعیم نے اس کا یہ شاہد پیش کیا ہے، (ابوالقاسم بن دختر منیع بغوی، سلیمان بن داؤد مھرانی، حماد بن زید، عطا بن سائب، سعید بن جبر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حسب سابق روایت کرتے ہیں۔

عجیب مذاکرہ......دلائل النبوۃ میں امام ابوزرعہ رازی نے یہ حدیث درج ذیل سند سے نقل کی ہے مگر وہ بھی منقطع ہے، ہشام بن عمار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، ولید بن مسلم، شعیب بن زریق نے عطا خراسانی سے سنا کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک سے حدیث معراج نقل کررہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی آیات بینات دیکھ کر فارغ ہوگیا تو ایک عمدہ مہک آئی میں نے پوچھا جناب حضرت جبرائیل علیہ السلام! یہ کیا ہے فرمایا یہ جنت کی مہک ہے۔

میں نے عرض کیا یارب! میرے اہل وعیال سے میری ملاقات ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ﷺ کا وعدہ وفا ہوگا، ہر وہ موحد مسلمان جو فی سبیل اللہ خرچ کریگا میں اسے اپنا قرب بخشوں گا اور جس نے مجھ پر اعتماد کیا میں اس کے لئے کافی ہوں، جس نے سوال کیا میں اسے نوازوں گا، آپ متقی لوگوں کا بہترین مرکز اور قلعہ ہیں، میں نے عرض کیا خدایا میں راضی ہو چکا ہوں، جب سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچا تو سجدے سے سر اٹھا کر عرض کیا یارب! ابراہیم کو خلیل بنایا ہے اور حضرت موسیٰ کو کلیم، داؤد کو زبور عطا کی ہے اور سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت سے نوازا ہے فرمایئے مجھے کیا عطا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا نام بلند کیا ہے کسی خطیب کا خطبہ تیری رسالت کی شہادت کے بغیر نامکمل اور ناجائز ہے اور تیری امت کے سینوں میں قرآن کریم کو محفوظ کیا ہے اور سورۃ البقرہ کی دو آخری آیات اپنے خاص خزانے سے عطا کی ہیں۔

پھر آپ کی ارواح انبیاء علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہر نبی نے اپنے پروردگار کی حمد وثنا بیان کی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے خلیل بنایا اور عظیم ملک عطا کیا اور مجھے بمنزلہ ایک امت کے اپنا فرمانبردار بنایا، میرا جینا اور مرنا صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے، مجھے آتش نمرود سے نجات بخشی اور میرے لئے اس کو ٹھنڈے اور راحت جان بنایا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے ہم کلامی کا شرف بخشا اور مجھے رسالت اور نبوت کے لئے منتخب فرمایا اور مجھ سے سرگوشی کی اور مجھے تورات سے نوازا اور میرے ہاتھوں فرعون کو تباہ کیا، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا سب ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے مجھے عظیم مملکت عطا فرمائی اور مجھے زبور سے بھی نوازا اور میرے لئے لوہا موم کیا پہاڑ اور پرندے میرے تابع کئے جو تسبیحات کیا کرتے تھے اور مجھے حکمت ودانائی اور فیصلہ کن بات عطا کی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا سب حمد وثنا اس ذات کی ہے جس نے ہوا جن اور انسان کو میرے تابع کئے اور شیطانوں کو میرے تابع فرمان.. یا جو میرے حسب منشا عالی شان محل مورتیاں بڑے بڑے لگن جیسے تالاب اور حوض اور چولہوں پر جمی ہوئی دیگیں بناتے تھے اور سب تعریفیں اس ذات بے ہمتا کی ہیں جس نے مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور مجھے ایسی مملکت عطا کی جو میرے بعد کسی کو بھی شایان شان نہ ہو۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جس نے مجھے مادر زاد اندھے اور برص والے کو تندرست کرنے کا معجزہ عطا فرمایا اور بامر الٰہی مردوں کو زندہ کرنے کا اعجاز عطا کیا اور سب حمد وثنا اس ذات کی ہے جس نے مجھے گناہوں سے پاک رکھا، کافروں میں سے اوپر اٹھا لیا اور شیطان مردود سے پناہ دی، پس شیطان کا ہم پر کوئی تسلط نہیں۔

پھر محمد ﷺ نے فرمایا کہ آپ سب نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور اب میں اس کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں، سب ستائش اس ذات کی ہے جس نے مجھے رحمت عام بنا کر بھیجا اور عالم گیر بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن کریم کو اتارا جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے اور میری قوم کو اقوام عالم سے بہتر بنایا اور معتدل بنایا اور میری امت کو ایسا منصب عطا کیا کہ وہ جنت میں اول داخل ہوں گے گو دنیا میں بالکل آخر زمانہ میں ہیں اور سب تعریف اس

ذات کی ہے جس نے میرا سینہ کشادہ کیا اور مجھ سے دنیاوی بوجھ اتارا اور میرے نام کو بلند کیا اور سب تعریف اس ذات کی ہے جس نے مجھے فاتح عالم بنایا اور آخری نبی بنایا، یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اس فضیلت میں محمد ﷺ سب سے ممتاز اور منفرد ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (عبدالرحمن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا یارب! میں محمد کا واسطہ دیکر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری لغزش بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہنوز میں نے محمد ﷺ کو پیدا بھی نہیں کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا میں نے عرش کے پائے پر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تھا، مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے اسم گرامی کی نسبت اپنی محبوب ترین مخلوق کی طرف ہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بجا اے آدم علیہ السلام! **لولا محمد ما خلقتک** اگر محمد ﷺ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ (یہ حدیث من گھڑت ہے نص قرآنی کے بھی خلاف ہے، ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ از البانی ص ۳۸ اور سیرت انبیاء ص ۱۲۳)

رفع ذکر..... اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کا نام بلند کیا ہے اور دنیا میں اپنے نام کے ساتھ ملحق کیا ہے، اسی طرح قیامت میں آپ کی قدر ومنزلت کو بلند کرے گا اور آپ ﷺ کو مقام محمود پر سرفراز کرے گا۔ جس کا سب رشک کریں گے اور محشر کے دن ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ ﷺ کی طرف دیوانہ وار لپکیں گے۔

گزشتہ اقوام میں حضرت محمد ﷺ کی عزت وعظمت..... بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد وپیمان لیا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہوں تو وہ لازماً آپ پر ایمان لائے گا، آپ ﷺ کی پیروی ضرور کرے گا اور بالکل آپ ﷺ کا تعاون کرے گا، نیز اس کو پابند کیا کہ اپنی امت سے بھی یہ پختہ عہد لے کہ اگر انکی زندگی میں محمد ﷺ مبعوث ہوں تو وہ سب ان پر ضرور ایمان لائیں گے اور ان کی اتباع وپیروی کریں گے، گزشتہ انبیاء کرام نے آپ کی بعثت کی بشارت دی یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری سنائی اسی طرح آپ کی آمد کی اطلاع یہودی علماء، کاہنوں اور راہبوں نے بھی دی۔

معراج کی رات حضرت محمد ﷺ معراج کی رات ایک کے بعد دوسرے آسمانوں سے پرواز کرتے ہوئے حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس چوتھے آسمان پر پہنچے، پھر چھٹے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام وتحیہ ہوا پھر وہاں سے پرواز کی اور ایسے بلند مقام پر پہنچ گئے جس میں قلموں کی آواز سنائی دے رہی تھی، پھر سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لائے جنت جہنم اور عظیم آیات بینات دیکھیں اور انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی اور ہر ایک نے آپ کو الوداع کہا، رضوان فرشتہ نگران جنت اور مالک فرشتہ خازن جہنم نے آپ کو سلام کہا۔

یہ ہے رفعت وبلندی، عظمت واحترام، علومرتبت اور سرفرازی، صلواۃ اللہ وسلامہ، علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء۔

آخری زمانہ میں رفعت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا دین قیامت تک باقی رہے گا اور سب دین منسوخ ہوجائیں گے اور آپ کی امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا قیامت تک اس گروہ کو کوئی دشمن اور مخالف نقصان نہیں پہنچا سکے گا، روزانہ پانچ مرتبہ، بلند مقام پر آپ کا اسم گرامی پکارا جاتا ہے، اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ اسی طرح ہر خطیب خطبہ میں آپ کے اسم گرامی کا ذکر کرتا ہے اور درود وسلام بھیجتا ہے۔ حضرت حسان نے کیا خوب کہا:

أغر علیہ للنبوۃ خاتم
من اللہ مشھود یلوح ویشھد
وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ
اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

وشــق لــــه مــن اســـمــه لیُـجــلــه
فــذو الــعــرش مــحــمــود وهــذا مــحــمــد

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ اذان میں ملحق کر دیا ہے، عزت واحترام کی خاطر اپنے اسم مبارک سے آپ کا نام مشتق کیا ہے، عرش والا محمود ہے اور آپ کا نام محمد ہے۔''

صرصری مرحوم کا کلام۔

ألم تر انا لا يصح اذاننا　　ولا فرضنا ان لم نكرره فيهما

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہماری اذان اور نماز بغیر آپ کے مکرر اسم مبارک کے پوری اور درست نہیں ہوتی''۔

حضرت داؤد علیہ السلام...... حضرت داؤد علیہ السلام نہایت خوش آواز تھے اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مغرب کی نماز میں آپ ﷺ نے سورۃ والتین تلاوت فرمائی، میں نے آپ ﷺ سے زیادہ عمدہ آواز کسی کی نہیں سنی اور آپ ﷺ حکم الٰہی کے موافق صاف صاف اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے۔

عجیب معجزہ ...حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پرندے بھی تسبیح کہتے تھے اور ٹھوس پہاڑوں کا تسبیح کہنا اس سے بھی تعجب خیز ہے، گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ کی ہتھیلی میں سنگریزوں نے تسبیحیں کہیں، ابن حامد الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ حدیث مشہور و معروف ہے شجر، حجر اور مٹی کے ڈھیلے بھی آپ ﷺ کو سلام عرض کرتے تھے اور بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دستر خوان پر طعام اور کھانے کی تسبیحیں سنا کرتے تھے، زہریلی ہوئی گوشت کی دستی آپ ﷺ سے ہم کلام ہوئی اور آپ ﷺ کو زہر کی بابت بتایا، پالتو جانوروں، وحشی درندوں اور جمادات تک نے آپ کی رسالت کی شہادت دی۔

توجیہ... چھوٹے چھوٹے ٹھوس سنگ ریزوں سے تسبیح کی آواز آنا، بڑے بڑے غار اور بیابان میں کھوکھلے پن کی بنا پر ان کی آواز بازگشت اور گنبد کی صدا ہوتی ہے جیسے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر امیر مکہ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو جبل ابی قبیس اور زرد پہاڑ گونج اٹھتے تھے لیکن اس گونج میں تسبیح کی آواز نہ ہوتی تھی کیونکہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ہے

بایں وصف حضرت محمد ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں سنگریزوں نے تسبیح کی آواز اور بھی تعجب خیز اعجاز ہے۔

خود کمانا...... حضرت داؤد علیہ السلام خود کما کر کھایا کرتے تھے (خود کما کر کھانا نہایت پاکیزہ رزق ہے)۔

اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی خود کما کر کھایا کرتے تھے اور قراریط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے رہے اور فرمایا ہر نبی بکریوں کا چرواہا رہا ہے اور شام کے تجارتی قافلہ میں بھی آپ تشریف لے گئے، سورت الفرقان میں ہے یمشی فی الاسواق (۷) اور یمشون فی الاسواق (۲۰) یعنی انبیاء کرام علیہم السلام پاک اور حلال روزی کی خاطر بازاروں میں کاروبار کیا کرتے تھے۔

جب جہاد شروع ہوا تو مال غنیمت میں سے جو آپ کا حصہ مقرر تھا اور مال فے پر گزر اوقات تھا۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے انتہا اور اختتام پر مجھے جہاد کا حکم دے کر مبعوث کیا گیا ہے توحید کے استحکام تک یہ جہاد جاری رہے گا اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے ہے، ذلت و رسوائی میرے حریف اور مخالف کا مقدر ہے جو شخص کسی قوم کا خصوصی شعار اختیار کر کے انکی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا۔

زرہ بنانا...... آگ میں گرم کئے بغیر لوہے کا آٹے کی طرح نرم ہونا، (حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا) آپ اس سے زرہیں تیار کیا

کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ لوہے کی کڑیوں کو ایسے انداز سے جوڑو کہ کیل باریک نہ ہو کہ تنگ ہو جائے اور موٹا بھی نہ ہو کہ ٹوٹ جائے بلکہ معتدل اور درمیانہ ہو جس طرح کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، اور قرآن کریم میں ہے ''اور ہم نے اسے تمہارے لئے زرہیں بنانا بھی سکھایا''۔(۲۱/۸۰)

نسیج داود ماحمی صاحب الغا ــــــ روکان الفخار للعنکبوت

''داؤدی زرہ نے صاحب غار کی حفاظت نہ کی بلکہ یہ کارنامہ عنکبوت کو نصیب ہوا''۔

غرضیکہ لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے (دھاگے کی طرح) نرم تھا اور حضرت محمد ﷺ کے لئے پتھر (جو لوہے سے سخت ہے) ریت کی طرح نرم تھا، ۴ھ ۵ھ میں خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت پتھر نمودار ہوا اور اسے کوئی بھی نہ توڑ سکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فاقہ کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا پہلی ضرب سے ایک روشنی پیدا ہوئی اور شام کے محلات نظر آئے، دوسری ضرب سے چنگاری اٹھی اور فارس کے محلات دکھائی دیئے، تیسری ضرب ماری تو وہ تودہ ریت کا ٹیلہ ہو گیا۔

پتھر کی چٹان کا (جس کو آگ بھی پگھلا نہیں سکتی) آپ ﷺ کی ضرب خارا شگاف سے تودہ خاک بن جانا لوہے کے نرم ہونے سے (جو آگ سے نرم ہو سکتا ہے) زیادہ تعجب انگیز ہے) پتھر لوہے سے زیادہ سخت اور ناقابل شکست ہوتا ہے۔

فلو ان ماعالجت لین فؤادھا ــــــ بنفسی للان الجندل...

''اگر اس کے دل کو نرم کرنے کی تدبیر کروں (تو وہ نرم نہ ہوگا) البتہ پتھر ضرور نرم ہو جائے گا''

یعنی شاعر کی نگاہ میں کوئی چیز پتھر سے زیادہ سخت ہوتی تو وہ ضرور بیان کرتا۔

سورہ بقرہ ۲/۷۴ میں ہے ''اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہے یا ان سے بھی زیادہ سخت''۔

باقی رہا قل کونوا حجارۃ اوحدیدا و خلقا مما یکبر فی صدور کم (۱۷/۵۰) کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور سخت مخلوق، تو اس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے کسی مخلوق کا سخت اور نرم بیان کرنا مقصود نہیں، الغرض لوہا بغیر کسی قسم کی تدبیر کے پتھر سے سخت ہوتا ہے، اگر کوئی تدبیر بروئے کار لائی جائے تو لوہا فوراً متاثر ہوتا ہے۔

توجیہ...... حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اس قدر نرم تھا کہ اس سے کڑیاں بنا کر زرہ تیار کر لیتے تھے اور حضرت محمد ﷺ کے لئے پتھر موم بن گئے، آپ ﷺ کے اشارہ سے وہ غار کی شکل اختیار کر گئے اور یوم احد میں آپ ﷺ اس میں چھپ گئے۔

پتھر کا نرم ہونا، لوہے کے نرم ہونے سے زیادہ حیرت انگیز ہے کہ لوہا آگ سے نرم ہو جاتا ہے اور پتھر آگ سے متاثر نہیں ہوتا۔

ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ غار اب تک باقی ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ کی کسی وادی میں آپ ﷺ نے ایک پہاڑ کو ہاتھوں سے دھکیلا اور وہ نرم ہو گیا، یہ بھی مشہور واقعہ ہے، حجاج کرام کی زیارت گاہ ہے، اسی طرح معراج کی رات ایک پتھر آٹے کی طرح نرم ہو گیا، آپ ﷺ نے اس کے سوراخ میں براق (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کا نام) کا لگام باندھ دیا اور اس مقام کو لوگ آج تک متبرک سمجھ کر چھوتے ہیں۔

تبصرہ۔ جنگ احد اور مکہ کی کسی وادی کا واقعہ نہایت غریب ہے اور سیرت کی کسی مشہور و معروف کتاب میں منقول نہیں، البتہ بیت المقدس میں براق کے باندھنے کا واقعہ درست ہے، جبرائیل علیہ السلام نے باندھا تھا جس طرح کہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

حکمت و دانائی...... حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت و دانائی عطا ہوئی اور حضرت محمد ﷺ کو سب سابقہ انبیاء کرام سے اعلیٰ اور اکمل شریعت اور حکمت و دانائی عطا ہوئی، اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کے محاسن اور مناقب آپ ﷺ کو عطا فرما دیئے اور مزید وہ کچھ دیا جو کسی نبی کو بھی عطا نہیں ہوا، آپ

نے فرمایا مجھے جامع کلمات کا معجزہ عطا ہوا ہے میرا کلام مختصر اور کوزہ میں دریا بند ہوتا ہے۔
یہ بات مسلم ہے کہ عرب تمام اقوام سے فصیح و بلیغ ہیں اور نبی علیہ السلام ان سے فصیح و بلیغ اور خلق جمیل سے آراستہ ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورہ ۳۶ تا ۴۰/۳۸، ۸۱ تا ۸۲/۲۱، ۱۲/۲۱۔ ۱۳/۳۴ کی متعدد آیات درج کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں جو مسند احمد، ترمذی صحیح ابن حبان اور مستدرک میں منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے تین سوال کیے، (۱) ایسی قوت فیصلہ جو منشاء الٰہی کے موافق ہو، (۲) ایسی حکومت جو ان کے بعد کسی کو شایان نہ ہو، (۳) بیت المقدس کی زیارت کے لئے جو آئے وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جیسے وہ آج پیدا ہوا ہے۔

ہوا کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع ہونا .. حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر اور تابع ہونا ایک عظیم معجزہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب میں ہوا سے حضرت محمد ﷺ کی نصرت فرمائی قرآن کی آیت ہے. فارسلنا علیھم ریحًا (۹/۳۳) ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور اور متفق علیہ روایت میں ہے نصرت بالرعب مسیرہ شھر اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کافر قوم سے نبرد آزما ہونا چاہتے تو ایک ماہ کی مسافت تک کافر قوم مرعوب اور لرزہ براندام ہو جاتی، جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی (۱۲/۳۴) اور رسول اللہ ﷺ کے لئے باران رحمت برسانے کی خاطر ہوائیں مسخر تھیں، بارہا رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اور بارش ہوئی۔

ایک اور موازنہ..... حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو تابع کیا، اس کا صبح کا سفر ایک ماہ کی مسافت تھا اور اسی طرح زوال کے بعد۔

سنئے! رسول اللہ ﷺ کو اس سے عظیم اور وقیع معجزہ سے نوازا گیا، آپ ﷺ نے رات کے معمولی حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سفر کیا جو ایک ماہ کا سفر ہے اور آپ ﷺ نے معراج کا پچاس ہزار سال کا سفر رات کے ایک تہائی سے بھی کم وقت میں طے کیا، ہر آسمان کے عجائبات دیکھے، جنت اور جہنم ملاحظہ فرمایا، انبیاء کرام اور ملائکہ کی امامت کرائی اور یہ سب کچھ رات کے معمولی حصہ میں وقوع پذیر ہوا۔

شیطانوں کا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع ہونا......اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی حسب منشا مختلف مصنوعات تیار کرنا یہ بھی ایک معجزہ ہے اور حضرت محمد ﷺ کی نصرت و معاونت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے متعدد غزوات میں مقرب ملائکہ کو بھیجا اور یہ شیاطین کے تابع ہونے سے اعلیٰ اور افضل معجزہ ہے۔ ایک متفق علیہ روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزشتہ رات ایک سرکش جن نے میری نماز میں خلل انداز ہونے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت بخشی میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے پکڑ کر مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دوں کہ لوگ اسے دیکھ لیں مگر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ میرے جیسی حکومت کسی کو عطا نہیں ہو، تو اللہ تعالیٰ نے مردود کو ذلیل ورسوا کر کے لوٹا دیا۔

مسلم شریف میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت منقول ہے اور مسند احمد میں نہایت عمدہ سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حدیث کی دیگر متعدد کتب میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ماہ رمضان آجائے تو جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں یہ محض روزے اور قیام رمضان کی برکت کا ثمرہ ہے۔

جنات کا اسلام لانا...... اللہ تعالیٰ نے کچھ جن بھیجے قرآن کریم کی سماعت کے لئے وہ مشرف بہ اسلام ہوئے انہوں نے اپنی قوم کو

اسلام کی تبلیغ اور رغبت دلائی اور مخالفت کے انجام سے آگاہ کیا کیونکہ آپ ﷺ جن اور انسان دونوں کی طرف مبعوث ہیں، چنانچہ جنات کے اکثر گروہ مسلمان ہو گئے اور کچھ ان میں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ان کے سامنے سورہ رحمن کی تلاوت کی، مومنوں کو جنت کی خوشخبری سنائی اور کافروں کو جہنم کی وعید بتائی، خود ان کے کھانے اور ان کے مال مویشی کے چارہ کی بابت بتایا اور ان کو ہر قسم کے اہم امور سے آگاہ کر دیا۔

جن کا واقعہ بیت المال کی حفاظت ونگہداشت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مقرر فرمائے مگر چور ہوشیار تھا کہ آنکھوں میں دھول جھونک جاتا بالآخر قابو آ گیا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لانے کی کوشش کی مگر وہ آپ کے سامنے حاضر ہونے سے ڈرتا تھا پھر اس نے ایک وظیفہ بتا کر اپنی خلاصی چاہی کہ آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے کے پاس شیطان نہیں بھٹک سکتا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام... ابوجہل رسول اللہ ﷺ کا بدترین مخالف تھا، آپ ﷺ کے درپے آزار رہتا تھا بارہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی حمایت ونصرت کی اس طرح غزوہ احد میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر لڑتے رہے۔

نبوت وبادشاہت... اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ حکمرانی سے بھی سرفراز فرمایا اور حضرت محمد ﷺ کو اختیار دیا کہ نبوت کے ساتھ ملوکیت یا عبدیت اختیار کرنے پر تو آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ تواضع اور انکساری اختیار کرو، چنانچہ آپ ﷺ نے رسالت کے ساتھ عبد ہونے کو پسند فرمایا، یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

زمین کے خزانے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زمین کے مدفون خزانے اور معدنیات پیش کئے گئے مگر آپ ﷺ نے ان کے قبول کرنے انکار کر دیا اور فرمایا میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا مگر میری خواہش ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن شکم سیر۔
حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے (عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خواب میں روئے زمین کے خزینوں کی چابیاں میرے حوالے کر دی گئی ہیں۔
حسین بن واقد، حضرت جابر رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشمی لباس میں ملبوس، ابلق گھوڑے پر سوار، میرے پاس دنیا کے خزانوں کی چابیاں لائے ہیں۔
قاسم ابولبابہ رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیشکش کی ہے کہ وادی بطحاء کو سونا بنا دے، میں نے عرض کیا نہیں یارب! لیکن میری آرزو یہ ہے کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر ہو کر کھاؤں، بھوکا ہوں تو صبر اختیار کروں اور اگر شکم سیر ہوں تو شکر بجالاؤں۔

پرندوں کی بولی. حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں اور جانوروں کی بولی سمجھتے تھے یہ ایک فقید المثال معجزہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو بھی اس اعجاز سے سرفراز فرمایا گیا بلکہ مزید نوازا گیا، جانوروں اور درندوں نے آپ ﷺ سے بات کی، پتھر اور سنگ ریزوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں تسبیح کہی، اونٹ نے آپ ﷺ سے مالک کی شکایت کی کھجور کا تنا آپ صلی اللہ ﷺ کے درد فراق میں رویا، بکری کی دستی نے آپ کو بتایا کہ میں زہر آلودہوں، قریش کے حلیف بنی بکر نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی، آپ ﷺ کے حلیف عمرو بن سالم خزاعی نے آپ ﷺ سے شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ بادل آپ کی نصرت وحمایت کے لئے گرج رہا ہے۔ یاد رہے کہ یہی خلاف ورزی فتح مکہ کا باعث ہوئی۔

پتھر کا سلام کہنا: ... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک پتھر مجھے بعثت سے پہلے سلام کہا کرتا تھا اب بھی میں اس کو پہچانتا ہوں۔

یہ سلام زبان حال سے ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے سمجھ لیا تو یہ جانوروں کی بولی سمجھنے سے بھی اعلی اور افضل معجزہ ہے کیونکہ یہ پتھر جمادات کی نوع سے ہے جو بے زبان ہے پرندے جاندار اور منہ میں زبان رکھنے والی مخلوق ہے اگر یہ سلام زبان قال سے ہو، (اور یہی قرین قیاس ہے) تو یہ بھی ایک انوکھا معجزہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی کسی شعب میں جا رہا تھا تو راستہ میں ہر شجر، حجر اور مدر آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ! کہہ رہا تھا، یہ سلام زبان قال سے رسول اللہ ﷺ نے بھی سنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی۔

یعفور گدھا...... ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ (احمد بن محمد بن حارث عنبری، احمد بن یوسف بن سفیان، ابراہیم بن سوید نخعی، عبداللہ بن ازینہ طائی، ثور بن یزید) خالد بن معلاۃ جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سیاہ فام گدھا حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا کیا نام ہے؟ عرض کیا عمرو بن فہران، ہم سات بھائی تھے اور انبیاء کرام علیہ السلام کی سواری تھے، میں سب سے چھوٹا ہوں اور آپ ﷺ کا خادم ہوں میرا مالک یہودی تھا جب مجھے آپ یاد آتے تو میں اسے گرا دیتا تھا اور وہ مجھے خوب پیٹتا تھا، یہ داستان سن کر آپ نے فرمایا تیرا نام یعفور ہے۔

تبصرہ...... معجزات کی متعدد صحیح روایات کے دستیاب ہوتے ہوئے ایسی واہیات اور منکر روایت نقل کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، اس کی اور سند بھی روایت کی گئی ہے، اس کو بھی ابن ابی حاتم نے منکر کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات...... بقول حافظ ابو نعیم اصبہانی علیہ الرحمہ، مسیح کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام عموماً سیر و سیاحت میں رہتے تھے، آپ علیہ السلام کے پاؤں سپاٹ تھے، بوقت ولادت آپ کے جسم پر تیل کی مالش تھی، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مبارک ہاتھوں سے چھوا، اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف کر دیئے نیز جسے چھوتے وہ شفایاب ہو جاتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصائص...... آپ علیہ السلام باپ کے بغیر مریم کے مولود اور کلمہ کن کے ذریعہ مخلوق ہیں جیسے حوا آدم سے بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا ڈھانچہ مٹی سے تیار کر کے کن کہا اور معرض وجود میں آگئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی نفخ کے ذریعہ کلمہ کن کی پیداوار ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ولادت کے وقت ابلیس ملعون کے وار سے محفوظ رہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے لگا تو وہ پردہ میں لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک پہلے آسمان میں جسمانی طور پر زندہ ہیں اور سب سے پہلے قیامت کے قریب دمشق میں سفید مشرقی منارہ پر نزول فرمائیں گے دنیا میں جس قدر ظلم و ستم روا ہوگا اسے ختم کر کے دنیا کو عدل و سلامتی کا گہوارہ بنائیں گے شریعت محمدیہ کے قانون کو بروئے کار لائیں گے اور روضہ اطہر میں دفن ہوں گے۔ (کما رواہ الترمذی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا...... یہ ایک عظیم معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا اور حضرت محمد ﷺ کے اس نوع کے اکثر معجزات ہیں بلکہ جمادات کا زندہ کرنا مردہ انسان کے زندہ کرنے کی نسبت وقیع اور اعلیٰ معجزہ ہے۔

زہر آمیختہ بکری کی دستی کا گوشت آپ ﷺ سے ہم کلام ہوا، یاد رہے کہ گوشت کے ٹکڑے کو زندہ کرنا ایک سالم انسان کے زندہ کرنے سے بوجوہ اعلیٰ معجزہ ہے، مردہ اور بے جان جانور کے ایک حصہ کو زندہ کرنا باقی ماندہ پر موت طاری رہنا اور زندگی بھی ایسی جو سابقہ زندگی سے عقل و ادراک کے لحاظ سے ممتاز ہو، بلکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پرندے زندہ کرنے سے بھی اعلیٰ اور برتر معجزہ ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شجر، حجر، مدر، درخت کی شاخوں، کھجور کے تنے میں زندگی اور عقل و ادراک کا حلول کر جانا جبکہ وہ اس سے پہلے ایسی زندگی سے بالکل نا آشنا تھے بہ نسبت مردہ زندہ کرنے کے جو حیات و زندگی کا مرکز تھا بالکل ایک اعلیٰ معجزہ اور حیرت انگیز اعجاز ہے۔

"فی من عاش بعد الموت" میں ابن ابی الدنیا نے ایسے متعدد معجزات بیان کئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری مریض کی عیادت کے لئے گئے اور وہ فوت ہوگیا ہم نے نعش پر کپڑا پھیلا کر ڈھانپ دیا (اس کے سرھانے اس کی بوڑھی والدہ بیٹھی ہوئی تھی اور بیہقی میں ہے کہ وہ اندھی تھی) والدہ سے کسی نے کہا صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر طلب کرو تو اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے، ہم نے عرض کیا جی ہاں، بوڑھی عورت نے پھر پوچھا کیا سچ مچ فوت ہوگیا ہے؟ ہم نے کہا بالکل، پھر اس نے ہاتھ پھیلا کر اللہ تعالیٰ نے دعا کی یا الٰہی! تیری ذات کو خوب معلوم ہے کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کے پاس ہجرت محض اس امید سے کی تھی کہ تو ہی میرے مصائب میں کام آئے، خدایا اس نا قابل برداشت اور جانکاہ مصیبت میں مجھے مبتلا نہ کر۔

چنانچہ وہ لڑکا سر سے کپڑا اتار کر بیٹھ گیا اور ہم سب نے ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھایا۔

یہ واقعہ ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (صالح بن بشیر مری (ایک عابد زاہد اور کمزور راوی) ثابت) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اس میں ہے ان امه كانت عجوزا عمياء.

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (عیسیٰ بن یونس، عبداللہ بن عون، انس رضی اللہ عنہ) سے بھی نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہوا، یہ راوی سب ثقہ ہیں مگر اس میں عبداللہ بن عون رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے، واللہ اعلم۔

گدھے کا زندہ ہونا ۔ حسن بن عرفہ (عبداللہ بن ادریس، اسماعیل بن ابی خالد) ابو سبرہ نخعی سے روایت کرتے ہیں کسی یمنی کا راستہ میں گدھا مر گیا اس نے دو رکعت نماز کے بعد دعا کی یا الٰہی! میں گھر سے تیرے راستہ میں جہاد کرنے کی خاطر نکلا ہوں اور صرف تیری رضا نصب العین ہے اور میرا ایمان ہے کہ تو ہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا، آج مجھے کسی کا احسان مند نہ کر، آج میں اپنے گدھے کی زندگی کا طلب گار ہوں، چنانچہ گدھا کان پھڑ کاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ سند درست ہے اس طرح کی کرامت نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے، یاد رہے کہ اسماعیل بن ابی خالد یہ واقعہ شعبی سے بھی نقل کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ شعبی سے نقل کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے یہ گدھا کوفہ کے بازار میں فروخت ہوتا دیکھا، ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے بھی یہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ظاہر ہوا اور کسی یمنی کا شعر ہے۔

ومنا الذی احی الأله حماره وقد مات منه كل عضو ومفصل

ہم میں سے ایک صاحب ایسے ہیں کہ جن کے گدھے کو اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد دنیا میں زندگی دی۔

زید بن خارجہ کا موت کے بعد کلام کرنا ۔۔۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ کبیر میں ہے زید بن خارجہ انصاری، بدری عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں فوت ہوا اور وفات کے بعد انہوں نے کلام کیا۔

مستدرک میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قعنبی، سلیمان بن بلال، یحییٰ بن سعید انصاری) سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ زید بن خارجہ انصاری خزرجی، خلافت عثمان میں فوت ہوا، اور اس کی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا، پھر حاضرین نے اس کے سینے سے آواز سنی پھر اس نے کہا واقعی احمد ﷺ سچے ہیں اور یہ بات لوح محفوظ میں منقول ہے اور وہ صادق ہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ خود ضعیف ہیں مگر احکام الٰہی میں طاقتور ہیں، یہ کتاب اول کی نوشت ہے اور درست ہے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ طاقتور ہیں یہ لوح محفوظ میں ہے واقعی سچ ہے، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ان کے طرز خلافت پر قائم ہیں چار سال گذر چکے ہیں اور دو باقی ہیں پھر فتنہ فساد کا زمانہ آنے گا طاقتور کمزور کو کھا جائیں گے اور قیامت بپا ہو جائے گی، عنقریب تمہارے لشکر کے بارے میں خبر آئے گی۔

یحییٰ بن سعید انصاری، سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں، پھر بنی خطمہ کا ایک آدمی فوت ہوا اس کی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا اس کے سینہ میں آواز پیدا ہوئی پھر اس نے بات کی کہ واقعی انصاری خزرجی نے سچ کہا ہے ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ایک دوسری سند

سے اس سے بھی مفصل روایت کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ بعد از موت کلام کرنے کا واقعہ ایک جماعت سے صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے، واللہ اعلم۔

بکری کا زندہ ہونا..... امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ایک بکری ذبح کر کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دعوت کی اور معمولی سے جو کا آٹا تھا، ہزار افراد دعوت میں شریک تھے سب نے خوب کھایا۔

العجائب والغرائب میں حافظ محمد بن منذر عرف بشکر نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ بکری کی ہڈیوں کو جمع کر کے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ بکری زندہ ہو گئی اور وہ اپنے گھر لے گئے، واللہ اعلم۔

دیوانے کا تندرست ہونا..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پاگل کے تندرست ہونے کے بارے میں کوئی خاص واقعہ منقول نہیں، آپ مادر زاد اندھے اور ابرص کو تندرست فرماتے تھے، مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ امراض اور کہنہ بیماریوں کا علاج فرمایا کرتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسناد سے یعلی بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت اپنے ننھے بچے کو لے کر آئی، وہ سخت قسم کی آسیب میں مبتلا تھا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا یہ بچہ بیمار ہے مصیبت میں مبتلا ہے،

ہمیں تنگ کرتا ہے، ایک ہی دن میں بار بار دورہ پڑتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بچہ مجھے پکڑا دو، آپ ﷺ نے اسے پکڑا اور منہ کھول کر اس میں تین بار پھونکا اور فرمایا بسم اللہ، انا عبداللہ اخسأ عدو اللہ، پھر اسے بچہ پکڑا دیا بچہ فوراً تندرست ہو گیا اور پھر یہ تکلیف کبھی نہ ہوئی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (یزید، حماد بن سلمہ، فرقد سبخی، سعید بن جبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یہ دیوانہ ہے کھانے پینے کے وقت اسے دورہ پڑتا ہے اور کھانا پینا دوبھر کر دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر دعا کی اسے قے آئی اور کتے کے کالے بچے کی طرح اس کے پیٹ سے کوئی چیز نکلی اور وہ تندرست ہو گیا (غریب من ھذا الوجہ) فرقد سبخی م ۱۳۱ھ گو صالح آدمی ہے مگر اس کا حافظہ درست نہیں، ہاں البتہ مذکورہ بالا واقعہ اس کا شاہد ہے، اگر قصہ ایک ہی ہو، واللہ اعلم۔

جن..... مسند بزار میں فرقد سعد بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک خبیث جن مجھ پر غالب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس حالت پر صبر کرو تو قیامت کے دن تمہارا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا، تو اس نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے میں صبر کروں گی، پھر اس نے عرض کیا مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خبیث برہنہ کر دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی جب اس کو دورے کا احساس ہوتا تو وہ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر دعا کرتی "اخسأ" دفع ہو جا، تو وہ خبیث جن دفع ہو جاتا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ فرقد کو یہ واقعہ یاد ہے، مسلم اور بخاری میں عطاء بن ابی رباح سے اس کا شاہد موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو ایک جنتی عورت دکھاؤں؟ عرض کیا ضرور! تو انہوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس نے عرض کیا مجھے دورہ پڑتا ہے اور میں برہنہ ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا صبر کرو تو اسکا صلہ جنت ہے، مرضی ہو تو میں دعا کرتا ہوں، اللہ شفا بخشے گا، اس نے کہا میں صبر کروں گی، بس آپ اتنی دعا کیجئے کہ میں برہنہ نہ ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی پھر وہ برہنہ نہیں ہوتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عطا نے بتایا کہ میں نے وہ دراز قامت سیاہ فام عورت ام زفر کو کعبہ کے پردے سے چمٹی ہوئی دیکھی ہے اسد الغابہ میں حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ ام زفر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہ کی مشاطہ اور کنگھی چوٹی کرتی تھی، اس کی عمر اس قدر دراز ہوئی کہ عطا ابن ابی رباح م ۱۱۴ھ نے اس کا زمانہ پایا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اکمہ ۔ مادرزاد اندھے کو کہتے ہیں یا وہ شخص جسے رات کو دکھائی دے، ابرص وہ ہے جس کے جسم پر پھل لا کر دیں پھلیری کے سفید داغ ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ایسے مریض شفایاب ہو جاتے تھے۔

جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ چشم خانہ سے باہر نکل کر رخسار پر لٹک گئی، رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے چشم خانہ میں رکھ دیا، وہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گئی، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا پوتا عاصم بن عمر، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ تو اس نے کہا

انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ
فردت بکف المصطفی احسن الرد
فعادت کما کانت لاول امرھا
فیاحسن ماعین ویا حسن ماخ

"میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار سے ڈھلک گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے وہ چشم خانہ میں رکھ دی تھی، وہ بالکل پہلے کی طرح خوبصورت ہو گئی، دیکھئے! وہ آنکھ کیسی خوبصورت تھی اور طریقہ علاج کیسا عمدہ تھا"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا

تلک المکارم لاقعبان من لبن شیبا بماء فعادا بعد ابوالا

"یہ فضائل اور خوبیاں ہیں جو تاریخ میں ثبت ہیں لسی کے دو پیالے نہیں کہ ادھر پیئے اور ادھر خارج ہو گئے"۔

پھر آپ نے اسے خوب انعام و اکرام سے نوازا، دارقطنی میں ہے کہ دونوں کی آنکھیں ڈھلک گئیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے درست فرمائیں مگر مشہور منقول بالا ہی ہے جس طرح کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔

اندھے کا واقعہ ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (روح و عثمان بن عمر، شعبہ، ابوجعفر مدنی، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی دعا فرمائیے اللہ مجھے عافیت بخشے، آپ ﷺ نے فرمایا ارادہ ہو تو میں آپ کی آخرت کے لئے دعا کروں اور یہ تمہاری آخرت کے لئے بہتر ہے، چاہو تو عافیت کی دعا کر دیتا ہوں، اس نے عرض کیا حضور! آپ دعا فرما دیجئے (میری نگاہ بحال ہو جائے) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے "اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ، انی اتوجہ بہ فی حاجتی ھذہ فتقضی" اور بروایت عثمان بن عمر رضی اللہ عنہ "فشفعہ فی" عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس نے یہ عمل کیا اور شفایاب ہو گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کر کے فرمایا، حدیث حسن اور صحیح غریب ہے ہمارے علم میں صرف ابوجعفر خطمی سے مروی ہے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوجعفر خطمی رحمۃ اللہ علیہ، ابوامامہ بن سہل بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ، اس کے چچا عثمان بن حنیف سے اسی طرح روایت کی ہے اس میں ہے کہ عثمان بن حنیف نے کہا ہم اسی مجلس میں بیٹھے تھے وہ معمولی دیر بعد آیا، بینائی بالکل درست تھی، کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ تھی۔

ابن ابی شیبہ (محمد بن بشر، عبدالعزیز بن عمر، یکے از بنی سلامان، اپنی والدہ سے، ماموں) حبیب بن قریط سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نابینا تھے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر پڑ گیا ہے اور میری بینائی چلی گئی، رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھوں پر دم کیا اور اس کی بینائی بحال ہو گئی وہ اسی سال کی عمر میں سوئی میں دھاگہ پرو لیتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں درد..... صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خیبر میں آنکھیں درد کر رہی تھیں، آپ ﷺ نے دم کیا فوراً ٹھیک ہو گئے پھر کبھی درد نہیں ہوا۔

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ......رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ہاتھ پھیرا اور وہ درست ہو گیا، جابر نے ابو رافع یہودی کو جو رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کیا کرتا تھا، حضرت جابر نے اس کو قتل کر کے چھت کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور پاؤں ٹوٹ گیا۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ......رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کے جلے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ فوراً درست ہو گیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ... آپ ﷺ نے حضرت سلمہ بن اکوع کے پاؤں کو چھوا جو جنگ خیبر میں ٹوٹ گیا تھا وہ فوراً صحیح ہو گیا، اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی وہ شفایاب ہو گئے۔

ابو طالب..بیہقی میں ہے کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے انہوں نے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ فوراً شفایاب ہو گئے۔

ابو مسلم خولانی......حافظ ابن عساکر (ابو سعید بن اعرابی، ابو داؤد، عمر بن عثمان، بقیہ) محمد بن زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی کی بیوی کو کسی عورت نے غلط راستے پر لگا دیا، آپ نے اس عورت کو بد دعا دی اور اندھی ہو گئی پھر اس نے آپ سے گزارش کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ ایسا کرنے سے باز رہنے کی تسلی دلائی تو آپ نے دعا کی یا الٰہی! اگر یہ سچ کہتی ہے تو اس کی بینائی بحال کر دے، چنانچہ آپ کی دعا سے اس کی بینائی بحال ہو گئی۔

ابن ابی الدنیا (عبدالرحمٰن بن واقد، ضمرہ، عاصم) عثمان بن عطا رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی کا دستور تھا جب وہ گھر میں داخل ہو کر وسط صحن میں پہنچ جاتے تو اللہ اکبر کہتے اور انکی بیوی بھی اسی طرح اللہ اکبر کہتی، پھر جب وہ کمرے میں داخل ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ آپ کا جوتا اتارتی اور کھانا پیش کرتی۔

ایک رات آپ گھر تشریف لائے اور حسب دستور تکبیر کہی اور بیوی نے جواب نہ دیا پھر آپ نے کمرے میں داخل ہو کر تکبیر کے بعد سلام کہا تو پھر بھی جواب نہ ملا، وہ بھلی مانس اندر بیٹھی تنکے سے زمین کریدرہی ہے اور گھر میں کوئی دیا بتی بھی روشن نہیں ہے تو آپ نے پوچھا خیر تو ہے؟ اس نے کہا سب لوگ آرام و راحت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمارا روکھی سوکھی پر گزر اوقات ہے کیا اچھا ہوتا اگر آپ امیر معاویہ کے پاس جاتے وہ آپ کو ایک خادم عنایت کر دیتے اور کچھ اور نوازش کرتے اور ہم عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے، یہ کلام سن کر آپ نے دعا فرمائی یا الٰہی! جس نے میری بیوی کو غلط راستے پر ڈالا ہے اس کی بینائی سلب کر دے۔

کوئی عورت خولانی کی بیوی کو یہ پٹی پڑھاتی تھی کہ تم اپنے خاوند سے مطالبہ کرو کہ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے اپنی ضروریات سے آگاہ کرے وہ لازماً تمہاری ضروریات پوری کر دیں گے۔

وہ عورت اپنے مکان پر ہے، دیا روشن ہے، اچانک اس کی بینائی چلی گئی وہ فوراً ابو مسلم خولانی کی خدمت میں حاضر ہوئی، اللہ کا واسطہ دینے لگی اور منت سماجت کرنے لگی تو آپ نے دعا فرمائی اور اس کی بینائی بحال ہو گئی اور
آپ کی بیوی کی طبیعت بھی حسب سابق صحیح ہو گئی۔

مائدہ بمعنی دستر خوان......دستر خوان جس کا تذکرہ سورہ مائدہ میں (۱۱۲ تا ۱۱۵/۵) کی چار آیات میں ہے، علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ دستر خوان اترا یا نہیں، جمہور کا مشہور قول ہے کہ نازل ہوا ہے اور اسکے اندر جو کھانے آئے تھے اس میں بھی اختلاف ہے۔

تاریخ میں ہے کہ اموی دور حکومت میں موسیٰ بن نصیر فاتح مغرب نے یہ دستر خوان کسی زمانے میں پایا تھا یہ طلائی طشتری تھی جس پر موتی

لگے ہوئے تھے، موسیٰ بن نصیر نے یہ دستر خوان ولید بن عبدالملک کی خدمت میں ارسال کیا وہ ان کے پاس رہا ان کے بعد سلیمان بن عبدالملک کے قبضہ میں تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان تھا اور بعض مورخ (تاریخ لکھنے والے) یہ بتاتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دستر خوان تھا، بقول امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ بات ذرا بعید از قیاس ہے کیونکہ عیسائی مائدہ (دستر خوان) کے قصہ سے قطعاً نابلد ہیں، واللہ اعلم۔

الغرض مائدہ کے نزول میں اختلاف اپنی جگہ پر ہے، نازل ہوا یا نہ، مگر رسول اللہ ﷺ کے دستر خواں میں اللہ تعالیٰ کی برکت سے بارہا اضافہ ہوا، کھانے سے تناول کے وقت تسبیح کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، اور معمولی طعام (کھانے) سے متعدد دفعہ ہزار ہا افراد نے کھانا تناول فرمایا اور کھانا جوں کا توں باقی بچا رہا تھا۔

ابو مسلم خولانی کا ایک عجیب وغریب واقعہ حافظ ابن عساکر، اسحاق بن یحییٰ ملطی، اوزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے قبیلے کے چند لوگوں نے پوچھا کیا حج کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہم خیال احباب ہوں تو ارادہ ہے۔ سب نے کہا واہ سبحان اللہ! ہم آپ کے ہمسفر ہیں تو ابو مسلم خولانی نے کہا آپ میرے رفیق سفر نہیں میرے ساتھی اور رفیق سفر ایسے احباب ہیں جو زاد سفر (سفر کا سامان) اور سامان راہ سے بے نیاز ہیں، انہوں نے کہا واہ سبحان اللہ کیا بلا زاد (بغیر سامان) بھی سفر طے ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں، پرندوں کو نہیں دیکھتے وہ صبح وشام توشہ اور سامان کے بغیر چلتے پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو رزق مہیا کرتا ہے، یہ خرید وفروخت سے بے نیاز ہیں کھیتی باڑی سے بالکل مستغنی ہیں، انہوں نے کہا اچھا ہم سب آپ کے ہمراہ سفر کے لئے تیار ہیں تو آپ نے فرمایا تیار ہو جاؤ، چنانچہ وہ غوطہ دمشق سے روانہ ہوئے تو بالکل بے سروسامان تھے جب ایک منزل طے کی تو ابو مسلم خولانی سے عرض کیا کھانا اور جانوروں کے لئے چارہ درکار ہے، آپ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ملے گا، پھر ذرا کھسکے اور مسجد کا رخ کیا، اس میں دو رکعت نماز کے بعد دعا کی الٰہی! تیری ذات میرے مقصد سفر سے آگاہ ہے میں تیری اطاعت وتابعداری کے لئے گھر سے نکلا ہوں میں نے بڑے کنجوس اور بخیل دیکھے ہیں ان کے پاس مہمان آ جائیں تو وہ بھی دل کھول کر مہمان نوازی کرتے ہیں ہم تیرے مہمان اور زائر ہیں ہمارے خورد ونوش کا اہتمام کر، اور جانوروں کے لئے چارہ بھیج، چنانچہ ان کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا ثرید کا برتن رکھ دیا گیا بقدر کفایت پانی مہیا کر دیا گیا اور چارہ بھی پیش کر دیا گیا مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں سے انتظام ہو رہا ہے واپسی تک مسلسل اسی طرح انتظام ہوتا رہا۔

ہر دن دو وقت سب پر دستر خوان نازل ہوتا تھا اور سواریوں کے لئے چارہ وغیرہ، یہ سب نبی کریم ﷺ کی خالص اتباع اطاعت کا نتیجہ ہے۔

سابقہ امتوں کے واقعات بذریعہ وحی بتانا میں تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھا آئے ہو اور جو اپنے گھر میں رکھ(۳/۴۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا، اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دو قیدیوں کو فرمایا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پائے گا کہ اس سے پہلے میں تمہیں تعبیر بتا دوں گا یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے بتائی ہیں اور سکھائی ہیں (۱۲/۳۷)۔

یہ بات انبیاء علیہم السلام پر آسان اور معمولی بات ہے، رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ واقعات بتائے جن میں کچھ فرق نہیں اسی طرح حالات حاضرہ کے بارے میں بتایا جو من وعن صحیح ثابت ہوا (یہ بات پیش نگاہ رہے کہ یہ پوشیدہ واقعات انبیاء وحی الٰہی کے ذریعہ بتاتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا ''یہ ان چیزوں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے بتائی اور سکھائی ہیں'' (۱۲/۳۷)۔

ظالمانہ صحیفہ قریش نے ایک ظالمانہ نوشت تحریر کی جب تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالہ نہیں کر دیں گے ان سے مقاطعہ اور بائیکاٹ پر عمل پیرا رہیں گے اور یہ تحریر کعبہ کی چھت پر آویزاں کر دی، بامر الٰہی اسے دیمک چاٹ گئی صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہا، ایک روایت میں ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام چاٹا عظمت وتقدس کی خاطر کہ ظالمانہ صحیفہ میں ثبت نہ رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے چچا ابو طالب کو یہ ماجرا سنایا اور ابو طالب نے قریش کو بتایا تو قریش نے کہا اگر بات اسی طرح ہے تو بہتر ورنہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالہ کرنا پڑے گا، آپ نے صاد کیا تو صحیفہ اتارا، واقعی صحیفہ ہو بہو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق نکلا، اس صادق پیشن گوئی سے قریش [illegible] ہوئے اور [illegible] مسلمان ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ......اسیران بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے اس سے فدیہ طلب فرمایا تو اس نے کہا تہی دست ہوں کوئی مال نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" آپ نے اور چچی ام فضل نے دہلیز کے نیچے مال و دولت دبا دیا تھا اور آپ نے چچی سے کہا تھا اگر میں قتل ہو گیا تو بچوں کے لئے کافی ہے" تو عباس بے ساختہ بول اٹھے واللہ یا رسول اللہ ﷺ! (بات سچی ہے) بجز اللہ تعالیٰ، میرے اور ام فضل کے اور کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا۔

نجاشی......جس دن حبشہ میں اصحمہ نجاشی فوت ہوا آپ ﷺ نے اس کی موت کی خبر دی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی طرح آپ نے منبر پر جنگ موتہ کے امراء کی شہادت کی خبر دی اور آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ ...حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب بنام قریش مکہ ارسال کیا آپ ﷺ نے اس مکتوب کے بارے میں لوگوں کو بتایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اس کے تعاقب میں بھیجا وہ مکتوب اس عورت (سارہ) نے اپنی چوٹی یا نیفہ سے نکال کر ان کے حوالہ کر دیا۔

کسریٰ کے قتل کی خبر......کسریٰ کے حاکم یمن باذان نے دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلومات کے لئے بھیجا تھا، آپ ﷺ نے ان کو بتایا "ان ربی قد قتل اللیلۃ ربکما" کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آج رات کسریٰ قتل ہو گیا ہے انہوں نے یہ تاریخ یاد رکھی اور معلوم ہوا اسی رات کسریٰ کو اس کے لڑکے نے قتل کر دیا، چنانچہ یہ دونوں قاصد اور حاکم یمن مسلمان ہو گئے اور یہی لوگ یمن کی فتح کے باعث ہوئے۔

زہد و قناعت... ابن حامد الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد اور دنیا سے نفرت کے بالمقابل رسول اللہ ﷺ کا زہد اور قناعت پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے دنیا کے خزانے پیش کئے گئے اور آپ نے ان سے اعراض کر کے فرمایا کہ مجھے تو ایک دن بھوک اور دوسرے دن کھانا پسند ہے، آپ کے ۱۳ حرم تھے ماہ دو ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا صرف پانی اور کھجور پر گذارہ تھا رات کو دیا نہیں جلتا تھا اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتا، مسلسل تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی، آپ ﷺ کا بستر چرمی تھا اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، بسا اوقات بکری کا دودھ خود دوھا جوتے اور لباس کو خود پیوند لگایا، آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو زرہ ایک یہودی کے پاس غلہ کے عوض گروی تھی۔

بشارت. ...حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی گئی اسی طرح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کو بھی حمل کے دوران بشارت ملی کہ آپ کے شکم مبارک میں اس قوم کا سردار ہے، اس کا نام محمد ﷺ رکھو، اس کو ابو نعیم نے نقل کیا ہے۔

ولادت مبارک کی روایات..... اس روایت اور اس سے پہلی دو روایتوں میں سخت ناقابل اعتبار باتیں ہیں اور میں نے اپنی کتاب میں اس سے زیادہ ناقابل اعتبار روایات بیان نہیں کیں اور میرا دل ان کے لکھنے کو نہ چاہتا تھا مگر محض حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کر کے لکھ دی ہیں، خصائص کبری للسیوطی ص ۴۷، ۴۹ ج ۱ سند میں ابو بکر بن ابی مریم، ۱۵۶ھ ضعیف ہے۔ سعید بن عمرو انصاری اور اس کا والد عمرو انصاری دونوں غیر معروف ہیں، دلائل ابو نعیم ص ۳۴۰ ص ۵۳۵ م ۳۴ ھ حاشیہ بروایت میلاد ص ۳۴۰۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد کے بارے میں اسے ایک طویل حدیث بیان کی ہے ہم وہ نقل کرتے ہیں کہ ہماری کتاب سیرت النبی کا اختتام اور افتتاح یکساں ہو جائے، واللہ المستعان علیہ التکلان۔

ابو نعیم، (سلیمان بن احمد، حفص بن عمر صباح، یحیی بن عبد اللہ بابلی، ابو بکر بن ابن مریم، سعید بن عمر انصاری) عمر انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کے جانوروں نے کہا رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ مادر شکم میں آچکے ہیں، آپ جہاں کی امان اور لوگوں کے لئے چراغ (ہدایت) ہیں قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں کے جن، ان کی نگاہوں

سے اوجھل ہو گئے اور ان سے علم کہانت چھن گیا اور دنیا کے بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سلاطین گونگے ہو گئے، مشرق کے وحشی جانوروں نے جا کر مغرب کے وحشی جانوروں کو مبارک باد دی، اسی طرح بحری مخلوق نے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی، حمل کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین اور آسمان سے یہ صدا آتی تھی بشارت ہو کہ ابوالقاسم میمون ومبارک کے زمین پر ظہور کا وقت قریب آ چکا ہے، آپ ﷺ پورے نو ماہ والدہ کے شکم مبارک میں رہے، اسی اثنا آپ کے والد ماجد فوت ہو گئے تو ملائکہ نے کہا ہمارے الٰہ ومعبود تیرا نبی یتیم ہو گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا میں اس کا ولی، محافظ اور مددگار ہوں، تم اس میمون ومبارک ہستی کی ولادت ے برکت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے چھ ماہ گزر رہے تو خواب میں کسی نے میرے پاؤں پر ٹھوکر مار کر کہا آمنہ! سارے جہان کا سردار تیرے شکم میں ہے جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد ﷺ یا نبی رکھنا۔

حضرت آمنہ آپ بیتی سنایا کرتی تھیں کہ ولادت کے وقت جو تکلیف عورتوں کو پیش آتی ہے وہ مجھے بھی پیش آئی میں گھر میں تنہا تھی، عبدالمطلب طواف کو گئے تھے غرض میری اس حالت کا کسی فرد بشر کو علم نہیں تھا میں نے پیر کے دن سخت دھماکے کی آواز سنی اور میں ڈر کر سہم گئی اور میں نے دیکھا کہ سفید پرندے نے اپنا پر میرے دل پر پھیرا ہے اور میرا دکھ درد کافور ہو گیا۔

پھر میں نے ایک طرف دیکھا کہ سفید رنگ کا شربت ہے میں پیاسی تھی، دودھ سمجھ کر پی گئی اور مجھے عظیم نورانیت حاصل ہوئی پھر میں نے دیکھا کہ چند قد آور خواتین ہیں، عبدالمطلب کی لڑکیاں جیسی ہیں وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہیں، میں تعجب سے کہہ رہی ہوں ہائے! ان کو میرا حال کیسے معلوم ہو گیا، میری حالت بگڑ گئی اور لحہ بہ لحہ میں زوردار آواز سن رہی تھی اتنے میں مجھے ایک طویل عریض سفید ریشمی چادر نظر آئی جو فضا میں پھیلی ہوئی تھی اور کوئی کہہ رہا ہے اسے لوگوں کی آنکھوں سے چھپا لو، میں نے فضا میں معلق چند مرد دیکھے ان کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں اور میرے بدن سے موتی کی طرح پسینے کے قطرے سے ٹپک رہے ہیں جو کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہیں اور میں دل میں کہہ رہی ہوں کاش! عبدالمطلب آ جائیں، میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا معلوم نہیں وہ کہاں سے آیا اور میرے کمرے میں آ گیا ان کی چونچ زمرد کی ہے اور پر یاقوتی اللہ تعالیٰ نے میری بصیرت سے حجابات دور کر دیئے اور میں نے روئے زمین کا مشرق ومغرب دیکھ لیا اور مجھے تین علم نظر آئے ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ کی چھت پر۔ اب مجھے درد کی تکلیف کچھ زیادہ ہو گئی گویا مجھے چند عورتیں ٹیک لگائے بیٹھی ہیں پھر اتنی عورتیں جمع ہو گئیں کہ ان کے علاوہ گھر کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی، اس اثنا میں محمد ﷺ پیدا ہوئے میں نے دیکھا وہ سجدہ میں ہے اور دو انگلیوں کو دعا کی طرح آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، پھر میں نے ایک سفید بادل دیکھا جو آسمان سے نیچے آ کر اس پر چھا گیا ہے اور بچہ مجھ سے اوجھل ہو گیا، اتنے میں ایک منادی کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ کو مشرق ومغرب میں گھما دو اور تمام سمندروں کے اندر لے جاؤ کہ وہ آپ کے اسم گرامی اور شکل وصورت کو پہچان لیں اور ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کا ماحی ہے ان کی بدولت دنیا سے شرک اور کفر مٹا دیا جائے گا پھر آنا فانا بادل چھٹ گیا آپ دودھ سے زیادہ سفید لباس میں لپٹے نظر آئے، جس کے نیچے سبز ریشم ہے اور ہاتھ میں سفید موتی کی تین چابیاں ہیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ نے نصرت وعزت اور نبوت کی چابیاں پکڑی ہیں۔

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اسے بیان کر کے چپ سادھ گئے ہیں اور یہ روایت حد درجہ ضعیف ہے۔

صرصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ، ابوزکریا، یحییٰ بن یوسف بن منصور بن عمرو انصاری صرصری، حافظ حدیث، ماہر لغت، عاشق رسول، حسان ثانی، بصارت سے محروم، بصیرت سے مالا مال تاتاریوں کے ہاتھوں ۶۵۶ھ میں بغداد میں شہید ہوئے۔ اپنے ایک قصیدے میں فرماتے ہیں:

محمد المبعوث للناس رحمة
يشيد ما اوهى الضلال ويصلح
لئن سبحت صم الجبال مجيبة

لداود ولان الحدید المصفح
فان الصخور الصم لانت بکفه
وان الحصا فی کفه لیسبح
وان کان موسی انبع الماء من العصا
فمن کفه قد اصبح الماء یطفح

''محمد ﷺ رحمت عالم ہیں ضلالت وگمراہی نے جو فتنہ پھیلا دیا آپ ﷺ اس کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ اگر ٹھوس پہاڑوں سے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے صدائے بازگشت آئی اور لوہا نرم ہوا۔ تو اس طرح ٹھوس پہاڑ آپ ﷺ کی ہتھیلی سے نرم ہوئے اور سنگریزوں سے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تسبیح کی آواز آئی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے چشمہ پیدا کر دیا تو اسی طرح آپ کی ہتھیلی سے بھی پانی کے سوتے پھوٹے۔''

وان کانت الریح الرخساء مطیعة
سلیمان لاتالو تروح وتسرح
فان الصبا کانت لنصر نبینا
برعب علی شهر به الخصم یکلح
وان اوتی الملک العظیم وسخرت
له الجن تشفی مارضیه وتلدح
فان مفاتیح الکنوز باسرها
اتته فرد الزاهد المترجح

''اگر سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا صبح وشام تابع فرمان تھی، (پس باد صبا ہمارے نبی کی نصرت وفتح کے لئے رواں ہوئی ایک ماہ کی مسافت پر مخالف آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھا۔ اگر اسے عظیم مملکت عطا ہوئی ہے اور جنات اس کے تابع ہیں جو مریضوں کے لئے تگ ودو کرتے ہیں (تمام خزانوں کی چابیاں آپ کو عطا ہوئیں لیکن قناعت پسند زاہد نے پھر واپس لوٹا دیں۔''

وان کان ابراهیم اعطی حلة
وموسی بتکلیم علی الطور یمنح
فهذا حبیب بل خلیل مکلم
وخصص بالرؤیا وبالحق اشرح
وخصص بالحوض العظیم وباللوا
ویشفع للعاصین والنار تلفح
وبالمقعد الاعلی المقرب عنده
عطاء ببشراه اقر وافرح

''اگر ابراہیم خلیل ہیں اور موسیٰ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہیں۔ پس آپ حبیب خدا ہیں بلکہ خلیل ہیں ان سے خدا ہم کلام ہوا اور دیدار الٰہی نصیب ہوا اور حق بات ہی بیان کرتا ہوں۔ دن محشر حمد کا علم اور حوض کوثر صرف آپ ﷺ ہی کو عطا ہوگا جہنم کی شعلہ بار آگ سے آپ گناہ گاروں کی سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو مقام محمود عطا ہوگا میں اس بشارت پر فر

حال اور نازاں ہوں''۔

وبالمرتبة العليا الاسيلة دونها
مراتب ارباب المواهب تلمح
وفى جنة الفردوس اول داخل
له سائر الابواب بالخير تفتح

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند مرتبہ پر فائز ہیں اس سے اونچا ارباب فضل و کرم کے مرتبے ہیں، جنت الفردوس میں سب سے اول داخل ہوں گے اور آپ ﷺ کے لئے جنت کے تمام دروازے کھلے ہوں گے''۔

هذا آخر مايسر الله جمعه من الاخبار بالمغيبات التى وقعت الى زماننا مما يدخل فى دلائل النبوة والله الهادى

تاریخ اسلام کے دور اول میں ہونے والے واقعات اور ۱۱ھ میں وفات پانے والے مشاہیر واعیان

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مشہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور اس بارے میں ہم مفصل اوپر بیان کر چکے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات

قبل میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات بروز پیر چاشت کے وقت ہوئی اور لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں مشغول ہو گئے پھر پیر کے باقی دن اور منگل کی صبح کو مسجد میں عام بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جیسا کہ پہلے مفصل بیان کیا جا چکا ہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے غسل وکفن دینے اور منگل کے باقی دن میں آپ علیہ السلام کا تسلیماً جنازہ پڑھنے میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو بدھ کی رات کو دفن کر دیا جیسا کہ اس کے مقام پر اسے واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر محمد بن اسحٰق بن یسار (زہری) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سقیفہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی، تو دوسرے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے تقریر کی، اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! کل میں نے آپ لوگوں سے کچھ باتیں کی تھیں، نہ میں نے انہیں کتاب اللہ میں پایا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ان باتوں کی وصیت کی تھی، لیکن میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب ہمارے معاملے کا انتظام کریں گے، اور آپ فرماتے تھے کہ آپ ہمارے آخر میں ہوں گے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے جس سے اس نے رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی کی اور اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو اللہ تعالیٰ تمہاری رہنمائی بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو س ... تم ... سے بہت ... ترین شخص، رسول اللہ ﷺ کے ساتھی اور آپ علیہ السلام کے یار غار پر متفق کر دیا ہے لہٰذا اٹھو اور اس کی بیعت کرو، لہٰذا لوگوں نے بیعت سقیفہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! مجھے تم پر حکمران بنایا گیا ہے، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، لہٰذا اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں برائی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا، سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور تمہارا کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی، جب تک میں اس

سے حق نہ لے لوں، انشاء اللہ جو قوم بھی جہاد کو چھوڑ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم کو ذلیل ورسوا کر دیتا ہے اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر مصیبت نازل کر دیتا ہے، میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، تو تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو اس وقت میری اطاعت تم پر فرض نہیں، اپنی نماز کے لئے تیار ہو جاؤ اللہ تم پر رحم کرے گا، یہ اسناد صحیح ہے، اور اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کیا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام نے بھی اتفاق کیا اور اس کی دلیل امام بیہقی کی روایت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوالحسین علی بن محمد بن علی حافظ اسفرائنی، ابوعلی الحسین بن علی الحافظ، ابوبکر بن خزیمہ، ابراہیم بن ابی طالب، بندار بن بشار، ابوہشام مخزومی، وھیب، داؤد بن ابی ہند، ابونضرہ) بحوالہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے اور ان لوگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، انصار کا خطیب کھڑا ہوا اور کہنے لگا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے انصار ہیں لہٰذا ہم جس طرح آپ علیہ السلام کے انصار تھے اسی طرح آپ علیہ السلام کے خلیفہ کے بھی انصار رہیں، راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا تمہارے خطیب نے صحیح کہا ہے اور اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور بات کرتے تو ہم تمہاری بیعت نہ کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ''یہ تمہارا آقا ہے اس کی بیعت کرو'' اور اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور انصار ومہاجرین نے بھی آپ کی بیعت کی، راوی کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور قوم کے سرکردہ لوگوں کا اندازہ لگایا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا، آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد! آپ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، اے رسول اللہ کے خلیفہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور کھڑے ہو کر آپ کی بیعت کر لی، پھر آپ نے قوم کے سرکردہ لوگوں کا اندازہ لگایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا اے رسول اللہ کے چچا زاد اور داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتفاق میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ایسی کوئی بات نہیں ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

حافظ ابوعلی نیشاپوری نے اس حدیث یا اس کے مفہوم کے بارے میں بیان کیا ہے کہ میں نے ابن خزیمہ کو بیان کرتے سنا کہ مسلم بن الحجاج میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں اس حدیث کو ایک کاغذ پر لکھ دیا اور جب پڑھ کر بھی سنا یا تو وہ کہنے لگے یہ حدیث ایک اونٹ کے برابر ہے میں نے کہا کہ یہ اونٹ کے برابر کر دیتی ہے، بلکہ یہ دس ہزار درہم کی تھیلی کے برابر ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ سے بحوالہ وھیب مختصراً روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے اپنی مستدرک میں عفان بن مسلم کے طریق سے (قاسم بن سعید بن المسیب، علی بن عاصم، الحریری، ابونضرہ) عن ابی سعید روایت کیا ہے اور انہوں نے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے متعلق اسی کی مثل بات بیان کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ اپنے مغازی میں بحوالہ سعید بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے روایت کیا کہ ان کے والد حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار توڑ دی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا خدا کی قسم میں کبھی امارت کا خواہشمند نہیں ہوا اور نہ کبھی میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر کبھی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے تو مہاجرین نے آپ کی بات کو قبول کر لیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں صرف یہ شکایت ہے کہ ہمیں مشورے میں پیچھے رکھا گیا ہے اور ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امارت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ نیز آپ یار غار ہیں اور ہم آپ کی شرافت اور بزرگی کے معترف ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناسب حال ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازوں میں شامل ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذوالقصہ میں گئے جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے اور آپ کو مشورے دیتے اور آپ کی خیر خواہی کرتے رہے جو بیان کیا جاتا ہے

کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی ہے۔

اسے بیعت ثانیہ پر محمول کیا جاتا ہے جس نے اس انقباض کو دور کر دیا ہے جو میراث کے بارے میں گفتگو کرنے سے پیدا ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی نص "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے" سے ان کو میراث سے روک دیا تھا، جیسا کہ پہلے اس سے الفاظ و اسانید بیان کیے جا چکے ہیں، اور ہم نے ان طرق کو بالاستیعاب ایک الگ کتاب سیرت صدیق رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے تقویت دی ہے اور آپ سے مروی احکام کو ابواب علم کے مطابق باب وار بیان کیا ہے۔

جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا اعلان

سیف بن عمر تمیمی (عن ابی ضمرہ عن ابیہ عن عاصم بن عدی) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دوسرے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منادی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فوج کی تکمیل کے لئے اعلان کیا کہ باخبر رہو کہ جیش اسامہ کا کوئی شخص مدینہ میں نہ رہے۔ مقام جرف میں جا کر قیام کرے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں اور شاید تم مجھے اس بات کا مکلف بناؤ جس کی قوت رسول اللہ ﷺ رکھتے تھے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عالمین میں برگزیدہ کیا ہے اور آپ علیہ السلام کو آفات سے بچایا ہے اور میں تو صرف متبع ہوں مبتدع نہیں لہٰذا اگر میں سیدھا رہوں تو تم میری بیعت کرنا اور اگر میں بھٹک جاؤں تو تم مجھے سیدھا کرنا اور رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں وفات پائی کہ اس امت کے کسی ایک شخص کا بھی ایک کوڑے کی ضرب یا اس سے کم تر ضرب کا آپ علیہ السلام سے مطالبہ نہ تھا اور بلاشبہ میرا ایک شیطان ہے جو میرے پاس آتا ہے لہٰذا جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے رک جانا اور تم شام و سحر ایسی موت کے قابو میں ہو جس کا علم تم سے پوشیدہ ہے اور اگر استطاعت رکھو کہ وہ تمہیں اس وقت آئے جب تم نیک اعمال بجا لا رہے ہو تو نیک اعمال کرو، مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے اور قبل اس کے کہ تمہاری موتیں تمہیں اعمال سے منقطع کر دیں، اپنی موت کا سامان تیار کرنے میں جلدی کرو، بلاشبہ ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جو اپنی موت کو بھول گئے اور اپنے اعمال کو پیچھے چھوڑ گئے، ان کی طرح بننے سے بچو، سنجیدگی اختیار کرو نجات پاؤ، جلدی کرو، جلدی کرو، بلاشبہ تمہارے پیچھے ایک تیز طلبگار موت پڑی ہوئی ہے جس کا معاملہ بہت تیز ہے، موت سے ڈرو، اور بیٹوں، بھائیوں اور باپوں سے عبرت حاصل کرو اور زندوں کی اطاعت انہی کاموں میں کرو جن کی تم مردہ ہو کر اطاعت کرو گے، راوی بیان کرتا ہے کہ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا، خدا تعالیٰ صرف انہی اعمال کو قبول کرتا ہے جو اس کی رضامندی کے لئے کیے جائیں۔

لہٰذا تم اپنے اعمال سے اللہ کی رضامندی چاہو، تم صرف اپنے فقر کے وقت مخلص ہو گے، اللہ کے وہ بندے جو تم میں سے مر گئے ہیں ان سے تم لوگ عبرت حاصل کرو، اور جو لوگ تم سے پہلے تھے، ان کے بارے میں غور و فکر سے کام لو، کہ وہ لوگ کل کہاں تھے اور آج کہاں ہیں، وہ سرکش لوگ کہاں ہیں جن کے قتال و غلبہ کا ذکر جنگ کے میدانوں میں ہوا تھا، زمانے نے انہیں ذلیل و عاجز کر دیا ہے اور وہ بوسیدہ ہو گئے ہیں اور ان پر فاقے مسلط ہو گئے ہیں، خبیث کام خبیثوں کے لئے ہیں اور خبیث لوگ، خبیث کاموں کے لئے ہیں، اور وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے زمین کو پھاڑا اور آباد کیا؟ وہ ہلاک ہو گئے ہیں اور ان کی یاد بھی بھول گئی ہے اور وہ بالکل لاشئ ہو گئے ہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر تاوان باقی رکھے اور خواہشات کو ان سے دور کر دیا ہے اور وہ چلتے بنے ہیں اور ان کے اعمال، ان کے اعمال ہیں، اور دنیا، دوسروں کی دنیا ہے اور ہم نے ان کے بعد آنیوالوں کو بھیجا لہٰذا اگر ہم نے ان سے عبرت حاصل کی تو ہم نجات پا جائیں گے اور اگر ہم پستی میں گئے تو ہم لوگ ان کی مانند ہوں گے۔ وہ حسین چہروں والے کہاں ہیں جو اپنی جوانی پر بڑا فخر کیا کرتے تھے؟ وہ مٹی ہو گئے ہیں اور جو انھوں نے اس میں کوتاہیاں کی تھیں، وہ ان کے لیے حسرت بن گئی ہیں، وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے شہر بنائے اور انہیں فصیلوں سے مضبوط کیا اور ان میں عجائبات بنائے وہ انہیں اپنے بعد آنے والوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں لہٰذا ان کی یہ رہائش گاہیں منہدم ہو چکی ہیں اور وہ قبروں کی تاریکیوں میں پڑے ہیں (کیا تم ان میں سے کسی کی خبر پاتے ہو یا ان کی آہٹ سنتے ہو) تمہارے وہ آباء اور بھائی کہاں ہیں جنھیں تم پہچانتے ہو، ان کو موتیں آ گئی ہیں اور جو کچھ انھوں نے آگے بھیجا ہے اس تک پہنچ گئے ہیں اور موت کے بعد، شقاوت و سعادت

کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں، باخبر رہو، اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور اس کے درمیان اور اس کی مخلوق میں سے کسی کے درمیان کوئی ذریعہ نہیں، جو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے بغیر اسے بھلائی عطا کر سکتا ہو اور اس سے برائی دور کر سکتا ہو اور جان لو تم حساب لئے گئے غلام ہو، اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کی اطاعت کے ذریعے سے ہی لیا جا سکتا ہے، کیا تم میں سے کسی کے لئے وقت نہیں آیا کہ وہ اپنے سے دوزخ کو دور کرے، اور جنت اس سے دور نہ ہو؟

باب

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کی فوج کی روانگی... جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے شام میں بلقاء کی ملحقہ سرحد پر جہاں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، جانے کا حکم دیا تھا کہ وہ اس علاقے کا قصد کریں، انھوں نے مقام ''جرف'' میں جا کر خیمے لگا لیے، ان لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب بھی شامل تھے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کو رسول اللہ ﷺ نے نماز کے لئے مستثنیٰ کر لیا تھا لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو انھوں نے وہاں قیام کر لیا، اور جب آپ علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو مصیبت بڑھ گئی اور حالات بہت سنگین ہو گئے اور مدینہ میں نفاق پھوٹ پڑا اور مدینہ کے اطراف میں جن قبائل نے مرتد ہونا تھا، وہ مرتد ہو گئے، اور دوسروں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مکہ اور مدینہ کے علاوہ کسی جگہ جمعہ کا کوئی مقام باقی نہ رہا، اور لوگوں کے حق کی جانب رجوع کرنے کے بعد سب سے پہلے جس بستی میں جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے علاقے کی ''جواثٰ'' نامی بستی تھی، جیسا کہ عنقریب صحیح بخاری کے حوالے سے بیان ہوگا اور طائف کے ثقیف اسلام پر قائم رہے، نہ انھوں نے فرار کیا اور نہ ارتداد اختیار کیا۔ الغرض جب یہ باتیں وقوع پذیر ہوئیں تو بہت سے لوگوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی اہم ضرورت کی وجہ سے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ نہ روانہ فرمائیں، کیونکہ اسے امن و سلامتی کی حالت میں تیار کیا گیا تھا، اور ان مشورہ دینے والوں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو قبول نہ کیا اور جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روکنے سے سختی سے انکار کیا، اور فرمایا خدا کی قسم! میں اس جھنڈے کو نہیں کھولوں گا، جسے رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے، خواہ پرندے اور درندے ہمیں مدینہ کے اطراف سے اچک لیں، اور اگر امہات المومنین کے پاؤں کو کتے گھسیٹ لیں تو بھی میں ضرور جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کروں گا اور مدینہ کے اردگرد کے محافظوں کو حکم دوں گا کہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کا اس حالت میں جانا بڑے مفاد میں رہا اور وہ عرب کے جس قبیلے کے پاس سے بھی گزرتے، وہ ان سے خوفزدہ ہو جاتا اور وہ لوگ کہتے کہ یہ لوگ اس لیے نکلے ہیں کہ ان کو بڑی قوت حاصل ہے، لہٰذا انھوں نے چالیس دن قیام کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ستر دن قیام کیا، پھر وہ فتح و کامرانی اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسی وقت مرتد قبائل اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے لئے بھیج دیا، جیسا کہ ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

سیف بن عمر، ہشام بن عروہ سے ان کے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی، اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہ نے جس معاملے میں علیحدگی اختیار کی تھی اس میں اتفاق کر لیا۔ وہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کی تکمیل چاہتے تھے، اور ہر قبیلے کے خاص و عام عرب مرتد ہو چکے تھے، نفاق پھوٹ پڑا تھا، یہودیت اور نصرانیت گردن اٹھا کر دیکھ رہی تھی، مسلمان اپنے نبی کے فوت ہو جانے اور اپنی قلت اور اپنے دشمن کی کثرت کے باعث سرد رات میں تیز بھاگنے والی بکریوں کی طرح تھے۔ لہٰذا لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمام مسلمان اور عرب جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، آپ کے باغی ہو گئے ہیں اور آپ کے لئے مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے الگ کر دیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جان ہے، اگر مجھے یقین ہوتا کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو ضرور روانہ کرتا اور اگر بستیوں میں میرے علاوہ کوئی زندہ نہ رہتا تب بھی میں اسے ضرور بھیجتا۔

، سے عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ بھی روایت کیا گیا ہے نیز قاسم اور عمرہ کی حدیث سے بحوالہ حضرت عائشہ بھی روایت کیا گیا ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں، جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو تمام عرب مرتد ہو گئے اور نفاق پھوٹ پڑا اور بخدا مجھ پر وہ مصیبت نازل ہوئی کہ اگر وہ ٹھوس پہاڑوں پر نازل ہوتی تو ان کو توڑ دیتی اور محمد ﷺ کے اصحاب، درندوں کی زمین میں، برسات والی رات میں، باغ میں تیز دوڑنے والی بکریوں کی طرح تھے، خدا کی قسم! انھوں نے میرے باپ کے نقطۂ نگاہ کی غلطی، کوشش اور فیصلہ میں کوئی اختلاف نہیں کیا، پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جس شخص نے حضرت عمر کو دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ اسلام کے کام آنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، خدا کی قسم! وہ ایک ماہر اور دانا آدمی تھے، اور آپ نے کاموں کے لئے ان کے ہمسر تیار کیے تھے۔

حافظ ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعبداللہ حافظ، ابوالعباس محمد بن یعقوب محمد بن علی میمونی الفریابی عباد بن کثیر ابوالاعرج سے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی، آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات تین بار دہرائی، آپ سے کہا گیا اے ابو ہریرہ! بس کیجئے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی جانب بھیجا، اور جب آپ مقام ''ذی خشب'' میں مقیم ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور مدینہ کے ارد گرد کے عرب مرتد ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ایک ساتھ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابوبکر! ان لوگوں کو واپس بلا لیجئے یہ لوگ رومیوں کی طرف جارہے ہیں اور مدینہ کے ارد گرد کے قبائل مرتد ہو گئے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات پاک کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اگر رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے پاؤں کتے گھسیٹ لیں تو اس لشکر کو جس کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، واپس نہیں بلاؤں گا اور نہ ہی اس جھنڈے کو کھولوں گا، جس کو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے، لہٰذا آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، اور آپ رضی اللہ عنہ جس قبیلے کے پاس سے گزرتے، جو ارتداد کا طلبگار ہوا وہ کہتا اگر ان کے پاس فوج نہ ہوتی تو وہ اس جیسی فوج کو اپنے پاس سے نہ بھیجتے لیکن ہم انہیں روانہ کرتے تاکہ یہ رومیوں سے جنگ کریں، پس انہوں نے رومیوں سے جنگ کر کے ان کو شکست دیدی اور قتل کر کے صحیح سلامت واپس آگئے، اور اس طرح وہ لوگ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے اور میرے خیال میں یہ عباد بن کثیر برمکی ہے کیونکہ افریابی نے اس سے روایت کی ہے اور وہ متقارب الحدیث، اور بصری ثقفی متروک الحدیث ہے۔ واللہ اعلم۔

اور سیف بن عمرو نے ابوضمرہ اور ابوعمرو وغیرہ سے بحوالہ حسن بصری روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو بعض انصار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گزارش کریں کہ وہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو ہمارا امیر مقرر کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر آپ سے کیا، تو کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو داڑھی سے پکڑ لیا اور فرمایا اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے کھو دے، میں رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ امیر کے سوا کسی اور کو امیر مقرر کر دوں؟ پھر خود ''جرف'' کی جانب گئے اور جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کا معائنہ کیا اور انہیں روانگی کا حکم دیا، اور خود ان کے ساتھ پیدل چلے، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کے آگے چل رہے تھے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! یا آپ سوار ہو جائیں، یا میں اتر جاتا ہوں، فرمایا: خدا کی قسم! نہ تو اترے گا اور نہ میں سوار ہوں گا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اجازت لی کہ آپ انہیں یہاں چھوڑ جائیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خاطر انہیں آزاد کر دیا، یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ملتے تو کہتے ''اے امیر! السلام علیک۔

جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کا قتل ...ابوجعفر بن جریر (عمرو بن شبیہ نمیری، علی بن محمد مدائنی، ابومعشر، یزید بن عیاض، بحوالہ جعدہ، غسان بن عبدالحمید، جویریہ بن اسماء) روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کے لشکر کو ربیع الاول کے آخر میں روانہ کیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد ربیع الاول کے آخر میں اسود عنسی کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور یہ پہلی فتح تھی جو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں رہتے ہوئے حاصل کی۔

اسود عنسی کے خروج و تمملیک اور قتل کا حال ... ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یمن حمیر کے ماتحت تھا اور ان کے بادشاہ تبابعہ کہلاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ہم نے اس کے بارے میں اچھے پہلو پر گفتگو کی تھی۔ چنانچہ شاہ حبشہ نے اپنے جرنیلوں میں سے دو امیروں، اشرم اور ارباط کو بھیجا ان امیروں نے شاہ حبشہ کے لئے یمن کو حمیر سے چھین لیا اور وہ حبشیوں کی ملکیت میں آ گیا، پھر ان دونوں امیروں میں اختلاف ہو گیا اور ارباط قتل ہو گیا اور ابرہہ بااختیار نائب بن گیا اور اس نے ایک کلیسا بنایا اور اس کی بلندی کی وجہ سے اس کا نام ''عانس'' رکھا گیا اور چاہا کہ کعبہ کو چھوڑ کر اس کا حج کریں، تو ایک قریشی نے آ کر اس کلیسا میں پاخانہ کر دیا اور جب اس کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ مکہ کے بیت اللہ کو تباہ کر دے گا (نعوذ باللہ) لہٰذا وہ فوجیوں اور محمود نامی ہاتھی کو لے کر مکہ کی طرف نکل گیا اور ان کے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اور اس سے پہلے اس کی تفصیل اس کے مقام پر بیان ہو چکی ہے۔ لہٰذا ابرہہ اپنی بقیہ فوج کے ساتھ نہایت برے حال اور بری ناکامی کے ساتھ واپس لوٹا اور اس کے اعضاء مسلسل چورا چورا ہو کر گرتے رہے اور جب وہ صنعاء میں پہنچا تو اس کا دل پھٹ گیا اور وہ مر گیا اس کے بعد اس کا بیٹا یکسوم بن ابرہہ بادشاہ بنا، پھر اس کا بھائی مسروق بن ابرہہ بادشاہ بنا، کہا جاتا ہے کہ یمن کی حکومت مسلسل ستر سال تک حبشیوں کے ہاتھوں میں رہی، پھر سیف بن ذی یزن حمیری جوش میں آ کر قیصر شاہ روم سے ان کے خلاف مدد مانگنے گیا تو اس نے اسے قبول نہیں کیا کیونکہ مسروق بن ابرہہ اور شاہ قیصر کے درمیان دین نصرانیت میں اتفاق پایا جاتا تھا، لہٰذا وہ ایرانیوں کے بادشاہ کسریٰ کے پاس چلا گیا اور اس سے مدد مانگی اور سیف بن ذی یزن حمیری کے ساتھ گفتگو کے کئی مواقع و مقامات ہیں جن میں سے بعض کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے، اسی وقت اس بات پر اتفاق ہوا کہ وہ قیدیوں میں سے ایک گروہ اس کے ساتھ بھیجے، جن کی پیشوائی ان کا ایک شخص وہرز نامی کر رہا تھا، لہٰذا اس نے حبشیوں سے ملک کو چھڑا لیا اور مسروق بن ابرہہ کو شکست دی اور اسے قتل کر دیا اور وہ صنعاء یمن میں داخل ہو گئے، اور انہوں نے اپنے آباء کے طریقے کے مطابق سیف بن ذی یزن کو بادشاہ مقرر کر دیا اور ہر جانب سے لوگ مبارک باد دینے آئے، اس کے علاوہ بھی کسریٰ کے ملکوں پر نائب مقرر تھے۔ لہٰذا یہی حال مسلسل رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہو گئی، اور آپ علیہ السلام نے جتنا عرصہ مکہ میں ٹھہرنا تھا، ٹھہرے، پھر مدینہ کی جانب ہجرت کر گئے، اور جب آپ علیہ السلام نے دنیا کے بادشاہوں کو خدائے واحد لاشریک کی عبادت کی دعوت دی اور خطوط لکھے تو ان میں سے ایران کسریٰ کو بھی خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد رسول اللہ کی جانب سے ایران کے عظیم بادشاہ کسریٰ کی جانب ایک خط''۔

''ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو، امابعد! تم مسلمان ہو جاؤ تم بچ جاؤ گے۔ الخ۔''

جب اس کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا یہ خط جزیرہ عرب کے ایک شخص کی طرف سے آیا ہے جو اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے، اور جب اس نے خط کھولا تو دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے کسریٰ کے نام سے پہلے اپنے نام سے خط کا آغاز کیا ہے تو کسریٰ کو بہت غصہ آیا اور اس نے خط پڑھنے سے پہلے خط کو پارا پارا کر دیا اور اپنے یمن کے گورنر باذام کو خط لکھا کہ جب میرا یہ خط تجھے ملے تو جزیرہ عرب کے اس شخص کی طرف جو اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے، اپنی طرف سے دو امیروں کو بھجوا دو اور اسے طوق ڈال کر میرے پاس بھیج دو، جب باذام کو خط ملا تو اس نے دو دانشمند امیروں کو اپنی طرف سے بھیجا اور کہا کہ اس شخص کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا ہے؟ اگر وہ جھوٹا ہے تو اسے طوق ڈال کر کسریٰ کے پاس لے جاؤ اور اگر وہ کچھ اور ہے تو مجھے اطلاع دو کہ وہ کیا ہے تا کہ میں اس معاملے میں غور و فکر کروں، وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو نہایت اچھے حالات میں پایا اور آپ علیہ السلام کے عجیب امور دیکھے جن کا بیان طویل ہے اور وہ دونوں آپ علیہ السلام کے پاس ایک ماہ تک ٹھہرے رہے حتیٰ کہ انہوں نے آپ ﷺ تک وہ بات پہنچائی جس کے لئے وہ آپ علیہ السلام کے پاس آئے تھے پھر اس کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے جواب کا تقاضا کیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں فرمایا، واپس جا کر اپنے آقا کو خبر دو کہ میرے رب نے آج رات اس کے آقا کو قتل کر دیا ہے، انہوں نے اس کی تاریخ یاد رکھی اور جلدی سے یمن واپس جا کر باذام کو اس بات کی اطلاع دی جو آپ ﷺ نے انہیں کہی تھی، اس نے کہا کہ اس

رات کو یاد رکھو، لہٰذا اگر ایسے ہی ظہور میں آیا جیسے اس نے کہا ہے تو وہ نبی ہے، لہٰذا ان کے بادشاہ کی طرف سے خط آیا کہ فلاں رات کو کسریٰ قتل ہو گیا ہے اور وہی رات تھی جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا، اور اس کے بیٹوں نے اس کو قتل کر دیا، اسی لئے ایک شاعر نے کہا۔

کسریٰ کو اس کے بیٹوں نے تلواروں سے یوں ٹکڑے ٹکڑے کیا، جیسے گوشت فروخت کرنے والا اس کے حصے کرتا ہے، موت نے اس کو دن میں حرکت دی اور ہر حاملہ کے لئے ایک پورا وقت ہوتا ہے۔

اور اس کے بعد اس کا بیٹا یزدگرد بادشاہ بنا اور اس نے باذام کو خط لکھا کہ اپنی طرف سے میری بیعت کر لو، اور اس شخص کے پاس جاؤ اور اس کی اہانت نہ کرو، بلکہ اس کی عزت کرو، لہٰذا یمن میں جو ایرانی رہتے تھے ان میں سے باذام اور اس کی اولاد کے دلوں میں اسلام داخل ہو گیا، اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے اسلام قبول کرنے کا پیغام بھیجا اور اسے اس کی موت تک معزول نہ کیا، اور وہ جب فوت ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے شہر بن باذام کو صنعاء اور بعض صوبوں پر نائب مقرر کیا، اور آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو دوسرے صوبوں پر نائب بنا کر بھیجا۔ لہٰذا سب سے پہلے آپ علیہ السلام نے ۱۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا، پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور یمن کی عملداری کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں تقسیم کر دیا۔ جن میں شہر بن باذام اور عامر بن شہر الہمدانی کو ہمدان پر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مآرب پر، اور خالد بن سعید بن العاص کو عامر نجران، رفع، زبید پر، اور حضرت یعلیٰ بن امیہ کو الجند پر، اور حضرت طاہر بن ابی ہالہ کو عک اور اشعریوں پر اور عمرو بن حرام کو نجران پر اور زیاد بن لبید کو بلادِ حضرِ موت پر، اور عکاشہ بن مور بن اخضر کو سکاسک پر، اور معاویہ بن کندہ کو سکون پر اپنا نائب مقرر کیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن اور حضرموت کے باشندوں کے لئے معلم بنا کر بھیجا جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوتے رہتے تھے، اس کا ذکر سیف بن عمرو نے کیا ہے اور یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخر میں ۱۰ھ میں ہوا۔ اسی دوران میں یہ لعین اسود عنسی نمودار ہوا۔

اسود عنسی کا خروج ...... اس کا نام عبہلہ بن کعب بن غوث ہے اور اس کے شہر کو "کہف حنان" کہا جاتا ہے اس شخص نے سات سو بہادروں کے ساتھ خروج کیا اور حضرت نبی کریم ﷺ کے رفقاء کو لکھا اے سرکشو! تم نے ہمارے جس علاقے پر قبضہ کیا ہے اور جو کچھ تم نے جمع کیا ہے ہمیں لوٹا دو ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں، اور تم جو کچھ ہو وہ اپنی جگہ ہے پھر وہ سوار ہو کر نجران کی جانب گیا اور اس نے اپنے نکلنے کی جگہ سے دس راتوں کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے صنعا کا ارادہ کیا اور شہر بن باذام اس کے مقابلہ میں نکلا اور دونوں کے درمیان جنگ ہوئی اور اسود اس پر غالب آیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کی فوج کو شکست دی اور اپنے مرکز سے پچیسویں شب کو شہر صنعاء پر قابض ہو گیا اور اس طرح حضرت معاذ بن جبل وہاں سے بھاگ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے پھر دونوں حضرموت کو گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے رفقاء طاہر کے پاس گئے، اور عمر بن حرام اور خالد بن سعید بن العاص مدینہ واپس آگئے اور پورا یمن اسود عنسی کے قبضہ میں آگیا اور اس کی حکومت آگ کے شرارے کی طرح پھیلنے لگی اور جب شہر بن باذام سے اس کی جنگ ہوئی تو اس کی فوج ۷۰۰ سواروں پر مشتمل تھی اور قیس بن عبد یغوث اور معاویہ بن قیس اور یزید بن محرم بن حصن الحارثی اور یزید بن الافکل ازدی اس کے ہمراہ تھے، اور اس کی حکومت مضبوط ہو گئی اور یمن کے باشندے مرتد ہو گئے اور جو مسلمان وہاں موجود تھے انہوں نے اس سے تقیہ کا معاملہ کیا اور مذحج پر اس کا قائم مقام عمرو بن معدیکرب تھا اور اس نے فوج کا معاملہ قیس بن عبد یغوث کے حوالہ کر دیا اور ابناء کا معاملہ فیروز دیلمی اور دازویہ کے حوالہ کر دیا اور شہر بن باذام کی بیوی جو فیروز دیلمی کی عمزاد تھی اس سے نکاح کر لیا جس کا نام ذاذ تھا وہ نہایت حسین وجمیل عورت تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والی اور صالحہ عورتوں میں سے تھی، سیف بن عمر تمیمی روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اسود عنسی کی اطلاع ملی تو آپ علیہ السلام نے ایک شخص کے ہاتھ جسے وبر بن یحنس کہا جاتا تھا، ایک خط ارسال فرمایا جس میں آپ علیہ السلام نے وہاں کے مسلمانوں کو اسود عنسی کے ساتھ جنگ کرنے اور اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس خط کی ذمہ داری کو پوری طرح نبھایا، اور آپؓ نے سکون کی ایک عورت سے جسے رملہ کہا جاتا تھا، نکاح کیا تھا پس اہلِ سکون نے آپ کے ان میں ٹھہرنے کی وجہ سے اس کے خلاف جتھہ بندی کی اور انہوں نے اس بارے میں آپ کا ساتھ دیا، اور انہوں نے اس خط کو رسول اللہ ﷺ کے کارندوں

تک، اور جن لوگوں تک وہ اسے پہنچا سکتے تھے پہنچایا، اور انہوں نے متفقہ طور پر قیس بن عبد یغوث کو فوج کا سپہ سالار بنالیا۔ اور وہ اسود پر غضبناک ہو گیا اور اس کو حقیر سمجھا اور اس کے قتل کا ارادہ کرلیا اور فیروز دیلمی کا بھی یہی حال تھا، وہ بھی اس کے نزدیک کمزور ہو گیا، اور دازویہ کا بھی یہی حال تھا، اور جب وبر بن حسنس نے قیس بن عبد یغوث کو بتایا، جو قیس بن مکشوح تھا، تو اسے یوں محسوس ہوا گویا وہ آسمان سے اس پر نازل ہوئے ہیں اور اس نے اسود کے قتل کے متعلق ان سے اتفاق کیا اور مسلمانوں نے بھی اس پر اتفاق کیا اور باہم اس پر ایک معاہدہ کرلیا، اور جب اس نے باطن میں اس پر یقین کرلیا، تو اسود کے شیطان نے اسود کو اس کے بارے میں کچھ اطلاع دے دی تو اس نے قیس بن مکشوح کو بلایا اور اسے کہا اے قیس یہ کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا یہ کہتا ہے کہ تو قیس کے پاس گیا، اور تو نے اس کی عزت کی اور جب وہ ہر معاملے میں دخیل ہو گیا اور عزت میں تیری مانند ہو گیا تو وہ تیرے دشمن کی جانب مائل ہو گیا اور تیرا ملک حاصل کرنے کی کوشش کی اور اپنے دل میں خیانت کرنے کی ٹھان لی، یہ کہتا ہے اے اسود! اے اسود! ہائے برائی! ہائے برائی! اس کے نزدیک ہو اور قیس کو چوٹی سے پکڑ ورنہ یہ تجھے برہنہ کردے گا اور تجھے تکلیف پہنچائے گا، قیس نے اسے کہا اور قسم کھائی اور جھوٹ بولا، اے ذوالخمار! آپ کا مقام میرے نزدیک اس بات سے بہت بڑا ہے کہ میں تمہارے متعلق اپنے دل کو کچھ بتاؤں، اسود نے اسے کہا میرا خیال ہے تو بادشاہ سے جھوٹ بول رہا ہے اور بادشاہ نے سچ کہا ہے اور اب اسے پتہ چل گیا ہے کہ اسے تمہارے متعلق جس بات کی اطلاع ملی ہے اس سے تو تائب ہو گیا ہے، پھر قیس اس کے پاس سے چلا گیا اور اپنے اصحاب فیروز اور دازویہ کے پاس آیا اور انہیں وہ کچھ بتایا جو اس نے اسے کہا اور جو اس نے اس کا جواب دیا، انہوں نے کہا ہم سب محتاط ہیں اب کیا مشورہ ہے؟ اسی دوران میں کہ وہ آپس میں مشورہ کررہے تھے کہ ان کے پاس اس کا ایلچی آیا اور وہ انہیں اس کے سامنے لے گیا، اس نے کہا کیا میں نے تمہیں تمہاری قوم کا سردار نہیں بنایا؟ انہوں نے کہا بیشک اس نے کہا مجھے تمہارے بارے میں کیا خبریں پہنچ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا اس مرتبہ ہمیں معاف کردیں اس نے کہا مجھے تمہارے متعلق کوئی خبر نہ پہنچے میں تمہیں معاف کردوں گا۔ ہم اس کے ہاں سے نکلے تو وہ ہمارے معاملے میں پریشان تھا اور ہم بھی خطرہ میں تھے، اسی دوران میں یمن کے سرداروں میں سے ھمدان کے امیر عامر بن شہر اور ذی ظلیم اور ذی کلاع وغیرہ کے امیروں کے خطوط آئے کہ وہ اسود کی مخالفت میں ہمارے معاون و مددگار ہوں گے، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ کا خط ان کے پاس آیا جس میں آپ علیہ السلام نے انہیں اسود عنسی پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، لہٰذا ہم نے ان کی طرف لکھا کہ جب تک ہم پکا فیصلہ نہ کرلیں اس وقت وہ کوئی قدم نہ اٹھائیں، قیس بیان کرتا ہے کہ میں اس کی بیوی ازاذ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے میری چچازاد! تیری قوم پر اس شخص نے جو مصیبت ڈالی ہے تو اسے جانتی ہے۔ اس نے تیرے خاوند کو قتل کیا ہے اور تیری قوم میں قتل عام کیا اور عورتوں کو رسوا کیا، کیا تو اس کے خلاف مدد کرے گی؟ اس نے کہا کس طرح میں نے کہا اس کو نکال کر اس نے کہا یا اس کو قتل کرکے؟ میں نے کہا یا اس کو قتل کرکے؟، اس نے کہا ہاں خدا کی قسم! اللہ نے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں کیا جو اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ بغض رکھتا ہو۔ وہ نہ اللہ کی خاطر کسی حق پر ٹھہرتا ہے اور نہ اس کی کسی حرمت سے رکتا ہے پس جب تم ارادہ کرلو تو مجھے بتادینا میں تمہیں اس معاملے میں بتاؤں گی۔

قیس بیان کرتا ہے کہ میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ فیروز اور دازویہ میرا انتظار کررہے ہیں وہ اس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور ابھی ان دونوں کی کوئی ملاقات وغیرہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ اسود نے اس کی جانب پیغام بھیجا اور وہ اپنی قوم کے دس آدمیوں کے ساتھ آگیا اور کہنے لگا کیا میں نے تمہیں سچ نہ کہا تھا اور تو مجھ سے جھوٹ بولتا رہا؟ وہ کہتا ہے ہائے برائی ہائے برائی، اگر تو نے قیس کا ہاتھ نہ کاٹا تو وہ تیری لمبی گردن کاٹ ڈالے گا قیس کو جب یہاں تک گمان ہو گیا کہ وہ اسے قتل کرنے والا ہے تو اس نے کہا یہ بات درست نہیں کہ تیرے اہل اور تو اللہ کا رسول ہیں مجھے قتل ہونا اس موت سے زیادہ پسند ہے جو میں ہر روز مرتا ہوں لہٰذا اس نے اس پر ترس کھایا اور اس کو واپس چلے جانے کا حکم دیا، پھر اس نے اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہا اپنا کام کرو، اسی دوران میں کہ وہ دروازے میں کھڑے ہو کر آپس میں مشورہ کررہے تھے کہ اچانک اسود ان کے پاس آگیا، اور اس نے ایک سو گائے اور اونٹ جمع کیے اور اس نے کھڑے ہو کر ایک لکیر لگائی اور انہیں اس کے پیچھے کھڑا کردیا اور خود ان کے آگے کھڑا ہو کر انہیں بغیر باندھے اور روکے ذبح کردیا اور ان میں سے کوئی جانور بھی لکیر سے آگے نہ بڑھا لہٰذا وہ چکر لگانے لگے کہ ان کی جانیں نکل گئیں، قیس بیان کرتا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ برا کام اور اس دن سے زیادہ خوفناک دن نہیں دیکھا، پھر اسود نے کہا، اے فیروز تیرے متعلق جو اطلاع ملی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تجھے قتل کرکے ان جانوروں کے ساتھ ملادوں اور اس نے برچھا اس کے سامنے کیا تو فیروز نے اسے کہا تو نے ہمیں اپنی قرابت کے لئے پسند کیا ہے اور ہمیں اپنے

بیٹوں پر برتری دی ہے۔
اور اگر تو نبی نہ ہوتا تو ہم اپنے حصے کو تمہارے پاس کسی چیز کے بدلے میں فروخت نہ کرتے لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ تمہارے ساتھ ہماری دنیا اور آخرت کا معاملہ اکٹھا ہو گیا ہے لہٰذا جو باتیں تمہارے پاس پہنچتی ہیں اس قسم کی باتیں لے کر ہمارے پاس نہ آنا، اور جو تو پسند کرتا ہے، میں بھی وہی پسند کرتا ہوں، تو وہ اس سے راضی ہو گیا اور اس روز جانوروں کا گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا اور فیروز نے اسے اہل صنعا میں تقسیم کر دیا پھر وہ جلدی سے اس کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اسے فیروز کے خلاف اکسا رہا ہے اور اس کے بارے میں شکایت کر رہا ہے فیروز نے کان لگا کر سنا تو اسود کہہ رہا تھا، میں کل اسے اور اس کے اصحاب کو قتل کرنے والا ہوں لہٰذا صبح کو اسے میرے پاس لے آنا، پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو فیروز کھڑا تھا، اس نے کہا ٹھہر جاؤ، فیروز نے اسے گوشت کی تقسیم کے بارے میں بتایا تو اسود اپنے گھر چلا گیا، اور فیروز نے واپس آکر جو کچھ سنا تھا، اپنے ساتھیوں کو بتایا۔
اور جو کچھ اس نے کہا اور جو کچھ اسے کہا گیا، وہ بھی بتایا تو انہوں نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ وہ اس کے معاملے میں عورت سے دوبارہ بات کریں فیروز عورت کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی کہ اس گھر کے علاوہ اس حویلی کے ہر گھر کو محافظوں نے گھیرا ہوا ہے اور اس کا بیرونی حصہ راستے میں فلاں فلاں جگہ تک ہے لہٰذا جب شام ہو جائے تو محافظوں کے بغیر اس میں گھس جانا اس کے قتل میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی، اور میں گھر میں چراغ اور ہتھیار رکھ دوں گی، جب وہ اس کے ہاں سے باہر آیا تو اسود اسے ملا اور اس سے کہنے لگا تو میری بیوی کے پاس کس کام سے گیا تھا اور اپنے سر کو حرکت دی اور اسود بڑا سخت آدمی تھا تو عورت چلائی اور اس نے اسے اس کے بارے میں غافل کر دیا، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اسے قتل کر دیتا، وہ کہنے لگی، میرا چچازاد میری ملاقات کو آیا تھا، اس نے کہا تیرا باپ نہ رہے چپ ہو جا میں نے اسے تجھے بخش لہٰذا وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہنے لگا نجات نجات اور انہیں واقعہ کی اطلاع دی، تو وہ حیران ہو گئے کہ کیا کریں؟ اور عورت نے انہیں پیغام بھیجا کہ تم نے اس کے بارے میں ارادہ کیا ہوا ہے اس سے باز نہ آنا، اور فیروز دیلمی اس عورت کے پاس گیا اور اس سے بات کی تصدیق کی اور وہ اس گھر میں داخل ہو گئے اور اس کے اندر سے خود اس نے سوراخ کیا تاکہ باہر سے ان پر سوراخ کرنا آسان ہو جائے، پھر وہ ان دونوں کے سامنے ملاقات کرنے والے کی طرح بیٹھ گیا اور اسود نے آکر کہا یہ کون ہے؟ وہ کہنے لگی یہ میرا رضائی بھائی ہے۔ اور چچازاد بھائی اسود نے اسے ڈانٹا اور باہر نکال دیا، اور وہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگیا، اور جب رات ہوئی تو انہوں نے اس گھر میں سوراخ کیا اور اندر داخل ہو گئے انہوں نے اس میں پیالے کے نیچے ایک چراغ دیکھا۔
فیروز دیلمی آگے بڑھا، اسود ایک ریشمی بستر پر سویا ہوا تھا اس کا سر اس کے جسم میں گھسا ہوا تھا وہ بے ہوش ہو کر خراٹے لے رہا تھا، اور ایک عورت اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اور جب فیروز دروازے سے داخل ہوا تو اس کے شیطان نے اسے بٹھا دیا اور اس کی زبان سے بولا، باوجود یکہ وہ خراٹے لے رہا تھا، تو کہنے لگا اے فیروز! مجھے اور تجھے کیا ہو گیا ہے؟ لہٰذا وہ خوف زدہ ہوا کہ اگر وہ واپس ہوا تو وہ خود بھی اور عورت بھی ہلاک ہو جائے گی لہٰذا وہ جلدی سے اس کے قریب ہوا، اسود اونٹ کی طرح تھا، اور اس کے سر کو پکڑ کر اس کی گردن توڑ دی اور اس کی پشت پر دونوں گھٹنے رکھ کر اسے ہلاک کر دیا پھر وہ اس ارادے سے کھڑا ہوا کہ جا کر اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرے تو عورت نے اس کا دامن پکڑ کر کہا تو اپنی حرمت کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے، اس نے خیال کیا کہ اس نے اسے قتل نہیں کیا، اس نے کہا میں انہیں اس کے قتل کے بارے میں بتانے جا رہا ہوں، لہٰذا وہ اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے پاس آئے تو اس کے شیطان نے اسے حرکت دی تو وہ حرکت کرنے لگا وہ اس کو قابو نہ کر سکے حتیٰ کہ دو آدمی اس کی پشت پر بیٹھ گئے اور عورت نے اس کے بال پکڑ لئے اور وہ اول فول کہنے لگا۔ لہٰذا دوسرے آدمی نے اس کی گردن کاٹ دی، تو وہ بیل کی طرح اتنا سخت چیخا کہ کبھی اس قسم کی آواز نہیں سنی گئی، اور محافظ جلدی سے کمرے کی طرف آئے اور کہنے لگے یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے تو عورت کہنے لگی نبی کی طرف وحی ہو رہی ہے، تو وہ واپس چلے گئے، اور قیس اور داذویہ اور فیروز مشورہ کرنے لگے کہ ان کے مددگاروں کو کیسے علم ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جب صبح ہوگی تو وہ اس نشان امتیاز کے ساتھ آواز دیں گے، جو ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مقرر ہے اور جب صبح ہوئی، تو قیس نے قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر ان کے نشان امتیاز کے ساتھ آواز دی، تو مسلمان اور کافر، قلعے کے ارد گرد جمع ہو گئے، اور قیس نے اور بعض کہتے ہیں کہ وبر بن یحنس نے اذان دی **اشهد ان محمدا رسول الله**، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور عبہلہ جھوٹا ہے اور اس نے اس کے سر کو ان کی طرف پھینک دیا، تو اس کے اصحاب نے شکست کھائی اور لوگوں نے انہیں پکڑنے کے لئے ان کا تعاقب کیا اور ہر راستے میں ان کی گھات لگائی، اور انہیں قیدی بنایا اور اسلام اور اہل اسلام

غالب آ گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے محافظین اپنی اپنی ذمہ داریوں کی طرف واپس چلے گئے، اور ان تینوں نے امارت کے متعلق جھگڑا کیا پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل لوگوں کو نماز پڑھائیں، اور انہوں نے رسول اللہ علیہ السلام کی خدمت میں واقعات لکھ بھیجے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اسی رات واقعہ سے باخبر کر دیا۔

جیسا کہ سیف بن عمرو تمیمی نے عن ابی القاسم الشنوی عن العلاء بن زید عن ابن عمرو بیان کیا ہے کہ جس رات اسود عنسی قتل ہوا اسی رات کو ہمیں بشارت دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو آسمان سے خبر ملی، تو آپ ﷺ نے فرمایا گذشتہ رات عنسی قتل ہو گیا ہے اور اسے ایک بابرکت آدمی نے قتل کیا ہے جو بابرکت اہل بیت سے ہے پوچھا گیا وہ کون شخص ہے؟ فرمایا: فیروز فیروز۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے غالب آنے سے اس کے قتل ہونے تک اس کی حکومت کی مدت تین ماہ ہے اور بعض کہتے ہیں چار ماہ ہے، واللہ اعلم۔

سیف بن عمرو نے مستیز سے عروہ سے الضحاک سے فیروز سے روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اسود کو قتل کیا اور صنعا میں پہلے کی طرح دوبارہ ہماری حکومت قائم ہو گئی، ہاں ہم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور ہم ان پر رضامند ہو گئے، آپ ہمیں صنعاء میں نماز پڑھایا کرتے تھے، اور قسم بخدا! ابھی ہم نے تین دن ہی نمازیں پڑھی تھیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچ گئی، پس حالات بگڑ گئے، اور بہت سے لوگ جنہیں ہم جانتے تھے، وہ بھی ہم سے بگڑ گئے۔

اور اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کے تیار کرنے کے بعد ربیع الاول کے آخر میں عنسی کی اطلاع آئی اور بعض کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کی صبح کو، مدینہ میں اس کو موت کی خوشخبری پہنچی، پہلا قول زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی ان میں اتحاد و اتفاق ہوا اور ان کے فائدے کے متعلق امور طے ہوئے، اور ابھی بیان ہو گا کہ آپ نے ان کے ممالک کے خراب کاموں کی درستی اور مسلمانوں کے ہاتھوں کو تقویت دینے اور ان میں اسلام کے ارکان کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لئے آدمی بھیجے۔

باب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتدین اور مانعینِ زکوۃ سے جنگ کرنے کی طرف متوجہ ہونا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو عرب کے بہت سے قبائل مرتد ہو گئے، اور مدینہ میں نفاق پھوٹ پڑا اور بنو حنیفہ اور بہت سے لوگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کی طرف مائل ہو گئے، اور بنو اسد اور طی اور بہت سے آدمی طلحہ اسدی کے پاس چلے گئے اور اس نے بھی مسیلمہ کی طرح نبوت کا دعویٰ کیا اور بڑی مصیبت پیدا ہو گئی، اور حالات خراب ہو گئے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس فوج کم ہو گئی اور بہت سے اعراب نے مدینہ کا لالچ کیا اور اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے راستوں پر محافظ مقرر کر دیئے جو مدینہ کے اردگرد فوجوں پر رات کو حملہ کرتے اور محافظوں کے امراء میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

عربوں کے وفود مدینہ آنے لگے، وہ نماز کا اقرار کرتے اور ادائیگی زکوۃ سے رکتے اور ان میں سے بعض وہ بھی تھے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوۃ دینے سے رکتے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے حجت پکڑی کہ (**خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم**) اور انہوں نے کہا کہ ہم صرف اسی کو زکوۃ دیں گے جس کی نماز ہمارے لئے سکون کا باعث ہو گی، اور بعض نے یہ شعر بھی پڑھا ہے:

جب رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود تھے تو ہم نے ان کی اطاعت کی پس تعجب ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکومت کا کیا حال ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو کی کہ وہ عدم ادائیگی زکوۃ کی جس حالت پر قائم ہیں آپ انہیں اسی حالت میں چھوڑ دیں اور ان سے دوستی کریں یہاں تک کہ ایمان ان کے دلوں میں جاگزین ہو جائے، پھر اس کے بعد وہ زکوۃ دینے لگیں گے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور ابن ماجہ کے سوا ایک جماعت نے اپنی کتب میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر سے کہا آپ لوگوں سے کس بات پر جنگ کریں گے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں گے تو وہ اپنے خون اور اموال مجھ سے محفوظ کر لیں گے سوائے اس کے کہ حق ان کے لینے کا تقاضا کرتا ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر انہوں نے مجھے بکری کا یکسالہ بچہ بھی نہ دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ بکری یا اونٹ کی ایک سال کی زکوۃ نہ دی، جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا۔ بلاشبہ زکوۃ مال کا حق ہے، خدا کی قسم! جس نے نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کیا میں اس سے جنگ کروں گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ جنگ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر کر دیا ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ حق پر ہیں۔

(میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو) (اور صحیحین میں لکھا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید و رسالت کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا)۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے دو طریق سے شبابہ بن سوار سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ بن یزید المدینی نے ہم سے نقل کیا کہ صالح بن کیسان نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ارتداد ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور کافی ہو گیا اور اس نے جود دیا اور غنی کر دیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا جبکہ علم غیر مانوس تھا، اور اسلام دھتکارا ہوا مسافر تھا، اس کی رسی بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کا عہد پرانا ہو چکا تھا اور اس کے اہل اس سے گم ہو گئے تھے، اور اللہ تعالیٰ اہل کتاب سے ناراض تھا، اور وہ ان کی بھلائی کی وجہ سے ان سے بھلائی نہ کرتا تھا اور ان کے شر کی وجہ سے ان سے شر کو دور نہیں کرتا تھا، انہوں نے اپنی کتاب کو بدل دیا تھا، اور اس میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر دی تھی۔ عرب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں خیال کرتے تھے اور نہ ہی اس کی عبادت کرتے تھے اور نہ اس کو پکارتے تھے۔ پس اس نے کھانے کے بارے میں انہیں مشقت میں ڈال دیا اور دین کے لحاظ سے گمراہ کر دیا اور انہیں متوسط امت بنایا اور ان کے اتباع سے ان کی مدد کی اور دوسروں پر انہیں فتح دی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دی اور شیطان اپنی سواری پر سوار ہو گیا اور اس نے ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور ان کی ہلاکت چاہی:

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات أو قتل انقلبتم على أعقا بكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين

تمہارے ارد گرد جو اعراب رہتے ہیں انہوں نے اپنے اونٹوں اور بکریوں کو روک لیا ہے، اور وہ اپنے دین میں (اگر وہ اس کی طرف رجوع کر لیں) آج سے زیادہ زاہد نہ تھے، اور نہ تم اپنے دین میں آج سے زیادہ قوی تھے اور یہ بات تمہارے نبی ﷺ کی پہلی برکت سے ہے اور انہوں نے آپ لوگوں کو کفایت کرنے والے مولیٰ کے حوالے کیا تھا جس نے آپ کو اپنی محبت میں گم پا کر آپ علیہ السلام کی راہنمائی کی تھی، اور محتاج دیکھ کر آپ کو غنی کر دیا تھا، (اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اور اس نے تمہیں اس سے بچا لیا)۔

خدا کی قسم! میں امر الٰہی پر جنگ کرنا نہیں ترک کروں گا، یہاں تک کہ اللہ اپنا عہد پورا کر دے اور وہ ہم سے اپنا عہد پورا کرے گا اور جو ہم میں سے قتل ہوگا وہ جنتی شہید ہوگا، اور جو باقی رہے گا وہ زمین میں آپ علیہ السلام کی ذریت اور خلیفہ ہوگا، اللہ کا فیصلہ برحق ہے اور اس کے قول کے خلاف نہ ہوگا، (اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا،) پھر آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے۔

حسن رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے کلام (اے مؤمنو! جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو بہت جلد اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا، جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور آپ علیہ السلام کے اصحاب ہیں جنہوں نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی ہے۔

کون کون مرتد ہوا؟ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کی دو مسجدوں کے اہل کے سوا تمام عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے، اور اہل اسد اور اہل غطفان بھی مرتد ہو گئے، اور طلیحہ بن خویلد اسدی کاہن ان کا سردار تھا، اور قبیلہ کندہ اور اس کے اطراف کے قبائل بھی مرتد ہو گئے اور ان کا اشعث بن قیس کندی سردار تھا، اور مذحج اور اس کے اطراف کے قبائل بھی مرتد ہو گئے اور اسود بن کعب العنسی کاہن ان کا سردار تھا، اور ربیعہ بھی، المعرور بن نعمان بن المنذر کے ہمراہ مرتد ہو گئے، ادھر حنیفہ، مسیلمہ بن حبیب کذاب کے ہمراہ اپنی حالت میں تھے، اور سلیم، الفجاءۃ کے ساتھ مرتد ہو گئے، اس کا نام انس بن عبد یالیل تھا جو بنو تمیم، سجاح کاہنہ کے ساتھ مرتد ہو گئے۔

قاسم بن محمد روایت کرتے ہیں کہ اسد، غطفان اور طی نے طلیحہ اسدی کے ساتھ اتفاق کر لیا، اور انہوں نے مدینہ کی طرف وفود بھیجے اور وہ لوگوں کے سرداروں کے پاس چلے گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سوا، دوسرے لوگوں نے انہیں اتارا اور انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حق پر پختہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے بکری یا اونٹ پر زکوٰۃ بھی مجھ سے روکی تو میں ان سے جہاد کروں گا، اور ان کو واپس بھیج دیا اور انہوں نے واپس جا کر اپنے اپنے قبیلوں کو اہل مدینہ کی قلت کے متعلق باخبر کیا اور مدینہ کے بارے میں انہیں لالچ دلائی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے راستوں پر محافظ مقرر کر دیئے اور مدینہ والوں پر مسجد میں جمع ہونا واجب کر دیا، اور فرمایا، بلاشبہ اہل علاقہ کافر ہو چکے ہیں اور ان کے وفد نے تمہاری قلت کو محسوس کر لیا ہے، اور تم نہیں جانتے کہ وہ رات کو آئیں گے یا دن کو، اور ان میں سے جو تمہارے قریب تر ہے وہ صرف بارہ میل کی مسافت پر ہے، وہ لوگ امید کرتے تھے کہ ہم ان کی بات مان لیں گے اور ان سے مصالحت کر لیں گے مگر ہم نے ان کی بات نہیں مانی۔ لہٰذا تیار ہو جاؤ اور تیاری کر لو، پھر تین دن ہی گزرے تھے کہ انہوں نے رات کو اہل مدینہ پر غارت گری کر دی اور اپنے نصف آدمیوں کو ذی حسی مقام پر پیچھے چھوڑ آئے، تاکہ وہ ان کے مددگار رہوں اور محافظوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غارت گری کی اطلاع بھیجی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم بھیجا کہ اپنی جگہ پر ڈٹے رہو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اہل مسجد کے ہمراہ اونٹوں پر ان کے مقابلہ میں گئے، پس دشمن بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اپنے اونٹوں پر ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ ذی حسی مقام پر پہنچ گئے، اور مرتدین ان کے مقابلہ میں نکلے اور فوج کے ساتھ لڑائی ہوئی اور اللہ نے انہیں فتح دی۔ ایک شاعر کہتا ہے

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جب تک وہ ہمارے درمیان رہے، اے اللہ کے بندو! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو تمہارے لئے ہے، کیا جب وہ آپ کے بعد مر جائیں گے تو ہمیں اونٹ دیں گے۔ اللہ کی قسم! یہ تو بہت سخت بات ہے، تم نے ہمارے وفد کو ان کے زمانے میں کیوں نہ واپس بھیجا اور تم اونٹوں کے چرواہے کی ہلکی آواز سے کیوں نہ ڈرے، اور جو چیز انہوں نے تم سے مانگی، تم نے انکار کیا وہ تو کھجور کی طرح تھی یا میرے نزدیک کھجور سے زیادہ شیریں تھی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اہل مدینہ اور راستوں کے امراء کے ہمراہ سوار ہو کر جمادی الآخرۃ میں مدینہ کے اردگرد رہنے والے ان اعراب کی جانب گئے جنہوں نے مدینہ پر غارت گری کی تھی، اور جب آپ رضی اللہ عنہ کا اور آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں بنی عبس، بنی مرہ، ذبیان اور بنی کنانہ میں سے جنہوں نے ان کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا، کا آمنا سامنا ہوا، اور طلیحہ نے اپنے بیٹے حبال کے ذریعے انہیں مدد دی، اور جب لوگ ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے تو انہوں نے ایک چال چلی وہ یہ کہ وہ اطراف میں چلے گئے، اور پھونکیں مار کر آگ جلائی اور پھر اسے پہاڑوں کی چوٹیوں سے پھینک دیا۔ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے اونٹوں نے اسے دیکھا تو وہ بدک گئے اور جدھر منہ آیا بھاگ گئے اور یہاں تک کہ وہ رات تک ان پر قابو نہ پا سکے، بالآخر وہ مدینہ واپس آ گئے، اس بارے میں الخطیل بن اوس کہتا ہے

بنی ذبیان پر میری اونٹنی اور بچہ وہ قربان ہو، جس شب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نیزوں کے ساتھ چلے لیکن وہ آدمیوں کے ساتھ لڑھکتے تھے اور ہم نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ نہ کھڑے ہو سکتے تھے اور نہ چل سکتے تھے، ان فوجوں کا کیا کہنا جن کا مزا چکھا گیا تا کہ اسے زمانے کے عجائبات میں شمار کیا جائے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (جب تک وہ ہمارے درمیان رہے) اطاعت کی۔اے اللہ کے بندو! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے جو تمہارے لئے ہے۔

پس جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تو دشمنوں نے مسلمانوں کو کمزور محسوس کیا اور انہوں نے دیگر نواح میں اپنے قبائل کی طرف آدمی بھیجے اور وہ اکٹھے ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تیار کرتے ہوئے رات گزاری اور آخر شب فوج کو مرتب کر کے چل پڑے اور آپ رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب نعمان بن مقرن نعمان کے بھائی عبداللہ بن مقرن اور آگے ان دونوں کے بھائی سوید بن مقرن تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نکلے تو آپ اور دشمن ایک بلند علاقے میں آمنے سامنے تھے، اور انہوں نے مسلمانوں کی کوئی آہٹ اور ہلکی آواز نہ سنی، اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا، اور طلوع آفتاب بھی نہ ہوا تھا کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے، اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی اکثر سواریوں پر قبضہ کر لیا اور حبال قتل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقام ذوالقصہ تک ان کا تعاقب کیا اور یہ پہلی فتح تھی، جس سے مشرکین ذلیل ہو گئے اور مسلمان سربلند ہو گئے اور بنوذبیان اور عبس نے ان مسلمانوں کو قتل کر دیا، جو ان کے ہاں قیام پذیر تھے اور اس کے بعد دوسروں نے بھی یہی کچھ کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھایا کہ وہ ہر قبیلے سے ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے، جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے، بلکہ زائد آدمیوں کو بھی قتل کریں گے اس بارے میں زیاد بن حنظلہ تمیمی کہتا ہے:

صبح کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کا ایسے قصد کیا جیسے ہتھیار بند اپنی موت کا قصد کرتا ہے، اور پرندوں نے بلندی سے اس کی بو محسوس کی اور حبال نے اپنی جان ان کے لئے پھینکی۔

اور کہتا ہے

ہم بائیں جانب ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور وہ اس طرح اوندھے منہ گرے کہ جیسے جنگجو بہت سے مال پر گرتے ہیں جس صبح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جوانوں کے ساتھ چڑھائی کر رہے تھے وہ جنگ پر پا ہونے پر ٹھہر بھی نہ سکے اور ہم نے بہت سخت حملے کے ساتھ بنی عبس اور ذبیان کو تھوڑی سی سخت آواز پر رات کو جالیا۔

اس معرکے سے اسلام کو بڑی قوت ملی : اس معرکہ نے اسلام اور اہل اسلام کی بڑی مدد اس طرح کی کہ مسلمان ہر قبیلے میں معزز ہو گئے اور ہر قبیلہ میں کفار ذلیل ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مؤید و منصور اور سالم و غانم ہو کر مدینہ واپس آئے اور رات کو حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اور حضرت زبرقان رضی اللہ عنہ کے صدقات مدینہ آئے، ایک صدقہ آغاز شب میں، دوسرا اوسط میں اور تیسرا رات کے آخری حصے میں پہنچا اور صدقہ بھیجنے والے کے پاس راستوں کے امراء میں سے بشارت دینے والا آیا، حضرت صفوان کو، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے، اور زبرقان کو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے، اور عدی بن حاتم کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بشارت دی، اور بعض روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بشارت دی۔

یہ معرکہ کب ہوا؟ یہ معرکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ساٹھویں رات میں ہوا، پھر کچھ راتوں کے بعد حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ پر اپنا قائم مقام مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ اپنی سواریوں کو آرام کرنے دیں، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ساتھ، جو پہلے معرکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، ذوالقصہ کی طرف گئے، مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کاش! آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کی جانب واپس چلے جاتے اور کسی اور آدمی کو بھیج دیتے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، اور میں تم کو اپنے برابر سمجھوں گا، پس آپ رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ہمراہ ذی حسی اور ذوالقصہ کی طرف چلے اور مقرن کے بیٹے نعمان، عبداللہ اور سوید اپنی پہلی پوزیشنوں پر ہی تھے، حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ پتھریلی اور ریتلی سخت زمین میں اہل ربذہ کے پاس اترے، وہاں بنی عبس، ذبیان

اور بنی کنانہ کی ایک جماعت تھی، پس انہوں نے باہم جنگ شروع کی اور اللہ نے حارث اور عوف کو شکست دی اور حطیئہ گرفتار ہو گیا، اور بنو عبس اور بنو بکر بھاگ گئے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پتھریلی اور ریتلی سخت زمین میں کئی دن تک مقیم رہے، اور بنو ذبیان علاقے میں مغلوب ہو گئے، اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان علاقوں پر بنی ذبیان کا قبضہ کرنا حرام ہے، ہم نے انہیں پتھریلی اور ریتلی زمین کی راکھ کو اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے غنیمت میں پایا ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ نے ربذہ کے دیگر علاقوں کو بھی چراگاہ بنا دیا، اور جب عبس اور ذبیان بھاگے تو وہ طلیحہ کی مدد کو گئے، اس وقت وہ بزاخہ میں مقیم تھا اور پتھریلی اور ریتلی سخت زمین کی جنگ کے بارے میں حضرت زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ہم پتھریلی اور ریتلی سخت زمین کے معرکہ میں ذبیان پر غصہ کھا کر اور ام حضرت صدیق کے ہمراہ ان کے پاس تباہ کن مصیبت لائے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ نے عتاب کو چھوڑ دیا۔

گیارہ امراء کے جھنڈے باندھتے ہوئے آپ کی ذوالقصہ کی طرف روانگی

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے آرام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسلامی افواج سونتے ہوئے مدینہ سے سوار ہو کر ذوالقصہ کی طرف گئے، جو مدینہ سے ایک رات اور ایک دن کے فاصلہ پر ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی ناقہ کی رسی پکڑے آگے آگے چل رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، آپ رضی اللہ عنہ سے باصرار کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں واپس جائیں، اور اعراب سے جنگ کے لئے اپنے سوا کسی اور بہادر کو بھیج دیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات مان لی اور ان کے گیارہ امراء کے جھنڈے باندھے جیسا کہ ہم ابھی تفصیل سے بیان کریں گے۔

دارقطنی فرماتے ہیں کہ (عبدالوہاب بن موسیٰ الزہری، مالک، ابن شہاب، سعید بن المسیب) ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، القصہ کی جانب اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے اس کی مہار پکڑ لی اور پوچھا اے خلیفۂ رسول علیہ السلام آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں آپ رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے روز فرمائی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار کیوں سونتی ہے، ہمیں اپنی جان کی بناء پر مصیبت میں نہ ڈالئے اور مدینہ واپس چلے جائیے، خدا کی قسم! اگر ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کی مصیبت پہنچی، تو ہمیشہ کے لئے اسلام کا نظام قائم نہ ہو سکے گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

یہ حدیث مالک رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے غریب ہے اور زکریا الساجی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عبدالوہاب بن موسیٰ بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح زہری رضی اللہ عنہ نے اسے (ابن الزناد، ہشام، عروہ، ابیہ) عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتی ہے کہ میرے والد اپنی ناقہ پر سوار ہو کر، تلوار سونتے ہوئے وادی القصہ کی طرف گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے آ کر آپ رضی اللہ عنہ کی ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کہا اے خلیفہ رسول ﷺ! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں آپ رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے روز فرمائی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار کیوں سونتی ہے؟ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈالیے، خدا کی قسم! اگر ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کی مصیبت پہنچی، تو آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہمیشہ کے لئے اسلام کا نظام قائم نہ ہوگا۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے، اور فوج کو روانہ کر دیا۔

سیف بن عمر رحمۃ اللہ علیہ، سہل بن یوسف، قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی فوج نے آرام کر لیا اور کتنے صدقات آئے کہ وہ بچ گئے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فوج کے دستے بنائے، اور جھنڈے باندھے، پس آپ رضی اللہ عنہ نے گیارہ جھنڈے باندھے، اور ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باندھا اور انہیں طلیحہ بن خویلد کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد کشادہ تاے میں مالک بن نویرہ کے پاس چلے جانے کا حکم دیا اور ایک جھنڈا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل کے لئے باندھا اور انہیں مسیلمہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کو ان کے پیچھے پیچھے مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا اور اس کے بعد انہیں بنی قضاعہ کی طرف بھیجا،

اور ایک جھنڈا حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کے لئے باندھا، اور انہیں عنسی کی افواج اور معونۃ الابناء قیس بن مکشوح سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم اس لئے دیا کہ وہ اطاعت سے منحرف ہو گیا تھا اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بن العاص کو شام کے قریبی دیہات کی طرف اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کو قضاعہ کے علاقے یعنی حارث کی جانب بھیجا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن محصن غطفانی کے لئے جھنڈا باندھا اور انہیں عرفجہ میں اہل دبا اور ہرثمہ وغیرہ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا، اور حضرت طرفہ رضی اللہ عنہ بن حاجب کے لئے جھنڈا باندھا اور انہیں بنی سلیم اور ان کے ہوازنی ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا، اور حضرت العلاء رضی اللہ عنہ بن الحضرمی کے لئے جھنڈا باندھا اور انہیں بحرین سے جنگ کرنے کا حکم دیا، رضی اللہ عنہم۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ہر امیر کو علیحدہ علیحدہ عہد نامہ لکھ کر دیا۔ لہٰذا ہر امیر اپنی فوج کے ساتھ مقام ذوالقصہ سے روانہ ہو گیا، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ واپس آ گئے، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ربذہ کی طرف خط لکھا جو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے ہر اس شخص کے نام جس کو میرا یہ خط ملے، خواہ وہ اسلام پر ہو یا اس سے پھر گیا ہو، اس شخص پر سلام جس نے ہدایت کی پیروی کی اور ہدایت کے بعد اس نے ضلالت اور نفس کی طرف رجوع نہ کیا ہو۔ میں تمہارے ساتھ مل کر اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، وہ جو بھی احکامات لے کر آئے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور جو بھی اس کا انکار کرے ہم اس کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے جہاد کرتے ہیں۔ اما بعد!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے حق کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف ایک بشیر ونذیر بھیجا ہے، جو اس کے حکم سے داعی الی اللہ اور سراج منیر ہے تاکہ وہ زندوں کو انتباہ کرے اور کافروں پر فرد جرم عائد ہو جائے، پس اللہ نے حق سے اس کی رہبری کی جس نے اس کی بات مانی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مارا، جس نے اس سے پیٹھ پھیری، حتیٰ کہ اس نے برضا ورغبت بات مانی، یا بادل نخواستہ اسلام قبول کر لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات دی اور آپ علیہ السلام نے امر الٰہی کو نافذ کر دیا، اپنی امت کی خیر خواہی کی اور آپ علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے لئے اور اہل اسلام کے لئے اپنی نازل کردہ کتاب میں اس بات کو واضح طور پر ذکر کر دیا ہے کہ بے شک آپ علیہ السلام مرنے والے ہیں، نیز فرمایا (اور ہم نے آپ علیہ السلام سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا، کیا آپ وفات پا جائیں اور وہ ہمیشہ رہیں) اور مومنین سے فرمایا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں، اور آپ علیہ السلام سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر آپ علیہ السلام فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا، اور عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزاروں کو بدلے دے گا) پس جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا، وہ جان لے کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو صرف اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا، وہ جان لے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی اور نہ اسے اونگھ اور نیند آتی ہے، وہ اپنے امر کا نگہبان ہے اور اپنے دشمن کو سزا دینے والا ہے اور میں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور تمہارے نصیب اور جو کچھ تمہارے نبی علیہ السلام تمہارے پاس لائے ہیں کے حوالے سے وصیت کرتا ہوں، کہ تم اس کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کرو اور دین سے اعتصام کرو، بے شک ہر وہ شخص جسے اللہ نے ہدایت نہیں دی تو وہ گمراہ ہے اور جس کی اس نے مدد نہیں کی وہ بے یارومددگار ہے اور جسے غیر اللہ نے ہدایت دی ہے وہ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو تو اس کے لئے کوئی دوست اور راہنما نہ پائے گا) اور دنیا میں ہرگز کسی بندے کا عمل قبول نہ ہو گا جب تک وہ آپ علیہ السلام کا اقرار نہ کرے اور نہ آخرت میں اس کی قیمت اور معاوضہ قبول کیا جائے گا اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ اللہ کے بارے میں فریب کھا کر اور اس کے امر سے ناواقفیت کی بناء پر اسلام کا اقرار کرنے

اور اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے دین سے پھر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا وہ جنات میں سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے فرمان کی نافرمانی کی، کیا تم اسے اور اس کی ذریت کو میرے علاوہ دوست بنانا چاہتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے کھلے دشمن ہیں اور ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے) مزید فرماتا ہے (بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے، پس اسے اپنا دشمن بناؤ، وہ اپنی جماعت کو بلاتا ہے تا کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو جائیں،) اور میں نے تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور عمدگی کے ساتھ پیروی کرنے والوں کی فوج روانہ کی ہے اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ کسی سے ایمان باللہ کے سوا کوئی بات قبول نہ کرے گا اور دعوت الی اللہ دیئے بغیر اسے قتل نہ کرے، اور اگر وہ سلام کا اقرار کرے اور عمل صالح کرے تو اس کی مدد کرے، اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے یا پھر وہ ان میں سے جس پر قابو پائے اس پر رحم نہ کرے اور ان کو آگ سے جلا دے اور انہیں پوری طرح قتل کر دے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لے اور کسی سے اسلام کے علاوہ کچھ قبول نہ کرے، پس جو اس کی اتباع کرے گا وہ اس کے لئے اچھا ہوگا، اور جو اسے چھوڑے گا وہ اللہ کو ہرگز عاجز نہ کر سکے گا۔ اور میں نے اپنے ایلچی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنا عہد نامہ تمہارے ہر مجمع میں پڑھے اور اذان دینے والے کو بھی یہی حکم دیا ہے، چنانچہ جب مسلمان اذان دیں تو ان سے رکو، اور اگر وہ اذان نہ دیں تو ان سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھو، اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں جلد قابو کر لو اور اگر وہ اقرار کریں تو ان پر مناسب بوجھ ڈالو۔

یہ سیف بن عمر، عبداللہ بن سعید، عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔

باب

امراء کی ذوالقصہ سے مقرر مقامات کی جانب روانگی امراء اور بہادر سرداروں کے سرخیل حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، وحشی بن حرب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے جنگ کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو علم جہاد عطا کیا، تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اللہ کا کیا ہی نیک بندہ ہے وہ ہمارا بھائی ہے، جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے خلاف سونتا ہے اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ، ذوالقصہ سے چلے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے الگ ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ عنقریب اپنے ساتھی امراء کے ساتھ انہیں خیبر کی جانب ملیں گے اور وہ اعراب کو ڈرانے کے لئے مظاہرہ کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سب سے پہلے طلیحہ اسدی کی جانب جائیں، پھر اس کے بعد بنو تمیم کی جانب جائیں، اور طلیحہ بن خویلد اپنی قوم بنی اسد اور غطفان میں تھا، اور بنو عبس اور ذبیان بھی ان کے ساتھ ہو گئے تھے، اور اس نے بھی جدیلہ، غوث اور طیٔ کے پاس اپنی مدد کی خاطر بلانے کے لئے آدمی بھیجے، پس انہوں نے بھی اپنے کچھ لوگوں کو آگے بھیجا تا کہ وہ جلدی سے انہیں پیچھے سے مل جائیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کو بھیجا اور انہیں فرمایا اپنی قوم کے پاس پہنچو تا کہ وہ طلیحہ کے ساتھ نہ مل سکیں، یہاں تک کہ ان کی تباہی ہو جائے پس حضرت عدی رضی اللہ عنہ قوم بنی طیٔ کی طرف گئے اور انہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے اور امر الٰہی کو دوہرانے کا حکم دیا، انہوں نے جواب دیا: ہم ابوالفصیل یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کریں گے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! ضرور تمہاری طرف فوج آئے گی اور وہ مسلسل تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے بڑے سردار ہیں اور حضرت عدی رضی اللہ عنہ مسلسل ان کے پاس کوشش کرتے رہے حتی کہ وہ نرم ہو گئے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوجوں کے ساتھ ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جو انصار تھے ان کے ہراول میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے سے قبل ثابت رضی اللہ

عنہ بن اقرم اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ بن محصن کو، ہراول دستے کے طور پر بھیجا۔

طلیحہ اور اس کا بھائی مسلمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں کو ملے اور جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ ثابت اور عکاشہ ہیں تو مقابلے پر نکل آئے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے حبال بن طلیحہ کو قتل کر دیا اور بعض لوگ روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حبال کو اس سے پہلے قتل کیا اور جو سامان اس کے پاس تھا، اسے لے لیا اور طلیحہ نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا، اور طلیحہ اور اس کے بھائی مسلمہ نے، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن اقرم کو قتل کر دیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ آئے تو آپ نے دونوں کو مقتول پایا اور یہ بات مسلمانوں کو بہت شاق گذری اور طلیحہ نے کہا کہ اس رات میں نے ابن اقرم رضی اللہ عنہ اور عکاشہ رضی اللہ عنہ کو میدان کارزار میں مرے ہوئے چھوڑا اور میں نے پٹی کا سرا کھڑا کیا، اور وہ پہلے بھی اپنی بہادروں سے لڑنے کا عادی ہے۔ کسی دن تو اسے زرہ میں اور کسی دن نیزوں کے سائے میں محفوظ دیکھے گا، اگرچہ بچوں اور عورتوں کو مصیبت پہنچی ہے، پس وہ بھی حبال کے قتل سے خالی نہیں گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بنی طی کی جانب گئے تو حضرت عدی رحمۃ اللہ علیہ بن حاتم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے تین دن کی مہلت دیں کیونکہ انہوں نے مجھ سے مہلت مانگی ہے تا کہ وہ اپنے ان لوگوں کو پیغام بھیج دیں جنہوں نے طلیحہ کی جانب جانے میں جلد بازی کی ہے، تا کہ وہ ان کے پاس واپس آ جائیں، بے شک وہ اس بات سے خائف ہیں کہ اگر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تو طلیحہ ان لوگوں کو قتل کر دے گا جو اس کے پاس چلے گئے ہیں، اور انہیں جلد دوزخ پہنچانے کی نسبت یہ بات آپ رضی اللہ عنہ کو زیادہ محبوب ہے، تین دن کے بعد حضرت عدی رضی اللہ عنہ رجوع کرنے والے پانچ سو جانبازوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، جو خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بنی جدیلہ کا قصد کیا، تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اے خالد! مجھے کچھ دنوں کی مہلت دیں تا کہ میں انہیں واپس لے آؤں، شاید اللہ تعالیٰ اہل طی کی طرح انہیں بھی بچا لے، چنانچہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے اور مسلسل کوششیں کرتے رہے، حتی کہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیروی کر لی اور وہ ان کے ساتھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور ان میں سے ایک ہزار سوار مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے، اور حضرت عدی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے بہترین بیٹے اور ان کے لئے بڑی برکت کا باعث ہوئے، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور اجا اور سلمیٰ میں اترے اور وہاں اپنی فوج کو منظم کیا اور مقام بزاخہ پر طلیحہ اسدی کے ساتھ برسر پیکار ہوئے، اور اعراب کے بہت سے قبائل کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے کہ شکست کیسے ہوتی ہے، اور طلیحہ بھی اپنی قوم اور جو لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے، ان کے ساتھ آیا، اور عیینہ بن حصن بھی اپنی قوم بنی فزارہ کے ساتھ سو جوانوں کے ساتھ اس کے ساتھ ہوا، اور لوگوں نے صف بندی کر لی۔

طلیحہ اپنی چادر لپیٹ کر ان کے لئے خبر دریافت کرنے بیٹھ گیا تا کہ وہ اپنے خیال میں اس وحی کو دیکھے، جو اسے ہوتی ہے ادھر عیینہ لڑتا رہا، اور جب وہ جنگ سے اکتا جاتا تو طلیحہ کی طرف آتا جو اپنی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ دریافت کرتا کیا جبریل تمہارے پاس آیا ہے؟ وہ جواب دیتا نہیں، پھر وہ واپس جا کر جنگ کرتا، پھر واپس آ کر وہی بات پوچھتا اور وہ بھی وہی جواب دے دیتا، جب تیسری بار وہ آیا تو اس نے اسے کہا: کیا تمہارے پاس جبریل آیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا اس نے تجھے کیا کہا ہے؟ اس نے کہا: اس نے مجھے کہا ہے کہ تیرے لئے اس کی چکی کی طرح ایک چکی ہے اور ایسی بات ہے جسے تو نہیں بھولے گا۔ عیینہ نے کہا میرا خیال ہے کہ اللہ کو پتہ چل گیا ہے کہ عنقریب تمہارے ساتھ ایسی بات ہوگی جسے تو نہیں بھولے گا۔ پھر اس نے کہا: اے بنی فزارہ! واپس چلو اور اس نے شکست کھائی اور لوگ طلیحہ سے علیحدہ ہو گئے اور جب مسلمان اس کے پاس آئے تو وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا، جس کو اس نے اپنے لئے تیار کیا ہوا تھا، اور اس نے اپنی بیوی النوار کو اپنے اونٹ پر سوار کرا کے اسے لے کر شام چلا گیا اور پھر اس کی فوج منتشر ہو گئی، اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان میں سے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے قتل کر دیا، اور جب اللہ تعالیٰ نے طلیحہ پر جو مصیبت ڈالنی تھی ڈال دی تو بنو عامر، سلیم اور ہوازن کہنے لگے: ہم جس دین سے نکلے ہیں اس میں واپس داخل ہوتے ہیں، اور ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اپنی جانوں اور مالوں میں اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ طلیحہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مرتد ہو گیا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی، تو عیینہ بن حصن، بدر سے اس کی مدد میں کھڑا ہو گیا اور اسلام سے مرتد ہو کر اپنی قوم سے کہنے لگا: خدا کی قسم! بنی ہاشم کے نبی کی نسبت مجھے بنی اسد

کا نبی زیادہ محبوب ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں اور طلیحہ کی اتباع کرو اور اس کی قوم بنوفزارہ نے اس بات پر اس سے اتفاق کیا، اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دونوں کو شکست دی تو طلیحہ اپنی بیوی کے ساتھ شام کی طرف بھاگ گیا اور بنی کلب کے پاس اترا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے، عیینہ بن حصن کو قید کر لیا اور اس کے ہاتھ پیچھے سے باندھ کر اسے مدینہ بھیج دیا اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور لڑکے اسے اپنے ہاتھوں سے مارنے لگے اور کہنے لگے: اے دشمن خدا! تو نے اسلام سے ارتداد اختیار کیا ہے؟ اور وہ کہتا خدا کی قسم! میں کبھی ایمان لایا ہی نہیں تھا، اور جب وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا اور اس کے خون کو گرنے سے بچالیا، پھر اس کے بعد وہ اچھا مسلمان بن گیا۔

اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے قرہ بن ھبیرہ پر بھی احسان کیا، وہ طلیحہ کا ایک امیر تھا، اسے بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عیینہ کے ساتھ قید کر لیا طلیحہ نے تو اس کے بعد دوبارہ اسلام قبول کر لیا، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عمرہ کرنے مکہ گیا، اور وہ زندگی بھر آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنے سے منقبض رہا پھر واپس آ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گیا، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ طلیحہ سے جنگ کے بارے میں مشورہ لے لو اور اسے امیر نہ بناؤ ہو سکتا ہے کہ وہ دل میں اپنی سرداری قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ . کی دانشمندی کی بات ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے، طلیحہ کے بعض مسلمان ہونے والے اصحاب سے دریافت کیا کہ ہمیں بتاؤ کہ طلیحہ تمہیں وحی سے کیا بات بتاتا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ کہا کرتا تھا، کبوتر، جنگلی کبوتر، بے آب وگیاہ زمین، انہوں نے تم سے کئی سال پہلے روزہ رکھا ہوا ہے کہ تمہاری حکومت ضرور عراق وشام تک پہنچے گی اور اس قسم کی دیگر بیشمار خرافات وہ بیان کرتا تھا۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کو اور اس کی فوج کو شکست دے دی ہے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا، اللہ تعالیٰ آپ پر مزید انعام فرمائے، اپنے معاملہ میں تقویٰ اللہ سے کام لیں بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ شعاروں اور محسنین کے ہمراہ ہے، اپنے کام میں کوشش کرو اور سستی نہ کرو، اور جس مشرک نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے اس پر فتح پا کر اسے سزا دو، اور جس دشمن خدا اور مخالف کو پکڑو جو مخالفت اور دشمنی کو بھلائی سمجھتا ہوا سے قتل کر دو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک ماہ تک بزاخہ میں قیام کیا اور جن لوگوں کے متعلق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نشیب وفراز میں ان کو تلاش کرتے اور پھر بزاخہ واپس آ جاتے، آپ رضی اللہ عنہ ایک ماہ تک ان کی تلاش میں پھرتے رہے، تا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں کے قتل کا بدلہ لیں، جن کو انہوں نے اپنے زمانہ ارتداد میں اپنے درمیان رہتے ہوئے قتل کر دیا تھا تا آنکہ ان میں سے بعض کو آپ رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلا دیا اور بعض کو پتھروں سے کچل دیا اور بعض کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے گرا دیا، یہ سب کچھ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کیا تا کہ مرتدین عرب کے حالات سننے والا ان سے عبرت حاصل کرے۔

ثوری، قیس بن مسلم سے بحوالہ طارق بن شہاب روایت کرتے ہیں کہ جب بزاخہ کا وفد اسد اور غطفان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مصالحت کا مطالبہ لے کر آیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں حرب مجلیہ (کھلی جنگ) اور حطہ مخزیہ کے درمیان اختیار دیا، تو وہ کہنے لگے: اے خلیفۂ رسول! ہم حرب مجلیہ کو تو جانتے ہیں حطہ مخزیہ کیا ہے؟ تم سے زرہیں، گھوڑے، خچر اور گدھے لے کر تمہیں ان لوگوں کی طرح چھوڑ دیا جائے گا جو اونٹوں کی دموں کے پیچھے چلتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مومنین کو ایسی بات واضح کر دے کہ جس سے وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے اور جو کچھ تم نے ہم سے لیا ہے وہ تم ادا کرو گے اور جو ہم نے تم سے لیا ہے وہ ہم ادا نہیں کریں گے اور تم گواہی دو گے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں اور تم ہمارے مقتولین کی دیت دو گے اور ہم تمہارے مقتولین کی دیت ادا نہیں کریں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ "تم ہمارے مقتولین کی دیت ادا کرو گے" اس کا کیا مطلب ہے، بلاشبہ ہمارے مقتولین تو اللہ کے امر پر قتل ہوئے ہیں، جن کی کوئی دیت نہیں، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے کیا ہی اچھی ہے، اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثوری کی حدیث سے اپنی سند سے مختصراً روایت کیا ہے۔

دوسرا معرکہ:.... بزاخہ کے روز طلیحہ کے اصحاب میں سے شکست خوردہ بنی غطفان کی ایک بہت بڑی جماعت اکٹھی ہوگئی، اور وہ اکٹھے ہوکر ایک عورت کے ہاں گئے جسے ام زمل کہا جاتا تھا وہ سلمٰی بنت ملک بن حذیفہ تھی، اور وہ اپنی ماں قرفہ کی طرح سیدات العرب میں سے تھی اور کثرت اولاد اور قبیلے اور گھرانے کی عزت کی بناء پر اس کی ماں کی مثال دی جاتی تھی، اور جب وہ اکٹھے ہوکر اس کے پاس گئے، تو اس نے انہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے پر اکسایا، تو وہ اس کام میں جوش میں آگئے، اور بنی سلیم، طی، ہوازن اور اسد کے مزید لوگ بھی ان کے ہمراہ ہوگئے اور اس طرح یہ بہت بڑا لشکر بن گئے، اور اس عورت کا معاملہ سنگین ہوگیا، اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کے متعلق خبر ملی تو ان کی طرف گئے، اور شدید جنگ کی، وہ عورت اپنی ماں کے اونٹ پر سوار تھی، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ جو شخص اس کے اونٹ کو چھوئے گا اسے ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا، اور یہ بات اس کی عزت کی بناء پر کہی جاتی تھی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں شکست دی اور اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ کر اس عورت کو قتل کر دیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع بھیجی۔

الفجاءة کا واقعہ:......ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ اس کا نام ایاس بن عبداللہ بن عبدیالیل، بن عمرہ بن خفاف تھا، جو بنی سلیم سے تعلق رکھتا تھا، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں بقیع مقام پر الفجاءۃ کو جلا دیا اور اس سبب سے کہ وہ آپ کے پاس آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ وہ مسلمان ہوگیا ہے اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ میرے ساتھ مرتدین سے جنگ کرنے کے لئے فوج بھیجیں، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ فوج بھیج دی۔ جب وہ روانہ ہوا تو اس کو جو مسلمان اور مرتد راستے میں ملتا اسے قتل کر دیتا اور اس کا مال لے لیتا، جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے ایک فوج بھیجی جو اسے واپس لے آئی، پس آپ رضی اللہ عنہ اس کو قابو کر کے بقیع لے گئے، اور اس کے ہاتھوں کو اس کی گدی کے ساتھ باندھ کر آگ میں ڈال دیا اور اسے پاؤں بندھے ہوئے جلا دیا۔

سجاح اور بنو تمیم کا واقعہ:.. ارتداد کے زمانے میں بنو تمیم مختلف الآراء تھے، ان میں سے بعض نے ارتداد اختیار کر کے زکوٰۃ روک دی، بعض نے صدقات کے اموال، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے، اور بعض نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غور و فکر کرنے کے لئے توقف کیا، اسی دوران سجاح بنت الحارث بن سوید بن عقفان تغلبیہ، جزیرہ سے واپس آگئی اور وہ عرب کے عیسائیوں میں سے تھی جس نے دعویٰ نبوت بھی کیا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم اور معاونین کی فوجیں بھی تھیں اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا، پس جب وہ بلاد بنی تمیم سے گزری تو اس نے انہیں اپنی طرف دعوت دی اور تو عوام نے اس کی دعوت قبول کر لی اور سجاع کے قبول کرنے والوں میں مالک بن نویرۃ، عطارد بن حاجب اور بنی تمیم کے سادات امراء کی ایک جماعت بھی تھی، اور ان کے دوسرے لوگوں نے اس سے تخلف کیا، پھر انہوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ ان کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوگی، لیکن جب مالک بن نویرہ نے اس سے مصالحت کی تو اسے اس کی اصل سے پھیر دیا اور اسے بنی یربوع کے خلاف اکسایا، پھر سب نے لوگوں سے جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اور کہنے لگے: ہم کس سے جنگ کا آغاز کریں؟ سجاح نے کہا 'اونٹوں کو تیار کرو، اور لوٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ، پھر جماعت پر غارت گری کرو، ان کے درے کوئی پردہ نہیں پھر انہوں نے اس کی مدد کرنے پر باہم معاہدہ کر لیا، اور ان میں سے ایک شاعر نے کہا ہے:

> ''تغلب کی بہن ہماری طرف ایسے جوانوں کے ساتھ آئی جنہیں اس نے ہمارے باپ زادوں کے سرداروں سے جمع کیا گیا تھا۔ اس نے حماقت سے ہمارے درمیان دعوت کو قائم کیا اور وہ ہمارے دوسرے قبائل میں سے تھی، پس ہم نے انہیں کسی بھی مصیبت میں نہیں ڈالا اور جب ہم پہنچے تو وہ بچ نہ سکتی تھی، آگاہ رہو اس شب جب تم اس کے لئے جھولیاں اکٹھی کر رہے تھے، تمہاری عقلیں بھٹک کر بیوقوف ہوگئی تھیں۔''

عطارد بن حاجب نے اس بارے میں کہا:

ہماری نبی عورت ہے ہم نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور لوگوں کے انبیاء مرد ہیں۔

پھر سجاح نے یمامہ کا قصد کیا تا کہ اسے مسیلمہ بن حبیب کذاب سے چھین لے مگر اس کی قوم اس سے ڈر گئی اور کہنے لگے کہ اس کا معاملہ بہت بڑا ہے، تو وہ انہیں کہنے لگی: تم پر یمامہ جانا لازم ہے، کبوتری کی طرح آہستہ چلو، بلاشبہ یہ سخت جنگ ہے اس کے بعد تمہیں کوئی ملامت نہ ہوگی، راوی بیان کرتا ہے کہ انہوں نے مسیلمہ سے جنگ کرنے کی ٹھان لی اور جب اس کو یہ خبر ملی کہ وہ اس کی طرف آرہی ہے تو وہ اپنے علاقے کے بارے میں خوفزدہ ہو گیا، کیونکہ وہ ثمامہ بن آثال کے ساتھ جنگ میں معروف تھا اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل نے مسلمانوں کی افواج کے ساتھ اس کی مدد کی اور اب وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے پس اس نے سجاح کے پاس امان کا پیغام بھیجا نیز یہ کہ اگر وہ واپس چلی جائے تو وہ اسے قریش کی نصف زمین دینے کی ضمانت دیتا ہے، پس اللہ نے تجھے وہ بطور عطیہ واپس دی ہے، اور اس نے سجاح کی جانب پیغام بھیجا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ اس کی طرف گیا۔ ایک خیمہ میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی اور جب مسیلمہ نے خلوت میں اس سے ملاقات کی تو اس کے سامنے نصف زمین کی پیشکش کر دی جو اس نے اسے مان لی۔ مسیلمہ نے کہا: سننے والے کی بات اللہ نے سن لی اور جب وہ لالچ کرتا ہے تو وہ اسے اچھائی کا لالچ دیتا ہے اور ہمیشہ اس کا امر جامع بھلائی میں رہتا ہے تمہارے رب نے جب تمہیں دیکھا تو تمہیں سلام کیا اور وحشت سے نکالا اور اس نے بدلے کے دن تمہیں نجات دی اور تمہیں زندہ کیا، ہم پر گروہ ابرار کی نماز واجب کی گئی ہیں نہ کہ اشقیاء و فجار کی، وہ تمہارے رب عالی اور بادلوں اور بارشوں کے رب کے لئے رات کو کھڑے ہوتے اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔

اور اس نے کہا، جب میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے خوبصورت اور ان کے بشرے پاک ہو گئے ہیں اور ان کے ہاتھ قریب ہو گئے ہیں، تو میں نے انہیں کہا: تم عورتوں کے قریب نہیں آؤ گے، نہ شراب پیو گے، بلکہ تم گروہ ابرار ہو، تم روزے رکھو، پس اللہ پاک ہے جب زندگی آئے گی تو تم کیسے زندہ رہو گے، اور تم آسمان کے بادشاہ کی جانب کیسے جاؤ گے، اور اگر وہ رائی کا دانا بھی ہوتا تو اس پر گواہ ہوتا، جو دلوں کی باتوں کو جانتا ہے اور اکثر لوگ اس میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ ملعون مسیلمہ کے پیروکاروں کی شریعت میں یہ بھی تھا کہ مجرد کی شادی کے بعد جب اس کے ہاں نر بچہ پیدا ہو تو اس وقت اس پر عورتیں حرام ہو جائیں گی، علاوہ اس کے کہ وہ نر بچہ فوت ہو جائے، تو عورتیں دوبارہ اس کے لئے حلال ہو جائیں گی، یہاں تک کہ اس کے ہاں نر بچہ پیدا ہو یہ اس ملعون کی اپنی بناوٹ ہے، روایت ہے کہ جب وہ سجاح سے خلوت میں ملا تو اس سے پوچھا کہ اس کی طرف کیا وحی ہوتی ہے؟ اس نے کہا: کیا عورتیں ابتداء کیا کرتی ہیں؟ بلکہ تم بتاؤ کہ تمہاری طرف کیا وحی ہوتی ہے؟ اس نے کہا: کیا تو نہیں دیکھتی کہ تمہارے رب نے حاملہ کے ساتھ کیا کیا، اس نے پیٹ کی جھلی کے اندر سے دوڑتی ہوئی ایک روح پیدا کی، سجاح نے کہا، وہ کیا؟ اس نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے شرمگاہیں پیدا کی ہیں اور مردوں کو ان کا خاوند بنایا ہے، وہ ان میں جینے نکال کر داخل کرتے ہیں، پھر جب ان کی نشو و نما ہوتی ہے تو ہم انہیں نکالتے ہیں اور وہ ہمارے کمزور بچے جنتی ہیں سجاح نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ تو نبی ہے، اس نے اسے کہا: کیا میں تجھ سے نکاح کر لوں اور اپنی قوم اور تیری قوم کے ساتھ عربوں کو کھا جاؤں؟ وہ بولی ہاں، تو اس نے کہا: اٹھ جماع کے لئے تیار ہو جا، تمہارے لئے بستر تیار ہے اگر تو چاہے تو گھر میں یا پھر کوٹھری میں، اور اگر تو چاہے تو ہم تجھے چت لٹا دیں یا پھر چار زانوں پر ہو جائے، اور اگر تو چاہے تو دو تہائی پر یا پھر یکجا ہو کر ہو جائے۔

سجاح نے کہا: یکجا ہو کر اس نے کہا: یہ میری جانب وحی ہوئی ہے اور وہ تین دن اس کے ساتھ رہی۔ پھر اپنی قوم کی طرف چلی گئی، تو انہوں نے پوچھا: اس نے تمہیں کیا مہر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس نے مجھے کوئی مہر نہیں دیا۔ انہوں نے کہا: تیرے جیسی عورت کے لئے بغیر مہر کے نکاح کرنا بہت بری بات ہے، پس انہوں نے مہر پوچھنے کے لئے آدمی بھیجا، اس نے کہا: اپنے مؤذن کو میرے پاس بھیج دو، اس نے شبث بن ربعی کو اس کی جانب بھیجا، اس نے کہا: اپنی قوم میں اعلان کر دو کہ مسیلمہ بن حبیب رسول اللہ نے تم سے دو نمازیں ساقط کر دی ہیں، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے (یعنی فجر اور عشا کی نمازیں) اور یہ اس کا مہر ہے جو اس کے ذمے تھا، دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس کے بعد سجاح اپنے علاقے میں واپس آگئی، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اسے پتہ چلا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ، ارض یمامہ تک آگئے ہیں، وہ مسیلمہ سے زمین کا نصف خراج لینے کے بعد دوبارہ جزیرہ کی جانب واپس چلی گئی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک اپنی قوم میں رہی، اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان عام الجماعۃ کو وہاں سے جلا وطن کر دیا۔

باب

مالک بن نویرہ یربوعی تمیمی کے حالات...... جب سجاح جزیرہ سے آئی تو اس نے اس سے رفاقت کر کے مسیلمہ سے رابطہ کر لیا، اللہ ان دونوں پر لعنت کرے، پھر اپنے علاقے کو چلی گئی، جب یہ ہو گیا تو مالک بن نویرہ اپنے معاملے میں ہوا اور کشادہ نالے میں اتر کر اپنے کام کے لئے ٹھہر گیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجوں کے ساتھ کشادہ نالے کا ارادہ کیا تو انصار آپ رضی اللہ عنہ سے پیچھے رہ گئے اور کہنے لگے: حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حکم دیا تھا، وہ ہم پورا کر چکے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: یہ کام ضروری ہے اور اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے اگرچہ ہمارے پاس اس معاملے میں کوئی خط نہیں آیا مگر میں امیر ہوں اور میرے پاس خبریں آتی ہیں، چنانچہ میں تمہیں چلنے پر مجبور نہیں کروں گا، اور میں کشادہ نالے میں جا رہا ہوں، پس آپ رضی اللہ عنہ دو دن تک چلتے رہے، پھر انصار کا ایلچی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے انتظار کرنے کا مطالبہ کیا بالآخر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ ملے، جب آپ رضی اللہ عنہ کشادہ نالے میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قابض پایا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دعوت دینے کے لئے کشادہ نالے میں دستے بھیجے اور بنی تمیم کے امراء نے آپ رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا اور زکوٰۃ وصدقات دیئے، مگر مالک بن نویرہ اپنے بارے میں حیران اور لوگوں سے الگ تھلگ تھا، فوجوں نے آ کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا اور ایک دستے نے ان کے بارے میں اختلاف کیا اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (الحرث بن ربعی انصار) نے گواہی دی کہ انہوں نے نماز پڑھی ہے اور دوسروں نے کہا کہ نہ انہوں نے اذان دی ہے اور نہ نماز پڑھی۔

روایت ہے کہ قیدیوں نے سخت سرد رات میں اپنی بیڑیوں میں رات بسر کی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے منادی نے اعلان کیا کہ اپنے قیدیوں کو گرم کرو، لوگوں نے گمان کیا آپ رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ انہیں قتل کر دیا، اور حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ اور جب دعوت دینے والے نے سنا تو وہ باہر نکلا اور لوگ ان سے فارغ ہو چکے تھے، اس نے کہا جب اللہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کر کے رہتے ہیں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم دختر المنہال کو اپنے لئے منتخب کر لیا، اور وہ خوبصورت عورت تھی اور جب وہ حلال ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کی جانب آئے، روایت ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کو بلایا اور جو کچھ اس نے سجاح کی متابعت اور زکوٰۃ کے روکنے کے بارے میں کہا تھا، اسے بتایا اور فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ زکوٰۃ، نماز کی ساتھی ہے؟ مالک نے کہا بلاشبہ تمہارے ساتھی کا بھی یہی خیال ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا جو ہمارا ساتھی ہے اور تمہارا دوست نہیں؟ اے ضرار! اسے قتل کر دو، پس اسے قتل کر دیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھا گیا اور تینوں پر ہنڈیا پکائی گئی، اور اس شب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس سے کھانا پکا کر کھایا، تا کہ آپ رضی اللہ عنہ مرتد اعراب وغیرہ کو اس سے خوفزدہ کر دیں، روایت ہے کہ مالک کے صرف بالوں کو آگ میں ڈالا گیا، یہاں تک کہ ہنڈیا کا گوشت پک گیا مگر کثرت کی وجہ سے بال ختم نہ ہوئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آپ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے معاملے میں شریک ہو کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: اسے معزول کر دیجئے، اس کی تلوار میں ظلم پایا جاتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر سونتا ہے، اور متمم بن نویرہ بھی آ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی مدد کرنے لگے، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو وہ مرثیے سنانے لگے، جو اس نے اپنے بھائی کے بارے میں کہے تھے، پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس سے دیت ادا کی متمم کے اشعار یہ ہیں:

ہم کچھ عرصہ تک جذیمہ کے دو شراب نوش ساتھیوں کی طرح رہے پھر کہا گیا کہ یہ دونوں علیحدہ نہ ہوں گے اور ہم جب تک زندہ رہے خیریت سے رہے، اور ہم سے قبل موتوں نے کسریٰ اور تبع کی قوم کو ہلاک کر دیا، پس جب ہم الگ ہوئے تو میں اور مالک لمبے اجتماع کے بعد یوں تھے، گویا ہم نے ایک رات بھی ایک ساتھ بسر نہیں کی۔"

منیر کہتا ہے:

''میرے ساتھی نے قبروں پر آنسوؤں سے رونے پر مجھے ملامت کی اور کہا: کیا تو جس قبر کو دیکھے گا اس پر اس قبر کی بناء سے روئے گا، جو لوئی اور دکادک کے درمیان میں ہے، میں نے اسے کہا: غم غم کو ابھارتا ہے مجھے چھوڑ دو یہ سب مالک ہی کی قبریں ہیں۔''

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب، مسلسل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امارت سے معزول کرنے پر ابھارتے ہوئے کہتے رہے کہ اس کی تلوار میں ظلم پایا جاتا ہے، بالآخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو پیغام بھیجا اور آپ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ تشریف لے آئے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی فولادی زرہ پہنے ہوئے تھے جو خون کی کثرت سے زنگ آلود تھی، نیز آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عمامہ میں خون سے لتھڑے ہوئے تیر بھی لگائے تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے آپ رضی اللہ عنہ کے عمامے سے تیر کھینچ کر انہیں توڑ ڈالا، اور فرمایا تم نے ایک مسلمان شخص کو ریاکاری سے قتل کیا پھر اس کی بیوی سے جفت ہوئے ہو، خدا کی قسم! میں تمہیں پتھروں سے سنگسار کروں گا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کوئی بات نہ کی، اور ان کا گمان تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سی رائے رکھتے ہیں، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اپنی معذرت پیش کی انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو معذور قرار دے کر آپ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں درگزر کیا اور جو کچھ اس بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے ہو چکا تھا اور مالک بن نویرہ کی دیت دے دی، آپ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت سے باہر نکلے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن ام شملہ میرے پاس آؤ، تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو جواب نہ دیا اور سمجھ گئے، کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ان سے راضی ہو گئے ہیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو امارت پر رکھا ہے، اگرچہ ان سے مالک بن نویرہ کے قتل کرنے میں اجتہادی غلطی ہو گئی تھی جس طرح کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوجذیمہ کی جانب بھیجا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں کو جنہوں نے بولا تھا کہ صابی ہو گئے ہیں، قتل کر دیا اور وہ اچھی طرح یہ نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا کر دی، حتیٰ کہ کتے کی بھی قیمت ادا کی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امارت سے معزول نہیں کیا۔

مسیلمہ کذاب ملعون کا قتل...... جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی معذرت پر آپ کو معذور ٹھہرایا تو آپ رضی اللہ عنہ کو یمامہ میں بنو حنیفہ سے جنگ کرنے کو بھیجا اور سب مسلمان بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور انصار کے امیر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس تھے، پس آپ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور جو مرتدین راستے میں ملتے انہیں سزا دیتے اور جب آپ رضی اللہ عنہ اصحاب سجاح کے گھوڑوں کے پاس سے گزرے تو ان کو وہاں سے بھگا کر جزیرۂ عرب سے نکال دینے کا حکم دیا، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے بھیجا تا کہ وہ ان کا مددگار ہو، اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد سے پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کو بھیجا تھا، اور وہ دونوں بنو حنیفہ کا مقابلہ نہ کر سکے، کیونکہ وہ کوئی چالیس ہزار کے قریب جانباز تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی آمد سے پہلے جلد بازی سے کام لیا اور ان سے جنگ شروع کر دی اور مصیبت میں پڑ گئے پس وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے، اور جب مسیلمہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کے متعلق خبر ملی تو اس نے یمامہ کی ایک جانب ایک جگہ جسے عقرب کہا جاتا تھا، میں پڑاؤ ڈالا، اور سبزہ زاران کے پیچھے تھا، اور اس نے وہاں لوگوں کو اکسایا تو اہل یمامہ نے اس کے لئے فوج اکٹھی کر دی اور اس نے اپنی فوج کے میمنہ اور میسرہ پر الحکم بن الطفیل اور عفوہ بن نہشل کے رجال کو مقرر کیا اور یہ رجال اس کا وہ ساتھی تھا جس نے اس کے لئے گواہی دی تھی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسیلمہ بن حبیب کو ان کے ساتھ حکومت میں ساتھی بنایا جائے، اور یہ ملعون اہل یمامہ کو سب سے زیادہ گمراہ کرنے والا تھا، حتیٰ کہ وہ مسیلمہ کا متبع ہو گیا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر لعنت

کرے، اور یہ رجال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور سورۃ البقرۃ تلاوت کی، اور ارتداد کے زمانے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اہل یمامہ کو اسلام کی دعوت دینے اور انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے لئے بھیجا تو وہ مسیلمہ کے ساتھ مرتد ہو گیا اور اس کی نبوت کی گواہی دی۔

سیف بن عمر (طلحہ، عکرمہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، اور رجال بن عنفوہ بھی ہمارے ہمراہ تھا آپ نے فرمایا: بلاشبہ تم میں ایک ایسا شخص ہے جس کی ڈاڑھ جو احد سے بھی بڑی ہے، آگ میں ہوگی، پھر سب لوگ مر گئے اور صرف میں اور رجال باقی رہ گئے، اور مجھے اس بات کا ڈر تھا حتیٰ کہ رجال، مسیلمہ کے ساتھ چلا گیا، اور اس کی نبوت کی گواہی دی، اور رجال کا فتنہ، مسیلمہ کے فتنہ سے بھی بڑا تھا، ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک شیخ سے بحوالہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ قریب آ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے مقدمہ میں حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ اور دائیں اور بائیں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور رات کو ہراول دستہ چالیس یا ساٹھ سواروں کے قریب سے گزرا، جن کا امیر مجاعۃ بن مرارہ تھا، اور وہ بنی تمیم اور بنی عامر سے اپنا بدلہ لینے گیا تھا، اور اب اپنی قوم کی جانب واپس جا رہا تھا، پس ہراول دستہ نے انہیں پکڑ لیا، اور جب سب کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے معذرت پیش کی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق نہ کی اور مجاعۃ کے علاوہ سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس رکھا، کیونکہ وہ جنگ اور جنگی چالوں کا ماہر تھا اور بنی حنیفہ کا شریف مطاع سردار تھا۔

روایت ہے کہ جب انہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: اے بنی حنیفہ تم کیا بولتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم کہتے ہیں کہ ہم میں سے بھی نبی ہے اور تم میں سے بھی نبی ہے، پس آپ رضی اللہ عنہ نے ایک کے سوا جس کا نام ساریہ تھا، سب کو قتل کر دیا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے شخص اگر تو اس سے عدول کے سوا، خیر و شر کا خواہاں ہے تو اس شخص (مجاعۃ بن مرارۃ) کو باقی رکھ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ خیمہ میں رکھا اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا، اور جب دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، تو مسیلمہ نے اپنی قوم سے کہا: آج غیرت کا دن ہے، اگر آج تم لوگوں نے شکست دی تو قیدی عورتوں سے شادیاں ہوں گی، اور وہ پیاری لونڈیاں بنے بغیر نکاح کریں گی، پس اپنے مرتبے کی حفاظت کرو، جنگ کرو اور اپنی عورتوں کو بچاؤ۔ مسلمان آگے بڑھے، حتیٰ کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ایک ٹیلے پر اترے جو یمامہ پر جھانکتا تھا، وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج دو کر دی اور مہاجرین کا علم سالم مولیٰ ابو حذیفہ اور انصار کا علم ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس کے پاس تھا، اور عرب اپنے اپنے جھنڈوں تلے تھے، اور مجاعۃ بن مرارہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بیوی ام تمیم کے ساتھ خیمہ میں مقید تھا، پس مسلمان اور کفار کے آپس میں مقابلہ سخت ہو گیا اور اس مقابلے میں مسلمان بھاگ گئے، اور اعراب کو شکست ہوئی یہاں تک کہ بنو حنیفہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے خیمہ میں گھس گئے اور ام تمیم کو قتل کرنے کا عزم کیا تو مجاعۃ نے اسے پناہ دی اور کہا یہ شریف عورت کیا ہی اچھی ہے۔

اس مقابلے میں رجال بن عنفوہ ملعون قتل ہو گیا، اسے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے قتل کیا، پھر صحابہ رضی اللہ عنہ آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس نے کہا: تم نے اپنے مدمقابل کو بری بات کا عادی بنا دیا ہے اور وہ ہر جانب سے بولے: اے خالد ہمیں منتخب کرو۔ پس مہاجرین و انصار کی ایک پارٹی منتخب کی گئی، اور البراء بن معرور غصے میں آ گیا۔ وہ جب جنگ کو دیکھتا تو اسے کپکپی چڑھ جاتی اور وہ اونٹ کی پشت پر بیٹھ جاتا اور اپنی شلوار میں پیشاب کر دیتا اور پھر شیر کی طرح حملہ کرتا اور بنو حنیفہ نے ایسی جنگ لڑی جس کی مثال نہیں ملتی اور صحابہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے، اور کہنے لگے: اے اصحاب سورۃ البقرۃ! آج جادو کارگر نہیں ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس نے زمین میں اپنی نصف پنڈلیوں تک اپنے پاؤں کے لئے گڑھا کھودا اور وہ کفن پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے انصار کا علم اٹھائے ہوئے تھے اور وہ وہیں پر ثابت قدم رہ کر قتل ہو گئے اور مہاجرین نے سالم رضی اللہ عنہ مولیٰ ابو حذیفہ سے کہا: کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہمیں آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے جھنڈا دیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: اس صورت میں میں بہت بڑا حامل قرآن ہوں گا، اور حضرت زید بن خطاب نے کہا: مضبوطی سے قائم ہو جاؤ، اور دشمن کی جانب چلو اور آگے بڑھو، نیز کہا کہ خدا کی قسم! میں ہرگز بات نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ انہیں شکست دیدے یا میں اللہ سے

جاملوں گا پھر اپنی دلیل کے ساتھ بات کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اہل قرآن! قرآن کو افعال سے زینت دو، اور آپ نے ان پر حملہ کر کے انہیں دور بھگا دیا اور شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہ۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے حملہ کیا، حتیٰ کہ ان سے آگے نکل گئے اور مسیلمہ کے پہاڑوں تک چلے گئے، اور انتظار کیا کہ وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ اسے قتل کریں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور دونوں صفوں کے درمیان ہو کر مبارزت مانگی اور کہا: میں ابن الولید العود ہوں، میں عامر اور زید کا بیٹا ہوں، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے نشان امتیاز سے پکارا ''ان دنوں ان کا نشان امتیاز یا محمداہ تھا'' اور جو کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آتا آپ رضی اللہ عنہ اسے قتل کر دیتے، اور جو چیز بھی آپ رضی اللہ عنہ کے قریب آتی اسے فنا کر دیتے اور مقابلہ پھر سخت ہو گیا، پھر آپ رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے نزدیک ہوئے اور اس کو نصف اور حق کی طرف رجوع کرنے کی پیشکش کی تو مسیلمہ کا شیطان اس کو برگشتہ کر دیتا اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی بات قبول نہ کرتا، اور جب کبھی بھی مسیلمہ کسی بات کے قریب آنے لگتا، اس کا شیطان اس کی گردن کج کر دیتا پس حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ کر واپس چلے گئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اعراب انصار سے مہاجرین کو الگ کر دیا اور سب بنی اَب اپنے اپنے علم تلے جنگ کرتے تھے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ انہیں کہاں سے دیا جاتا ہے اور اس میدان کارزار میں صحابہ رضی اللہ عنہ نے جس جوش و جذبے کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی ہے، اور وہ مسلسل اپنے دشمنوں کے سینوں کی طرف پیش قدمی کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان پر فتح دی اور کفار کو پسپائی ہوئی انہوں نے ان کو مارتے ہوئے تعاقب کیا اور ان کی گردنوں پر جہاں چاہی تلوار ماری یہاں تک کہ وہ موت کے منہ میں جانے کے لئے باغیچے میں داخل ہو گئے اور محکم الیمامہ (محکم بن الطفیل لعنہ اللہ) نے انہیں اس باغیچے میں جانے کا مشورہ دیا تھا، اور ان کے درمیان دشمن خدا مسیلمہ لعنہ اللہ بھی تھا، اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے محمد بن الطفیل کی گردن میں تیر مارا اور وہ تقریر کر رہا تھا، پس آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا، اور بنوحنیفہ نے باغیچے کا دروازہ بند کر دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کا محاصرہ کر لیا، اور حضرت البراء بن مالک نے کہا: اے گروہ مسلمین! مجھے باغیچہ میں ان تک پہنچا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو لاٹھیوں پر اٹھا کر اور انہیں نیزوں پر بلند کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو باغیچے کی دیوار کے اوپر سے ان تک پہنچا دیا، اور آپ رضی اللہ عنہ دروازے پر مسلسل ان سے لڑتے رہے، اور بالآخر آپ رضی اللہ عنہ نے دروازے کو کھول دیا اور مسلمان باغیچے کی دیواروں اور دروازوں سے باغیچے میں داخل ہو گئے، اور اہل یمامہ کے مرتدین کو قتل کر دیا، حتیٰ کہ وہ مسیلمہ ملعون تک پہنچ گئے تو دیکھا کہ وہ دیوار کے ایک شگاف میں کھڑا ہے خاکستری رنگ کے اونٹ کی طرح وہ اس پر چڑھنا چاہتا تھا مگر غصے سے غافل ہو چکا تھا، اور جب اس کا شیطان اس سے ملتا تو اس کی باچھوں سے جھاگ نکلنے لگتا۔

حضرت جبیر بن مطعم کا غلام وحشی بن حرب (حضرت حمزہ کا قاتل) اس کی طرف بڑھا اور اسے ایسا نیزہ مارا جو اس کے دوسری جانب سے نکل گیا اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سماک بن حرشہ نے جلدی سے جا کر اسے تلوار ماری تو وہ گر پڑا اور محل سے ایک عورت نے آواز دی: ہائے! حسینوں کے امیر کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔ باغیچے اور معرکہ میں مجموعی طور پر قتل ہونے والے تقریباً دس ہزار جانباز تھے، اور ایک روایت ہے کہ اکیس ہزار تھے، اور مسلمانوں کے چھ سو افراد شہید ہوئے، اور ایک روایت ہے کہ پانچ سو تھے، واللہ اعلم۔ اور ان میں سادات صحابہ رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے سردار بھی تھے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور مجاعۃ بن مرارہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے آئے اور آپ رضی اللہ عنہ اسے مقتولین کو دکھانے لگے تاکہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کا تعارف کرائے اور جب رضی اللہ عنہ وہ رجال بن عنفوہ کے قریب سے گذرے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وہ یہ ہے؟ اس نے کہا نہیں: خدا کی قسم! یہ تو اس سے بہتر ہے یہ رجال بن عنفوہ ہے۔

سیف بن عمر روایت کرتے ہیں، پھر وہ ایک زرد رنگ چپٹی اور سرے سے اٹھی ہوئی ناک والے شخص کے قریب سے گزرے تو اس نے کہا یہ تمہارا دوست ہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص کی اتباع کرنے پر خدا تمہارا برا کرے، پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سواروں کو یمامہ کے قلعوں کے آس پاس جو مال اور قیدی تھے، انہیں لانے کو بھیجا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے قلعوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، اور ان میں صرف عورتیں، بچے اور بوڑھے ہی بچے تھے، پس مجاعۃ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا اور کہا کہ یہ نوجوانوں اور جانبازوں سے بھرے ہوئے ہیں مجھ سے ان

کے معاملے میں مصالحت کرلو، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی کثرت جنگ کی تکلیف ومشقت دیکھ کر اس سے مصالحت کرلی۔ اس نے کہا: مجھے ان کے پاس جانے دیجئے، تا کہ وہ مجھ سے صلح پر اتفاق کرلیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ، پس مجاعہ ان کے پاس گئے! عورتوں کو زرہیں پہنے اور قلعوں کی چوٹیوں پر جانے کا حکم دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو چوٹیاں لوگوں کے سروں سے بھری ہوئی تھیں تو حضرت خالد نے انہیں مجاعہ کے قول کے مطابق آدمی خیال کیا اور صلح کا انتظار کرنے لگے، اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں دعوت اسلام بھیجا تو وہ سارے مسلمان ہوگئے اور حق کی جانب دوبارہ آگئے۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جن عورتوں کو قیدی بنایا تھا، ان میں سے چند کو انہیں واپس کردیا اور بقیہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے ان میں سے ایک لڑکی کو لونڈی بنایا اور وہی آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد کی ماں ہے، جو محمد بن الحنفیہ کہلاتے ہیں، اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بن الازور نے جنگ یمامہ کے متعلق اشعار کہے:

اگر ہمارے متعلق جنوب سے پوچھا گیا تو وہ اس شام کو ضرور جواب دے گی جب عقرباء اور ملہم سوال کریں گی۔ اور اس نے وادی کی چوٹی دریافت کی تو اس کے پتھروں سے دشمنوں کا خون بہنے لگا، اس شام کو علاوہ کاٹنے والی مشرقی تلوار، نیزے اور تیر اپنی جگہ کام نہ دیتے تھے، اے جنوب! اگر تو مسیلمہ کے سوا، کفار کی تلاش کرتی ہے تو میں دین کا تابع ہوں، جب جہاد کا موقع ہوگا تو میں جہاد کروں گا اور اس مرد مجاہد کے کیا کہنے جو زیادہ علم رکھتا ہے۔

خلیفہ بن خیاط، محمد بن جریر اور سلف میں سے بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ ۱۱ھ میں ہوئی تھی، اور ابن قانع کی روایت ہے کہ یہ ۱۱ھ کے آخر میں ہوئی تھی، اور واقدی اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ وہ ۱۲ھ میں ہوئی تھی، اور ان کے درمیان تطبیق یہ ہوگی کہ اس جنگ کا آغاز ۱۱ھ میں ہوا اور اختتام ۱۲ھ میں ہوا، واللہ اعلم۔

جب بنوحنیفہ کے وفود، حضرت صدیق کے پاس آئے تو آپ نے انہیں فرمایا، مسیلمہ کے قرآن سے ہمیں کچھ سناؤ تو وہ کہنے لگے، اے خلیفۂ رسول کیا آپ ہمیں معاف کریں گے آپ نے فرمایا آپ کو وہ ضرور سنانا پڑے گا، وہ کہنے لگے، وہ کہا کرتا تھا:

یا ضفدع بنت الضفدعین لکم تقین، لا الماء تکدرین ولا الشارب تمنعین، رأسک فی الماء وذنبک فی الطین

"اے مینڈکی جو دو مینڈکوں کی بیٹی ہے، تمہارے لئے پانی صاف ہے اور تو پانی کو گدلا نہیں کرتی اور نہ پینے والے کو منع کرتی ہے، تیرا سر پانی میں اور تیری دم کیچڑ میں ہوتی ہے"۔

نیز وہ کہتا تھا: والمبذرات زرعا والحاصدات حصدا والذاریات قمحا والطاحنات طحنا والخابزات خبزا والثاردات ثردا واللاقمات لقما إهالة وسمنا لقد فضلتم علی اهل الوبر، وما سبقکم اهل المدر، رفیقکم فامنعوه، والمعتر فآووه، والناعی فواسوه.

"اور قسم ہے کھیتی کا بیج ڈالنے والی جماعت کی اور کھیتی کاٹنے والی جماعتوں کی اور گندم اڑانے والی جماعتوں کی، اور پیسنے والی جماعتوں کی اور روٹی پکانے والی جماعتوں کی اور ثرید بنانے والی جماعتوں کی اور چربی اور گھی کے لقمے لینے والی جماعتوں کی، تحقیق تم دیہاتی لوگوں سے بڑھ گئے ہو اور نہ شہر والوں نے تم سے سبقت کی ہے اور اپنے ساتھی کی حفاظت کرو اور فقیر کو پناہ دو، اور موت کی خبر دینے والے سے ہمدردی کرو"

انہوں نے ان خرافات کا بھی ذکر کیا جن کے بیان کرنے سے کھیلتے ہوئے بچے بھی برا مناتے ہیں، کہتے ہیں حضرت صدیق نے ان سے فرمایا تمہارا برا ہو، اور وہ تمہارے قول کو کہاں لے جاتا تھا؟ بلاشبہ یہ کلام اچھے اصل سے نہیں نکلا اور وہ کہا کرتا تھا۔

والفیل وما ادراک ما الفیل، له زلوم طویل، نیز کہتا تھا، **والليل الدامس والذئب الهامس ما قطعت اسدمن رطب ولا یابس**، اور قبل ازیں اس کا یہ قول بیان ہو چکا ہے کہ **لقد انعم الله علی الحبلیٰ، اخرج منها نسمة تسعیٰ من بین صفاق وحشی** اور اس قسم کا کمزور اور خفیف کلام بیان کیا کرتا تھا۔

ابوبکر ابن الباقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں مسیلمہ، طلیحہ، اسود اور سجاح وغیرہ جاہل اور کذاب نبیوں کے کلام کا کچھ حصہ بیان کیا ہے، جو ان کی کم عقلی اور ان کے پیروکاروں کی کم عقلی پر دلالت کرتا ہے، جنہوں نے گمراہی اور باطل میں ان کی پیروی کی۔

ہم نے حضرت عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ وہ اپنے زمانہ جاہلیت میں مسیلمہ کے پاس گئے، تو مسیلمہ نے ان سے پوچھا، اس وقت تمہارے ساتھی پر کیا کلام اترا ہے؟ تو عمرو نے اسے کہا، ان پر ایک مختصر اور بلیغ صورت اتری ہے، اس نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا:

والعصر ان الانسان لفی خسر الاالذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

راوی بیان کرتا ہے، مسیلمہ نے کچھ دیر سوچا، پھر اپنا سر اٹھایا اور کہا، مجھ پر بھی اسی جیسی صورت نازل ہوئی ہے، عمرو نے اس سے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو مسیلمہ نے کہا:

یاوبر یاوبر، انما انت ایراد وصدر، وسائرک حضر نقر

پھر کہنے لگا اے عمرو تیرا کیا خیال ہے؟ عمرو نے اسے کہا خدا کی قسم تجھے اچھی طرح علم ہے کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔

علمائے تاریخ نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کیا کرتا تھا، اسے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں تھوکا تو اس کا پانی بڑھ گیا، پس اس نے ایک کنویں میں تھوکا تو اس کا پانی کلیۃً خشک ہو گیا۔ اور ایک کنوئیں میں تھوکا تو اس کا پانی کڑوا ہو گیا، اور اس نے وضو کیا اور اپنے وضو کے پانی سے کھجور کے ایک درخت کو سیراب کیا تو وہ خشک ہو گیا اور تباہ ہو گیا، اور وہ کچھ لڑکوں کے پاس انہیں برکت دینے آیا اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے لگا اور ان میں سے بعض کے سر کو اس نے چھیل دیا، اور بعض کی زبان ہکلاتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک شخص کے لئے دعا کی جس کی آنکھوں میں تکلیف تھی، پس اس نے اس کی دونوں آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ اندھا ہو گیا۔

سیف بن عمر نے عن خلید بن زفر نمری عن عمیر بن طلحہ عن ابیہ بیان کیا ہے کہ وہ یمامہ آیا تو کسی اعرابی نے پوچھا مسیلمہ کہاں ہے؟ اس نے کہا خاموش ہو جاؤ اور رسول اللہ کہا، اس نے کہا جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں، رسول اللہ نہیں کہوں گا، جب وہ آیا تو اس نے پوچھا تو مسیلمہ ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے پوچھا تیرے پاس کون آتا ہے؟ اس نے کہا رحمن، اس نے کہا کیا نور میں آتا ہے یا ظلمت میں؟ اس نے کہا ظلمت میں، اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو کذاب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں، لیکن ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر کے صادق سے زیادہ محبوب ہے اور یہ دیہاتی اس کا پیروکار بن گیا، اور عقرباء کے روز اس کے ساتھ ہی قتل ہوا، اللہ اس پر رحم نہ کرے۔

باشندگان بحرین کے ارتداد اور اسلام کی طرف واپسی کا بیان

ان کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی کو ان کے بادشاہ المنذر بن ساوی العبدی کے پاس بھیجا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا، اور ان میں اسلام اور عدل وانصاف کو قائم کیا، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، تو آپ کے تھوڑا عرصہ بعد المنذر بھی فوت ہو گیا اور اس کی بیماری کے وقت حضرت عمرو بن العاص اس کے پاس گئے، تو اس نے آپ سے کہا اے عمرو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مریض کے لئے اس کے مال میں سے کچھ مقرر کرتے ہیں، آپ نے جواب دیا تہائی مال مقرر کرتے ہیں، اس نے کہا میں اس مال کو کیا کروں، آپ نے فرمایا اگر آپ چاہیں تو اپنے بعد اسے محفوظ وقف بنا دیں، اس نے کہا میں پسند نہیں کرتا کہ اسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، اور حام کی طرح بناؤں، بلکہ میں اسے صدقہ کر دوں گا، پھر اس نے ایسے ہی کیا اور فوت ہو گیا، اور حضرت عمرو بن العاص اس سے تعجب کرتے تھے، پس جب المنذر فوت ہو گیا تو بحرین کے باشندے مرتد ہو گئے، اور انہوں نے الغرور کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور وہ المنذر بن النعمان بن المنذر تھا، اور ان کے ایک آدمی نے کہا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے اور جواثا بستی کے سوا کوئی بستی اسلام پر قائم نہ رہی اور یہ پہلی بستی تھی جس نے مرتدین میں سے نماز جمعہ کو قائم کیا، جیسا کہ بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے، مرتدین نے ان کا محاصرہ کر لیا اور انہیں تنگ کیا اور ان کا غلہ روک لیا اور وہ

سخت جھوکے ہوئے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے کشائش پیدا کی اور ان کے ایک شخص عبداللہ بن حذف نے، جو بکر بن کلاب کا آدمی تھا، بھوک کی شدت سے تنگ ہو کر کہا:

''اے حضرت ابوبکر اور مدینہ کے سب جوانوں کو پیغام پہنچا دو، کہ کیا تمہارے پاس ان معزز لوگوں کے لئے کچھ ہے جو جواثا میں محصور ہیں؟ اور ہر راستے میں ان کے خون سورج کی شعاع کی طرح دیکھنے والوں کو ڈھانکے ہوئے ہیں، ہم نے رحمٰن خدا پر توکل کیا ہے اور ہم نے توکل کرنے والوں کے لئے صبر پایا ہے۔''

ان کے اشراف میں سے ایک شخص جارود بن معلی نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھا، ان میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے کہا اے گروہ عبدالقیس میں تم سے ایک بات دریافت کرنے والا ہوں، اگر تمہیں اس کے متعلق علم ہو تو مجھے بتانا، اور اگر تمہیں اس کا علم نہیں تو مجھے جواب نہ دینا، انہوں نے کہا پوچھئے، اس نے کہا کیا تمہیں علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی اللہ کے انبیاء تھے؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں اس نے کہا تم اسے جانتے ہو یا اسے دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اسے جانتے ہیں، اس نے کہا انہوں نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا وہ فوت ہو گئے، اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح فوت ہو گئے ہیں جیسے وہ فوت ہو گئے ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، انہوں نے کہا ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور تو ہمارا افضل اور سردار آدمی ہے اور وہ اپنے اسلام پر قائم رہے اور انہوں نے بقیہ لوگوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا، اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت صدیق نے ان کی طرف حضرت العلاء بن الحضرمی کو بھیجا، آپ جب بحرین کے نزدیک آئے تو ثمامہ بن آثال ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ آپ کے پاس، اور ان نواح کے سب امراء بھی آ کر حضرت العلاء بن الحضرمی کی فوج میں شامل ہو گئے، حضرت العلاء نے ان کا اکرام کیا اور انہیں خوش آمدید کہا اور ان سے حسن سلوک کیا، اور حضرت العلاء، مستجاب الدعوات، عبادت گزار علماء صحابہ کے سادات میں سے تھے، اس غزوہ میں آپ سے یہ اتفاق ہوا کہ آپ ایک منزل پر اترے اور ابھی لوگ زمین پر ٹکے بھی نہ تھے، کہ اونٹ فوج کے سامان خورد ونوش اور خیموں سمیت بھاگ گئے، اور وہ صرف اپنے کپڑوں کے ساتھ ہی زمین پر باقی رہ گئے، اور اس کے سوا، ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ اور یہ واقعہ رات کو ہوا۔ اور وہ ایک اونٹ کو بھی نہ پکڑ سکے، اور لوگوں کو بے حد اور نا قابل بیان غم نے آلیا، اور وہ ایک دوسرے کو وصیتیں کرنے لگے، حضرت العلاء کے منادی نے آواز دی تو لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا اے لوگو! کیا تم مسلمان نہیں؟ کیا تم راہ خدا میں جہاد میں نہیں؟ کیا تم انصار اللہ نہیں؟ انہوں نے کہا بیشک، آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ، خدا کی قسم جس شخص کی حالت تمہارے جیسی ہو اللہ تعالیٰ اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، فجر کے طلوع ہونے پر اذان دی گئی، تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اور جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور لوگ بھی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے، اور دعا میں لگ گئے، اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی اسی طرح کیا، یہاں تک سورج طلوع ہو گیا اور لوگ آفتاب کے سراب کی طرف دیکھنے لگے، جو یکے بعد دیگرے چمکتا تھا، اور وہ خوب زور سے دعا کر رہے تھے، جب آپ نے تیسری بار دعا کی تو اچانک اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک جانب خالص پانی کا تالاب بنا دیا، پس آپ اور لوگ چل کر اس کے پاس گئے اور پانی پیا اور غسل کیا اور ابھی دن بلند نہیں ہوا تھا کہ اونٹ ہر راستے سے مع ساز و سامان آ گئے اور لوگوں کے سامان سے ایک دھاگہ بھی گم نہ ہوا، اور انہوں نے اونٹوں کو ایک دفعہ سیراب کرنے کے بعد دوسری دفعہ سیراب کیا اور اس فوج کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ نشان دیکھا پھر جب آپ مرتدین کی فوجوں کے نزدیک ہوئے۔ اور انہوں نے بہت مخلوق کو جمع کیا۔ تو آپ اتر پڑے اور وہ بھی اتر پڑے اور انہوں نے ایک دوسرے کے نزدیک منازل میں رات گزاری، اسی دوران میں کہ مسلمان شب بسری میں تھے، مرتدین کی فوجوں میں حضرت العلاء نے بلند آواز کو سنا، تو آپ نے فرمایا ہمیں ان لوگوں کے حالات کے بارے میں کون شخص اطلاع فراہم کرے گا؟ تو عبداللہ بن حذف کھڑے ہوئے اور ان کے اندر چلے گئے، تو انہوں نے ان کو شراب میں مدہوش پایا اور واپس آ کر آپ کو اطلاع دی، حضرت العلاء بلا توقف سوار ہو گئے، اور فوج بھی آپ کے ساتھ تھی، آپ نے ان پر اچانک حملہ کر دیا اور انہیں خوب قتل کیا اور ان میں سے تھوڑے لوگ ہی بھاگ سکے، اور آپ نے ان کے اموال و ذخائر اور سامان پر قبضہ کر لیا، اور یہ ایک بہت بڑی غنیمت تھی، اور الحطم بن ضبیعہ بن قیس بن ثعلبہ کا بھائی جو قوم کے سرداروں میں سے تھا، سویا ہوا تھا اور جب مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا تو وہ حیران ہو کر اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کی رکاب ٹوٹ گئی، اور وہ کہنے لگا میری رکاب

کون درست کرے گا، تو رات کو ایک مسلمان آیا اور اس نے کہا میں رکاب کو تمہارے لیے درست کر دیتا ہوں، اپنا پاؤں اٹھاؤ، جب اس نے اسے اٹھایا تو اس نے اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کے پاؤں کے ساتھ اسے بھی کاٹ دیا، اس نے مسلمان کو کہا میرا کام تمام کر دو، اس نے کہا میں نہیں کروں گا، اور وہ بچھڑا پڑا رہا اور جب کوئی شخص اس کے پاس سے گزرتا تو اسے قتل کرنے کو کہتا، تو وہ انکار کر دیتا، یہاں تک کہ قیس بن عاصم اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اسے کہا میں الحطم ہوں مجھے قتل کر دو، تو اس نے اسے قتل کر دیا اور جب اس نے اس کے پاؤں کو کٹا ہوا دیکھا تو اس کے قتل کرنے پر نادم ہوا اور کہنے لگا، ہائے برا ہو، اگر مجھے اس کی حالت کا علم ہوتا تو میں اسے حرکت نہ دیتا، پھر مسلمان شکست خوردوں کے تعاقب میں لگ گئے اور انہیں ہر گھات اور راستے میں قتل کرنے لگے، اور ان میں سے فرار ہونے والوں کی اکثریت سمندر میں کشتیوں پر سوار ہو کر دارین کی طرف چلی گئی پھر حضرت العلاء بن الحضرمی غنیمت کی تقسیم اور سامان کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے اور اس سے فارغ ہو کر آپ نے مسلمانوں سے کہا، ہمیں دارین لے چلو تا کہ ہم ان دشمنوں سے جنگ کریں، جو وہاں موجود ہیں تو انہوں نے جلدی سے اس کا جواب دیا اور آپ ان کو لے کر ساحل سمندر پر آ گئے تا کہ وہ کشتیوں میں سوار ہوں، آپ نے دیکھا کہ مسافت دور ہے اور یہ کشتیوں پر ان کے پاس نہیں پہنچیں گے اور دشمنان خدا چلے جائیں گے، پس آپ گھوڑے سمیت سمندر میں داخل ہو گئے، اور آپ کہہ رہے تھے، **یا ارحم الراحمین یا حکیم یا کریم یا احد یا صمد یا حی یا محیی یاقیوم یا ذالجلال والاکرام لاالہ الا انت ربنا**، اور آپ نے فوج کو حکم دیا کہ یہ کلمات پڑھیں اور سمندر میں گھس جائیں، انہوں نے ایسے ہی کیا اور آپ انہیں اذن الٰہی سے کھاڑی سے پار لے گئے، اور وہ نرم ریت پر چلتے تھے، جس کے اوپر پانی تھا، جو اونٹوں کے پاؤں اور گھوڑوں کے گھٹنوں تک نہ پہنچتا تھا، اور کشتیوں کے لئے اس کا سفر ایک دن رات کا تھا، پس آپ نے دوسرے کنارے تک اسے طے کیا، اور آپ نے اپنے دشمنوں سے جنگ کر کے ان کو مغلوب کر لیا اور ان کے غنائم کو سمیٹا پھر واپس آ گئے، اور دوسرے کنارے تک اسے طے کیا اور پہلی جگہ پر واپس آ گئے اور یہ سب کچھ ایک دن میں ہوا اور آپ نے دشمن کا کوئی مخبر نہ چھوڑا اور بچوں، چوپاؤں اور اموال کو لے آئے اور مسلمانوں نے سمندر میں کوئی چیز ضائع نہ کی، ہاں ایک مسلمان کے گھوڑے کا توبرا گم ہو گیا اور حضرت العلاء واپس جا کر اسے بھی لے آئے، پھر آپ نے مسلمانوں میں غنائم کو تقسیم کیا اور فوج کی کثرت کے باوجود، سوار کو دو ہزار اور پیادے کو ایک ہزار درہم ملے اور آپ نے حضرت صدیق کو خط لکھ کر یہ بات بتائی اور حضرت صدیق نے ان کے کارنامے پر شکریہ ادا کرنے کے لئے آدمی بھیجا اور ایک مسلمان عفیف بن المنذر نے ان کے سمندر پر سے گزرنے پر کہا

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سمندر کو رام کر دیا ہے اور کفار پر ایک عظیم مصیبت اتاری ہے، انہوں نے ہمیں سمندر کے کنارے کی طرف بلایا، تو وہ ہمارے پاس اوائل کے سمندر پھٹنے سے بھی عجیب تر کرامت لایا۔

سیف بن عمرو تمیمی نے بیان کیا ہے کہ وہ ان مواقع و مشاہد میں مسلمانوں کے ساتھ تھا، جن میں انہوں نے حضرت العلاء کی ان کرامات کو دیکھا، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ جاری کیں، اس وقت ہجر کے باشندوں میں سے ایک راہب نے اسلام قبول کیا تو اس سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کونسی چیز اسلام کی طرف لائی ہے تو اس نے کہا جو نشانات میں نے دیکھے ہیں اگر میں ان کے دیکھنے کے بعد اسلام قبول نہ کرتا تو مجھے خدشہ تھا کہ اللہ مجھے مسخ کر دے گا، نیز کہا میں نے سحر کے وقت ہوا میں پکار سنی، لوگوں نے پوچھا وہ کیا تھی؟ اس نے کہا (**اللھم انت الرحمن لا الہ غیرک، والبدیع لیس قبلک شیی، والدائم غیر الغافل، والذی لا یموت وخالق ما یری وما لایری، وکل یوم انت فی شان وعلمت اللھم کل شیی علما**) وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ امر الٰہی پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں، راوی بیان کرتا ہے وہ بہت اچھا مسلمان ہوا اور صحابہ اس سے باتیں سنا کرتے تھے۔

اہل عمان اور مہرہ یمن کے ارتداد کا بیان

اہل عمان میں ایک شخص نمودار ہوا جسے ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی کہا جاتا تھا، اور جاہلیت میں اس کا نام الجلندی تھا، اس نے بھی اسی طرح دعویٰ نبوت کیا اور اہل عمان کے جہلاء نے اس کی متابعت کی اور وہ عمان پر متغلب ہو گیا اور اس کے جیفر اور عباد کو مغلوب کر کے ان دونوں کو پہاڑوں

اور سمندر کی نواحی اطراف کی طرف جانے پر مجبور کر دیا، پس جیفر نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف آدمی بھیجا، جس نے آپ کو سب حالات بتائے اور آپ سے کمک مانگی، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دو امیروں، حذیفہ بن محصن حمیری اور عرفجہ البارقی ازدی کو اس کے پاس بھیجا، حذیفہ کو عمان کی طرف اور عرفجہ کو مہرہ کی طرف، اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں اکٹھے رہیں اور عمان سے ابتداء کریں اور حذیفہ امیر ہوں گے اور جب وہ بلاد مہرہ کی طرف جائیں تو عرفجہ امیر ہوں گے۔

اس سے پہلے ماقبل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عکرمہ بن ابوجہل کو مسیلمہ کی طرف بھیجا تو ان کے پیچھے شرحبیل بن حسنہ کو بھیجا، اور حضرت عکرمہ نے جلد بازی سے کام لیا اور شرحبیل کی آمد سے قبل ہی مسیلمہ پر حملہ کر دیا، تاکہ آپ اکیلے ہی فتح حاصل کریں، پس مسیلمہ سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو زخم لگے، اور وہ واپس پلٹ آئے، حتی کہ خالد بن ولید آ گئے اور انہوں نے مسیلمہ کو مغلوب کیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضرت صدیق نے انہیں ان کی جلد بازی پر ملامت کا خط لکھا اور فرمایا کہ میں آزمائش کے بعد تمہارے بارے میں نہ کچھ سنوں اور نہ دیکھوں، اور انہیں حکم دیا کہ وہ حذیفہ اور عرفجہ کے ساتھ مل کر عمان کو جائیں، اور تم میں سے ہر کوئی اپنی فوج کا امیر ہوگا اور جب تک تم عمان میں ہو، لوگوں کے امیر حذیفہ ہوں گے، اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مہرہ کی طرف چلے جاؤ اور جب تم وہاں سے فارغ ہو جاؤ، تو یمن اور حضرموت کی طرف چلے جانا اور مہاجر بن ابی امیہ کے ساتھ ہو جانا اور حضرموت اور یمن کے درمیان تمہیں جو مرتد ملے، اسے سزا دو، حضرت عکرمہ، حضرت صدیق کے حکم کے مطابق حذیفہ اور عرفجہ کے عمان پہنچنے سے قبل ان کے ساتھ جا ملے، اور ان دونوں کو حضرت صدیق نے لکھ کہ وہ فراغت کے بعد عمان سے چلنے یا وہاں پر ٹھہرنے کے بارے میں حضرت عکرمہ کی رائے تک پہنچیں، پس وہ چل پڑے اور جب وہ عمان کے نزدیک آئے، تو انہوں نے جیفر سے مراسلت کی اور لقیط بن مالک کو بھی فوج کی آمد کی اطلاع مل گئی، لہٰذا وہ اپنی فوج کے ساتھ نکلا اور دبا مقام پر پڑاؤ کر لیا، یہ مقام اس علاقے کا شہر اور بڑی منڈی تھی، اور اس نے بچوں اور اموال کو ان کے پیچھے رکھا تاکہ ان کی جنگ کے لئے قوت کا باعث ہو اور جیفر اور عباد، صحار مقام پر اکٹھے ہو گئے، اور وہیں پڑاؤ کر لیا، اور حضرت صدیق کے امراء کی طرف پیغام بھیجا اور وہ مسلمانوں کے پاس آئے، اور دونوں فوجیں وہاں آمنے سامنے ہو گئیں، اور شدید جنگ ہوئی، اور مسلمان آزمائش میں پڑ گئے، اور قریب تھا کہ وہ پشت پھیر جائیں، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس نازک گھڑی میں، بنی ناجیہ اور عبدالقیس کے امراء کی جماعت کے ساتھ ان کے پاس فوج بھیج دی اور جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انہیں فتح و کامیابی حاصل ہوئی، اور مشرکین پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان میں سے دس ہزار جانبازوں کو قتل کر دیا اور بچوں کو قید کر لیا اور تمام اموال اور منڈی پر قبضہ کر لیا، اور امیر عرفجہ کے ساتھ خمس کو حضرت صدیق کے پاس بھیجا، پھر عرفجہ اپنے اصحاب کے پاس واپس آ گئے۔

اور جب وہ عمان سے فارغ ہو گئے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو حضرت عکرمہ فوجوں کے ساتھ اور جو لوگ ان میں شامل ہو گئے تھے، ان کے ساتھ بلاد مہرہ کو گئے، حتی کہ آپ مہرہ میں داخل ہو گئے، اور آپ نے ان کو دو فوجوں میں منقسم پایا، ایک کا امیر۔ جو زیادہ تھی۔ المصبح تھا، جو بنی محارب کا ایک شخص تھا، اور دوسری فوج کا امیر شخریت تھا اور دونوں میں اختلاف پایا جاتا تھا، اور یہ اختلاف مومنین کے لیے رحمت تھا، حضرت عکرمہ نے شخریت کے ساتھ خط و کتابت کی تو اس نے آپ کو جواب دیا اور حضرت عکرمہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور مسلمان اس سے طاقتور ہو گئے اور المصبح کا دل کمزور ہو گیا، حضرت عکرمہ نے اسے دعوت الی اللہ اور سمع و اطاعت کرنے کا پیغام بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی کثرت اور شخریت کی مخالفت کی وجہ سے دھوکہ کھا گیا اور اپنی سرکشی پر اصرار کرنے لگا، تو حضرت عکرمہ اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی طرف بڑھے اور المصبح کے ساتھ، دبا مقام کی جنگ سے بڑھ کر سخت جنگ کی پھر اللہ تعالیٰ نے فتح و کامیابی عطا فرمائی اور مشرکین بھاگ گئے اور المصبح اور اس کی قوم کے بہت سے آدمی قتل ہو گئے اور مسلمانوں نے ان کے اموال کو غنیمت میں حاصل کیا اور غنیمت میں منجملہ اور چیزوں کے ایک ہزار عمدہ گھوڑیاں بھی تھیں پس ان سب چیزوں نے حضرت عکرمہ کو دلیر کر دیا اور آپ نے اس کے خمس کو شخریت کے ساتھ حضرت صدیق کے پاس بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فتح عطا فرمائی اس کے متعلق آپ کو بتایا اور مخزوم کے بنی عابد کے ایک شخص السائب کے ہاتھ خوشخبری بھی بھیجی اور اس بارے میں علجوم نامی ایک شخص نے یہ اشعار کہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شحریت اور ہاشم اور فرضم کو جب وہ دو دو میل اونٹیوں کو ہمارے پاس لائے، ایسے خطا کار کی جزا دے جو کسی عہد کی نگہبانی نہیں کرتا اور نہ اس سے اس چیز کی امید رکھتا ہے جس کی اقارب سے امید کی جاتی ہے اے عکرمہ اگر میری قوم کی فوج اور ان کے کارنامے نہ ہوتے تو فضا میں بھی تمہارے لئے راستے تنگ ہو جاتے اور ہماری مثال اس شخص کی ہے جس نے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو کاٹا اور زمانے میں ہم پر مصائب نازل ہوئے۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب اسود عنسی یمن میں نمودار ہوا تو اس نے یمن کے بہت سے کمزور عقل اور کمزور دین آدمیوں کو گمراہ کر دیا حتیٰ کہ ان میں سے بہت سے لوگ یا ان کی اکثریت اسلام سے مرتد ہو گئی اور یہ کہ اسے تین امراء قیس بن مکشوح، فیروز دیلمی اور داذویہ نے قتل کیا، اس بات کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع ملی تو اہل یمن جس حیرت و شک میں پڑے ہوئے تھے اس میں اضافہ ہو گیا اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور حضرت صدیق نے اہل یمن کے امراء و رؤساء کو لکھا کہ وہ فیروز اور قیس بن مکشوح کی مدد کریں اور آپ کی فوجیں جلد ان کے پاس پہنچ جائیں گی اور قیس نے دو آخری امیروں کے قتل کی خواہش کی مگر وہ داذویہ پر ہی قابو پا سکا اور فیروز دیلمی اس سے بچ گیا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس نے کھانا پکایا اور سب سے پہلے داذویہ کو پیغام بھیجا جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے جلدی سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا پھر اس نے فیروز کو اپنے ہاں آنے کا پیغام بھیجا اور جب وہ راستے ہی میں تھا تو اس نے ایک عورت کو دوسری عورت سے کہتے سنا کہ خدا کی قسم یہ بھی اپنے ساتھی کی طرح قتل ہو گا، پس وہ راستے ہی سے واپس مڑ گیا اور اس نے اصحاب کو داذویہ کے قتل کے متعلق اطلاع دی او روہ اپنے خولانی ماموؤں کے پاس فیروز، داذویہ کی اولاد کو یمن سے جلاوطن کر دیا اور ایک دستہ خشکی میں اور ایک دستہ سمندر میں بھیجا، پس فیروز غضبناک ہو کر بہت سی مخلوق کے ساتھ نکلا اور اس کی قیس کے ساتھ مڈبھیڑ ہوئی اور باہم شدید جنگ ہوئی پس اس نے قیس اور اس کی عوامی فوج اور اسود عنسی کی بقیہ فوج کو شکست دی اور انہوں نے ہر جانب انہیں شکست دی اور قیس اور عمرو بن معدیکرب قید ہو گئے اور عمرو بھی اسی طرح مرتد ہو گیا تھا اور اس نے اسود عنسی کی بیعت کر لی تھی اور مہاجر بن ابی امیہ نے ان دونوں کو قید کر کے حضرت صدیق کی طرف بھیجا تو آپ نے ان دونوں کو زجر و توبیخ کی تو ان دونوں نے آپ کے پاس معذرت کی اور آپ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر لیا اور بھیج دیا اور ان کی اندرونی کیفیت کو حوالہ بخدا کیا اور ان کو آزاد کر دیا اور ان کو اپنی اپنی قوم کی طرف واپس بھیج دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یمنی کارندے طویل جنگوں کے بعد اپنی ان جگہوں پر واپس آ گئے جہاں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھے، اگر ہم ان کے بیان کا استقصاء کریں تو ان کا ذکر طویل ہو جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جزیرہ عرب کی ہر جانب کے باشندوں میں سے بعض نے ارتداد اختیار کر لیا تھا، پس حضرت صدیق نے امراء اور جیوش کو ان کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان اطراف میں رہنے والے مؤمنین کے مددگار ہوں اور ان میدان ہائے کارزار میں جس میدان میں بھی مؤمنین اور مشرکین کا مقابلہ ہوا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فوج وہاں کے مرتدین پر غالب آئی اور ان کو خوب قتل کیا اور بہت سی غنائم حاصل کیں، جس سے وہاں کے باشندے طاقت حاصل کرتے اور خمس کو حضرت صدیق کی طرف بھیجتے اور وہ اسے لوگوں میں خرچ کر دیتے اور اسی طرح انہیں بھی قوت حاصل ہو جاتی اور عجمیوں اور رومیوں میں سے جو لوگ ان سے جنگ کے خواہاں ہوتے وہ ان سے جنگ کے لئے تیار ہو جاتے، جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل بیان ہو گی۔

اور مسلسل یہی کیفیت رہی حتیٰ کہ جزیرہ عرب میں صرف اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل ذمہ ہی باقی رہ گئے، جیسا کہ اہل نجران اور ان کے طریق کو اختیار کرنے والوں کا حال ہے اور ان جنگوں میں سے اکثر جنگیں ۱۱ھ کے آخر اور ۱۲ھ کے شروع میں ہوئیں۔ اب ہم ان حوادثات کے بعد ان مشاہیر و اعیان کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اس سال وفات پائی، وباللہ المستعان۔

اور اس سال میں حضرت معاذ بن جبل یمن سے واپس آ گئے، اور حضرت ابوبکر صدیق نے اس سال، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کو اپنے پاس رکھا۔

اس سال وفات پانے والوں کا ذکر

یعنی ۱۱ھ میں وفات پانے والے مشاہیر و اعیان، ہم نے ان کے ساتھ یمامہ میں شہید ہونے والوں کا بھی ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ جنگ بعض کے قول کے مطابق ۱۱ھ میں ہوئی تھی، اگرچہ مشہور یہ ہے کہ یہ ربیع الاول ۱۲ھ میں ہوئی تھی، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ سید ولد آدم فی الدنیا والآخرۃ نے وفات پائی اور مشہور قول کے مطابق یہ واقعہ بروز سوموار، ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوا اور مشہور ترین قول کے مطابق آپ کے چھ ماہ بعد آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور وہ اپنے باپ کی ماں سے کنیت کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گی اور اس کے ساتھ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ تو جنتی عورتوں کی سردار ہو؟ اور مشہور قول کے مطابق آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں، اور آپ ﷺ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ کی کوئی اولاد باقی نہیں تھی، اس لحاظ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اجر بہت بڑھ گیا، کیونکہ آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھ پہنچا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے عبداللہ کی توام تھیں اور انہی کی جہت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل باقی ہے، زبیر بن بکار بیان کرتے ہیں، روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شب زفاف کو، حضور علیہ السلام نے وضو کیا اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر پانی ڈالا اور ان دونوں کے لئے دعا کی کہ اے اللہ ان دونوں کی نسل میں برکت دے، اور آپ کے عم زاد حضرت علی بن ابی طالب نے ہجرت کے بعد آپ سے نکاح کیا اور یہ بدر کے بعد کا واقعہ ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ احد کے بعد کا ہے اور بعض کا قول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے کے ساڑھے چار ماہ بعد کا واقعہ ہے اور اس کے ساڑھے سات ماہ بعد آپ ان کے پاس گئے، اور آپ نے انہیں اپنی حطمی زرہ مہر میں دی، جس کی قیمت چار سو درہم تھی، اور اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ سے چھ سال بڑے تھے، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کے بارے میں موضوع احادیث بیان ہوئی ہیں، جن کا ذکر ہم عدم دلچسپی کی بنا پر نہیں کرتے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ جن سے بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے نکاح کیا۔ امام احمد بیان کرتے ہیں کہ عفان نے ہم سے بیان کیا کہ عطاء بن السائب نے اپنے باپ سے، بحوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چادر، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک تکیہ، ایک چکی اور دو گھڑے بھیجے، ایک روز حضرت علی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا خدا کی قسم پانی لا کر میرے سینے میں درد ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے باپ کے پاس قیدی عورتیں لایا ہے، جا کر ان سے خادم کا مطالبہ کرو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، خدا کی قسم چکی پیس پیس کر، میرے ہاتھ بھی کھردرے ہو گئے ہیں، پس آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ نے پوچھا اے بیٹی! کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگیں میں آپ کو سلام کہنے آئی تھی۔ اور آپ ﷺ سے سوال نہ کیا۔ اور واپس چلی گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، آپ نے کیا کہا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، مجھے آپ سے سوال کرتے ہوئے حیا محسوس ہوئی ہے، پس وہ دونوں اکٹھے آئے اور حضرت علی کہنے لگے، یا رسول اللہ، خدا کی قسم، پانی لا لا کر میرے سینے میں درد ہو گیا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، چکی پیس پیس کر میرے ہاتھ کھردرے ہو گئے ہیں اور اللہ آپ کے پاس قیدی عورتیں اور کشادگی لایا ہے، پس ہمیں ایک خادم عنایت فرما دیں، آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں تمہیں نہیں دوں گا، میں اہل صفہ کو بھوکے پیٹ چھوڑ دوں اور ان پر خرچ کرنے کے لئے کچھ نہ پاؤں، پس وہ دونوں واپس لوٹ آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، اور ان دونوں نے اپنی چادر اوڑھ لی، جب وہ دونوں اپنے سروں کو ڈھانپتے تو ان کے پاؤں ننگے ہو جاتے، اور جب اپنے پاؤں کو ڈھانپتے تو ان کے سر ننگے ہو جاتے، پس وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ؟ ٹھہرے رہو، پھر فرمایا، کیا میں تم دونوں کو وہ بات نہ بتاؤں، جو اس سے بہتر ہے، جو تم نے مجھ سے مانگا ہے؟ انہوں نے کہا بیشک آپ نے فرمایا یہ کلمات مجھے جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہیں، تم دونوں ہر نماز

کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ، دس دفعہ الحمد للہ اور دس دفعہ اللہ اکبر پڑھنا، اور جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھنا۔ حضرت علی فرماتے ہیں، جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کلمات سکھائے ہیں، میں نے انہیں ترک نہیں کیا۔ راوی بیان کرتا ہے ابن الکوا نے آپ سے کہا شب صفین کو بھی آپ نے انہیں نہیں چھوڑا؟ آپ نے فرمایا: اے اہل عراق! اللہ تم پر لعنت کرے، ہاں میں نے شب صفین کو بھی انہیں ترک نہیں کیا۔ اس حدیث کا آخری حصہ کسی اور طریق سے صحیحین سے ثابت ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تنگی گذران کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبر واستقلال کے ساتھ رہیں اور آپ کی وفات تک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی نکاح نہیں کیا، لیکن انہوں نے بدرة بنت ابوجہل سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے برا منایا اور لوگوں میں تقریر کی اور فرمایا میں حرام کو حلال نہیں کرتا اور نہ حلال کو حرام کرتا ہوں، بلاشبہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو بات اسے پریشان کرتی ہے، مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو بات اسے اذیت دیتی ہے، مجھے بھی اذیت دیتی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ اپنے خون کے بارے میں فتنہ میں پڑ جائے گی، بلکہ میں ابن ابی طالب سے چاہوں گا کہ وہ حضرت فاطمہ کو طلاق دے دے، اور ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کر لے اور قسم بخدا اللہ کے نبی کی بیٹی اور اللہ دشمن کی بیٹی کبھی ایک شخص کے ماتحت نہ ہوں گی راوی بیان کرتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگنی کو چھوڑ دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ کیا تو انہوں نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے، حضرت فاطمہ نے مطالبہ کیا کہ ان کے خاوند، اس صدقہ کے نگران ہوں گے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور فرمایا کہ میں ان لوگوں کی پرورش کروں گا، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرورش کرتے تھے، اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے ان کاموں میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے کچھ بھی چھوڑ دیا، تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، اور خدا کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت، اپنی قرابت کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے، معلوم ہوتا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس سے دکھ ہوا اور وہ زندگی بھر آپ سے متنفر رہیں، اور جب آپ بیمار ہوئیں تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور انہیں راضی کرنے لگے، اور فرمایا خدا کی قسم، میں نے گھر بار، مال اور اہل اور خاندان کو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اے اہل بیت! تمہاری رضامندی کی خاطر چھوڑ ہے، تو حضرت فاطمہ آپ سے راضی ہوگئیں، بیہقی نے اسے اسمٰعیل بن ابی خالد کے طریق سے بحوالہ شعبی روایت کیا ہے، پھر بیان کیا ہے کہ یہ صحیح اسناد کے ساتھ مرسل حسن ہے۔

غسل کس نے دیا؟ ..... جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس۔ حضرت صدیق کی بیوی کو وصیت کی کہ وہ انہیں غسل دے، پس انہوں نے اور حضرت علی بن ابی طالب اور سلمٰی ام رافع نے آپ کو غسل دیا اور بعض کا قول ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی ان میں شامل تھے۔ اور یہ جو روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات سے قبل غسل کیا اور وصیت کی کہ انہیں اس کے بعد غسل نہ دیا جائے۔ یہ روایت ضعیف ہے، جس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، واللہ اعلم۔

نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ .....آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ آپ کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، اور بعض کا قول ہے کہ آپ کے چچا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، اور بعض کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، واللہ اعلم۔

آپ کو ۳ رمضان ۱۱ھ کو منگل کے روز رات کو دفنایا گیا، اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے حضور علیہ السلام کی وفات کے دو ماہ بعد وفات پائی اور بعض ۷۰ دن اور بعض ۷۵ دن، اور بعض تین ماہ اور بعض آٹھ ماہ بیان کرتے ہیں، اور صحیح بات وہی ہے جو صحیح میں زہری کے طریق سے عروہ سے بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان ہوئی ہے کہ حضرت فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور رات کو دفن ہوئیں، کہتے ہیں کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد زندگی بھر نہیں ہنسیں، اور آپ حضور کے غم اور شوق میں لاغر ہوگئی تھیں، اور اس بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی، بعض ستائیس بعض اٹھائیس، بعض انتیس اور بعض تیس اور بعض پینتیس سال عمر بتاتے ہیں اور یہ مستبعد ہے اور اس سے قبل کے قول اقرب ہیں، واللہ اعلم۔

آپ بقیع میں دفن ہوئیں، آپ پہلی عورت ہیں جن کی چارپائی کو چھپایا گیا اور صحیح میں لکھا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں لوگوں سے الگ تھلگ تھے، اور جب حضرت فاطمہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنی چاہی اور آپ کی بیعت کرلی، جیسا کہ بخاری میں مروی ہے اور یہ سبب اس انقباض کے باعث تھی، جو میراث کے سبب پیدا ہو گیا تھا، اور یہ اس سے پہلی بیعت کی نفی نہیں کرتی، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، واللہ اعلم۔

حضرت ام ایمن کی وفات۔ برکتہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن النعمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں، آپ نے اپنے باپ سے انہیں ورثہ میں حاصل کیا، اور بعض کا قول ہے کہ اپنی ماں سے ورثہ میں حاصل کیا، چھوٹی عمر میں حضرت ام ایمن نے آپ کی پرورش کی اور اسی طرح بعد میں بھی، اور انہوں نے آپ کا پیشاب بھی پیا، اور آپ نے انہیں فرمایا تحقیق تو آگ سے دوڑنے والوں کے ساتھ دوڑ گئی ہے، اور آپ نے انہیں اور ان کے خاوند عبید کو آزاد کر دیا، اور انہوں نے اس کے ایک بیٹے ایمن کو جنم دیا، اور اسی سے یہ مشہور ہو گئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت زید بن حارثہ نے آپ سے نکاح کیا اور حضرت اسامہ بن زید ان کے ہاں پیدا ہوئے، اور آپ نے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں، اور آپ صالحہ عورتوں میں سے تھیں، حضور علیہ السلام ان کے گھر میں ان کی ملاقات کیا کرتے تھے، کہ میری ماں کے بعد، یہ میری ماں ہیں، اور اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے گھر جا کر ان کی ملاقات کیا کرتے تھے، جیسا کہ قبل ازیں موالی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے، آپ نے حضور علیہ السلام کی وفات کے پانچ ماہ بعد وفات پائی، اور بعض چھ ماہ بیان کرتے ہیں۔

حضرت ثابت بن اقرم بن ثعلبہ کی وفات ابن عدی بن العجلان البلوی، انصار کے حلیف، جو بدر اور بعد کی جنگوں میں شامل ہوئے آپ جنگ موتہ میں بھی شامل ہوئے اور جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ شہید ہو گئے، تو جھنڈا انہیں دیا گیا، تو آپ نے اسے حضرت خالد بن ولید کے سپرد کر دیا، اور کہا آپ فن حرب کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ طلیحہ اسدی نے آپ کو اور عکاشہ بن محصن کو قتل کر دیا تھا، اور وہ کہتا ہے:

"اس شب میں نے ابن اقرم اور عکاشہ غنمی کو میدان میں قتل کر کے چھوڑ دیا۔"

یہ ۱۱ھ کا واقعہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۱ھ کا ہے اور عروہ سے روایت ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شہید ہو گئے تھے، اور یہ روایت غریب ہے اور پہلی بات صحیح ہے، واللہ اعلم۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی وفات آپ خزرجی انصار میں سے ہیں، آپ کو ابو محمد خطیب انصار اور خطیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا جاتا ہے، اور حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ نے انہیں شہادت کی بشارت دی۔ اور اس سے پہلے دلائل النبوۃ میں حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور اس روز، انصار کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اور ترمذی نے مسلم کی شرط کی اسناد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثابت بن قیس بن شماس کیا ہی اچھا آدمی ہے۔ اور ابوالقاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ احمد بن معلی دمشقی نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن عبدالرحمٰن نے ہم سے بیان کیا کہ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بحوالہ عطا خراسانی مجھ سے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ آیا اور میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا، جو مجھ سے ثابت بن قیس بن شماس کی بات بیان کرے، تو انہوں نے اس کی بیٹی کی طرف میری راہنمائی کی، میں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگی: میں نے اپنے باپ کو بیان کرتے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت (ان اللہ لا یحب کل مختال فخور) نازل ہوئی تو حضرت ثابت پر یہ گراں گذری اور انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا، اور رونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے حضرت ثابت سے پوچھا، تو انہوں نے اس آیت سے جو بات گراں گزری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی اور کہا میں حسن و جمال کو پسند کرنے والا آدمی ہوں، اور میں اپنی قوم کی سیادت بھی کرتا ہوں، آپ نے فرمایا بلاشبہ تم ان میں سے نہیں ہو، بلکہ تم بھلائی سے زندگی بسر کرو گے۔ اور بھلائی کے ساتھ فوت ہو گے، اور اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل کرے گا۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت (یاایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول الخ) نازل ہوئی تو آپ نے اسی طرح کیا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی، تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہوں نے آپ کو وہ بات بتائی جو اس آیت سے آپ کو گراں گزری تھی، آپ بلند آواز شخص تھے اور ڈرتے تھے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا عمل برباد ہو چکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ تم ان میں سے نہیں ہو، بلکہ تم قابل تعریف حالت میں زندہ رہو گے، اور شہید ہو کر فوت ہو گے، اور اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں داخل کرے گا، اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین، یمامہ اور مسیلمہ کذاب کی طرف مسلمانوں کو بھیجا تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کے ساتھ گئے، اور جب مسیلمہ اور بنو حنیفہ سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں کو تین بار شکست دی، تو حضرت ثابت اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ کہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہم اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے، اور ان دونوں نے اپنے لئے گڑھا کھودلیا اور اس میں داخل ہو گئے، اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، ان کی بیٹی کا بیان ہے کہ ایک مسلمان نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ گذشتہ کل جب میں قتل ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ چھین لی، اس کا مال اور منزل، فوج کے انتہائی کنارے پر ہے اور اس کی منزل کے پاس ایک گھوڑا ہے اور اس نے زرہ پر پتھر کی ہنڈیا الٹا کر رکھی ہے اور ہنڈیا کے اوپر کجاوہ رکھ دیا ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، اور وہ میری زرہ کی طرف آدمی بھیجیں جو اسے لے لے، اور جب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے پاس جائے تو انہیں بتانا کہ مجھ پر اس اس طرح قرض ہے اور میرے پاس اتنا مال اور میرا فلاں غلام آزاد ہے، اور تو اسے خواب کہنے سے اجتناب کرنا، ایسا نہ ہو کہ تو اسے ضائع کر دے۔ (راوی بیان کرتا ہے وہ شخص حضرت خالد کے پاس آیا اور انہوں نے زرہ کی طرف آدمی بھیجا تو اس نے زرہ کو اسی طرح پایا، جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا، اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آکر بتایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی موت کے بعد ان کی وصیت کو نافذ کر دیا اور ہمیں کسی شخص کے متعلق علم نہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے سوا، اس کی وصیت اس کی موت کے بعد نافذ ہوئی ہو۔

اس حدیث اور واقعہ کے اور بھی شواہد موجود ہیں اور وہ حدیث جو آیت (لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی) سے متعلق ہے وہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حماد بن سلمہ، ثابت سے بحوالہ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس، جنگ یمامہ کے دن خوشبو لگا کر آئے، اور آپ نے اپنا کفن کھول دیا اور کہا، اے اللہ تعالیٰ جو کچھ یہ لوگ لائے ہیں، میں تیرے حضور اس سے براءت کرتا ہوں، اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے اس سے تیرے حضور معذرت کرتا ہوں، پس آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی زرہ چوری ہو گئی، تو ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری زرہ ایک پتھر کی ہنڈیا میں انگیٹھی کے نیچے فلاں جگہ پر پڑی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے وصیتیں بھی کیں اور انہوں نے زرہ کو تلاش کیا تو وہ انہیں مل گئی اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی کی ہوئی وصیتیں نافذ کی۔ طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

حضرت حزن بن ابی وہب : ابن عمرو بن عامر بن عمران مخزومی، آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے اور آپ حضرت سعید بن المسیب کے دادا ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام سہیل رکھنا چاہا تو انہوں نے انکار کیا اور کہنے لگے کہ میرے والدین نے میرا جو نام رکھا ہے میں اسے تبدیل نہیں کروں گا، اور ہم میں ہمیشہ سختی رہی ہے، آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ کے دن شہید ہوئے، اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے دونوں بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور وہب رضی اللہ عنہ اور پوتا حکیم بن وہب بن حزن رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

اس سال شہید ہونے والوں میں داذویہ ایرانی بھی ہیں، جو ان یمنی امراء میں سے ایک تھے، جنہوں نے اسود عنسی کو قتل کیا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ وقیس بن مکشوح نے اسلام کی طرف رجوع کرنے سے پہلے اپنی حالت ارتداد میں دھوکے سے قتل کیا اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے اسے ان کے قتل پر زجر وتوبیخ کی، تو اس نے ناواقفیت کا اظہار کیا، پس آپ نے اس کے ظاہری بیان اور اسلام کو قبول کر لیا۔

حضرت زید بن الخطاب کی وفات۔ ابن نفیل القرشی العدوی ابو محمد، یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے علاتی بھائی تھے اور حضرت زید بن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے، بہت پہلے مسلمان ہوئے اور بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور معن بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کروائی، اور یہ دونوں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے، اس دن مہاجرین کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا، اور آپ اسے لے کر مسلسل آگے بڑھتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے، اور جھنڈا گر گیا اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا اور اس دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رجال بن عنفوہ کو قتل کیا اور اس کا نام نہار تھا، اور یہ رجال مسلمان ہو چکا تھا، اور اس نے سورہ بقرہ پڑھی تھی، پھر مرتد ہو گیا اور مسیلمہ کی تصدیق کی اور اس کی رسالت کی گواہی دی، جس سے ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا اور اس کی موت، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی، پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک اور شخص نے قتل کر دیا جسے ابو مریم حنفی کہا جاتا تھا، اور وہ اس کے بعد مسلمان ہو گیا، اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزت دی ہے اور مجھے ان کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا ہے، بعض کا قول ہے کہ آپ کو اس ابو مریم کے عمرادسلمہ بن صبیح نے قتل کیا تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ترجیح دی ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو مریم کو قاضی بننے کے لئے طلب کیا تھا، اور یہ بات پہلی بات کی نفی پر دلالت نہیں کرتی، واللہ اعلم۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ مجھ سے دو نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں، وہ مجھ سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے ہیں، اور آپ نے متمم بن نویرہ کو، جب وہ متقدم الذکر اشعار سے اپنے بھائی کا مرثیہ کہنے لگا، کہا، اگر میں اچھے شعر کہہ سکتا، تو میں بھی تمہاری طرح شعر کہتا، تو متمم نے آپ سے کہا، اگر میرا بھائی آپ کے بھائی کے راستہ پر جاتا تو میں اس پر غم کرتا۔ حضرت عمر نے اسے کہا، جس طرح تو نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجھ سے تعزیت کی ہے اس طرح کسی نے مجھ سے تعزیت نہیں کی، اس کے باوجود حضرت فرمایا کرتے تھے، کہ جب باد صبا چلتی ہے تو وہ مجھے حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یاد دلا دیتی ہے۔

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات...... آپ کو ابن یعمل مولیٰ ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کہا جاتا ہے، آپ اپنی بیوی ثبیتہ بنت یعاد کے آزاد کردہ تھے، اور ابو حنیفہ نے آپ کو متبنی بنالیا تھا اور اپنے بھائی کی بیٹی، فاطمہ بنت ولید بن عتبہ سے آپ کا نکاح کر دیا تھا، اور جب اللہ تعالیٰ نے آیت (ادعو هم لآباء هم) اتاری تو میرے باپ حذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہل بن عمرو آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ حضرت سالم بے خبری میں میرے پاس آ جاتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اسے حکم دیا کہ وہ ان کو دودھ پلا دے، اس نے آپ کو دودھ پلا دیا اور اس رضاعت کی وجہ سے اس کے پاس آیا کرتے تھے اور وہ مسلمانوں کے سادات میں سے تھے، انھوں نے بہت پہلے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور آپ وہاں پر موجود، بکثرت حفظِ قرآن کریم کی وجہ سے مہاجرین کو نماز پڑھایا کرتے تھے، جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے، اور آپ ان چار اشخاص میں سے ایک ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ چار اشخاص سے قرآن شریف پڑھو۔ اور ان میں آپ نے سالم مولیٰ ابی حذیفہ کا بھی ذکر کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندہ ہوتے تو میں خلافت کے لئے شوریٰ نہ بناتا ابو عمر بن عبد البر بیان کرتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اپنی رائے سے اظہار کر دیتے تھے کہ آپ کس کو خلافت حوالے کرتے ہیں۔ اور جب آپ نے جنگ یمامہ میں حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بعد جھنڈا پکڑا تو مہاجرین نے آپ سے کہا، کیا آپ کو خدشہ ہے کہ ہمیں آپ سے پہلے جھنڈا دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا اس صورت میں، میں بہت برا حاملِ قرآن شریف ہوں گا۔ آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپ نے جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ بایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپ نے جھنڈے کو دو

میں لے لیا، اور آپ (وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل) اور (وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر) پڑھ رہے تھے، جب آپ پچھڑ گئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ابوحذیفہ نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے کہا، وہ قتل ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا، فلاں نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے کہا وہ قتل ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا، مجھے ان دونوں کے درمیان لٹا دو، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کی میراث آپ کی مالکہ کے پاس بھیج دی جس نے آپ کو آزاد کیا تھا اس نے میراث کو واپس کر دیا، اور کہا، میں نے انہیں آزاد کر کے چھوڑ دیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بیت المال میں داخل کر دیا۔

حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کی وفات...... آپ کو سماک بن اوس بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الانصاری الخزرجی کہا جاتا ہے، آپ بدر میں شامل ہوئے، اور اُحد کے دن بہادری و شجاعت کا اظہار کیا، اور شدید جنگ کی، اور اس دن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی تلوار عطا فرمائی، اور آپ نے اس کا حق ادا کر دیا، اور آپ جنگ کے وقت فخر اور اترانے کے ساتھ چلا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس میدان کارزار کے سوا، اس حال کو ناپسند کرتا ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے سر پر سرخ پٹی باندھا کرتے تھے، جو آپ کی شجاعت کی علامت تھی، آپ جنگِ یمامہ میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ اس دن ان لوگوں میں شامل تھے، جنھوں نے بنی حنیفہ پر باغ میں حملہ کیا تھا، اور آپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی، اس کے باوجود آپ مسلسل جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ اس دن شہید ہو گئے اور آپ نے وحشی بن حرب کے ساتھ مسیلمہ کو قتل کیا، وحشی نے مسیلمہ کو نیزہ مارا اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کے ساتھ اس پر غالب آ گئے۔ وحشی نے کہا، آپ کا رب بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔

اور بعض کا قول ہے کہ آپ زندہ رہے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں شامل ہوئے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اور حضرت ابودجانہ کی طرف منسوب تعویذ کی جو روایت بیان کی جاتی ہے، اس کا اسناد ضعیف ہے اور نہ ہی وہ قابلِ توجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت شجاع بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات...... ربیعہ اسدی کے صاحبزادے اور بنی عبد شمس کے حلیف بہت پہلے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی، اور بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے۔ اور آپ حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ایلچی تھے۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اور اس کا ساتھی مسلمان ہو گیا۔ حضرت شجاع بن وہب چالیس سال سے چند سال کی کم عمر میں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ لمبے قد، دبلے اور کبڑے تھے۔

حضرت الطفیل بن عمرو بن طریف رضی اللہ عنہ کی وفات...... ابن العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہر بن غنم بن دوس الدوسی، آپ نے ہجرت سے بہت پہلے اسلام قبول کیا، اور اپنی قوم کے پاس جا کر انہیں دعوت الی اللہ دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں انہیں ہدایت دی۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ رضی اللہ عنہ دوس کے نوے مسلمان گھرانوں کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اور آپ یمامہ کے سال مسلمانوں کے ساتھ گئے اور آپ کا بیٹا عمرو بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت الطفیل نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کا سر منڈا ہوا ہے۔ اور ایک عورت نے اسے اپنی فرج میں داخل کر لیا ہے۔ اور آپ کا بیٹا اس سے ملنے کی کوشش کرتا ہے مگر اسے مل نہیں پاتا، آپ نے اس کی تعبیر کی کہ آپ عنقریب قتل ہو کر دفن ہوں گے اور آپ کا بیٹا شہادت کی خواہش کرے گا، مگر اس سال شہید نہیں ہوگا۔ اور جس طرح آپ نے تعبیر کی تھی، ایسے ہی واقع ہوا، پھر آپ کا بیٹا جنگِ یرموک میں شہید ہوا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات...... آپ ہجرت سے پہلے حضرت معاذ اور حضرت اُسید بن الحضیر کے اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اور بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے، اور کعب بن اشرف کے قاتلوں میں شامل تھے، اور جب آپ تاریکی میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ہاں سے نکلتے، تو آپ کی چھڑی آپ کے لئے روشن ہو جاتی تھی، موسیٰ بن

عقبہ، بحوالہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جنگِ یمامہ کے دن چالیس سال چند سال کی عمر میں شہید ہوئے اور آپ نے بہت تکلیف اٹھائی، اور محمد بن اسحاق، عن محمد بن جعفر بن الزبیر بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر عن عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ رات کو بیدار ہوئے تو آپ نے ﷺ حضرت عباد کی آواز سنی، اور فرمایا، اے اللہ، انہیں بخش دے۔

حضرت السائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات آپ بدری تیراندازوں میں سے ہیں، جنگِ یمامہ کے دن آپ کو تیر لگا، جس نے آپ کا کام تمام کر دیا، ابھی جوان ہی تھے، رحمہ اللہ۔

حضرت السائب بن العوام کی وفات ..... آپ حضرت زبیر بن العوام کے بھائی ہیں، آپ نے بھی جنگ یمامہ میں ہی شہادت پائی، رحمہ اللہ۔

حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو کی وفات ..... ابن عبدشمس عبدود القرشی العامری بہت پہلے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی، پھر مکہ میں ضعیف ہو گئے اور بدر کے دن ان کے ساتھ نکلے، اور جب مقابلہ ہوا، تو مسلمانوں کی طرف بھاگ گئے، اور ان کے ساتھ جنگ میں شامل ہوئے، اور یمامہ کے دن شہید ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو آپ کے باپ نے ان کی تعزیت کی تو حضرت سہیل نے کہا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ شہید اپنے اہل کے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھ سے آغاز کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کی وفات آپ خزرجی انصاری تھے اور سادات اور فضلاء صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے تھے آپ بدر، اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے، آپ کا باپ منافقین کا سرخیل تھا، اور آپ اپنے باپ پر بہت سخت تھے، اور اگر رسول اللہ ﷺ آپ کو اجازت دیتے تو آپ اسے قتل کر دیتے، آپ کا نام حباب تھا، رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا، آپ نے جنگ یمامہ کے دن شہادت پائی، رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات .. آپ بہت پہلے مسلمان ہوئے، آپ ہی غار ثور میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے پینے کی چیزیں، اور خبریں لایا کرتے تھے، اور رات کو ان دونوں کے پاس رہتے تھے اور شب باش کی طرح صبح مکہ میں کرتے تھے۔ اور جس سازش کے متعلق بھی آپ سنتے، اس کے بارے میں آپ ان دونوں کو اطلاع دیتے، آپ جنگِ طائف میں شامل ہوئے۔ اور ایک آدمی نے جسے ابو محجن ثقفی کہا جاتا ہے، آپ کو تیر مارا، جس سے آپ بیمار ہو گئے، اس کے کچھ عرصہ بعد وہ زخم اچھا ہو گیا لیکن ہمیشہ اس سے آپ کی صحت خراب رہی، حتیٰ کہ آپ شوال ۱۱ھ میں وفات پا گئے۔

حضرت عکاشہ بن محصن کی وفات ..... ابن حرثان بن قیس بن مرہ کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی، بنی عبدشمس کے حلیف، آپ کی ابو محصن کنیت کرتے تھے، اور آپ سادات اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے تھے۔ آپ نے ہجرت کی اور بدر میں شامل ہوئے اور اس دن بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور آپ کی تلوار ٹوٹ گئی، اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک کھجور کی شاخ دی جو آپ کے ہاتھ میں لوہے سے بھی زیادہ سخت اور تیز بن گئی۔ اور اس تلوار کو العون کہا جاتا ہے۔ آپ احد، خندق، اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ نے ان ستر ہزار لوگوں کا ذکر کیا جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے تو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! عکاشہ کو ان میں شامل کر دے۔ پھر ایک شخص اٹھ کر کہنے لگا کہ: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، اس بارے میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ تجھ سے سبقت لے گئے۔

یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے جو یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانے میں ذوالقصہ کی جانب گئے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آپ کو اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن اقرم کو اپنے آگے ہراول دستے کے طور پر بھیجا تو طلیحہ اسدی اور اس کے بھائی نے مل کران دونوں کو قتل کر دیا۔اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل ہونے سے پہلے حبال بن طلیحہ کو قتل کیا، پھر اس کے بعد طلیحہ مسلمان ہو گیا، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اس وقت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی عمر ۴۴ سال تھی، اور آپ بہت خوبصورت تھے۔رضی اللہ عنہ۔

حضرت معن بن عدی کی وفات ۔ ابن جعد بن عجلان بن ضبیعہ البلوی، بنی عمرو بن عوف کے حلیف، عاصم بن عدی کے بھائی، آپ بدر، احد، خندق اور دیگر کئی معرکوں میں بھی شامل ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اور حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات کروائی۔اور دونوں جنگِ یمامہ میں شہید ہو گئے، رضی اللہ عنہما۔

مالک نے عن ابن شہاب عن سالم عن ابیہ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگ آپ علیہ السلام پر روئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ سے پہلے مرتے اور آپ علیہ السلام کے بعد فتنے میں پڑنے سے ڈرتے تو حضرت معن بن عدی نے کہا، خدا کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ میں آپ علیہ السلام سے پہلے مروں تاکہ میں نے جس طرح آپ علیہ السلام کے زندہ ہونے کی حالت میں تصدیق کی ہے، اسی طرح مردہ ہونے کی حالت میں آپ علیہ السلام کی تصدیق کروں۔

اور ولید بن عمارہ کے دونوں بیٹے، ولید اور ابوعبدہ بھی مرنے والوں میں شامل ہیں ان دونوں نے اپنے چچا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر کشادہ نالے میں جنگ کی۔اور ان دونوں کے باپ عمارہ بن ولید نے بھی، حضرت عمارہ بن ولید، حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ نجاشی کے پاس گئے، اور آپ کا واقعہ مشہور ہے۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ بن عتبہ بن ربیعہ کی وفات ۔۔ ابن عبد شمس القرشی العبشمی، دار ارقم میں جانے سے بہت پہلے مسلمان ہوئے۔اور حبشہ اور مدینہ کی جانب ہجرت کی۔اور بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے آپ کے اور حضرت عباد بن بشر کے درمیان مواخات کروائی، اور دونوں جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے، اس وقت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی عمر ۵۳ یا ۵۴ سال تھی، آپ لمبے قد کے اور خوب صورت تھے اور آپ کے دانت ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے اور آپ ہی کے دانت زائد تھے، اور آپ کا نام ہیثم یا ہشیم تھا، اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ ہاشم تھا۔

اور حضرت ابودجانہ بھی وفات پانے والوں میں شامل تھے، آپ کا نام سماک بن خرشہ تھا ابھی ان کا حال بیان ہوا ہے، جنگِ یمامہ میں مجموعی طور پر ساڑھے چار سو حاملینِ قرآن اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ شہید ہوئے۔اور ہم نے ان لوگوں کی شہرت کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہے۔

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس دن شہید ہونے والے مہاجرین کے نام یہ ہیں:

شہدائے مہاجرین

۱۔ مالک بن عمرو، بنی غنم کے حلیف، مہاجر اور بدری۔
۲۔ یزید بن رقیش بن رباب اسدی، بدری۔
۳۔ الحکم بن سعید بن العاص بن امیہ الاموی۔
۴۔ حسن بن مالک بن بحینہ، عبداللہ بن مالک ازدی کے بھائی، بنی المطلب بن عبد مناف کے حلیف۔
۵۔ عامر بن البکر لیثی، بنی عدی کے حلیف، بدری۔
۶۔ مالک بن ربیعہ، بنی عبد شمس کے حلیف۔

۷ ابوامیہ صفوان بن امیہ بن عمرو۔
۸ یزید اوس، بنی عبدالدار کے حلیف۔
۹ حیی اور معلی بن حارثہ ثقفی بھی بیان کیا جاتا ہے۔
۱۰ حبیب بن اُسید بن حارثہ ثقفی۔
۱۱ ولید بن عبد شمس مخزومی۔
۱۲ عبداللہ بن عمرو بن بجرہ عدوی۔
۱۳ ابوقیس بن الحارث بن قیس سہمی، آپ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔
۱۴ عبداللہ بن حارث بن قیس۔
۱۵ عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی بن ابی قیس بن عبدود بن نصر العامری۔ آپ اولین مہاجرین میں سے ہیں، بدر اور اس کے بعد کے معر کوں میں شامل ہوئے، اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔
۱۶ عمرو بن اویس بن سعد بن ابی سرح العامری۔
۱۷ سلیط بن عمرو العامری۔
۱۸ ربیعہ بن ابی خرشہ العامری۔
۱۹ عبداللہ بن الحارث بن رحضہ عامری۔

شہدائے انصار

جن کے حالات ہم بیان کر چکے ہیں، ان میں عمارہ بن حزم بن زید بن لوذان البخاری بھی ہیں جو عمرو بن حزم کے بھائی ہیں فتح کے دن آپ کی قوم کا جھنڈا آپ کے پاس تھا، آپ بدر میں شامل ہوئے، اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، اور عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرم سلمیٰ آپ عقبہ اولیٰ میں شامل ہوئے اور بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں بھی شامل ہوئے۔

اور بنی سالم بن عوف کے ثابت بن ہزال ایک قول کے مطابق بدر اور ابوعقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ بنی جحجی میں سے ہیں۔ آپ بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ کے دن آپ کو تیر لگا، جسے آپ نے کھینچ کر نکال دیا اور اپنی تلوار پکڑ کر جنگ کرنے لگے، حتیٰ کہ شہید ہو گئے، آپ کو بہت زخم لگے، عبداللہ بن رافع بن سہل حاجب بن یزید اشہلی، سہل بن عدی، مالک بن اوس، عمیر بن اوس، طلحہ بن عتبہ الحارث کا غلام رباح، معن بن عدی، اور بنی جحجی سے جزء بن مالک، ورقہ بن ایاس بن عمرو خزرجی بدری، مروان بن العباس، عامر بن ثابت، بشر بن عبداللہ، کلیب بن تمیم عبداللہ بن عتبان، ایاس بن ودیعہ، اُسید بن یربوع، سعد بن حارثہ، سہل بن حمان، محاسن بن حمیر، سلمہ بن مسعود، اور بعض کا قول ہے کہ مسعود بن سنان، ضمرہ بن عیاض، عبداللہ بن انیس ابوحبتہ بن غزیہ مازنی، خباب بن زید، حبیب بن عمرو بن محصن، ثابت بن خالد، فروۃ بن النعمان، عائذ بن ماعص، زید بن ثابت کے بھائی، یزید بن ثابت بن الضحاک۔

خلیفہ بن حناط بیان کرتے ہیں، کہ جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مہاجرین وانصار کی کل تعداد ۵۸ تھی، یعنی بقیہ ساڑھے چار سو، ان کے علاوہ ہیں، واللہ اعلم، اس دوران میں جن میدان ہائے کارزار میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ ہوئی، اور ان سے قبل میدان ہائے کارزار میں کفار کے مقتولین کی تعداد پچاس ہزار سے متجاوز تھی، اور ان کے مشاہیر میں سے اسود عنسی لعنہ اللہ ہے جس کا نام عبہلۃ بن کعب بن غوث تھا۔ سب سے پہلے یہ یمن کے شہر کہف خبان سے نمودار ہوا، اور اس کے ساتھ سات سو جانباز تھے، اور ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ اس نے صنعاء پر قبضہ کر لیا۔ پھر تھوڑی سی مدت میں تمام یمن اس کے قبضہ میں آ گیا، اور اس کے ساتھ ایک شیطان تھا جو اُسے ہوشیار کرتا تھا، لیکن جس چیز کی اُسے بہت

ضرورت تھی، اس نے اس میں اس سے خیانت کی، پھر تین یا چار ماہ نہیں گذرے تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے راستبازوں اور اُمرائے حق کے ہاتھوں اُسے قتل کروادیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں، اور وہ دازدیہ ایرانی، فیروز دیلمی اور قیس بن مکشوح مرادی تھے۔

یہ واقعہ ربیع الاول ۱۱ھ میں رسول اللہ ﷺ کی وفات سے چند راتیں قبل ہوا اور بعض کا قول ہے کہ ایک رات قبل ہوا، واللہ اعلم، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ کو اس کے قتل کی رات کے متعلق آگاہ کر دیا تھا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مسیلمہ بن حبیب یمامی کذاب...... یہ اپنی قوم بنو حنیفہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آیا، رسول اللہ ﷺ اس سے آگاہ ہوئے تو آپ ﷺ نے اسے کہتے سنا کہ اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے حکومت دیدیں تو میں ان کی اتباع کروں گا، آپ ﷺ نے اُسے کہا، اگر تو مجھ سے یہ لکڑی آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی بھی مانگے تو میں تجھے نہیں دوں گا۔ اور اگر تو نے پیٹھ پھیری، تو اللہ تجھے قتل کر دے گا، اور میں تجھے ضرور اس پوزیشن میں دیکھوں گا جو مجھے دکھائی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ گویا آپ ﷺ کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں، آپ ان کی وجہ سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں آپ ﷺ کی طرف وحی کی کہ آپ ﷺ ان دونوں کو پھونک ماریں، آپ ﷺ نے ان کو پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے تو آپ نے اس کی یہ تعبیر کی، کہ دو کذاب ظاہر ہوں گے۔ اور وہ صاحب صنعاء اور صاحب یمامہ ہیں، اور اسی طرح وقوع پذیر ہوا، وہ دونوں مر گئے، اور ان کی حکومت بھی جاتی رہی، اسود تو اپنے گھر میں قتل ہُوا، اور مسیلمہ کو اللہ تعالیٰ نے وحشی بن حرب کے ہاتھوں قتل کیا، اس نے اونٹوں کے ذبح کرنے کی طرح اسے نیزہ مار کر آر پار کر دیا، اور حضرت ابو دجانہ نے اس کے سر پر تلوار مار کر، اسے پھاڑ دیا۔ اور یہ واقعہ اس کے گھر کے صحن کے اس باغیچے میں ہُوا، جسے موت کا باغیچہ کہا جاتا ہے۔ جب وہ قتل ہُوا پڑا تھا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو اس کا پتہ چلا آپ کو مجاعۃ بن مرارہ نے مقتولین کے درمیان اُسے دکھایا کہتے ہیں کہ وہ زرد رنگ اور چپٹی اور سرے سے اُٹھی ہوئی ناک والا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ گندم گوں اور موٹا تھا، گویا خاکستری اونٹ ہے کہتے ہیں موت کے وقت اس کی عمر ایک سو چالیس سال تھی، واللہ اعلم

اس سے قبل اس کے دونوں وزیر اور مشیر قتل ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک محکم بن الطفیل تھا جسے محکم الیمامہ کہا جاتا ہے، اُسے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے قتل کیا، آپ نے اسے اپنی قوم میں تقریر کرتے ہوئے جبکہ وہ انہیں ان کی جنگ کے حالات بتا رہا تھا، تیر مارا، جس نے اس کا کام تمام کر دیا، اور دوسرا نہار بن عنفوۃ تھا، جسے رجال عنفوۃ کہا جاتا ہے، یہ مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا تھا، اس نے مسیلمہ کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ اس گواہی کے بارے میں دونوں پر لعنت کرے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت زید بن الخطاب کو اپنے قتل ہونے سے قبل اس کے قتل کرنے کی توفیق دی۔

اور دین اسلام کے بارے میں رجال کی اس ضروری شہادت میں جھوٹ بولنے پر دلالت کرنے والی یہ بات ہے، جسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسیلمہ رسول کی طرف محمد رسول کی طرف۔

آپ کو سلام ہو، امابعد، مجھے حکومت میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے، شہر آپ کے لئے اور دیہات میرے لئے ہیں۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ زمین کا نصف آپ کے لئے اور نصف ہمارے لئے ہے لیکن قریش زیادتی کرنے والی قوم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی طرف ہدایت کے پیرو پر سلام ہو۔

امابعد!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ زمین کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے، اور انجام تقویٰ شعاروں کے لئے ہے۔

اور اس سے پہلے ہم مسیلمہ کے خادموں اور معاونین کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کلام کے باعث اس پر لعنت کرے، جو ہذیان سے بھی

زیدہ کمزور ہے جسے وہ وحی الٰہی خیال کرتا تھا، اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بالا ہے، اور جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی، تو اس نے خیال کیا کہ وہ آپ ﷺ کے بعد بااختیار حاکم ہے، اور اس نے اپنی قوم کو حقیر خیال کیا، اور انھوں نے اس کی اطاعت کرلی، اور وہ کہا کرتا تھا۔

اے لڑکی ڈھول لے لے اور کھیل، اور اس نبی کے محاسن کی اشاعت کر بنی ہاشم کا نبی چلا گیا ہے، اور بنی یثرب کا نبی کھڑا ہوگیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسے تھوڑی سی مہلت دی اور اس پر تلواروں میں سے ایک تلوار، اور اپنی موتوں میں سے ایک موت مسلط کردی، جس نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا، اور سر پھوڑ دیا۔ اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اس کی روح کو دوزخ کی طرف لے گیا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن أظلم ممن افترىٰ على الله كذبا أوقال أوحي الي ولم يوح اليه شيئ ومن قال سانزل مثل أنزل الله ولو ترى اذالظلمون في غمرت الموت والملئكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن اياته تستكبرون.

پس مسیلمہ اور اسود، اور ان جیسے لوگ ان آیت کریمہ میں داخل ہونے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اس عظیم عقوبت کے زیادہ مناسب حال ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب پر لعنت کرے۔

ہجرت نبوی ﷺ کا بارھواں سال

یہ سال شروع ہوا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی فوجیں اور وہ اُمراء جنہیں آپ نے مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا، اسلام کی بنیادوں کو استوار کرنے، اور سرکشوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے شہروں میں دائیں بائیں چکر لگا رہے تھے، حتیٰ کہ دین سے بھاگنے والوں کو انہوں نے بھاگ جانے کے بعد واپس کیا، اور حق اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا، اور جزیرہ عرب ہوا ہوگیا۔ اور دور تر جانے والا قریب تر کی طرح ہوگیا۔ اور علماء سیر و تواریخ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جنگ یمامہ اس سال کے ربیع الاول میں ہوئی تھی، اور بعض کا قول ہے کہ اس سے پہلے سال کے آخر میں ہوئی تھی۔ اور ان دونوں اقوال کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اس جنگ کا آغاز گذشتہ سال ہوا تھا، اور اس کا اختتام اس آنے والے سال میں ہوا۔ اور اس قول کی بناء پر چاہئے کہ وہ اس کا ذکر گذشتہ میں کریں، جیسا کہ ہم نے اس احتمال کی بنا پر اس کا ذکر کیا ہے کہ وہ گذشتہ سال قتل ہوئے تھے، اور قبل اس کے کہ اس سال میں شام و عراق میں قتل ہونے والوں کے ساتھ ان کا ذکر ہو۔ ہم ان کے حالات مکمل کرنے کے لئے سبقت کریں گے، جیسا کہ ابھی ہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جواثا، عمان اور مہرہ کے جن معرکوں کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، ان کا وقوع ۱۲ھ میں ہوا ہے، اور اسی سال میں چاروں بادشاہ، حمید مجوس، ابضعہ اور مشرحا قتل ہوئے، اور ان کی بہن العمروہ بھی قتل ہوئی جن کے متعلق مسند احمد میں لعنت کی حدیث بیان ہوئی ہے، اور ان کو زیاد بن لبید انصاری نے قتل کیا تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی عراق کی طرف روانگی... جب حضرت خالد بن ولید یمامہ سے فارغ ہوئے، تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق جانے کا پیغام بھیجا، اور یہ کہ وہ فرج الہند یعنی ابلہ سے آغاز کریں، اور عراق کے بالائی علاقے سے عراق آئیں، اور لوگوں سے دوستی کریں، اور ان کو دعوت الی اللہ دیں۔ پس اگر وہ قبول کریں تو ٹھیک ہے، ورنہ ان سے جزیہ لیں۔ اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو ان سے جنگ کریں نیز آپ نے حضرت خالد کو یہ حکم بھی دیا، کہ آپ کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کریں اور اسلام سے مرتد ہونے والے کسی شخص سے مدد نہ لیں، خواہ اسلام میں واپس آگیا ہو۔ اور جن مسلمانوں کے پاس سے گذریں، انہیں اپنے ساتھ لے لیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے فوجیں بھیجنے میں مصروف ہوگئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ حضرت خالد کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ یمامہ سے سیدھے عراق چلے گئے، اور بعض کہتے ہیں کہ آپ یمامہ سے مدینہ واپس آئے، پھر مدینہ سے عراق گئے، اور کوفہ کے راستے گذرے، حتیٰ کہ حیرہ پہنچ گئے۔

میں کہتا ہوں، پہلا قول مشہور ہے، اور المدائنی نے اپنے اسناد سے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد، محرم ۱۲ھ میں عراق کی طرف گئے، اور آپ نے بصرہ کا راستہ اختیار کیا، جہاں قطبہ بن قتادہ گورنر تھا، اور کوفہ پر المثنیٰ بن حارثہ شیبانی گورنر تھا۔

اور محمد بن اسحاق، بحوالہ صالح بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کو لکھا کہ وہ عراق چلے جائیں، اور حضرت خالد عراق جانے کے ارادے سے چل پڑے، اور مضافات کی بستی بانقیا اور باروسما میں اترے، جہاں کا حکمران جابان تھا، پس وہاں کے باشندوں نے آپ سے مصالحت کر لی۔ میں کہتا ہوں کہ صلح سے قبل ان میں سے بہت سے مسلمان قتل ہو گئے تھے۔ اور یہ صلح رجب میں ایک ہزار درہم پر ہوئی، اور بعض کا قول ہے کہ ہزار دینار پر ہوئی اور آپ سے مصالحت کرنے والا بصبہری بن صلوبا تھا۔ اور صلوبا بن بصبہری بھی کہا جاتا ہے پس حضرت خالد نے ان کی بات قبول کر لی، اور انہیں تحریر لکھ دی، پھر آ کر حیرہ اتر گئے، اور اس کے اشراف قبیصہ بن ایاس بن حیہ الطائی کے ساتھ آپ کے پاس آئے۔ اور نعمان بن المنذر کے بعد کسریٰ نے اسے حیرہ کا امیر مقرر کیا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں پس اگر تم اسے قبول کر لو، تو تم مسلمانوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اور جو سہولتیں انہیں میسر ہوں گی۔ وہ تمہیں بھی ملیں گی، اور جو ذمہ داریاں ان پر ہوں گی، وہ تم پر بھی ہوں گی۔ اور اگر تم انکار کرو تو تمہیں جزیہ دینا ہوگا۔ میں تمہارے پاس ایسے لوگوں کے ساتھ آیا ہوں، جو زندگی کی نسبت تم سے بڑھ کر موت کی آرزو رکھتے ہیں۔ ہم تم سے جہاد کریں گے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، قبیصہ نے آپ سے کہا، ہمیں آپ سے جنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے، بلکہ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے، اور تمہیں جزیہ ادا کریں گے، حضرت خالد نے انہیں کہا، تم ہلاک ہو جاؤ غیر ایک گمراہ کن جنگل ہے، وہ شخص عربوں میں سب سے بڑا احمق ہے جو اس جنگل میں چلتا ہے پس آپ کو دو شخص ملے، ایک عربی اور دوسرا عجمی تھا، آپ نے اسے چھوڑ دیا، اور عجمی سے دلیل پکڑی پھر ان سے نوے ہزار درہم پر مصالحت کر لی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ دو لاکھ درہم پر کی، اور یہ پہلا جزیہ تھا جو عراق سے وصول ہوا، اور اسے اور اس سے پہلے بستیوں، جن پر ابن صلوبا نے مصالحت کی تھی، ان کا جزیہ مدینہ لایا گیا۔ اور حیرہ پر کسریٰ کے نائب کے ساتھ جو اشخاص حضرت خالد کے پاس آئے، ان میں عمرو بن عبدالمسیح بن حیان بن بقیلہ بھی تھا، جو عرب نصاریٰ میں سے تھا، حضرت خالد نے اُسے کہا تمہارا جوہر کہاں سے ہے اس نے جواب دیا میرے باپ کی پشت سے، آپ نے کہا تو کہاں سے نکلا ہے؟ اس نے کہا، اپنی ماں کے پیٹ سے، آپ نے کہا تو ہلاک ہو، تو کس چیز پر ہے؟ اس نے کہا زمین پر آپ نے کہا، تو ہلاک ہو، تو کس چیز میں ہے؟ اس نے کہا، اپنے کپڑوں میں، آپ نے کہا، تو ہلاک ہو، تو عقل سے کام لیتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں اور اندازہ کرتا ہوں، آپ نے کہا میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں، اس نے کہا میں آپ کو جواب دے رہا ہوں۔ آپ نے کہا تو اسلام قبول کرے گا یا جنگ کرے گا، اس نے کہا بلکہ صلح کروں گا، آپ نے کہا، یہ کیسے قلعے ہیں جو میں دیکھ رہا ہوں اس نے کہا، ہم نے انہیں بیوقوف کو قید کرنے کے لئے بنایا ہے تاکہ بردبار آ کر اسے منع کر دے پھر آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے، یا جزیہ دینے یا جنگ کرنے کی طرف دعوت دی تو انہوں نے نوے ہزار، یا دو لاکھ درہم جزیہ دینا قبول کیا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر حضرت خالد بن ولید نے المدائن میں کسریٰ کے اُمراء، صوبیداروں اور وزراء کی طرف خط بھیجا جیسا کہ ہشام بن الکلبی نے عن ابی مخنف عن مجالد عن شعبی بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بنو بقیلہ نے مجھے وہ خط پڑھایا جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اہل مدائن کی طرف بھیجی تھا۔

خالد بن ولید کی طرف سے اہل فارس کے صوبیداروں کی طرف۔۔۔ ہدایت کے پیروکار پر سلامتی ہو، امابعد اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہاری جماعت میں پھوٹ ڈال دی، اور تمہاری حکومت چھین لی، اور تمہاری تدبیروں کو کمزور کر دیا بلاشبہ جو شخص ہماری نماز پڑھے گا، اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے گا اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے گا تو وہ مسلمان ہے جو سہولتیں ہمیں حاصل ہیں وہ اسے حاصل ہوں گی، اور جو ذمہ داریاں ہم پر ہیں اس پر بھی ہوں گی۔

امابعد، اور جب میرا یہ خط تم تک پہنچے، تو میرے پاس ضامن بھیج دو، اور میرے عہد پر یقین کرو، ورنہ اس خدا کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں ضرور تمہارے پاس لوگ بھیجوں گا جو موت سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح تم زندگی سے محبت کرتے ہو۔ پس جب وہ خط پڑھ چکے تو تعجب کرنے لگے۔

اور سیف بن عمرو نے طلحۃ الاعلم سے بحوالہ مغیرہ بن عینیہ جو اہل کوفہ کے قاضی تھے بیان کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد نے یمامہ سے عراق کی طرف جاتے ہوئے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا، اور انہیں ایک راستے پر نہ لے گئے، آپ نے المثنیٰ کو اپنے سے دو دن پہلے بھیجا اور اس کا راہنما ظفر تھا، اور عدی بن حاتم اور عاصم بن عمرو کو بھیجا۔ اور ان دونوں کے راہنما مالک بن عباد اور سالم بن نصر تھے، ایک کو دوسرے سے ایک دن پہلے بھیجا، اور حضرت خالد ان کے آخر میں نکلے، اور آپ کا راہنما رافع تھا، اور آپ نے ان سب سے الحفیر کا وعدہ کیا کہ وہ وہاں جمع ہو جائیں اور اپنے دشمن سے جنگ کریں۔ اور فرج الہند قوت و جنگ کے لحاظ سے ایرانی خروج میں سب سے بڑی فوج تھی، اور اس کا مالک ہرمز خشکی میں اور ہندوستان کے ساتھ سمندر میں جنگ کرتا تھا، حضرت خالد نے اس کی طرف خط لکھا، اور ہرمز نے حضرت خالد کے خط کو شیری بن کسریٰ اور اردشیر بن شیری کی طرف بھیج دیا۔ اور ہرمز نے جو کسریٰ کا نائب تھا، بہت سی فوجیں اکٹھی کر لیں، اور ان کے ساتھ کاظمہ آ گیا، اور اس کے میمنہ اور میسرہ پر قباذ اور انوشجان تھے جو شاہی گھرانے سے تھے اور فوج لمبائی میں پھیل گئی تا کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ اور یہ ہرمز بڑا بد باطن اور سخت کافر تھا اور ایرانیوں میں صاحب مرتبت تھا، اور جب کوئی شرف میں بڑھ جاتا تو وہ اپنے رنگ و روپ میں اضافہ کر دیتا، ہرمز کی ٹوپی ایک لاکھ کی تھی اور حضرت خالد بھی اپنی اٹھارہ ہزار فوج کے ساتھ آئے، اور ان کے بالمقابل ایک بے آب جگہ میں اُتر پڑے، آپ کے اصحاب نے اس امر کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا انہیں تلواروں سے مارو حتیٰ کہ انہیں پانی سے بھگا دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دونوں گروہوں میں سے زیادہ صابر گروہ کو پانی دینے والا ہے۔ جب مسلمان اپنی قیام گاہ پر تنگ گئے، اور وہ اپنے گھوڑوں پر سوار تھے تو اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا، جس نے ان پر بارش برسا دی۔ حتیٰ کہ ان کے لئے پانی کے تالاب بن گئے۔ پھر جب مسلمان قوی اور خوش ہوئے تو دونوں طرف کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور فریقین لڑنے لگے، تو ہرمز پیادہ ہو گیا اور اس نے مقابلہ کی دعوت دی، اس پر حضرت خالد بھی پیادہ ہو گئے، اور ہرمز کی طرف، دو دو وار ہوئے تو حضرت خالد نے اسے گود میں لے لیا اور ہرمز کے محافظ آ گئے، مگر آپ کو اس کے قتل سے روک نہ سکے، اور قعقاع بن عمرو نے ہرمز کے محافظوں پر حملہ کر دیا، اور ایرانی شکست کھا گئے، اور رات تک مسلمان ان کے کندھوں پر سوار رہے، اور مسلمانوں اور حضرت خالد نے ان کے سامان اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا جو ایک ہزار اُونٹ کے بوجھ تک تھا، اور اس غزوہ کا نام ذات السلاسل رکھا گیا، کیونکہ اس میں بکثرت ایرانی سواروں کو زنجیریں ڈالی گئی تھیں، اور قباذ اور انوشجان بھاگ گئے۔

اور جب تلاش کرنے والے واپس آ گئے، تو حضرت خالد کے منادی نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ پس آپ لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گئے، اور آپ کے پیچھے بوجھ تھے، یہاں تک کہ آپ بصرہ میں اس جگہ اُترے جہاں آج کل بڑا پل ہے اور آپ نے فتح بشارت اور خمس کو زر بن کلیب کے ساتھ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، اور ایک اس کے ساتھ ہاتھی بھی بھیجا، اور جب اہل مدینہ کی عورتوں نے اُسے دیکھا تو وہ کہنے لگیں، کیا یہ خدا کی مخلوق ہے یا کوئی مصنوعی چیز ہے؟ پس حضرت صدیق نے اسے ذر کے ساتھ واپس کر دیا۔ اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپ نے حضرت خالد کو پیغام بھیجا، اور ہرمز کا سامان غنیمت میں انہیں دیا، اور اس کی ٹوپی ایک لاکھ کی تھی جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت خالد نے اُمراء کو دائیں بائیں وہاں کے قلعوں کا محاصرہ کرنے بھیج دیا۔ پس انہوں نے بزور قوت اور صلح سے انہیں فتح کر لیا اور ان کے سب اموال قابو کر لیے اور حضرت خالد ان کے کسانوں اور ان کے بیٹوں سے متعرض نہیں ہوئے جنہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی بلکہ صرف ایرانی جانبازوں سے متعرض ہوئے۔

پھر اسی سال کے صفر میں المذار کا معرکہ ہوا جسے الثنی کا معرکہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک دریا ہے، اور ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اس دن لوگوں نے کہا، اصفار کا صفر، اس میں سرکش دریاؤں کے سنگم پر قتل ہوگا، اور اس معرکے کا سبب یہ تھا کہ ہرمز نے اُردشیر اور شیری کو لکھا تھا کہ حضرت خالد یمامہ سے اس کی طرف آ رہے ہیں پس کسریٰ نے امیر قارن بن قریانس کے ساتھ ایک فوج اس کی طرف بھیج دی۔ اور ابھی وہ ہرمز کے پاس نہیں پہنچا تھا کہ حضرت خالد کے ساتھ اس کا وہ معاملہ ہو گیا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور ایرانیوں میں سے بھاگنے والے بھاگ گئے، پس قارن انہیں ملا اور وہ اس

کے گرد جمع ہوئے، اور ایک دوسرے کو جنگ پر اُکسانے لگے، اور انہوں نے حضرت خالد کی طرف واپس جانے پر اتفاق کر لیا۔ اور ایک جگہ کی طرف چل پڑے، جسے المذار کہا جاتا ہے، اور قارن کے میمنہ اور میسرہ پر قباذ اور انوشجان تھے، جب یہ اطلاع حضرت خالد کو ملی تو آپ کے پاس جنگ ذات السلاسل کے جو چار شخص تھے، آپ نے انہیں تقسیم کر دیا، اور ولید بن عقبہ کے ذریعے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع بھیجدی، اور حضرت خالد اپنی فوجوں کے ساتھ چل پڑے، اور المذار مقام پر اُتر گئے، اور آپ پوری طرح تیار تھے۔ اور انہوں نے غصے اور غیرت کے ساتھ جنگ کی، اور قارن دعوت مبارزت دیتا ہوا باہر نکلا، اور حضرت خالد اس کے مقابلہ میں نکلے، اور جری اور دلیر اُمراء نے آپ سے سبقت کی۔ اور معقل بن اعشیٰ بن النباش نے قارن کو قتل کر دیا، اور حضرت عدی بن حاتم نے قباذ کو اور حضرت عاصم نے انوشجان کو قتل کر دیا۔ اور ایرانی بھاگ گئے، اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور اس روز ان کے تیس ہزار آدمی قتل ہو گئے، اور بہت سے دریاؤں اور پانیوں میں غرق ہو گئے۔ اور حضرت خالد المذار میں ٹھہر گئے۔ اور جس نے جس کو قتل کیا تھا، اس کا سامان اُسے دیا، اور قارن ایرانیوں میں اپنے شرف کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اور آپ نے بقیہ غنیمت، اور اس کے خمس کو اکٹھا کیا، اور بنی عدی بن کعب کے بھائی سعید بن نعمان کے ذریعے فتح کی بشارت اور خمس کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجدیا اور حضرت خالد نے وہیں قیام کیا حتیٰ کہ آپ نے چار خمسوں کو تقسیم کیا، اور کسانوں کو چھوڑ کر جن جانبازوں کا آپ نے محاصرہ کیا تھا ان کی اولاد کو قیدی بنایا۔ آپ نے کسانوں کو جزیہ دینے پر ٹھہرالیا، اور ان قیدیوں میں حبیب ابوالحسن بصری بھی تھا جو نصرانی تھا، اور حضرت عثمان کا غلام اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابو زیاد بھی تھا۔ پھر آپ نے فوج پر سعید بن نعمان کو اور جزیہ پر سوید ابن مقرن کو امیر مقرر کیا، اور اسے حکم دیا کہ وہ الحفیر اتر کر آپ کے پاس اموال لے کر آئے اور حضرت خالد قیام کر کے دشمنوں کے حالات دریافت کرنے لگے۔

پھر اسی سال کے صفر میں الولجہ کا واقعہ ہوا، جیسا کہ ابن جریر نے بیان کیا ہے۔ اور واقعہ یوں ہے کہ جب ایران کے بادشاہ اردشیر کو المذار میں قارن اور اس کے اصحاب کے ساتھ ہونے والے واقعہ کی اطلاع پہنچی، تو اس نے ایک شجاع امیر اندرزغر کو بھیجا، جو مضافات کے باشندوں میں سے تھا، جو مدائن میں پیدا ہوا، اور وہیں پروان چڑھا، اور اسے ایک دوسرے امیر بہمن جاذویہ کی فوج کے ساتھ مدد دی۔ اور وہ روانہ ہو کر الولجہ مقام پر پہنچے، حضرت خالد نے ان کے متعلق سنا تو آپ اپنی فوجوں کے ساتھ چل پڑے، اور وہاں جس شخص کو اپنا قائمقام بنایا اسے احتیاط کرنے اور ہوشیار رہنے کی تاکید کی، پس آپ نے زغر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کی اور الولجہ میں اس کے خلاف اکٹھے ہو گئے، اور انھوں نے پہلی جنگ سے بھی زیادہ سخت جنگ کی، یہاں تک کہ فریقین نے خیال کیا کہ صبر ختم ہو گیا ہے، اور آپ کی گھاتی فوج نے جسے آپ نے اپنے پیچھے دو جگہوں پر گھات میں بٹھایا ہوا تھا، آہستگی سے کام لیا اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں گھاتی فوجیں اس جگہ سے بھی اور اس جگہ سے بھی نکل آئیں، پس اعاجم کی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں، حضرت خالد نے انہیں آگے سے آ پکڑا، اور دونوں گھاتی فوجوں نے انہیں پیچھے سے آلیا، اور ان میں سے کوئی آدمی اپنے ساتھی کے مقتل کو نہ پہچان سکا تھا اندرزغر، معرکہ سے بھاگ گیا، اور پیاس سے مر گیا، اور حضرت خالد نے کھڑے ہو کر لوگوں میں تقریر کی، اور انہیں بلادِ اعاجم میں رغبت دلائی، اور بلادِ عرب سے انہیں رغبت ترک کرائی اور فرمایا کیا تم یہاں کے کھانوں کو نہیں دیکھتے؟ اور قسم بخدا، اگر راہِ خدا میں جہاد کرنا اور دعوتِ اسلام دینا ہمیں لازم نہ ہوتا، اور صرف معاش کی بات ہوتی تو یہی رائے تھی کہ ہم اس سبزہ زار پر جنگ کرتے، حتیٰ کہ ہم اس کے اولین حقدار ہوتے، اور ہم بھوک اور تندرستی انہیں دیدیتے جنھوں نے اس جہاد میں جو تم کر رہے ہو، سستی کی ہے، پھر آپ نے غنیمت کا خمس لگایا، اور اس کے چار خمسوں کو غنیمت حاصل کرنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خمس کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا اور دشمن کے جانبازوں کی اولاد کو قید کر لیا، اور کسانوں کو جزیہ پر وہاں رہنے دیا۔

سیف بن عمرو سے بحوالہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد نے الولجہ کے روز اہل عجم کے ایک ایسے شخص سے مقابلہ کیا۔ جو ایک ہزار اشخاص کے برابر تھا، اور آپ نے اسے قتل کر دیا، پھر آپ نے اس پر ٹیک لگائی، اور آپ کا کھانا لایا گیا تو آپ نے دونوں صفوں کے درمیان ٹیک لگا کر اسے کھایا۔

پھر اسی طرح صفر میں الیس کا معرکہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خالد نے الولجہ کی جنگ میں بکر بن وائل کے ایک گروہ کو، جو نصاریٰ عرب میں سے ایرانیوں کے ساتھ تھے قتل کر دیا، پس ان کے قبائل جمع ہو گئے۔ اور ان میں سب سے زیادہ غصہ عبدالاسود عجلی کو تھا۔ اور گذشتہ کل کو اس کا بیٹا قتل ہو

گیا تھا انہوں نے اعاجم کے ساتھ خط و کتابت کی، اور اردشیر نے ان کے پاس ایک فوج بھیجی، وہ وہ الیس مقام پر جمع ہو گئے۔ اسی دوران میں کہ ان کے لئے کھانا نکالے گئے تھے اور وہ اسے کھانا چاہتے تھے کہ حضرت خالد نے اپنی فوج کے ساتھ اچانک ان پر حملہ کر دیا اور جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو ان میں سے بعض نے کھانا کھانے اور حضرت خالد کی طرف توجہ نہ کرنے کا اشارہ کرنا تھا اشارہ کر دیا اور کسریٰ کے امیر نے کہا بلکہ ہم اس پر تیزی سے حملہ کریں گے مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اترے تو آپ نے اپنی فوج کے آگے آ کر بلند آواز سے عراب کے ان بہادروں کو پکارا جو وہاں موجود تھے کہ فلاں کہاں ہے، فلاں کہاں ہے؟ پس وہ سب کے سب آپ سے پیچھے ہٹ گئے، ہاں بنی جذرہ کا ایک شخص جسے مالک بن قیس کہا جاتا ہے وہ آپ کے مقابلے میں نکلا، حضرت خالد نے اسے کہا اے ابن خبیثہ! تجھے ان میں سے کس نے جرأت دلائی ہے حالانکہ تجھ میں وفا نہیں ہے پھر آپ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا اور اعاجم نے کھانے سے منہ موڑ لیا، اور ہتھیار لے کر کھڑے ہو گئے اور نہایت شدید جنگ کی اور مشرکین بہمن کی آمد کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ بادشاہ کی طرف سے فوج لے کر ان کے پاس آنے لگا اور وہ بڑی قوت و شدت سے ساتھ جنگ کر رہے تھے اور مسلمانوں نے بھی بڑا استقلال دکھلایا، اور حضرت خالد نے دعا کی اے اللہ اگر تو نے ہمیں ان پر غالب کر دیا تو تیری طرف سے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ میں ان میں سے جس پر قابو پاؤں گا اسے باقی نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ میں ان کے خون سے ان کا دریا بہا دوں گا پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ دے دیا، اور حضرت خالد کے منادی نے اعلان کیا کہ قید کر لو، قید کر لو اور صرف اسے قتل کرو جو قیدی بننے سے انکار کرے، پس سوار انہیں افواج کی صورت میں ہانک کر لائے اور آپ نے ان پر لوگوں کو مقرر کیا جو دریا میں انہیں قتل کرتے تھے اور آپ نے ایک دن رات یہ کام کیا اور دوسرے اور تیسرے دن بھی انہیں تلاش کرتے رہے اور جب بھی ان میں سے کوئی آدمی آتا دریا میں اسے قتل کر دیتے تو آپ نے دریا کا پانی دوسری جگہ سے جاری کر دیا، تو بعض امراء نے آپ سے کہا جب تک آپ خون پر پانی نہیں چھوڑیں گے ان کے خون سے دریا نہیں چلے گا، اور پانی کے ساتھ چل پڑے گا اور آپ کی قسم پوری ہو جائے گی، پس آپ نے پانی چھوڑ دیا اور دریا تازہ خون سے بہہ پڑا، اس لئے اسے آج تک دریائے خون کہتے ہیں، پس یہ تازہ خون جو تین دن تک پوری فوج کے لئے کافی ہو گیا، ہلاک ہونے والوں کے گرد گھومتا رہا، اور مقتولین کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی۔

جب حضرت خالد نے فوج کو شکست دی، اور لوگوں میں سے واپس آنے والے واپس لوٹ آئے تو حضرت خالد اس کھانے کی طرف گئے جو انہوں نے اسے کھانے کے لئے رکھا تھا، آپ نے مسلمانوں سے کہا یہ غنیمت ہے اسے اتر کر کھا لو پس لوگ اتر پڑے اور شام کا کھانا کھایا اور اعاجم نے اپنے کھانے پر بہت سی نرم چپاتیاں رکھی تھیں اور جنگل کے اعراب جب اسے دیکھتے تو کہتے یہ چیتھڑے کیسے ہیں؟ وہ انہیں کپڑے خیال کرتے تھے اور سبزہ زاروں اور شہروں کے باشندے جو انہیں پہچانتے تھے وہ انہیں کہنے لگے، کیا تم نے رقیق العیش (آسودہ زندگی) نہیں سنا؟ انہوں نے کہا بے شک، تو وہ کہنے لگے یہ رقیق العیش ہے اسی دن سے اس کا نام انہوں نے رقاق رکھ دیا اور عرب اسے العود کہا کرتے تھے۔

سیف بن عمر بن محمد عن شعبی اس شخص سے جس نے حضرت خالد سے روایت کی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے روٹیاں اور نیاں، تربوز اور بھنا ہوا گوشت غنیمت میں دیا اور اسے جمع کرنے والوں کے سوا انہوں نے کچھ نہیں کھایا اور اس معرکہ میں یوم الیس امغیشیا کے باشندے قتل ہو گئے اور حضرت خالد نے وہاں جا کر اسے برباد کرنے کا حکم دے دیا اور جو کچھ وہاں موجود تھا اس پر قبضہ کر لیا، وہاں سے انہیں بڑی غنیمت ملی۔ آپ نے اسے غنیمت حاصل کرنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور غنیمت کے بعد سوار کو ڈیڑھ ہزار درہم ملے، جو پہلی حاصل کردہ غنیمت سے علاوہ تھے، حضرت خالد نے بنی عجل کے ایک شخص جندل کے ذریعے بشارت، فتح اور اموال کا خمس اور قیدی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے اور وہ بہادر رہنما تھا۔ جب اس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور امانت ادا کر دی تو آپ نے اس کی تعریف کی اور قیدی عورتوں سے ایک لونڈی اسے بطور انعام عطا فرمائی، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے گروہ قریش تمہارے شیر نے ایک شیر پر حملہ کر دیا ہے اور اس کے گوشت کے ٹکڑوں پر غالب آ گیا ہے، عورتیں، خالد بن ولید جیسا بیٹا جننے سے عاجز آ گئی ہیں پھر متعدد مقامات پر حضرت خالد پر طویل معاملات پیش آئے جن کا سنا باعث ملال ہو گا اس کے باوجود حضرت خالد نہ درماندہ ہوتے تھے نہ اکتاتے تھے نہ کمزور ہوتے تھے اور نہ ہی غمگین ہوتے تھے بلکہ پوری قوت و شدت اور تیزی میں رہتے تھے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام اور اہل اسلام کی عزت اور کفر کی ذلت اور اس کی جمعیت کی پریشانی کے لئے پیدا کیا تھا۔

باب

حیرہ کے محلات پر قبضہ...... پھر حضرت خالد چل پڑے اور خورنق، سدیر اور نجف میں اترے اور اپنے دستوں کو ادھر اُدھر پھیلا دیا جو حیرہ کے قلعوں کا محاصرہ کرتے تھے انکے باشندوں کو بالجبر اور صلح وآشتی کے ساتھ اتارتے تھے اور جو لوگ صلح سے اترے ان میں عرب نصاریٰ کی ایک قوم بھی تھی جن میں متقدم الذکر ابن بقیلہ بھی تھا، آپ نے اہل حیرہ کو امان کا پروانہ لکھ دیا اور عمرو بن عبدالمسیح ابن بقیلہ نے آپ کو دھوکہ دیا اور حضرت خالد نے اس کے پاس ایک تھیلی دیکھی اور فرمایا اس میں کیا ہے؟ اور حضرت خالد نے اسے کھولا اور اس میں کوئی چیز پائی، ابن بقیلہ نے کہا یہ فوراً ہلاک کردینے والا زہر ہے، آپ نے فرمایا تو نے اسے اپنے پاس کیوں رکھا ہے؟ اس نے کہا جب میں اپنی قوم کی بری حالت دیکھوں گا تو میں اسے کھالوں گا اور موت مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے، حضرت خالد نے اس زہر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا ہر جان، اپنی مقررہ میعاد کے بغیر ہرگز نہیں مرے گا، پھر فرمایا **بسم اللّٰہ خیر الاسماء رب الارض والسماء الذی لیس یضر مع اسمہ داء الرحمٰن الرحیم**، اور امراء آپ کو اس سے روکنے کے لئے آگے بڑھے اور آپ نے ان سے سبقت کر کے اسے نگل لیا۔

جب ابن بقیلہ نے یہ بات دیکھی تو کہنے لگے اے گروہ عرب! خدا کی قسم جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی موجود ہے تم ضرور اس چیز پر قبضہ کرلو گے جس پر تم قبضہ کرنا چاہو گے، پھر اس نے اہل حیرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے آج کے مانند اس سے واضح برتری نہیں دیکھی، پھر اس نے انہیں بلایا اور انہوں نے حضرت خالد سے صلح کا مطالبہ کردیا پس آپ نے ان سے مصالحت کر لی اور انہیں صلح کی تحریر لکھ دی، اور فوری طور پر ان سے چار لاکھ درہم لئے اور آپ نے ان سے اس وقت تک صلح نہیں کی جب تک انہوں نے عبدالمسیح کی بیٹی کرامت کو ایک صحابی شریک کے سپرد نہیں کردیا، اور آپ نے یہ اس لئے کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرہ کے محلات کا ذکر کیا جن کے کنگرے کتوں کی کچلیوں کی طرح تھا تو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بقیلہ کی بیٹی بخش دیجئے، آپ نے فرمایا وہ تیری ہوئی اور جب یہ فتح ہوگئی تو شریک نے اس لڑکی کا دعویٰ کردیا اور دو صحابہ رضی اللہ عنہ نے اسکی گواہی دی تو وہ اس کو اسے سپرد کرنے سے رک گئے اور کہنے لگے کہ تو اسی سال کی عورت کو لے کر کیا کرے گا؟ وہ اپنی قوم سے کہنے لگی مجھے اسکے سپرد کردو، میں اس سے چھٹکارا حاصل کرلوں گی۔

اس نے مجھے اس وقت دیکھا ہے جب میں جوان تھی پس اسے اس کے سپرد کردیا گیا اور جب وہ اسے خلوت میں ملا تو وہ کہنے لگی تو اسی سالہ عورت سے کیا چاہتا ہے؟ میں مال دے کر تجھ سے چھٹکارا حاصل کرلوں گی، پس تو جو چاہتا ہے اس کا فیصلہ کرلے اس نے کہا خدا کی قسم! میں تجھ سے ایک ہزار سے کم فدیہ قبول نہیں کروں گا، اس نے فریب کاری سے اسے زیادہ سمجھا پھر وہ اپنی قوم کے پاس آئی اور انہوں نے اس کو ایک ہزار درہم دے دیا اور لوگوں نے اسے ملامت کی اور کہنے لگے اگر تو ایک لاکھ سے زیادہ بھی طلب کرتا تو وہ تجھے دے دیتے، اس نے کہا کیا ایک ہزار سے زیادہ عدد بھی ہوسکتا ہے؟ اور حضرت خالد کے پاس جا کر کہنے لگا میں نے تو زیادہ عدد ہی طلب کیا تھا، حضرت خالد نے فرمایا تو نے ایک بات کا ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری بات کا ارادہ کیا ہے اور ہم تیرے قول کے ظاہر پر فیصلہ کرتے ہیں اور تیری نیت کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے کہ تو صادق ہے یا کاذب۔

سیف بن عمر، عمرو بن محمد سے بحوالہ شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے [illegible] فتح کیا تو ایک سلام سے [illegible] نماز پڑھی [illegible] مقتولین [illegible] مقتولین [illegible] وجہی جو منسوخ نہیں [illegible] حصوں پر ہیں اور ہم نے واظم میں [illegible] قادس [illegible] اور بس [illegible] ہم نے محلات [illegible] اور ہم نے انہیں وہاں سے [illegible] طرح نہیں [illegible] تھا، ہم نے قبولیت کے ساتھ ان پر [illegible] اور انہوں نے [illegible] نے کہا ہم قوم ہیں اور [illegible] سے سبزہ زاروں کی طرف چلے گئے۔

جریر بن عبداللہ البجلی، حضرت خالد کے پاس آئے، آپ متعدد واقعات، اور متقدم الذکر غنائم کے بعد حیرہ میں مقیم تھے اور وہ ان میں سے کسی معرکہ میں بھی حاضر نہ ہوئے تھے اس لئے انہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تھا پس خالد بن سعید نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی تا کہ وہ اپنی بجیلہ قوم کو آپ کے لئے اکٹھا کریں اور وہ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ سوال کیا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے غصے میں آ کر فرمایا تو مجھے اس کام سے غافل کرنے آیا ہے جو اس کام کی نسبت جس کی طرف تو مجھے بلاتا ہے زیادہ خدا کو راضی کرنے والا ہے پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت خالد بن ولید کے پاس عراق بھیج دیا۔

سیف اپنے اسانید سے بیان کرتے ہیں کہ پھر ابن صلوبا آیا اور اس نے حضرت خالد سے بانقیا اور بسماء اور اس کے اردگرد کے علاقے پر دس ہزار دینار پر صلح کی، اور ان علاقوں کے نمبردار بھی آپ کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے شہروں اور ان کے اہالیان کے بارے میں اہل حیرہ کی طرح صلح کی اور جن ایام میں آپ نے عراق کے اطراف پر قبضہ کیا اور حیرہ اور ان شہروں پر غلبہ پایا اور الیس اور الثنی کے باشندوں پر حملہ کیا اور ان کے بعد ایرانیوں اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر کے ان کے سواروں کو بری طرح قتل کیا اس وقت یہ واقعہ بھی ہوا کہ ایران نے اپنے بادشاہ اردشیر اور اس کے بیٹے شیرین پر حملہ کر کے ان دونوں کو قتل کر دیا اور جو کوئی انکی طرف منسوب ہوتا تھا ان سب کو بھی قتل کر دیا اب ایرانی حیران رہ گئے کہ اپنی حکومت کس کے سپرد کریں اور انہوں نے آپس میں اختلاف کیا مگر انہوں نے ایسی فوجیں بھی تیار کیں جو حضرت خالد اور مدائن کے درمیان حائل ہوں جس میں کسریٰ کا ایوان اور حکومت کا تخت تھا۔

حضرت خالد نے وہاں جو صوبیدار، امراء اور حکومت موجود تھی انہیں خط لکھا اور انہیں دعوت الی اللہ دی نیز انہیں اسلام میں داخل ہونے کی طرف بلایا تا کہ ان کا بادشاہ ان پر قائم رہے وگرنہ وہ جزیہ ادا کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو جان لیں کہ آپ ان کے پاس ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو موت سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی سے محبت کرتے ہیں۔

لہٰذا وہ حضرت خالد کی جرأت و شجاعت سے تعجب کرنے لگے اور اپنی حماقت و رعونت سے تمسخر کرنے لگے حضرت خالد نے حیرہ کی صلح کے بعد وہاں ایک سال تک قیام کیا، آپ بلاد فارس میں ادھر اُدھر پھرتے تھے اور اس کے باشندوں پر بڑا سخت اور بہادرانہ حملہ کرتے تھے جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا تھا اور سننے والوں کے کانوں کو ششدر اور تدبر کرنے والوں کی عقلوں کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔

حضرت خالد کا انبار کو فتح کرنا

ان غزوات کو ذات العیون کہتے ہیں۔ حضرت خالد اپنی فوجوں کے ساتھ سوار ہو کر انبار پہنچ گئے جہاں کا حکمران ایرانیوں کا سب سے بڑا دانشمند اور ان کا سب سے بڑا سردار تھا جسے شیرزاذ کہا جاتا تھا پس حضرت خالد نے انبار کا محاصرہ کر لیا جس کے اردگرد اس کی قوم کے اعراب تھے جو اپنے دین پر قائم تھے اور ان کے علاقے کے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے انہوں نے حضرت خالد کو خندق تک پہنچنے سے روکا، پس آپ نے ابتداء میں ان کے ساتھ شمشیر زنی کی اور جب فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے تو حضرت خالد نے اپنے اصحاب کو تیراندازی کا حکم دے دیا، حتیٰ کہ انہوں نے ان میں سے ایک ہزار آنکھ پھوڑ دی اور لوگ چیخ اٹھے کہ اہل انبار کی آنکھیں ختم ہو گئی ہیں، اور اس غزوہ کو ذات العیون کہتے ہیں پس شیرزاذ نے حضرت خالد کے ساتھ صلح کے بارے میں مراسلت کی اور حضرت خالد نے کچھ باتوں کی شرطیں عائد کیں جن کے قبول کرنے سے شیرزاذ نے انکار کیا تو حضرت خالد خندق کی طرف بڑھے اور نڈھال اونٹوں کو منگوا کر انہیں ذبح کر دیا حتیٰ کہ خندق ان سے پر کر دیا اور ان کے اوپر سے آپ اور آپ کے اصحاب گزر گئے اور جب شیرزاذ نے اس بات کو دیکھا تو حضرت خالد نے جو شرائط عائد کی تھیں انہی پر صلح کرنا قبول کر لیا، اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے مطالبہ کر دیا کہ اسے اس کے مامن کی طرف واپس کر دیا جائے، حضرت خالد نے اس سے یہ وعدہ پورا کیا اور شیرزاذ انبار سے چلا گیا اور حضرت خالد نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں اتر کر اطمینان حاصل کر لیا اور وہاں جو عرب صحابہ تھے ان سے عربی کتابت سیکھی اور ان عربوں نے اسے اپنے سے پہلے عربوں سے سیکھا اور وہ بنو ایاد تھے جو بخت نصر کے زمانے میں وہاں رہتے تھے جب اس نے عراق کو عربوں کے لئے مباح کر دیا تھا اور انہوں نے حضرت خالد کو بنو ایاد کے ایک شخص کے اشعار سنائے جو اپنی قوم

کی مدح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میری قوم ایاد، اگر ارادہ کرتی یا اقامت اختیار کرتی تو اونٹ لاغر ہو جاتے، میری قوم وہ ہے کہ جب وہ سب کی سب چلتی ہے تو عراق کے نخلستان اور لوح وقلم اس کے ہو جاتے ہیں''۔

پھر حضرت خالد نے بوازیج اور کلواذی کے باشندوں سے مصالحت کی پھر اہل انبار اور ان کے اردگرد کے لوگوں نے حالات کے خراب ہونے کی وجہ سے عہد شکنی کی اور بوازیج اور بانقیا کے باشندوں کے سوا اور کوئی اپنے عہد پر قائم نہ رہا۔

سیف نے عبدالعزیز بن سیاہ سے بحوالہ حبیب بن ابی ثابت بیان کیا ہے کہ اہل معرکہ سے قبل بنو صلوبا جو حیرہ، کلواذی اور فرات کی بستیوں کے باشندے تھے ان کے سوا اہل مضافات میں سے کسی کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہ تھا ان لوگوں نے خیانت کی اور خیانت کے بعد انہیں عہد کی طرف دعوت دی گئی۔

سیف نے، بحوالہ محمد بن قیس بیان کیا ہے کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ بعض قلعوں اور ٹیلوں کے سوا، مضافات اور سب علاقے کو بزور قوت قابو کیا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، بلکہ جب انہیں دعوت دی گئی تو وہ ٹیکس دینے سے راضی ہو گئے اور ان سے ٹیکس لیا گیا، اور وہ ذمی ہو گئے۔

معرکہ عین التمر ... جب حضرت خالد انبار پر بااختیار ہو گئے تو آپ نے زبرقان بن بدر کو اس پر نائب مقرر کیا اور خود عین التمر کا قصد کیا جہاں ان دنوں مہران بن بہرام جوبین، عربوں کی ایک عظیم فوج کے ساتھ مقیم تھا اور ان کے اردگرد، نمر تغلب، ایاد اور ان سے ملنے جلنے والے اعراب کے قبائل تھے اور ان کا سردار عقہ بن ابی عقہ تھا جب حضرت خالد نزدیک ہوئے تو عقہ نے مہران سے کہا عرب، عربوں سے جنگ کرنا بہتر جانتے ہیں پس ہمیں اور حضرت خالد کو چھوڑ دیجئے اس نے اسے کہا تم کو اور ان کو پکڑیں گے اگر تم ہمارے محتاج ہوئے تو تم کو تکلیف پہنچائیں گے پس عجم نے اس پر اپنے امیر سے ملاقات کی تو اس نے کہا انہیں چھوڑ دو، پس اگر یہ حضرت خالد پر غالب آ جائیں تو وہ تمہارا ہوا، اور اگر مغلوب ہو گئے تو ہم حضرت خالد سے جنگ کریں گے حالانکہ وہ کمزور اور ہم طاقتور ہیں پس انہوں نے اقرار کیا اور وہ رائے کی بہتری میں ان سے بڑھ گیا ہے اور حضرت خالد آگے بڑھے تو عقہ آپ کو ملا اور جب وہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت خالد نے اپنے میمنہ اور میسرہ سے فرمایا اپنی جگہ کی حفاظت کرو، میں حملہ کرنے والا ہوں اور آپ نے اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پیچھے رہیں عقہ جب صفیں درست کر رہا تھا تو آپ نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے گود میں لے کر قید کر لیا اور عقہ کی فوج جنگ کے بغیر ہی شکست کھا گئی، پس انہوں نے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا، اور حضرت خالد نے عین التمر کے قلعے کا قصد کیا۔

جب مہران کو عقہ اور اس کی فوج کی شکست کی اطلاع ملی تو وہ قلعے سے اتر کر بھاگ گیا اور قلعے کو چھوڑ گیا اور اعراب نصاریٰ کی جماعتیں قلعے کی طرف واپس آئیں تو انہوں نے اسے کھلا ہوا پایا اور وہ اس میں داخل ہو گئے اور اس کی پناہ لے لی، حضرت خالد نے آ کر ان کا شدید محاصرہ کر لیا اور جب انہوں نے اس صورت حال کو دیکھا تو آپ سے صلح کی درخواست کی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک تم خالد کے حکم کو نہیں مانو گے صلح نہیں ہوگی، پس انہوں نے حضرت خالد کا حکم مان لیا اور انہیں پابند سلاسل کر دیا گیا اور قلعے پر حضرت خالد نے قبضہ کر لیا، پھر آپ کے حکم سے عقہ اور جو لوگ اسکے ساتھ قید ہوئے تھے اور جن لوگوں نے آپ کے حکم کو مان لیا تھا سب قتل کر دیے گئے، اور جو کچھ اس قلعے میں موجود تھا اسے غنیمت بنا لیا اور آپ نے وہاں سے کلیسا میں چالیس غلاموں کو انجیل سیکھتے ہوئے پایا اور ان کا دروازہ بند تھا، حضرت خالد نے اسے توڑ دیا اور انہیں امراء اور مالداروں میں تقسیم کر دیا، خمس میں سے حمران، حضرت عثمان بن عفان کی طرف آیا اور ان میں محمد بن سیرین کے والد سیرین بھی تھے جنہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے لے لیا، اور دیگر مشہور غلاموں کی ایک جماعت بھی تھی، آپ نے ان کی اور ان کی اولاد کی خیر خواہی کی۔

جب ولید بن عقبہ، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس خمس لے کر آئے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت عیاض بن غنم کی مدد کے لئے واپس بھیج دیا اور وہ دومۃ الجندل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے پس جب یہ ان کے پاس گئے تو انہیں عراق کی ایک جانب ایک قوم کا محاصرہ کئے ہوئے پایا اور انہوں نے بھی آپ کی ناکہ بندی کر رکھی تھی، اور آپ بھی اسی طرح محصور ہی تھے، حضرت عیاض نے ولید سے کہا بلاشبہ کوئی رائے بہت بڑی فوج سے بھی بہتر ہوتی ہے ہم جس پوزیشن میں ہیں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ ولید نے انہیں کہا، حضرت خالد کو خط لکھئے وہ اپنی فوج

سے آپ کو مدد دیں گے، حضرت عیاض نے انہیں امداد کا خط لکھا اور ان کا خط معرکہ عین التمر کے بعد حضرت خالد کو ملا جس میں وہ آپ سے مدد مانگ رہے تھے آپ نے انہیں لکھا۔

'خالد سے عیاض کی طرف، میں آپ کی طرف آنا چاہتا ہوں تھوڑی دیر ٹھہرو، آپ کے پاس دودھیل اونٹنیاں آئیں گی جو شیروں کو اٹھائے ہوئے ہوں گی، جن پر صیقل شدہ تلواریں ہوں گی اور فوجوں کے پیچھے فوجیں ہوں گی۔

دومۃ الجندل کے حالات: جب حضرت خالد عین التمر سے فارغ ہوئے تو آپ نے دومۃ الجندل کا قصد کیا اور عین التمر پر عویمر بن الکاہن اسلمی کو قائم مقام مقرر کیا اور جب اہالیان دومۃ الجندل نے سنا کہ آپ ہماری طرف آ رہے ہیں تو انہوں نے اپنی بہراء، تنوخ، کلب، غسان اور ضجاعم کی فوجوں کی طرف پیغام بھیجا اور وہ ان کے پاس آ گئیں اور غسان اور تنوخ کا امیر ابن الایہم تھا اور ضجاعم کا امیر ابن الحدرجان تھا، اور دومۃ الجندل کے لوگوں کا اتفاق دو اشخاص اکیدر بن عبدالملک اور الجودی بن ربیعہ پر تھا ان دونوں میں اختلاف ہو گیا اکیدر کہنے لگا میں حضرت خالد کو لوگوں سے بہتر جانتا ہوں، جنگ میں اس سے زیادہ خوش قسمت شخص کوئی نہیں، اور نہ خود اس سے کوئی زیادہ خوش قسمت ہے اور جس قوم نے بھی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، حضرت خالد کا چہرہ دیکھا ہے اس نے شکست کھائی ہے پس میری مانو اور ان لوگوں سے صلح کر لو مگر انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اس نے کہا میں حضرت خالد سے جنگ کرنے میں ہرگز تمہاری مدد نہیں کروں گا اور وہ ان سے علیحدہ ہو گیا۔

حضرت خالد نے عاصم بن عمرو کو اس کی طرف بھیجا انہوں نے اس کا مقابلہ کر کے اسے پکڑ لیا اور جب اسے حضرت خالد کے پاس لایا گیا تو آپ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا آپ نے لے لیا پھر حضرت خالد اور اہالیان دومۃ الجندل کا آمنا سامنا ہوا، ان کا امیر الجودی بن ربیعہ تھا اور اعراب کا ہر قبیلہ اپنے امیر کے ساتھ تھا۔ حضرت خالد نے دومۃ الجندل کو اپنے اور حضرت عیاض بن غنم کی فوج کے درمیان کر دیا اور اعراب کی فوج دو گروہوں میں بٹ گئی اور ایک گروہ حضرت خالد کی جانب اور دوسرا گروہ حضرت عیاض کی جانب تھا، حضرت خالد نے اپنے مقابل کے لوگوں پر حملہ کر دیا اور حضرت عیاض نے دوسروں پر حملہ کر دیا اور حضرت خالد نے الجودی کو قید کر لیا اور اقرع بن حابس نے ودیعہ کو قید کر لیا اور اعراب قلعے کی طرف بھاگ گئے اور انہوں نے اسے بھر دیا اور بہت سے لوگ باقی رہ گئے اور قلعہ ان سے تنگ ہو گیا پس بنو تمیم نے ان لوگوں پر جو قلعے سے باہر تھے مہربانی کی اور انہیں غلہ دیا تو ان میں سے کچھ لوگ بچ گئے، حضرت خالد آئے تو آپ نے جن لوگوں کو قلعے سے باہر پایا انہیں قتل کر دیا اور الجودی اور اس کے ساتھ جو قیدی تھے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا اور بنی کلب کے قیدیوں کو قتل نہ کیا، کیونکہ عاصم بن عمرو اور اقرع بن حابس اور بنی تمیم نے ان کو پناہ دی تھی، حضرت خالد نے انہیں کہا مجھے اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم جاہلیت کی بات کی حفاظت کرتے ہو اور اسلام کی بات کو ضائع کرتے ہو؟ عاصم بن عمرو نے آپ سے کہا کیا تم ان کی عافیت سے حسد کرتے ہو اور شیطان کو ان کا محافظ بناتے ہو پھر حضرت خالد نے دروازے کا چکر لگایا اور وہ آپ سے نہ ہلا حتیٰ کہ آپ نے اسے اکھاڑ پھینکا اور لوگوں نے قلعے میں گھس کر اس میں جتنے بھی جانباز موجود تھے انہیں قتل کر دیا اور بچوں کو قید کر لیا، اور انہیں زیادہ رقم دینے والوں کے پاس فروخت کر دیا اور اس روز حضرت خالد نے الجودی کی بیٹی کو خرید لیا جو بڑی حسین تھی، اور آپ نے دومۃ الجندل میں قیام کیا اور اقرع کو انبار کی طرف واپس بھیج دیا پھر حضرت خالد حیرہ کی طرف واپس آ گئے اور وہاں کے باشندوں نے ڈھول تاشے بجا کر اور کھیلوں کا مظاہرہ کر کے آپ کا استقبال کیا، اور آپ نے ان کے ایک آدمی کو اپنے ساتھی سے کہتے سنا کہ ہمارے ساتھ چلو، یہ شر کی خوشی کا دن ہے۔

الحصید اور المضیح کے لوگوں کے حالات: سیف نے بحوالہ محمد، طلحہ اور مہلب بیان کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد نے دومۃ الجندل میں قیام کیا تو اعاجم قوم کو آپ کے متعلق بدظنی ہو گئی اور انہوں نے جزیرہ کے عربوں سے خط و کتابت کی اور وہ آپ سے جنگ کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے اور انبار کو زبرقان سے چھیننے کا قصد کیا وہ انبار پر حضرت خالد کا نائب تھا جب زبرقان کو یہ اطلاع ملی تو اس نے قعقعاع بن عمرو کو خط لکھا جو حیرہ پر حضرت خالد کا نائب تھا، قعقعاع نے اعبد بن فدکی سعدی کو بھیجا اور اسے الحصید جانے کا حکم دیا اور عروہ بن ابی الجعد البارقی کو بھیجا اور اس کو خنافس جانے کا حکم دیا اور حضرت خالد، دومہ سے حیرہ کی طرف واپس آئے اور آپ اہل مدائن کے ساتھ جو کسریٰ کا پایہ تخت تھا جنگ کرنے کا عزم

کئے ہوئے تھے لیکن آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر جنگ کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور اعراب نصاریٰ کے ساتھ اعاجم کی جو فوجیں، آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اکٹھی ہو چکی تھیں انہوں نے آپ کو مصروف رکھا پس آپ نے قعقاع بن عمرو کو لوگوں کا امیر بنا کر بھیج دیا اور الحصید مقام پران کی مڈ بھیڑ ہوئی اور اعاجم کا امیر روزبہ تھا اور ایک دوسرے امیر زرمہر نے اسے مدد دی اور ایک شخص نے جسے عصمۃ بن عبداللہ الضبی کہا جاتا تھا نے روزبہ کو قتل کر دیا اور مسلمانوں نے بہت سی غنائم حاصل کیں اور اعاجم بھاگ گئے، اور خنافس مقام پر پناہ لی پس ابو لیلیٰ بن فدکی سعدی ان کے مقابلہ پر گیا جب انہیں اس بات کا پتہ چلا تو وہ المصیخ کی طرف چلے گئے اور جب وہ وہاں کے اعاجم و اعارب کے ساتھ تنگ گئے تو حضرت خالد نے اپنی فوجوں کے ساتھ ان کا قصد کیا اور فوج کو تین دستوں میں تقسیم کر دیا اور رات کو جب وہ سوئے ہوئے تھے ان پر حملہ کر کے ان کو سلا دیا، اور ان میں سے تھوڑے سے لوگ ہی بچ پائے، اور وہ بھی بچھڑی ہوئی بکری کی طرح تھے۔

ابن جریر نے حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس حملے میں ایک شخص کے پاس پہنچے جسے حرقوص بن نعمان نمری کہا جاتا ہے اور اس کے اردگرد اس کے بیٹے، بیٹیاں اور بیوی بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے ان کے لئے ایک شراب کا ٹب رکھا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص اس وقت شراب پی رہا تھا اور یہ حضرت خالد کی فوجیں آ گئیں ہیں اس نے انہیں کہا آخری گھونٹ پی لو اس کے بعد تم مجھے شراب پیتے نظر نہیں آتے، پس انہوں نے شراب پی لی اور وہ کہنے لگا:

''اے میرے دوستو! فجر کی روشنی سے پہلے مجھے شراب پلا دو، شاید ہماری موتیں قریب ہوں، اور ہمیں پتہ ہی نہ ہو''۔

راوی بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا اور ایک آدمی نے اس کے سر پر تلوار ماری تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ٹب میں پڑا ہوا ہے اور اس کے بیٹے، بیٹیاں اور بیوی گرفتار ہو گئے اور اس معرکہ میں دو مسلمان آدمی بھی شہید ہوئے جن کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا امان نامہ بھی تھا مسلمانوں کو اس بات کا علم نہ تھا اور دو آدمی عبدالعزیٰ بن ابی رہم بن قرواش اور لبید بن جریر تھے، عبدالعزیٰ کو جریر بن عبداللہ البجلی نے اور لبید کو ایک اور مسلمان نے قتل کیا اور جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے متعلق اطلاع ملی تو آپ نے دونوں کی دیت ادا کر دی اور ان کے بچوں کو مہربانی کرنے کا پیغام بھیجا اور دونوں کے قتل کی وجہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق گفتگو کی جیسا کہ مالک بن نویرہ کے قتل کے باعث آپ کے متعلق گفتگو کی تھی، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا جو لوگ اہل حرب کے دیار میں رہتے ہیں انہیں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے یعنی ان دونوں کا مشرکین کے پڑوس میں رہنا گناہ ہے اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے حدیث میں ہے کہ ''میں ہر اس شخص سے بری ہوں جو مشرک کے گھر میں رہتا ہے'' اور دوسری حدیث میں ہے ''تو ان دونوں کی آگ کو نہیں دیکھے گا'' یعنی مسلمان اور مشرکین ایک محلّے میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

پھر الثنی اور الزمیل کے معرکے ہوئے اور انہوں نے ان پر شبخون مارا اور وہاں جو اعراب اور اعاجم موجود تھے انہیں قتل کر دیا اور ان میں سے ایک شخص بھی نہ بچ سکا اور نہ ان کی خبر معلوم ہوئی، پھر حضرت خالد نے اموال کا خمس اور قیدی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان قیدی عورتوں سے ایک عرب لونڈی خریدی یعنی ربیعہ بن بجیر تغلبی کی بیٹی، جس سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

معرکۃ الفراض۔۔۔ پھر حضرت خالد اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ الفراض کے معرکہ کی طرف گئے جو شام، عراق اور جزیرہ کی ملحقہ سرحد پر واقع ہے، آپ نے وہاں پر دشمنوں کے ساتھ مصروفیت کی وجہ سے رمضان شریف کا مہینہ افطاری کی حالت میں قیام کیا اور جب رومیوں کو حضرت خالد کے متعلق اور آپ کے اور اکے علاقے کے قریب پہنچ جانے کا علم ہوا تو وہ غیظ و غضب میں آ گئے اور انہوں نے بہت سی فوجیں جمع کیں اور تغلب، ایاد اور تمر سے استمداد کی پھر انہوں نے حضرت خالد سے مقابلہ کیا اور فرات ان کے درمیان حائل ہو گیا رومیوں نے حضرت خالد سے کہا فرات کو عبور کر کے ہمارے پاس آ جاؤ اور حضرت خالد نے رومیوں سے کہا بلکہ تم فرات کو عبور کرو، پس رومی فرات کو عبور کر کے ان کے پاس آ گئے۔

یہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے پس وہاں ایک زبردست جنگ ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے رومی فوجوں کو شکست دی اور مسلمانوں نے ان کا بھرپور تعاقب کیا اور اس معرکہ میں ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے اس کے بعد حضرت خالد نے دس دن الفراض میں قیام کیا پھر ۲۵ رذی قعدہ کو حیرہ واپس جانے کا اعلان کیا اور عمرو بن عاصم کو ہراول اور شجرہ بن لاغر کو ساقہ میں چلنے کا حکم دیا۔

حضرت خالد بن ولید اپنے متعدد ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مسجد حرام کا قصد کیا اور اس راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے جس پر پہلے کبھی نہ چلے تھے اور اس میں آپ کو ایسا معاملہ پیش آیا جو کسی دوسرے کو نہیں آیا آپ مقررہ راستے سے ہٹ کر چلنے لگے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور اس سال کے حج کو پالیا پھر واپس آگئے اور حیرہ پہنچنے سے پہلے پہلے ساقہ سے آملے اور سوائے ان تھوڑے سے آدمیوں کے جو آپ کے ساتھ تھے اور کسی کو اس بات کا پتہ ہی نہ چلا کہ حضرت خالد نے اس سال حج کیا ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو اس وقت پتہ چلا جب حاجی حج کے اجتماع سے واپس آگئے پس آپ نے فوج سے علیحدگی اختیار کرنے پر آپ کو عتاب نامہ بھیجا اور آپ کو یہ سزا دی کہ آپ کو عراق کی جنگ سے معزول کر دیا اور آپ کو خط میں یہ بھی لکھا کہ بلاشبہ فوجیں اللہ کی مدد سے تمہارے غمگین ہونے سے غمگین نہیں ہوں گے، اے ابوسلیمان! آپ کو نیت اور نصیبہ مبارک ہو، اپنا کام پورا کیجئے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس کی تکمیل کردے گا، تمہارے دل میں فخر وعجب پیدا نہ ہو ورنہ ناکام ونامراد ہو جاؤ گے اور کسی کام پر فخر کرنے سے اجتناب اختیار کرو بلاشبہ اللہ احسان کرنے والا، اور وہی جزا دینے والا ہے۔

باب

اس سال میں ہونے والے واقعات ...حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سال حضرت زید بن ثابت کو کھجور کی ٹہنیوں، کپڑوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم آپ نے جنگ یمامہ میں قراء کے زبردست قتلام کے بعد دیا، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے اور اسی سال میں حضرت علی بن ابی طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کی لڑکی امامہ سے نکاح کیا جو ابوالعباس بن الربیع بن عبدشمس اموی سے تھیں اور ان کے باپ نے اسی سال وفات پائی اور یہی وہ لڑکی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اٹھا لیتے تھے اور اسی سال میں حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے نکاح کیا جو آپ کے چچا کی بیٹی تھیں، آپ ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان سے بہت خوش ہوتے تھے اور آپ انہیں نماز کے لئے باہر جانے سے نہیں روکتے تھے اور ان کے باہر نکلنے کو ناپسند کرتے تھے ایک اندھیری رات میں آپ کے راستے میں بیٹھ گئے اور جب وہ گذریں تو آپ نے ان کے سرین پر اپنا ہاتھ مارا، اور وہ اس کے بعد باہر نکلیں، آپ سے پہلے وہ حضرت زید بن الخطاب کے نکاح میں تھیں وہ آپ کو چھوڑ کر قتل ہو گئے اور حضرت زید سے پہلے آپ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے نکاح میں تھیں وہ بھی آپ کو چھوڑ کر قتل ہو گئے اور جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو حضرت زبیر نے ان سے نکاح کر لیا، اور جب وہ شہید ہو گئے تو حضرت علی نے ان کو پیغام نکاح دیا تو وہ کہنے لگیں، میں آپ کی نسبت موت کو ترجیح دیتی ہوں، اور نکاح سے باز رہیں حتیٰ کہ فوت ہو گئیں اور اسی سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام اسلم کو خریدا پھر وہ انہیں کے سادات میں سے ہو گئے اور ان کے بیٹے زید بن اسلم بلند مقام ثقات میں سے ایک تھے اور اسی سال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور حضرت عثمان بن عفان کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بنایا۔

اسے ابن اسحاق نے الحرقہ کے غلام العلاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب سے بنی سہم کے ایک شخص سے بحوالہ ابی ماجدہ روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں بارھویں سال ہمیں حج کروایا اور کان قطع ہونے کے قصاص کے بارے میں حدیث بیان کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس بارے میں فیصلہ کیا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حج نہیں کروایا، اور آپ نے بارھویں سال کے حج کے اجتماع میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بھیجا تھا۔

باب

اس سال میں فوت ہونے والے...... کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ اور اس کے بعد ہونے والے معرکہ ۱۲ھ میں ہوئے تھے اس جگہ یمامہ اور اس کے بعد کے معرکوں میں قتل ہونے والوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کا پہلے ۱۱ھ میں ذکر ہو چکا ہے لیکن مشہور وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

حضرت بشیر بن سعد ثعلبہ خزرجی...... آپ حضرت نعمان بن بشیر کے والد ہیں، عقبہ ثانیہ اور بدر اور اس کے بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے، کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا اور سقیفہ کے روز انصار میں سے آپ نے سب سے پہلے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکوں میں شامل ہوئے اور عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوئے او رنسائی نے آپ کی حدیث النحل کو روایت کیا ہے اور محکم بن جثامہ کے بھائی الصعب بن جثامہ نے آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کی ہیں، ابو حاتم بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہجرت کی اور وہاں میں مقیم ہوئے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

حضرت ابو مرثد الغنوی...... آپ کا نام معاذ بن الحصین تھا اور آپ کو ابن حصین بن یربوع بن عمرو بن یربوع بن خرشہ بن سعد بن طریف بن خیلان بن غنم بن غنی أعصر بن سعد بن قیس بن غیلان بن مضر بن نزار ابو مرثد الغنوی کہا جاتا ہے، آپ اور آپ کا بیٹا مرثد بدر میں شامل ہوئے او ران دونوں کے سوا کوئی باپ بیٹا بدر میں شامل نہیں ہوا، اور آپ کے بیٹے نے جنگ رجیع میں شہادت پائی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور آپ کے پوتے انیس بن مرثد بن ابی مرثد بھی صحابی تھے جو فتح مکہ اور حنین میں شامل ہوئے اور وہ جنگ اوطاس کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاسوس تھے اور وہ بالترتیب تین آدمی تھے اور حضرت ابو مرثد، حضرت عباس بن عبدالمطلب کے حلیف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "قبور کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو"۔

واقدی کا بیان ہے کہ آپ نے ۱۲ھ میں وفات پائی دوسروں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ نے شام میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، آپ دراز قد اور بہت لمبے بال والے تھے، میں کہتا ہوں اور دمشق کے سامنے کھلی زمین میں ایک قبر، قبر کثیر کے نام سے مشہور ہے اور میں نے اس مقام پر سکون اور جلالت کو دیکھا ہے اور تعجب ہے کہ حافظ ابن عساکر نے تاریخ شام میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابو العاص بن الربیع...... ابن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی العبشمی، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب سے نکاح کیا اور آپ ان کے ساتھ بہت محبت اور بہت اچھا سلوک کرتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے پر مسلمانوں نے آپ کو انہیں طلاق دینے کا مشورہ دیا تو آپ نے اس بات سے انکار کر دیا اور آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ بنت خویلد کے بھانجے تھے اور ان کی والدہ کا نام ہالہ تھا اور ہند بنت خویلد بھی بیان کیا جاتا ہے اور آپ کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض لقیط بیان کرتے ہیں اور یہی زیادہ مشہور ہے اور بعض مہشم اور بعض ہشیم بیان کرتے ہیں، آپ کفار کی طرف سے بدر میں شامل ہوئے اور قید ہو گئے اور آپ کا بھائی عمرو بن الربیع فدیہ دے کر آپ کو چھڑانے آیا اور اس نے فدیہ میں حضرت خدیجہ کا وہ ہار بھی پیش کیا جسے آپ نے اپنی بیٹی زینب کو ابو العاص کے ساتھ نکاح کے وقت دیا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ ﷺ کو حضرت زینب پر ترس آ گیا اور اس کے باعث ابو العاص کو رہا کر دیا اور اس پر شرط عائد کی کہ وہ زینب کو مدینہ بھیج دے گا تو اس نے یہ وعدہ پورا کیا اور ابو العاص فتح سے کچھ عرصہ قبل تک مدینہ میں اپنے کفر پر قائم رہے، اور قریش کی

تجارت کے لئے باہر نکلے تو حضرت زید بن حارثہ نے آپ کو روکا اور آپ کے ساتھیوں کی ایک جماعت کو قتل کر دیا، اور قافلے کو غنیمت بنالیا اور ابوالعاص مدینہ کی طرف بھاگ گیا اور اپنی بیوی سے پناہ طلب کی تو انہوں نے آپ کو پناہ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی پناہ کو جائز قرار دیا اور اس کے پاس قریش کے جو اموال تھے وہ واپس کر دیئے اور ابوالعاص وہ اموال لے کر ان کے پاس واپس آیا اور ہر آدمی کو اس کا مال واپس کر دیا پھر حق کی شہادت دی اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو نکاح اول کے ساتھ آپ کو واپس کر دیا اور آپ کی ان سے علیحدگی اور اجتماع کے درمیان چھ سال کا عرصہ پایا جاتا ہے اور یہ عمرۃ الحدیبیہ میں مسلمان مستورات کے مشرکین پر حرام قرار دیئے جانے کے دو سال بعد کا واقعہ ہے۔

بعض کا قول ہے کہ آپ نے نکاح جدید کے ساتھ حضرت زینب کو حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس واپس بھیجا، واللہ اعلم اور حضرت زینب سے آپ کے ہاں علی بن ابوالعاص پیدا ہوا، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ علی کے ساتھ وہاں گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داماد کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اس نے مجھ سے بات کی تو مجھ سے سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو مجھ سے پورا کیا، آپ کی وفات ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے آپ کی بیٹی امامہ بنت ابوالعاص سے اس کی خالہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کیا، مجھے معلوم نہیں کہ یہ نکاح حضرت ابوالعاص کی وفات سے پہلے ہوا یا اس کے بعد ہوا، واللہ اعلم۔

ختم شد

حصہ ششم

تاریخ ابن کثیر